

باقیاتِ فتاویٰ ارشیدیہ

محدث دُورائے افقہ زمانِ حضرت مولانا رشید مہد گنگوہی
کے

ایسے تقریباً ایک ہزار فتاویٰ کا مجموعہ جو فتاویٰ ارشیدیہ
میں شامل نہیں اور اب تک غیر مطبوعہ یا ناپید تھے

تلاش، جمع و ترتیب اور حواشی
نور الحسنیٰ راشد کاندھلوی

ناشر

حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ ضلع پر بدھ نگر (مظفر نگر) یوپی، انڈیا

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

محدثِ دوراں، افقہ زماں حضرت مفتی

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

تلاش، تحقیق، ترتیب، حواشی و مقدمہ: نور الحسن راشد کاندھلوی صاحب

مزید حواشی و افادات: شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مفتی سعید احمد پالن پوری

صاحب

پیشکش: طوبیٰ ریسرچ لائبریری

معاونین خصوصی: مفتی محمد اقبال صاحب + مفتی محمد امجد حسین صاحب

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

محدث دُورالِ، فقیہ زمانِ حَضْرَتِ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

کے ایسے تقریباً ایک ہزار فتاویٰ کا مجموعہ جو فتاویٰ رشیدیہ
میں شامل نہیں اور اب تک غیر مطبوعہ یا ناپید تھے

تلاش، جمع و ترتیب اور حواشی
نور الحسن رحمتی راشد کاندھلوی

ناشر

حَضْرَتِ مفتی ابی الحسن اکیڈمی

کاندھلہ ضلع پر بدھ نگر (مظفر نگر) یوپی، انڈیا

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

[محدث دوراں، افقہ زماں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے
تقریباً ایک ہزار ایسے فتاویٰ کا مجموعہ
جو فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں اور چند کے علاوہ تمام غیر مطبوعہ اور نہایت
نادر و کم یاب تھے]

جمع و ترتیب حواشی اور مقدمہ

نور الحسن راشد کاندھلوی

مزید حواشی و افادات

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالمن پوری دام ظلہ

شیخ الحدیث و صدر المدرسین، دارالعلوم دیوبند

ناشر

حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ، ضلع پرہہ نگر (مظفرنگر) یوپی - انڈیا

ملفوظات مفتی الہی بخش اکیڈمی

© Noorul Hasan Rashid Kandhlavi

BAQIYAT-E- FATAWA RASHIDIA

Compiled by, Footnotes & Preface :

Noorul Hasan Rashid Kandhlavi

جملہ حقوق شروحات برائے جامع و مرتب محفوظ ہیں!

پاکستان میں ہماری تمام مؤلفات و مطبوعات اور باقیات فتاویٰ رشیدیہ کے جملہ حقوق طبع و نشر

جناب سجاد الہی صاحب

27/A لوہا بازار، مال گودام روڈ، لاہور ۵۳۹۲۷

Ph: 3004682752

کے نام محفوظ ہیں۔

اشاعت کے خواہاں اصحاب اور ادارے سجاد الہی صاحب سے رابطہ فرمائیں۔

پاکستان میں، ہماری کتابوں کی طبع و نشر کے لئے جن اداروں یا شخصیات کے نام، ہماری گذشتہ کتابوں پر چھپے ہیں، وہ سب منسوخ اور کالعدم ہیں۔

کتاب : باقیات فتاویٰ رشیدیہ
فتاویٰ : حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی
جمع و ترتیب اور حاشیہ مقدمہ وغیرہ : نور الحسن راشد کاندھلوی
کل صفحات : الف : ابتدا اور فہرست مندرجات

ب : مقدمہ و متعلقات
ج : اصل کتاب مع ضمیمہ
طبع اول : ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ / مارچ ۲۰۱۲ء
قیمت : تین سو پچاس روپے 350/-
کمپوزنگ : شہاب الدین قاسمی بستوی مفتی امی بخش اکیڈمی کاندھلوی مظفرنگر (پ) ا
مطبع : ایچ۔ ایس۔ آف سیٹ پرنٹرز، اوریا گنج، نئی دہلی فون: 23244240

ناشر

حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ، ضلع پرہدہ نگر (مظفرنگر) یو پی، انڈیا

Mufti Elahi Bakhsh Academy

HAULVIYAN-KANDHLAD Distt. Parbuth Nagar. 247775

Mb.09358667219

مفتی امی بخش اکیڈمی کاندھلوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

فتاویٰ

محدث دوراں، افقہ زماں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رَبَّنَا

تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

میری قسمت سے الہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول، کچھ میں نے چنے ہیں، ان کے دامن کے لئے
[اقبال]

toobaa-elibrary.blogspot.com

امداد اللد مهاب
اللد المحب مرد است
الحقیقۃ ستمی را
جنگی بود او بدست
مرد است

نور علی قزوینی

مجموعه خطاطی ایران

فہرست مشتملات

ایک نظر میں

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	آغاز و ابتداء	۳
۲	فہرست مقدمہ	۸
۳	فہرست مندرجات باقیات فتاویٰ رشیدیہ	۱۲
۴	توثیق حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب	۵۱
۵	کلمات خیر و برکت حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی	۵۲
۶	تصدیق و تعلیق حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری	۵۳
۷	تحسین حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی	۵۵
۸	معروضات مؤلف	۵۶
۹	فہرست مقدمہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ اور زیر نظر مجموعہ باقیات فتاویٰ رشیدیہ	۶۷
۱۰	توضیح و اشارات و مخففات کتب و مجموعہ فتاویٰ جن سے یہ فتاویٰ اخذ کئے گئے ہیں	الف، ب
۱۱	آغاز باقیات فتاویٰ رشیدیہ	۱
۱۲	حضرت مولانا گنگوہی کے آثار علمیہ، خودنوشت فتاویٰ اور فتاویٰ رشیدیہ کی پہلی اور قدیم اہم طباعتوں کے عکس	۶۰۱:۱۱ ۶۰۸:۱۳

فہرست مضامین مقدمہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ

اور زیر نظر مجموعہ باقیات فتاویٰ رشیدیہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	وطنی تاریخی پس منظر	۶۸
۲	شجرہ نسب	۷۰
۳	والد ماجد	۷۰
۴	ولادت و طفولیت	۷۱
۵	ابتدائی تعلیم اور ان کے استاذ	۷۱
۶	حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم کے ہم سبق ہونے کی روایات	۷۲
۷	کاش و عاش، ملازمت اور تجارت کتب	۷۳
۸	درس و تعلیم کی ابتدا اور پہلے شاگرد	۷۴
۹	محدثانہ شان اور فقہائے محدثین میں عالی مرتبتہ	۷۵
۱۰	صحیح بخاری، ترمذی وغیرہ کی درسی تقریریں	۷۸
۱۱	حضرت کے شاگرد اور مستفیدین کی تعداد ایک اندازہ	۸۰
۱۲	فتنہ میں عالی مرتبتہ اور شان و کھد	۸۱
۱۳	ذوق و محفلت	۸۳
۱۴	شان سلیمان تونسوی یا شاہ عبدالغنی مجددی سے بیعت کا ذیل	۸۴
۱۵	تھانہ بھون کا ایک غیر متوقع سفر اور حضرت حاجی صاحب سے اچانک بیعت	۸۴
۱۶	مولانا شیخ محمد صاحب سے اختلاف اور مناظرہ کی روایت پر ایک نظر	۸۵
۱۷	حضرت مولانا سے کبلی بیعت اور افادہ کا سلسلہ و راز	۸۷
۱۸	برسبیل مذکورہ	۸۸
۱۹	حضرت مولانا کا ایک اہم خواب اور حضرت مولانا مظفر حسین کا مدح و ستائش کی تعبیر	۸۷
۲۰	سلوک و تربیت میں طریقت و تشنہ یہ مجددیہ خصوصاً حضرت سید احمد بخاری کی تعلیمات کو پسند کرتے تھے	۸۸
۲۱	حضرت مولانا کا مقام و مرتبہ و جو مرشد کی نگاہ میں	۸۹
۲۲	حضرت گنگوہی خود اپنی نگاہ میں	۸۹
۲۳	حضرت مولانا کا حضرت حاجی امداد اللہ سے اپنی خاص کیفیت کا تذکرہ	۹۰
۲۴	حضرت حاجی صاحب کا آثار و ارشاد	۹۰

(۲)

فقد و فتاویٰ نیز فتاویٰ رشیدیہ کے خطی اور مطبوعہ نسخے

۱۰۶	تصانیف	۳۸
۱۰۷	چند شاگرد	۳۹
۱۱۳	نسب و بی	۴۰
۱۱۳	۲۔ مجموعہ مرتبہ مولانا عبدالغفور چند پانوی	۴۱
	مکتوبہ ۱۳۱ھ	
۱۱۵	۳۔ مجموعہ مولانا نظیر حسین فرخ آباد مکتوبہ	۴۲
	غالباً ۱۳۱ھ	
۱۱۶	۴۔ نسخہ سہارن پور مکتوبہ حضرت گنگوٹی	۴۳
۱۱۷	۵۔ نسخہ رام پور مکتوبہ بعد از وفات حضرت مولانا	۴۴
۱۱۸	۶۔ نسخہ حسن پور	۴۵
۱۱۸	۷۔ اوراق کراچی	۴۶
۱۱۸	۸۔ درج بالا مجموعوں کے علاوہ متفرق قلمی فتاویٰ	۴۷
۱۱۹	۹۔ چند متفرق قلمی فتوے	۴۸
۱۱۹	۱۰۔ چند فتاویٰ کے قلمی معبر نسخے	۴۹
۱۱۹	مطبوعہ مگر دار و کتاب فتاویٰ	۵۰
۱۱۹	۱۱۔ الف فیوض رشیدیہ	۵۱
۱۲۰	۱۲۔ ب فتاویٰ عشر	۵۲
۱۲۰	۱۳۔ ج رسالہ تحقیق الصداقہ الصافہ	۵۳
۱۲۱	۱۴۔ حضرت کے زندگی میں شائع کچھ متفرق فتوے	۵۴
۱۲۱	۱۵۔ کام شریعت و رسم و عادات اور عقائد و مسائل	۵۵
	کی وضاحت پر شائع کئے ہوئے اشتہادات	
۱۲۳	۱۶۔ اشتہاری صورت میں شائع، دو فتاویٰ جو	۵۶
	میرے پاس موجود ہیں	

۹۰	مستوفین اور مسافران راہ سلوک کے لئے	۲۵
	چند اصول اور ضوابط	
۹۱	تحریک ۱۸۵۷ء میں شرکت اور اس کی	۲۶
	عملی جدوجہد	
۹۳	مجموعی اصلاحی خدمات نیز دارالعلوم دیوبند	۲۷
	اور مظاہر علوم سہارنپور کے فکر و مزاج کی	
	تفصیل	
۹۷	وفات	۲۸
۹۸	حضرت مولانا گنگوٹی اپنیوں اور پرائوں کی	۲۹
	نظر میں	
۹۸	حضرت مولانا فضل گنج مراد آبادی کے	۳۰
	ارشادات	
۹۸	حضرت حاجی امداد اللہ کے کلمات عالیہ	۳۱
۱۰۰	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ارشادات	۳۲
۱۰۱	مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی کی نظر میں	۳۳
	مولانا کا مرتبہ	
۱۰۲	مولانا سید دیدار علی لوری کا تذکرہ راجہ محبت	۳۴
	و عقیدت	
۱۰۲	فاضل بریلوی کے والد مولوی نقی علی	۳۵
	کے کلمات حسین	
۱۰۳	فاضل بریلوی کے ایک معتد اور ضابطہ مولانا	۳۶
	ناصر فیضی راجپوری کی شہادت اور بلند الفاظ	
۱۰۴	مؤلف غزنیہ النواظر مولانا عبداللہ حسنی	۳۷
	کا مشاہدہ اور تاثر	

۱۳۰	حضرت مولانا انگلوی کے فتاویٰ کی مطابقت باہتمام	۶۷	۱۳۳	دوا شہنا راہ	۵۷
۱۳۰	(الف) نسخہ مرتبہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کی اشاعت کا اعلان	۶۸	۱۳۳	ایسے شہناہرات و فتاویٰ کا ایک بڑا ذخیرہ	۵۸
۱۳۱	فتاویٰ رشیدیہ	۶۹	۱۳۵	حضرت کے فتاویٰ کے دو مرتبہ مجموعے یا متفرق سرمایہ جو محفوظ و معلوم ہے	۵۹
۱۳۱	(ب) فتاویٰ رشیدیہ مرتبہ مولانا عزیز الدین مراوا بادی	۷۰	۱۳۵	۱۔ مجموعہ حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کا جمع اور مرتب کیا ہوا تھا	۶۰
۱۳۲	احوال مولانا عزیز الدین مراوا بادی، جامع و مؤلف فتاویٰ رشیدیہ	۷۱	۱۳۵	۲۔ سفرنامہ خرمین، حضرت مولانا عبدالحی فرحانی تھلکی کے اصل مطالب حدیث کے لئے حضرت مولانا انگلوی سے سوالات اور ان کے جوابات	۶۱
۱۳۲	مدرسہ شامی اور مدرسہ امدادیہ میں حفظ قرآن اور تعلیم	۷۲	۱۳۶	۳۔ حکیم الامت فتاویٰ کے حضرت مولانا سے سوالات و جوابات اور فتاویٰ کے ذخیرہ میں محفوظ، حضرت انگلوی کی چند اہم تقریریں و فتاوات	۶۲
۱۳۲	علمی تصنیفی ذوق اور تصانیف و مؤلفات	۷۳	۱۳۶	۴۔ حضرت مولانا کے گھر موجود تحریرات بکثرت ذخیرہ جو مولانا حکیم مسعود احمد مولانا حکیم عبدالرشید محفوظ میاں انگلوی نے سرمدیٹ مولانا محمد زکریا کو پیش کی تھے	۶۳
۱۳۳	مطرق الدیہ علی صاحب تصانیف شہید آکمل البیان	۷۴	۱۳۷	۵۔ حضرت کے اہتمام و تولیف و فتاویٰ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ و بحال سوالات و فتاویٰ تکثیر مسین یا بھوی	۶۴
۱۳۳	مولانا عزیز الدین صاحب کے حضرت مولانا انگلوی سے واپس بقیدت و اراوت	۷۵	۱۳۹	۶۔ کاندھلویوں میں چند فتاویٰ	۶۵
۱۳۵	حضرت قاری عبدالرحمن پانی پتی سے تحقیق مسائل و فتاویٰ	۷۷	۱۳۹	۷۔ میرے خاندان کے اکابر کے نام چند اہم ترین خطوط اور مفصل تحریرات	۶۶
۱۳۶	حاجی امداد اللہ سے عقیدت و تعلق	۷۸			
۱۳۶	حضرت مولانا فتاویٰ سے عقیدت اور مسائل میں رجوع	۷۹			
۱۳۶	دیکر علماء سے مراسلت اور تحقیق مسائل	۸۰			
۱۳۷	مرتبہ فتاویٰ رشیدیہ کا فقہی مسلک	۸۱			
۱۳۸	فتاویٰ رشیدیہ کی تالیف و ترتیب	۸۲			

۱۳۶	مرتب کے اہتمام سے جنس حصول کی	۱۰۳	فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب میں مؤلف کا	۸۳
۱۳۶	رشدیہ شہری مسجد دہلی سے اشاعت	۱۰۳	طریقہ کار	۸۳
۱۳۶	مطبوعہ مطبع قادیان دہلی ۱۳۳۳ھ	۱۰۵	فتاویٰ کی تاریخ اور سند کتابت نقل کرنے	۸۳
۱۳۶	مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ جامع مسجد دہلی	۱۰۶	کا اہتمام	۸۵
۱۳۶	۱۳۳۸ھ ۱۳۵۲ھ	۱۰۶	فتاویٰ رشیدیہ میں درج فتاویٰ کا زمانہ تحریر	۸۶
۱۳۷	کتب خانہ رشیدیہ سے شائع چند اور شائستگی	۱۰۷	فتاویٰ کا بڑا حصہ اہل مراۓ باد و بجنور کے	۸۷
۱۳۷	کراچی کی طباعت اور فتاویٰ رشیدیہ	۱۰۷	نام فتوؤں کا ہے	۸۷
۱۳۷	میں چند اضافات و ترمیمات	۱۰۸	ایک اور اہتمام	۸۸
۱۳۷	فتاویٰ کے ملفوظات کے ساتھ کراچی	۱۰۸	مولوی عزیز الدین نے پوری زندگی	۸۸
	سے اشاعت		اصل فتاویٰ محفوظ رکھے	۸۹
۱۳۸	تاییدات رشیدیہ	۱۰۹	مزید فتویٰ ہوا غرضی حصول کے لئے جدوجہد	۹۰
۱۳۹	پشتون ترجمہ	۱۱۰	مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ کا پتہ تھا اور پانچویں حصہ	۹۱
۱۳۹	فتاویٰ رشیدیہ کی تخریج مساک اور تحقیق	۱۱۱	پہلی طباعت	۹۲
	جزئیات	۱۱۲	حصہ دوم کی پہلی اشاعت	۹۳
۱۳۹	حضرت مفتی کفایت اللہ کی نگرانی میں	۱۱۲	تاریخ طبع	۹۳
	حاشیہ فتاویٰ رشیدیہ کی تالیف	۱۱۲	خاتمہ الطبع	۹۵
۱۵۰	حاشیہ مرتبہ مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی	۱۱۳	حصہ سوم کی پہلی اشاعت	۹۶
۱۵۰	حاشیہ مرتبہ مفتی محمد یوسف (دعوتِ بندہ عالم)	۱۱۳	حصہ چہارم و پنجم کی کتابت و طباعت	۹۷
	(۱۳۲۹ھ)	۱۱۳	انتہاس	۹۸
۱۵۰	حاشیہ مطبوعہ اکوڑہ ٹنک، بہاول	۱۱۳	مطبوعہ حصول کی کمرہ شائستگی	۹۹
۱۵۱	خاتمہ فتاویٰ رشیدیہ قلمی	۱۱۵	اشاعت دوم مراۓ باد	۱۰۰
۱۵۱	فتاویٰ رشیدیہ پر چند شہادت و اعتراضات	۱۱۵	اشاعت سوم مراۓ باد	۱۰۱
۱۵۵	غریب شہر خن ہائے کفایتی دارو	۱۱۵	فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول طبع ثالث	۱۰۲
		۱۱۶	حصہ سوم کی اشاعت دوم	

فہرست مندرجات

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

پہلا باب			
کتاب الایمان والعقائد			
ایمان اور کفر کے مباحث و متعلقات			
فتاویٰ نمبر	مندرجات و مسائل	صفحہ	
۱	ایمان اور اسلام کی پہچان اور ان کا پابندی	۱	۵
۲	ایمان کیا ہے؟	۱	۷
۳	مسلم اور مؤمن میں فرق؟	۱	۸
۴	کافر اور مشرک کی پہچان؟	۱	۱۰
۵	اللہ تعالیٰ کی خاص صفات کا کسی اور کے لئے ثابت کرنا؟	۲	۱۱
۶	مؤمن وہ ہے جو ظاہر و باطن دونوں پہلوؤں سے ہو	۳	۱۲
۷	ایمان اور دل کا فعل حادث؟	۳	۱۳
۸	کلمات کفر کا ارتکاب اور اس کا حکم؟	۳	۱۴
۹	قرآن کریم سے جحدہ تحیت کا منسوخ ہونا کس طرح ثابت ہے؟	۴	۱۵
۱۰	قرآن کریم کے الفاظ کو تصرف کر کے پڑھنا؟	۵	۱۶
۱۱	مزارات اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا؟	۱۰	۱۷
۱۲	طواف قبور کے شرک ہونے اور قیام تعظیسی کے شرک نہ ہونے کی وجہ؟	۱۱	۱۸
۱۳	کعبہ کے علاوہ اور مسجدوں کے طواف میں کفر کا خوف ہے	۱۲	۱۹
۱۴	جس سے جان بوجھ کر یا استہراغ کلمہ کفر سرزد ہو اس کے اعمال کا کیا حکم ہے؟	۱۳	۲۰
۱۵	ایمان کم زیادہ ہوتا ہے، یا نہیں؟	۱۴	۲۱
۱۶	ایمان کے کم زیادہ ہونے میں علماء کے اختلاف کی نوعیت؟	۱۵	۲۲
۱۷	ایمان میں تجزی کا مسئلہ؟	۱۶	۲۳
۱۸	دین میں مشتبہ امور سے احتیاطاً ضروری ہے	۱۷	۲۴
۱۹	یاس کی توبہ مقبول ہے ایمان قبول نہیں؟	۱۸	۲۵
۲۰	تقدیر کا منکر گمراہ ہے	۱۹	۲۶
۲۱	علماء اور دینی کتابوں کی توجہ نہ کرنے والا قاسق اور بددین ہے۔	۲۰	۲۷
۲۲	کسی مسلمان کو بلا کسی وجہ کے کافر کہنا؟	۲۱	۲۸
۲۳	دنیاوی معاملات کی وجہ سے کسی عالم کو برا کہنا؟	۲۲	۲۹

۲۳	نیچر یوں کے متعلق کیا حکم ہے؟	۱۷	۳۷	حضرات حسنینؑ سے منسوب ایک بے حقیقت قصہ کا تذکرہ	۳۰
۲۴	یزید کو کا فر کہنا کیسا ہے؟	۱۷	۳۸	سرالشہادتین میں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں ان کی کیا حیثیت ہے؟	۳۲
۲۵	مروان بن الحکم کے متعلق چند سوالات	۱۷	۳۹	حضرت علیؑ کی تلوار کہاں گئی؟	۳۳
۲۶	اہل عرب کے جو اقوال خلاف شریعت ہوں وہ مردود ہیں	۱۸	مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیت		
۲۷	”شیعیت“		۴۰	مرزا قادیانی کا شعل عینی ہونے کا عقیدہ	۳۳
۲۸	ہندوستان کے شیعوں کا کافر ہونا مانج ہے	۱۹	۴۱	فاسد اور سلف و خلف کے خلاف ہے۔	
۲۹	فضیلت شیخین کا منکر رافضی ہے	۱۹	۴۲	نزل عینی علیہ السلام کا انکار عقیدہ مختصرہ	۳۴
۳۰	حضرات شیخین کی حضرت علیؑ پر فضیلت قطعی ہے یا نفی؟	۲۳	۴۳	مرزا غلام احمد جو بشارت عیسیٰ مہدی کو اپنے منطبق کرتے ہیں مد کرنے کے لائق ہیں	۳۵
۳۱	کمالات ولایت کی وجہ سے حضرت علیؑ کی افضلیت کا درجہ؟	۲۴	۴۴	مرزا غلام احمد کا خیال القائے شیطانی ہے	۳۵
۳۲	حضرت علیؑ کی تدفین سے متعلق ایک معروف روایت کی حقیقت	۲۸	۴۵	مرزا احمدؑ شریف کے مطابق، ایک کذاب و دجال پیدا ہوا ہے	۳۶
۳۳	حضرات حسنینؑ حضرت امیر معاویہؓ سے افضل ہیں	۲۸	مرزا قادیانی اور قادیانیت کے متعلق علمائے دیوبند کے فتاویٰ		
۳۴	حضرت حسینؑ نے یزید سے بیعت کیوں نہیں کی تھی؟	۲۸	الف	فتویٰ، حضرت مولانا ظہیر احمد انیسوی	۳۶
۳۵	یزید کی خلافت کے انعقاد اور حضرت حسینؑ کے خروج کی تحقیق	۲۹	ب	فتویٰ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن دیوبندی	۳۶
۳۶	سب شیخین کافر ہے تو قاتلان حسینؑ کیوں کافر نہیں؟	۳۰	ج	فتویٰ، شیخ ابند مولانا محمود حسن دیوبندی	۳۷
۳۷	حضرت حسینؑ کا سر مبارک کہاں دفن ہے؟	۳۰			

فتویٰ حضرت مولانا گنگوہی		اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو خدا کرنا اور کسی سے مدد چاہنا	
۳۵	مرزا کا دینی عقیدہ وہاں کاذب ہیں جس سے جہاں کے مسلمانوں کے لیے جہنم	۵۲	آپ حضرت علی علیہ السلام پر امت کے اوّل پیش کے جہانگیر ہے مگر اس کی جہت سے آپ علیہ السلام کو خدا کا ہوا نہیں
۳۶	مرزا کا دینی عقیدہ وہاں کاذب ہے	۵۳	ہرگز اس کے نام سے حق تعالیٰ سے مدد نہ مل جائے گی
ظہور صنت کے احکام		۵۴	غیر ملحد و ملحدوں کا شرک ہے
۳۷	اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو خدا کرنا؟	۵۵	غیر ملحد و ملحدوں کا شرک ہے
۳۸	تو دینی اصل پر کیا کلام ہے؟	۵۶	شیخ محمد تقی رحمہ اللہ کا عقیدہ
۳۹	غیر ملحد کے نام سے جہاد کیا؟	۵۷	چندے کا حکم
مولانا کرام حق تعالیٰ کے سامنے ہے اس اور محمد مخلص ہیں		۵۸	شیخ محمد تقی رحمہ اللہ کا عقیدہ کہ اللہ کے واسطے
۴۰	یہ لوگوں میں حق تعالیٰ کے سامنے ہے اس اور محمد مخلص ہیں تو تعریف کرنے کا اور	۵۹	شیخ محمد تقی رحمہ اللہ کا عقیدہ کہ اللہ کے واسطے
غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے		۶۰	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے
مذہب کی تفسیر حق تعالیٰ پر		۶۱	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے
۴۱	مذہب فتویٰ کہ مسلمان صاحب فقیر و غنی ہیں	۶۲	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے
۴۲	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے	۶۳	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے
مذہب کی تفسیر حق تعالیٰ پر		۶۴	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے
مذہب کی تفسیر حق تعالیٰ پر		۶۵	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے
مذہب کی تفسیر حق تعالیٰ پر		۶۶	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے
مذہب کی تفسیر حق تعالیٰ پر		۶۷	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے
مذہب کی تفسیر حق تعالیٰ پر		۶۸	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے
مذہب کی تفسیر حق تعالیٰ پر		۶۹	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے
مذہب کی تفسیر حق تعالیٰ پر		۷۰	غزوہ وصال اور حضرت مولانا کے

۶۳	حق تعالیٰ شانہ کے سامنے آنے کے لئے؟ تخلیق کا سر پہ در پہ کیا ہے؟	۷۳	خود پاک کے عزم کے نیچے کیسے ہو دعوت پاسخ
بدعات و رسومات		میت سے متعلق رسوم و بدعات	
میلاوا اور قیام		اور ان کے احکام و حقیقتات	
۶۴	کس قسم کی مجلس میلاوا جائز ہے؟	۷۴	پہلے قیام کے لئے دعوت کی کیسی کسی ہے؟
۶۵	پہلے میلاوا کی رسم و کریمت کی حد؟	۷۵	میت کے پہلے قیام کے لئے کس طرح تہذیب کی ہے؟
۶۶	مردہ میلاوا اور قیام بدعت ہیں	۷۶	میت کے پہلے قیام کے لئے کس طرح تہذیب کی ہے؟
۶۷	مردہ کا کس میلاوا اور بدعت ہیں	۷۷	میت کے پہلے قیام کے لئے کس طرح تہذیب کی ہے؟
۶۸	پہلے میلاوا اور قیام کی شرعی حیثیت؟	۷۸	موجودہ مردہ قبرستان میں شریک ہو کر کیا ہے؟
۶۹	ذکر دعوت کے وقت قیام کے بدعت ہونے کی متعلق بحث	۷۹	موجودہ مردہ قبرستان میں شریک ہو کر کیا ہے؟
۷۰	میلاوا میں قیام کے متعلق اور بدعت ہونے کی حد؟	۸۰	کھانے یا قیام یا دعوت ہے
۷۱	مجلس یا ذکر دعوت کا شرعی حکم؟	۸۱	کھانے یا قیام یا دعوت ہے
۷۲	ذکر دعوت یا شہادت کے وقت قیام؟	۸۲	پہلے کے دنوں یا کھانے یا دعوت ہے
حاشورا و عزم سے متعلق		رسومات و عزم سے متعلق	
احکام و مسائل		رسومات و عزم سے متعلق	
۷۳	عزم عزم میں عزم کھانے شریعت ہے یا نہ؟	۸۳	رسومات و عزم سے متعلق
۷۴	عزم عزم میں ذکر شہادت چھ دنوں رکعتوں کی ہے؟	۸۴	رسومات و عزم سے متعلق
۷۵	عزم عزم میں ذکر شہادت چھ دنوں رکعتوں کی ہے؟	۸۵	رسومات و عزم سے متعلق
۷۶	عزم عزم میں ذکر شہادت چھ دنوں رکعتوں کی ہے؟	۸۶	رسومات و عزم سے متعلق

متفرق بدعات	
۱۱۶	۱۰۰ چند مسائل کی تحقیق جن کو ایک شخص نے اہل سنت کا عقیدہ بتایا ہے
۱۱۹	۱۰۱ سلوۃ رعب بدعت ہے
۱۲۰	۱۰۲ بدعات کا مرتب گنہگار ہے
۱۲۰	۱۰۳ مرتب کیرہ اور بدعات میں ملوث شخص کی وینی غلطی کا ذکر نصیحت ہے یا نہیں ہے؟
۱۲۰	۱۰۴ بابا فرید خج شکر کے متعلق مبالغہ آمیز اشعار کا حکم؟
۱۲۳	۱۰۵ جو شخص اتقویٰ الایمان کو برا کہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

دوسرا باب

کتاب الطہارت

پانی کے مسائل

صفحہ	مسئلہ
۱۲۳	۱۰۶ پانی کی کتنی مقدار پاک یا ناپاک ہے؟
۱۲۳	۱۰۷ کس تالاب کا کس قدر پانی پاک ہوتا ہے؟
۱۲۳	۱۰۸ اگر کتا کنویں میں بیٹھنا شروع کر دے تو؟
۱۲۳	۱۰۹ اگر کنویں میں کوئی جاندار گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟
۱۲۳	۱۱۰ اگر کنویں میں سزا ہوا سانپ نکلے تو کیا حکم ہے؟

۱۰۶	۸۹ قبر کے پاس بیٹھ کر اجرت لیکر قرآن شریف پڑھنے کا حکم
۱۰۶	۹۰ ایصال ثواب کے لئے اجرت جائز نہیں
۱۰۸	۹۱ قبروں پر پھول اور نکلری ڈالنا کیسا ہے؟
۱۰۸	۹۲ مزارات پر دست بستہ کھڑے ہونے کا کیا حکم ہے؟
۱۰۸	۹۳ مزارات اولیاء کے سامنے سر جھکانا اور دست بستہ کھڑا ہونا کیسا ہے؟
۱۰۹	۹۴ بزرگوں کی قبروں کا طواف حرام ہے
۱۰۹	۹۵ تصویب روئے مطہرہ وغیرہ کو بوسہ دینا؟
۱۰۹	۹۶ قبر کا بوسہ دینا حرام ہے
۱۱۰	۹۷ قبروں پر گنبد اور پلٹے عمارتیں بنانا منع بلکہ حرام ہے
۱۱۰	۹۸ جواب از اہل النبی
۱۱۱	۹۹ تردید جواب بالا از حضرت مشکوٰی
اذان سے متعلق بدعات	
۱۱۲	۹۸ اذان کے وقت انگوٹھا چومنا کیسا ہے؟
۱۱۲	۹۹ جواب یکے از علماء اہل بدعت
۱۱۳	۱۰۰ مذکورہ بالا تحریر کا رد اور صحیح از حضرت مولانا رشید احمد مشکوٰی
۱۱۵	۱۰۱ اذان کے وقت انگوٹھے چومنا بدعت اور سہ اصل ہے

۱۳۲	اگر بھیک ہوا کتا جس میں سے پانی ٹپک رہا ہے کپڑے پر پڑھ جائے تو کیا حکم ہے؟	۱۳۲	۱۱۱	کنوئیں کے پانی کے مسائل میں وسعت ضروری ہے
۱۳۲	اگر بھیکے ہوئے کتے کے جھڑ جھڑانے سے ٹھنڈی ٹھنڈی پانی کی ٹپک جائے تو کیا حکم ہے؟	۱۳۳	☆	تحقیق از حضرت مولانا گنگوئی
۱۳۳	کتے کے پیچ پر لگا لگا ہوا تھا پھر خشک مٹی لگ گئی اور وہ کپڑے پر پڑھ گیا تو کیا حکم ہے؟	۱۳۳	۱۱۲	اگر دو کنوئیں ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہوں تو ایک کے ناپاک ہونے سے دوسرا ناپاک ہو جائے گا؟
۱۳۳	گھوڑے یا بیل کی دم سواری کے لگ جائے تو کیا حکم ہے؟	۱۳۵	۱۱۳	ڈھیکھی کے کھینچے ہوئے پانی کا حکم
۱۳۳	راستوں میں جو گارا کچڑا ہو جاتا ہے اس کی چھینٹوں کا حکم؟	۱۳۶	۱۱۴	جو پانی درختوں کے چوں کی وجہ سے خراب ہو گیا ہو اس کا حکم؟
۱۳۳	اگر کپڑے کا ایک حصہ پاک ہے کچھ ناپاک ہے اس پر نماز پڑھنے کا حکم	۱۳۷	۱۱۵	اگر کنوئیں میں استہالی جو تاگر پڑے تو؟
۱۳۳	اگر بورہ یا فرش دھیر ہو اور اس کا ایک حصہ ناپاک ہو جائے تو دوسرے رخ پر نماز کا حکم؟	۱۳۸	۱۱۶	اگر گوشتوں میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟
۱۳۳	اگر بورہ یا فرش دھیر ہو اور اس کا ایک حصہ ناپاک ہو جائے تو دوسرے رخ پر نماز کا حکم؟	۱۳۸	پاک اور ناپاک کے مسائل	
۱۳۳	کورے ناپاک برتن کس طرح پاک ہوں گے؟	۱۳۹	۱۱۷	اگر نجاست قلیل پر پانی ڈالا وہ بہہ کر پھیل گیا تو یہ کپڑا ایسا ہے؟
۱۳۳	ناپاک ٹکڑی اور انٹ خشک ہونے سے پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟	۱۴۰	۱۱۸	اگر بدن پاک ہے اور کپڑا گیلیا یا اس کا ٹکس تو کیا کیا جائے؟
۱۳۳	اگر کچھ کچے یا کچے فرش پر بیٹھ کر دے تو وہ جگہ کس طرح پاک ہوگی؟	۱۴۱	۱۱۹	اگر بدن کا نصف حصہ نجاست سے آلودہ ہو تو پورے جسم کا دھونا ضروری ہے یا نہیں؟
۱۳۳	گوشتوں میں مار کرنے میں لپٹا ہوا ہے مگر؟	۱۴۲	۱۲۰	جنینی کا پینہ پاک ہے لیکن اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو؟
۱۳۵	گوشتوں میں ہوتی مٹی سے لپٹے ہوئے مکان کی طہارت و نجاست کا حکم؟	۱۴۳	۱۲۱	اگر بھیکے ہوئے ناپاک کپڑے پر پاک کپڑا رکھا گیا تو کیا حکم ہے؟

حیض و نفاس اور متعلقہ مسائل

۱۳۸	حیض کی غیر متعین مدت میں اکثریت کا خیال کیا جائے گا	۱۳۶
۱۳۸	حیض کے تعین کے لئے درو سے آنے کی قید ہے؟	۱۳۷
۱۳۸	اگر مقررہ دنوں کے علاوہ کسی دوا وغیرہ کی وجہ سے حیض آئے تو نماز روزہ کا کیا حکم ہے؟	۱۳۸
۱۳۸	جو خون پندرہ دن سے پہلے آوے وہ حیض نہیں:	۱۳۹
۱۳۸	ایام حمل میں خون آنے کی وجہ سے نماز روزہ ترک نہ کرے	۱۴۰
۱۳۹	حیض و نفاس کی حالت میں عہد و نکلاوت واجب نہیں ہوگا	۱۴۱
۱۳۹	حائضہ کے ساتھ اس کے شوہر کا مائل کے ساتھ مس کرنے کا کیا حکم ہے؟	۱۴۲
	وضو کا بیان	
۱۳۹	وضو کے وقت گلی اور ناک میں پانی دینے میں مبالغہ کرنا؟	۱۴۳
۱۳۹	وضو میں غورزی تک دھونے میں عورت مرد بالغ تا بالغ سب کے لئے؟	۱۴۴
۱۴۰	عورتوں کے لئے پارسہ سر کا مسح؟	۱۴۵
۱۴۰	مسواک کرنا اور استنجاء میں وضو یا لینا عورت کے لئے کیا ہے؟	۱۴۶

۱۳۵	اگر کوئی نذر یا رقیق دوا ناپاک ہو جائے تو؟	۱۳۵
۱۳۵	آدم کے درست کے کپڑے کے جسم کا مادہ اگر کپڑوں پر لگ جائے تو کیا حکم ہے؟	۱۳۵
۱۳۵	بلی اور کتھن کا پیشاب ناپاک ہے یا ناپاک؟	۱۳۶
	طہارت کے متفرق مسائل	
۱۳۶	جس شخص کا مرض کی وجہ سے ہر وقت پیشاب جاری رہتا ہو اس کا کیا حکم ہے؟	۱۳۶
۱۳۶	بز استنجاء کرتے وقت اگر ہوا خارج ہو تو کیا کرنا چاہئے؟	۱۳۶
۱۳۶	ذیل سے استنجاء مشکل کرتے وقت سلام کرنا اور اس کا جواب دینا؟	۱۳۶

رنگوں کے ناپاک یا ناپاک ہونے کا بیان

اور متعلقہ مسائل

۱۳۶	پن یا کارنگ ناپاک ہے یا ناپاک؟	۱۳۶
۱۳۷	کیا سب انگریزی رنگ ناپاک ہیں؟	۱۳۷
۱۳۷	کن رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑوں سے نماز درست ہے؟	۱۳۷
۱۳۷	بجلیمر کا رنگ ہوا کپڑا پہننا صحیح ہے	۱۳۷
۱۳۷	جس رنگ کے ناپاک ہونے کی تحقیق نہ ہو وہ ناپاک ہے	۱۳۷
۱۳۷	انگریزی رنگ ناپاک ہیں	۱۳۷

۱۳۳	۱۵۷	مرد عورت کی شرمگاہوں کے لئے سے	۱۳۳	۱۵۷	جواب دلایا: صلاۃ مسجد اہل غزوئی
۱۳۴	۱۵۸	بھینس پانی لگے شوکا ہم؟	۱۳۴	۱۵۸	جواب صلاۃ ہر شیعہ و اہل تشیعہ
۱۳۵	۱۵۹	اگرچہ مرد عورت کے ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے شوکس نہ آتی ہیں؟	۱۳۵	۱۵۹	شش ماہی غصہ میں داخل ہے یا نہیں؟
۱۳۶	۱۶۰	تیمم	۱۳۶	۱۶۰	خود بخود دھال کے وقت نماز کس طرح چمکی جائے گی؟
۱۳۷	۱۶۱	جنینی کو حمل اور دھوکے لئے تیمم میں ایک ہی نیت کافی ہے	۱۳۷	۱۶۱	سمت قبلہ اور متعلقہ مسائل
۱۳۸	۱۶۲	سڑکی حالت میں جب تک مجبور نہ ہو تیمم کا کیا حکم ہے؟	۱۳۸	۱۶۲	قبلہ تار سے لپکا کرنا یا پچانے کا کیا طریقہ ہے؟
تیسرا باب					
کتاب الصلوٰۃ					
افان اوقات صلوٰۃ اور مسائل صلوٰۃ					
۱۳۹	۱۶۳	نہانی ہجر	۱۳۹	۱۶۳	رہل کے سطر میں نماز کا مسئلہ؟
۱۴۰	۱۶۴	معدہ حیات و مسائل	۱۴۰	۱۶۴	رہل کے سطر میں تیمم نماز اور قبلہ کا مسئلہ؟
۱۴۱	۱۶۵	منکی اور وقت کے لئے ایک مرتبہ ہی صل الصلوٰۃ ہی علی الملاح کہتا؟	۱۴۱	۱۶۵	رہل میں تیمم بہت قبلہ اور نماز کا حکم؟
۱۴۲	۱۶۶	تہجد اور نماز کا جواب؟	۱۴۲	۱۶۶	سترہ
۱۴۳	۱۶۷	نمازین کے بعد لوگوں کو جماعت کے لئے بلانا؟	۱۴۳	۱۶۷	نماز پڑھنے والے کے سامنے اگر گزرنے والا سترہ رکھ دے تو؟
۱۴۴	۱۶۸	جماعت اور اپنے گھر والوں کو نماز کی تاکید نہیں کرتے وہ سخت لکھا رہیں	۱۴۴	۱۶۸	نماز پڑھنے والے کے سامنے سے کس قدر قاصطے گزرنے کی اجازت ہے؟
۱۴۵	۱۶۹	سایہ صلیبی کی تحقیق بخیر عمر اور عمر کا وقت مسنون؟	۱۴۵	۱۶۹	ہام ام کے قول "انکرکلی نفس لہذا" کے آگے سے گزرنے سے باز نہ رہے تو اس سے نکلی نہ کیا جائے گا کیا مطلب ہے؟
امامت و جماعت کے مسائل و متعلقات					
۱۴۶	۱۷۰	جماعت اور صف کی درجہ غزوئی ہے یا ہے گھیر کے بعد؟	۱۴۶	۱۷۰	جماعت اور صف کی درجہ غزوئی ہے یا ہے گھیر کے بعد؟

۱۵۶	سہمی احمد علی دہلوی مصلوں کے درمیان اگر کب تک رہا ہے؟	۱۵۶	شادی شدہ عورت کو بطور طلاق نکاح کے بہی کی طرح رکھنے والے کی امامت؟
۱۵۷	نار کی مصلوں میں سب سے زیادہ ثواب کس جگہ کا ہے؟	۱۵۷	غیر کی نکاح سے جو نکاح کرے اس کی امامت کبھی ہے؟
۱۵۸	نار کی پچھلے تھامے میں کس جگہ کھڑا ہو؟	۱۵۸	اگر امام نے عورت کی شہادت نہ کی مگر جو شخص نار میں شامل ہوں تو کیا حکم ہے؟
۱۵۹	جو شخص قرآن شریف پھاچتا ہے اس کی امامت	۱۵۹	عورت کا امام بنانا کیا ہے؟
۱۶۰	نار کا کھانا اور اس کی امامت؟	۱۶۰	حنفی امام کا شافعی مقتدیوں کو اپنی وضو سے متعلق اطلاع دینا مناسب ہے
۱۶۱	باصلاحیت پر امام کی بھی برادری کا ہو اس کی امامت؟	۱۶۱	غیر مقتدیوں کی امامت کا حکم؟
۱۶۲	حنفی کے لئے ایک نار کی امامت؟	۱۶۲	نہجریوں اور غیر مقتدیوں کے پیچھے نار کا حکم؟
۱۶۳	جس کی تصور مخالف نہ اس کی امامت کا حکم؟	۱۶۳	نار سے متعلق چند مسائل کی صحیح و غلطی؟
۱۶۴	جس شخص میں خلاف شریعت عادات ہوں وہ اس کے لئے کبھی شریعتی نہیں ہو امامت؟	۱۶۴	مقتدی کے نہایت باندھے ہی امام نے سراٹھا لیا، کہا اس صورت میں بھی مقتدی شامل نار ہے؟
۱۶۵	کب تک امامت کا حکم؟	۱۶۵	جو امام کے سلام بگڑنے سے پہلے نہایت باندھ چکا وہ نار میں شریک ہے
۱۶۶	بہو کی حد کا احترام نہ کرنے والوں کی امامت کا حکم؟	۱۶۶	اگر مقتدی مسجد سے باہر یا مسجد پر ہوں اور امام مسجد میں ہو تو کیا حکم ہے؟
۱۶۷	عاقبت دعا کی قرعہ اس کی امامت؟	۱۶۷	اگر صرف ایک یا دو مقتدی ہوں تو کہاں کھڑے ہوں؟
۱۶۸	چراغی کے جانور نما کرنے والے کی امامت؟	۱۶۸	جو مسجد شاہراہ عام پر ہو اس میں دعا صحت دینی ہوتا ہے؟
۱۶۹	دعا لانے کی امامت؟	۱۶۹	

۲۵۳	ایک جگہ میں دیکھ سہو میں وہ جانتے تھے ختم نہ ہو رہی
۲۵۴	اگر وہ جانتے تھے تو انہوں نے جگہ جگہ کی جہ سے سب جگہ ہیں کی نذر نوٹ کی تو ان کے لئے اس سہو میں برامت کافی کا حکم؟
۲۵۵	مقررہ وقت سے پہلے سہو میں برامت کا حکم پوراس کا ثواب؟
۲۵۶	کسی سہو میں امام کے دیر سے آنے کی جہ سے ترک برامت کرنا یا امام سے پہلے نماز پڑھ لینا؟
۲۵۷	سہو میں پہنچ کر نماز سے پہلے کچھ دیر دقت کرنا کیسا ہے؟
۲۵۸	مستحقین امام کے لئے امام پھر برامت شروع کرنا سے بدنام ہوتا ہے تو وہ کیا کرے؟
۲۵۹	نماز میں قرأت فرض ہے جس کو قرأت نہ آئے اس کے لئے کیا حکم ہے؟
۲۶۰	نماز میں قرأت نہ پڑھانے سے ضروری ہے سورہ الفاتحہ پڑھنے کے بعد تکبیر پڑھ کر؟
۲۶۱	تو قیام طلب امام سے متعلق چند برامت دیکھ کر کہتے ہیں وہ ضرور دوسری رکعت میں سورہ الفاتحہ پڑھ کر کیا حکم ہے؟
۲۶۲	وہ بیان سے صحت پڑھنے سمجھنے پڑھنے پہنچنے میں طبعی غلطی ہو جائے تو اس کے شروع میں سمجھنے کا کیا حکم ہے؟

۲۵۵	تلف سورتوں کے متعلق رکوع ایک نماز میں پڑھنے کا حکم؟
۲۵۶	بہنوں رکعتوں کے بعد سہو میں فرض ہیں اگر وہ سہو میں صحت کی گنت کی جگہ
۲۵۷	پہلے دو رکعتی پڑھ کر تھک جائے تو سہو کا حکم؟
۲۵۸	اگر اطمینان کی جگہ طاعت پڑھنا ہو تو فرض ہو گئی میں جہو تو قرآن کے ذکر کیسا ہے میں گھر؟
۲۵۹	نماز میں قعدہ کے وقت نکل کر کہیں گئے؟
۲۶۰	بغیر اہواز سے دوسرے کے کچھوں میں نماز کا حکم؟
۲۶۱	تھک لگی لینے سے روزہ اور نماز نوٹے کا حکم؟
۲۶۲	اگر راتوں میں نماز نہ کی ہو نماز کے بعد پڑھنا؟
۲۶۳	نماز پڑھنے والے نے اگر چھوٹے گئے پھر وہ نماز دہائی کی ضرورت ہے یا نہ پڑھنا؟
۲۶۴	اگر کھانسی یا جھکوں کے کانٹے کی جہ سے نماز میں بہادر کیا ہوتا؟
۲۶۵	نماز میں اگر بیہوشی کا حکم؟
۲۶۶	اگر نماز میں چپا آجیانہ کی تو کیا حکم ہے؟
۲۶۷	کون لوپ میں نماز؟

۱۷۸	آکر ایک رکعت پڑھ لیں اور سلام پڑھ لیں	۱۷۸	سورۃ الفتحہ کتنی نماز ہے؟
۱۷۹	پھر کیا کرنا ہے؟	۱۷۹	پہلی نماز کے بعد کتنی نماز ہے؟
۱۸۰	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۸۰	آکر نماز میں سجدہ کی بات پڑھو؟
۱۸۱	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۸۱	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۸۲	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۸۲	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۸۳	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۸۳	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۸۴	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۸۴	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۸۵	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۸۵	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۸۶	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۸۶	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۸۷	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۸۷	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۸۸	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۸۸	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۸۹	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۸۹	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۹۰	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۹۰	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۹۱	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۹۱	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۹۲	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۹۲	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۹۳	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۹۳	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۹۴	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۹۴	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۹۵	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۹۵	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۹۶	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۹۶	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۹۷	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۹۷	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۹۸	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۹۸	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۱۹۹	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۱۹۹	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟
۲۰۰	پھر کے بعد کتنی نماز ہے؟	۲۰۰	آکر نماز میں کھڑے ہو کر؟

سنتوں اور نو اہل کے مسائل

- ۱۵۶) لہجہ کی سنتیں اس وقت پر حجاب جماعت شروع ہو چکی ہیں؟
- ۱۵۷) اگر جماعت ہو تو لہجہ کی سنت کب پڑھئے؟
- ۱۵۸) لہجہ کی نماز شروع ہونے کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم؟
- ۱۵۹) مسجد میں اگر پڑھنا چاہو تو یہ دینی حصے میں لہجہ کی سنتیں پڑھنے کا حکم؟
- ۱۶۰) مغرب کی سنتیں اور جن میں شامل نہیں؟
- ۱۶۱) جماعتی سنتوں کی نیت کس طرح کرے؟
- ۱۶۲) سنتوں اور نفلوں میں وقت کا ذکر کرے؟
- ۱۶۳) غصہ رکعتیں نہیں
- ۱۶۴) نو اہل میں اگر نیت سے تیار ہو پڑھا لیا تو؟
- ۱۶۵) نو اہل میں اگر ایک مرتبہ میں آنکھ رکعت کی نیت کی تو کیا سب کاواں ضروری ہے؟
- ۱۶۶) دن اور رات کے نو اہل میں ایک سلام کے ساتھ کتنی رکعتیں درست ہیں؟
- ۱۶۷) نو اہل کی چار رکعت کی نیت کی اور پورا قصد و بھول گیا تو؟
- ۱۶۸) نو اہل کی جماعت میں کتنے آہل شریک ہو سکتے ہیں؟
- ۱۶۹) نو اہل کی ٹوٹی جماعت کا حکم؟
- ۱۷۰) تہجد کی کتنی رکعتیں ہیں؟

تہجد اور خطبہ کے مختلف مسائل

- ۱۷۱) تہجد اول وقت اور عشاء میں ایک جگہ ہونا چاہئے؟
- ۱۷۲) تہجد نے قیام میں جو ایک ہی جگہ ہونا چاہئے؟
- ۱۷۳) تہجد کے دنوں کے وقت نماز پڑھنا؟
- ۱۷۴) غزلی کے علاوہ کسی اور زبان میں تہجد خطبہ پڑھنے کا حکم؟
- ۱۷۵) غزلی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ کیا ہے؟
- ۱۷۶) بیٹھ بٹھایا تہجد میں نے اگر خطبہ کہو پڑھنا؟
- ۱۷۷) خطبہ میں اللہ اور پڑھنا؟
- ۱۷۸) اعتقاد و التمس فضل ہے

سفر اور مسافت قصر کے مسائل

- ۱۷۹) منزل کا حرب کے ستر کے مطابق اعتقاد ہے کھڑکی قید نہیں
- ۱۸۰) ہر طرف کے سفر میں ہر ستر کا اعتقاد ہے
- ۱۸۱) اگر تین منزل کا سفر میل سے کرے؟
- ۱۸۲) کیا تب بھی قصر کرے؟
- ۱۸۳) اگر گھر سے دانیات کے تین منزل کا سفر کیا تو قصر کرے یا نہ کرے؟
- ۱۸۴) ایک منزل کے تین پھر لگانے سے مسافر ہو گا نہیں؟

ابواب الجنائز

مردہ کا کفن و تدفین ایصال ثواب اور متعلقہ مسائل

۱۹۲	۱۹۳	تراویح کے وقت کون سے کچھ کی ایک جہاں مل
۱۹۲	۱۹۴	میت کا کفن مردہ کو غسل دینا کیسا ہے؟
۱۹۳	۱۹۵	کفن کے لیے کون سا اہل جانے والی جہاز کا کیا حکم ہے؟
۱۹۳	۱۹۶	تاریخ کفن کے کفن کی مقدار کیسا ہے؟
۱۹۳	۱۹۷	مردہ کے ہاتھوں میں کھجور کی کھجور؟
۱۹۳	۱۹۸	میت کے سر پر زاری حقیق اور کفن کی مقدار مستحب؟
۱۹۳	۱۹۹	مردہ کو کفن میں رکھنے کے بعد اس کا سر تھکوا کھانا کیسا ہے؟
۱۹۳	۲۰۰	قبرستان میں نماز و دعا کا حکم؟
۱۹۳	۲۰۱	سب لڑائی کی تہہ و آثار و جنازہ چھٹے کا حکم؟
۱۹۳	۲۰۲	خیر لگانے کے بعد رکھنے والے کی لڑائی کا حکم؟
۱۹۳	۲۰۳	جنازہ اگر زمین پر رکھا ہو تو جہاز پانی پر رکھنا کیسا ہے؟
۱۹۳	۲۰۴	جنازہ کے ساتھ کھانا پانی لے جانے کا حکم؟
۱۹۳	۲۰۵	قبر میں کئی جہاں یا پتھر یا لکڑی کا حکم؟
۱۹۳	۲۰۶	قبر میں چھڑکا ہوا مردہ دفن کیا؟

۱۹۴	۲۰۷	کھانے کے عذر میں کس طرح راست کے دروازے پر کھانا پکانے؟
۱۹۴	۲۰۸	جہاں سفر میں سے گزرنے والے سفر کے لیے عزم؟
۱۹۴	۲۰۹	سفر میں پانی لٹا دینے سے گناہ؟
۱۹۴	۲۱۰	سفر میں ضرورت کرنے پر گناہ اور فرض نہ ہونے کی صورت میں حج قربانی اور توابع پر ثواب کیا ہے؟
		مسافر کی نماز کے مسائل
۱۹۴	۲۱۱	سفر اگر عزم کے چھپے چارہ ہے تو نماز پڑھنی چاہیے؟
۱۹۴	۲۱۲	مستحق عزم میں سفر کے چھپے لڑائی پڑھنی چاہیے لڑائی کس طرح پڑھنی چاہیے؟
۱۹۴	۲۱۳	مستحق عزم میں سفر کے چھپے لڑائی تکمیل میں صلا کا تو چھٹے سے گناہ ہونے کا؟
۱۹۴	۲۱۴	اگر عزم نمازوں کے چھپے اکیات میں شامل ہو لڑائی کس طرح پڑھنی چاہیے؟
۱۹۴	۲۱۵	اگر عزم نے نام سفر کے چھپے ایک رکعت پڑھی وہ پاتی تین رکعات کس طرح پڑھنی چاہیے؟
۱۹۴	۲۱۶	چاند اور سورج نکلنے کی نمازوں میں قرأت اور دعا کی پانچواں تکمیل؟

۲۸۱	قرآن میں آئے وقت میں حلقہ	۲۸۱	نہلم میں آواز پر غصہ ہوتی ہے یا نہ؟
۲۸۲	پانچ دن کا نیت؟	۲۸۲	میں کھائیں؟
۲۸۳	تہجد کے بعد صبح کے گھر جا کر فاتحہ پڑھنا؟	۲۸۳	بس کی آمدنی خرچہ کے لئے کافی نہیں
۲۸۴	مقامی لوگوں کے لئے تعزیت صرف	۲۸۴	اس کوڑ کو قاور صدقہ دینا؟
۲۸۵	نہیں ان تک ہے؟	۲۸۵	فقیر کون ہے؟
۲۸۶	صیحت کے گھر تیسرے روز تک کھانا	۲۸۶	خانہ داری لازم کوڑ کو قاور دینا؟
۲۸۷	کھانے کا حکم؟	۲۸۷	آکر تم غریب کے نام کوئی زمین ہے تو
۲۸۸	اگر محل میں موت ہو جائے تو اہل محل	۲۸۸	اس کوڑ کو صدقہ دینا؟
۲۸۹	کے لئے کھانا چاہئے نہیں؟	۲۸۹	غیر مسلم کوڑ کو قاور دینے کا حکم؟
۲۹۰	گلزار و مزار و مرقعہ اہل کفر آپ پر کرنا؟	۲۹۰	صدقہات و ہمدان کے لئے نام نہیں
۲۹۱	زیاارت قور کے واسطے کون سے دن	۲۹۱	صدقات کے لئے قربانی کی کھال کا حکم؟
۲۹۲	انفیل ہیں	۲۹۲	نبی ہاشم کے لئے صدقات و فقرا کا حکم؟
۲۹۳	قرآن پڑھنے والے اور قریحان میں	۲۹۳	صدقات و فقرا کے لئے کھانے کا حکم؟
۲۹۴	پیشے کا کیا حکم ہے؟	۲۹۴	سہارا دی کے گھر کھانا کھانا کیا ہے؟
۲۹۵	نواب و خانہ قور قبیل امر ہے اس کی	۲۹۵	فاسق کا صدقہ کیا ہو مال لینے اور اس
۲۹۶	مطلق تقسیم نہیں ہو سکتی	۲۹۶	کی عیادت کرنے کا حکم؟
۲۹۷	صلیہ اس پر وصال نواب کا نہیں مگر	۲۹۷	صدقات کے کھانے سے مل سکتا ہو
۲۹۸	پیشہ نواب سے کھانا کھانا ہوتا ہے	۲۹۸	ہوتا ہے؟
۲۹۹	فائزین و نواب نواب میں خرچ نہیں	۲۹۹	
۳۰۰	روم مرہ کی شری مشیت	۳۰۰	
۳۰۱	استاذ مرہ کا میلہ ثابت نہیں	۳۰۱	
پانچواں باب كتاب الصوم روزے سے متعلق مسائل		چھٹا باب كتاب الزكاة	
۳۰۲	مسائل و ہمدان	۳۰۲	مسائل و ہمدان
۳۰۳	نہلم میں آواز پر غصہ ہوتی ہے یا نہ؟	۳۰۳	پانچ دن کا نیت؟
۳۰۴	میں کھائیں؟	۳۰۴	تہجد کے بعد صبح کے گھر جا کر فاتحہ پڑھنا؟
۳۰۵	مقامی لوگوں کے لئے تعزیت صرف	۳۰۵	نہیں ان تک ہے؟
۳۰۶	صیحت کے گھر تیسرے روز تک کھانا	۳۰۶	کھانے کا حکم؟
۳۰۷	اگر محل میں موت ہو جائے تو اہل محل	۳۰۷	کے لئے کھانا چاہئے نہیں؟
۳۰۸	گلزار و مزار و مرقعہ اہل کفر آپ پر کرنا؟	۳۰۸	زیاارت قور کے واسطے کون سے دن
۳۰۹	انفیل ہیں	۳۰۹	قرآن پڑھنے والے اور قریحان میں
۳۱۰	پیشے کا کیا حکم ہے؟	۳۱۰	نواب و خانہ قور قبیل امر ہے اس کی
۳۱۱	مطلق تقسیم نہیں ہو سکتی	۳۱۱	صلیہ اس پر وصال نواب کا نہیں مگر
۳۱۲	پیشہ نواب سے کھانا کھانا ہوتا ہے	۳۱۲	فائزین و نواب نواب میں خرچ نہیں
۳۱۳	روم مرہ کی شری مشیت	۳۱۳	استاذ مرہ کا میلہ ثابت نہیں

۲۱۳	۲۵۰	روزہ کی حالت میں پانی میں دینا حلال ہے ہونے کا حکم؟	۲۱۳	۲۵۰	پانی کی حالت میں تراویح کا حکم؟
۲۱۳	۲۵۰	روزہ میں اگر چہ کئی اور چیزیں دماغ میں چل جاتی ہیں؟	۲۱۳	۲۵۰	تراویح میں اگر کسی نے دو رکعت کی جگہ تیسری اور چوتھی بھی پڑھ لی تو؟
۲۱۳	۲۵۰	نفل پڑھنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے کسی عالم کے خوف سے روزہ فاسد؟	۲۱۳	۲۵۰	تراویح میں قرآنِ مجید پڑھنے کا حکم کونسا ہے؟
۲۱۳	۲۵۰	کاروبار نہ کر کے کھانے کے اجازت میں قیامت دینے کا حکم؟	۲۱۳	۲۵۰	تراویح کا کلمہ تو تکبیر سے پڑھا جاتا ہے بے بار بار؟
۲۱۳	۲۵۰	انہار کے سبب میں بھیجے گئے کھانے پر کس کا حق ہے؟	۲۱۳	۲۵۰	تراویح میں قیل بولنے کو انوارِ اسم اللہ کے ساتھ پڑھا کیا ہے؟
۲۱۳	۲۵۰	غرمی طبیعت صرف عاشورہ کے روزہ کی وجہ سے ہے؟	۲۱۳	۲۵۰	کیا نوافل کی دعا سنت جائز ہے؟ اور رسول اکرم ﷺ نے تراویح کی کتنی رکعات پڑھیں؟
۲۱۳	۲۵۰	ہم عاشورہ کے روزہ کا حکم؟	۲۱۳	۲۵۰	وطنِ مبارک میں اگر مٹا کی دعا سنت نے تو تراویح اور وتر میں شامل ہونے کا حکم؟
۲۱۳	۲۵۰	۱۲ شعبان کے نفل روزہ کا حکم؟	۲۱۳	۲۵۰	تراویح کے وقت اسی جگہ یا صف سے آگے پیچھے فرض یا سنتیں پڑھنا؟
۲۱۳	۲۵۰	قرآن کے بعد کی تسبیحات اور عرفہ کا روزہ مستحب ہے؟	۲۱۳	۲۵۰	رویتِ حلال کے مسائل
۲۱۳	۲۵۰	ہم عرفہ کا روزہ عرفات میں؟	۲۱۳	۲۵۰	ایک قاضی کی دوسرے قاضی کو چاند کی اطمان کب قابلِ تسلیم ہے؟
۲۱۳	۲۵۰	بزرگوار روزہ کی حقیقت؟	۲۱۳	۲۵۰	میں کا چاند ایک شہر میں نظر آئے اور دوسرے میں نظر نہ آئے تو کیا کہا جائے؟
۲۱۳	۲۵۰	غرمی غرم میں ذکرِ شریعت پڑھنے اور روزہ صدق کا حکم؟	۲۱۳	۲۵۰	تراویح سے متعلق مسائل
۲۱۳	۲۵۰	تراویح سے متعلق مسائل	۲۱۳	۲۵۰	تراویح سے متعلق مسائل
۲۱۳	۲۵۰	تراویح سے متعلق مسائل	۲۱۳	۲۵۰	تراویح سے متعلق مسائل

پیشاب کتاب الاضحیہ قربانی اور چرم قربانی کے مسائل

نمبر شمار	مندرجات و مسائل	صفحہ
۲۷۵	قربانی واجب ہے۔	۲۲۳
۲۷۶	قربانی سفر میں واجب نہیں قیام میں ہے	۲۲۳
۲۷۷	اپنے مکان میں بارہویں ذی الحجہ کی شام تک قربانی صحیح ہے	۲۲۳
۲۷۸	اگر قربانی واجب تھی اور ایام قربانی گزر گئے تو کیا کرنا چاہئے؟	۲۲۳
۲۷۹	قیمت دینے سے قربانی ادا نہیں ہوگی	۲۲۳
۲۸۰	مردہ کی جانب سے کی گئی قربانی کا حکم؟	۲۲۵
۲۸۱	اگر کسی وجہ سے دس ذی الحجہ کو نماز نہیں پڑھی گئی تو اس دن زوال کے بعد قربانی کا حکم؟	۲۲۵
۲۸۲	جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی ایسے مقامات پر صبح صادق کے بعد قربانی؟	۲۲۵
۲۸۳	عید الاضحیٰ کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا بہتر ہے	۲۲۵
۲۸۴	قربانی میں کتنے حصے ضروری ہیں؟	۲۲۵
۲۸۵	قربانی کے گوشت میں اگر سب شریک رضا مند ہوں تو تقسیم گوشت میں کمی زیادتی کا حکم؟	۲۲۶

۲۱۸ ہار کے ذریعہ چاند کی ٹھہر کب معتبر ہے

۲۱۸ اگر کوئی شخص تاریا خط کے ذریعہ چاند ہونے کی اطلاع دے تو؟

عیدین اور متعلقات عیدین

۲۱۹	صدقہ فطر میں ستودینے کا کیا حکم ہے؟	۲۱۹
۲۱۹	حضرت عثمان کا خطبہ عیدین نماز سے پہلے پڑھنے کی وجہ اور اردو میں خطبہ کا حکم؟	۲۱۹
۲۱۹	کیا عیدین کی نمازوں میں زبان سے تکبیرات کی نیت کرنا ضروری ہے؟	۲۱۹
۲۲۰	عیدین اور جمعہ اگر فوت ہو جائیں تو کیا کریں؟	۲۲۰
۲۲۰	اگر کسی وجہ سے مقتدی کی جمعہ یا عید کی نماز فاسد ہوگئی تو وہ کیا کرے؟	۲۲۰
۲۲۰	عید گاہ میں ممتاز اور با اثر لوگوں کے لئے جگہ خاص کر لینے کا حکم؟	۲۲۰
۲۲۱	عید کے موقع پر انعام وغیرہ دینا اور دعوت؟	۲۲۱
۲۲۱	عید کے دن سویاں پکانے کو ضروری سمجھتا؟	۲۲۱
۲۲۱	عصر کے بعد اور پہو لعب کے ساتھ عید کی نماز؟	۲۲۱
۲۲۲	عیدین کے بعد بطور خاص مصافحہ کرنے کا حکم؟	۲۲۲
۲۲۲	مصافحہ عیدین	۲۲۲
۲۲۲	تکبیرات تشریق عید کی نماز کے بعد بھی واجب ہیں	۲۲۲

۲۳۰	قاری کی ہوتی قربانی کا گوشت لینے کا حکم؟	۲۳۹	قربانی کے جانور میں کچھ حصہ کسی ایک صورت کا حکم؟
۲۳۰	کیا قربانی کی کھال سادہ گوشت یا ناپا ہے؟	۲۳۹	قربانی کے لئے باجم معاہدے ہو جانے کے بعد ایک شریک کے ساتھ کھانے کی صورت میں کیا کیا جائے؟
۲۳۱	قربانی کی کھال چاہے خود رکھے چاہے کسی کو دے۔	۲۴۰	اگر قربانی کا ایک شریک نہ ہو تو اسے کھانے کا گوشت لے لیا جائے؟
۲۳۱	قربانی کی کھالوں کا مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا کیا ہے؟	۲۴۱	اگر قربانی کر کے وہ قربانی میں فرما دیا جائے تو کیا ہوگا؟
۲۳۱	حقت چرم مسجد میں لگا دیا تو درست نہیں	۲۴۱	اگر کسی شخص پر قربانی واجب تھی مگر اس نے فرما دیا کہ اس طرف سے قربانی کی نیت کی تو کیا حکم ہے؟
۲۳۲	چرم قربانی کی حقت کا صدقہ کرنا واجب ہے	۲۴۱	اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو اس کا کون کرے؟
۲۳۲	قربانی کی کھالوں کی حقت کا صدقہ واجب ہے	۲۴۲	اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو اس کا کون کرے؟
۲۳۲	قربانی کے جانور کے سامان کا شرعاً کیا کیا استعمال درست ہے؟	۲۴۲	اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو اس کا کون کرے؟
۲۳۳	علاء دومینہ قربانی کی کھالیں فروخت کر کے کھانوں کی جلد سازی کیلئے کیوں استعمال کرتے ہیں؟	۲۴۲	اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو اس کا کون کرے؟
ذبح وغیرہ کے متعلق مسائل		۲۴۲	اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو اس کا کون کرے؟
۲۳۳	تعمیر قریب صرف ذبح کر کے دالے کے لئے ہے	۲۴۲	اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو اس کا کون کرے؟
۲۳۳	اگر تعمیر قریب صرف دل میں چھٹی زبان سے روک دیا جائے تو؟	۲۴۲	اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو اس کا کون کرے؟
۲۳۳	ذبح کے وقت تعمیر قریب چھٹی زبان سے روک دیا جائے تو؟	۲۴۲	اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو اس کا کون کرے؟
۲۳۳	ذبح فوقی بعد ذبح حکم؟	۲۴۲	اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو اس کا کون کرے؟
۲۳۳	ذبح کے وقت کھانوں کی گرو سے روک دیا جائے تو؟	۲۴۲	اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو اس کا کون کرے؟

۲۳۵	جس شادی میں خلاف شرع کام ہوں	۲۳۵	نکاح میں اجازت بالہ لالہ کے معنی؟	۲۳۸
	اس میں شریک ہونا		باپ مجھ کو تھا چھٹاتے تھے؟	۲۳۹
۲۳۵	سپر خاص بنو کا طریقہ ہے اس لئے منع ہے	۲۳۶	گوٹکا بہرا اور صغیر ارجباب و قبول کس طرح	۲۴۰
۲۳۵	دہن کی منہ دکھائی لینے کا حکم؟		کرے گا؟	
۲۳۵	شادی کے وقت مسجد کے لئے زبردستی پیسے لینا؟	۲۳۷	برہمنی سے باہر نکاح کرنے والے کا مقلد	۲۴۱
۲۳۶	شادی کے موقع پر رت چگا کرنا؟		گناہ ہے	
۲۳۶	طوائف کی آمدنی سے نکاح خوانی لینا؟	۲۳۸	بت پرست کو مسلمان بنا کر شادی کرنا جائز	۲۴۲
۲۳۷	ولیمہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟		ہے یا نہیں؟	
۲۳۸	ولیمہ واجب نہیں مسنون ہے اس کے	۲۳۸	چارے زائد باندیاں رکھنے اور ان سے	۲۴۳
	لئے خاص دن کی تعیین نہیں		مباشرت کرنے کا حکم	
۲۳۸	تابالغ لڑکی اور لڑکے کو نکاح منع کرنے کا	۲۳۸	شوال کے مہینے میں نکاح کرنا؟	۲۴۴
	اختیار کب تک ہے؟	۲۳۹	نکاح کے وقت اگر بعض ولی راضی نہ ہوں تو؟	۲۴۵
۲۳۹	کسی عورت کے متعلق بیوی ہونے کے	۲۳۹	شادی کے لئے ولادہ سے رقم ملے کر لینا	۲۴۶
	دعوے کا حکم؟		کیسا ہے؟	
۲۳۹	عورتوں کو فروخت کرنے کی ایک ناجائز	۲۳۹	نکاح کے وقت تجدید ایمان اور کلمہ پڑھانے	۲۴۷
	بری رسم اور اس کا گناہ؟		کا معمول؟	
۲۴۰	گناہوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا	۲۴۰	نکاح میں چھوڑے جانے کی مذہب صحیح نہیں	۲۴۸
۲۴۰	تقریب کو اگر اچھا سمجھ کر دیکھا تو؟	۲۴۰	محفل نکاح میں کس قسم کا دھبہ بجانے کی	۲۴۹
۲۴۰	زوجین کو ایک دوسرے کے خاص مقام		اجازت ہے؟	
	کو برہنہ دیکھنا؟	۲۵۱	کیا دھبہ صرف نکاح کیلئے مباح ہے؟	۲۵۰
۲۴۰	جنابت کی حالت میں عضو خاص کو دھوئے	۲۵۱	شادیوں کی چند رسومات کا حکم؟	۲۵۱
	بغیر صحبت کا حکم؟	۲۵۲	جس مجلس نکاح میں ناچ رنگ ہوا اس میں	۲۵۲
۲۴۱	اپنی بیوی کو کسی آلہ وغیرہ کے ذریعہ		شرکت؟	
	انزال کرانا صحیح نہیں۔	۲۵۳	جس مجلس میں ناچ گانا ہوا اس کے شرکاء	۲۵۳
			اور اس نکاح کا حکم؟	

۲۷۰	مورت کی خلعت عام مزاج و معمول کے خلاف ہو تو بھی اس سے خلاف وضع فطری تعلق صحیح نہیں	۲۷۱	طلاق صریح کس کو کہتے ہیں؟
۲۷۱	اگر عورت کو پاک ہونے کی غلط فہمی ہوگی اور شوہر نے قربت کی بعد میں خون آ گیا تو؟	۲۷۱	زوجاتی یا پونے تین طلاق کے الفاظ سے کوئی طلاق ہوتی ہے؟
۲۷۲	عائضہ یا نفاس والی عورت کو اگر خاص دنوں میں کچھ وقفہ ہو جائے اس وقت صحبت؟	۲۷۱	اگر دو طلاق، تین طلاق اور پچاس طلاق کہا تو کتنی طلاقیں واقع ہوں گی؟
۲۷۳	مردوں کے لئے ہاتھ سے شہوت دور کرنی اور عورتوں کے لئے باہم جسنانی تعلق حرام ہے؟	۲۷۲	جب گھر سے چلی گئی تو طلاق ہی ہے، اس سے طلاق کا حکم؟
والد اور شوہر کے شرعی حق کس کو اولیت ہے، اس کی تحقیق		۲۷۳	تیری ماں یا تری بیٹی پر طلاق کہنے منطقی طلاق کا حکم
		۲۷۳	تعلیق طلاق کے ایک مسئلہ کی تحقیق
۲۷۴	شوہر اور والد کے حقوق میں موازنہ	۲۷۵	جس وجہ کی طلاق؟
۲۷۴	چند اہم سوالات	۲۷۶	طلاق سے بغیر گواہوں کے رجوع؟
۲۷۵	نقل جواب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی	۲۷۷	حلالہ میں شرط لگانا اور دوسرے شوہر سے قربت کے بغیر پہلے سے نکاح؟
۲۷۶	نقل جواب دیگر حضرت از مولانا رشید احمد گنگوہی	۲۷۸	ظہار کا کفارہ؟
۲۷۷	نقل جواب استخفا ماز علمائے دیوبند	مفقود شوہر کا حکم	
۲۷۸	نقل جواب استخفا ماز علمائے دیوبند		
۲۷۹	نقل فتویٰ مولانا محمد حسین بنالوی	۲۷۹	جس کا شوہر گم ہو اس کے نکاح کا مذہب
الطلاق		۲۸۰	جس کا شوہر گم ہو گیا ہو اس کے لئے چار سال بعد نکاح کی اجازت؟
		۲۸۱	کیا مفقود الآخر شوہر کی زوجہ کا نکاح اعلان کر کر کے کرنے کی اجازت ہے؟
۲۸۰	الفاظ کنایہ سے نیت کے بغیر طلاق کا حکم؟	۲۸۲	مفقود کی بیوی نے اگر نکاح کر لیا پھر شوہر بر لول واپس آ گیا تو بیوی کس کو طے کی؟
۲۸۱	طلاق میں الفاظ کنایہ کا حکم؟		
۲۸۲	الفاظ کنایہ سے بغیر نیت کے طلاق کا حکم؟		
۲۸۳	طلاق دی یعنی چھوڑ دیا طلاق صریح ہے		

رضاعت		رضاعت	
۲۸۹	۵۰۵	۲۸۳	۳۹۳
رضاعت صرف ۱۰۰۰ دینے چاہئے		جس شخص کے حلق پر شہ ہو جائے گا	
۲۸۹	۵۰۶	مگر یہ نہیں بلکہ ایک ہو جائے تو اس کا نکاح	
ثبوت رضاعت کی ایک صورت:		اور حکیت کا نم دینی ہے۔	
۲۹۰	۵۰۷	مہر	
صرف ۱۰۰۰ دینے کے کہنے سے رضاعت		۲۸۳	۳۹۴
ثابت نہیں ہوتی		مومنہ بھلی کی صورت میں امرت کا شوہر	
۲۹۰	۵۰۸	کو خود سے روک دینا؟	
شوہر بھلی کی طاقت کے ارکان کی		۲۸۳	۳۹۵
صورت میں اولاد ثابت منسوب ہے		مومنہ نہ ہونے کی صورت میں کسی	
۲۹۰	۵۰۹	طریق ترتیب ہوگی؟	
استقلال کرنے میں کب کس روپ کا		۲۸۳	۳۹۶
گھبراہٹ؟		اگر بھلی نے بھلی میں مومنہ کو روک دیا؟	
۲۹۰	۵۱۰	۲۸۳	۳۹۷
زمانہ چاہے بھلی کرے یا غیر بھلی، اس		نکاح کے وقت بھلی کو دیا گیا شوہر	
پر بھلی ہے، بھلی بھلی		میں شامل نہیں ہے؟	
میراث		۲۸۳	۳۹۸
۲۹۱	۵۱	بھلی بھلی کی حکیت میں کیا تھا وہ شوہر	
تقسیم میراث کو لے کر بھلی پر مقدم ہے:		کاتب؟	
۲۹۱	۵۲	۲۸۳	۳۹۹
بھلی کو شوہر کے ترکہ میں سے صرف اپنا		بھلی بھلی کی تقسیم سے مقدم ہے	
حصہ لینے کی اجازت ہے		۲۸۵	۵۰۰
۲۹۱	۵۳	اگر بھلی میں حلقہ کے بھلی مقدار	
اگر بھلی شوہر سے پہلے مر جائے تو اس		میں اختلاف ہو؟	
کا باقی ماندہ میراث کس طرح تقسیم ہوگا؟		۲۸۵	۵۰۱
۲۹۲	۵۴	بھلی کا اپنے شوہر کے مال پر میراث کے حق	
بھلی قرض دہانے والا کے کاتب ہے		بقدر کیا ہے؟	
۲۹۲	۵۵	حرم مصاہرت	
اگر باپ کے حذر کے مال کے حلقہ میں		۲۸۷	۵۰۲
ہے کہ وہ حرام آمدنی کا ہے تو اس کا میراث		میں سے حرم مصاہرت کب ثابت	
کو لینا؟		ہوتی ہے؟	
۲۹۲	۵۶	۲۸۸	۵۰۳
جس مال کے والد کا ترکہ ہونے کا یقین		اپنی دختر کو صرف ہاتھ لگ جانے سے	
نہیں اس میں وراثت کا حق نہیں		حرم مصاہرت کی تحقیق؟	
۲۹۲	۵۷	۲۸۸	۵۰۴
۱۰۰ دینے کی مشورہ کر دینی ہوئی زمین		کم تنی میں بھلی کو شوہر نہیں لے سکا وہ حلقہ	
میں میراث کی تحقیق؟		بھلی کے مال میں ہے	

۳۹۸	۵۳۸	زین کی خریداری اور ملکیت کے معاملہ میں اصل مالک اور مکمل ثراء کے انتظام کا فیصلہ	۳۹۸	۵۳۸	اگر عصب کی ہوئی جائیداد کو عاصب سے اسے حاصل ہلکان میں سے کسی ایک کو فروغ دے تو اس کی ملک ہوگی؟
۳۹۹	۵۳۹	مسلمانوں کی جو عینیں فروغ کی جہ سے فراہم ہوئی ہیں ان کا طریقہ؟	۳۹۹	۵۳۹	مسلمانوں کی جو عینیں فروغ کی جہ سے فراہم ہوئی ہیں ان کا طریقہ؟
۴۰۰	۵۴۰	جس چیز کو حاکم جہا نظام کرے اس کا فروغ کیا ہے؟	۴۰۰	۵۴۰	جس چیز کو حاکم جہا نظام کرے اس کا فروغ کیا ہے؟
۴۰۱	۵۴۱	اچھے آدمی کو کام سب قیمت دلوانے کیلئے نظام میں مصروف ہے؟	۴۰۱	۵۴۱	اچھے آدمی کو کام سب قیمت دلوانے کیلئے نظام میں مصروف ہے؟
۴۰۲	۵۴۲	اپنے مال کا عصب چھپا کر فروغ کر حرام ہے؟	۴۰۲	۵۴۲	اپنے مال کا عصب چھپا کر فروغ کر حرام ہے؟
۴۰۳	۵۴۳	بھلا اور نقد کی قیمت میں فرق جائز ہے یا نہیں؟	۴۰۳	۵۴۳	بھلا اور نقد کی قیمت میں فرق جائز ہے یا نہیں؟
۴۰۴	۵۴۴	قرض میں کوئی چیز زیادہ قیمت پر دینا بے ضروری ہے؟	۴۰۴	۵۴۴	قرض میں کوئی چیز زیادہ قیمت پر دینا بے ضروری ہے؟
۴۰۵	۵۴۵	بھلا دینے سے بازار کے بھلا سے زیادہ قیمت پر مال چھپا فروغ کیا ہے؟	۴۰۵	۵۴۵	بھلا دینے سے بازار کے بھلا سے زیادہ قیمت پر مال چھپا فروغ کیا ہے؟
۴۰۶	۵۴۶	قرض لینے دینے میں تمکینات و مزونات کا فرق؟	۴۰۶	۵۴۶	قرض لینے دینے میں تمکینات و مزونات کا فرق؟
۴۰۷	۵۴۷	کیسوں قرض لینے میں بھلا کی امانت کی کیج صورت؟	۴۰۷	۵۴۷	کیسوں قرض لینے میں بھلا کی امانت کی کیج صورت؟
۴۰۸	۵۴۸	اگر عصب کی ہوئی جائیداد کو عاصب سے اسے حاصل ہلکان میں سے کسی ایک کو فروغ دے تو اس کی ملک ہوگی؟	۴۰۸	۵۴۸	اگر عصب کی ہوئی جائیداد کو عاصب سے اسے حاصل ہلکان میں سے کسی ایک کو فروغ دے تو اس کی ملک ہوگی؟
۴۰۹	۵۴۹	مسلمانوں کی جو عینیں فروغ کی جہ سے فراہم ہوئی ہیں ان کا طریقہ؟	۴۰۹	۵۴۹	مسلمانوں کی جو عینیں فروغ کی جہ سے فراہم ہوئی ہیں ان کا طریقہ؟
۴۱۰	۵۵۰	جس چیز کو حاکم جہا نظام کرے اس کا فروغ کیا ہے؟	۴۱۰	۵۵۰	جس چیز کو حاکم جہا نظام کرے اس کا فروغ کیا ہے؟
۴۱۱	۵۵۱	اچھے آدمی کو کام سب قیمت دلوانے کیلئے نظام میں مصروف ہے؟	۴۱۱	۵۵۱	اچھے آدمی کو کام سب قیمت دلوانے کیلئے نظام میں مصروف ہے؟
۴۱۲	۵۵۲	اپنے مال کا عصب چھپا کر فروغ کر حرام ہے؟	۴۱۲	۵۵۲	اپنے مال کا عصب چھپا کر فروغ کر حرام ہے؟
۴۱۳	۵۵۳	بھلا اور نقد کی قیمت میں فرق جائز ہے یا نہیں؟	۴۱۳	۵۵۳	بھلا اور نقد کی قیمت میں فرق جائز ہے یا نہیں؟
۴۱۴	۵۵۴	قرض میں کوئی چیز زیادہ قیمت پر دینا بے ضروری ہے؟	۴۱۴	۵۵۴	قرض میں کوئی چیز زیادہ قیمت پر دینا بے ضروری ہے؟
۴۱۵	۵۵۵	بھلا دینے سے بازار کے بھلا سے زیادہ قیمت پر مال چھپا فروغ کیا ہے؟	۴۱۵	۵۵۵	بھلا دینے سے بازار کے بھلا سے زیادہ قیمت پر مال چھپا فروغ کیا ہے؟
۴۱۶	۵۵۶	قرض لینے دینے میں تمکینات و مزونات کا فرق؟	۴۱۶	۵۵۶	قرض لینے دینے میں تمکینات و مزونات کا فرق؟
۴۱۷	۵۵۷	کیسوں قرض لینے میں بھلا کی امانت کی کیج صورت؟	۴۱۷	۵۵۷	کیسوں قرض لینے میں بھلا کی امانت کی کیج صورت؟

نواں باب

کتاب البیوع والمعاملات

نمبر شمار مفرد بات و مسائل صفحہ

۵۵۸ ۴۹۸ ۱۔ اگر نامہ لکھنے سے پہلے معاملہ شرعی کا ہو ضروری ہے

۳۱۱	۵۵۸	ہنری لغاند اور اسٹامپ کی کمی زیادتی کے ساتھ فروخت اور مٹی آرڈر کا حکم؟	۳۰۳	۵۳۹	اتاج کی بدھنی جائز ہے یا نہیں؟
۳۱۲	۵۵۹	روپے کے نرخ سے کم یا زیادہ میسے لینے کا حکم؟	۳۰۳	۵۴۰	مکھی کے عوض دوسری فصل میں گیہوں لینا؟
		اجارہ	۳۰۴	۵۴۱	قلذکی گرائی پر خوش ہونا اور اس کا انتھار کرنا؟
۳۱۲	۵۶۰	کرایہ کے ایک مکان کے معاملہ میں فتح اجارہ کا حکم؟	۳۰۴	۵۴۲	وہان کے بدلہ بیاز اور حارینا کیسا ہے؟
۳۱۳	۵۶۱	کرایہ کا مکان خالی کرانے کے لئے جبر کرنا؟	۳۰۴	۵۴۳	پھلوں کی بیج کس وقت جائز ہے؟
۳۱۳	۵۶۲	سودے بچنے کے لئے مقررہ مدت سے پہلے مکان خالی کرالینا؟	۳۰۵	۵۴۴	بہار آنے سے پہلے پائوں کا فروخت کرنا؟
۳۱۴	۵۶۳	جواب از حضرت مولانا گنگوہی	۳۰۵	۵۴۵	پھل ظاہر ہونے سے پہلے پائوں کی فروخت؟
۳۱۴	۵۶۴	کیا اپنے جائز حق کی بھولی کے لئے کذب و توریہ کی گنجائش ہے۔	۳۰۵	۵۴۶	باغ کی فصل فروخت کرتے وقت جنس متعین کرنا کب صحیح ہے؟
۳۱۵	۵۶۵	ذیل پیسے کا منصوری میسے سے تادلہ؟	۳۰۵	۵۴۷	نوکر وں صندوق میں رکھے ہوئے سامان کو بغیر دیکھے خریدنا؟
		ربہن	۳۰۶	۵۴۸	عام خریداروں کے لئے کشمیر و کاہل کے پھلوں اور میوہ جات کی شرعی بیج کی تحقیق؟
۳۱۵	۵۶۵	ربہن کی زمین سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں؟	۳۰۶	۵۴۹	بیج سلم کی شرائط اور اس کے احکام؟
۳۱۶	۵۶۶	شے سر ہونے سے نفع لینے کا حکم؟	۳۰۸	۵۵۰	گھی میں بیج سلم؟
۳۱۶	۵۶۷	ربہن سے نفع کیلئے ہدایہ کے ایک مسئلہ کی وضاحت	۳۰۹	۵۵۱	ہندو سے ایک معاملہ میں شرکت طے ہوئی تھی دوسرا گیا اور اس کا کوئی وارث نہیں تو؟
۳۱۶	۵۶۸	کیا ربہن رکھی گئی چیز کو بہترین فروخت کر سکتا ہے؟	۳۰۹	۵۵۲	قرض خلوہ مجبوری میں قرض دار سے عدالت و ڈگری کا خرق لے سکتا ہے؟
		ہبہ	۳۱۰	۵۵۳	ڈگری دار کا مقدمہ مکمل ہو چکا ہو یا خرق لینا؟
۳۱۶	۵۶۹	ہبہ کے ایک معاملہ کی شرعی تحقیق؟	۳۱۰	۵۵۴	پرہی کذا ربیعہ سامان کی خرید و فروخت؟
۳۱۶	۵۷۰	موبہ و بزمین کے ایک معاملہ کی تحقیق؟	۳۱۰	۵۵۵	فاسق کا قول تجارت میں معتبر ہے؟
			۳۱۰	۵۵۶	جانور کو لحد پر دینا؟
			۳۱۱	۵۵۷	چوری کے سامان کا خریدنا؟

۳۲۶	۵۸۳	۳۱۷	۵۷۱
۳۲۶	۵۸۳	۳۱۸	۵۷۲
	نہیں		لے سکتے ہیں؟
۳۲۷	۵۸۵	۳۱۸	۵۷۳
	کاغذی سود کے ذریعہ حاصل کی ہوئی رقم		اگر وراثہ موقوفہ چیز کو زبردستی واپس لے لیں تو؟
	کا مسلمان کے لئے حکم؟		
۳۲۷	۵۸۶	۳۱۹	۵۷۴
	نمبر دار کے ظلم سے بچنے کے لئے نہایت		بہہ مشاع میں واجب کے وارث کا رجوع کرنا؟
	مجبوری میں سود کی رقم سے مطالبہ ادا کرنا		
۳۲۷	۵۸۷	۳۲۰	۵۷۵
	دفع ظلم اور اپنی مقصود چیز کے حوالے		بہہ مشاع یا بیع کی تفصیل میں اختلاف کے ایک معاملہ کی تحقیق:
	سے مجبوری میں سود لینے کا حکم؟		
۳۲۸	۵۸۸	۳۲۲	۵۷۶
	مسلمانوں کے لئے شراب کی قیمت		باپ نے اگر اپنی زندگی میں اپنا مال کسی کو
	حرام ہے		بہہ کر کے قبضہ کر دیا تو اس میں کسی اور کا حق نہیں
۳۲۸	۵۸۹	۳۲۲	۵۷۷
	طوائف اور سود خوری و دعوت قبول کرنی		اولاد کے حق میں بہہ کے معتبر ہونے کی تفصیل
	ان سے اجرت لینی		
	احکام الاراضی		
	عشر اور متعلقہ مباحث و مسائل		
۳۲۹	۵۹۰	۳۲۳	۵۷۸
	عشر کیا ہے اور یہ فرض ہے یا واجب؟		زکوٰۃ ساقط کرنے کے لئے بہہ کے حلیہ کی تحقیق اور حکم؟
۳۲۹	۵۹۱		امانت
	عشری زمین کو کسی ہے جس پر عشر واجب ہوتا ہے؟		اگر امانت احتیاط کے باوجود ضائع ہوگئی تو اس کا تاوان؟
۳۲۹	۵۹۲	۳۲۴	۵۷۹
	ہندوستان کی زمین عشری ہیں؟		مال عاریت کے گم ہونے پر ضمان؟
۳۲۹	۵۹۳	۳۲۵	۵۸۰
	ہندوستان کی زمین عشری ہیں یا خراجی نیز		امین اگر امانت کو رکھ کر بھول جائے تو یہ
	خدا میں سے عشر کا حساب کے بغیر مزدوروں کو خدا دینا کیسا ہے؟		عذر نہیں
			سود
۳۳۰	۵۹۴	۳۲۵	۵۸۲
	ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟		رشوت دینا اور سود کا کاروبار؟

اراضی کے متفرق احکام و مسائل

۳۳۵	کسی والی ریاست کی دی ہوئی زمین کی شرعی حیثیت؟	۶۱۰
۳۳۶	ایک والی حکومت کی طرف سے عطا کی ہوئی زمین کا حکم؟	۶۱۱
۳۳۶	ہندوستان میں زمین کے مالک، ان پر قابض افراد ہیں	۶۱۲
۳۳۷	کھیتی میں شرکت کس طرح کی جاسکتی ہے؟	۶۱۳
۳۳۷	کاشتکار اور زمین دار کے معاہدہ کی طرفین کو پابندی ضروری ہے	۶۱۴
۳۳۹	رعایا کے لوگوں پر جو بیگار مقرر ہے اس کی اور زمیندار کے بعض بندرانوں کی شرعی حیثیت	۶۱۵
۳۳۹	کھیتی کے شرکاء نے اگر کمی زیادتی طے کر لی تو کیا یہ شرکت صحیح ہے؟	۶۱۶
۳۳۹	خود روگھاس پر پابندی یا محصول لگانا صحیح نہیں	۶۱۷
۳۴۰	خود روگھاس خشک لکڑی اور چینڈ کس کی ملکیت ہے؟	۶۱۸
۳۴۰	موردی کاشتکاری کے ناجائز ہونے کی تحقیق	۶۱۹
۳۴۳	موردی کاشتکاری شرعاً بے اصل ہے	۶۲۰

۳۴۰	بٹائی کی صورت میں مشر مالک کے ذمہ ہے یا بٹائی والے کے؟	۵۹۵
۳۴۱	مشرک زمین کا عشر کون دے گا؟	۵۹۶
۳۴۱	کیا کافروں سے خریدی گئی زمین خراجی ہے؟	۵۹۷
۳۴۱	مشرک اور ان کی کس کے ذمہ ہے؟	۵۹۸
۳۴۲	مشرک پیداوار پر ہے یا خرچہ نکال کر باقی ماندہ پر؟	۵۹۹
۳۴۲	عشر کے مصارف کیا ہیں اور اس کا اندر	۶۰۰
۳۴۲	کے در زمین کی تحفہ میں خرچ کرنا کیسا ہے؟	۶۰۱
۳۴۲	موقوف اور متاع کے ذمہ بھی عشر ہے یا نہیں؟	۶۰۲
۳۴۲	کیا کافر مالکوں کو ان کا دینے سے عشر ساقط ہو جاتا ہے	۶۰۳
۳۴۲	مال گذاری اور ادا کرنے سے عشر ادا ہو جاتا ہے؟	۶۰۴
۳۴۲	بارش اور کنویں سے سیپائی کی جانے والی زمین پر عشر ہے یا نہیں؟	۶۰۵
۳۴۳	عشر کے مذکورہ جوہات پر علماء کرام کی تصدیق	۶۰۶
۳۴۳	مغیرہ کی صورت میں عشر کس کے ذمہ ہے؟	۶۰۷
۳۴۳	سیپائی کی زمین میں عشر کی ترتیب	۶۰۸
۳۴۳	جوز میں ٹھیکہ پر دیدی گئی اس کا عشر کس کے ذمہ؟	۶۰۹
۳۴۳	ہاش کا عشر مالک کے ذمہ ہے یا خریدار کے؟	۶۱۰
۳۴۵	احکام کے نظم کی وجہ سے عشر ساقط نہیں ہوتا؟	۶۱۱

دسواں باب

کتاب الوقف

وقف، مساجد اور ان کے متعلقہ مسائل

صفحہ	مندرجات و مسائل	دینی نمبر
۳۴۳	کیا دارالحرب میں بھی مسجد بنانے کا ثواب ملے گا؟	۶۲۱
۳۴۴	جوئے میں جیستی ہوئی رقم سے مسجد بنانے کا حکم؟	۶۲۲
۳۴۵	جس مسجد میں حرام مال خرچ ہوا ہو اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟	۶۲۳
۳۴۵	شیعہ یا ہندو کی وقف کی ہوئی جائداد پر نماز پڑھنے، ان کے بنوائے ہوئے سائبان اور مسجد کے لئے ان کے چندہ کا حکم؟	۶۲۴
۳۴۶	اگر ہندو اپنی زمین مسجد کے لئے دے یا اپنے پیسے سے مسجد بنوادے؟	۶۲۵
۳۴۶	اگر حلال آمدنی سے طوائف کا مکان خرید کر اس میں مسجد بنائی تو کیا حکم ہے؟	۶۲۶
۳۴۸	قربانی کی کھال کا صدقہ واجب ہے، اور اس کا مسجد کی تعمیر یا تحفہ دہن میں استعمال؟	۶۲۷
۳۹۱	نظریات کے اختلاف کی وجہ سے الگ مسجد بنانا صحیح نہیں	۶۲۸
۳۴۹	برادری سے باہر نکاح کر نیوالے کو مسجد آنے سے منع کرنا کیسا ہے؟	۶۲۹

۳۵۰	شادی یا خوشی کے موقع پر مسجد کے لئے تبرعہ لینا کیسا ہے؟	۶۳۰
۳۵۰	اگر نیچے دوکانیں، ان کے اوپر مسجد بنوائی تو کیا حکم ہے؟	۶۳۱
۳۵۰	مسجد کے فائدے کے لئے اس کی چھت گرانے کا حکم؟	۶۳۲
۳۵۱	اگر مسجد کی آمدنی اس کی ضرورت سے زیادہ ہو اور دوسری مسجد میں اس کی ضرورت نہ ہو تو؟	۶۳۳
۳۵۲	جس نے مال صدقہ کرنے کی قسم کھائی مسجد میں خرچ کرے اور دینی کتابیں خرید کر دے تو؟	۶۳۴
۳۵۲	مسجد سے ملحق مسجد کی زمین میں مدرسہ بنانے اور اس پر مسجد کی زائد آمدنی خرچ کرنے کا حکم؟	۶۳۵
۳۵۲	فقہ و بھانے کے لئے وقف شدہ جائیداد کا حکم؟	۶۳۶
۳۵۳	زمین وقف اور زمین مسجد کی فروخت کسی طرح صحیح نہیں؟	۶۳۷
۳۵۳	مسجد یا مسافر خانہ کی تعمیر کے لئے چندہ مانگنا اور اس میں سے اپنا خرچ نکال لینا؟	۶۳۸
۳۵۳	مسجد کی دوکانوں کی رہن کی ایک صورت، اور اس کی وجہ سے متولی کی معزولی کا حکم؟	۶۳۹
۳۵۵	متولی وقف، ذاتی ضروریات کے لئے کس قدر رقم خرچ کر سکتا ہے؟	۶۴۰
۳۵۶	متولی کو معزول کرنے کا حق کس کو ہے؟	۶۴۱
۳۵۶	متولی اوقاف کو کب معزول کیا جاسکتا ہے؟	۶۴۲

۳۶۱	۶۵۹	بیاباں میں کچا کھا کر مسجد میں جانا؟
۳۶۱	۶۶۰	ایسی جگہ حقیقتاً جس سے عورتوں کی مسجد میں آئے؟

گیارہواں باب

کتاب الحظر والاباحۃ

(۱)

حلال و حرام یا پاک اور ناپاک چیزوں کا بیان

فتاویٰ نمبر	مندرجات و مسائل	صفحہ
۶۶۱	ناک اور منہ کی رطوبت (سنگ اور بلفم) کا حکم؟	۳۶۲
۶۶۲	سیدہ کے بدن کے ٹکڑوں کا کیا حکم ہے؟	۳۶۲
۶۶۳	سانپ کی کاٹھی کا کیا حکم ہے؟	۳۶۲
۶۶۴	مرغی کے پروں پر لگی ہوئی رطوبت کا کیا حکم ہے؟	۳۶۳
۶۶۵	مرغی بچے وغیرہ پرندوں کی بیت کی ناپاکی کا حکم	۳۶۳
۶۶۶	ذیل اور الو کے پر کا کیا حکم ہے؟	۳۶۳
۶۶۷	گھوڑے اور گدھے سے شجر کا پسینہ اور لعاب پاک یا ناپاک؟	۳۶۳
۶۶۸	حرام چیزوں کو دوا میں استعمال کرنا کیسا ہے؟	۳۶۳
۶۶۹	جس نجاست خور بکینس کے دودھ میں گندگی کا اثر آ جائے اس کا چھنا؟	۳۶۳
۶۷۰	عورت کا دودھ دوا میں استعمال کرنا یا کان میں ڈالنا کیسا ہے؟	۳۶۳

۶۶۳	موتی وقف کو چلا کسی مناسب وجہ کے معزول کرنا؟	۳۵۶
۶۶۴	مسجد کے لئے آئی ہوئی رقم کا خادم مسجد کو دیدینا کیسا ہے؟	۳۵۶
۶۶۵	مسجد کے لئے وقف سامان، ڈول یا روپے کا کسی اور کے لئے استعمال کرنا؟	۳۵۷
۶۶۶	مسجد کا سامان ذاتی استعمال میں لانا؟	۳۵۷
۶۶۷	مسجد کے تیل یا کسی اور چیز کا ذاتی استعمال کیسا ہے؟	۳۵۷
۶۶۸	مسجد کا گرم پانی گھر لے جانا کیسا ہے؟	۳۵۸
۶۶۹	مسجد میں کس قسم کی گفتگو اور کون سے کام کرنے کی ممانعت ہے؟	۳۵۸
۶۷۰	بیچا اگر مسجد میں پیشاب کر دیں تو ان کے والدین کو گناہ ہوتا ہے یا نہیں؟	۳۵۸
۶۷۱	مسجد میں کپڑوں وغیرہ بادل کر جگہ گھیر لینا کیسا ہے؟	۳۵۸
۶۷۲	مسجد میں قہقہے کے لئے بزق رکھنے کا حکم؟	۳۶۰
۶۷۳	مسجد میں قہقہے، ناک صاف کرنے کا حکم؟	۳۶۱
۶۷۴	مسجد کی دیوار سے جوتا صاف کرنا؟	۳۶۱
۶۷۵	مسجد کی دیوار یا فرش کے چیلے سے استحقاق؟	۳۶۱
۶۷۶	مسجد میں چار پائی بچھا کر سونا کیسا ہے؟	۳۶۱
۶۷۷	مسجد میں وضو کرنے کا حکم؟	۳۶۱
۶۷۸	کوئی ہوئی چیز کے مسجد میں تلاش کرنے اور اس کے اعلان کی حدود؟	۳۶۱

۳۶۶	نامعلوم کبوتر سے اپنے کبوتر کی نسل پیدا ہوگئی تو اس کا کیا حکم ہے؟	۶۸۳	شہر کے لئے بیوی کے پستان کا منہ میں لینا درست ہے مگر اس کا دودھ پینا؟	۶۷۱
۳۶۷	کانچی ہاؤس سے خریدے ہوئے جانوروں کا حکم؟	۶۸۴	بعض حرام و حلال چیزوں، کھیلوں اور آداب کا تذکرہ	۶۷۲
۳۶۷	لاوارث بھینس کے پالنے اور اس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟	۶۸۵	مرغی ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے جو انڈے نکلیں ان کا حکم؟	۶۷۳
۳۶۷	ہندو جو جانور اپنے دیوتاؤں کے لئے نامزد کر کے چھوڑ دیتے ہیں اس کی تفصیل؟	۶۸۶	ذبح شدہ مرغی کے پیٹ سے کچے انڈے نکلے ان کا کیا حکم ہے؟	۶۷۴
۳۶۸	طلو طاحلال ہے	۶۸۷	مری ہوئی مرغی کے پیٹ سے نکلے ہوئے انڈے کا حکم؟	۶۷۵
۳۶۸	لوچھڑی استری وغیرہ کھانے کا کیا حکم ہے؟	۶۸۸	ذبح کے بعد ذبیحہ کے پیٹ سے جو بچہ نکلے اس کا کیا حکم ہے؟	۶۷۶
۳۶۸	کیا شواہج کے نزدیک سور کا کھانا جائز نہیں؟	۶۸۹	مچھلی کے پیٹ سے نکلی ہوئی مچھلی کا کیا حکم ہے؟	۶۷۷
۳۶۸	شریر جانور کا زبردستی دودھ نکال لینا؟	۶۹۰	مچھلی اگر گرمی یا سردی سے مر جائے تو کیا حکم ہے؟	۶۷۸
۳۶۸	جانور کے بچے کو اس کی ماں سے علیحدہ کرنا؟	۶۹۱	گرمی یا سردی سے مری ہوئی مچھلی کی کس طرح تعیین ہو؟	۶۷۹
۳۶۸	گھوڑے نیل وغیرہ کا خنسی کرنا کیسا ہے؟	۶۹۲	طافی مچھلی کی پہچان کیا ہے؟	۶۸۰
۳۶۸	ٹھکر کے لئے گھوڑے گدھے کو ملانا کیسا ہے؟	۶۹۳	مردہ بکری کے پستان کے دودھ کا حکم؟	۶۸۱
۳۶۹	گائے بھینس دودھ نکالتے وقت اگر اس میں اپنی دم ذالہ سے تو کیا حکم ہے؟	۶۹۴	اگر نامعلوم کبوتر اپنے کبوتروں میں آجائے تو اس کے پکڑنے اور کھانے کا حکم؟	۶۸۲
۳۶۹	کچا لہسن پیاز کھانا صحیح ہے مگر اس کو کھا کر مسجد میں جانا؟	۶۹۵		
۳۶۹	ناپاک لوگوں کے ہاتھ کا ہنا ہوا گڑ وغیرہ استعمال کرنے کا حکم؟	۶۹۶		
۳۶۹	حرام آمدنی والے کے ہاتھ اپنا سلمان پہننا؟	۶۹۷		

کتاب الحظر والاباحۃ

(۲)

مردوں اور عورتوں کے بعض مسائل

۳۷۰	۹۸	تاجاز آمدنی والے کے یہاں کھانے سے نہایت احتیاط؟
۳۷۰	۹۹	حرام مال میں ملی ہوئی حلال آمدنی سے بھی پرہیز؟
۳۷۰	۷۰۰	تاپاک شیرے یا تیل کی فروخت کا حکم؟
۳۷۰	۷۰۱	بندہ بیدستر کے دوا میں استعمال کا حکم؟
۳۷۱	۷۰۲	دواؤں میں نشے والی چیزوں کا استعمال:
۳۷۱	۷۰۳	جو ہر شراب بھی حرام ہے؟
۳۷۱	۷۰۴	شراب کے پاک ہونے کی وجہ؟
۳۷۱	۷۰۵	حقہ پینے کا کیا حکم ہے؟
۳۷۲	۷۰۶	تمباکو اور چوڑے کا استعمال کیا حکم ہے؟
۳۷۲	۷۰۷	عکس نمبر کی ملازمت اور آب پاشی کی قیمت جائز ہے؟
۳۷۲	۷۰۸	مقدموں میں وکیل کرنا کب مناسب ہے؟
۳۷۳	۷۰۹	نمائش میں سامان رکھنا جائز ہے اور اگر کسی چیز پر انعام ملے تو اس کا حقدار اس چیز کا ہانے والا ہے؟
۳۷۳	۷۱۰	مشرکان اور غیر اسلامی کتابیں بیچنا کیسا ہے؟
۳۷۳	۷۱۱	درس کو ہندو مسلمان شاگردوں سے عید لینا؟
۳۷۳	۷۱۲	فقیر کے مانگے ہوئے پیسے اور سامان کا خریدنا ناجائز کرنا کیسا ہے؟

فتویٰ نمبر	مندرجات و مسائل	صفحہ
۷۱۳	داڑھی کی کیا مقدار ضروری ہے؟	۳۷۵
۷۱۴	ریش بچہ کے منڈوانے کا حکم؟	۳۷۵
۷۱۵	کان کے پاس بڑھے ہوئے داڑھی کے بال تراشنے کا حکم	۳۷۵
۷۱۶	بال کٹوانا خط بنوانا کس دن افضل ہے؟	۳۷۵
۷۱۷	موچھوں کے تراشنے کی مقدار کیا ہے؟	۳۷۶
۷۱۸	گلے کے بال منڈوانے کی حد اور وضو میں داڑھی کی حد	۳۷۶
۷۱۹	سر کے کچھ بال منڈوانے اور کچھ بال رکھنے کا حکم؟	۳۷۶
۷۲۰	ایرو اور پلک کے بال کاٹنے کا حکم؟	۳۷۶
۷۲۱	موئے زیر ناف کا صاف کرنے کا حکم؟	۳۷۷
۷۲۲	موئے زیر ناف اگر چالیس دن تک صاف نہ کئے تو؟	۳۷۷
۷۲۳	موئے زہار کہاں سے کہاں تک ہیں؟	۳۷۷
۷۲۴	مرد کو بالوں کے ازالہ کے لئے نورہ کا اور عورتوں کو استروہ کا استعمال جائز ہے مگر؟	۳۷۷

۴۳۱	عورتوں کے لئے کون کون سے زیور ناجائز ہیں اور کون سے جائز؟	۴۳۱
۴۳۲	عورتوں کے لئے کس قسم کے زیور پہننا جائز ہیں؟	۴۳۱
۴۳۳	عورتوں کو ناک میں زیور پہننا؟	۴۳۱
۴۳۴	عورت کے لئے مسی لگانے کا حکم؟	۴۳۱
۴۳۵	کاجل لگانے کا حکم؟	۴۳۱
۴۳۶	گھٹ کا زیور پہننا جائز؟	۴۳۱
الحظر والاباحہ (۳)		
۴۳۷	والدین کی عزت برادری کے اصولوں پر مقدم ہے	۴۳۲
۴۳۸	بعض برادریوں کی رسومات اور ان کی شرعی حیثیت؟	۴۳۲
۴۳۹	بالا نکاحی عورت رکھنے والے سے سلام و تعلقات رکھنا کیسا ہے؟	۴۳۲
۴۴۰	شخص مذکورہ بالا کی حمایت کرنے والے گنہگار ہیں	۴۳۲
۴۴۱	قبلہ رخ ناپاکی (گندگی) پھینکنے اور اٹھنے کا حکم؟	۴۳۳
۴۴۲	ننگے کو پروہ میں گفتگو کرنا کیسا ہے؟	۴۳۳
۴۴۳	استاذ سے بغیر پڑھتے صحیح علاج کرنا	۴۳۳
۴۴۴	جنابت کی حالت میں کھانا کھانے کا حکم؟	۴۳۳
۴۳۷	سوائے زیر ناف کا قینچی سے کاٹنا اور اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز کی دی گئی خواب کی تعبیر	۴۳۷
۴۳۸	سوائے زہار کو چھپانے کا حکم؟	۴۳۸
۴۳۸	بال اور ناخن کا گندگی میں ڈالنے نیز ان کے متعلق چند احکام؟	۴۳۸
۴۳۸	مہندی اور سیاہ خضاب کا حکم؟	۴۳۸
۴۳۹	تیل کے سیاہ خضاب کا حکم؟	۴۳۸
۴۴۰	سرخ رنگ کے کپڑے استعمال کرنا کیسا ہے؟	۴۳۸
۴۴۱	مردوں کے لئے سرخ رنگ کے کپڑے کا حکم؟	۴۳۹
۴۴۲	ولایتی چھینٹ کا کیا حکم ہے؟	۴۳۹
۴۴۳	مرد کو سونے چاندی کی بوتام اور گھڑی کی زنجیر یعنی کیسی ہے؟	۴۳۹
۴۴۴	مردوں کے لئے گھڑی کی چاندی کی زنجیر کا حکم؟	۴۴۰
۴۴۵	عورتوں مردوں کے لئے ایک دوسرے کی مشابہت کا حکم؟	۴۴۰
۴۴۶	کسی بیماری کی وجہ سے لوہے کی انگوٹھی پہننے کا حکم؟	۴۴۰
۴۴۷	تعویذ کے لئے چاندی یا تانبے کے خول کا حکم؟	۴۴۰
۴۴۸	دانتوں میں سونے چاندی کی میخ لگانے کا حکم؟	۴۴۰
۴۴۹	انگریزی بوٹ پہننے کا اور اس کی تجارت کا حکم؟	۴۴۰
۴۴۰	ہر قسم کا موزہ پہننا صحیح ہے؟	۴۴۱

۴۸۸	کتبہ لے پر جو عید چہ کس کے پر ہے؟	۴۸۵	مردوں کے سامنے کا بچا ہوا کھانا عورتوں کے لئے کیسا ہے؟
	چوری اور حدود وغیرہ کے چند مسائل	۴۸۵	رشتہ خونی کاجرت اور دعوت کا حکم؟
۴۸۸	چوری کے مسلمان کا خریدنا جائز نہیں	۴۸۵	رشتہ کے کھانے پر بسم اللہ پڑھنا صحیح نہیں؟
۴۸۸	چوری کی ہوئی چیز کا واپس کرنا واجب ہے	۴۸۵	ایک برتن میں سے ایک آدمی اگر دوسرے کے سامنے سے کھائے؟
۴۸۹	چوری کا جانور زکوٰۃ ہونے کے بعد کس کا ہے؟	۴۸۵	عصر کے بعد کھانا چنار تک کرنے کی کوئی اصل نہیں؟
۴۸۹	چوری کی ہوئی چیز کمال تک کے استعمال میں دیدینا بہتر ہے یا اس کا صدقہ کرنا؟	۴۸۶	جماعت علماء بحیثیت مجموعی مجدد ہوتی ہے؟
۴۸۹	صرف ایک گھنٹی سے قتل کا حکم	۴۸۶	کیا ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے اور اولاد میں باپ کے امراض کا اثر کیوں ہوتا ہے؟
۴۸۹	والی بیوہ کا تیسرا ورہیرہ کا حکم		
	وعظ و نصیحت کے چند احکام و متعلقات		
۴۹۰	وعظ مسجد اور بازار دونوں جگہ درست ہے	۴۸۶	ہفتہ کے دن سفر کرنا اور مکان کی بنیاد ڈالنا کیسا ہے؟
۴۹۰	وعظ و نصیحت کے لئے صلاحیت اور مطلوبہ قابلیت کیا ہے؟	۴۸۷	سات ستاروں کی تاثیر کا یقین؟
۴۹۱	جو باضابطہ عالم نہ ہو مگر محتاط اور باخبر ہو اس کو وعظ کہنا صحیح ہے؟		جانوروں سے متعلق چند مسائل
۴۹۱	واعظ میں کیا کیا شرائط ضروری ہیں؟	۴۸۷	جانوروں کا نگہداشت کے اہتمام کے ساتھ پالینا؟
۴۹۲	جائیلان پڑھ بے تکلف کا وعظ کرنا جائز ہے	۴۸۷	جانوروں کو کتے وغیرہ کا جھوٹا کھانا کیسا ہے؟
۴۹۲	وعظ کہنا، کہلانا ہر جگہ، ہر وقت ہر ایک کے سامنے جائز ہے	۴۸۷	گرم پانی سے کھٹماؤں کا مارنا صحیح ہے؟
۴۹۲	وعظ کے بعد دعا اور مصافحہ میں حرج نہیں	۴۸۸	بلی جو بار بار نقصان پہنچائے جانوروں کو کھالے کا مار ڈالنا
	علم اور تعلیم سے متعلق چند مسائل و احکام	۴۸۸	جان یا مال کی حفاظت کے لئے کتنا پانا؟
۴۹۸	علم سے مراد علم دین ہے طلب علم سے اسی کی ترغیب دی گئی ہے		
۴۹۲	منطق و فلسفہ کی تعلیم ناپسندیدہ ہے		

۴۱۳	توبہ بار بار کرتا رہے	۷۹۸	۴۰۲	عورتوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا اور انگریزی اسکول میں پڑھانے کا حکم؟	۷۸۵
۴۱۴	توبہ کی بار بار تجدید کرتے رہنا چاہئے	۷۹۹	۴۰۳	انگریزی کا سکھنا پڑھنا اس وقت جائز ہے جب؟	۷۸۶
۴۱۵	توبہٴ نصوص کا مفہوم کیا ہے؟	۸۰۰	۴۰۴	انگریزی پڑھنا پڑھانے روزگار؟	۷۸۷
۴۱۶	توبہ کو بار بار توڑنے والے کا حکم؟	۸۰۱		تقلید اور عدم تقلید کی شرعی حیثیت	
۴۱۷	جس کام کے صوفی مجتہدین ہیں اس میں ان کی تقلید اور جس کے فقہاء مجتہدین ہیں اس میں ان کی تقلید کی جانی چاہئے	۸۰۲	۴۰۵	عوام کے لئے کسی ایک امام کی تقلید ضروری ہے	۷۸۸
۴۱۸	بیعت کے چاروں سلسلے صحیح ہیں	۸۰۳	۴۰۵	اس وقت ایک امام معین کی تقلید ضروری ہے	۷۸۹
۴۱۹	جو شخص کسی بزرگ کے متعلق توہین کے کلمات کہے اس کا حکم	۸۰۴	۴۰۶	عوام کے لئے تقلیدِ ائمہ اربعہ ضروری ہے	۷۹۰
۴۲۰	اپنے پیر کے علاوہ سے کسی اور سے حیر کا بیعت ہونا؟	۸۰۵	۴۰۷	چاروں مذاہب فقہ برحق ہیں ان پر طعن صحیح نہیں	۷۹۱
۴۲۱	نسبتِ سلوک حاصل کئے بغیر کسی کو بیعت کرنا صحیح نہیں نیز وعظ و نصیحت کے آداب	۸۰۶	۴۰۸	کسی کو لازمہ بے یا غیر مقلد کہنا؟	۷۹۲
۴۲۲	ولی اگر جان بوجھ کر گناہ کبیرہ کرے تو اس وقت کے لئے ولایت سے خارج ہو جاتا ہے	۸۰۷	۴۱۰	مقلدین کو مشرک کہنے والا فاسق ہے	۷۹۳
۴۲۳	توکل حقیقی کیا ہے؟	۸۰۸	۴۱۰	غیر مقلد کو سجدہ یا نماز سے نکل دینا صحیح نہیں	۷۹۴
۴۲۴	توکل کی ایک مذہب کا حوالہ	۸۰۹	۴۱۰	امتِ مقبولہ اور معتبر علماء کا اجماع ہر وقت معتبر ہے	۷۹۵
۴۲۵	تعلیم و تدریس چھوڑ کر اور اشغال میں مصروف ہونا صحیح نہیں	۸۱۰	۴۱۱	مسائلِ شریعت میں کن لوگوں کا اختلاف و اتفاق قابلِ اعتبار ہے اور اہل سنت کا کیا مطلب ہے؟	۷۹۶
۴۲۶	ہر وقت کی تسبیح میں کیا ہر مرتبہ درود شریف پڑھنا ضروری ہے؟	۸۱۱		سلوک و احسان	
۴۲۷	جبری ذکر جائز ہے اگر معزوتوں سے خالی ہو	۸۱۲		توبہ، مسامحہ، تصوف، بیعت، ذکر کے درجات اور متعلقہ عنوانات	
۴۲۸	فعلِ حرام میں مشغولیت کے وقت ذکر کرنا؟	۸۱۳	۴۱۳	توبہ کی حقیقت کیا ہے؟	۷۹۷

۴۲۹	ہر قسم کی تصویر بنانے کا ایک ہی حکم ہے
۴۳۰	آتش بازی وغیرہ کا تماشا دیکھنا حرام ہے
۴۳۱	آتش بازی کے حرام ہونے اور عمدہ لباس اور کھانوں کے حرام نہ ہونے کی وجہ؟
۴۳۲	زمین کے سات طبقوں کی کیوں وضاحت نہیں؟
۴۳۳	بادل بھلی اور کڑک وغیرہ کے متعلق سائنس دانوں کے اقوال خلاف شریعت نہیں ہیں

قبر، قیامت اور احوال آخرت وغیرہ

۴۳۳	امت محمدیہ کا حساب و کتاب سب سے پہلے ہوگا
۴۳۵	جنت میں داخلہ حساب کے بعد ہوگا
۴۳۶	کیا جنت میں اپنے لواحقین کو پہچان لیں گے؟
۴۳۷	حضرت مہدی کے عاشورا کے دن ظاہر ہونے کی روایت کی تحقیق
۴۳۸	امت نوح سے آج تک دجال سے ڈرانے کی وجہ
۴۳۹	گناہوں کی معافی اور چیز ہے حساب و کتاب اور
۴۴۰	قیامت میں رومیں فنا ہو کر دوبارہ زندہ ہوں گی
۴۴۱	ردھوں کا جمع ہونا ثابت ہے مگر تعزیت صحیح نہیں

۴۴۳	دین داری میں نکست نماز ہونا کیوں غلط ہے؟
۴۴۳	وصدۃ الوجہ کی تحقیق؟
۴۴۳	ہمدوست کی بحث؟
۴۴۵	فی زمانہ تصورش غیر مشروع ہے
۴۴۵	من اللہ ومن مشائخی کہنا صحیح نہیں
۴۴۶	صوفیاء کے بعض اشعار و اقوال میں نامناسب الفاظ و کلمات کی شرعی تحقیق؟
۴۴۷	مولانا رومؒ کا دوا ناجاوی وغیرہ دوا کیا ہے مقبولین میں سے ہیں

جہنمات خواب اور ان کے متعلقات

۴۴۱	بڑی کودانتوں سے توڑنے اور اس سے استغناء کرنے کی ممانعت کی تحقیق؟
۴۴۲	جہنم کیا کیا کھاتے ہیں؟
۴۴۲	جہنم کی چوری سے حفاظت کی تدبیر
۴۴۲	شیاطین گمراہ کرنے کیلئے دائیں جانب سے آتے ہیں
۴۴۵	جہنم آسیب وغیرہ کا اثر اور ان کا علاج برحق ہے
۴۴۶	جہنم رسول اللہ ﷺ کی خواب میں زیارت کے ایک پہلو کی تحقیق؟
۴۴۷	خواب میں جو مردے نظر آتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے؟
گانے بجانے اور آتش بازی وغیرہ کے احکام	
۴۴۸	راگ بالا حرامیر کا حکم؟

۸۴۲	مسلمانوں کی روحوں کا جمعہ کی شب میں اپنے گھروں پر آنا ثابت نہیں	۴۳۴	مسلمانوں کی ہندو کے تہواروں میں شرکت اور ان کا کھانا کھانے کا حکم؟
۸۴۳	مردوں کی روحیں گھروں پر نہیں آتیں	۴۳۴	ہندوؤں کے میلوں اور عرس میں دکانیں لگانا صحیح نہیں
۸۴۴	ایسے واقعات صحیح نہیں جس میں کسی شخص کے مرنے کے بعد زندہ ہونے کی بات کہی جائے۔	۴۳۵	غیر مسلموں کے تہواروں کے موقع پر ان سے ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟
عیسائیوں اور غیر مسلموں کی ملازمت، ان کے ساتھ کاروبار اور ملک کی سیاست میں تعاون اور شرکت		۴۳۵	ہندوؤں کے مذہبی میلوں کی سیر کرنا اور اسکو اچھا سمجھنا
۸۴۵	یہود و نصاریٰ کی ملازمت صحیح ہے مگر اس کی وجہ سے خلاف شریعت کام انجام دینا جائز نہیں	۴۳۵	غیر مسلموں کے مجمع میں سیر و تفریح کے لئے جانے کا اور خرید و فروخت کرنے کا حکم
۸۴۶	انگریزوں کی، ہندو رئیسوں کی اور عدالتوں کی ملازمت کا حکم؟	۴۳۶	رام لیلا وغیرہ میں چندہ دینا گناہ کبیرہ ہے
۸۴۷	انگریزوں کی حکومت کی شرعی حیثیت اور ان کے ماتحت مسلمانوں کی ذمہ داری	۴۳۶	غیر مسلم کے گھر میں بیوہ عورت رکھنے کے معاملہ میں گواہی اور شرکت کا حکم؟
۸۴۸	عیسائیوں اور دوسری قوموں کے لباس کا حکم؟	۴۳۷	سفید مرغ اور سیاہ گائے کو ہندوؤں کے ہاتھ بیچنا کیسا ہے؟
۸۴۹	یہود و نصاریٰ کو سلام میں بندگی وغیرہ کہنا؟	۴۳۷	ہندو اگر کسی مسلمان سے عطر وغیرہ کوئی چیز سمورتی پڑ چڑھانے کے لئے خریدے تو کیا حکم ہے؟
۸۵۰	کانگریس میں شرکت اور سرسید احمد خاں کے ساتھ تعاون کا حکم؟	۴۳۷	اگر کسی مسلمان سے ہندو کوئی چیز خریدتا ہے اور وہ اس کو بتوں پر چڑھائے گا تو یہ فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟
۸۵۱	کافروں کے گھر کا اور ان کا پکایا ہوا کھانا کھانا؟	۴۳۷	غیر مسلم کی نذر کا جانور اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا اور اس کی اجرت لینا؟
۸۵۲	ہندوؤں کے تہواروں کے موقع پر ان سے کچھ لینے دینے کا حکم؟	۴۳۷	ہندوؤں کے ساتھ شرکت معاملات و سیاست کا کیا حکم ہے؟

۴۵۱	حضرت مولانا گنگوہی کا ایک مشہور تاریخی فتویٰ ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟
۴۸۴	ہندوستان دارالحرب یا دارالاسلام؟
<p>بارہواں باب کتاب العلم والتحقیق ”تجوید و قرأت اور متعلقات قرآن کریم“</p>	
۴۶۶	در فقہ اللہ میں مد ہے یا نہیں؟
۴۶۷	لا ینسلف میں لام کے بعد الف کیوں نہیں لکھا جاتا؟
۴۶۸	سورہ بکف میں ضی، ضی کیوں لکھا جاتا ہے؟
۴۶۹	سورہ فتح کے پہلے رکوع میں طیہ پر پیش کیوں ہے؟
۴۷۰	شاد کا صحیح غرض اور تلفظ کیا ہے؟
۴۷۱	تحقیق قرأت شاد
۴۷۲	شاد کی ادائیگی قراءت سے سنی چاہئے
۴۷۳	ولیسوی الدیس ظلموا کی صحیح قرأت جمہوری ترکیب اور ایک اہم اعتراض کی تحقیق
۴۷۴	ذلک نسلوه علیک من الآیات
۴۷۵	والذکر الحکیم کی جمہوری ترکیب؟
۵۱۲	عن الہمیں والشحائل میں یحییٰ مفرد اور شحائل جمع کیوں ہیں؟

۵۱۳	بسم اللہ قرآن کریم کا جز ہے یا نہیں؟
۵۱۳	سورہ ملک کا توریت میں نازل ہونا کس حدیث میں ہے؟
۵۱۳	آیت شریفہ یوم یکشف عن ساق کا کیا مطلب ہے؟
۵۱۳	ان بعض الظن الہم میں بعض کی قید کیوں لگائی ہے؟
۵۱۳	وحملہ وفصلہ ثلاثون شهراً کا کیا مطلب ہے؟
۵۱۳	حمامسون میں عناصر اربعہ کیسے پیدا ہو گئے؟
۵۱۳	باروت و ماروت کا قصہ کس حد تک صحیح ہے؟
۵۱۵	سورتوں کے فضائل میں انعامی ثواب مراد ہے
۵۱۵	تین دن سے کم میں ختم قرآن کیسا ہے؟
۵۱۶	قرآن پاک پڑھاتے ہوئے تسبیح اور ذکر میں مشغول ہوتا؟
۵۱۶	اگر قرآن شریف ہاتھ سے گر جائے تو اس کے بدلہ میں صدقہ کرنا؟
۵۱۶	قرآن کی جلد کسی اور کتاب میں لگانا؟
۵۱۶	قرآن شریف پر سادہ ورق رکھنا؟
۵۱۷	اجر ت وے کرا ایصال ثواب کے لئے یا تراویح میں قرآن شریف پڑھوانا؟
۵۱۷	تراویح میں قرآن سننے میں بہر حال ثواب ہے

۵۲۱	فرشتوں کو سہولتیں ممکن نہیں	۹۰۵	۸۹۱	ہندو کو آیات قرآنی کا تعویذ دینے کا حکم؟	۵۱۷
۵۲۲	عشاء کے بعد سورہ دخان اور سورہ ملک نماز میں یا بغیر نماز کے پڑھنا، کیا بہتر ہے؟	۹۰۶	۸۹۲	جس قرآن مجید پر کپڑے کی چولی چڑھی ہوئی ہو، اس کو بے وضو ہاتھ لگانا؟	۵۱۷
۵۲۲	اعراف کی حقیقت؟	۹۰۷	۸۹۳	قرآن شریف کی منسوخ التلاوة آیتوں اور احادیث قدسی کو جنابت کی حالت میں یا بغیر وضو کے چھونے کا حکم؟	۵۱۷
۵۲۲	ساکت و ناطق میں تعارض نہیں ہوتا، مثبت و ثنائی میں ہوتا ہے	۹۰۸	۸۹۴	جس کا غدر پر قرآن شریف کی آیت لکھی ہوئی ہے، اس کا جلانا؟	۵۱۸
احادیث شریفہ سے متعلق چند مباحث			۸۹۵	جس کا غدر پر قرآن شریف کی آیات یا حدیث لکھی ہوں، ان کا جلانا؟	۵۱۸
۵۲۳	صحیح مسلم کی ایک روایت کی نحوی ترکیب؟	۹۰۹	۸۹۶	سجدہ تلاوت میں طہارت شرط ہے	۵۱۸
۵۲۳	صحیح مسلم کی حدیث کالذی قال الاول کا مطلب؟	۹۱۰	۸۹۷	ذیل سے استنباط کرتے وقت قرآن کریم کی تلاوت اور اذکار کا حکم؟	۵۱۹
۵۲۳	اسراف و تالک کے متعلق روایت کی تحقیق؟	۹۱۱	۸۹۸	اگر جنبی آیت پڑھ کر پھونک دے تو کیا حکم ہے؟	۵۱۹
۵۲۵	حدیث لا یقتل قرشی کے معنی؟	۹۱۲	۸۹۹	جنبی بچوں کو قرآن کریم کے سچے کرا سکتا ہے یا نہیں؟	۵۱۹
۵۲۵	علماء امتی کاتباء بنی اسرائیل کا مفہوم؟	۹۱۳	۹۰۰	جنبی کو بسم اللہ پڑھ کر کھانا کھانا؟	۵۱۹
۵۲۶	والنحل باسفات لھا کے معنی؟	۹۱۴	۹۰۱	حائضہ اور نفاس والی عورتوں کے قرآن مجید کو ہاتھ لگانے کا حکم؟	۵۱۹
۵۲۶	سجدہ شمس تحت العرش کی حدیث کا مفہوم کیا ہے؟	۹۱۵	۹۰۲	حالت جنابت میں ذکر کی نیت سے اور تلاوت کی نیت سے قرآن شریف پڑھنے میں کیا فرق ہے؟	۵۲۰
۵۲۷	صفت خشک کی حدیث کا مطلب؟	۹۱۶	۹۰۳	فرشتوں کو قرآن پاک کے سننے کا شوق؟	۵۲۰
۵۲۷	سورج، چاند گرہن کے متعلق داریقنی کی ایک حدیث کی تحقیق	۹۱۷	۹۰۴	لوح محفوظ کا عرش سے اوپر ہونا ثابت نہیں	۵۲۰
۵۲۸	حضرات یسئین کو جنت کے بوڑھوں کا اور حسنین کو جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا گیا ہے اس کی وجہ؟	۹۱۸			
۵۲۸	اللھم اغفر لی ان شئت کی وضاحت؟	۹۱۹			
۵۲۹	حدیث میں کعبہ کی بے حرمتی کرنے والے مینڈھے سے تباہی مراد ہے	۹۲۰			

۵۳۰	اگر مستحق عذاب ہے تو رمضان المبارک کے بعد عذاب ہوتا ہے	۹۳۵	کیا اثر ان مہاس کی صحت پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے؟	۹۳۱
حضرت مولانا خلیل احمد انڈیٹھوی [شارح سنن ابوداؤد]		۵۳۱	جنین کی خلقت کتنے روز میں تام ہوتی ہے؟	۹۳۲
کے چند شبہات و اعتراضات کے جواب		۵۳۲	صائم مولود یولد الاعلیٰ الفطرۃ کا مفہوم	۹۳۳
۵۳۰	بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کبھی شرک میں مبتلا نہ ہو سکے اور بعض سے اس کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس تعارض کا جواب	۵۳۳	سنگھا کرنے سے متعلق چند بے اصل روایات کی حقیقت؟	۹۳۴
۵۳۱	جب جانور مختلف نہیں تو قیامت کے دن ان اقصاص کیسا؟	۵۳۴	قیام کا آئینہ دیکھنے کی روایت کیسی ہے؟	۹۳۵
۵۳۲	ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن رسولوں کے علاوہ کوئی نہیں بولے گا دوسری روایت سے مؤمنین کا پورا بھی ثابت ہے اس تعارض کا جواب	۵۳۵	حبیب الرحمن ماحظہ ریحہ و خلی لوند کا مطلب؟	۹۳۶
۵۳۳	جلد انسان کی نجاست بچہ کرامت نہیں بلکہ کرامت انسان مانع تطہیر از نجاست ہے	۵۳۶	کیا انابغر الکف نوحیث شامل نہیں؟	۹۳۷
۵۳۴	مقیم سوتے ہوئے پانی پر سے گزرے تو تیمم ٹوٹ جاتا ہے اور پانی مسلمان میں بھول جائے تو تیمم سے نماز درست ہو جاتی ہے، یہ فرق کیا ہے جبکہ تیمم کا عنصر قوی ہے؟	۵۳۷	منافقین کے آستینوں میں بت رکھ کر نماز پڑھنے کی روایت؟	۹۳۸
۵۳۵	سند کے تفرد کے باوجود امام ترمذی کا حدیث کو حسن قرار دینا؟	۵۳۸	بخاری شریف کی حدیث میں کتاب فرق مرث کا مفہوم؟	۹۳۹
		۵۳۹	مستأجل کے معنی کی تحقیق؟	۹۴۰
		۵۴۰	تیسرے طبقہ کی وہ احادیث کہ جن کے راوی صحیحین کے راوی ہوں مثل صحیحین کے ہوتی ہیں	۹۴۱
		۵۴۱	حدیث ضعیف پر فساد اہل میں عمل کا وجہ اور اس سے بعض بدعات پر استدلال کا حکم؟	۹۴۲
		۵۴۲	امام محمد بن مروان ابن الحکم کی روایات کیوں لیتے ہیں؟	۹۴۳
		۵۴۳	جمعی کی شب میں جمعہ کو پورے رمضان المبارک میں مسلمان کو عذاب قیامت نہیں ہوتا	۹۴۴

۴۳۲	عقیقہ کے یہاں حضور اللہ ﷺ کی سہارا	۴۳۶
۴۳۳	نہی کی تحفہ میں وہ حقیقت تحفہ میں نہیں ہوتی	۴۳۶
۴۳۴	رفع حرج کے حق	۴۳۶
۴۳۵	وایہ عہد و عہد کا مہموم کیا ہے؟	۴۳۶
۴۳۶	اصطلاحات کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنا	۴۳۷
	لگا رہے	
۴۳۷	عقیدہ انکاروں کے ایوان کی ترتیب و نام	۴۳۷
	عقیدہ کیا ہے؟	

سیرت پاک اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق چند سوالات کے جوابات

۴۳۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کیا آسمان پر اٹھائے گئے؟	۴۳۸
۴۳۹	کیا ابراہیم علیہ السلام کی گئے؟	۴۳۸
۴۴۰	جملہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں	۴۳۸
۴۴۱	انبیاء علیہم السلام کی حالت کا استعمال ہوتا ہے؟	۴۳۸
۴۴۲	معاذ اللہ پھر کیا یہ درست ہے مگر صحت	۴۳۹
	مستور میں صحت نہیں؟	
۴۴۳	صورت انبیا و انبیاء علیہم السلام کی تحصیل؟	۴۳۹
۴۴۴	تاریخ کیونکر پایا ہے؟	۴۴۰

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

۴۴۵	کیا رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات ہر ممکن اس حقیقت تک موجود ہیں؟	۴۴۱
۴۴۶	آرامیہ طبرستان اہل بیت ہیں	۴۴۱
۴۴۷	سرو کا کاتہ کاتہ کی اور سہارا کی تحصیل	۴۴۲
۴۴۸	لقد آلہ اہل بیت کی تحقیق؟	۴۴۲

۴۴۹	آنحضرت ﷺ کا سایہ مبارک نہ ہونے کی روایت کی تکفیر	۴۴۹
۴۵۰	سید المرسلین ﷺ کا دل و دماغ کا کھانا	۴۵۰
۴۵۱	منبر شریف کی کل کئی چیزیں ہیں جس پر	۴۵۱
۴۵۲	آنحضرت ﷺ کی موت کے بعد یہ خطبہ پڑھئے گئے؟	۴۵۱
۴۵۳	نوشہ نمبر ۱۳۳۳ کے نمبر ۱۳۳۳ کے	۴۵۱
	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	
	تخصیصہ نمبر	
۴۵۴	کیا انبیاء علیہم السلام کی کھانا و کھانا؟	۴۵۱
۴۵۵	نوشہ نمبر ۱۳۳۳ کے نمبر ۱۳۳۳ کے	۴۵۱
	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	
	نوشہ نمبر ۱۳۳۳ کے نمبر ۱۳۳۳ کے	
۴۵۶	کیا انبیاء علیہم السلام کی کھانا و کھانا؟	۴۵۱
۴۵۷	نوشہ نمبر ۱۳۳۳ کے نمبر ۱۳۳۳ کے	۴۵۱
۴۵۸	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۵۹	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۶۰	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۶۱	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۶۲	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۶۳	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۶۴	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۶۵	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۶۶	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۶۷	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۶۸	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۶۹	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۷۰	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۷۱	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۷۲	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۷۳	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۷۴	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۷۵	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۷۶	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۷۷	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۷۸	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۷۹	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۸۰	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۸۱	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۸۲	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۸۳	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۸۴	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۸۵	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۸۶	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۸۷	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۸۸	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۸۹	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۹۰	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۹۱	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۹۲	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۹۳	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۹۴	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۹۵	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۹۶	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۹۷	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۹۸	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۴۹۹	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱
۵۰۰	نوشہ محمد رسول اللہ ﷺ (آرام)	۴۵۱

ضمیمہ اولیٰ باقیات فتاویٰ رشیدیہ

جس میں وہ فتاویٰ درج کئے گئے ہیں جو اگرچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے لکھے ہوئے نہیں ہیں، لیکن حضرت مولانا کے فتاویٰ کے قلمی مجموعوں میں موقع بموقع شامل ہیں اور حضرت کی تصدیق و تحسین سے عین ہیں۔ (نور)

صفحہ	مندرجات و مسائل	ذریعہ نمبر
۵۶۹	ارشاد اعلیٰ میں درج چند بے اصل باتیں:	۹۶۲
	سوال (۱)	۵۵۵
	سوال (۲)	۵۵۶
	سوال (۳)	۵۵۹
	سوال (۴)	۵۵۹
	سوال (۵)	۵۵۹
	سوال (۶)	۵۵۹
	سوال (۷)	۵۵۹
۵۷۳	عورتوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے اور انگریزی اسکول میں پڑھانے کا حکم؟	۹۶۳
	تحقیق انعقاد محفل مولد شریف و زکوٰۃ وغیرہ [نقل خط جناب مولانا محمد قاسم صاحب]	۹۶۴
۵۷۶	انعقاد محفل میاں کی شرعی حیثیت؟	۹۶۵
۵۷۹	محفل میاں کا شرعی حکم؟	۹۶۶
۵۸۱	ایک خود ساختہ اصول سے میلاد و قیام پر استدلال کا جواب	۹۶۷
۵۸۲	محفل میاں کی حقیت؟	۹۶۸
۵۸۲	قیام محفل میاں کی حقیت؟	۹۶۹
۵۸۳	قیام کے بدعت ہونے کی وجہ؟	۹۷۰
۵۸۵	شب برأت میں حلو وغیرہ پکانا، تقسیم کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا؟	۹۷۱
۵۸۹	فاتحہ موجود بدعت و بے اصل ہے	۹۷۲
۵۹۰	عن سنۃ حسنۃ کا حکم خاص ہے یا عام؟	۹۷۳
	اولیاء اللہ میں تقدیر الہی کوالت دینے کی صلاحیت نہیں ہوتی	۵۵۵
	اولیاء اللہ یا شیخ سدہ کی نمازنا حرام اور باطل ہے	۵۵۶
	انگریزی صابن پاک ہے یا نا پاک؟	۵۵۹
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضر و غائب ہر صورت میں یکساں تعظیم واجب ہے۔	۵۵۹
	تکبیر میں ذوق کے کلمات با اعتقاد کیوں کہے جاتے ہیں؟	۵۵۹
	مسجد کے جنوبی حصے میں اذان کہنے کی کیا وجہ ہے؟	۵۶۰
	لکھن کے لو پر قرآن کی آیت وغیرہ لکھنا؟	۵۶۱
	حلیہ اسقاط بے اصل و بدعت ہے:	۵۶۱
	دفن کے بعد مردہ کے مکان پر واپس آنا اور فاتحہ کا پڑھنا؟	۵۶۱
	قبر میں مٹی پڑھ کر رکھنا بے اصل ہے	۵۶۱
	قبر کو چادر اوڑھا کر اور اس پر شیرینی رکھ کر فاتحہ پڑھنا بدعت ہے	۵۶۲
	حلیہ اسقاط بے اصل اور خلاف شریعت ہے:	۵۶۲
	انفاس کے ان میں محبت	۵۶۵
	مقدور انصاف کی تحقیق؟	۵۶۵
	مجلس نکاح میں چوبہارے لانے کا حکم	۵۷۰
	ایک جہاں واقعہ کی بیان کی ہوئی سات	۵۶۸
	بے اصل باتوں کی حقیت	

توشیق

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

سابق جسٹس شریعت ایپلانٹ بیچ سپریم کورٹ آف پاکستان..... دارالعلوم گورنگی کراچی

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی سیدنا محمد النبی الکریم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین.

امابعد: قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کو، اللہ تعالیٰ نے تفقہ کا وہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا تھا کہ وہ اپنے دور میں ”ابوصنیفہ عصر“ کے لقب سے معروف تھے۔ امام العصر حضرت علامہ انور شاہ شاہ صاحب کشمیری علامہ ابن عابدین شامی صاحب رد المحتار کو ”فقیہ انفس“ قرار دینے میں تامل فرماتے تھے لیکن حضرت گنگوہی قدس سرہ کو بلاتامل ”فقیہ انفس“ فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ ”فتاویٰ رشیدیہ“ کے نام سے شائع ہوا ہے، لیکن وہ ایک مختصر مجموعہ ہے، جس میں حضرت کے فتاویٰ کا بہت بڑا حصہ شامل نہیں ہو سکا، حضرت کے دوسرے فتاویٰ مختلف جگہوں پر منتشر تھے، اور ان سے استفادہ بہت مشکل تھا۔

برادر محترم جناب مولانا نور الحسن راشد صاحب زید مجدہم کو پوشیدہ علمی خزانے منظر عام پر لانے کا، اللہ تعالیٰ نے ذوق بھی عطا فرمایا ہے، اور اس کام کے سلیقے سے بھی بہرہ ور فرمایا ہے۔ انہوں نے اس کتاب میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے وہ فتاویٰ جمع فرمائے ہیں، جو فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد تو ان فتاویٰ کی ہے، جو خود حضرت کے قلم سے لکھے ہوئے دریافت ہوئے اور بہت سے وہ ہیں جو حضرت کے شاگردوں یا متنبین نے، اپنے پاس محفوظ رکھے ہوئے تھے، اور کچھ وہ ہیں جو دوسری کتابوں میں شائع ہوئے ہیں، فاضل مرتب نے ان تمام فتاویٰ کو بڑی محنت سے یکجا کر کے، ان کی تبویب فرمائی، اور ان پر عنوانات قائم کئے ہیں، اور جہاں کسی وضاحت یا اضافے کی ضرورت تھی، یا حوالوں کی تخریج درکار تھی، وہاں حاشیہ پر تشریحی نوٹس کا اضافہ فرمایا ہے، اس طرح یہ کتاب حضرت گنگوہی قدس سرہ کے ان فتاویٰ کا مستند مجموعہ ہے، جو فتاویٰ رشیدیہ میں شائع نہیں ہو سکے تھے۔ فاضل مرتب اس خدمت پر علمی دنیا کی طرف سے مبارکباد اور قدردانی کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرما کر، امت کے لئے نافع بنائیں اور اہل علم کو اس سے استفادہ کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ولله الحمد اولاً و آخراً.

بندہ

محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دارالعلوم کراچی ۱۳

۱۰/ محرم الحرام ۱۴۲۹ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

کلماتِ خیر و برکت

حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی مدظلہ العالی

حامداً و مصلياً و مسلماً آمین بعد: حضرت اقدس، حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کا نام اور اپنے زمانہ کے علماء مشائخ اور اساتذہ فقہ و حدیث میں، ان کے اونچے مقام اور مرتبہ سے کون سا عالم ایسا ہے، جو ناواقف اور بے خبر ہو۔ حضرت مولانا کی علمی یادگاروں میں سے دو چیزیں خاص طور سے بہت ہی گراں قدر اور حدیث اور فقہ کے سب طالب علموں، جاننے پڑھنے والوں کے لئے بڑی سعادت، بڑا تحفہ اور علم و نظر میں اضافہ اور رہنمائی کا بہت بڑا اور نہایت کامیاب ذریعہ ہیں۔ حضرت کے درس حدیث کے وہ افادات جو شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک قلم سے مزین و مکمل ہو کر لایع اور کھوکھ کے نام سے چھپ کر شہرہ آفاق ہیں اور ساری دنیا کے اہل علم ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ دوسرا بڑا تحفہ اور ہم سب کے لئے بہت ہی نفع اور رہبری کا سامان، حضرت کے فتوؤں کا مجموعہ ہے جو فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے مشہور و معروف ہے، ہر اک عالم اور فقہ و فتاویٰ سے واقفیت رکھنے والا ان کو خوب جانتا ہے، اسی کی ایک اور نہایت مفید کڑی اور حضرت کے وہ نادر اور گم نام فتاویٰ تھے جو اب تک چھپے نہیں تھے اور ہر اک کی نگاہوں سے لوٹھیل تھے یہ کتاب ان ہی فتاویٰ کا یہ نیا تازہ مجموعہ ہے جو بقایات فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے مکمل ہو کر شائع ہونے کے لئے جا رہا ہے۔

یہ مجموعہ میرے فرزند، عزیز مولاوی نور الحسن راشد کاندھلوی سلمہ اللہ و عافاہ و بارک فی علمہ نے خود اپنے شوق، کوشش اور محنت سے جمع کیا ہے، میں نے دیکھا، کچھ پڑھا، کچھ سنا تو بہت حیرت اور نہایت خوشی ہوئی کہ ایسے نادر فتوے اور ایسے بے نظیر علمی افادات، کہاں چھپے ہوئے پڑے تھے، میاں راشد سلمہ اللہ سے کس طرح ان کا پتہ لگایا، فراہم کیا اور ان کو ایسے اچھے طریقہ پر، سلیقہ سے مرتب کر دیا، بہت ہی جی خوش ہوا اور دل سے دعا نقلی، اللہ تعالیٰ اس خدمت اور کام کو قبول فرمائے اور ان کے لئے زور راہ آخرت بنا کر قبول فرمائے اور عزیز کو ایسے اور بہت سے کام کرنے کی توفیق عطا ہو۔ آمین اللہم آمین

بندہ افتخار الحسن کاندھلوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۰ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

تصدیق و تعلیق

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری مدظلہ العالی

صدر المدینہ، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

موقوفہ یہ حضرت مولانا کی محفل قادیانہ کی طرف سے صرف اس قادیانہ سے تعلق ہے۔ ملاحظہ فرما کر مولانا کی وجہ سے حضرت مولانا پالن پوری مدظلہ العالی کی قادیانہ میں داخل و خارج ہونے سے کوئی شک و شبہ نہ ہوگا۔

حضرت مولانا تگتہ قادیانہ سے اپنے حیات مبارک میں ہزاروں قادیانی لکھے ہیں مگر انہوں نے ان کا کوئی رچا کر نہیں رکھا کیا۔ آپ کے پاس ایسے کارکنان نہیں تھے، جو قادیانی کی فتنہ رکھتے، آپ بذات خود انہیں تھے، چنانچہ آپ کی وفات کے بعد مولانا آپ کے ایک عالم نے جو قادیانی ان کو حاصل ہوئے ان قادیانی رشیدیہ کے نام سے شائع کیا، یہ بہت سی قبیل قادیانی تھے، بڑی مقدار لوگوں کے پاس رہی، جو لہذا مان گذارنے سے خارج ہو گئی، مگر اللہ تعالیٰ جو اسے خیر عطا فرمائیں، جناب مولانا نور الحسن راشد کاغذ صوفی اذیہ محمد ہم کو کہ انہوں نے مختلف مواقع و مصالحوں سے اور کئی قسمی بیاضوں سے آپ کے قادیانی کا ایک بڑا حصہ جمع کیا (اس مجموعہ میں تقریباً ساڑھے نو سو قادیانی ہیں) مولانا راشد صاحب نے "باقیات قادیانی رشیدیہ" مرتب کر کے مجھے دیا کہ میں اس کو لکھوں، میں نے سب قادیانی ایک مرتبہ پڑھے پھر اس کی ترتیب میں کچھ تبدیلی کی پھر اسے نور الحسن جیاب مولانا مفتی حسین احمد صاحب پالن پوری سلمہ کے ساتھ لکھ کر پڑھے مطالعہ کے دوران جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی، حواشی لکھا، کہ اسے جو ضرورت مست ہیں، کچھ حواشی مرتب قادیانی کے ہیں، جن کے آخر میں (نور) ہے اسی طرح کتاب میں بعض عربی مبالغوں کے تراجم مرتب نے پڑھائے ہیں جن کے آخر میں (ت) ہے، یعنی ترجمہ تراجم راشد۔

حضرت قادیانہ سے مولانا قادیانہ تقریباً ساڑھے نو سو قادیانی ہیں، ان کے قادیانی کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ ایک حواشی یہ بھی ہے کہ حضرت کے قادیانہ کی علم قضیات ہیں، آپ ان اشعاروں میں باتیں کرتے ہیں، ان کی تقریرات میں

غایت درجہ ایجاز ہے مگر وہ غور سے پڑھی جائیں تو ان شاء اللہ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح بعض فتاویٰ حضرت کے خطوط سے لئے گئے ہیں، خاص طور پر ان مکاتیب سے جو حضرت مولانا فاضل احمد صاحب سہارنپوری (صاحب بذل الخیر) کے نام ہیں، وہ زیادہ تر اشکالات کے جواب ہیں اور چونکہ اشکالات سامنے نہیں، اور جوابات اشاروں میں ہیں اس لئے بعض جگہ ناقابل فہم ہو گئے ہیں، حواشی میں ایسی جگہوں کی نشاندہی کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ حضرت قدس سرہ کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں اور ہمارے مولانا کا نہ حلوی کو دارین میں بہترین صلہ عطا فرمائیں، کہ انہوں نے سالوں کی محنت سے یہ قیمتی سوغات تیار کی ہے، جس کی تفصیل وہ خود لکھیں گے۔ میں نے جب ضرورت کی جگہوں میں فتاویٰ کو اصل یاخذ سے ملا کر دیکھا، تو مجھے مولانا کا نہ حلوی کی محنت کا اندازہ ہوا، قلمی تحریرات کو پڑھنا ہر کہ وہ کام نہیں، مولانا کا نہ حلوی اس پر خار وادی سے کامیاب گزرے ہیں، فواللہ یجزیہ جزاء المحسنین، و صلی اللہ علی النبی الکریم، والحمد للہ رب العالمین۔

الملاہ

سعید احمد عفا اللہ عنہ پائن پوری

خادم دار العلوم دیوبند

۲۲/ شعبان ۱۳۳۸ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

تحسینِ سخن شناس

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی..... مدرسہ شیخ الاسلام، شیخوپورہ، عظیم گڑھ

نُحْمَدُهُ وَنُصَلِّيْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ .

اصولاً: حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے قادوسی کا ایک منتخب حصہ بہت عرصہ سے شائع ہو کر حضراتِ اہل علم کے درمیان متداول ہے، لیکن اس مجموعے کے علاوہ اور بھی بعض مجموعے آپ کے قادوسی کے مرتب ہوئے تھے، مگر ان کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ ایک عرصہ دراز گزر جانے کے بعد انہیں دھونڈ نکالنا ایک مشکل کام تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو جس چیز کی دعا منظور ہوتی ہے اس کے لئے اصحابِ توفیق حضرات کو کھڑا کر دیتے ہیں، انہیں بہت دھوم دھام فرماتے ہیں، نہ جھنجھٹاؤ والی عزیمت سے نواتے ہیں، پھر وہ خواہن جو مردِ زمانہ کی گہرائیوں میں دفن ہو چکے ہوتے ہیں ان حضرات کی بہت دھونڈ پڑا کر لوگوں کو مالا مال کر دیتے ہیں۔ حضرت کے یہ قادوسی نہ جانے کہاں کہاں بکھرے ہوئے تھے مگر اللہ کو منظور تھا کہ وقت کے ایک مجتہد کا روشن کیا ہوا چراغ بجھنے نہ پائے، پھر علم و تحقیق کے ایک بلند نشان، دوستانہ دیوبند کے ایک فر فریاد، علمائے دیوبند کے احوال و افکار کے مفاد و مائن، علماء و مشائخ کی سر زمین ایران کے خانوڑے کے ایک راجہ راجہ بہت دھوم دھام کرکھڑے ہوئے، یہ سب مولانا نور الحسن راشد کا مدخلی کا عقد ہیں انہیں نے حق تعالیٰ کی جانب سے خصوصی توفیق پائی، یہ انہیں کا حوصلہ تھا کہ باطنی کے کنڈر میں دے ہوئے خزانوں کا سراغ لگایا، انہیں نکالا، ایک ترتیب سے انہیں سجایا، تحقیق و تدقیق کے اصول کو برتاؤ کتابِ طباعت کے مرحلوں سے گزرا کر اہل علم کے صفتوں میں یہ خزانہ حاضر فرمایا۔ حضرت مرتبہ عقد نے اس پر بہت محنت و کوشش کی ہے، حاشیہ پر حدیث کی کتابوں کے حوالے سے تخریج کی ہے، نقل میں اگر الفاظ و عبارت میں کچھ فرق ہو گیا ہے، تو اسے ظاہر کر دیا ہے، فقہی عبارتیں جہاں سے لی گئی ہیں، ان کا اصل مآخذ سے مقابلہ کیا ہے، کچھ حذف و اختصار سے کام لیا گیا ہے، تو اس کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

غرض پوری ذمہ داری سے ترتیب و تحقیق کا حق ادا کرنے کا اہتمام کیا ہے، عربی و فارسی عبارتوں کا ترجمہ کر دیا ہے، کچھ مشکل الفاظ آگے ہیں، یا کوئی ایسا لفظ آگیا جو اب متروک ہے، تو معنی و استعمال کی وضاحت کر دی ہے۔

مولانا اس سے پہلے علم و تحقیق کے میدان میں اہل علم سے بہت سا خزانہ تحسین وصول کر چکے ہیں، لیکن یہ تیار و خدمت متعدد حقیقتوں سے ایک انفرادی اور مفید خدمت ہے کہ اس کی وجہ سے ایک بہت بڑی قیمت ذخیرہ اور نہایت مفید سرمایہ امت مسلمہ خصوصاً اہل علم و فہم کی دسڑ میں آگیا، حق تعالیٰ سے قبول فرمائیں، مولانا کا اس عظیم خدمت کا نیا ذخیرہ امتِ خیر میں صلہ تحسین آمین

اعجاز احمد اعظمی

مدرسہ شیخ الاسلام، شیخوپورہ، عظیم گڑھ

۱۲۲۲ھ مکررم ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۲ء ۱۹ جولائی ۱۹۱۲ء

بہارِ مدنی دارم

معروضات مؤلف

نور الحسن راشد کاندھلوی

الحمد لله وسلام علی عباده الفین اصطفیٰ، لا یمسا علی رسولہ المصطفیٰ وعلی آلہ واهل بیتہ وازواجہ وذریہ اعلیٰ الطہی، واصحابہ نجوم الہدی۔ اما بعد! زیرِ نظر مجموعہ قرآنی "باقیات قرآنی رشیدیہ" کے متعلق یہی ہے، جب کہ کتاب چھپی گئی نہیں ہے، سوالات شروع ہو گئے ہیں، کہ یہ قرآنی اب تک کہاں چھے چکے تھے، کیوں کسی کاہن کی طرف سے، کیوں کسی اور نے ان پر توجہ نہیں کی، یہ کیوں شائع نہیں ہوئے، تمہیں کہاں سے ملے۔ غرض مختلف قسم کے سوالات کا سلسلہ پانی پوریاں کے دارِ بے سے جاری ہے، چند بے تکلف سے احباب سے میں نے تقریباً کہہ دیا کہ ایک روز سب راستے میں چکے تھے یہ نہیں کس نے جمع کئے، کہاں سے آئے مگر ظاہر ہے کہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے اور یہی بھی مشہور ہے کہ:

تصنیف و مصنف کیونکہ یہاں اس کے خیال ہے کہ اس ضمن میں چند امور و معروضات پیش کر دی جائیں۔

راقمِ بطور کو بہت بچپن سے پڑنی تھی۔ کہ میں، قلمی تقریریں خصوصاً برصغیر ہند کے حکام، علماء اور مشائخ کے قلمی آثار میں کی غلطی سے باقیات دیکھنے چکے تھے اور جہاں تک ممکن ہو ان کے فراہم کرنے کا دوسرا کے لئے داسے، اور سے، قلم سے، غلے کو کش کرنے کا ذوق، یا پھل بھرنے، نہاد اور غفلت و سادہ ہے اس ذوق میں کتابوں، خطوط، قرآنی، مشائخ کی خوبصورت تقریرات شاہی کا اقتدار، پرانے سرکاری، دیکھا، مختلف قسم کی دستِ نوشت، اور تاریخ کی واقعیت میں مفید و کارآمد تھی وہ، سکتے، ہلکت، وغیرہ سب شامل ہیں، اس ضمن میں اگرچہ آجائے کہ کام کا قدرِ قابلِ قدیم ورثہ اور میرے والد ماجد، حضرت مولانا گلزار الحسن صاحب کاندھلوی کی فراہم کی ہوئی، چند تقریرات گھر میں موجود تھیں مگر ان کی کل مقدار اچھوں پر گئی یا کئی تھی، بلکہ اچھوں کا شمار بھی ان کے لئے ناگوار تھا، کل بارہ چند تقریرات تھیں، تاہم اہلِ قرآنی کا کس طرح شکر و اعزاز کو اس ذوق کی آبیاری اور اور اس قدر چاہی کہ فراہمی میں غفلت، پانی میں بہت کم سرمایہ تھیں، جس وقت کہ فرما دیا اس طرح شامل حال، بارگاہ میں حقیر و حقیر، بے مال، بے وسائل تھیں، میرا یہ کہانی غفلت، اچھی کاوش یا سوت اس مجموعہ قرآنی میں مدد قرآنی کی یہ ریاست اور اس کی ترتیب و حلیہ بھی ہے۔

میرے اس شوق کا، یہاں کا نہ حلقہ میں، میرے بچپن کے، قرآن مجید کے ایک استاد، مولانا کامل بیگ صاحب کو بھی علم تھا اور مولانا کے ہمارے بزرگوں سے کئی پشتوں سے بہت قریبی اور گہرے روابط و مراسم تھے، مولانا نے ایک دن مجھے اپنے گھر پر یاد فرمایا اور اپنے خاندان کے ایک بزرگ حافظ اللہ دیا مرحوم اور ان کے ایک ہمہ وقت رفیق، ہم قدم اور خوبہ تاش، مرزا الہی بخش گورگانی دہلوی کے نام، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت مولانا گنگوہی کے، دس بارہ گرامی نام سے عنایت فرمائے، راقم نے ان میں سے فارسی خطوط کا ترجمہ کیا، ان پر حاشیہ لکھے اور اس مجموعہ کو تبرکات کے نام سے ۱۳۹۷ھ، ۱۹۷۶ء میں شائع کر دیا، یہ مجموعہ مکتوبات و تبرکات طباعت کے غالباً چھ سات سال بعد، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کے مطالعہ سے گذرا، مفتی صاحب نے ایک حاضری کے موقع پر، اس مجموعہ کے لئے پسندیدگی کے کلمات کہے اور فرمایا: ”حضرت گنگوہی کی کچھ تحریریں آجھ میں بھی تو تھیں“

آجھ، نانوتہ اور گنگوہ کے درمیان میں آباد، ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور چند سال پہلے تک ایسا تھا، کہ وہاں جانے کے لئے سواری بھی آسانی سے نہیں ملتی تھی، بہر حال مفتی صاحب تو یہ فرما کر خاموش ہو گئے، اور مجھے ایک خلش سی لگ گئی، کہ وہاں کیا چیزیں تھیں، اب بھی ہوں گی یا نہیں، ان کے لئے کس سے معلوم کیا جائے۔ تذکرۃ الرشید پر بھی تھی، اس میں آجھ کے، حضرت مولانا کے ایک خاص نیاز مند، حافظ نظیر حسین صاحب کا کئی موقعوں پر تذکرہ آیا ہے، خیال ہوا حضرت کی، یہ چیزیں شاید انہیں کے یہاں ہوں مگر ان کی وفات پر عرصہ گزر گیا، ان کا وارث کون ہے، کیسے اور کس سے معلوم ہوا، نہ آجھ میں کسی سے واقفیت نہ معلومات کا کوئی ذریعہ:

كيف الوصول الى سعاد، و دونها قلل الجبال و بينهن حتوف

مگر امید کا چراغ روشن اور جستجو کا عمل جاری رہا، بالآخر مجھے دو تین سال کے بعد پتہ چلا، کہ نظیر حسین صاحب مرحوم کے پوتے لائق محمد خاں صاحب ہیں، جو آجھ میں موجود ہیں، خیال ہوا ہر چند کہ تعارف نہیں ہے مگر جا کر ملاقات کر لینی چاہئے، اس ارادہ سے، آجھ کی قریب ترین بستی، نانوتہ دو تین مرتبہ گیا، مگر قسمت سے ایک مرتبہ بھی آجھ جانا نہیں ہوا، ایک مرتبہ تو راستہ خراب ہونے کی وجہ سے وہاں، ہر طرح کی سواریوں کا آنا جانا بند تھا، ایک مرتبہ راستے میں معلوم ہوا کہ وہ صاحب گاؤں میں نہیں ہیں، کہیں سفر میں گئے ہوئے ہیں، اس لئے سفر نامہ کام ہوا، مقصد پورا نہیں ہوا مگر وہ خیال برابر تازہ رہا، بہت دنوں کے بعد سنا کہ ان صاحب کا کا نہ حلقہ میں، کسی کے یہاں، کبھی کبھی سال دو سال میں ایک مرتبہ آتا ہوتا ہے فوراً ان صاحب سے ملا، انہوں نے اس اطلاع کی تصدیق کی، اور بتایا کہ اس مرتبہ جب ان کا آنا ہوگا، میں اطلاع دوں گا، چنانچہ شاید دو تین مہینوں کے بعد ان صاحب نے اطلاع دی، کہ وہ آجھ والے صاحب، ہفتہ دس دن کے بعد فلاں موقع سے، یہاں کا نہ حلقہ آنے والے

ہیں۔ اس وقت ان کی قیام گاہ پر ہمارے ملاقات کی، میرے ساتھ گھر آئے اور انہوں نے جو باتیں کہیں اور اپنے یہاں موجود حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کے ذخیرہ کو چند مہاراجہ صاحب کی ہدایت پر اہان پوچھ کر ضائع کرنے کی، جوں دوز رو اور سالی، اس کا تذکرہ فتاویٰ کے قلمی ذخیرہ کے تعارف میں آچکا ہے، وہ اپنی بات کرتے کرتے، بار بار رنج و غم کی کیفیت میں ڈوب جاتے، کہ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ ایسی قیمتی چیز ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے والے موجود ہیں، اس کی بہت قدر کی جائے گی۔ آخر میں کہا میں تمہاری سب چیزوں کو دیکھ کر، بہت ہی خوش ہوا ہوں، (حقیقتاً بہت متاثر تھے) اگرچہ زیادہ تو امید نہیں، لیکن وہاں صاحب کا ایک قرآن مجید اور بہت موجود ہے، میں دوبارہ جلد ہی آؤں گا اور یہ دونوں چیزیں لے آؤں گا، چنانچہ ہمیں جن دن کے بعد آئے اور حسب وعدہ دونوں خطے لیکر آئے، قرآن مجید کا ایک نہایت عمدہ قدیم قلمی نسخہ اور پرانی نسخہ کا ایک بڑا سا بہت جس میں سادہ نظیر حسین خاں آجہ والوں کے چند خود نوشت کاغذات، ایک دو قلمی کتابیں اور اس کفر ناکوں کا بھی ایک نمونہ یا مختصر سا حصہ جس کی زیارت کے لئے طبیعت بے چین تھی، اس میں موجود جلوہ افروز تھا، یہ نظیر حسین صاحب کے، حضرت مولانا گنگوہی سے دریافت کئے ہوئے سوالات اور ان ہی پر درج، حضرت کے قلم سے جوابات کی تین کاپیاں تھیں اور یہاں بہت بڑے ذخیرہ کا صرف ایک نمونہ تھا، جو آجہ کے اس گہرانہ میں موجود تھا اور جس کو ضائع کر دیا گیا تھا۔ کیا بتاؤں ان کو دیکھ کر، کس قدر خوشی ہوئی۔

بہر حال اس کو بر گزشتہ ایام کو دیکھا تھا مگر اس کا کاغذ اولیٰ ہی سے بالکل قسم کا کمزور اور خستہ سا ہے، احتیاط سے ہاتھ لگانے میں بھی کاغذ کے ضائع ہونے کا ڈر تھا، اس لئے ان کی حرکت کے طرح زیارت کرتے رہے، کئی سال بعد خیال ہوا کہ ان کی عمر معلوم اس لئے ان کو نقل کر لیا جاتا ہے، چنانچہ ایک وقت مقرر کر کے ان کی نقل شروع کی، اللہ نے کیا ان کی نقل مکمل ہو گئی مگر اس وقت تک ان کی اشاعت و طبعیت کا خیال نہیں تھا، بعد میں اصرار بن گیا، اس وقت ان فتاویٰ پر عنوان لگانے کا ارادہ ہوا مگر طبعیت کا کوئی انتظام نہیں تھا، اس لئے رکھار ہا، ایک ذیہ حد سال بعد، حضرت کے ایک اور مجموعہ فتاویٰ کا پتہ چلا تو اس کی زیارت میں سرگرم ہوا، اس کا بھی فوٹو منسلک کیا، اس کی نقل، دوسری تھی کہ اسی طرح کے ایک اور مجموعہ نسخہ کی خبر ملی، یوں طلب کا قدم آگے بڑھتا رہا اور ایک کے بعد ایک مختلف ذرائع سے مختلف حضرت گنگوہی کے فتاویٰ کے حربہ مخربہ حراف قلمی نسخوں اور حضرت مولانا گنگوہی کے علمی آثار کا سراغ ملتا رہا، مگر کسی قلمی نسخہ کی اطلاع ہونا اور اس سے براہ راست استفادہ، اس کا مکمل جانا بہت مختلف ذرائع ہیں جن میں مطابقت و رابطہ مشکل ہی سے ہوتی ہے۔

جس مجموعہ یا نسخے کا پتہ سراغ مل جاتا، تصدیق ہو جاتی، اس کے حاصل کرنے کے واسطے، در سے، قد سے، غنے، کوشش کی جاتی اور جب تک پتہ نہ ملتا تھا اس وقت پانے کے ساتھ رفاقت جاری رہتی، اس کا پتہ جتنا سمجھتا، نقل کرنا

اور نقل کر کے، پہلے سے دریافت اور نقل شدہ نسخوں کے ساتھ شامل کر کے، اس کی نئی تقسیم و ترتیب قائم کرنا، ایک ایک حوالہ ایک ایک جواب کو، اس کے مضمون و مندرجات کے لحاظ سے علیحدہ کر کے، اس مسودہ میں درج کرنا، جو اس مقصد کے لئے تالیف و تحریر کی منزل میں تھا، بکریوں خطی نسخوں کا علم بہت دیر اور لمبے وقفوں کے بعد ہوتا تھا اور پھر ان کی معلومات کے بعد ان کا حاصل کرنا، گویا ایک بڑی مہم کا سر کرنے کے برابر کام تھا، اس لئے ایک نسخہ کی دریافت سے دوسرے نسخہ کی یافت کے درمیان میں لمبا وقفہ ہوتا، بعض مرتبہ دو تین سال لگ جاتے تھے اور اس دوران یہ مسودہ محفوظ و آرام کرتا رہتا تھا۔ اسی طرح جب چودہ پندرہ سال کی مسلسل چہد و کاوش کے بعد، یہ تمام فتاویٰ اور مجموعے ایک بڑی کتاب کی صورت میں نقل اور مرتب ہو گئے، اس وقت ان پر حاشیے لکھنے، بعض مراجع اور اصول سے مطابقت کرنے، بعض اہم پہلوؤں کی وضاحت کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس مجموعہ کے اصل مآخذ تو حضرت مولانا کے بدست خاص لکھے ہوئے تھے وہ فتوے ہیں، جو ساڑھے چار سو سے زائد ہوں گے نیز حضرت کی حیات میں مرتب، حضرت مولانا کے فتاویٰ کے چند مجموعے اور فتاویٰ وہ ہیں، جس میں سے اکثر، حضرت مولانا کی حیات میں [وفات ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء] مختلف موضوعات کی، چھوٹی بڑی تالیفات و رسائل میں، علیحدہ علیحدہ شائع ہو چکے تھے، اور بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ ان میں سے کسی فتوے کی اصلیت و استناد پر شک کیا جائے، اس لئے ان سب کو بھی زیر نظر فتاویٰ میں شامل کیا گیا ہے۔

مذکورہ مآخذ میں جو چھوٹے بڑے، مستقل مجموعے ہیں، ان کا تعارف آنکندہ صفحات میں آ رہا ہے، یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں اور حضرت کے قلم سے نوشتہ جو علیحدہ علیحدہ فتوے ہیں، ان میں ہر ایک کا تعارف، قلمی نسخوں کے تحت غیر ضروری محسوس ہوا، لہذا ہم ان میں سے ہر اک کا حوالہ، اس فتوے کے تحت لکھ دیا ہے، جو فتوے علیحدہ علیحدہ تالیفات و رسائل میں شامل ہیں، ان کی بھی لمبی فہرست تھی، اس لئے ان کا بھی یہاں تذکرہ نہیں کیا جا رہا، ان میں سے ہر ایک کا حوالہ اپنے اپنے موقع پر آئے گا، تاہم ان میں سے دو تالیفات ایسی ہیں، کہ ان کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا۔

۱۔ **فیوض رشیدیہ** یہ حضرت مولانا کے فتاویٰ کا ایک مختصر مگر نہایت کم یاب مجموعہ ہے، جس کو حضرت کے کسی

متوسل نے جمع کیا تھا اور مولانا عاشق الہی میرٹھی کے مطبع خیر المطلاع، میرٹھ سے شائع کر دیا تھا۔ اس پر سزا طاعت درج نہیں، مگر قرآن سے ۱۳۱۱ھ معلوم ہوتا ہے، غالباً یہ حضرت مولانا کے فتاویٰ کا سب سے پہلا مطبوعہ مجموعہ ہے۔

اس مجموعہ فتاویٰ کا ایک مختصر مگر نہایت اہم ضمیمہ بھی ہے، اس میں ہندوستان کی اراضی میں، عشر و خراج کے مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے، یہ ضمیمہ حضرت شاہ عہد الرحیم رائے پوری کے مرتبہ سوالات کے جواب میں ہے، اس کو حضرت مولانا رائے پوری کے ایک نامور خلیفہ و متوسل اور برصغیر کے بہت بڑے خادم قرآن کریم [نورانی قاعدہ کے مؤلف] مولانا نور محمد لدھیانوی

نے اپنے پریس مطبع حنفی اسلامی ملہ حیانہ سے شائع کر کے، فیوض رشیدیہ کے نسخوں کے ساتھ منسلک کر دیا تھا۔

دوسرا اہم مجموعہ، حضرت مولانا گنگوہی کے ایک ممتاز شاگرد، مولانا دیدار علی اوری کی محضرت مجموعہ فتاویٰ، تحقیق المسائل ہے، اس کے آخر میں، مولانا دیدار علی صاحب کی، کنوؤں کی مہارت و ناپاکی کے مسائل پر، حضرت مولانا گنگوہی سے مفصل مکاتبت شامل ہے۔ یہ تمام فتاویٰ اور جوابات بھی اس مجموعہ کا حصہ بن گئے ہیں۔

رسالہ تحقیق المسائل، چالیس صفحات پر مشتمل ہے، میرے پاس جو نسخہ ہے اس کا سرورق موجود نہیں، اس لئے اس کے متن طاعت اور مطبع کا پتہ نہیں ملا، لیکن اس کے مندرجات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں چھپ گیا تھا۔

راقم سطور نے تمام مجموعوں میں درج جملہ فتاویٰ کو، امکان بھر احتیاط سے نقل کیا ہے، اور ہر اک نقل کا اصول سے کم سے کم تین مرتبہ مقابلہ اور مطابقت بھی کر لی گئی، اس لئے امید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ان فتاویٰ کی نقل مطابق اصل ہے۔ تاہم صرف نقل کافی نہیں تھی، یہاں پیش کرنے کے لئے، ان پر کئی طرح سے مزید توجہ ضروری تھی۔

اسب سے پہلی بات علما و اہل علم کا زمانہ اختلاف ہے، اُس وقت کے اور آج کل کے علما کے فرق کا خیال رکھا گیا ہے، جہاں اختلاف پایا، وہاں خفیف ترمیم کی گئی ہے، مثلاً:

(۱) اس وقت تک بھی بعض لکھنے والے، اعراب کو حروف کے ذریعہ واضح فرماتے تھے، جیسے اس کو کئی جگہ ”اوس کو“ لکھا ہے اور بھی کئی جگہ اعراب حروف کے ذریعہ ظاہر کئے گئے ہیں، ان سب کو درست کر کے موجودہ طریقہ کتابت کے مطابق کر دیا ہے۔

(۲) یابی معروف اور یائے مجهول کا فرق بہت ہی کم واضح کیا جاتا تھا، اور کاف فارسی گ میں بھی، کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا تھا، کئی جگہ یہی کو بمعہ ی نقل کیا ہے، اسی طرح جتنا کو جملے لکھا، نیز اس قسم کے اور بھی متعدد الفاظ ہیں، جو ان مجموعوں میں کثرت سے آئے ہیں، ان کو عبارات اور مسئلہ کو نقصان پہنچائے بغیر، درست یا موجودہ علما کے مطابق کر دیا ہے۔

(۳) چند الفاظ میں حضرت مولانا گنگوہی کا خاص طریقہ تحریر ہے، جیسے حضرت ضروری کو ضرور اور نہایت ضروری کو، ”ضرور پر ضرور“ لکھتے تھے، نیز اختلاف کے لئے خلاف کا کثرت سے استعمال فرماتے تھے، ان میں بھی خفیف ترمیم کی گئی ہے، ضرور کے بعد تو سین میں (ی) بڑھا کر ضروری کر دیا ہے، اسی طرح اور جو حروف پر انی طرز کے مطابق نقل تھے ان کو بھی درست کر دیا ہے۔

(۴) حضرت کے نوادہ و نوشت فتاویٰ کے سب سے بڑی مستفتی، حافظہ نظیر حسین صاحب (آجہ، نانوت) کے سوالات اور تحریر میں کئی طرح کی غلطیاں تھیں، یہاں ان کی تصدیقات کی ضرورت نہیں، ان کے اور دوسرے حضرات کے سوال میں جو پرانے طرز کا املاء یا تحریر کی فروگزاشت تھی، ان سب کو بھی موقع پر درست کر دیا ہے مگر کوئی حذف و اضافہ نہیں کیا۔

(۵) بعض موقعوں پر، عقد و فتاویٰ وغیرہ کی کتابوں سے جو اقتباسات یا مختلف عبارتیں فتاویٰ میں درج کی گئی ہیں، ان کی تحریر میں بھی کہیں کہیں غلطیاں ہوئی ہیں، یا کچھ چھوٹ گیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ حضرت مولانا کی نہیں، ناقلین کی غلطی یا سہو ہے، ان کو اصل کتابوں کی مدد سے درست کر دیا ہے۔

اس مجموعہ فتاویٰ میں درج اس قسم کی عبارتوں، نیز یہ عبارتیں قدیم کتابوں نوشتوں میں، جہاں کہیں نقل ہوئی ہوں، ان کے لئے دو باتیں اور عرض ہیں:

الف: پرانے اکثر علماء جو عبارتیں اور اقتباسات نقل فرماتے ہیں، وہ پیشہ حافظہ پر منحصر فرماتے ہوئے نقل فرماتے ہیں، اکثر حالات میں اصل تاخذ اور کتاب کا نام لیا جاتا ہے، مگر بعض اوقات قلمی غلطیاں ہوتی ہیں، اس لئے معمولی فرق اور اختلاف ہو سکتا ہے، تاہم اصل عبارتیں۔

ب: سب ہی حضرات کے سامنے غلطی لگے ہوتے تھے، مطبوعہ کتابوں کا چلن نہ ہونے کے برابر تھا، قلمی نسخوں میں جڑی اختلاف بین ممکن ہے۔ ہمارے سامنے عموماً ایک مرتب و مطبوع نسخہ ہوتا ہے، اسی کو اصل سمجھتے ہیں، حال آں کہ مطبوعہ کتابوں کے متنوں کی تصدیق قلمی نسخوں سے مطابقت سے مطبوعہ نسخوں کی فروگزاشتیں، اصل ذوق کے سامنے آتی ہی جاتی ہیں، کوئی نئی بات نہیں ہے۔

(۶) چند موقعوں کے علاوہ قرآن مجید کی آیات، احادیث شریفہ اور عربی عبارتوں کا ترجمہ درج نہیں تھا، ان سب کے ترجمہ کا اضافہ کیا گیا ہے، آیات شریفہ میں، شیخ الہند مولانا محمود حسن دہلوی کی کاترجمہ پیش کیا ہے۔ احادیث شریفہ اور مختلف عبارتوں کا ترجمہ کرنے کی خود جسارت کی ہے مگر جن آیات شریفہ اور آیات و عبارات کے ساتھ ترجمہ موجود تھا، اس کو اسی طرح باقی رکھا ہے، اس میں قلم نہیں لگایا گیا، کیونکہ پچھلے غالب یہ ترجمے حضرت مولانا گنگوہی کی قلم سے ہیں۔

(۷) حضرت مولانا، اصل فتوے کے لئے بہت کم کسی تاخذ کا حوالہ دیتے ہیں، ان فتاویٰ کو جوں کا توں نقل کر دیا ہے، اصل مسئلہ کے لئے کسی تاخذ سے مطابقت کی کوشش نہیں کی، تاہم اگر حضرت مولانا نے جواب کے درمیان، کوئی روایت یا کسی فقیہ یا مصنف کا فقرہ، یا عبارت کا کلمہ نقل کیا ہے تو اس کی اصل سے مطابقت کرنی لگی ہے اور حاشیہ میں مکمل حوالہ درج کر دیا گیا ہے۔

اس مجموعہ میں فتاویٰ رشیدیہ کے معروف و مطبوعہ نصوص میں شامل فتوے، اس مجموعہ [باقیات فتاویٰ رشیدیہ] شامل نہیں، کوشش کی گئی ہے کہ ایسے فتاویٰ اس میں جگہ نہ پائیں مگر دو طرح کے فتوے اس سے مستثنیٰ ہیں:

الف: وہ آٹھ یا دس فتوے اگرچہ فتاویٰ رشیدیہ میں شامل ہیں مگر یہ ان مجموعوں سے لئے گئے ہیں، جو غیر متعارف، اور زیر نظر مجموعہ کے بنیادی مآخذ میں شامل ہیں، مثلاً جیسے سات فتوے، جو مجموعہ فرخ آباد کے ایک سلسلہ سوالات و جوابات سے لئے گئے ہیں، ہمارے اس مجموعہ میں بھی ملیں گے، ان کو حذف کرنے کی وجہ سے مجموعہ فرخ آباد کے مندرجات کی ترتیب متاثر ہو سکتی تھی، اس لئے ان کو باقیات فتاویٰ رشیدیہ میں باقی رکھا گیا ہے۔ یہاں وہ چند فتاویٰ جو مجموعہ فرخ آباد سے فتاویٰ رشیدیہ میں نقل اور شامل کئے گئے مگر فتاویٰ رشیدیہ میں شامل متن اور مجموعہ فرخ آباد کی اصل میں واضح فرق اور اختلاف ہے، اس اختلاف یا کمزوری کے مشاہدہ کے لئے درج کئے جا رہے ہیں، تجربہ نے بتایا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں موجود فتاویٰ کی اگر قدیم اصل موجود ہو تو اس سے مقابلہ اور تصدیق و تحقیق ہونی چاہئے۔

ب: چند وہ فتاویٰ بھی باقیات میں شامل ہیں، جو اگرچہ فتاویٰ رشیدیہ میں موجود ہیں مگر پیش نظر قدیمی مجموعوں اور قدیم خطی مآخذ میں درج، ان کے متن اور فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نقل میں، کچھ چھوٹا یا بڑا مگر واضح اختلاف ہے، اس وجہ سے قدیم نصوص کو زیادہ معتد اور قریب العجب نقل سمجھتے ہوئے، باقیات کا بھی حصہ بنالیا گیا ہے۔

مطبوعہ فتوؤں میں سے وہ فتاویٰ بھی باقیات فتاویٰ رشیدیہ میں درج نہیں کئے گئے، جو اگرچہ فتاویٰ رشیدیہ کی طباعتوں میں موجود نہیں مگر معلوم و مطبوعہ اور عملاً پڑھنے والوں کی دسترس میں ہیں، مثلاً وہ فتوے جو تذکرۃ الرشید [تالیف مولانا عاشق الہی میرٹھی] میں نقل ہوئے ہیں، یا حضرت کے مکتوبات کے مجموعوں میں، ضمناً آ گئے ہیں، ان کو اس میں نہیں لیا گیا مگر جس کسی کا کسی اور حوالہ یا فتوے کی وجہ سے اندراج ضروری ہو گیا تھا، اس کے شامل کرنے میں تکلف نہیں ہوا۔ لیکن جو فتاویٰ مطبوعہ لیکن ناپید و کم یاب ہیں، ان کو جہاں تک میری دسترس میں آئے، اس مجموعہ میں لے لیا ہے، کہ ان میں ایک ایک فتوے کی تلاش اور اس تک رسائی، ایک مستقل سفر تھا۔

درج بالا دونوں قسم کے فتاویٰ کے شمار کا موقع نہیں ہوا مگر اندازہ یہ ہے کہ اس طرح کے جملہ فتاویٰ اٹھارہ بیس سے زائد نہ ہوں گے۔

بہر حال راقم سطور کو برسوں کی تلاش و جستجو میں جو کچھ حاصل ہو سکا اور اس کی جو بھی بہتر سے بہتر صورت و ترتیب ذہن میں آئی، اس کو عمل میں لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

یہ کہنا تو آسان نہیں ہے کہ یہ کاوش و کوشش کس درجہ مفید اور قابل پذیرائی ہوگی، تاہم راقم بطور معمولی لیاقت و استعداد کی روشنی میں جو کچھ ہو سکا اور زبان قلم پر آیا، وہ ایک بضاعت مزاجہ کی حیثیت سی نذر قارئین ہے۔ امید ہے کہ حضرات اہل علم و فتویٰ کی بہترین رہنمائی، نئے فتاویٰ کی نشان دہی اور زیر نظر نسخہ کے سقطات، کمزوریوں، کوتاہیوں کا ادراک کرنے میں، ناچیز

مرتب کی معین و مددگار ہوگی، اور اہل علم کے مشوروں سے فائدہ اس مجموعہ فتاویٰ کو زیادہ بہتر اور مفید طور پر پیش کیا جاسکے گا۔ واللہ الامر من قبل ومن بعد۔

جب آج سے دریافت فتاویٰ کی طباعت کا خیال آیا تھا، اسی وقت اس مجموعہ کو، جو موجود فتاویٰ کا شاید چوتھائی حصہ تھا، ارباب فقہ و فتاویٰ کی نظر سے گزارنے کا فیصلہ کر لیا تھا، اس منصوبہ پر عمل کرتے ہوئے، ان فتاویٰ کی نقل کو جو ذخیرہ آج کا حصہ تھے، سب سے پہلے، دارالعلوم دیوبند، کے صدر مفتی، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے مطالعہ و ملاحظہ کے لئے پیش کیا گیا تھا، مفتی صاحب نے اپنی بے پناہ مصروفیات اور پیرانہ سالی کے باوجود، اس کا ایک حصہ خود پڑھا، باقی کی سماعت کی اور اس پر ایک دو جگہ مختصر افادہ، یا اشارہ بھی تحریر کیا، مگر اس وقت اس کی طباعت کا ارادہ ملتوی کر کے، اس سلسلہ کو آگے بڑھانے اور اس کو زیادہ سے جامع اور مفید بنانے کا عمل شروع ہو گیا تھا، چنانچہ قلمی فتاویٰ اور متفرق مجموعے فراہم ہوتے رہے اور کارواں آگے بڑھتا گیا، جب یہ کام ایک مرحلہ تک پہنچ کر گویا مکمل ہو گیا اور اس کے حواشی اور حسب ضرورت مراجع و آخذ کی نشان دہی رو بہ عمل آ گئی، اس جلد کے اختتام کا فیصلہ کر لیا، اس وقت اس مجموعہ کو نظر ثانی اصلاح اور مشورہ کے خیال سے برصغیر کے برگزیدہ علماء اور اہل فتویٰ، خصوصاً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ و دامت برکاتہ اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری [شیخ الحدیث و صدر المدرسین دارالعلوم، دیوبند] مدفیوضہ و دامت برکاتہ کی خدمات میں پیش کیا گیا، کہ وہ ملاحظہ فرما کر، اپنی رائے گرامی سے مشرف و سرفراز فرمائیں۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ ان اکابر علماء کی عزت افزائی اور عنایت و کرم کا کسی طور پر بھی شکریہ ادا کر سکوں، دونوں حضرات نے اپنی انتہائی مصروفیات اور بے پناہ مشاغل کے باوجود، اس بضاعت مزجات پر پوری پوری توجہ فرمائی، اس کو پڑھا اور اس کے متعلق اپنی گراں قدر تحریرات سے مزین و معتمد فرمایا۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی نے اس کو ملاحظہ فرما کر، مفصل تقریظ تحریر فرما کر ار سال فرمائی تھی، جو میری کم نصیبی سے ڈاک میں ضائع ہو گئی، منزل آشنانہ ہو سکی، لمبے انتظار کے بعد حضرت مولانا سے دوبارہ تحریر فرمادینے کی درخواست بلکہ جسارت کی، کہ حضرت مولانا کی مصروفیات کا کچھ مجھے بھی علم ہے، تاہم حضرت مولانا نے اپنی کریمانہ مزاج اور ان عنایات کی پاسداری میں، جن سے یہ ناچیز ہمیشہ ممنون اور نہال رہا ہے، دوبارہ لکھنے کی زحمت فرمائی، جو اس اشاعت کے ساتھ شائع ہو رہی ہے۔

حضرت مولانا پالن پوری کی عنایت و توجہ اس سے بڑھ کر رہی، حضرت مولانا نے اس مجموعہ کو پڑھا اور ملاحظہ کیا، تو فرمایا کہ میں نے اس پر کچھ حاشیے اور توضیح لکھنے کا ارادہ کر لیا ہے، یہ ارادہ عمل میں آیا، قارئین کرام، فتاویٰ پر حضرت مولانا کے حواشی سے استفادہ فرمائیں گے، مفتی صاحب نے فتاویٰ کو پڑھا تو بعض مقامات پر کچھ شبہ ہوا، اس شبہ کو دور کرنے کے لئے، فتاویٰ کے اصل آخذ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا، راقم نے جملہ اصل آخذ، حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں بھیج دیئے، حضرت مولانا نے ان سے زیر غور فتاویٰ کا مقابلہ کر کے، اطمینان کر لیا تھا، مگر اس کے ساتھ حضرت مولانا نے یہ بڑا اور مشکل فیصلہ بھی کیا کہ وہ اس پورے مجموعہ کے، جملہ مندرجات و فتاویٰ کا، اصل آخذ سے مقابلہ کریں گے، چنانچہ کیا اور بحمد اللہ تعالیٰ بعد میں یہ لکھا

کہ میں ایسے قلمی نسخوں کو نہ اس قدر توجہ سے پڑھ سکتا ہوں اور نہ ان کی ایسی صحیح نقل کر سکتا ہوں، جیسی اس میں کی گئی ہے، بہر حال اس مقابلہ سے متن میں جو بعض تسامحات رہ گئے تھے ان کی درستگی ہو گئی، ترتیب ابواب کے لئے بھی مشورے ملے، اور یہ مجموعہ ہر پہلو سے لائق اطمینان ہو گیا۔ حضرت مولانا کے علاوہ اور بھی احباب و علماء نے اس کو دیکھا، خصوصاً فاضل دوست، مولانا مفتی محمد ارشد صاحب [بکھڑی، مظفرنگر] نے پورے مجموعہ، تمام حاشیوں اور اصلاحات کو گہری نظر سے، بہت توجہ سے دیکھا پڑھا اور نہایت مفید مشورے دیئے، ان سے بھی پورا فائدہ بھی اٹھایا گیا۔

اس وقت جب یہ مجموعہ مکمل ہو کر، پریس کے حوالہ ہو رہا ہے، میرا فریضہ اور اخلاقی علمی ذمہ داری ہے کہ ان تمام صاحبان کو ممنونیت کے ساتھ، تہہ دل سے کلمات تشکر پیش کروں، جن کا اس بڑے کام یا علمی دینی خدمت میں، قلم، قلم، قلم، درے، خٹے، کم زیادہ تعاون شامل رہا۔

سب سے پہلے مرحوم جناب لئیق محمد خاں صاحب، آمجھ کے لئے اجرا اور دعائے مغفرت کے لئے، حق تعالیٰ شانہ کے حضور دست بدعا ہوں، مرحوم نے نہایت خوشی اور کھلے دل کے ساتھ تعاون فرما کر اور اپنے یہاں موجود تبرکات و تحریرات عنایت فرما کر، اس بڑے کام کی بنیاد رکھی اور اس طرح حضرت مولانا گنگوہی کے اس بڑے علمی سرمایہ فقہی افادات کی حفاظت و اشاعت کی کشت اول ثابت ہوئے۔ فبحراہ اللہ خیر الجزاء واعف عنه وادفع درجائتہ۔

حضرت مولانا کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے، چند فتاویٰ میرے ایک بڑے علمی محسن اور کرم فرما اور ہر اک علمی کتاب و جتو میں معاون و رفیق، بلکہ بعض موقعوں پر مجھ سے زیادہ سرگرم اور ہر دم اس کی فکر و سعی میں مشغول، دوست نما بزرگ، جناب حافظ توفیق احمد علوی کیرانوی نے عنایت فرمائے تھے، اللہ تعالیٰ مرحوم کو، ان کی ہر اک عنایت و احسان کا اجر عظیم عطا فرمائے، ورحمہ اللہ تعالیٰ ورحمۃ الابواب الصالحین۔

اپنے استاذ و محترم، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب اجراڑوی۔ سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے شفقت و کرم اور عنایات بزرگانہ کا، کسی طرح بھی شکریہ ادا نہیں ہو سکتا، حق ادا ہونے کا تو سوال ہی نہیں ہے۔ راقم مظاہر علوم سہارنپور میں تعلیم و قیام کے دوران، ہمیشہ حضرت مفتی صاحب کی عنایات کے زیر سایہ رہا اور شفقت و عنایات و کرم کا یہ معاملہ، حضرت مفتی صاحب کی وفات تک اسی طرح رہا۔ مجھے معلوم نہیں کہ مظاہر علوم سہارنپور میں کتابوں کے عکس یا فوٹو اسٹیٹ دیئے جانے کا کیا قانون و ضابطہ ہے مگر بفضلہ تعالیٰ میں نے حضرت مفتی صاحب سے جب کبھی اور جس کتاب کے لئے درخواست کی، کبھی رو نہیں فرمائی، فرماتے تھے ”یہ کتابیں تمہارے جیسے لوگوں کے لئے ہی تو ہیں“ جب میں نے حضرت مفتی صاحب سے کتب خانہ مظاہر علوم میں موجود، حضرت گنگوہی کے مجموعہ فتاویٰ کے فوٹو اسٹیٹ کے لئے درخواست کی۔ اول تو مفتی صاحب کو اس پر حیرت ہوئی، کہ یہاں ایسا اہم بڑا اور نہایت نادر نسخہ ہے، اس کی نہ ہمیں خبر نہ اوروں کو۔

بہر حال بہت خوش ہوئے اور نہایت بشاشت سے فوٹو اسٹیٹ کی اجازت دے دی، اور ٹکس کو دیکھ کر خوش ہوئے تو رحمہ اللہ تعالیٰ وارفع درجائہ۔

کتاب خانہ مظاہر علوم کے کارکنوں کا میرے ساتھ ہمیشہ عنایت و اخلاص کا معاملہ رہا ہے، میں اس کے لئے بھی ممنون ہوں۔ نسخہ چند یانوی (مخطوطہ کتب خانہ خاص، انجمن ترقی اردو، پاکستان جواب نیشنل میوزیم پاکستان، کراچی زیست ہے) کے فوٹو اسٹیٹ کے لئے، اس وقت انجمن کے صدر نشین، عالمی شہرت یافتہ شاعر اور ماہرِ ادب و ادبیات، جناب جمیل الدین عالمی کامنوں ہوں، عالی جی میری گزارش پر اس کا ٹکس فوراً بھیجا اور میں نے اس کے مصارف بھیجنے چاہے، تو لکھا۔ اس کا ذخیرہ میں میرا بھی کچھ حصہ ہو جائے گا، بہر حال عالی صاحب کا بھی بہت بہت شکریہ!

مجموعہ فرخ آباد اصل نسخہ پہلی مرتبہ مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی امرہوی کے ہاتھوں میں نظر سے گزرا تھا، مولانا کی وفات کے بعد مولانا کے بھتیجے، ڈاکٹر ثار احمد صاحب فاروقی کی عنایت سے، اس کا فوٹو اسٹیٹ ہمدست ہوا، مجموعہ رام پور (مکتوبہ بدست مولانا سید احمد حسن امرہوی) کا فوٹو اسٹیٹ بھی ڈاکٹر فاروقی صاحب نے فراہم کیا، اللہ تعالیٰ دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے۔

اوراق کراچی کا ٹکس پاکستان کی ایک علمی باذوق شخصیت، جناب راشد شیخ کی کاوش کا مرہون منت ہیں، راشد شیخ صاحب نے خاصی جدوجہد کے بعد، ان تک رسائی حاصل کی اور ان کے ٹکس فراہم کئے، دلی شکریہ! حضرت مولانا گنگوہی کے بقلم خودنوشتہ دو فتوے، برصغیر ہند پاکستان کے نامور خطاط اور راقم سطور کے نہایت مشفق، شاہ نفیس الحسینی صاحب کے ذاتی ذخیرہ میں تھے، حضرت شاہ صاحب نے ان کے ٹکس سے ممنون و شرف فرمایا، اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے، اور شاہ صاحب کے درجات بلند فرمائے۔

اپنے ایک علمی کرم فرما، جناب شبیر احمد صاحب میواتی (لاہور، پاکستان) کو بھی کلماتِ تکرپش کرتا ہوں، میواتی صاحب سے علمی اشتراک اور خلوص کا رشتہ دسیوں سال پرانا ہے، اس کام میں بھی ان کی معلومات سے مفیدہ دلی، کئی نسخوں، فتاویٰ کا پتہ چلا، حضرت گنگوہی سے متعلق نئی تحریروں، کتابوں تک رسائی ہوئی، اور یہ سلسلہ جاری ہے، اس سے بھی میواتی صاحب کا دلی شکریہ واجب ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء واحسن الیہ۔

آخر میں ان تمام معاونین اور رفقاء کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں، جن سے اس کام میں موقع بہ موقع نسخوں کی نقل، مقابلہ حواشی کے لئے، تاخذ اور عبارتوں کی جستجو وغیرہ میں کم زیادہ، کسی بھی درجہ کا چھوٹا بڑا تعاون حاصل رہا، ان سب کا بھی تہہ دل سے ممنون و شکر گزار ہوں۔ اگرچہ کاغذ کے سفینہ پر ان کے نام درج نہیں، مگر دل کی گہرائیوں میں ان کی یاد اور ان کے لئے جذبہ تشکر موجزن ہے۔

سلام ماہرسانید ہر کجا ہستند

حضرت مولانا گنگوہی کے قلم سے تحریر اور جملہ قلمی اور مطبوعہ فتاویٰ کی، جو اس مجموعہ میں شامل ہیں، اصل سے مقابلہ اور تمام حواشی و آمخذ و مصادر سے، حتی الامکان مطابقت و تصحیح میں، آخری معاون کے طور پر، مکرئی مفتی محمد واصل صاحب گدھی دولت، کاندھلہ اور ہمارے ادارہ کے ایک وقتی کارکن مولوی تنویر عالم صاحب اریاوی کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔ فجزاھما اللہ خیر الجزاء۔

اپنے کمپوزر مولوی شہاب الدین صاحب بستوی کا بھی ممنون ہوں، کہ انہوں نے خوبصورتی اور صفائی کے ساتھ اس کی کمپوزنگ کی۔

قارئین کرام سے رخصت ہوتے ہوئے دو گزارشات اور کرنا چاہتا ہوں، اس مجموعہ میں حضرت مولانا گنگوہی کے جو بھی فتاویٰ اور تحریریں نقل ہوئی ہیں، ان میں سے تقریباً ایک تہائی فتاویٰ کی، حضرت مولانا کے قلم سے نوشتہ اور باقی کی معتبر ترین نقیض یا مجموعہ راقم سطور کے پاس محفوظ ہیں، اس لئے اس مجموعہ کے کسی بھی فتویٰ کے کمزور، مشتبہ یا غیر معتبر ہونے کا فیصلہ کرنے سے پہلے، ان کا براہ راست مطالعہ و ملاحظہ فرمائیں، میں ان شاء اللہ جب تک موجود ہوں، اس خدمت کے لئے حاضر و متیاب ہوں۔ دوسرے اس میں جو بھی فروگزاشت کی کوتاہی رہ گئی ہو، یا کہیں حضرت کے کچھ فتاویٰ وغیرہ موجود ہوں، تو ان کی نشاندہی سے ممنون فرمائیں۔ والاحقر علی اللہ تعالیٰ

اس وقت جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے، یہ علمی سفر اختتام کو پہنچ رہا ہے، میرا دل دعا گوئی سے معمور اور زبان کلمہ شکر سے لبریز ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز خدمت بضاعت عزاجات کو قبول فرما کر، میرے، میرے والدین گرامی اور اسلاف و اخلاف کے لئے، سلمان نجات اور ذریعہ مغفرت بنائے۔ قارئین کرام اور مستفیدین سے درخواست ہے کہ ناچیز مرتب کو حیا و مینا دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں۔

فرض نقشے است کہ کز ما یاد ماند کہ ہستی را نمی یافتم بقائے

مگر صاحب دلے روزے بہ رحمت کند در حق این مسکین دعاے

فلحمد للہ الاولیٰ و آخریٰ و ظاہراً و باطناً، و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین و من تبعہم باحسان الی یوم الدین۔

آثم و نا کارو

راقم نور الحسن راشد کاندھلوی

۲/ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

محدث دوراں، افقہ زماں، عالم ربانی
رحمہ اللہ

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

فتاویٰ رشیدیہ اور زیر نظر مجموعہ باقیات فتاویٰ رشیدیہ

چند پہلو اور مختصر معلومات

نور الحسن راشد کاندھلوی

عاصمتہ الہند دہلی کے اس جنوبی [مائل بہ مشرق] خطہ یا علاقہ میں، جس کو دریائے گنگا و جمنا سے گھرا ہوا ہونے کی وجہ سے، دو آبہ [گنگا و جمنا] کہا جاتا ہے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر، ایسی دس بارہ چھوٹی بڑی بستیاں، یا ایسے قصبہات آباد ہیں، کہ جن کا برصغیر ہند کی آخری دور کی، دینی علمی عرفانی کارناموں اور اصلاحی عملی جدوجہد میں بہت بڑا حصہ رہا ہے، ان بزرگوں، علمائے کرام، محدثین و مفسرین، مصنفین اور اہل فضل و کمال کی وجہ سے، اس خطہ کو پوری مسلم دنیا میں ایک احترام اور دینی نسبت حاصل ہے۔ اگرچہ اب وہ چراغ گل ہو چکے ہیں، ان محفلوں کے دما سے ٹھنڈے پڑ چکے ہیں اور بعض بستیوں میں تو یہ جاننے والا بھی کوئی نہیں رہا، کہ فلاں فلاں کون تھے، نہ ان کے اعمال اور طریقہ کار میں دلچسپی باقی ہے، نہ ہی ان کے احوال و سوانح اور علمی ورثہ کو زندہ و تازہ کرنے میں، تاہم ان بزرگوں کی نسبت اور خدمات و اثرات کی وجہ سے، اب بھی ان بستیوں کا نام، لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں زندہ ہے اور یہاں کے حضرات کی دینی علمی خدمات اور کارنامے، پوری دنیا اور ملت اسلامیہ کے لئے پیغام عمل اور اسوۂ حیات بنے ہوئے ہیں۔

بہر حال ان ہی بستیوں یا قصبہات میں سے ایک قصبہ، گنگوہ [Gangoh] بھی ہے، جو مغل دور حکومت سے ضلع سہارنپور کا حصہ چلا آ رہا ہے۔ اس قصبہ کی قدیم تاریخ بھی، اس علاقہ کے اور قصبہات کی طرح تاریخ کے اندھیروں میں گم ہے۔ ان بستیوں بلکہ پورے علاقہ کی، ماقبل مسلمانوں کی سرگذشت کے متعلق کچھ کہنا ممکن نہیں۔ ہندو روایات

اور دیو بالا [Metha Logy] کی رو سے تو اس علاقہ کی بعض آبادیوں [قصبات] کی تاریخ مہابھارت کی لڑائی، یعنی تقریباً ڈھائی تین ہزار قبل مسیح تک جاتی ہے، مگر ان روایات و اطلاعات کی تصدیق نہایت مشکل ہے۔

دہلی میں مسلم دور حکومت کے آغاز کے بعد بھی تقریباً دو صدیوں تک، ان بستیوں اور یہاں کی کسی شخصیت کا، کوئی معتبر تذکرہ و تعارف نہیں ملتا، صرف اس قدر معلوم ہے کہ اس علاقہ میں کوئی باقاعدہ نظام آبادی اور حکومت نہیں تھی، بلکہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں تھیں، جن کو اس دور کی اصطلاح میں گڑھی [Gadhi] کہا جاتا تھا، اس میں کسی ایک بڑے خاندان کے مختلف قربت داروں کا علیحدہ علیحدہ نظام ریاست تھا، جو کسی ایک بڑے انتظام سے جڑا ہوا نہیں تھا، ہر ایک زمیندار یا راجاوارہ، اپنی حدود چہار دیواری میں حاکم تھا، نہ باہر کی دنیا سے، ان کے زیادہ روابط کا پتہ چلتا ہے، نہ ہی ان کے نظام اقتدار کے خاص شعبوں اور طریقہ کار کی خبر ملتی ہے۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ ان ریاستوں کا تاریخ کے اوراق پر معتبر تذکرہ اور برصغیر کی عہد اسلامی کی تاریخوں میں ان کا نام نہیں آیا۔

اس پورے خطہ میں مسلمانوں کے آنے اور قیام فرمانے کی اطلاعات کا، عموماً آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی ۱۳۰۰ء کے بعد) سے آغاز ہوتا ہے، اس وقت بھی کسی بڑی بستی کے آباد ہونے، یا اس کے متعلق تاریخ کی روایت کا تسلسل نہیں ملتا، بلکہ جو شہر ان روایات کا تعلق اس نواح کی بستیوں اور ان کے اطراف میں موجود، بزرگان دین اور مشائخ کرام سے ہے، جو حکومت اور اقتدار کے ہنگاموں، شہروں کی ترقیات و زینت اور هجوم غلاتق سے یکسو ہو کر، عبادت و ریاضت کے خیال سے اس نواح کے گھنے جنگلوں، آبادیوں سے دور مقامات اور چشموں کے کناروں پر پہنچ کر، خاموشی سے قیام فرما ہو جاتے تھے اور اپنے تمام اوقات ذکر و فکر اور یاد الہی میں گزارتے تھے، پھر جیسے جیسے ان کے کمالات کی خوشبو بھکتی اور ان کے روحانی زحمات کی آواز آبادیوں تک پہنچتی، یہ پرانے آبادیوں میں تبدیل ہو جاتے اور ان حضرات کی جانب مخلوق کی رجوعات کی کثرت، ان بے نام و نشان گوشوں کو، گھستائیں اور قابل قدر آبادیوں میں تبدیل کر دیتی تھی۔ گنگوہ کے سلسلہ میں بھی اسی قسم کی روایات ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے ایک عارف کامل تنہا تشریف لائے، اس وقت یہ جگہ ایک چھوٹے سے راجہ گنگ کی ریاست یا بڑی گڑھی [Badi Gadhi] تھی، جس کی بعد میں مسلمانوں کی ایک جمیعت سے معرکہ آرائی ہوئی، جس میں وہ راجہ مارا گیا، (۱) یوں یہاں مسلمانوں کے آنے، آباد ہونے کا راستہ کھل گیا۔ وقفہ وقفہ سے کئی گھرانے اور مختلف خاندانوں کے

(۱) یہ روایت کسی قدر تفصیل سے، مفصل سہارنپور راجہ پر میاں ان کے گلی نپ نامہ میں درج ہے۔ مورال نند کشور [ڈپٹی کلکٹر، ضلع سہارنپور ۱۸۷۷ء] نے بھی اپنی کتاب "نمائش سہارنپور میں تھی" سے لکھا ہے۔

"مفسر کرتے ہیں کہ راجہ گنگ نے اس جگہ کو اپنے نام سے آباد کیا ایک عرصہ بعد راجہ پرکاش باب تک موجود ہے۔ تاریخ سہارنپور ص ۳۵۰ ضلع سہارنپور، ضلع سہارنپور ۱۸۷۷ء۔"

اصحاب یہاں آتے اور آباد ہوتے رہے، اسی میں وہ ایوبی، انصاری خاندان بھی تھا، جس کا ہندوستان میں سرسل [Sarsil] (۱) سے عروج و فروغ ہوا، اس خاندان کے چند افراد سرسل سے ترک اقامت کر کے، سہارنپور آئے سہارنپور سے اسی گھرانہ کی ایک شاخ رام پور منتقل ہوئی، گنگوہ رام پور کے قریب ہے۔ دونوں بستیوں کے خاندانوں میں درشت داریوں کی نسبت قائم ہوئی دونوں خاندانوں میں عزیزانہ تعلقات اور قربت داری کا سلسلہ ہمیشہ رہا۔ حضرت مولانا گنگوہی کے دادا، قاضی پیر بخش تک یہ شاخ بھی رام پور میں رہتی تھی مگر قاضی پیر بخش اپنے ماموں شاہ قطب علی کی گنگوہ میں، سخت مخالفت و خصامت کی وجہ سے رام پور ترک کر کے گنگوہ آ گئے تھے۔ قاضی پیر بخش کا گنگوہ میں نکاح ہوا، اور تین فرزند تولد ہوئے، ان میں سے ایک مولوی ہدایت احمد [حضرت مولانا گنگوہی کے والد ماجد] تھے۔

اس خاندانہ کے رامپور [منہارن] سے گنگوہ منتقلی کا سبب، آنے والے اصحاب ان کا دور اور اس سلسلہ کی معلومات مفقود ہیں، صرف شجر نسب کی چند کڑیاں یا واسطے معلوم ہیں، جو اس طرح ہیں:

شجرہ نسب حضرت مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی بن قاضی اکبر بن قاضی محمد سالم انصاری۔

یہ کس سات واسطے ہوئے، جس سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ قاضی سالم گیارہویں صدی ہجری کے اوائل [سولہویں صدی عیسوی کے آخر] میں حیات ہوں گے، قاضی سالم کے اجداد، سلسلہ نسب اور دیگر تفصیلات دستیاب نہیں۔

والد ماجد حضرت مولانا کے والد، مولانا ہدایت احمد، عالم فاضل، صاحب نسبت شخص تھے، خانوادہ ولی اللہی کے علماء [غالب شاہ محمد اسحاق سے؟] تلمذ تھا، حضرت شاہ غلام علی نقشبندی ہے سلوک طے کیا اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ (۲)

(۱) سرسل پرانے سیر شاہ اور مولانا طبعی ہفت میں، بدوت سے سیر شاہ جانے والی مرکز پر موضع بنوی اور جوہڑی کے درمیان، مرکز کے کسی قدر قاصد پر واقع تھا، جو کئی عاشر میں ایک تہہ پر آباد ہو گیا تھا ملک بدویشی اس کی نشانی موجود ہے اور اس کے دور اور اس خاندان کے جدا جدا شیخ حال الدین کا مدفن ہے۔ اس لوح کے متعدد انصاری خاندانوں کا سلسلہ نسب شیخ حال الدین سے وابستہ ہے تفصیلات کا یہاں موقع نہیں، اس خاندان، اس کی ذیلی شاخوں اور ان کے نسب کی بھی تحقیق میں اسی خانوادہ سے وابستہ جناب شیخ الدین صاحب اکبر آباد طبعی بھنور بونہی پر نیاز از انجمن رجال تعلیم مل گزرا۔ انے واقع مطالعہ اور تحقیقات کی ہیں اور اس انصاری خاندان پر، شیخ الدین صاحب کی تفصیلی کتاب زیر مباحثہ ہے۔

(۲) تذکرۃ الرشید ص ۱۷۱، اصل اول، طبعی اول۔ جانی انجم ساؤ احمد [مولانا ہدایت احمد کی شاہ غلام علی سے خلافت و اجازت کی، اگرچہ تذکرۃ الرشید وغیرہ میں صراحت ہے مگر وہ بعضی جملہ مقامات مظہری] ۱۲۱ لیلیہ۔ حضرت شاہ عبدالحق مہدی، میں حضرت شاہ غلام علی کے خلفاء کی جو مسلسل فہرست ہے، اس میں مولانا ہدایت احمد کا نام درج نہیں۔ علاحدہ طور پر ذیل ارض ۱۵۸۸ء تا ۱۸۰۰ء طبعی احمدی دہلی ۱۲۶۰ھ [تین اور بھی مختلف تذکروں میں شاہ عبدالحق کے بعض اور خلفاء کے نام بھی ملتے ہیں ان کا بھی جو بعضی میں تذکرہ نہیں ہے۔

کریم بخش بختیاری کی خدمت میں اقدس کتبوں پر ایک حیرت انگیز قلمی کام ایک موقع پر مولانا کریم بخش صاحب نے قلم کے غم سے اور ایک دلچسپ صاحب سے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت مولانا کی بیانت کا کمال تھا کہ وہ شخص جو بے شمار سے حکایتوں پر مشتمل تھا، اس کو حضرت مولانا نے سمجھوتہ و لایب کر دیا (۱) چنانچہ صاحب روایات کی تحولات مکمل کرنے کے بعد حضرت مولانا مملوک اعلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اعلیٰ کتابوں تک روایات کا خلاصہ حضرت صاحب ذوالفہم نے مکمل کیا۔

اسی زمانہ تعلیم و تدریس میں حضرت مولانا محمد قاسم سے قریبی تعلقات ہوئے اور خانہ دان کی قربت اور تعارف کی وجہ سے دونوں سے آپس میں نہایت گہرے ایسے تعلقات ہو گئے تھے۔ جو پوری زندگی جاری رہے۔

حضرت مولانا مملوک اعلیٰ کے علاوہ مولانا شاہ احمد سعید مہدی، والد ماجد حضرت شاہ عبدالغنی، مولانا مفتی عبداللہ بن آزادہ اور حضرت شاہ عبدالغنی مہدی دہلوی، حضرت مولانا کے بڑے ساتھیوں میں شامل ہیں۔ شاہ عبدالغنی کے علاوہ حضرت سے کس وقت کس قدر اور کتنے عرصہ تک تلمذ و استفادہ کیا، کس سے کون سی کتابیں و علوم افغان پڑھے اور ان میں کون کون صاحبان، حضرت مولانا انگٹوی کے رفیق و ہم سفر تھے۔ انہوں نے کس کی تعلیمات دریافت کیں۔ یہ ہم حضرت مولانا انگٹوی کے مختلف لکچر اور بعض تقریرات افغانی کے ضمنی احادیث سے ان تمام حضرات سے باقاعدہ تلمذ و استفادہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت مولانا انگٹوی اور حضرت مولانا محمد قاسم کے ہم سفر ہونے کی روایات؟ ان دونوں حضرات کے احوال و تذکرہ میں عموماً نقل کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں حضرات گویا شروع سے اخیر تک تمام کتابوں میں رفیق و ہم سفر تھے۔ یہ روایت صحیح نہیں۔ حضرت مولانا مملوک اعلیٰ کے یہاں ممکن ہے کچھ کتابیں ساتھ پڑھی ہوں، پادری کاٹیج میں ساتھ اچھا دیا ہو مگر اور کتابوں میں ہم درس ہونے کی تصدیق مشکل ہے۔ حضرت مولانا انگٹوی کے دونوں بڑے ساتھیوں مولانا مفتی عبداللہ بن آزادہ اور مولانا شاہ احمد سعید مہدی سے حضرت مولانا انگٹوی کا تلمذ و تلمذ نہیں اور اس کی بھی کوئی شہادت و تصدیق نہیں کہ حضرت مولانا انگٹوی، شاہ عبدالغنی کے یہاں درس حدیث میں۔ حضرت مولانا محمد قاسم کے رفیق تھے۔

اس سلسلہ میں یہ بھی قابل توجہ ہے کہ حضرت مولانا انگٹوی نے دہلی میں صرف چار سال گذارے مولانا ماسٹر علی کی اطلاع کے مطابق عمر کے ایک سو بیس سال تقریباً۔ ۱۳۵۵ھ میں تعلیم سے فارغ ہو کر ٹیٹن دہلی آ گئے تھے مگر حضرت مولانا انگٹوی کی تعلیم سے فراغت کا سن حتیٰ طور پر معلوم نہیں۔ یہ ظاہر اس کے بعد کا ہے اس لئے دونوں کو ہم سفر کہہ کر لکھنا صحیح نہیں۔

تلاشِ معاش، ملازمت اور تجارت کتب

دنوں وطن میں رہے، بعد میں سہارنپور میں نواب شائستہ خاں کے یہاں (قلعہ نوبان) میں ملازم ہو گئے تھے، شاید دس یا بیس روپے (ماہانہ) انجوا تھی، خود ایک موقع پر، حضرت مولانا نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

”جس زمانے میں ہم پڑھتے تھے اس زمانہ میں عربی پڑھے ہوؤں کی بڑی قدر تھی، منصفی اور صدر الصدوری وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے عہدے ملتے تھے، چنانچہ ہمارے ساتھ کے پڑھے ہوئے اکثر لوگ بڑے بڑے عہدوں پر نوکر ہوئے۔ ماموں صاحب نے میرے لئے بھی سعی کی، مگر میں نے منظور نہیں کیا، اس پر ماموں صاحب ناخوش ہوئے، جب وہ سمجھ گئے کہ یہ انگریزی نوکری ہرگز نہ کرے گا، تو انہوں نے مجھے بہت ہی مجبور کیا اور ایک رکش کے ہاں تعلیم پر نوکر کرادیا، ماموں صاحب کی سفارش سے وہاں خوب قدر و عزت ہوئی، مگر ہم چند ہی روز میں نوکری چھوڑ کر چلے آئے، آخر ماموں صاحب سمجھ گئے کہ اسے کچھ کرنا نہیں ہے، پھر مجھ سے کچھ نہ فرمایا اور ناخوش بھی نہیں ہوئے“ (۱)

ملازمت چھوڑنے کے بعد، تصنیف و طباعت کا کام شروع کیا تھا، اس وقت سے وطن میں رہے، حضرت مولانا کی کتابوں میں سب سے پہلی دستیاب تالیف، نصبۃ الشبعا ہے، اس کے آغاز پر، حضرت مولانا نے اپنے لئے ”ابو جحود کتب فروش“ کی نسبت تحریر فرمائی ہے، یہ کتاب جمادی الاخریٰ ۱۲۸۸ھ (اگست ۱۸۷۸ء) کی تالیف ہے، اگرچہ کوئی تحریری شہادت دستیاب نہیں مگر خیال ہوتا ہے کہ حضرت مولانا کو کتابوں کی تجارت و اشاعت یا کسی اور کاروبار سے، اچھی آمدنی اور یافت ہوئی ہوگی، اس لئے اسی سال حضرت مولانا نے حج اسلام ادا کرنے کا ارادہ فرمایا، اگرچہ اس کے اکثر مصارف حضرت کے ایک خاص محب اور عزیز نے اپنے ذمے لے لئے تھے، (۲) اس سفر کے بعد، حضرت مولانا فکرِ معاش سے بالکل نیکو ہو گئے تھے، اور سفر حج سے واپسی کے بعد اور کتابوں کے علاوہ، درس حدیث خصوصاً صحیحین اور اعلیٰ کتابوں کا درس شروع فرما دیا تھا۔ مؤلف مزیدہ الفاظ طرے لکھا ہے:

(۱) یہی حضرت مولانا فتاویٰ کے ایک مکتوب میں ہے

”مولانا کو ایک مدت تک شائستہ خاں کے قلم میں (سہارنپور) میں، شاید دس یا بیس روپے کما تھی۔ میں اب جو سہارنپور گیا تو مولانا سے اس کے موقع پر (ابو جحود) کچھ کتابوں میں مولانا کا قلم تھا۔ یاد رکھو مولانا کی بہت خاطر کرتے تھے“

پیش الا کام جمود مکتوبات شامل الفصل للوصل ص ۳۹۰ طبعی ماہ ۱۳۳۵ھ

(۲) پہلی حج کی تصدیق، ۱۲۸۸ھ (مارچ ۱۸۷۸ء) کا ہے، حضرت مولانا کو تین سال پہلے مولانا کاظمی نے اپنے مکتوب میں، حافظہ علی اور مولانا علی قاسم کو کوفی، مولانا قاسم کو کوفی کے ہم خطوط میں تذکرہ کیا ہے، یہ تصدیق کہیں اور نہیں ملتی۔ قلم سحر نے ان مکتوبات کی بروقت نہ اور کوئی وجہ کے ساتھ محب کر کے جمع کات کے نام سے شائع کر دیا تھا۔ جس کے حق میں قلم ہو چکے ہیں۔ فی الوقت کہ اب ہے۔

”او گمان قبل سفر الحجاز فی السمرۃ الثالثة یقرئ فی علوم جدیدہ من الفقه والاصول
والکلام والحديث والتفسیر، وبعد العود من الحجاز فی السمرۃ الاخرۃ الخراج اوفاته
لدرس التصحاح السنۃ، التزم ان یدرسها فی سنۃ واحده، وکان یقرئ جمیع
السرمدی اولاً، وبذل جهده فیہ فی تحقیر المسن والإسناد، ودفع التعارض، وترصیح
أحد الجانبین، ونشید المذهب الحق، ثم یقرئ الکتاب الاخر من امی داود
فصحیح البخاری، وعلم فالسائی وابن عابدہ سر دا، مع بحث قليل فیما یعلق
بالکتاب“ (۱)

ترجمہ: حج کے تیسرے سفر سے پہلے مختلف علوم بخوان، پھر حصول حکم بعد بیٹہ تعمیر کاروں دینے کے کر
اس آخری حج کے بعد اپنے تمام درجات صحابہ سے کہہ دے کہ لے فارغ کر لے اور اس کا احترام کیا کر
ان سب کو ایک سال میں چار بار پڑھائیں اور اس میں ترتیب یہ تھی اسب سے پہلے سنن ترمذی چار بار پڑھائے تھے
اس کے متن اور سند کی تحقیق میں روایات کے اشتباہات کو دور کرنے اور ایک جانب کو ترجیح دینے اور
مذہب حق کے ثابت کرنے میں اعلیٰ وجہ کی کوشش فرماتے تھے۔ پھر اور کتابیں چار بار پڑھائے تھے خصوصاً
سنن ابوداؤد، پھر حج افشاری اور حج مسلمہ پھر نسائی پھر ابن ماجہ روایت کے طور پر جس میں صرف متن
کتاب کے حوالے سے قلیل گفتگو فرماتے تھے۔

دوسری و تعلیم کی ابتداء اور پہلے شاگرد اس دور کے طالب علم اپنے زمانہ تعلیم و تدریس سے ہی اس کام میں

لگ جانے کی کوشش کیا کرتے تھے جس کے لئے وہ خود اساتذہ کرام کی خدمات میں حاضر رہتے تھے۔ یہ درس و تعلیم عربی
و شریعت کے مختلف گوشوں کی حسب ایاقوت و استطاعت خدمت اور اس کے کاردار اور قائل کوۃ کے بن جانے کی بات ہوتی
تھی، حضرت مولانا گنگوہی نے بھی یہی کیا۔ حضرت مولانا جلالی کے زمانہ تعلیم میں مولانا محمد مہمان دہلوی کی کتابوں کی تعلیم اور
اسبقی کا سلسلہ شروع کر دیا تھا ایسے موقعوں پر طالب علموں کی تعداد محدود ہوتی ہے اور مولانا اپنے سے بڑے و جد میں چار بھنے
داؤں سے، خانہ قاضی عزیز اور بہت ترقی لوگوں کے سچے بھی چار بھنے اور کدا اٹھاتے ہیں، اسی مضمون اور روایت کے مطابق،
حضرت مولانا کی طالب علمی کے دوران، جس طالب علم نے حضرت مولانا کے سامنے کوئی مرتبہ تعلیم کے لئے کتاب کوئی دیا
مولانا کا محمود و بھائی تھے اور جب حسن قرار ہے کہ مولانا کا محمود (جو حضرت مولانا نانوتوی کے بھی شاگرد تھے) اور

(۱) انوارِ اقدسِ شاہیہ، ج ۱، صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸

دیوبند [دارالعلوم] کے سب سے پہلے استاد و مدرس مقرر کئے گئے، ان کے بعد حضرت مولانا کے وہ مامول زاد بھائیوں، مولوی ابوالقاسم، اور مولوی ابوالنصر گنگوہی کو نسبت تلمذ حاصل ہوئی۔ دونوں نے بعد میں مختلف علماء سے درجاتِ علم کی تکمیل کی اور حضرت مولانا سے ہمیشہ رابطہ بنائے رکھا، خصوصاً مولانا ابوالنصر، ہمیشہ حضرت مولانا کے دست و بازو اور ہر اک معاملہ میں، حضرت مولانا کے رفیق و ہم قدم رہے۔

حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں، مولانا ملا محمود دیوبندی اور مولانا منور علی [نگوڑ ضلع سہارنپور] کی تعلیم کے لئے رسائی اور حضرت مولانا کا ان کو درس دینا، ایک حرج مخفی کی کلید اور ایک چشمہ علم و حکمت کی دریافت جیسا تھا۔ حضرت مولانا کے اس درس انفرادیت معنویت اور اہمیت لگوں کی خوشبو کی طرح آہستہ آہستہ عام ہونی شروع ہوئی، یہاں تک کہ اس کا شہرہ اور تغلقہ برصغیر ہند، پاکستان، بنگلہ دیش [کی سرحدوں سے گزر کر، دور دراز ملکوں تک پہنچا، سیکلنگروں با کمال افراد، جید علماء، قابل مدرسین اور برہمابریس سے خدمت و درس حدیث میں مشغول، اساتذہ اور فاضلان حدیث، حضرت مولانا کی خدمت میں آنے شروع ہو گئے اور اس درس کی معنویت، اس عہد میں بعض خصوصیات میں منفرد ہونے اور اس کے ذریعہ سے احادیث شریفہ کے مفہیم و مطالب کی ایسی گرہ کشائی اور ان کے حقائق و مقاصد کا ایسا ادراک، جس کی کم سے کم اس دور میں کوئی مثال نہیں تھی، نیز مقاصد حدیث تک پہنچنے اور ان سے گراں بہا اہل و گہر تلاش کرنے اور ان کو اہل خرد، ارباب ذوق طلباء اور عالمان حدیث تک پہنچانے کی، جو بات اور جو شان اس درس میں پائی جاتی تھی، بلاشبہ نہ صرف اس دور میں اس کی مثالیں معدوم تھیں، بلکہ اس سے پہلے زمانوں میں بھی ایسی وقت نظر، ایسی فہم اور بے نظیر غرق کی دولت، گفتی کے چند اکابر محدثین کے حصہ میں آئی تھی۔ بلاشبہ حضرت مولانا کے قریبی دور اور خود حضرت مولانا کے صحن حیات بھی، بڑے بڑے علماء، حدیث کے فاضل اور اصحاب درس و افتادہ موجود تھے، لیکن حضرت شاہ ولی اللہ نیز شاہ عبدالعزیز اور حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے علاوہ کون ہے جس کو درایت و فہم حدیث میں، حضرت مولانا کے ہم پایہ کہا جاسکے؟

محدثانہ شان اور فقہائے محدثین میں عالی مرتبہ خدمت حدیث میں، حضرت مولانا کے مقام و مرتبہ بلکہ عالی فہم اور درایت حدیث میں انفرادیت کا متعدد علمائے کرام اور اہل نظر نے، اپنے اپنے انداز سے تذکرہ کیا ہے، اس کے نامور نمونات شمار کرائے ہیں اور اس کے محققان واضح کئے ہیں۔ [ایک بڑے عالم، مصنف اور محدث] مولانا محمد یوسف بنوری فرماتے ہیں:

”فكان المحدث فقيه هذه العصور الشيخ رشيد احمد الكوكهي الانصاري رحمه الله،
جمع مع العلوم الراجحة علوم ارباب القلوب و وهب نوراً في القلب يلمع به ما اظلم على

الناس، فكان يأتي بتوجيهات في المشكلات الفقه ومعضلات الحديث، ما خلعت عنها الاسفار الضخمة والمجلدات الكبير، وكان موفقا طيلة حياته المباركة لدرس الامتهات الست، طول النهار غير فترة قليلة في البين، وبقي نصف قرن يدرس الحديث وكتب السنة، لا يلحقه ملل ولا ضجر ولا سامة ولا تعب مع اشتغاله بتربية النفوس وتربية القلوب بالاذكار والتوجه، فكان نفسه الزكية نتجلى كل حين وهذا ماعدا القاء في النوازل والمسائل (۱)

ترجمہ: پس فقید زمانہ حاضرہ، حضرت شیخ رشید احمد گنگوہی انصاری رحمۃ اللہ علیہ، مروجہ علوم کے ساتھ ساتھ اہل دل کے علوم کے بھی جامع تھے، انہوں نے دلوں کو ایسا نور بخشا، جس سے لوگوں پر اندھیرا روشن ہو گیا۔ آپ فقہ اور حدیث کے مشکلات کی ایسی ایسی توجیہ فرماتے کہ جس سے بڑی بڑی ضخیم کتابیں بھی خالی ہیں، آپ اپنی ساری مبارک عمر میں، سارا سارا دن سوائے تھوڑے سے درمیانی وقفے کے، صحاح ستہ کی درس و تدریس کی توفیق سے سرفراز رہے، اور نصف صدی تک حدیث و کتب سنت کی اس طرح تدریس فرماتے رہے، کہ جس سے نہ آپ کبھی شکست خاطر ہوئے اور نہ کبھی تنگھے، باوجود اس کے کہ آپ کو ذکر کے ذریعے نفوس کی تربیت و قلوب کے تصفیہ اور توجہ کے ساتھ مشغولی ہوتی تھی، پس آپ کا پاکیزہ نفس ہر وقت متجلی رہتا تھا اور یہ کام، حوادث مسائل میں افتاء کے علاوہ تھا، آپ جس طرح کہ ارشاد و تربیت نفوس اور صحاح ستہ کی درس و تدریس کے لئے مرجع خلائق تھے، اسی طرح آپ حوادث کے مشکل مسائل کے بھی مرجع خلائق تھے۔“

حضرت مولانا درس حدیث میں جن نکات و خصائص پر توجہ فرماتے اور جن مسائل و مشکلات کے حل کرنے کی کوشش فرماتے تھے، وہ خود حضرت مولانا کے الفاظ میں درس اور فہم حدیث کا اصل مقصود ہے۔ حضرت مولانا نے ایک مجلس میں اپنے طریقہ درس کی وضاحت کرتے ہوئے، ارشاد فرمایا:

[حدیث میں اصل مقصود کی طرف توجہ رہی، اصل مقصود یہ ہے کہ اشکال حدیث کا حل کیا جائے، تعارض رفع کیا جائے، مسئلہ ثابت کیا جائے، تفقہ حاصل ہو، اسی کی طرف میرا خیال رہا۔ حنفی شافعی جوہوں، اپنا مسئلہ ثابت کریں۔ (۲)]

(۱) مقدمہ الامام الدارمی علی جامع البخاری

(۲) دہلی نورس کے اطراف (سرخس دہلی، دیوبند، گنگوہ وغیرہ) از مولانا عبدالحی حنفی (مؤلف: نزہۃ النواظر ص ۱۲۹-۱۳۰ دہلی ۱۹۵۸ء)

حضرت مولانا گنگوہی کے افادات حدیث اور فقار پر درس کو پڑھ کر، سمجھ کر، اور ان سے اخذ واقعات کر کے، مولانا بنوری نے بھی یہی سمجھا تھا۔ مولانا بنوری نے ایک اور موقع پر لکھا ہے:

”حضرت شاہ ولی اللہ نے فقہ فی الہدیت کا جو پودا لگایا تھا، حضرت گنگوہی نے اسے تناور درخت بنا دیا، اسی طرح نور باطن اور تعلق مع اللہ سے حدیث سمجھنے کا سلسلہ، حضرت گنگوہی پر ختم ہو گیا۔ حضرت گنگوہی کو اللہ تعالیٰ نے فقہت نفس سے سرفراز فرمایا تھا، مسلک حنفی کو اولاد حدیث سے ثابت کرنا اور جو حدیث بظاہر مخالف نظر آئے، اس کا جواب دینا، حضرت گنگوہی نے اس فریضہ کو کامیابی سے ادا کیا۔ اس کے علاوہ فقہاء حنفیہ متاخرین کی تفریعات، جو حدیث کے خلاف تھیں، ان کی فقہ حنفی سے برأت کی، علاوہ از اس فقہ میں توسع اور تھقیق کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کی۔ شرح حدیث ابن بطل، مہلب، ابن اسین، ابن المہیر، قاضی عیاض، خطابی، بایں حجر یعنی رحمہم اللہ سے بہتر احادیث کی شرح کی۔

الکوکب الدردی اور لامع الدراری میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں، خصوصاً لامع میں حل تراجم کے سلسلے میں، حضرت گنگوہی کی ایسی توجیہات ہیں، کہ عقل حیران ہے، حافظ ابن حجر اور یعنی رحمہم اللہ تعالیٰ کی توجیہات سے فائق ہیں۔ (۱)

مولانا محمد یوسف بنوری نے، ایک سلسلہ گفتگو میں یہ بھی فرمایا کہ:

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد حضرت گنگوہیؒ وہ واحد شخص ہیں، جنہوں نے محض اپنے نور قلب سے حدیث کی مشکلات حل کی ہیں اور کچھ تھوڑا سا حصہ حضرت شیخ الہندؒ کو بھی اس سے ملا۔ (۲)

یہ کہنے اور لکھنے والے حضرات وہ ہیں، جو فن حدیث کے غواص، رمز شناس اور بڑے محقق ہیں اور جو بلا تا مل یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ:

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرف دار نہیں

اور اس میں بھی ذرا شک نہیں کہ مولانا بنوری اور ان کے ہم نوا اصحاب کا یہ فرمانا، بلا شک و شبہ درست ہے، حضرت مولانا گنگوہی جیسی دقت نظر اور غور و اہمی حدیث کی سعادت، اور بے نظیر تبحر و مباحث کا استخراج، کس کا حصہ ہے، یقیناً یقیناً لیس سبق مسئلہ اس لئے حضرت مولانا کے حدیثی افادات و علوم دیکھ کر، یہاں غالب کا دوسرا مصرعہ بھی بلاتا مل دہرایا جاسکتا ہے:

دیکھیں، اس سہرے سے کہدے، کوئی بہتر سہرا

(۱) بنوری نمبر ص ۳۳۳ (۱) ماہنامہ حیات کراچی ۱۳۹۸ھ - ۱۹۷۸ء

(۲) بنوری نمبر ص ۳۳۳ (۲) ماہنامہ حیات کراچی ۱۳۹۸ھ - ۱۹۷۸ء

صحیح بخاری، ترمذی وغیرہ کی درسی تقریریں

شریف کی تقریریں اور افادات ہیں، جو حضرت مولانا کے متعدد شاگردوں نے، اپنے اپنے زمانہ تدریس تعلیم میں محفوظ اور قلم بند کر لئے تھے۔

جس میں سب سے بڑا سرمایہ اور اہم ترین خدمت وہ ہے، جو مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور ان کے رفیق درس اور عزیز مولوی رضی الحسن کاندھلوی نے تحریر و مرتب کی تھی، شیخ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے، ان افادات یا تقریروں پر، نہایت قیمتی فوائد و اضافات اور مفصل حاشیوں کا اضافہ کر کے، ان کو اس شان سے شائع کیا، کہ ان میں سے ہر ایک مجموعہ، بڑی شروعات کا قائم مقام اور علم حدیث کے علماء کے لئے، بیش قیمت تحفہ ثابت ہو۔ صحیح بخاری کے افادات اللامع الدواوی کے نام سے سنن ترمذی کے الکوکب الدری کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں اور پوری ملی دنیا میں علمائے کرام اور حدیث شریف کے شائقین کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور اپنی بڑی جلدوں اور ضخامت کے باوجود، کثرت سے چھپتے رہتے ہیں۔

حدیث شریف کی شرح، اس کی تعلیم اور مذاہب فقہاء سے اس کی صحیح تطبیق، متعارض احادیث میں وجہ ترجیح اور بعض مطالب کی وضاحت میں، مولانا کی وقت نظر اور غیر معمولی دسترس کا تو حضرت کی درسی تقریروں کے مطالعہ سے ہی اندازہ کیا جاسکتا ہے، خصوصاً حضرت مولانا احادیث شریف کی جو توجہات و شروحات کی وجہ سے ہی، حضرت مولانا کو، امت کے اہم ترین محدثین اور شارحین حدیث میں شمار کیا گیا ہے۔

حضرت کے درسی حدیثی افادات و فرمودات، سب سے پہلے کس نے جمع کئے، راقم کو سراغ نہیں ملا، لیکن جو قدیم ترین مجموعہ افادات معلوم ہے، وہ حضرت مولانا کے ایک شاگرد، مولانا شرف الحق دہلوی کا مرتبہ و مکتوبہ تھا، جو ۱۳۰۳ھ میں قلم بند کیا گیا تھا۔ ایسا ہی ایک اور مجموعہ جو صحیح بخاری، سنن ترمذی کے درسی افادات و تشریحات پر مشتمل ہے، مولانا فتح محمد تھانوی کا مرتوبہ و مرتبہ ہے۔ ایک اور مجموعہ مولانا نور محمد بخابی، نیز مولانا صادق البقین کرسوی، اسی طرح مولانا مفتی عبدالکریم بخابی کا بھی تھا۔ ایک مجموعہ افادات مولانا ماجد علی جوہپوری کا مکتوبہ ہے، نیز ایک مجموعہ مولانا حکیم رضی الحسن کاندھلوی کے قلم سے ہے، جو حضرت کے آخری درس حدیث میں شامل اور مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے عزیز و ہم سبق تھے۔ جو تقریریں اور افادات مولانا ماجد علی جوہپوری اور مولانا رضی الحسن نے محفوظ کئے تھے، وہی اسی حلقہ درس میں، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے عربی میں ضبط کئے تھے۔ ان مجموعوں میں سے پہلا مجموعہ، مولانا عبدالدین انصاری شیرکوٹی کی کوشش اور اہتمام سے، نفع الشہدی علمی جامع الترمذی کے نام سے، محبوب المطابع دہلی سے ۱۳۲۸ھ میں چھپا تھا۔

یہ مولانا نور محمد پٹاوی کی ۳۰۹ھ میں لکھی ہوئی تقریر کی نقل تھی، جو مولانا فتح محمد تھانوی کے قلم کی یادگار تھی، ان کے نسخہ سے مولانا سید احمد فیض آبادی نے نقل کیا تھا، تاہم مولانا فتح محمد کی لکھی ہوئی مکمل تقریریں اور مولانا ماجد علی نیز مولانا رضی الحسن کے مکتوبہ افادات بنو زعام دسترس سے دور اور مختصر اشاعت ہیں۔

حضرت مولانا گنگوہی کے حدیثی افادات اور وقت نظر کا صحیح عرفان و فیضان اس وقت شروع ہوا، جب مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے فرزند و معید رشید، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے، اپنے والد ماجد کے اس قیمتی ورثہ اور اندوختہ کو، اپنی فکر و محنت اور توجہ کا موضوع بنایا، ایک ایک صفحہ اور طر پر شایان شان محنت کی، اس کے ناقص کو مولانا رضی الحسن وغیرہ کی تقریروں سے مکمل کیا، اس کے نکات کی وضاحت فرمائی، اس کے خصائص پر مفصل روشنی ڈالی اور ان افادات کو سنن ترمذی اور صحیح بخاری کی شروحات کی صورت میں، الکو کب الدی علی جامع الترمذی اور اللامع الدواوی علمی صحیح البخاری کے نام سے شائع کر دیا، ان دونوں کی اشاعت کے بعد ہی، حدیث کے اکثر شائقین کو، حضرت مولانا گنگوہی کی محدثانہ جلالت شان، بے نظیر فہم حدیث اور اصل مطالب کا علم ہوا، اس وقت سے اب تک ان سب کی اشاعت اور ان سے استفادہ کا سلسلہ روز افزوں ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی کا حلقہ درس حدیث، اگرچہ طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے غیر معمولی وسیع نہیں تھا، ہر اک حلقہ درس میں پچیس طلباء تو تقریباً ہمیشہ رہتے تھے، یہ تعداد کبھی کبھی بڑھ کر چالیس یا پینتالیس بھی ہو جاتی تھی، ان کے علاوہ ایسے اصحاب کی تعداد بہت تھی، جو خدمت میں حاضر ہوتے، چند دنوں قیام کرتے اور اوائل یا متون سنا کر، اجازت سے سرفراز ہو کر واپس ہو جاتے تھے۔ دونوں قسم کے فیض یافتگان میں سے بڑی اکثریت یا جماعت وہ تھی، جس نے درس حدیث اور فقہ حدیث کو، زندگی بھر کے لئے خدمت کا محور و موضوع قرار دے لیا تھا، اس وادی میں اپنے استاذ مکرم کے قدم بہ قدم رہنے کی ہمیشہ کوشش کی اور ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی عزت و سر بلندی عطا فرمائی، جس کے لئے حضرت مولانا کا نام زندہ ہے۔

وہی عزت وہی عظمت وہی شان دلاویزی

حضرت مولانا کے شاگردوں کی اس خوبی اور کمال کو، ان سب کے، ایک معاصر، مصنف اور مبصر نے، پوری زندگی دیکھا رہا تھا، اپنی کتاب نزہۃ الخواطر میں اس کا یوں تذکرہ کیا ہے:

وقد رزقه الله من التلاميذ والخلفاء، ما يبدر وجود أمثالهم في هذا العصر، في الاستقامة على الدين، واتباع الشريعة الغراء، ونشر العلم النافع، وإحياء السنن وإصلاح المسلمين، ونفع بهم خلائق لا تحصى بحد وعد (۱)

(۱) نزہۃ الخواطر ص ۱۵۱، ج ۸، ۱۶۲-۱۶۳، ۱۹۸۱ء

اور ان کو حق تعالیٰ نے ایسے شاگرد عطا فرمائے کہ اس دور میں دین پر استقامت، روشن شریعت کے اتباع، علم نافع کی اشاعت سنتوں کے احیاء اور مسلمانوں کی اصلاح میں ان کی مثال نہیں اور ان کے شاگردوں سے اس قدر افراد نے فائدہ اٹھایا ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔

حضرت مولانا کے درس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل کرنے اور اس عالی قدر درس گاہ سے، مطالب و معانی حدیث کا فیضان حاصل کرنے کے لئے، ہزاروں طلبہ حدیث اور دل وادگان حدیث کی طبعیتیں، بے تاب رہتی تھیں، حاضری کے لئے بے شمار دلوں میں آرزوئیں موجیں مارتی رہتی تھیں، مگر ہر اک کے لئے ممکن نہیں ہوتا، کہ وہ اپنے حالات و مسائل کو ایک طرف رکھ کر، اپنے وسائل اور مالی گنجائش و ضرورت کو یکسر نظر انداز کر کے، تعلیم اور خدمت دین کے لئے اپنے گھر اور علاقہ سے نکل سکے، پھر بھی بہت سے اصحاب توفیق، اہل علم و ذوق، حضرت مولانا سے استفادہ اور اجازت حدیث کے لئے، گنگوہ حاضر ہو کر اور اپنا دامن مراد حدیث کے علم، فہم مقاصد اور اس پر عمل کے جذبہ سے پُر کرتے ہوئے، واپس ہوتے تھے۔

حضرت کے شاگرد اور مستفیدین کی تعداد، ایک اندازہ

حضرت مولانا کی خدمت میں کس قدر طلباء حاضر ہوئے اور اطراف عالم کے کس قدر علمائے کرام اور حدیث کے اساتذہ اور فاضلین نے، اجازت حدیث حاصل کی، اس کی نہ کوئی فہرست موجود ہے، نہ ہی اس کا حتمی شمار ممکن ہے، صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت کے شاگردوں اور مجازین و مستفیدین حدیث کی تعداد، یقیناً ہزاروں میں ہوگی، اس وسعت استفادہ اور کثرت تلامذہ کا، خود حضرت مولانا کی ایک تحریر سے صاف اندازہ ہو رہا ہے۔ حضرت مولانا نے اپنے پیرومرشد، حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر کی کے نام ایک خط [مکتوبہ ۱۳۰۶ھ] میں لکھا ہے:

”حضرت مرشد من! علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دور ہوئے غالباً سات سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوا ہے، اس سال (۱۳۰۰ھ) سے اب تک دوسو سے چند عدد زیادہ آدمی، سند حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے درس جاری کیا اور سنت کے احیاء میں سرگرم ہوئے اور اشاعت دین ان سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں، اگر قبول ہو جاوے۔“ (۱)

اس گرامی نامہ میں ۱۳۰۰ھ سے ۱۳۰۶ھ تک چھ سال کے درمیان کے، تلامذہ اور اجازت حدیث سے مستفید اصحاب کی تعداد کا تذکرہ آیا ہے۔ ۱۳۰۶ھ سے ۱۳۱۳ھ تک جو حضرت مولانا کے درس حدیث کا آخری سن ہے اور اس وقت سے حضرت کے زمانہ وفات ۱۳۲۳ھ تک، کس قدر علماء اور اجازت حدیث کے طالب، حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر اور اجازت

(۱) مکاتیب رشیدیہ۔ مرتبہ مولانا عاشق الہی میرٹھی، ص ۱۰۰ طبع اول۔ عزیز المطابع۔ میرٹھ، بلا سنہ

وسند حدیث سے ملحق ہوئے ہوں گے، ان کا واضح تذکرہ بلکہ شمار بھی نہیں جاتا، مگر یہ تعداد کسی طرح بھی سوادہ و ضمانتی ہزار سے کم نہیں ہوگی اور یہ نثر و نشان حدیث نبوی وہ تھے، جنہوں نے یہاں سے جانے کے بعد خود کو اسی نظام سے، اسی تعلیم سے، اسی پر عمل سے اور اسی کی تربیت سے وابستہ کیا۔ یوں یہ سلسلہ درس و افتادہ جو حضرت مولانا کی ذات گرامی سے ایک دو طالب علموں کی صورت میں شروع ہوا تھا، دریائے سبے پایاں کی صورت میں جاری ہوا، جس کا اثر اور بڑا اور بہت بڑا فیضان، اس طرح عام ہوا، کہ اس وقت شاید دنیا کے کم سے کم آدمی ہمارے حصہ میں، اس سے فیضیاب افراد موجود ہیں اور یہ سلسلہ دم بدم آگے بڑھ رہا ہے۔ اللہم زدہ دہ۔

فقہ میں عالی مرتبہ اور شان تفقہ حضرت مولانا کی ذات گرامی علم و فیضان کے جو چشمے جاری ہوئے، ان میں حدیث نبوی شریف کے بعد، سب سے بڑا اور اہم ترین عنوان، افتادہ شریعت کی اس عہد میں گویا عدیم انظر واقفیت، اس کے اسرار و مقاصد کی گرہ کشائی، مسائل فقہ کی غیر معمولی تحقیق، جو مسائل حدیث سے ثابت ہیں ان کے دلائل پر پوری نظر اور جو حدیث صحیح کے خلاف ہیں، ان کی واضح نشاندہی۔ فقہ احمد اربعہ کے مآخذ و منابع کی گہری بصیرت اور ان کی قوت و کمزوری کا مبصرانہ علم، سب سے بڑی بات جو حضرت مولانا کو اس دور اور بعد کے تمام اہل فقہ ممتاز کرتے ہوئے، ان کا برفقہا، اور متفقہ میں کی صف میں شامل کرتی ہے، وہ فقہائے احناف کے دلائل سے، کامل فنی گہری واقفیت کے ساتھ، اختلاف و اتفاق ہے۔

حضرت مولانا کلیدی مسائل میں، کسی بھی مسئلہ کو صرف اس لئے قبول نہیں کرتے اور ترجیح نہیں دیتے، کہ وہ ہمارے علماء اور اہل فتویٰ کی رائے یا تحقیق ہے، بلکہ یہ دیکھتے ہیں کہ اس رائے کے پیچھے دلائل و مآخذ کا جو سرمایہ ہے، وہ کیسا ہے، کیا اس میں واقعہ حقیقی استدلال کی شان، منبع و مآخذ بننے کی صلاحیت اور اس کی مدد سے اصول و کلیات وضع کرنے کی بات پائی جاتی ہے، یا نہیں، مگر یہ تمام دلائل اور نتائج تحقیق اس نظریہ کی تائید میں ہوتے ہیں، تو حضرت مولانا اس کی تائید فرماتے ہیں اور اس کو اہل فقہ اور ارباب تصنیف کی طرح، اپنے اصول و منابع میں شامل رکھتے ہیں اور اگر معاملہ اس کے خلاف ہے، کہ ان اصول و مسائل کے دلائل، تحقیق کی ترازو اور کوئی پر پور سے نہیں اترتے، تو ان سے اسی قدر صاف اختلاف بھی فرماتے ہیں۔ یعنی اس سلسلہ میں حضرت کا ذوق علم اور بصیرت و کمال صاف یہ کہتا ہوا نظر آتا ہے کہ:

جہاں نئی میری فطرت ہے، لیکن

کسی جمید کا ساغر نہیں میں

بعد میں اہل نظر نے اس کی تصدیق کی، کہ حضرت مولانا کا کسی سے بھی اتفاق و اختلاف، بلاوجہ اور صرف اختلاف و اتفاق کے لئے، کبھی نہیں ہوتا تھا۔ حضرت مولانا ہر اک مسئلہ اور بحث کے لئے، حدیث شریف کے کامل سرمایہ، اصول و کلام

کے جملہ مباحث، فقہائے اربعہ کے جملہ دلائل اور فقہ حنفیہ کے ائمہ کی تحریرات و کتب پر وسیع نگاہ رکھتے تھے، ہر چند کہ حضرت مولانا نہایت جامع، نہایت مختصر بات فرماتے ہیں، بہت کم ایسا ہوتا کہ دلائل اور وجوہات کا تذکرہ فرماتے ہوں اور فقہاء اور مآخذ کی عبارتیں نقل فرماتے ہوں، مگر جانے والے جان لیتے ہیں کہ یہ جو کچھ فرمایا جا رہا ہے اس کے لئے نہایت مستحکم بنیادیں موجود ہیں۔

حضرت مولانا کی اسی گہرائی فکر، وقت نظر اور اندرونِ نبی کی وجہ سے، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری جیسے، علامہ زماں اور بحر علوم نے [قادیانیوں سے متعلق مقدمہ میں] بہادری کی عدالت میں فرمایا تھا:

”ویسے ہمارے نزدیک حضرت شاہ عبدالعزیز، علامہ شامی سے فقیہ ہیں اور حضرت گنگوہی کو بھی ہم نے، شامی سے فقیہ انفس (۱) پایا“ (۲)

یہی بات حضرت علامہ نے حضرت مولانا گنگوہی پر اپنے قصیدہ میں فرمائی تھی، کہتے ہیں:

لقد فرع الوری عملاً وعلماً	مکرم ساعدت کرم النجار
إمام قدوة عدل أمين	ونور مستبين كالنهار
فقيه حافظ علم شهير	كصبح مستنير هدى سار
إليه المتبھی حفظاً وفقهاً	وأضحى فی الروایة كالمدار
ففى التحديث رحلة كل راوٍ	وفى الأخبار عمدة كل قاری
فقيه النفس مجتهد مطاع	وكوثر علمه بالخیر جاری
وأحی سنة كانت أمیت	وإذ وضع النهار فلاحمار (۳)

(۱) انور انوری (مجموعہ فتاویٰ علامہ انور شاہ کشمیری) تالیف مولانا محمد انوری ص: ۵۰، (کلیں پیر ۱۳۸۷ھ)

(۲) فقیہ انفس فقہاء کی ایک اصطلاح ہے اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فقیہوں کی کرامت سے بعد ایک عید ذوقِ سلیم عطا فرمایا ہو جس کی روشنی میں وہ انہوں کی ہر اہمیت کے بغیر بھی صحیح نتیجہ تک پہنچ سکے ہو۔۔۔ ”میر سعد الدین ص: ۲۸“ تالیف مولانا باقی عثمانی صاحب ص: ۵۸، (دہلی ۱۹۹۵ء)

اس کے بعد مولانا باقی عثمانی جیسے بڑے فقیہ اور مجلسِ القدر عالم نے، یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:

”مجھے ہے ہم محلِ شخص کا یہ منصب میں ہے کہ کسی کے بارے میں فقیہ انفس ہونے کا فیصلہ کرے، کیونکہ فقیہ انفس کی پہچان بھی انفس کو اس کا حصہ ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے تجربہ عمل سے لازماً ہو۔ چنانچہ اس پہچان کے لئے، حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری جیسے انسان کی ضرورت ہے۔“ (میر سعد الدین ص: ۲۸، ۵۸)

مگر آج کل اور اسلامی اصطلاحات و خطابات کی طرح، فقہ انفس کی حرمت بھی پامال ہو رہی ہے۔ بعد پاکستان میں عائنی معتقدین، جس میں شاید بعض لوگ کے معنی بھی مطمئن نہ ہوں، گاہے گاہے محکم کے لئے، ماس کا بار بار اور کرامت سے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

(۳) لکھنؤ العصر فی حیات اہم العصر الشیخ نور تالیف مولانا محمد یوسف بنوری ص: ۱۸۳، (کراچی ۱۳۸۹ھ)

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ:

”حضرت سے زیادہ، ائمہ اربعہ کے مذہب کا ماہر، میں نے نہیں دیکھا“ (۱)

حضرت علامہ کے ایک ممتاز شاگرد، مولانا محمد یوسف بنوری نے، حضرت گنگوہی کے فقہی مرتبہ اور کمال نظر کے متعلق حضرت علامہ کے اشعار کی، گویا وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

”حضرت گنگوہی کو اللہ تعالیٰ نے فتاہت نفس سے سرفراز فرمایا تھا، مسلک حنفی کو اولہ حدیث سے ثابت کرنا اور جو حدیث بظاہر مخالف نظر آئے، اس کا جواب دینا، حضرت گنگوہی نے اس فریضہ کو کامیابی سے ادا کیا اس کے علاوہ فقہاء حنفیہ متاخرین کی، جو تقریبات حدیث کے خلاف تھیں، ان کی فقہ حنفی سے برأت کی، علاوہ ازیں فقہ میں توسع اور تصحیق کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کی“ (۲)

حضرت مولانا کا یہ فضل و کمال، مجتہدانہ رویہ اور فقہ میں نرالی شان، حضرت مولانا کے فتاویٰ سے چھلکی پڑ رہی ہے، ہر اک اہم فتویٰ حضرت مولانا کی وسعت نظر، جامعیت اور گہری بصیرت اور منفرد کیفیت کا ترجمان ہے، جس کا حضرت مولانا کے فقہ و فتاویٰ پر رساں و مؤلفات، معروف و مطبوعہ فتاویٰ رشیدیہ سے علم اور اندازہ ہوتا ہے۔ زیر نظر تازہ مجموعہ فتاویٰ، باقیات فتاویٰ رشیدیہ سے بطور خاص حضرت کے فقہی مقام و مرتبہ کا ترجمان و گواہ ہوگا، اور اس کے ذریعہ سے، حضرت مولانا کے اس مجتہدانہ فقہی مقام اور فتاہت نفس کا اور زیادہ گہرا زیادہ وسیع مشاہدہ و تجربہ ہوگا، جس کی جانب حضرت علامہ انور شاہ صاحب نے اشارہ فرمایا ہے۔

ذوق سلوک و معرفت حضرت مولانا کا جس ہستی اور جس خانوادہ سے وطنی اور نسبی تعلق تھا، اس میں علم کے ساتھ روحانیت اور تعلق مع اللہ کی چاشنی ہمیشہ شامل رہی۔ بڑے اہل اللہ مشائخ اور ارباب طریقت سے وابستگی اور ان کے دامن تربیت میں سفر سلوک، ایک قدیم معمول تھا۔ حضرت مولانا کے والد بھی اپنے وقت کے ایک بلند پایہ شیخ، مولانا شاہ غلام علی نقشبندی سے بیعت تھے، یہ اثرات اور نسبت حضرت مولانا میں بھی منتقل ہوئے۔ حضرت مولانا کا دینداری اور خدا ترسی کا طبعی مزاج تھا، جس پر تصوف و معرفت کی بعض تصانیف، خصوصاً مولانا ابوالحسن حسن کاندھلوی کی مشہور تالیف: گلزار ابراہیم بہت اثر انداز ہوئی۔ حضرت مولانا کو نو عمری سے مثنوی گلزار ابراہیم سے مناسبت تھی، مولانا عاشق الہی میرٹھی کی اطلاع ہے کہ:

(۱) انور: مجموعہ تراجم حضرت علامہ انور شاہ غلامی، ص ۱۳۹، کونوہ ص ۸۳، خدوۃ المصلحین، دہلی، ۱۳۸۱ھ۔

(۲) انوری، نمبر ۳، ص ۲۰۳، نامہ وصیت، کراچی، ۱۳۹۸ھ۔ ۸۹ھ۔

خوش الحالی کی وجہ سے آپ کے رفقاء و احباب کی آپ سے فرمائشیں ہوا کرتی تھیں کچھ پڑھ کر سنا دو، مگر آپ اکثر گریز فرماتے تھے، ہاں! جب اصرار زیادہ ہوتا تو کوئی نظم خصوصاً [قصہ] ابراہیم بن ادہم، خوش الحالی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (۱)

شاہ سلیمان تونسوی یا شاہ عبدالغنی مجددی سے بیعت کا خیال

حضرت مولانا نے گنگوہ میں بھی ارباب مشائخ و طریقت کو خوب دیکھا، برتا تھا، اور دہلی تو رشک بغداد بنا ہوا تھا، یہاں بڑے بڑے ارباب سلوک تشریف فرما تھے، اور تعلق مع اللہ کی دولت عام فرما رہے تھے، حضرت مولانا کے ایک بڑے استاذ، حضرت مولانا شاہ عبدالغنی بھی سلسلہ نقشبندیہ کے مرشد اور رہنمائے کامل تھے۔ حضرت مولانا مملوک اعلیٰ کے بھی، دہلی کے مشائخ طریقت سے قریبی مراسم تھے، اور ان کے وطن اور نواح کے اہل ارشاد و تربیت بھی، مولانا مملوک اعلیٰ سے رابطہ ملاقات رکھتے تھے، جس میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی بطور خاص شامل تھے، حضرت حاجی صاحب سے، حضرت مولانا کی بھی ملاقات و ارادت تھی مگر دل کے معاملات نرالے ہوتے ہیں، حضرت مولانا گنگوہی کا زمانہ طالب علمی سے، حضرت شاہ عبدالغنی یا ہندوستان کے ایک مشہور و ممتاز مرشد، مولانا شاہ سلیمان تونسوی سے بیعت ہونے کا خیال تھا، لیکن طبعی تقاضہ کے باوجود، شاہ سلیمان کی خدمت میں حاضری کا موقع نہیں ملا تھا، کہ تعلیم مکمل ہو جانے کی وجہ سے، دہلی سے وطن واپسی ہو گئی اور ہر چند کہ حضرت حاجی امداد اللہ سے گہری واقفیت تھی مگر حاجی صاحب سے بیعت ہونے کا خیال تک نہیں تھا، بیعت کے لئے شاہ سلیمان صاحب تونسوی، اور مولانا شاہ عبدالغنی مجددی کی جانب نگاہ جاتی تھی، لیکن جس کے نصیب میں جہاں سے دولت و نعمت مقدر ہوتی ہے، وہیں سے پہنچ جاتی ہے۔

تھانہ بھون کا ایک غیر متوقع سفر اور حضرت
حاجی صاحب سے اچانک بیعت

حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی سے کسی علمی مسئلہ پر مراسلت ہو رہی تھی، حضرت مولانا کی رائے یہ ہوئی کہ تحریر و کتابت سے، اس مسئلہ کا طے ہو جانا، مشکل معلوم ہوتا ہے، اس لئے تھانہ بھون کا سفر کر کے، حضرت مولانا شیخ محمد تھانوی سے زبانی گفتگو کر لی جائے، اس میں بحث کے تمام پہلو واضح اور منفتح ہو جائیں گے اور فریقین کسی بہتر رائے اور قول فیصل تک پہنچ سکیں گے۔ اس خیال کی وجہ سے رام پور منیہار ان سے تھانہ بھون آئے، یہاں اول حضرت حاجی امداد اللہ کی خدمت میں پہنچے، حضرت حاجی صاحب سے رام پور کے رشتہ سے کچھ قربت بھی تھی اور حضرت مولانا مملوک اعلیٰ کے ذریعہ سے تعارف اور عقیدت بھی، حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کیسے آنا ہوا، اور جب حضرت مولانا شیخ محمد سے گفتگو کے ارادہ کا علم ہوا، تو اس سے منع فرمادیا، حضرت

مولانا گنگوہی نے وہ ارادہ ملتوی کر دیا۔ اسی دوران حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہونے کا تقاضہ ہوا، اس سے پہلے حضرت مولانا محمد قاسم، حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہو چکے تھے (۱) حضرت حاجی صاحب نے اول اول انکار کیا، پھر بیعت کر لیا، حضرت مولانا، اگرچہ اس خیال سے نہیں آئے تھے مگر حضرت حاجی صاحب کی ہدایت پر قیام کا ارادہ کر لیا، چالیس دن تک، حضرت حاجی امداد اللہ کی صحبت و تعلیمات سے بہرہ ور اور مالا مال رہے، چالیسویں دن حضرت حاجی صاحب نے اجازت و خلافت سے نواز کر موطن واپس فرمادیا۔

مولانا شیخ محمد صاحب سے اختلاف اور مناظرہ کی روایت پر ایک نظر حضرت حاجی امداد اللہ سے بیعت کے تذکرہ میں، حضرت مولانا گنگوہی مولانا شیخ محمد تھانوی سے اختلاف اور ملاقات و گفتگو کا نمونہ مذکور کرتے ہیں، یہ بات مولانا عاشق الہی میرٹھی نے جذباتی انداز میں کچھ اس طرح لکھی ہے، جس سے مولانا شیخ محمد کی تنقیص ہوتی ہے اور حضرت مولانا گنگوہی سے بھی بدگمانی ہو سکتی ہے، اس واقعہ کی صحیح حقیقت حضرت مولانا تھانوی کی ایک روایت اور مولانا شیخ محمد تھانوی کی کتاب پر حضرت مولانا کی تقریظ سے صاف معلوم ہو رہی ہے۔ حضرت مولانا تھانوی نے فرمایا:

”مولانا گنگوہی جب اول بار حضرت کی خدمت میں تھانہ بھون آئے تھے، اس وقت مولانا شیخ محمد صاحب سے ایک مسئلہ میں اختلاف تھا، خط و کتابت کیا کرتے تھے، خیال ہوا کہ خط و کتابت سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا، زبانی گفتگو کر لیں گے۔“ (۲)

مگر جس طرح مولانا عاشق الہی نے اس کا ذکر کیا ہے، وہ قابل قبول معلوم نہیں ہوتا، کیوں کہ مولانا شیخ محمد صاحب حضرت شاہ محمد اسحاق کے ابتدائی مجدد رس کے مشہور شاگرد، نامور عالم اور محدث تھے، حضرت مولانا مملوک اعلیٰ اور حضرت مولانا گنگوہی کے استاذوں کے ہم عصر اور علمی دنیا میں بھی خاصے معروف تھے، حضرت مولانا گنگوہی نے ان تمام حیثیتوں اور اس تفاوت علم و عمر کا خیال نہ رکھا ہو اور حضرت مولانا سے مناظرہ کرنے کے لئے آگئے ہوں، حال آں کہ حضرت مولانا، مولانا شیخ محمد صاحب کو استاذی و طبائی سے یاد کیا کرتے تھے۔ مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کی ایک تالیف: ”دلائل الاذکار فی الہیات السجود والاسرار“ پر حضرت مولانا گنگوہی کی ایک تائید و تقریظ ہے، اس میں مولانا شیخ محمد کا بلند الفاظ و کلمات سے تامل کیا ہے۔ لکھا ہے:

”جمع علوم نقلی و عقلی، منبع برکات علوی و سفلی، استاذی و طبائی و ملازی، ملک العلماء، رئیس الفصولاء، تاج الاتقیاء، شیخ مشائخ العرفاء، جناب مولانا شیخ محمد تھانوی“

(۱) تذکرہ رشیدیہ، (طبع معیاد، سہارنپور، عہدہ انجیل اسلام، مجموعہ مخطوطات حضرت مولانا تھانوی مرتبہ مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی) مشمولہ الفصل للوصل ص ۱
ص ۲ طبع معیاد الطابع ہارنپور۔

(۲) انجیل اسلام، مجموعہ مخطوطات حضرت مولانا تھانوی مرتبہ مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی ص ۶۷ (مشمولہ الفصل للوصل طبع اول، برہنہ)

اس مختصر تحریر کے آخر میں، حضرت مولانا نے، مولانا شیخ محمد کے لئے ایک مرتبہ اور، استاذی کا لاحقہ استعمال کیا ہے۔

ملاحظہ ہو:

”نزد فقیر حق ہمیں است کہ حضرت استاذ، مصنف رسالہ ہندو تحریر فرمودہ: دام ظلہ العالی“ (۱)

جس شخص کو حضرت مولانا گنگوہی ایسا عالی مرتبہ تسلیم فرما رہے ہوں، استاذی و طبعائی سے یاد کرتے ہوں، ایک تحریر میں، دو دو و جگہ استاذی لکھ رہے ہوں، انہی سے منظرہ کرنے آئے ہوں اور ان پر: کرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں، کافر و یا بھتی کسی ہو، بطبعیت قبول نہیں کرتی۔

حضرت مولانا سے پہلی بیعت اور افادہ کا سلسلہ دراز حضرت حاجی صاحب سے اجازت و خلافت

کے بعد، حضرت مولانا حاجب وطن پہنچے، اسی وقت سے بغیر اطلاع اور خبر کے، حضرت مولانا کی جانب راہ خدا کے مسافروں کا رجوع شروع ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے ایک خاتون، اپنے ذوق و شوق سے، حضرت حاجی امداد اللہ کی فرمائش پر، حاجی صاحب کی موجودگی میں بیعت ہوئیں، اس کے بعد اس سلسلہ میں ہر دن اضافہ ہوتا رہا، ہزاروں افراد نے حضرت مولانا سے اسباق سلوک حاصل کئے، اور ایک بڑی تعداد (تقریباً) ستر ہجرت یا زیادہ اصحاب کو، اجازت و خلافت سے نوازا گیا، جس میں سے چند کے علاوہ تقریباً سب نے ہی اس عہد کو وفا کیا، جو انہوں نے حضرت مولانا سے کیا تھا اور اسی طریقہ پر قائم و استوار رہے، جس کی حضرت مولانا نے رہبری فرمائی تھی، اسی راستہ پر چلے، آگے بڑھے بڑھتے چلے گئے۔

برسبیل تذکرہ مگر افسوس کہ آج وہ طریقہ جو تصوف کی اصل روح، اصل جان اور درحقیقت جو ہر شریعت و سنت

ہے، گویا ہمارے یہاں سے فراموش ہو گیا ہے اور ہر شخص نے جس کو سلوک و معرفت کی خبر ہوئے ہو، اس راہ سے گزرا ہونہ گزرا ہو، دین و شریعت اور سلوک و تصوف کے باہمی گہرے اور لاینفک رشتہ سے واقف ہو، یا نہ ہو، میری مریدی کا کام بلکہ مجھے معاف فرمایا جائے، دھندہ [اور کاروبار شروع کر دیا ہے، ہر شخص بزم خود مرشد بنا ہوا ہے اور کسی نہ کسی کے حوالہ سے، کسی نہ کسی تدبیر سے، دوسروں کو اپنے دام فریب میں پھنسا لینا اور اس کے ذریعہ اپنی دنیاوی ضرورت پوری کرنا اور حطام دنیا حاصل کرنا، اپنا مقصد بنالیا ہے۔ ایسے میں سخت ضرورت ہے کہ اس طریقہ کی ایک مرتبہ پھر، پوری قوت سے، پوری شدت سے، پورے زور سے آواز لگائی جائے اور کہا جائے کہ تصوف کا صرف وہی راستہ قابل قبول اور دین و شریعت کا راستہ ہے، جس کی کڑیاں صانعا علیہ و اصحابی سے جڑی ہوں، جس کے سلف صالحین داعی و مبلغ رہے اور جس میں خارجی اثرات اور غیر اسلامی تصورات اور بدعات و رسومات کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں، اگر اس کے علاوہ کچھ ہے

(۱) دلائل الاذکار فی اثبات الجہر والاسرار، ص: ۹۸، فخر المطابع دہلی: (۱۳۷۰ھ - ۱۳۸۵ھ)

اور کوئی شخص، اس طریقہ کی صحیح کامل و اقصیت، تربیت اور مسافرت کے بغیر، اس سفر کو طے کر رہا ہے، اس کام میں لگ گیا ہے اور اس کے ذریعہ دوسروں کو پھنسا لینے اور اپنا ہم نوا اور مرید بنالینے کی کوشش کر رہا ہے، تو اس کا راستہ نہ شریعت کا ہے، نہ دین کا، نہ تصوف کا اور اس سے صاف کہہ دینا چاہئے کہ:

کیس راہ کہ میروی بہرستان است

بہر حال حضرت مولانا گنگوہی نے، سلوک کی تعلیمات اور تربیت میں، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی مطابقت کو پسند کیا۔ اپنے لئے بھی اتباع سنت کی راہ اختیار فرمائی اور اپنے زیر تربیت مریدین و متوسلین کو بھی، اسی راستہ سے حق آشنا کیا، اگرچہ حضرت مولانا کو پیشی تعلیمات میں گہری بصیرت، بلکہ کہنا چاہئے مقام امامت و اجتہاد حاصل تھا اور حضرت مولانا، اس میں، حضرت حاجی امداد اللہ کے علاوہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے بھی ایک ذاتی نسبت، ان کی فکر میں گہری بصیرت، وسیع فنی علمی تاریخ نگاہ رکھتے تھے مگر حضرت مولانا ان منابع سے اخذ و استفادہ اور ان سے اثر پذیرگی کے باوجود، اپنے متوسلین کے لئے وہ راہ اختیار کی، جس میں صفت اللہ کی گہری آمیزش اور اتباع سنت کی، اعلیٰ درجہ کی تراوش ہے۔

رفت زان را ہے کہ پیغمبر گزشت

حضرت مولانا کا ایک اہم خواب اور حضرت یہ حضرت مولانا کا طبعی مزاج اور وہ خلقی تاثر تھا، جس کا ایک مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ سے اس کی تعبیر خواب میں بھی اول دور میں ہی، مشاہدہ کرا دیا گیا تھا۔ حضرت مولانا گنگوہی نے اپنے پہلے سفر حج کے دوران، مکہ مکرمہ میں خواب دیکھا تھا، کہ:

”[حضرت مولانا کی چار انگلیوں سے خون جاری ہے، دوسے بیشتر تیسری سے کم، چوتھی سے کچھ اور کم“

حضرت مولانا نے یہ خواب حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلویؒ سے عرض کیا [جو اس وقت مکہ مکرمہ میں موجود تھے] اور اس کی تعبیر چاہی، حضرت مولانا مظفر حسین نے فرمایا:

”تم ہماری چاروں نسبتیں جاری ہوں گی، دو کا جریان بہت زیادہ ہوگا“

حضرت مولانا اس خواب کو نقل کرنے کے بعد، [آخر عمر میں] فرمایا کرتے تھے:

”اس وقت سے اب تک منتظر ہوں، مولوی مظفر حسین صاحب زندہ ہوتے تو کہتا، کہ آپ ہی نے تعبیر

فرمائی تھی، لیکن اب کچھ سمجھئے“ (۱)

حضرت مولانا گنگوہی کا سلوک و معرفت کا فیضان، اہل طلب اور اہل ذوق کی روحانی تربیت اور ان کو منزل تک پہنچانے کی تمام تر کاوشیں اور پوری تاریخ، اسی خواب کی تعبیر ہے۔

(۱) تذکرہ اربعہ ص ۳۰۶، جلد اول، نیز آخر بہشت چاند پوری ص ۷۶

سلوک و تربیت میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ، خصوصاً
حضرت سید آدم بندوی کی تعلیمات کو پسند کرتے تھے

حضرت مولانا نے اپنے متوسلین کی تعلیم اور تربیت
باطن میں، سلسلہ نقشبندیہ، خصوصاً حضرت مجدد
الف ثانی کے طریقہ تربیت اور راہ شریعت و سنت کو،

سب سے بڑا رہنما اور اصل قرار دیا اور آخر تک تقریباً تمام ہی متوسلین کو اسی راستہ سے لیکر چلے اور راہ حقیقت سے آشنا کر لیا۔
حضرت مولانا کی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے انیسیت اور اس کو اپنے عمل میں زندہ رکھنے کا، کئی موقعوں پر تذکرہ ہوا ہے، مولانا مفتی
عزیز الرحمن دیوبندی کی اس تحریر میں بھی، جو حضرت کے طریقہ تعلیم سلوک، پر تذکرہ ارشد میں شامل ہے، اس کا اشارہ
کیا گیا ہے (۱) اور حضرت کے ایک گم نام خلیفہ، متوسل اور سوانح نگار، مولوی اللہ بخش قابل بخجوری (۲) کی معلومات اور مشاہدہ
بھی یہی ہے کہ:

”اگرچہ مولانا کو حاجی صاحب کی وجہ سے چاروں سلسلوں سے اجازت تھی مگر نسبت و توجہ بالطنی غالباً زیادہ
نقشبندی تھی“ (۳)

حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے بھی، حضرت کے اس ذوق اور معمول کا صاف تذکرہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:
”حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کو، حضرت سید آدم بندوی سے بہت زیادہ مناسبت تھی اور سلوک میں
انہی کے طریقہ کو زیادہ پسند فرماتے تھے، اگرچہ مبتدی کے لئے چشتیہ کے اذکار و اعمال کو زیادہ تر مفید
فرماتے تھے مگر انتہا میں حضرت سید صاحب ہی کا طریقہ ان کا پسندیدہ تھا“ (۴)

(۱) تذکرہ رشتہ سید، ۲۵، جلد دوم

(۲) مولوی مظہر الحق اللہ بخش قابل چاند پوری کا آئندہ صفحات میں بھی حوالے گا اس لئے یہاں ان کا کچھ تعارف ضروری ہے۔ مولوی مظہر الحق اللہ بخش چاند پوری ضلع بجنور
کے ایک مٹی گھر نہ کے فرد تھے، ان کے والد مولوی قادر بخش چاند پوری حضرت شاہ غلام علی کے مزاریت تھے، (م ۸۳) اس گھر نہ میں مولوی اہل علم اور صاحب سلوک
تھے مولوی مظہر کی کا خاصا وقت درس و تعلیم میں گزرا مگر ۱۳۱۵ھ میں حضرت مولانا گنگوہی سے بیعت ہوئے، حضرت کی خدمت میں کلمات سے حاضر ہوتے رہے، یہ بیعتوں
قیام کرتے تھے، بالآخر حضرت نے اجازت و خلافت سے نوازا، حضرت کی وفات کے بعد، چاند پوری سے ترک وطن کر کے بیڑہ آ گئے تھے، جھکڑ سے، جس وقت پائی۔ گئے
جہ سے کا ذوق رکھتے تھے، کی مطلوبہ نیابت تھی، جس میں سے اختر بہشت (م ۱۰۰) فقہی مسائل اور اسلامی مسائل پر ہے اس کے کل چار حصے ہیں، جس میں سے میں، ہمار
میرے پاس ہیں، ہمارے حضرت مولانا گنگوہی (م ۳۳) ۹۹، کے حوالہ مذکورہ پیش ہے (مطبوعہ بیڑہ ۱۳۲۸ھ۔ ۱۹۰۹ء)۔

بڑی بات یہ ہے کہ مولوی مظہر الحق صاحب، جیسا کہ ان کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے، حضرت مولانا سے، حضرت کے ذاتی احوال دریافت کرتے رہتے تھے،
اور ان کی یادداشت محفوظ رکھتے تھے اس لئے انہوں نے مولانا باقیات قادی رشتہ کی بعض اطلاعات خصوصاً ۱۹۵۷ء سے انکشاف کیا ہے مولوی مظہر الحق کی کئی کئی تحریریں
اور اطلاع میری نظر سے گذرے ہیں، ان میں ایک بہت اہم اطلاع یہ تھی کہ مولوی صاحب نے اپنی مسوعات و معلومات کی روشنی میں، حضرت مولانا گنگوہی کی متصل
سوانح چار جلدوں میں لکھی تھی جس کا سطور پوری ہو گیا تھا۔ پھر اس کا چوتھا جلد، کاش یہ ملے تو شاید حضرت کی سوانح پوری ہو جاتی۔

(۳) اختر بہشت، ۸۵ (۴) مکتبہ شہان، ۱۹۵۷ء۔ ۱۹۵۸ء۔ ۱۹۵۹ء۔ ۱۹۶۰ء۔ ۱۹۶۱ء۔ ۱۹۶۲ء۔ ۱۹۶۳ء۔ ۱۹۶۴ء۔ ۱۹۶۵ء۔ ۱۹۶۶ء۔ ۱۹۶۷ء۔ ۱۹۶۸ء۔ ۱۹۶۹ء۔ ۱۹۷۰ء۔ ۱۹۷۱ء۔ ۱۹۷۲ء۔ ۱۹۷۳ء۔ ۱۹۷۴ء۔ ۱۹۷۵ء۔ ۱۹۷۶ء۔ ۱۹۷۷ء۔ ۱۹۷۸ء۔ ۱۹۷۹ء۔ ۱۹۸۰ء۔ ۱۹۸۱ء۔ ۱۹۸۲ء۔ ۱۹۸۳ء۔ ۱۹۸۴ء۔ ۱۹۸۵ء۔ ۱۹۸۶ء۔ ۱۹۸۷ء۔ ۱۹۸۸ء۔ ۱۹۸۹ء۔ ۱۹۹۰ء۔ ۱۹۹۱ء۔ ۱۹۹۲ء۔ ۱۹۹۳ء۔ ۱۹۹۴ء۔ ۱۹۹۵ء۔ ۱۹۹۶ء۔ ۱۹۹۷ء۔ ۱۹۹۸ء۔ ۱۹۹۹ء۔ ۲۰۰۰ء۔ ۲۰۰۱ء۔ ۲۰۰۲ء۔ ۲۰۰۳ء۔ ۲۰۰۴ء۔ ۲۰۰۵ء۔ ۲۰۰۶ء۔ ۲۰۰۷ء۔ ۲۰۰۸ء۔ ۲۰۰۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲۰۳۸ء۔ ۲۰۳۹ء۔ ۲۰۴۰ء۔ ۲۰۴۱ء۔ ۲۰۴۲ء۔ ۲۰۴۳ء۔ ۲۰۴۴ء۔ ۲۰۴۵ء۔ ۲۰۴۶ء۔ ۲۰۴۷ء۔ ۲۰۴۸ء۔ ۲۰۴۹ء۔ ۲۰۵۰ء۔ ۲۰۵۱ء۔ ۲۰۵۲ء۔ ۲۰۵۳ء۔ ۲۰۵۴ء۔ ۲۰۵۵ء۔ ۲۰۵۶ء۔ ۲۰۵۷ء۔ ۲۰۵۸ء۔ ۲۰۵۹ء۔ ۲۰۶۰ء۔ ۲۰۶۱ء۔ ۲۰۶۲ء۔ ۲۰۶۳ء۔ ۲۰۶۴ء۔ ۲۰۶۵ء۔ ۲۰۶۶ء۔ ۲۰۶۷ء۔ ۲۰۶۸ء۔ ۲۰۶۹ء۔ ۲۰۷۰ء۔ ۲۰۷۱ء۔ ۲۰۷۲ء۔ ۲۰۷۳ء۔ ۲۰۷۴ء۔ ۲۰۷۵ء۔ ۲۰۷۶ء۔ ۲۰۷۷ء۔ ۲۰۷۸ء۔ ۲۰۷۹ء۔ ۲۰۸۰ء۔ ۲۰۸۱ء۔ ۲۰۸۲ء۔ ۲۰۸۳ء۔ ۲۰۸۴ء۔ ۲۰۸۵ء۔ ۲۰۸۶ء۔ ۲۰۸۷ء۔ ۲۰۸۸ء۔ ۲۰۸۹ء۔ ۲۰۹۰ء۔ ۲۰۹۱ء۔ ۲۰۹۲ء۔ ۲۰۹۳ء۔ ۲۰۹۴ء۔ ۲۰۹۵ء۔ ۲۰۹۶ء۔ ۲۰۹۷ء۔ ۲۰۹۸ء۔ ۲۰۹۹ء۔ ۲۰۱۰ء۔ ۲۰۱۱ء۔ ۲۰۱۲ء۔ ۲۰۱۳ء۔ ۲۰۱۴ء۔ ۲۰۱۵ء۔ ۲۰۱۶ء۔ ۲۰۱۷ء۔ ۲۰۱۸ء۔ ۲۰۱۹ء۔ ۲۰۲۰ء۔ ۲۰۲۱ء۔ ۲۰۲۲ء۔ ۲۰۲۳ء۔ ۲۰۲۴ء۔ ۲۰۲۵ء۔ ۲۰۲۶ء۔ ۲۰۲۷ء۔ ۲۰۲۸ء۔ ۲۰۲۹ء۔ ۲۰۳۰ء۔ ۲۰۳۱ء۔ ۲۰۳۲ء۔ ۲۰۳۳ء۔ ۲۰۳۴ء۔ ۲۰۳۵ء۔ ۲۰۳۶ء۔ ۲۰۳۷ء۔ ۲

حضرت مولانا کا مقام و مرتبہ پیر و مرشد کی نگاہ میں حضرت حاجی صاحب کے رفقاء میں اور اول کا کبریا تذکرہ، خود حضرت حاجی صاحب، حضرت مولانا کو اپنے تمام خلفاء پر ترجیح دیتے تھے، بلکہ یہاں تک فرماتے تھے کہ:

”اور یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ [میں] مولوی رشید احمد کو اپنے پیر کی جگہ جانتا ہوں“ (۱)

حضرت حاجی صاحب کی حیات میں ہی، حضرت مولانا کے بڑے اور ممتاز خلفاء، حضرت مولانا کو، حضرت حامد صاحب کا قائم مقام اور اپنا پیر و مرشد سمجھتے تھے اور حضرت کے ساتھ وہی معاملہ کرتے تھے، جو ان کا حضرت حاجی صاحب کے ساتھ تھا۔ مثلاً حضرت حاجی صاحب کے ممتاز اور محبوب خلفاء میں سے مولانا محمد یعقوب، حضرت مولانا گنگوہی کو بجائے مرشد سمجھتے تھے“ (۲) حضرت حاجی صاحب کے اور بھی متعدد خلفاء کی تحریروں اور خطوط میں، اس طرح کی تصریحات اور اعتراف موجود ہے۔

حضرت حاجی صاحب اپنے خلفاء اور متعلقین میں حضرت مولانا پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے، حضرت مولانا سے کوئی خدمت بھی نہیں لیتے تھے، کبھی پیر بھی نہیں دیاتے تھے، حال آں کہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے کبھی کبھی پیر دیوالیے تھے مگر حضرت مولانا گنگوہی سے یہ خدمت گوارہ نہیں تھی، نیز حضرت حاجی صاحب کی اہلیہ محترمہ بہت اصرار کے بعد، حضرت حاجی صاحب کی فرمائش پر، حضرت مولانا گنگوہی سے بیعت ہوئی تھیں۔ (۳)

حضرت گنگوہی خود اپنی نگاہ میں ان تمام کمالات اور اس رفعت شان کے باوجود، جس کا اور ہزاروں دیکھنے جاننے والوں کے علاوہ، بہت سے غیر متعلق مشائخ اور بلند مرتبہ اہل علم و کمال بھی برملا اعتراف و اظہار کرتے تھے اور حضرت مولانا کی روحانی بلند پروازی اور علمی مقام، دونوں کی جانب اپنے متعلقین و متوسلین کو متوجہ فرماتے رہتے تھے، مگر حضرت مولانا خود کو ذرہ بے مقدار اور پچھلی محض خیال فرماتے تھے۔ حضرت مولانا کے کتابت میں ایسے بیسوں اندراجات ہیں کہ انہیں پڑھنے والا حیرت میں ڈوب جاتا ہے، یا اللہ! کیسے لوگ تھے، کیسے بڑے عالم، خادم قرآن و سنت، برگزیدہ روزگار، نادر العہد و الزمان اور اپنے دور کے علاوہ، آنے والی سلوں کے علماء کے مقتدا اور تواضع و مسکن، اللہ اللہ! ایسی بے نفسی، ایسا عرفان ذات و الہی خود غفنی اور اس درجہ کی بے چارگی اور بے حیاشی کا اظہار اور بار بار:

عالم ہمہ افسانہ مادی و مادی

کا اعلان۔ مجھے یہاں مولانا عبدالحی حسنی کا وہ دلی تاثر بے ساختہ یاد آ رہا ہے، جو علمائے دیوبند سے ملاقات کے بعد ہوا تھا، جس کا مولانا حسنی نے اپنے سفر نامے میں اس طرح اظہار کیا ہے:

(۱) مکتوب نام مولانا رفیع الدین دہلوی باندی۔ مکتوبہ اخروہ ص ۱۳۵۔ مکتوب کا مورخہ ہندو چہ مولانا نجم احمد فریدی ص ۸۸ (دعوتِ ہند، ۱۹۸۰ء)

(۲) جمیل الکاظمی مجموعہ خطوط حضرت مولانا قاضی احمد قاضی ص ۳۸ (مجلد اول، مقبول المطابع، ہارونکھل، لاہور)

(۳) جمیل الکاظمی ص ۷۷

”اے میں وہ مسکند اور غریب، ہم میں یہ خودداری اور فوارت، اے میں وہ سہاگے اور بے تکلفی، ہم میں یہ
تلاش اور بے مستی۔ اے میں التوری من کلہا“ (۱)

حضرت مولانا کا: حضرت حاجی ابو الہادیہ حضرت مولانا کا نہایت بڑا جو کہ ان کے دماغ سے اہل خاص کیفیات کا تذکرہ حضرت مولانا کو اپنی حیثیت کے اور ان کے اور خالق جہاں شہر کی

طوے حریت کے، جس اعلیٰ ترین احساسِ کلیت تک پہنچا، باقیا اس کا فوہ حضرت مولانا کے حضرت حالیؒ کے نام
 ایک اہم نکتہ ہے۔ بے ساختہ اظہارِ دعا ہے جس کا صرف ارف خٹے کا ہے اسی میں فرماتے ہیں:

”حضرت کے قتلہ اہم مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ چند تحریک (مصلحانے قلاب) میں، غیر حق حوالی سے قطع ضرر کا انتظام نہیں۔ واعداء بعض اوقات اپنے مشاغل کی طرف سے غلو کی ہو جاتی ہے لہذا کسی کی حد و مہم کی پر داؤ نہیں رہی، بلکہ اسم و ماری کو دور چاہنا ہوں اور مصیبت کی طبعاً غفلت اور احوال صحت کی طبعاً غفلت پیدا ہو گئی ہے“ (۲)

حضرت حاجی صاحب کاتباً ثروار شاہ حضرت کو یہ کتاب ملا، اس کے مضمون پر ہے حد فحشی کا اظہار کیا ہے
نصیب اس میں جو یہ ایک فقرہ تھا کہ ”بندہ کو دعویٰ مدام پر ہے اس پر فرمایا

یہ بہت بڑا مقام ہے جو بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے، غرض میں اکتانے کو یہ مدد ملتی ہے کہ صحت و اہم بڑا ہے کہ یہ خدا اس کی تفصیل میں بہت عرصہ مقرر ہو گئیں اور جو صحت و اہم بڑا ہے بہت کم لوگ کامیاب ہوتے" (۳)

محققین اور مسافران راہ سلوک کے لئے چند اصول اور ضوابط حضرت مولانا نے، اگرچہ سہارن
مخلوقات کے چند بعدی مستاد شاہنشاہ الہی اور ذات سے چند پہلے تک اہل دل و اہل ذوق اور اہل طلب کو بت
فرماتے رہے جو حضرات و صاحبان جو کہ سفر سلوک کے لئے جہاد اپنے امراض باطنی کا علاج اور معرفت الہی کا راستہ جانتا چاہتے
تھے ان کی مکمل رہنمائی فرماتی فرماتے اور اس اشغال مجاہدات عرفانہ اور جس کے لئے جو طریقہ و اگر تعظیم مناسب ہو اور جس
کو مسرت سے لکھتا تھا اس مناسب ہو اس کی توجہ فرماتے مگر ہر اک کے لئے عقیدہ کی کامل اصلاح تمام بدعات سے اہل وہم
کی توجہ و رسم و فضیلت کا ترک ضروری تھا۔ مولانا اہل علوم اور اے اصحاب کہ جو قرآن مجید کی تعظیم یا حدیث نبوی اور علوم

۱۰) کوئی بھی عرصہ ۳۰ سالوں کا نہیں ہوگا جس میں تمام اُن اہل علم و ادب

[illegible]

اسلام کی تعلیم و تدبیر میں مشغول ہوں، اذکار و غیرہ کا بہت پابند نہ جانتے تھے فرماتے کہ قرآن مجید کی تعلیم اور اہل معمولات میں مشغول ہونے سے بہتر ہے اور دوسرے حدیث کا نفع یقینی اور نقد ہے، معمولات سلوک کا نفع اس درجہ یقینی نہیں۔

بہر حال حضرت مولانا اس کا بہت خیال فرماتے تھے، کہ طائیفین کی طلبہ جوتوں میں، اصل عظمت قرآن کریم، حدیث شریف، علوم شرعیہ اسلامی کی راسخ ہو، تصوف اور سلوک کے کمال کا جو بھی مقام ہو مگر اوراد و اشغال کو، ان کے درجہ میں رکھا جائے، بنیادی و دینی امور کو ان کے درجہ میں اس کی بھی کوشش فرماتے تھے، کہ اہل سلوک اپنی عرفانی کیفیات اور معمولات کے اہتمام کا پورا خیال رکھیں مگر ساتھ میں کوئی دینی خدمت اور ممکن ہو تو علمی مشغلہ بھی ضرور ہو، نیز اگر کسی متوسط کی عقیدہ کے معمولی بے راہروی، کسی بدعت میں شمولیت یا رسوم کی پابندی کی خبر ملتی، اس کی تصدیق کے بعد متعلقہ افراد کو نکتہ تنبیہ کرتے، ان سے یکجا یہ معاملہ فرماتے کہ وہ اپنی اس غلطی سے علاوہ تو پھر کریں، اپنی برکت ظاہر کریں یا حضرت مولانا کے تعلق اور سلسلہ بیت و اہل بیت کو خیر یاد کہہ دیں۔ عقیدہ کی خرابی کا علم ہونے کے باوجود، اس سے تو پتہ نہ کرنا اور کسی بدعت کا معمول یا اس سے وابستگی، حضرت مولانا کے یہاں ذرا دیر کے لئے بھی قابل قبول نہیں تھی، اس میں کسی مفاہمت کا سوال ہی نہیں تھا، اگر ان برائیوں پر ذرا بھی اصرار یا ان کا اہتمام دیکھ لیتے تو وہ اہل منقطع فرما دیتے۔

اسی طرح اجازت، بیت کے لئے بھی، سالک کا اہل درجہ کا تابع شریعت و سنت ہونا ضروری تھا، کسی دینی عمل میں اونٹنی درجہ کی کوتاہی، خصوصاً فرائض اسلام اور معاملات کی غفلت کو اجازت و خلافت کے منافی خیال فرماتے تھے مگر ان کڑی شرائط سخت محاسبہ اور انتہائی گہرائی کے باوجود، بے شمار افراد، تربیت باطن، سیر سلوک اور ارشاد و تربیت کے لئے، حضرت مولانا کی خدمت میں حاضری کو سعادت سمجھتے، حضرت کی ہر اک تنبیہ کو اپنی اصلاح اور ترقی کی باطن کے لئے، نیک فال اور سعادت کبریٰ جانتے تھے۔ ان کے لئے حضرت مولانا کی خدمت و صحبت میں گزرا ہوا ہر اک نیا دن، نئی روحانی ترقی کا زینہ اور معرفت الہی کی چاشنی حاصل کرنے میں مفید و مددگار ثابت ہوتا تھا، بالآخر یہ رنگ ایسا پختہ اور ان مٹ ہو جاتا تھا، کہ اس کے علاوہ کوئی رنگ، کوئی انداز اور طریقہ نہ پسند آتا تھا، نہ قابل قبول رہتا تھا۔ بہر حال حضرت نے ایسے حضرات کو خلافت و اجازت سے نوازا جن پر توحید کا اثر قوی اور رو بہ دعوات کا ذوق عالی ہوتا تھا، اور اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ اصحاب اپنی زندگی اسی راہ پر گزریں گے اور اس راستہ اور دین صحیح کے خلاف جو کچھ بات ہوگی، اس کی پوری قوت و طاقت سے مزاحمت کریں گے، اور اپنے صحیح اسلامی رنگ پر، کسی رنگ، کسی آہنگ، کسی آواز کو غالب نہیں ہونے دیں گے۔

تحریک ۱۸۵۷ء میں شرکت اور اس کی عملی جدوجہد اہل فکر و نظر اور بڑے علمائے کرام کا ہمیشہ یہ معلوم اور شیور رہا ہے، کہ وہ جس قدر بھی بڑی اور عالی مرتبہ خدمات انجام دیتے ہوں لیکن جب کوئی بڑی ملی ضرورت، میدانِ کام کا

کوئی اہم تقاضہ سامنے آتا ہے تو سرکف ہو کر میدان میں اتر آتے ہیں اور اس وقت خود کو ملت کی فوج کا ایک سپاہی اور اس کو زوال کی راہوں سے نکالنے والے، کمانڈر سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے۔ اسی طرح کا معاملہ اور ایک بہت بڑی ملی اجتماعی ضرورت اور مطالبہ حضرت مولانا گنگوہی کے سامنے بھی آیا، تو حضرت مولانا نے بھی وہی فیصلہ فرمایا، جو ان کے پیشرو اور السابقون الاولون فرما چکے تھے۔ حضرت مولانا یگانہ میدانِ عمل میں اترے، اسلامی فوجی قوت کا ایک حصہ بنے اور مجاہدانہ انداز اور شجاعتِ حوصلوں کے ساتھ، دادرماگی دکھائی اور میدانِ کارزار میں قدم جما کر، دشمنانِ اسلام سے لوہا لیا اور جہاد کا ایک زمانہ سے بھولا ہوا سبق، اپنے اہل وطن اور ملتِ اسلامیہ کو یاد دلایا۔ یہ ۱۸۵۷ء کی انگریز کے خلاف معرکہ آرائی کا موقع تھا، جس میں پورے ملک کے مسلمانوں اور اہل وطن کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ، یہ جماعت بھی پوری طرح سے شریک اور قدم بہ قدم تھی۔

۱۸۵۷ء کی تحریک کے حوالہ سے یہاں گفتگو کی زیادہ گنجائش نہیں، مختصر یہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی کے بچپن اور طالب علمی میں، مغل حکومت کا دم واپسیں صاف محسوس ہو رہا تھا، مغل حکومت کا آفتاب اب گہنا گیا تھا، زرد پڑ چکا تھا، اور ڈوبانی چاہتا تھا۔ جس کے حکمرانوں کی عظمت کا ڈنکا پوری دنیا میں بجتا تھا، ان کے ناکارہ، نااہل، نکلے وارث، لال قلعہ کی دیواروں میں محبوس اور بے حیثیت و اقتدار تھے اور اس قیام و انتظام کا چراغ بھی بجھنے ہی والا تھا، ان کی زندگی، نہ محبت نہ معرفت نہ نگاہ کی کیفیت ہر اک پر عیاں تھی، ملک کے اور معاملات و انتظامات کا تو تذکرہ ہی کیا۔ خود دہلی پر بھی سنہ ۱۸۵۷ء میں انگریز قابض ہو چکا تھا۔

اسی کی حکومت تھی اسی کا انتظام تھا، لال قلعہ کے مسند نشینوں کی نہ کوئی وقعت تھی، نہ حیثیت و مرتبہ اور یہ بات ایسی نہیں تھی، جس کی مقامی ہندوستانیوں اور اہل بصیرت و غیرت کو تکلیف نہ ہو، ان حالات کی وجہ سے ہر اک دل میں انگریزوں کی اس شاطرانہ، جاہلانہ، غیر منصفانہ حکمرانی کے خلاف ایک جذبہ موجزن تھا، ہر اک کو اس حکومت اور اس کے نظام اور کارندوں سے اختلاف تھا، وہ انگریزی کی غلامی کرنے اور اس کو جہاں پناہ کہنے کے لئے تیار نہیں تھے، اسی میں ایک دن ایسا آیا کہ وہ لاوا جو برسوں سے پک رہا تھا اور ظلم و ستم کی جس کیفیت سے مدت سے جبراً رہا تھا، بے تاب ہو کر، بے قابو ہو کر، شعلہ جوال بن کر پھٹ پڑی اور پورے ملک میں انگریز کے خلاف مسلح جدوجہد کی آواز گونج گئی، ادھر سے ادھر تک معرکہ و قتال برپا ہو گیا۔

ایسے میں یہ حضرات و علماء، جو حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے صاحبزادگان کی نسبت تلمذ سے بہرہ ور، تحریک سید احمد شہید کے خوشہ چیں، علمائے دہلی کے شاگرد اور حضرت حاجی امداؤد اللہ کے دامن گرفتار تھے، ان کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ اس اہم دینی ملی ضرورت اور وقت کے تقاضہ سے صرف نظر فرمائیں، اس لئے یہ حضرات بھی اسی جذبہ اسی حوصلہ اور مردانگی کے ساتھ،

میدانِ حرب و مقابلہ میں اتر گئے، دواشجاعت دی اور اپنے سے بچاؤں گنا بڑے، مضبوط اور حرب و ضرب کی طاقتوں اور ہر طرح کے وسائل اور ہتھیاروں سے مسلح حریف کا اپنی بساط سے بڑھ کر مقابلہ کیا اور اس کو شکست دی۔ یہ شامی و تھانہ بھون کا معرکہ تھا جس کی ایک مستقل تاریخ ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ اور ان کے رفقاء کرام نے، جن میں قاضی عنایت علی تھانوی، حضرت حافظ محمد ضامن شہید، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی جیسے منتخب روزگار اصحاب بھی شامل تھے، اپنے علاقہ (تھانہ بھون) شامی، کیرانہ اور اس کے اطراف میں، اس تحریک کی زمام سنبھالی اور اس علاقہ کو، انگریز کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کی فوجوں سے لوہا لینے کے لئے تیار کیا۔ شامی تھانہ بھون اور کیرانہ بطور خاص، میدان کارزار بنا، ایک طرف انگریز، ان کے فوجی دستے، طاقتور اسلحے، توپ خانہ اور بارود کے انبار تھے، دوسری جانب یہ حضرات تھے، انہوں نے بھی حالات کا رخ دیکھتے ہوئے ہتھیاروں اور مقابلہ کی تمام تدبیروں اور سامان سے تیاری کی تھی۔ چنانچہ شامی اور تھانہ بھون میں سخت مقابلہ ہوا، بارود کا کارن پڑا، میدان علمائے کرام اور ان کے ہم نواؤں کے ہاتھ رہا۔ ان لوگوں نے تھانہ بھون سے شامی تک اور ادھر ادھر کا بھی خاصا حصہ انگریزوں کے حکمرانوں کے انتظام اور فوجی دستوں سے پاک کر کر کے اپنے قبضہ و انتظام میں لے لیا تھا مگر دوبارہ انگریز دس گنا قوت، نیز اپنے منتخب تجربہ کار فوجی دستوں اور بڑے توپ خانے کے ساتھ، تازہ دم ملک لیکر دوبارہ حملہ آور ہوئے، مگر چہ اس وقت بھی دواشجاعت دی گئی، میدانِ عمل پوری قوت سے سرگرم رکھا گیا مگر قضا و قدر کا فیصلہ یہی تھا، کہ اس وقت میدانِ انگریز کے ہاتھ میں رہے اور مستقبل کے لئے بائیں بازو کے ظلم و جبر اور استبداد کی ایک نئی تاریخ لکھی جائے، بہر حال اس جمشید مسلمانان اور قافلہ سالاران حریت میں، حضرت مولانا گنگوہی بھی نہایت اولوالعزمی، جرأت اور استقامت کے ساتھ شامل و شریک رہے۔ حضرت مولانا اس کے ممتاز کمانڈروں اور فوجی رہنماؤں میں سے تھے، اسی وجہ سے ۱۸۵۷ء کی تحریک ناکام ہونے کے بعد گرفتار کئے گئے، مقدمہ چلا، جیسے یا اٹھ مہینے جیل میں رہے، اس معرکہ و مقدمہ کی تفصیلات، جلد ہی ان شاہِ اہلِ کتابی صورت میں پیش کی جائیں گی۔

اُس سے ہے کہ معرکہ شامی و تھانہ بھون کا کسی نے علمی تاریخی حیثیت سے مطالعہ نہیں کیا، اس لئے اس کے متعلق منقول و مشہور کئی باتیں بالکل غلط اور بے حقیقت ہیں، نیز کئی اور باتیں جن سے اس بات کی اہمیت کا علم ہوتا ہے، قطعاً نامعلوم اور گم نام ہیں۔ یہ عنوان اگرچہ تفصیلات کا طالب ہے مگر زیرِ نظر صفحات میں اس کی گنجائش نہیں، لیکن اس کی حضرت مولانا گنگوہی سے خاص وابستگی کی وجہ سے، اس کو نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں۔

اس لئے چند مختصر اشارات حاضر ہیں، پہلی بات ان حضرات کے احوال پر مشتمل تقریباً تمام ہی کتابوں میں لکھا ہے، کہ تھانہ بھون میں ۱۸۵۷ء کی تحریک قاضی عنایت علی کے بھائی، قاضی عبدالرحیم تھانوی کو کلکٹر سہارنپور کی ہدایت پر، اچانک بلا کسی

جوش و شہوت کے چھائی پر لگا دینے کی وجہ سے برپا ہونے لگی تھاں بھون بھون کے طرף میں پہلے سے اس کا کچھ نہ کر سکا۔ چاروی نہیں تھی مگر یہ حادثہ نہ ہوا تو کچھ اقل تھاں بھون بھون کی زندگی گزار رہے ہوتے۔ مگر یہ بھون بھون کچھ نہیں اس وقت علاقہ میں عسکین اگر بڑے کاموں پر فوج کے کمانڈروں کی یادداشتوں تحریریں سے وہاں ہے کہ یہ پہلے سے مصوبہ شدہ لہجہ بہت عظیم و متعجب اور ان کی تحریک تھی جس نے اس پر سے علاقہ میں مائگزیں ادا کو تاک پڑے یا ہوا دینے تھے۔ تحریک کے کام لینے اپنے مقام صوبہ کی تحصیل کے لئے سوچا۔ کچھ کر چندی اور ان نکاحات کر لئے تھے۔ تحریک فوجی دستوں کے لئے دوسرے مسلمان کی کی فراموشی کا بھی متحمل ہو کر ان تمام کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے منہ اور لگا لگا میں دوسری کشتیوں تیار ہوئی تھیں جس میں مسلح فوج مقابلہ کے لئے تیار رہتے تھے اور یہاں مقابلہ تبدیل کر لینے کی صورت میں، تیاری سے دفعتاً اٹھ کر یہاں سے ہاں تبدیل کر سکتے تھے۔

روز نامیوں اور بعد میں دریافت کاغذات سے یہ بھی سراغ ملا ہے کہ قاضی معاذ علی کے دیار وطن (بہار شریف) سے درواہا تعلقات تھے، مزید یہ کہ وہی (سید مبارک علی) قاضی صاحب کے محفل اور مہمان تھے، قاضی صاحب (سید مبارک علی) سے خطی اطلاعات و معلومات کے لئے درواہا میں رہتے تھے۔

یعنی شعلی تھانے بھون اور اس کے اطراف میں سوئے ہوئے ہیں، طاقتور جہد جہد، کسی وقتی جاڑ کا تہجد اور کاغذی عہدہ لرحم کی پھانسی کا در عمل نہیں ہو سکتا، نہ یادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ کاغذی معاہدے علی نے تمام تیار یاں کر رکھی تھیں، کاغذی عہدہ لرحم کی پھانسی اس کو عمل میں لانے کا سبب بن گئی تھی۔

تذکرہ ارشد میں شاملی اور حقان بھون کے واقعات کا، طبرہ واضح اور ذہنی الاملا میں تذکرہ کیا ہے شاید اس لئے کہ جب تذکرہ ارشد لکھی گئی ۱۹۰۹ء میں اس وقت ۱۹۰۹ء کے واقعات اور اس میں حکومت کے خلاف کفر سے ہونے والوں کی خدمات و کمالات کا تذکرہ اور ان کی تحسین خود اپنے کو خطرے میں ڈالنے کا کام تھا، اس لئے مولانا عاشق الہی نے ایسے الفاظ استعمال کئے کہ جن سے ہاتھ پاؤں بھی خوش رہے، دامن رہے، صبر بھی۔

مجموعی اصلاحی خدمات نیز دارالعلوم دیوبند حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا کی ذات گرامی اپنے آپ میں ایک بڑا مرکز اصلاح و تربیت ، بڑا ادارہ اور ایک بڑا دارالعلوم تھی۔ جس میں علم و تدبیر کا سلسلہ بھی تھا اور تربیت کا۔

اپنی کی فکر بھی، قدم قدم پر اصلاح و بہار کی دعا کی تھی، ان تمام تھانوں پر خاندان مولانا کی، حضرت سید ابو شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید کی کوششوں سے، جو ایک دنیائے علم و عمل آباد ہوئی تھی، جسے اس کی آبادی میں شکست و ریخت کے کچھ آثار ظاہر ہوئے، تو حضرت مولانا انگلوں کی قہر و محنت اور کوششوں سے اس کی توجید و تزئین ہوئی اور اسے روایت کا تسلسل جاری رہا۔

یہ بات باترود کی جاسکتی ہے کہ برصغیر ہندو پاکستان میں حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کے بعد سہارن سنت اور سہارن ویدعات کی ترویج میں کوئی اور آواز اس قدر طاقتور، بلند ہنگ نہیں تھی، جیسی حضرت مولانا گنگوہیؒ کی تھی۔ حضرت مولانا نے اسی انداز و ہنگ میں سہارن کی ترویج کی اور اس بنیاد پر تمام کوششیں پر زور دے کر ان کے ساتھ ساتھ کچھ مسئلہ سائنس لگا تھا، اس میں سے نکل کر یہ کہ وہ ہمارا کئی وقت تکی طاقت اور مسئلہ ترقی کی بن کر متحرک ہو رہا تھا۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے حلقہ تربیت سے جو افراد اعلیٰ علم میں سے ایک بڑی تعداد ایسے علماء اور صاحب معرفت کی تھی، جنہوں نے اس دعوت و پیام کو اپنا نصب العین بنا کر اپنی زندگیوں میں اس کی جدوجہد اور اس کی تبلیغ و ترویج کے لئے جوش کر دیا تھیں اور اپنی سادگی، بے نفسی اور بے غرض کوشش سے، اس کی جڑیں بہت دور تک اور اس طرح گہرائی تک پہنچا دی تھیں، کہ ان سے خود بخود کئی نئی کھلیں، نئے نئے پورے، پھولنے اور پھولنے چڑھتے رہتے ہیں، فکر و عمل کے لئے لگتا ہے آباہ ہوئے رہتے ہیں۔ جس میں ایسی مثالیں تازگی اور ہنگ ہوتی ہے، کہ امت کا ایک بڑا طبقہ اس کے کیف سے آراستہ ہو کر ان خوشیوں سے اپنا دامن بھر لینا چاہتا ہے اور اس چمنستان سے ملنے تلخوں کو دھواں تک پہنچانا، اپنی سعادت و خوش بختی خیال فرماتا ہے۔ یہ نئے افراد اس تحریک کے ایسے ہی پر جوش خادم بنتے ہیں اور وہ شریعت و سنت پر اسی طرح قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کرتے ہیں، جس طرح ان کے بزرگوں اور اس خانوادہ کے کار و علماء نے چلنے کی کوشش کی تھی۔

حضرت مولانا نے اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ دین کی خدمت، تعلیم و تدریس، اصلاح و ارشاد اور معاشرہ کی برائیوں کو ختم کرنے میں گزارا، عقائد اور معاملات کے ہکا بکا دور کرنے کی کوشش کی۔ فقہی مسائل و مباحث میں عوام و خواص کی رہنمائی ان کے سوالات کے جوابات لکھنا، ان کے علمی و فقہی سوالات و مشکلات کے حل کی جستجو اور پچھلے دور سے آہو کہ بہتر سے بہتر طریقے اور نمونہ سے عمدہ ترین تدبیر کے ذریعہ سے، صحیح راستہ پر لانے کی دن رات بلکہ تمام عمر متواتر جدوجہد، حضرت مولانا کا طفرائے اعتبار ہے۔

دارالعلوم دہلی ہند اور مدارس اسلامیہ کی تاسیس کی جو روایت، قاسم اعظم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی مبارک شخصیت سے شروع ہوئی تھی، اس کی سب سے زیادہ آبیاری اور سرپرستی حضرت مولانا گنگوہیؒ سے ہوئی۔ ان مدارس کے ذریعہ سے علم و کمال اور خدمت قرآن و حدیث اور فقہ و شریعت کا جو دریا جاری ہوا اور اتالیق دین و شریعت کی جو فضا قائم ہوئی اور جو بار بار جاری ہوئی، اس میں بھی حضرت والا کے روبرو فی اعظم اور دعوت و احیاء سنت کے گہرے اثرات ہیں، بہت بڑا بلکہ غیر معمولی حصہ ہے۔

یہ بات قابل غور ہے کہ اگرچہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دارالعلوم دہلی ہند کی سرپرستی فرماتے تھے لیکن یہ بھی ایک

بارخانی حقیقت ہے کہ مطلق سے دانستگی کی وجہ سے حضرت مولانا نانوتوی کا یہ بندہ میں کم وقت گزارا اور ابھی عدد سہ ہجرت کو قائم ہوئے اس برس ابھی نہیں ہوئے تھے اور اس کے قیام کے جو وقت سمجھ تھے، وہ سب پہری طرح بروز نے گذرنا آئے پائے تھے کہ حضرت نانوتوی کی رحلت کرنا گئے اس لئے حضرت مولانا گنگوہی اس کام بہت قصہ اور منصوبوں کو مکمل فرمایا۔

حضرت مولانا نانوتوی کی وفات کے بعد حضرت مولانا گنگوہی دارالعلوم کے اور بعد میں مظاہر علوم کے بھی سر پرست بنائے گئے تھے، دونوں مدرسوں کے تمام معاملات میں، حضرت مولانا کی رائے قول فیعل اور حکم کا وہیہ رکھتی تھی۔ اگرچہ حضرت مولانا گنگوہی دونوں مدرسوں کے آغاز کے وقت سے ہی دونوں معاملات میں مشیر اور کسی قدر دخل بھی تھے مگر حضرت مولانا کا حق قائم نانوتوی کی وفات کے بعد، عدد سہ ہجرت کے سر پرست لول بنائے گئے تھے، یہی مظاہر علوم سہارنپور میں بھی ہوا۔ اگرچہ مظاہر علوم کے سر پرستوں کی فہرست میں، حضرت مولانا کا نام دہر میں آیا مگر مدت کے قیام کے وقت سے مدت کے ذمہ داران، خصوصاً مولانا کا مظہر نانوتوی جو علم اور فکر کی بزرگی کے باوجود حضرت مولانا کے نیاز مند تھے، حضرت مولانا سے مشورہ فرماتے رہتے تھے۔

اس طرح ان دونوں مدرسوں کے تقریباً تمام اختیارات، حضرت مولانا گنگوہی کے پاس آگئے تھے اور یہی بھی دونوں مدرسوں کے اکثر ذمہ داران اور استاذ، حضرت مولانا کے دامت تربیت سے جڑے ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت مولانا کو دونوں مدرسوں کے اساتذہ اور طلباء کی تربیت کا وسیع موقع ملا، یہ دونوں مدت سے تقریباً ایک تہائی صدی تک، حضرت مولانا کی نگرانی اور سرپرستی میں رہے اور حضرت مولانا کی افکار و تعلیمات اور طریقہ تعلیم و تربیت کا نمونہ اور مثال بن گئے۔

حضرت مولانا کے حسن تربیت کے سبب، حضرت مولانا کے اخلاق و کردار کے محاسن اور وہ نیل کے اثرات، اجتماع ملت کی رہنمائی اور دینی خاص پر عمل کا جذبہ مولانا کے شاگردوں اور حواریوں میں گھر کر گیا تھا اور اس کے ساتھ ہی تدبیر و انائی، علم و عقل و فقہ و حدیث کی جامعیت اور اصلاح و تربیت کے ساتھ، معاشرتی فرائض کے خلاف جدوجہد اور تمام فیروانی، غیر اسلامی آوازیوں اور فتنوں کے خلاف سید پھر ہونے کی بنیادی صفات بھی، دونوں مدرسوں کے ذمہ داروں اور استاذوں میں منتقل ہو گئی تھیں، اور دونوں مدرسوں کے لئے محتاج ہے بہ اور وہ شہور و نامت ہوئیں۔ ان مدرسوں کے اکثر طالب علموں نے صرف یہی نہیں کہ ان محاسن کی قدر کی، ان کو سید سے لگایا، بلکہ ان کو اپنی زندگی کے سفر اور دینی خدمات کے لئے رجحان اور نمونہ بنالیا تھا۔ یعنی حضرت مولانا گنگوہی کے فکر و مزاج کی خصوصیات و اختیارات، حضرت مولانا کے نفس و تربیت اور صحبت کی برکت سے ان مدرسوں کے متعلقین کے فکر و مزاج میں، اس طرح رچی بس گئی تھیں۔ ان کے وجود کا ایک ضروری حصہ بن گئی تھیں۔ اسی فکر و مزاج کو جو بندیت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور یہی ان مدرسوں اور ان کے وابستگان کے کام کی روح ہیں۔

وفات حضرت مولانا حوادث کے تسلسل کی وجہ سے بہت ضعیف و کمزور تھے، مولانا عبدالحی حسنی نے، جو ۱۳۱۳ھ [۱۸۹۶ء] میں گنگوہ حاضر ہوئے تھے اور حضرت مولانا کی خدمت میں قیام کیا تھا، لکھا ہے:

”مولوی صاحب بہت ضعیف و نحیف ہیں، عمر کی حیثیت سے یہ ضعف نہیں، کیونکہ عمر ساٹھ سے کچھ ہی متجاوز ہوگی، بڑھاپے کے آثار نمودار نہیں ہیں، بلکہ بیماری کا ضعف ہے، چہرے سے نہافت معلوم ہوتی ہے“ (۱)

اور اس کے بعد بھی بار بار مختلف امراض میں مبتلا ہوتے رہے، لیکن معمولات بدستور جاری رہے، صحاح ستہ کے کامل درس کا سلسلہ ۱۳۱۴ھ میں ختم فرمایا تھا، تاہم اطراف پڑھ کر اجازات وغیرہ کی مشغولیت روز افزوں رہی، عقائد و اصلاح کی فکر اور اہل سلوک کی نگرانی و تربیت بھی قدیم معمول پر جاری تھی، ماہ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۳ھ کی صبح جب فجر کی نماز کے لئے مسجد آئے، تو لوگوں نے دیکھا کہ پیروں کی دو انگلیوں پر خون کے گہرے نشانات ہیں، فکر ہوئی کہ یہ کیا ہوا، نماز کے بعد دیکھا گیا تو جانماز جو موٹی اور تہ دار تھی، وہ بھی نیچے تک خون سے آلودہ تھی، خیال ہوا کہ کسی جانور نے کاٹا ہے، مگر یہ تحقیق نہ ہوئی کہ کس نے کاٹا ہے، اگرچہ متوسلین نے توجہ دلائی مگر حضرت مولانا نے اس کو چنداں اہمیت دی، لیکن اس حادثہ کے بعد، کبھی کبھی نیند کا غلبہ ہوتا، اسی طرح تقریباً پندرہ دن گزر گئے، ۲۷/ جمادی الاول [۳۱ جولائی ۱۹۰۵ء] کو عشاء بعد یکنخت لرزہ اور بخار کا سخت حملہ ہوا، یہی درحقیقت مرض الوفا تھا۔ علاج کی تدبیریں ہوتی رہیں، ہر طرح کی دوائیں ہونیں بہتر سے بہتر علاج کیا گیا، مگر ان اجل اللہ اذا جاء لا یؤخر۔

مرض نے شدت اختیار کر لی اور اسی میں جمعہ کی دوپہر کو جمعہ کی اذان کے وقت ۹/ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۳ھ، ۱۱/ اگست ۱۹۰۵ء کو یہ آفتاب ہدایت غروب ہو گیا۔ اسی دن شام کو مغرب کے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ (۲)

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
بہرہ نور رستہ اس گھر کی، نگہبانی کرے

و رحمہ اللہ رحمۃ الابوار الصالحین و جزی اللہ ماجزی بہ الاخیار الکاملین
الصالحین۔

حملہ سرائے کے قریب سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضرت مولانا کی وفات کے بعد، ان ہی دنوں میں مولانا مرغوب احمد

(۱) دہلی میں کے طرف میں ۱۰۰ دہلی ۱۹۵۸ء

حضرت مولانا گنگوہی کے مرض الوفا اور وفات کے مفصل حالات مولانا صاحب الرحمن عثمانی (بعد میں، مجتہد دارالعلوم دیوبند) نے رقم بند کر کے اخبار کیل امرتسر میں شائع کرائے تھے۔ (۲) مجتہد دارالعلوم دیوبند ۱۹۰۵ء اس کا کس رقم بطور کے سامنے ہے۔

(۲) تذکرہ رشید میں ۲۳۱ ص ۲۳۱

لاچپوری نے سیدنا حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا، تشریف آوری کا سبب دریافت کیا، ارشاد فرمایا:

”مولوی رشید احمد کو لینے آیا ہوں“ (۱)

حضرت مولانا گنگوہی اپنوں اور پراؤں کی نظر میں حضرت مولانا گنگوہی کس مقام و مرتبہ کی شخصیت تھے اور حق تعالیٰ نے حضرت مولانا کو کیا جامع صفات، جامع کمالات، منبع علوم و برکات، بنایا تھا، اس کا حضرت مولانا کی حیات میں ہی اعتراف اور بلند الفاظ میں اظہار ہو گیا تھا، یہاں نمونہ کے طور پر چند عبارتیں اور اقتباسات نقل کئے جاسکتے ہیں، جس سے معلوم ہوگا کہ اس آفتاب کمالات کی توصیف میں، بخلاف و موافق سب ایک زبان تھے۔

جنید و شبلی و عطار ہم مست

حضرت مولانا فضل رحمان گنج مراد آبادی کے ارشادات حضرت گنج اپنے دور کے اکثر علماء اور مشائخ کے مقتدا اور گویا امام کی حیثیت رکھتے تھے، حضرت شاہ عبدالعزیز سے براہ راست تلمذ کی سعادت اور مولانا شاہ محمد آفاق نقشبندی، مجددی سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ پورے ملک میں حضرت گنج مراد آبادی کے نیاز مندوں اور مستفیدین کا بہت وسیع سلسلہ تھا، اور بڑے اکابر و علماء، حضرت مولانا سے ملاقات و زیارت کو عزت و سعادت خیال فرماتے تھے۔ حضرت مولانا گنج مراد آبادی، اپنے دور کے علماء میں سے حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور حضرت مولانا گنگوہی کے سب سے زیادہ قابل و معروف تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا کی مجلس میں بزرگان دین کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے حضرت مولانا رشید احمد کے حالات دریافت کئے [اس کے جواب میں] حضرت مولانا گنج مراد آبادی نے یہ الفاظ فرمایا:

”مولانا رشید احمد کا کیا حال پوچھتے ہو، وہ تو دریائی گئے اور ڈکارتک نہیں لیا“ (۲)

ایک مجلس میں ارشاد ہوا:

”ایک میں ہوں اور دوسرے مولانا رشید احمد، تیسرے ایسا کوئی مل جائے تو ظلمت فلسفہ دور ہو جائے“ (۳)

حضرت حاجی امداد اللہ کے کلمات عالیہ حضرت حاجی امداد اللہ نے حضرت مولانا کا اپنی کئی تصانیف

(۱) خواب کی قصیدہ کے لئے ملاحظہ ہو: فتح الاسلام، روزنامہ جمعہ، دہلی، ص ۱۳۶۔ (فتح اول دہلی) نیز مدرسہ شاہی نمبر مرتبہ مولانا مفتی سلمان منصور پوری ص ۳۵۔ بہارِ مدائیک شامی ص ۱۰۴۔

مولانا مرغوب الرحمن لوگوں میں سے ہیں جو حضرت کی وفات کے وقت گنگوہی میں حاضر تھے۔ ملاحظہ ہو: تذکرہ طہر مرغوب، مؤلف: میر مرغوب، ص ۹۰۔ (مطبوعہ کلکتہ) نانچ، ہجرت جلد ۱ ص ۱۰۴۔

(۲) تذکرہ الرشیدیہ ص ۳۲۱، جلد دوم۔

(۳) اردو ص ۱۱۲، ص ۳۲۸۔

اور تحریرات و مکتوبات میں نہایت اعتراف کے ساتھ تذکرہ کیا ہے، ایک اقتباس گزر چکا ہے، ایک مفصل گرامی نامہ اسی موضوع پر، اسی سلسلہ میں ارقام فرمایا تھا، اس میں فرماتے ہیں:

از فقیر امداد اللہ جشتی۔ بخیرت مہمان۔ عموماً اندون بعض خطوط ہندوستان سے اس فقیر کے پاس آئے، ان میں یہ تحریر تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب کے ساتھ بعض لوگ سوہنظن رکھتے ہیں، کہ ہم مولوی صاحب کو کیسا سمجھیں۔ لہذا فقیر کی جانب سے مشتہر کراؤ اور طبع کراؤ، کہ مولوی رشید احمد صاحب عالم ربانی، فاضل حقانی ہیں، سلف صالحین کا نمونہ ہیں، جامع بین الشریعہ و الطریقہ ہیں، شب و روز خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مندی میں مشغول رہتے ہیں، حدیث پڑھانے کا شغل رکھتے ہیں، مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب کے بعد میں، اس قسم کا فیض علم دین کا، مولوی صاحب سے جاری ہوا ہے۔ ہندوستان میں مولوی صاحب ایک فرد واحد ہیں، مسائل مشککہ کی عقدہ کشائی مولوی صاحب سے ہوتی ہے، ہر سال میں پچاس آدمی کے قریب علم حدیث پڑھ کر، ان سے سند لیتے ہیں۔ انباء سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور عشق خداوندی میں مستغرق ہیں، حق گو ہیں۔ لایب خالصون لومۃ لائم کے مصداق ہیں، خدا کے اوپر پورے طور سے توکل رکھتے ہیں، بدعات سے پورے طور سے مجتنب ہیں، اشاعت سنت ان کا پیشہ ہے، بد عقیدوں کو خوش عقیدہ بنانا ان کا حرفہ ہے، ان کی صحبت اہل اسلام کے واسطے کیسیا اور اسیر اعظم ہے، ان کے پاس بیٹھنے سے اللہ یاد آتا ہے، یہی اللہ والوں کی علامت ہے، متقی اور تارک الدنیا ہیں، راغب الی الآخرة ہیں، تصوف اور سلوک میں کامل ہیں، امیر و غریب ان کی نزدیک یکساں ہیں، سب کی طرف توجہ برابر ہے، لاطمع ہیں، فقیر نے جو کچھ ان کی ثانیں ضیاء القلوب میں تحریر کیا ہے وہ حق، اور اب فقیر کا حسن ظن اور محبت بہ نسبت پہلے کے، ان کے ساتھ بہت زیادہ ہے، فقیر ان کو اپنے واسطے ذریعہ نجات کا سمجھتا ہے۔

میں صاف کہتا ہوں کہ جو شخص مولوی صاحب کو برا کہتا ہے، وہ میرا دل دکھاتا ہے میرے دو بازو ہیں، ایک مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم دوسرے مولوی رشید احمد صاحب، ایک جو باقی ہے اسکو بھی نظر لگاتے ہیں، میرا اور مولوی صاحب کا ایک عقیدہ ہے، میں بھی بدعات کو برا کہتا ہوں، جو مولوی صاحب کا امور دینیہ میں مخالف ہے، وہ میرا مخالف ہے، اور خدا اور رسول کا مخالف ہے اور بعض جہلا جو کہہ دیتے ہیں کہ شریعت اور ہے، طریقت اور ہے محض ان کی کم فہمی ہے۔ طریقت بے شریعت خدا کے گھر مقبول نہیں، صفائی قلب کفار کو بھی

حاصل ہو جاتی ہے، قلب کا حال مثل آئینہ کے ہے، آئینہ رنگ آلودہ ہے، تو پینٹا بے بھی صاف ہو جاتا ہے، اور گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے، لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے۔

ولی اللہ کے پہنچانے کے واسطے اتباع سنت کو کافی ہے، جو تبع سنت ہے وہ اللہ کا دوست ہے اور اگر مبتدع ہے، تو محض یہ بدوہ ہے۔ خرق عادات تو دجال سے بھی بہت ہوں گی، خدا فرماتا ہے: **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي** جو رسول اللہ کا پیرو نہ ہووے اور مردودِ بدعات ہووے، وہ خدا کا دوست نہیں ہو سکتا، اس فقیر سے جو اہل علم محبت رکھتے ہیں یہ امر باعثِ اتباع سنت کے ہے، کسی کی مخالفت سے مولوی صاحب کا نقصان نہیں۔

آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

مولوی صاحب وہ شخص ہیں، کہ خواص کو چاہئے کہ ان کی صحبت سے مستفید ہوں اور ان کی صحبت کو خیر کثیر سمجھیں اور میں یہ چاہتا ہوں کہ مولوی صاحب کی نسبت مجھے کوئی کلمہ بے ادبی کا نہ سناوے اور نہ تحریر کرے، مجھ کو ان امور سے سخت ایذا ہوتی ہے۔ عجب بات ہے کہ میرے تحت جگر کوایز اپنا چپاوس اور اپنے آپ کو میرا دوست سمجھیں، ہرگز نہیں! مولوی صاحب کے خفی اہمذہب صوفی المشرک ہیں، با خدا ولی کامل ہیں، ان کی زیارت کو فہیمت سمجھیں۔ والسلام امداد اللہ فاروقی

مہر حاجی امداد اللہ مکہ معظمہ ۲۵/ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ (۱)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ارشادات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بھی، اگرچہ حضرت مولانا

کے بچپن سے دوست، ہم مرشد اور بے تکلف تھے لیکن حضرت مولانا کی نگاہ میں، حضرت مولانا گنگوہی کا جو مرتبہ تھا وہ غیر معمولی تھا۔ حضرت مولانا نانوتوی نے اپنی کتاب ہدایۃ الشیعہ [مؤلفہ رجب ۱۲۸۳ھ - دسمبر ۱۸۶۶ء] کی تمہید میں، حضرت مولانا گنگوہی کا نام، بڑے القاب و احترام کے ساتھ درج کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

بندہ یقیناً مدان گناہ محمد قاسم نام، متخلص بنیہ کپائے علماء، ناظران و راق کی خدمت میں عرض پرداز ہے، کہ اواخر رجب ۱۲۸۳ھ بارہ سو ترسی ہجری میں، مخدوم العلماء، مطاع الفضلاء، مجمع الکلمات، منبع الحسنات، زین طریقت، حامی شریعت، فخر احباب، افتخار اصحاب، ملجا نام، مرجع خاص و عام، معلم قوانین اطاعت، و افتقاد محرک سلسلہ رشد و ارشاد، جامع کمالات ظاہری و باطنی، مجدد و مناد مولانا رشید احمد گنگوہی دامرشدہ و ارشادہ (۲)

اس تحریر کے تقریباً اسی سال بعد مرقومہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

عزیز من! میں اس قابل کہ خود کسی کی رہبری کروں، اور نہ اس قابل کہ کسی رہبر کو پیچھا کروں اور دوسروں کو بتاؤں، البتہ دو چار بزرگوں سے عقیدت ہے، ایک تو جناب حاجی امداد اللہ صاحب، دوسرے شاہ عبدالغنی صاحب، ان کے بعد جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، ان بزرگوں میں سے جس کی محبت میسر آجائے قیمت جانو اور اپنے حصہ کی تقیتش میں نہ رہو۔

۶/ صفر ۱۲۹۳ھ از نانوتہ (۱)

مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی کی نظر میں مولانا کامرتبہ مولانا الہ آبادی، حضرت حاجی امداد اللہ کے

ممتاز ترین خلفاء میں سے تھے، حضرت حاجی صاحب بھی مولانا کو اپنے خواص میں شمار فرماتے تھے اور یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مولانا الہ آبادی بہت سے مسائل و نظریات میں، حضرت مولانا گنگوہی وغیرہ علماء سے واضح اختلاف رکھتے تھے، اور یہ اختلاف معروف تھا، اس کے باوجود حضرت مولانا کے دل سے قدرداں اور نہایت مداح تھے۔ مولانا الہ آبادی کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

”ایک مولوی صاحب خدمت میں حاضر ہوئے اور مسئلہ توحید کے متعلق گفتگو فرمائی، مولانا نے تشفی بخش جوابات دیئے تو وہ بہت مسرور ہوئے اور انہوں نے کہا کہ مولانا گنگوہی کے یہاں مجھے یہ باتیں نہ ملیں۔ آپ نے ان سے ارشاد فرمایا، کہ مولانا گنگوہی بہت بڑے شخص ہیں، ان میں صحابہ کی شان پائی جاتی ہے۔ یہ صاحب جب مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پورا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مولانا الہ آبادی نے انکار کیا فرمایا ہے، ان کو تو یہ کہنا چاہئے تھا، کہ رشید احمد بھی اس مرتبہ میں نہیں ہے (یہ ان دو آدمیوں کے تعلقات ہیں، جن کے متعلق مختلف المسلک ہونے کی شہرت دی جاتی ہے)“ (۲)

مولانا الہ آبادی نے ایک حضرت مولانا تھانوی کے نام خط میں لکھا:

”آپ لوگ [یعنی حضرت مولانا گنگوہی و تھانوی] بڑے عالی ہمت، بلند حوصلہ ہیں۔ دولت دارین کے سرمایہ دار، جو کام کرنا چاہتے ہیں، تائید ایزدی رفتی ہوتی ہے، ہر کام بخیر و خوبی انجام پاتے ہیں۔ ہم ٹکے، ہمارے کام ٹکے، جس کام کا ارادہ کیا، کبھی انجام کو نہ پہنچا۔ اگر کچھ سرمایہ ہے بھی تو ناکامی، کمائی ہے، تو معصیت، بقائے اثر کے لئے کچھ ذریعہ ہے تو رو سیاسی اور شامت اعمال“ (۳)

(۱) مکتوبات اکابر بعد ۵۵

(۲) سوانح شاہ محمد حسین الہ آبادی تالیف محمد الناروتی ص ۱۶۳، (الہ آباد ۱۳۵۳ھ)

(۳) سوانح شاہ محمد حسین الہ آبادی ص ۳۶، (الہ آباد ۱۳۵۳ھ)

مولانا سید دیدار علی الوری کا نذرانہ محبت و عقیدت مولانا سید دیدار علی الوری مشہور عالم اور فقیہ تھے،

خصوصاً مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی، مولانا الوری کو ہندوستان کا سب سے بڑا فقیہ اور فقہ میں اپنا سر فی سمجھتے تھے اور مسائل کی تحقیق و تحقیق کے لئے، مولانا الوری سے رجوع بھی کرتے رہتے تھے۔

لیکن فاضل بریلوی کو شاید اس کا علم نہیں تھا یا خیال نہیں رہا ہوگا، کہ مولانا الوری حضرت مولانا گنگوہی کے شاگرد اور فقہ میں خاص تربیت یافتہ تھے، مولانا الوری کا تاحیات حضرت مولانا گنگوہی سے نیاز مندانہ رابطہ رہا۔ مولانا الوری حضرت مولانا کو جب خط لکھتے، ایسے القاب و آداب لکھتے، جس سے حضرت مولانا کی کامل عظمت اپنے تلمذ اور نیاز مندی کا اظہار ہوتا تھا، مولانا الوری کے فتاویٰ کے مجموعہ تحقیق المسائل میں، مولانا الوری کے، حضرت مولانا کے نام کافی خطوط موجود ہیں، ان کے سرنامے لائق مطالعہ ہیں۔ ایک خط کے آغاز پر لکھا ہے:

عالی خدمت، فیض موہبت، مولانا معظمنا، رافع السنۃ، قاصع البدعت، مصدر خیر و برکت، مولوی رشید احمد صاحب، اداۃ اللہ رشیدہ (۱)

دوسرے خط کی ابتدا ملاحظہ ہو:

عالی خدمت، فیض موہبت، حضور مجمع النور، رافع السنۃ، قاصع البدعت، مصدر خیر و برکت، مولانا مرشدنا مولانا رشید احمد صاحب، اداۃ اللہ رشیدہ (۲)

اور پھر بعینہ یہی الفاظ تحریر ہیں:

عالی خدمت، فیض موہبت، حضور مجمع النور، رافع السنۃ، قاصع البدعت، مصدر خیر و برکت، مولانا مرشدنا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اداۃ اللہ رشیدہ (۳)

ایک اور خط کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے:

عالی خدمت، قدوة العلماء، زبدۃ الافیاء، مولانا مرشدنا، مولانا رشید احمد صاحب سلمۃ اللہ (۴)

یہ سرنامے مولانا دیدار علی صاحب کے دل میں حضرت مولانا گنگوہی کی جلالت شان اور عظمت و مقام کے بہت بڑے گواہ ہیں، کسی اور شہادت و تحسین کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

(۱) تحقیق المسائل، مولانا دیدار علی الوری ص: ۳۰

(۲) تحقیق المسائل، مولانا دیدار علی الوری ص: ۲۰

(۳) تحقیق المسائل، مولانا دیدار علی الوری ص: ۱۹

(۴) تحقیق المسائل، مولانا دیدار علی الوری ص: ۳۸

مولوی تقی علی والد فاضل بریلوی، کے کلمات تحسین ایک وقت تھا کہ خود فاضل بریلوی کے والد مولوی

تقی علی خاں صاحب بھی، حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے نیاز مندوں میں شامل اور ان کے مداح و معتقد تھے اور دونوں کو ”بڑے عالم اور بچے مومن“ لکھتے تھے۔ (۱)

فاضل بریلوی کے ایک معتمد اور خلیفہ، فاضل بریلوی کے بہت ہی معتمد اور قریب ترین علماء میں، ایک مولانا ناصر شفیق کی شہادت اور بلند الفاظ اہم نام، مولانا ناصر شفیق راپوری (رام پور منیہاران ضلع سہارنپور)

کا بھی ہے، جو حیات فاضل بریلوی کے ساتھ رہے، بریلی میں انتقال ہوا، وہیں فن کئے گئے۔ انہوں نے بھی اس کی گواہی دی ہے کہ پورے ملک میں، حضرت مولانا گنگوہی کا ہم پایہ کوئی نہیں۔ اپنی تالیف ’معہ برق جلال‘ میں لکھتے ہیں:

”اس خاندان عالیہ [صابریہ] میں جو کچھ علم و فضل، زہد و اتقا، فصیح عقائد اجتناب از بدعات ہے، بظاہر ہندوستان میں دوسری جگہ کم ہوگا، الا ماشاء اللہ! مولانا رشید احمد گنگوہی، قاضی محمد اسماعیل صاحب موجود ہیں، جن کے اتباع سنت کا حال پورے ملک میں ضرب المثل ہے۔ (۲)

(۱) یہ کلمات تحسین مولوی تقی علی کی تالیف ’تحفۃ المقلدین‘ مطبوعہ مطبعہ صحیح صادق، بیتا، ہر کے س ۱۵۰ پر درج ہیں۔ ملاحظہ ہو: افسانہ عبرت تالیف مولوی مشتاق احمد صاحب بریلوی۔ [مطبع قادیان، دہلی، ہند۔ امپریل پریس، لاہور، ۱۳۳۸ھ]

یہ کتاب تحفۃ المقلدین اگرچہ بیحد نفیس ہے تاہم تمایب ہے مگر اب بریلوی اہل قلم اس کا بالکل تذکرہ نہیں کرتے بلکہ اس کو چھپا اور ہم نام کر دینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مولوی تقی علی صاحب پر جو ایک کتاب پاکستان میں بھیجی ہے اس میں بھی تحفۃ المقلدین کا نام نہیں ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ فاضل بریلوی احمد رضا صاحب نے، حضرت مولانا شرف علی قندلوی کے ہمراہ ایک خط میں بھی، اس کتاب کی اپنے والد کی جانب نسبت سے انکار کیا ہے مگر یہ صاحبان بھول جاتے ہیں کہ یہ باتیں ہیں جب کہ جب آتش جواں تھا

اس وقت مولوی تقی علی، سلسلہ دہلوی کے اکابر و علماء سے تعلق رکھتے تھے اسی وقت ان کی دوران کے سلسلہ دار برہنہ وغیرہ کے اصحاب کی جو مولاناات و کتاب چھپتی تھیں، ان میں حضرت مولانا گنگوہی، حضرت مولانا نانوتوی نیز علامہ خاندان حضرت شاہ ولی اللہ کا تعریف و تحسین سے تذکرہ ہوتا تھا مگر فاضل بریلوی نے اپنے اس خط میں، ایسی تمام مولاناات کے جو موضوعات کا انکار کیا ہے اس کی ایک قسم ہی حقیقت کی ہے، ملاحظہ ہو: مکتوبات احمد رضا خاں بریلوی، مرتبہ مولانا محمود امجد قاری ص ۱۹۹، [لاہور، ۱۹۸۶ء] ان کو خطی قرار دینا بریلوی صاحب کی بھوری ہے اگر وہ اس کا اعتراض کر لیں کہ ہمارے والد، ابو اور اہل بارہرہ کا اکابر علامہ دیوبندی کی نسبت یہ خیال، یہ اعتراض اور یہ نیاز مندی کا حامل تھا۔ بلکہ از بعد میں اپنے خیالات و مفادات کی وجہ سے وہ اس تعظیم اور اپنے گنج و فی پس مندر اور تاریخ کو بھول جاتے ہیں، مگر اصحاب دیوبند ان سے مخاطب ہو کر یہ شعور برپا کرنا تو شاید یہ ممکن نہ ہوگا۔

”چھا کیا جو مجھ کو فراموش کر دیا

ہاںست میری یاد سے کچھ تھیں؟ بھی تھیں

(۲) (معہ برق جلال) (کتاب کرشمہ خیال) تالیف مولانا شفیق ناصر صاحب ص ۳۳ [مطبع عثمانی لدھیانہ، ۱۳۰۰ھ]

مؤلفِ نزہۃ الخواطر، مولانا عبدالحی حسنی کا مشاہدہ اور تاثر: ملک کے ایک ممتاز مورخ اور علماء و ادیب

کمال کے بڑے تذکرہ نگار، مولانا حکیم عبدالحی حسنی رائے بریلوی نے اگرچہ نزہۃ الخواطر میں بھی حضرت مولانا گنگوہی کا نہایت عمدہ جامع تعارف لکھا ہے مگر اصل وہ تحریر، تاثر اور مشاہدہ ہے، جو مولانا حسنی نے اپنے اطراف و ملی کے سفر نامہ میں لکھا ہے۔ حضرت کی رفاقت و محفل کا حال، حضرت کے درس کی بات، حضرت کا ذاتی شرف و کمال، تورع و استقامت، اتباع سنت، ہر اک پر روشنی ڈالی ہے، آخر میں کہتے ہیں اور وہی گویا قطع کا بند ہے۔ ملاحظہ ہو:

اس میں شک نہیں کہ مولوی صاحب بقیۃ السلف ہیں، ان کا وجود مقتضیات میں سے ہے، اس تورع و استقامت کا دوسرا شیخ، ان کے سوا اس زمانہ عالم آشوب میں نظر نہیں آتا، علم الہی میں جو کوئی ہو، اس کی خبر نہیں۔ مولوی صاحب کے اوصاف میں سب سے بڑا وصف تورع ہے، جو تمام اوصاف کو شامل ہے، کف لسان اور صدق گفتار میں، مولوی صاحب ضرب المثل ہیں۔ (۱)



فقہ و فتاویٰ نیز فتاویٰ رشیدیہ کے خطی اور مطبوعہ نسخے

حضرت مولانا گنگوہی کی دینی، علمی، فقہی، اصلاحی، تربیتی خدمات کا دائرہ بہت وسیع تھا اور اس کا ایک ایک پہلو، اپنے اندر مختلف جہات اور اصلاح و تبلیغ کی مختلف نوعیتیں لئے ہوئے ہوتا تھا، یہاں ایسے تمام پہلوؤں پر گفتگو کی گنجائش نہیں، تاہم یہ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا کی بڑی اور ممتاز و موثر فقہی خدمات اور کارناموں کو، بنیادی طور پر چار بڑے حصوں پر تقسیم کر لیا جائے اور ہر اک حصہ کا علیحدہ علیحدہ جزوی، اجمالی تذکرہ کیا جائے۔ یہ تقسیم و ترتیب اس طرح ہو سکتی ہے:

(۱) فقہی موضوعات و مباحث پر تصنیفات و رسائل

(۲) روزمرہ کی ضروریات میں عوام کے سوالات اور علمائے کرام کے علمی فنی استفسارات کے جوابات (جس کا سلسلہ

ایک دائمی معمول اور لازمی وظیفہ کثرت کے طور پر، زندگی کے تقریباً پچاس سال نصف صدی پر پھیلا ہوا تھا)

(۳) صحیح عقائد، رسوم و بدعات اور ان کی شرعی حقیقت و حیثیت اور موقع بہ موقع، عوام میں پھیل جانے والی کسی بڑی

بد عملی، دین و شریعت کے کسی اصول کی بے توقیری و خلاف ورزی اور فقہی معاملات و مسائل میں، عوام کی اطلاع

اور واقفیت کے لئے، مفصل فتاویٰ کی تحریر و تالیف، ان کی اشتہار کی صورت میں اشاعت کا اہتمام اور پورے

برصغیر کے مسلمانوں اور اہل علم و فلاح تک ان کو پہنچانے کی مسلسل کوشش۔

(۵) فقہ و فتاویٰ اور احکام شریعت کی صحیح ترین اور عمیق و واقفیت، اس کی ہر ممکنہ حد آخری درجہ کا اہتمام، اس کی بقاء اور

آئندہ نسلوں تک، اس جوہر خالص کو پہنچانے کے لئے علماء صاحب نظر، لائق اعتماد، خدا ترس اصحاب کی علمی، عملی،

تربیت کے بعد ان کے کام کی فکری نظریاتی سرپرستی اور ان کے لکھے فتوؤں کی علمی تصحیح و ترمیمی، ناقدانہ نظر سے ان کا

جائزہ اور ان کی فروگذاشتوں پر تنبیہ کا دائمی اہتمام۔

اگرچہ حضرت مولانا کی فقہی خدمات اور علمی مرتبہ کو جاننے کے لئے ان عنوانات کا مفصل تعارف اور جائزہ بے حد ضروری

ہے مگر یہاں ان میں سے صرف عنوان نمبر: ۳-۲ کا کچھ تذکرہ کیا جائے گا۔

تصانیف: حضرت مولانا کی تصانیف و مؤلفات کا سرمایہ، شمار کتب اور صفحات کے لحاظ سے کچھ ایسا ضخیم اور بڑا نہیں ہے، تصانیف و مؤلفات کی تعداد بھی زیادہ نہیں ہے۔ مولانا عبدالحی حسنی نے لکھا ہے:

ولم تکن لہ کثرۃ اشتغال بالتالیف. (۱) [حضرت مولانا کا تصنیف و تالیف کا زیادہ معمول نہ تھا۔ دوسرے موقع پر لکھا ہے:

لہ مصنفات مختصرۃ قلیلۃ منها تصنیفۃ القلوب و امداد السلوک ، و ہدایۃ الشیعہ.

جو تصانیف و مؤلفات ہیں، ان کے صفحات بھی غیر معمولی اور ہزاروں میں نہیں ہیں، لیکن ان کے مندرجات اور مباحث و مضامین اللہ اللہ! جس کو علم دیں خصوصاً حدیث و فقہ میں نظر ہو، دونوں کے مقاصد اور باہمی رشتہ کو کسی قدر پہنچاتا ہو اور علوم کے غوامض و اسرار کی قدر کر سکتا ہو، اس سے پوچھئے کہ حضرت نے کس طرح اپنی ایک ایک تالیف و تحریر اور اکثر فتاویٰ کو بھی دریا بکوزہ کی مثال، اور ایک مثال و تخیل کو حقیقت کا پیرا بن عطا فرمایا ہے۔ ایک ایک صفحہ کی بات نہیں، بعض بعض مقوّموں پر ایک ایک فقرہ اور سطر، باخبر اور بہت ذہین پڑھنے والوں کو بھی محو حیرت کر دیتی ہے، کہ کس طرح پوری ایک کتاب کے مندرجات کو، ایک بحث کے مضامین کو، ایک فقرہ یا سطر میں سمودیا ہے، یہی وہ کمال اور وصف ہے، جس کی حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی نے ان الفاظ میں تعریف و تحسین فرمائی ہے، حضرت مولانا تھانوی کا قول ہے:

”مولانا گنگوہی دریا کو، کوزہ میں بند کرتے تھے اور مولانا تھانوی کوزہ سے دریا نکالتے تھے“ (۲)

جس میں جس قدر علم و صلاحیت ہو، جس درجہ کی علمی بصیرت ہو، وہ اس سے اسی قدر وسیع، اور بے بہا نتائج اخذ کر سکتا ہے، اس کو پھیلا کر اس کی شرح بھی لکھ سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت کے یہ تمام مؤلفات و کتب، اگر چہ اردو میں لکھی گئی ہیں، زبان بھی بہت مشکل، اور غیر مفہوم نہیں ہے مگر پھر بھی اکثر تصانیف کے لئے ضروری سا ہے، کہ ان کو کسی ذی استعداد عالم سے خوب محنت اور گہری توجہ سے حل کیا جائے۔

حضرت مولانا نے تحریر و تصنیف کا کب آغاز کیا، اس کا سراغ نہیں ملتا، تاہم حضرت کی جو پہلی تصنیف معروف اور مطبوعہ ہے، وہ فقہ و فتاویٰ سے متعلق نہیں بلکہ عقائد اور کلام کے موضوع پر ہے۔ یہ ہدایۃ الشیعہ ہے، جو ۱۲۸۸ھ میں لکھی گئی اور شائع ہوئی تھی، اس میں اہل تشیع کی جانب سے اہل سنت پر کئے گئے، چند اعتراضات کا سنجیدہ، علمی مدلل جواب ہے، جس

(۱) نذرۃ الخواطر ص: ۱۵۰۔ ج: ۸۰۔ (حیدرآباد)

(۲) تجرید الکلام، مجموعہ مؤلفات ص: ۲۳

کے مطالعہ سے مصنف کی گہری علمی فنی نظر اور پختہ قلم کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی سے یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ مصنف کی اور بھی علمی خدمات و تصانیف ہوں گی، جو محفوظ نہیں رہیں۔

(۱) فقہ و فتاویٰ پر حضرت مولانا کی سب سے پہلی دریافت و مطبوعہ کتاب، زبدۃ المناہک ہے، جو ۱۲۹۹ھ کی تصنیف ہے، اور اسی سال حضرت مولانا [نیز حضرت مولانا نانوتوی کے ایک ممتاز شاگرد] مولانا فخر الحسن گنگوہی کی کوشش سے، مطبع اکمل الطابع، دہلی سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت مولانا کی صرف تین تالیفات و رسائل ایسے ہیں، جن کا سن تالیف معلوم ہے:

(۲) الرای النجیح فی عدد زکعات الثر اویح مؤلفہ ۱۳۱۵ھ

(۳) اوثق العری فی تحقیق الجمعة فی القری مؤلفہ ۱۳۱۶ھ

(۴) رد الطلعیان فی اوقاف القرآن۔ [مؤلفہ ۱۳۱۶ھ]

اور دو مؤلفات و رسائل پر سنہ تالیف درج نہیں، وہ یہ ہیں:

(۱) سبیل الرشاد فی التقلید والاجتهاد۔

(۲) الشمس اللامعہ فی کراہۃ الجماعۃ الثانیہ۔

یہ جملہ رسائل اور تالیفات اگرچہ مختصر مختصر ہیں، مگر ان کی معنویت اور دینی فقہی مباحث میں، ان کی اہمیت اور نشان راہ ہونے کی وجہ سے، ان کی توضیحات کی گئیں، حاشیے اور شرحیں لکھی گئیں نیز ان کے تائیدات اور پھر ان کے جوابات وغیرہ پر بھی بیسیوں کتابیں وجود میں آئیں، مگر زیرِ ملاحظہ صفحات اس تفصیل کے مقبیل نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ کو اگر منظور ہوا تو کسی اور وقت یہ گفتگو ہوگی۔

اگرچہ حضرت مولانا سے اور بھی بعض رسائل اور مختصر تالیفات منسوب ہیں، مثلاً: فتاویٰ میلاد، فتویٰ احتیاط الظہر، تحقیق الضاد والمصافحہ یا ممانعت وحلت زنا وغیرہ، مگر یہ حضرت مولانا کی باقاعدہ تالیفات نہیں، بلکہ ان موضوعات پر صادر فتاویٰ ہیں، ان کو حضرت مولانا کے مختلف نیاز مندوں یا ناشرین نے، افادۂ عام کے خیال سے، علیحدہ مؤلفات کی صورت میں مستقل عنوان سے چھپوا دیا تھا، اس لئے ان کو حضرت مولانا کی باقاعدہ مؤلفات و تصانیف میں شمار کرنا صحیح نہیں۔

چند شاگردو: حضرت مولانا کی ذات گرامی سے، جو بے شمار دینی منافع ہوئے، خصوصاً ہندی ملت اسلامیہ کو جو رہنمائی ملی اور فکر و بصیرت کا خزانہ ہاتھ آ یا، اس میں حضرت کی تصانیف و مؤلفات اور تحریرات و فتاویٰ کے ساتھ، حضرت مولانا کے عالی مرتبت شاگردوں کا بھی، بہت بڑا حصہ ہے۔ یہ شاگرد اور تربیت یافتہ اصحاب کی قسم کے تھے، حدیث شریف کی گرہ کشائی میں ماہر، سلوک و طریقت میں کامل، دینی شرعی مسائل کی واقفیت اور جواب دہی میں منفرد۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں کہ ان میں

سے کسی ایک فن میں لگانے کے روزگار تھے، کچھ ایسے جن کو دو چیزوں میں کمال اور بصیرت حاصل تھی اور بیشتر ایسے جوان میں سے ہر ایک منزل کے روزور، ہر ایک دریا کے فواص اور حدیث و فقہ ہو، یا سلوک و معرفت، ہر اک کی، اعلیٰ درجہ کی بصیرت و نظر سے سرفراز اور ہر اک کی گرہ کشائی میں، اپنے عصر کے لئے نشان راہ اور مینارہ نور ہے۔

یوں تو حضرت مولانا کے شاگردوں اور مستفیدین کی ایک بڑی تعداد ہے مگر یہاں صرف ان حضرات کے نام ذکر کئے جاتے ہیں، جنہوں نے حضرت مولانا کی خدمت میں قیام کر کے، ایک مدت تک فقہ و فتاویٰ کی تعلیم حاصل کی، فتاویٰ نویسی کے اصول جانے، اس کی عملی مشق کی، اور بعد میں خود ایسے ثابت ہوئے، کہ اب ان کے نام اور ان کے کام [عظیم الشان خدمات کے علاوہ] اور فقہ و فتاویٰ کی دنیا میں ان کا ایسا بلند مرتبہ ہے کہ ان میں سے بعض کے فتاویٰ اور فقہی ہدایات و سبق کو نظر انداز کر کے صحیح سمت میں آگے بڑھنا سفر کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ [ناموں کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق ہے]

(۱) مولانا حافظ احمد [خلف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی]

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا شرف علی تھانوی

(۳) حضرت علامہ انور شاہ کشمیری

(۴) حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی دیوبندی

(۵) حضرت مولانا خلیل احمد انبوی، مہاجر مدنی

(۶) مولانا صدیق احمد کاندھلوی

(۷) مولانا عبدالغفار صاحب اعظمی

(۸) مولانا مفتی عبدالکریم نجفی

(۹) حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی دیوبندی

(۱۰) حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی

اسی فہرست میں مفتی اعظم، مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا نام بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ مفتی صاحب حضرت مولانا نگلوی کے براہ راست شاگرد نہیں تھے، لیکن دارالعلوم دیوبند کے زمانہ تعلیم میں، حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے اور استفادہ کرتے تھے۔

ان حضرات میں سے ہر اک کی فقہی خدمات اور ان کے عہد میں ہندی ملت اسلامیہ پر، ان کے اثرات اور بعد کے اہل فتویٰ کا ان سے استفادہ ان کے طریقہ کار اور روایت کی پاسداری کی تفصیلات، ایک ضخیم کتاب یا علیحدہ علیحدہ مفصل جامع مقالات کی طالب ہیں اور یہ صفحات اس کا محل نہیں ہیں۔

یہاں اس دلچسپ حقیقت کا بھی کچھ تذکرہ ہو جانا چاہئے، کہ فاضل بریلوی، احمد رضا خاں صاحب اپنے ہم نوا، جن اصحاب کی فقہ حنفی میں مہارت اور کمال کے معترف ہیں، وہ تو براہ راست حضرت مولانا گنگوہی کے شاگرد ہیں، یا حضرت مولانا کے شاگردوں سے مستفید ہیں جس میں مولانا سید یدار علی الوری سرفہرست تھے۔

حضرت مولانا، احادیث کے متون پر نہایت گہری نگاہ، غیر معمولی وسعت نظر، رسائی ذہن اور دقت نظر سے کئی فقہی اختلافی بحثوں اور الجھے ہوئے معاملات و مسائل کو، اس طرح حل کیا اور ان کے بعض اہم گوشوں کا حسن استدلال اور معنویت سے لبریز مایسا خوبصورت اور عمدہ تجزیہ فرمایا، کہ اہل علم و نظر حیران رہ گئے۔ حضرت مولانا کے ایسے فتاویٰ میں ندرت استدلال کے علاوہ اس درجہ پختگی گہرائی جامعیت ہے کہ اس دور کے علماء نے ان فتاویٰ کو، کمال فن، فہم حدیث اور تفقہ کا ایک گراں بہا خزانہ قرار دیا ہے۔ حضرت مولانا کے معاصر جلیل القدر علماء نے ان سے پورا فائدہ اٹھایا اور اس طریقہ اخذ و استنباط کو اپنے لئے نمونہ اور نشان راہ قرار دیا، بلکہ ان حضرات نے بھی، جو فقہی اختلافی مسائل میں دوسری رائے رکھتے تھے، اس حسن استدلال کی تحسین کی۔

حضرت مولانا سے عام مسائل اور روزانہ کے معمول کی چیزوں اور ضروریات کی نسبت، جب دریافت کیا جاتا تو مختصر جواب تحریر فرمانے کا معمول تھا، جو مسئلہ کی حد تک کامل اطمینان بخش، مختصر الفاظ پر مشتمل، عموماً حدیث شریف کے متون اور فقہی کتابوں کے حوالوں اور جزئیات سے خالی، مگر ایسا پر مغز جامع اور پرازمعنی ہوتا تھا، کہ اس سے اس مسئلہ کے عام جانے والے دریافت کرنے والے کا، پورا اطمینان اور تشفی ہو جاتی ہے اور فقہ و فتاویٰ میں بصیرت اور فقہی متون پر نظر رکھنے والے ابھی، اس کی گہرائی اور معنویت کو محسوس کئے بغیر نہیں رہتے تھے، کہ حضرت مولانا نے کم سے کم چند الفاظ میں مسئلہ کے تمام ضروری گوشوں کا احاطہ کر لیا ہے، بلکہ اصول دین و شریعت اور متقدمین فقہاء کے ارشادات و اقوال کی مکمل ترجمانی بھی فرمادی ہے۔

مگر ہر اک مسئلہ اور ہر طرح کے فتاویٰ کے جوابات، ایک دو یا چند سطروں پر ہی مشتمل اور مختصر نہیں ہوتے تھے، بلکہ وہ سوالات جو توحید و عقائد، عبادت و رسوم، یا کسی اہم فقہی مسئلہ پر ہوں، جس میں اہل فتاویٰ کا اختلاف ہو، یا کسی دوسرے مسلک کے علماء کی تصریحات و تحریرات کی وضاحت کی ضرورت ہو، یا عبادت خصوصاً وہ بدعتیں، جو اس دور میں مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی کی وجہ سے عام ہو رہی تھیں، ان کی پردہ کشائی کی ضرورت ہوتی، تو بیجا و اختصار کا معمول باقی نہیں رہتا تھا، ان پر مفصل گفتگو ہوتی، جس میں آیات شریفہ احادیث و آثار، ائمہ فقہاء کے اقوال اور فقہائے متقدمین و متاخرین کی روایات نقل فرماتے ان کا درجہ واضح کرتے اور تمام پہلوؤں کو اس طرح منجھ اور روشن فرمادیتے تھے، کہ منصف مزاج حقیقت کے طالب کو ابھنم باقی نہیں رہتی تھی۔

ایسے مباحث میں حضرت مولانا، صرف معروف و مأخذ و استدلال کا تذکرہ نہیں فرماتے، بلکہ کئی مرتبہ اس نظر سے کہ ثبوت میں ایسے دلائل پیش فرماتے ہیں اور احادیث شریفہ کے الفاظ کی توضیح کے ساتھ، اس سے اس طرح استدلال کرتے ہیں، جو اگرچہ بالکل نیا ہوتا ہے، اس سے پہلے شاید ہی کسی محدث فقیہ یا عالم نے اس سے اس مقصد کے لئے اس طرح استدلال کیا ہو، مگر جب حضرت مولانا کے طریقہ تفہیم اور طریقہ استدلال پر نگاہ جاتی ہے، تو یہ تسلیم کے بغیر چارہ ہی نہیں رہتا، کہ اس کا واقعہ یہی مفہوم ہے، جو حضرت مولانا نے اخذ کیا ہے، جس پر آج تک کسی کی نظر نہیں گئی تھی۔

حضرت مولانا، بلاشبہ فقہ حنفی کے ایک بڑے نمائندہ اور ترجمان تھے، لیکن اپنے عہد کے اکثر حنفی فقہاء سے نہایت مختلف، بڑے غواص، نہایت دیدہ ور، فقہ حنفی کے مأخذ و جزئیات کے نہ صرف جاننے والے، بلکہ ان کے حافظ، لیکن نہایت تحقیق و تنقید کے ساتھ۔ جس معروف فقہی روایت و اصول میں، استدلال و انطباق کی کمی رہ جاتی ہے، اس کی تصحیح بھی کرتے ہیں اور حسب ضرورت تنقیح و تجزیہ بھی۔ حدیث شریف سے فن کی مطابقت اور اصول فقہ وحدیث کے تمام تعلقات سے گذر کر، چھان کر، کسی بڑے اہم مسئلہ کی تشریح فرماتے ہیں، تو اس کی سطر سطر بلکہ حرف حرف پڑھنے اور غور کرنے کا ہوتا ہے، اس کی مدد سے اس مسئلہ کے حل کے علاوہ اور بھی کئی مباحث و مسائل کو گہرائی تک جاننے اور ان کے حل کرنے میں مدد مل جاتی ہے، نیز اس طریقہ کار سے رہنمائی حاصل کر کے اور مسائل کی تفہیم بھی آسان ہو جاتی ہے۔

بہر حال حضرت مولانا گنگوہی نے تقریباً چالیس پینتالیس سال تک، تحریر فتاویٰ میں مشغول بسر کئے۔ حضرت مولانا غالباً ۱۲۶۵ھ [۱۸۴۹ء] میں چار سال دہلی میں گذار کر، جب مولانا کی عمر اکیس سال تھی [ولادت ذی قعدہ ۱۲۳۳ھ۔ ۱۱ مئی ۱۸۲۶ء] تعلیم مکمل ہونے پر وطن واپس آ گئے تھے، (۱) اس وقت سے مختصر ملازمتوں کے دو موقعوں کے علاوہ، حضرت مولانا کی زندگی کا بڑا حصہ، اپنے وطن گنگوہ [ضلع سہارنپور، یوپی] میں ہی گزرا، اور اگرچہ اس کی کوئی واضح شہادت یا اطلاع موجود نہیں، لیکن قرائن و آثار کہہ رہے ہیں کہ حضرت مولانا نے، اسی وقت سے خود کو، دینی علمی خدمات کے لئے گویا وقف کر دیا تھا، جس میں اور مصروفیات کے علاوہ عوام کی دینی مسائل میں رہنمائی اور مسائل و فتاویٰ کی تحریر کا عمل بھی جاری تھا، لیکن اس دور کے لکھے ہوئے فتوؤں کی نقل یا تفصیل دریافت نہیں، صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ پر جلد ہی

(۱) تاریخ ولادت کے لئے ملاحظہ ہو: تذکرۃ الرشید مولانا عاشق الہی صخری ص ۱۳۰۔ جلد اول [کس طبع اول، سہارنپور، ۱۳۰۶ھ] اور تذکرۃ الرشید میں یہ صراحت بھی ہے کہ:

”اس وقت جب آپ کی عمر شریف تھیں اکیس سال کی تھی، آپ کا زمانہ طالب علمی ختم ہو گیا اور آپ نے اپنے وطن ولف کی جانب

مراجعت فرمائی“ ص ۳۵

”دہلی میں یہ زمانہ طالب علمی جتنا بھی آپ کو قیام کرنا پڑا، اس کی مدت کو دیکھئے کہ بمشکل چار سال ہوتی ہے“ صفحہ ۳۶

ملفوظ الہی علی لکھنؤی

اہل نظر کو اعتماد ہو گیا تھا، عوام کے سوالات کے علاوہ بھی، اس وقت کی تحریروں اور فتاویٰ پر، حضرت مولانا کی تصدیق و تائید کا درجہ ہونا استناد کی علامت سمجھی جاتی تھی اور یہ صرف مولانا کے وطن اور اس کے اطراف کی بات نہیں تھی، بلکہ سب دور دراز علاقوں خصوصاً پنجاب میں، تالیف اور شائع، متعدد مختصر تالیفات یا فقہی مسائل و موضوعات کے جوابات و رسائل پر، حضرت مولانا کی تائید و تصدیق اور مہر ثبت ہے، دہلی کے مطبوعہ چند رسائل و فتاویٰ پر بھی، حضرت مولانا کی تصدیق درج ہے، ایسے جو رسائل و فتاویٰ اس وقت تک میری نظر سے گزرے ہیں، ان میں سب سے قدیم رسالہ جس پر، حضرت مولانا کی بحیثیت مفتی کے تصدیق مہر شامل ہے ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ء) کا ہے، جو اس بات کی علامت ہے، کہ حضرت مولانا کا اس وقت تک، فقہی دنیا میں اعتبار و اعتماد قائم ہو چکا تھا، (۱) اور اطراف و نواح کے علاوہ، دور دراز علاقوں میں بھی، حضرت مولانا کا نام ایک جید، صاحب اعتماد مفتی کی حیثیت سے جانا پہنچا جاتا تھا، مسائل و فتاویٰ پر مولانا کی مہر دیکھ پڑھ کر، اس پر اعتماد ہو جاتا تھا۔ حضرت مولانا کی دقت نظر اور فقہ و فتاویٰ میں بلند پردازی کے ساتھ ساتھ، حضرت مولانا سے رجوع اور اعتماد میں متواتر اضافہ ہوتا رہا، یہاں تک حضرت مولانا کی حیثیت بنگال سے صوبہ سرحد اور بلوچستان تک، ایک بڑے معتمد اور دیدہ ور اور محتاط مفتی کی ہو گئی تھی اور حضرت مولانا فقہ و فتاویٰ پر بھی، امام عصر اور مرجع اہل نظر تسلیم کر لئے گئے تھے۔

اگرچہ حضرت مولانا کے فتوے، ملک کے دور، خطوں تک معروف و معتمد شمار ہوتے تھے اور کتب و رسائل کے علاوہ اشتہارات کی صورت میں چھپ کر بھی، بہت دور دور تک پہنچتے اور لوگوں کے لئے اصلاح و عمل کا ذریعہ بنتے تھے، مگر اس دور میں، حضرت مولانا کے فتاویٰ کی نقل رکھنے اور ان کے جمع کرنے کا کوئی اہتمام ہوا ہوا، راقم سطور کو اس کا سراغ نہیں ملا۔ حضرت مولانا کے فتاویٰ کی نقل کرنے اور ایک جافراہم کرنے کا سلسلہ، اس وقت شروع ہوا، جب حضرت مولانا نے، دوسرے سفر حج سے واپسی کے بعد [عائناً محرم ۱۲۸۹ھ جون ۱۸۶۵ء] میں، حدیث شریف کی اعلیٰ ترین کتابوں، خصوصاً صحاح ستہ کے درس کا ارادہ کیا، جیسے ہی یہ خبر عام ہوئی دور دراز کے علاقوں سے جید فاضل، ماہر مدد رسین، نہایت ذی استعداد اور فارغین اور طلبہ، حضرت مولانا کے درس حدیث میں شرکت کے لئے گنگوہ آئے لگے۔ ان طلبہ کے ذریعہ سے حضرت مولانا کے علم و عرفان کا فیضان، ایک بڑے دریا کی صورت میں جاری ہوا، اور اس کے پر بہار و اثرات و ثمرات کی خوشبو، برصغیر ہند کی سرحدوں سے گذر کر دور تک پہنچی، ملکوں ملکوں سے طلبہ درس حدیث کیلئے گنگوہ آئے، جو اپنے اپنے انتظام اور سہولت کے مطابق، گنگوہ میں قیام کر کے، حضرت کے درس حدیث میں حاضر ہوتے اور اپنے دامن کو علم و کمال کے جواہرات سے مالا مال کرتے تھے۔

(۱) لیکن بعض کتابیں یہ تصریح سے ہی رہتی ہیں مثلاً مولانا مفتی محمد صاحب تھانوی کی کتاب دلائل کا ذکر حضرت مولانا گنگوہی کی تقریر ہے، جو ۱۲۷۵ھ ۱۸۵۳ء کی مؤلفہ و مطبوعہ ہے۔

ان طلبہ کو، جب حضرت کے حدیثی افادات و ارشادات کی، خاص معنویت، گہرائی و گیرائی کا اندازہ ہوا تو ان افادات و مطالب کو محفوظ قلم بند کرنے کے، سلسلہ کا بھی آغاز ہوا، اسی وقت حضرت کے فتاویٰ کی نقلیں رکھنے کا سلسلہ شروع ہوا، اس سلسلہ کا سب سے پہلا مجموعہ، کس نے مرتب کیا اس کا تذکرہ آسان نہیں ہے لیکن راقم بطور کو جن چند مجموعوں کا علم ہے، ان میں سب سے پہلا مجموعہ افادات وہ ہے، جو مولانا شرف الحق دہلوی نے ۱۳۰۳ھ [۸۶-۱۸۸۵ء] میں مرتب و قلم بند کیا تھا۔ اس وقت سے حضرت مولانا کی وفات، بلکہ بعد تک، حضرت مولانا کے فتاویٰ کی جمع و ترتیب ہوتی رہی، کل کس قدر مجموعے مرتب ہوئے، ان کی صحیح تعداد بھی معلوم نہیں، لیکن اس ذخیرہ میں سے، بارہ چودہ، چھوٹے بڑے مجموعوں کا، مجھے تعارف یا سراغ ملا ہے۔ تفصیلات درج ذیل ہیں:

نسخہ دہلی: مولانا شرف الحق صاحب، دہلی کی پنجابی برادری سے تعلق رکھتے تھے، دہلی کے اساتذہ سے ابتدائی تعلیم کے بعد، مدرسہ دیوبند [دارالعلوم] کے اساتذہ و علماء، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور [شیخ الہند] مولانا محمود حسن صاحب وغیرہ سے اعلیٰ درسیات کی تعلیم مکمل کی، حدیث شریف کے درس و افتتاح کے لئے، حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، غالباً دو سال تک گنگوہہ میں قیام کیا، جس میں سے خاصا وقت، حضرت مولانا کے دولت کدہ پر گزارا، اس دوران حضرت مولانا سے حدیث کی اعلیٰ کتابیں، خصوصاً دورہ حدیث شریف، بہت عمدہ طریقہ پر پڑھا اور مکمل کیا۔

مولانا شرف الحق صاحب نے اس قیام کے دوران یہ فیصلہ کیا تھا، کہ وہ حضرت مولانا کی درس کی تقریریں محفوظ و قلمبند کریں گے، اس کے علاوہ حضرت مولانا کے فتاویٰ کی نقلیں رکھنے کا بھی اہتمام کیا، حضرت مولانا کے ارشادات و ملفوظات بھی لکھتے رہے، اس طرح مولانا شرف الحق نے ایک بڑا ذخیرہ یک جا کر لیا تھا، جو فل سکیپ {A/4} ناپ کے ایک ہزار سے زیادہ صفحات پر مشتمل تھا، جس میں حضرت کے تقریباً پانچ سو فتاویٰ بھی درج تھے۔ مولانا شرف الحق کے فرزند امجد اصا بری صاحب نے لکھا ہے کہ:

”اس قلمی کتاب میں، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاویٰ رشیدیہ جمعیہ کے ۳۸۷ [چار سو ستاسی] فتوے نقل کئے ہیں“ (۱)

یہ مجموعہ افادات و تقاریر ۱۳۰۳ھ [۸۶-۱۸۸۵ء] میں قلم بند ہوا۔ مولانا شرف الحق نے اسی مجموعہ میں، حضرت مولانا کا رسالہ کراہت جماعت ثانیہ [القطوف الدانیہ] بھی نقل کیا ہے، اس کے آخر میں تاریخ تحریر اور گنگوہہ میں اسی قیام کا واضح تذکرہ کیا ہے۔ تحریر ہے:

(۱) داستان شرف، مولانا شرف الحق، تالیف امجد اصا بری صاحب ص: ۲۰۰۔ دہلی

”اضعف العباد، شرف الحق، خادم الدین و دہلوی، بہ شب سہ شنبہ بمہ محرم الحرام ۱۳۰۳ھ، بہ مکان مولوی ابوالنصر اور مولانا رشید احمد۔“ (۱)

یہ مجموعہ جس میں حضرت مولانا کے بہت اہم اور خاص فتوے درج ہوئے ہیں، امداد صابری صاحب مرحوم کی وفات (یکم ربیع الاول ۱۴۰۹ھ/۱۳/ اکتوبر ۱۹۸۸ء) تک محفوظ تھا، اس کے بعد، اس قیمتی نسخہ پر کیا گزری، کہاں گیا، کچھ معلوم نہیں۔ بظاہر علوم معارف کا یہ گنجینہ ضائع ہو چکا ہے، ان کے ورثا سے بار بار رابطوں کے باوجود اس کا سراغ نہیں ملا، کیا کہا جائے، فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

میری دلی دعا اور تمنا ہے اور قارئین کرام بھی اس میں شامل ہوں اور اس پر آمین کہیں، کہ یہ گوہر گرانما یہ ضائع نہ ہوا ہو، کہیں محفوظ ہو اور شائع ہو کر، اہل علم و ذوق کی تسکین کی خاطر اور رہنمائی کا سامان بن جائے۔

۲۔ **مجموعہ مرتبہ مولانا عبدالغفور چندیانوی، مکتوبہ ۱۳۱۱ھ:** حضرت مولانا گنگوہی کے گم نام شاگردوں میں سے ایک عالم، مولانا عبدالغفور صاحب چندیانوی بھی تھے۔ چندیانہ، موجودہ ضلع بلند شہر مغربی یوپی کا ایک قصبہ ہے، یہاں کئی اہل علم پیدا ہوئے، ان میں سے مولانا چندیانوی بھی تھے، مولانا عبدالغفور صاحب نے بھی، حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کا ایک نہایت مختصر مجموعہ مرتب کیا تھا۔

یہ مجموعہ چھوٹی پیمائش کے ایک کم سو (ننانویں) صفحات پر مشتمل ہے، فی صفحہ گیارہ سطریں ہیں، سادہ رواں نستعلیق قلم ہے، جو بہت عمدہ اور پختہ نہیں ہے۔ اس میں حضرت مولانا گنگوہی کے تینتیس فتوے نقل ہوئے ہیں، آخر میں ایک مفصل فتویٰ میلاد کے موضوع پر فارسی میں ہے، یہی اس مجموعہ کا سب سے مفصل فتویٰ ہے، جو نو صفحات پر مشتمل ہے، [ص: ۹۱] سے ص: ۹۹] مگر اس فتوے کے آخر میں حضرت مولانا گنگوہی کے نام کی صراحت نہیں، اسی فتوے کے اختتام پر یہ مجموعہ بھی مکمل ہو گیا ہے۔ آخر میں کتاب نسخہ نے اپنا نام اور تاریخ کتابت تحریر کی ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں:

”تمام شد، راقم الحروف، المعروف والہشور، سر اپا قصور راجی رحمت ربہ الغفور، بندہ عبدالغفور چندیانوی۔

روز سہ شنبہ مورخہ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ مطابق ۲ جنوری ۱۸۹۴ء۔

نسخہ چندیانوی، پاکستان میں، انجمن ترقی اردو، کراچی کے ذخیرہ خاص میں محفوظ تھا، اور اب یہ تمام کلکشن انجمن کی لاہوری سے نیشنل میوزیم، کراچی میں منتقل ہو گیا ہے۔ انجمن ترقی اردو، کراچی کی فہرست مخطوطات میں، اگرچہ اس نسخہ کا تعارف کرایا گیا ہے، مگر کتاب کا نام بہ مصنف، نہ کتابت سب غلط لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(۱) داستان شرف، مولانا شرف الحق، تالیف امداد صابری صاحب ص: ۲۰۰۔ دہلی

رسالہ فقہ

مجلدات ۱۹۰۹ء مطبوعہ مدرسہ تصنیف کتب (۱۳۳۲ھ)

مذہب کتابت ۱۳۳۲ھ

مزید تحریر ہے:

”زیادہ تر حواشیات مولوی رشید احمد گنگوہی کی جانب سے ہیں اور کچھ مولوی محمد یعقوب نانوتوی کی جانب سے۔“ (۱)

خطوط شکست اور دہلی ہے۔ مطبوعہ فہرست کے آخر میں تر قیر مصنف بھی نقل کیا ہے مگر اس میں بھی مزید تحریر خطوط درج آئی ہے۔ مرتب فہرست خطوطات الممن نے یہاں بھی اس نسخہ کا سنہ کتابت ۱۳۳۲ھ ہی لکھا ہے۔ (۲)
یہ کتاب جس کا یہاں تذکرہ ہوا ہے، در حقیقت مجموعہ تلامذہ حضرت مولانا گنگوہی ہے جس میں سے صرف ایک نانوتوی (جس کی صراحت گزری) مولانا محمد یعقوب نانوتوی کا شامل ہے۔ اس کے آخر میں صاف لکھا ہے:
”کتبہ اربعی در دست دب محمد یعقوب الانوتوی“

بہر حال یہ مجموعہ مولانا عبدالمفتوح چند نانوتوی کے قلم سے ہے نہ قلم کا حجب نہ فہرست خطوطات الممن میں بھی نقل ہوا ہے مگر اس میں بھی سنہ تالیف درج کرنے میں ہمو ہوا ہے اس میں شامل ایک بھی فتوے کی تاریخ تحریر یا ترتیب کتابت کا، ۱۳۳۲ھ سے کچھ تعلق نہیں، اور کچھ نہیں سکتا، کیونکہ ۱۳۳۲ھ میں تو مولانا گنگوہی باطل اور مرتد تھے، دہلی میں تعلیم عمل کر رہے تھے، اس لئے ممکن ہی نہیں کہ اس دور میں حضرت مولانا نے کوئی فتویٰ لکھا ہو اس کے مجموعہ کا مرتب ہونا اس کی نقل و ترتیب تو دور کی بات ہے۔ اصل نسخہ کے تر قیر سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ مجموعہ ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۵ء) کا مرتبہ ہو گیا ہے۔

راقم مطبوعہ کو اس نسخہ کا فوائد سنیت، اس وقت الممن ترقی دروہ کے معتمد خصوصی (صدر نقشب) اعالیٰ شہرت یافتہ دہلی، شاعر، جناب جمیل الدین عالی صاحب کی کتابت سے ملاقات میں نے اس کے مصارف اور ذاک خرچ بھیجنا چاہا تو عالی صاحب نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور لکھا کہ ”میرا بھی اس کا رخیہ میں کچھ حصہ ہو جائے گا“ اس طعن پر دہلی کے لئے عالی ترقی الممن ترقی دروہ پیشکش میز دیکھ کر اپنی کامنوں ہوں شکر یہ۔

۳۔ مجموعہ مولانا نظیر حسین، فرخ آباد۔ مکتوبہ غالب ۱۳۳۱ھ فرخ آباد، یوپی کے ایک عالم مولانا

نظیر حسین صاحب کا حضرت مولانا گنگوہی سے خاص رابطہ رہا تھا، فقہی مولانا علمی مسائل مباحث کے لئے حضرت مولانا

(۱) خطوطات الممن ترقی دروہ مرتبہ محمد علی صمد دہلی ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۵ء) (۲) کتابت ۱۳۳۲ھ

سے خط و کتابت کرتے رہتے تھے۔ حضرت مولانا اپنے معمول کے مطابق ان کے جوابات لکھتے تھے، مولانا نظیر حسین صاحب نے جو بیانا تھے، اپنے اکثر مخطوط و سوالات اور حضرت مولانا کے جوابات، ایک مجموعہ میں یک جا نقل کرائے تھے، مگر اس کا جو فوٹو اسٹیٹ دستیاب ہے، وہ مکمل نہیں ہے۔ خیال یہ ہے کہ مولانا نظیر حسین صاحب نے کسی کا تب و نقل سے حضرت مولانا گنگوئی کے زیر تعارف فتاویٰ اور مکتوبات کے علاوہ اور بھی چند کتابیں یا رسالے ایک مجموعہ کے طور پر نقل کرائے ہوں گے، لیکن اس مجموعہ فتاویٰ کے ساتھ اور رسالے شامل نہیں، بظاہر ان کو اس مجموعہ سے علیحدہ کر لیا گیا اور صرف فتاویٰ کا یہ عکس میرے ہاتھ میں ہے۔

زیر نظر مجموعہ درمیان پیکائش کے تیس ورق یا چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے، تعلق پختہ تحریر ہے، عموماً فی صفحہ سولہ سطور ہیں، بعض صفحات پر کم و زیادہ بھی ہیں، چند صفحات کے حاشیوں پر سوال نامہ یا جواب کا کچھ حصہ نقل ہوا ہے، سرورق کے بعد جو صفحہ ہے، اس کا مکتوب وہم سے آغاز ہوا ہے، اور اس کے کونہ پر ورق نمبر درج ہے صفحہ کیس کا نشان بھی واضح ہے، یعنی اصل مجموعہ میں سے، دس مکتوبات و فتاویٰ یا تیس صفحات اس عکس میں موجود نہیں ہیں، مگر اس کے بعد کے اکثر صفحات کی ترتیب فوٹو اسٹیٹ صاف نہ ہونے کی وجہ سے واضح نہیں رہی، شبہ ہوتا ہے کہ درمیان سے بھی بعض صفحات اور مسائل کے جوابات غائب ہیں، چند مکتوبات پر شمار درج ہے، بعض پر نہیں ہے۔ لیکن اس سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نظیر حسین صاحب نے حضرت مولانا سے، علمی استفادہ اور خط و کتابت کا سلسلہ خاصاً طویل تھا۔ اور یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اس مجموعہ میں، مولانا نظیر حسین صاحب کے دریافت کئے، تمام سوالات کے جوابات شامل نہیں کئے گئے، اس کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرات اہمات المؤمنین کے اہل بیت میں شامل ہونے کے موضوع پر، ایک سوال کا جواب جو حضرت کے ایک اور قلمی مجموعہ فتاویٰ مجموعہ نکال ورق ۲۵ ب۔ مخطوط قدیم میں درج ہے، وہ اس نسخہ میں موجود نہیں ہے۔

اس مجموعہ میں شامل، حضرت مولانا گنگوئی کے ایک خط کے آخر میں، ۱۰ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۸ھ / ۱۵ اکتوبر ۱۹۰۰ء تاریخ کتابت رقم ہے، اور اس مجموعہ کے شمار کے لحاظ سے یہی اس مجموعہ کا آخری خط بھی ہے، اور اس خط کے آغاز پر مکتوب نی و ششم [۳۶] کا اندراج واضح ہے، یعنی اس مجموعہ میں شامل حضرت مولانا کے جملہ مکتوبات و فتاویٰ، وسط ۱۳۱۸ھ تک کی یادگار ہیں۔

مولانا نظیر حسین نے ان مکتوبات و فتاویٰ کو کتابی صورت میں، کس سے اور کس وقت مرتب و یکجا کر لیا، زیر نظر فوٹو اسٹیٹ سے کچھ پتہ نہیں چلتا، لیکن اسی فوٹو اسٹیٹ کے پہلے صفحہ پر، مولانا نسیم احمد صاحب فریدی کے، کسی کا تب کے قلم سے یہ الفاظ تحریر ہیں:

”کتبہ عبدالرحیم فرخ آبادی، ماہ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ“

کاتب کا یہ نام اور تاریخ اختتام کتابت، غالباً اس مجموعہ فتاویٰ کے ساتھ نقل، کسی اور کتاب پر درج ہوگی، جو ای کاتب کے قلم سے لکھی ہوئی ہوگی، جس نے یہ مجموعہ فتاویٰ مرتب اور نقل کیا ہے، اس لئے مولانا فریدی صاحب نے یادداشت کے لئے اس نسخہ مکتوبات و فتاویٰ پر لکھوادیا ہوگا، یعنی کہا جاسکتا ہے کہ یہ مجموعہ فتاویٰ بھی ۱۳۳۱ھ [اپریل مئی ۱۹۰۴ء] کا مکتوبہ ہے۔

۴۔ نسخہ سہارنپور، مکتوبہ در حیات حضرت گنگوہی: حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کے، حضرت مولانا کی حیات میں مرتب و دریافت مگر غیر مطبوعہ، قلمی نسخوں میں، سب سے اہم جامع اور مفصل ترین، مجموعہ وہ ہے، جو کتب خانہ مظاہر علوم سہارنپور میں محفوظ ہے۔ (۱) یہ نسخہ اگرچہ اول آخر سے کسی قدر ناقص ہے، شروع کے غالباً دو ورق یا تین صفحات غائب ہیں۔ آخر میں مضمون تو مکمل ہے مگر ایسا خیال ہوتا ہے کہ کاتب و ناقل [یا مرتب] کا کچھ اور بھی لکھنے کا ارادہ تھا، مگر اس کا موقع نہیں ملا اور یہ اہم کام آخر سے ناقص رہ گیا۔ اس نسخہ پر مرتب و ناقل کا نام اور تاریخ و سنہ کتابت موجود نہیں۔ تاہم یہ نسخہ حضرت مولانا کے غیر مطبوعہ فتاویٰ کا نہایت ہی قیمتی مجموعہ ہے، جس میں مسائل و مباحث کا تنوع، ان کی تعداد، نیز علمی استدلالی پہلو سے افادیت و معنویت اور تمام نسخوں سے بہت زیادہ ہے۔ حضرت مولانا کے دست مبارک سے موجود فتاویٰ کے بعد، غالباً حضرت کے فتاویٰ کا کوئی اور مجموعہ اس کا ہم پایہ اس وقت تک دریافت نہیں ہوا۔

یہ نسخہ ۲۰/۱۵ سنٹی میٹر پائش کے دو سو چوالیس صفحات پر مکمل ہوا ہے، فی صفحہ عموماً تیرہ یا چودہ سطر آتی ہیں، تحریر صاف شتعلیق ہے، کاتب کے قلم سے قلم کی یکسانیت اور طریقت کے نظموں کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اگرچہ اس میں مرتب اور کاتب کا نام اور سنہ ترتیب و تحریر درج نہیں مگر اس کے مندرجات سے واضح ہے، کہ یہ نسخہ حضرت مولانا گنگوہی کی زندگی میں جمع اور نقل کیا گیا تھا۔ اندرونی صفحات میں، حضرت مولانا کے دستخط کی صراحت کے بعد، ”مدظلہ العالی، مولانا مدظلہم“ تحریر جناب مولانا صاحب مدظلہ صاف لکھا ہوا ہے، اور اس کے درج و دو فتوؤں کے ضمنی اندراجات سے یہ بھی تاثر ملتا ہے کہ یہ مجموعہ ۱۳۰۰ھ اور اس کے بعد کے چند سال کے فتاویٰ پر مبنی ہے، اس کا قرینہ یہ ہے کہ اس میں ایک فتوے پر، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تصدیق درج ہے، ”الاجوبۃ صحیحۃ محمد یعقوب نانوتوی“ [ص ۱۲، قلمی] حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی [ربیع الاول ۱۳۰۲ھ، ۲۲ دسمبر ۱۸۸۳ء] میں وفات ہوگئی تھی، یعنی یہ فتویٰ اس سے پہلے لکھا گیا تھا،

(۱) کہانی بد قسمتی اور ملت کے افتراق و انتشار کے حراز کا شہانہ اور ایک برا اثر یہ بھی ہے کہ ہمیں بڑے دینی اداروں اور رہنما مدرسے کے ناموں کے ساتھ نامبارک و مہینہ بد تقسیم کا نشان لگتا پڑتا ہے، اور اس کے بغیر ہمارے افتراق پسند حراز کا اطمینان اور تسلی نہیں ہوتی، اس لئے عرض کیا جاتا ہے کہ یہ نسخہ ہمارے قدیم کتب خانہ میں اس فہرست میں ہے، جو ہر ملاحظہ ہر علوم کی سب سے پہلی بابا قاعدہ فہرست اور یادگار ہے، مای میں دفتر تھے اور اس کے ساتھ ہی ہمارے سب سے پرانی مسجد بھی ملتی ہے۔

ایک اور موقع پر سوال کرنے والے نے وضاحت کی ہے: "آج بروز بدھ، دو فروری ۱۸۸۷ء، ص: ۲۰ قلمی ایہ تاریخ ۸ جمادی الاول ۱۳۰۴ھ کے مطابق ہے، اس ترتیب کا اگر خیال کیا جائے، تو کہا جاسکتا ہے کہ اس کے بعد کے فتوے بھی، اسی دور کی یادگار ہوں گے۔"

یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ اس مجموعہ کا مرتب یا کاتب، حضرت مولانا کی خدمت کا حاضر باش، شاگرد یا خصوصی تعلق رکھنے والا فاضل ہے۔ ایک جگہ لکھا ہے: "تقریر مولانا مدظلہ العالی" یہ تقریر عقائد کے موضوع پر، رد جمیہ وغیرہ کے نکات پر مشتمل ہے، جن کا عام لوگوں کے لئے سمجھ لینا بھی آسان نہیں۔ اس کو صحیح محفوظ اور قلم بند کر لینا تو خاص صلاحیت اور فہم کے بغیر، متوقع ہی نہیں۔

حضرت مولانا کے خود نوشت فتاویٰ کے بعد، راقم سطور کے مرتبہ زیر نظر مجموعہ باقیات کا، یہی سب سے بڑا اور مرکزی ماخذ ہے۔

۵۔ نسخہ رام پور، مکتوبہ بعد از وفات حضرت مولانا: حضرت مولانا کے غیر مطبوعہ فتاویٰ کے چند نسخوں میں سے ایک مختصر سا مجموعہ ہے، جو مدرسہ فرقانیہ رام پور کے علی ذخیرہ میں موجود ہے، یہ مجموعہ نفل سیکپ (AV4) پیمائش کے صرف آتیس (۲۹) صفحات پر مشتمل ہے، فی صفحہ پندرہ سطور آئی ہیں، غالباً لکھنے والے دو صاحبان ہیں، دو علیحدہ قلم صاف محسوس ہوتے ہیں۔ اس مجموعہ کے سرورق پر لکھا ہے:

"فتاویٰ شفی، از مولانا شید احمد صاحب"

مگر اس میں حضرت مولانا کے علاوہ چند اور صاحبان کے فتاویٰ بھی شامل ہیں، بعض فتوے ایسے ہیں جن کی مولانا نے صرف تحسین فرمائی ہے، تاہم چند فتوے ایسے بھی ہیں جو اور مجموعوں میں موجود نہیں، اس لئے اس نسخہ کی ایک جزوی اہمیت ہے، اگرچہ اس پر کاتب کا نام اور سن کتابت کی صراحت نہیں مگر ایک جگہ لکھا ہے:

"غلط مسئلہ کا رواج حضرت قدس سرہ کو نہایت گراں گزرتا تھا" (ص: ۱۶)

جو اس کی شہادت ہے کہ یہ حضرت مولانا کی وفات کے بعد جمع اور نقل کیا گیا ہے۔ یہ نسخہ مدرسہ فرقانیہ، رام پور یونیورسٹی کے ذخیرہ میں موجود ہے، اس ذخیرہ کے فہرست نگار کی اطلاع ہے کہ یہ نسخہ حضرت نانوتوی کے ایک بہت ممتاز شاگرد مولانا سید احمد حسن امرہوی کے قلم سے ہے، (۱) اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو بلاشبہ اس مجموعہ کا حضرت گنگوہی کے معتمد ترین فتاویٰ میں شمار کیا جائے گا۔ مگر اس نسخہ کے فوٹو اسٹیٹ پر ایسی کوئی علامت و صراحت موجود نہیں، جو اس اطلاع کی تصدیق کرتی ہو۔

(۱) کتب خانہ فرقانیہ برائے کے مخطوطات مرحۃ ذاکر شاعر اللہ خاں دہلوی ص: ۴۱، عرب فہرست مخطوطات نے اس مجموعہ کو فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے ذکر کیا ہے۔
نمبر شمار ۵۸۱، مخطوطات برائے دنیا، ج: ۱، رام پور۔ جون ۱۹۹۳ء

۶۔ نسخہ حسن پور:

ایک اور مختصر مجموعہ فتاویٰ جس پر کاتب و ناقل کا نام اور سن کتابت وغیرہ کچھ درج نہیں ہے مگر کہا جاتا ہے کہ یہ نسخہ حضرت مولانا گنگوہی کے خلیفہ مولانا احمد شاہ صاحب حسن پوری احسن پور ضلع مراد آباد۔ یو پی کے ذخیرہ کی ہدایت میں سے ہے۔ مگر تجب ہے کہ اس مجموعہ میں ایک بھی نیا فتویٰ یا افادہ نہیں ہے۔ اس میں درج تمام فتوے نسخہ چند پانوی میں موجود ہیں، اس لئے نسخہ حسن پور کا صرف ایک ضمنی حوالہ کے طور پر تذکرہ اور استعمال کیا جاسکتا ہے، راقم نے بھی یہی کیا ہے۔

۷۔ اوراق کراچی:

حضرت مولانا گنگوہی کے افادات اور فتاویٰ کا ایک چھوٹا سا نسخہ قومی عجائب گھر کراچی میں بھی ہے، جس کا فہرست مخطوطات اردو۔ قومی عجائب گھر میں ان الفاظ میں تعارف کرایا گیا ہے:

تتبع ۱۳۴۴ × ۱۵۴۴ س۔ م۔ اوراق ۷۔ بطور ۱۴۔ خط شعیق معمولی، سنہ کتابت اوائل بیسویں صدی عیسوی، قیاساً کاتب نامعلوم۔ (۱)

اس مجموعہ کے بیشتر صفحات، حضرت مولانا کے مولانا خلیل احمد ایڈووکی کے سوالات کے جوابات میں، یا اس میں مولانا ایڈووکی کے نام مکتوبات نقل ہیں، لیکن آخری تین صفحات میں ایسے فتاویٰ بھی ہیں جو کسی اور مجموعہ میں نہیں ملے، مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی سے مراسلت اور ان کے شبہات کے جوابات کا ایک حصہ، تذکرۃ الخلیل میں شائع ہو چکا ہے، تاہم اس مجموعہ کی کم یا ب تحریریں لائق اخذ و استفادہ تھیں، راقم نے ان کو اس مجموعہ میں شامل کر لیا ہے، اوراق کراچی سے یہی صفحات مراد ہیں۔ ان صفحات کا مکمل جناب راشد شیخ صاحب، کراچی کی عنایت سے ملا جس کے لئے تہہ دل سے ممنون ہوں، جزا اللہ خیر۔

۸۔ درج بالا مجموعوں کے علاوہ متفرق قلمی فتاویٰ

حضرت مولانا کے قلم سے لکھے ہوئے ہیں اور بعض مہر سے بھی آراستہ ہیں مختلف اصحاب کے ذخیروں میں موجود ہیں، ان میں سے زائد فتاویٰ جو حضرت کے قلم سے علیحدہ علیحدہ اوراق پر لکھے ہوئے ہیں، راقم کے ذاتی ذخیرہ کی زینت ہیں، ان میں سے بعض پر حضرت کی مہر بھی ہے، ایک فتویٰ ایسا بھی ہے، کہ جو اگرچہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کے قلم سے ہے مگر اس پر حضرت کی مہر ثبت ہے۔ ہمارے قدیم گھر ملیو ذخیرہ میں، حضرت مولانا گنگوہی کی صرف یہی ایک یادگار، یا آخر محفوظ تھی۔

لاہور میں شاہ نفیس الحسنی صاحب کے ذاتی ذخیرہ میں بھی، حضرت مولانا کے دو تین خودنوشت فتاویٰ تھے، شاہ صاحب نے راقم کو ان کا مکمل عنایت کیا، ایک دفتر۔ حضرت کے فرزند مولانا حکیم مسعود احمد گنگوہی کے نوٹس (ڈاکٹر سید معین الرحمان صاحب لاہور، پاکستان) کے گھر میں موجود تھے، جو انہوں نے شائع کر دیئے تھے، ان کے علاوہ بھی متعدد قلمی مختلف

(۱) فہرست مخطوطات اردو، قومی عجائب گھر کراچی، پاکستان اس ۵۵۰ء، ۵۵۱ء، ۵۵۲ء، ۵۵۳ء، ۵۵۴ء، ۵۵۵ء، ۵۵۶ء، ۵۵۷ء، ۵۵۸ء، ۵۵۹ء، ۵۶۰ء، ۵۶۱ء، ۵۶۲ء، ۵۶۳ء، ۵۶۴ء، ۵۶۵ء، ۵۶۶ء، ۵۶۷ء، ۵۶۸ء، ۵۶۹ء، ۵۷۰ء، ۵۷۱ء، ۵۷۲ء، ۵۷۳ء، ۵۷۴ء، ۵۷۵ء، ۵۷۶ء، ۵۷۷ء، ۵۷۸ء، ۵۷۹ء، ۵۸۰ء، ۵۸۱ء، ۵۸۲ء، ۵۸۳ء، ۵۸۴ء، ۵۸۵ء، ۵۸۶ء، ۵۸۷ء، ۵۸۸ء، ۵۸۹ء، ۵۹۰ء، ۵۹۱ء، ۵۹۲ء، ۵۹۳ء، ۵۹۴ء، ۵۹۵ء، ۵۹۶ء، ۵۹۷ء، ۵۹۸ء، ۵۹۹ء، ۶۰۰ء، ۶۰۱ء، ۶۰۲ء، ۶۰۳ء، ۶۰۴ء، ۶۰۵ء، ۶۰۶ء، ۶۰۷ء، ۶۰۸ء، ۶۰۹ء، ۶۱۰ء، ۶۱۱ء، ۶۱۲ء، ۶۱۳ء، ۶۱۴ء، ۶۱۵ء، ۶۱۶ء، ۶۱۷ء، ۶۱۸ء، ۶۱۹ء، ۶۲۰ء، ۶۲۱ء، ۶۲۲ء، ۶۲۳ء، ۶۲۴ء، ۶۲۵ء، ۶۲۶ء، ۶۲۷ء، ۶۲۸ء، ۶۲۹ء، ۶۳۰ء، ۶۳۱ء، ۶۳۲ء، ۶۳۳ء، ۶۳۴ء، ۶۳۵ء، ۶۳۶ء، ۶۳۷ء، ۶۳۸ء، ۶۳۹ء، ۶۴۰ء، ۶۴۱ء، ۶۴۲ء، ۶۴۳ء، ۶۴۴ء، ۶۴۵ء، ۶۴۶ء، ۶۴۷ء، ۶۴۸ء، ۶۴۹ء، ۶۵۰ء، ۶۵۱ء، ۶۵۲ء، ۶۵۳ء، ۶۵۴ء، ۶۵۵ء، ۶۵۶ء، ۶۵۷ء، ۶۵۸ء، ۶۵۹ء، ۶۶۰ء، ۶۶۱ء، ۶۶۲ء، ۶۶۳ء، ۶۶۴ء، ۶۶۵ء، ۶۶۶ء، ۶۶۷ء، ۶۶۸ء، ۶۶۹ء، ۶۷۰ء، ۶۷۱ء، ۶۷۲ء، ۶۷۳ء، ۶۷۴ء، ۶۷۵ء، ۶۷۶ء، ۶۷۷ء، ۶۷۸ء، ۶۷۹ء، ۶۸۰ء، ۶۸۱ء، ۶۸۲ء، ۶۸۳ء، ۶۸۴ء، ۶۸۵ء، ۶۸۶ء، ۶۸۷ء، ۶۸۸ء، ۶۸۹ء، ۶۹۰ء، ۶۹۱ء، ۶۹۲ء، ۶۹۳ء، ۶۹۴ء، ۶۹۵ء، ۶۹۶ء، ۶۹۷ء، ۶۹۸ء، ۶۹۹ء، ۷۰۰ء، ۷۰۱ء، ۷۰۲ء، ۷۰۳ء، ۷۰۴ء، ۷۰۵ء، ۷۰۶ء، ۷۰۷ء، ۷۰۸ء، ۷۰۹ء، ۷۱۰ء، ۷۱۱ء، ۷۱۲ء، ۷۱۳ء، ۷۱۴ء، ۷۱۵ء، ۷۱۶ء، ۷۱۷ء، ۷۱۸ء، ۷۱۹ء، ۷۲۰ء، ۷۲۱ء، ۷۲۲ء، ۷۲۳ء، ۷۲۴ء، ۷۲۵ء، ۷۲۶ء، ۷۲۷ء، ۷۲۸ء، ۷۲۹ء، ۷۳۰ء، ۷۳۱ء، ۷۳۲ء، ۷۳۳ء، ۷۳۴ء، ۷۳۵ء، ۷۳۶ء، ۷۳۷ء، ۷۳۸ء، ۷۳۹ء، ۷۴۰ء، ۷۴۱ء، ۷۴۲ء، ۷۴۳ء، ۷۴۴ء، ۷۴۵ء، ۷۴۶ء، ۷۴۷ء، ۷۴۸ء، ۷۴۹ء، ۷۵۰ء، ۷۵۱ء، ۷۵۲ء، ۷۵۳ء، ۷۵۴ء، ۷۵۵ء، ۷۵۶ء، ۷۵۷ء، ۷۵۸ء، ۷۵۹ء، ۷۶۰ء، ۷۶۱ء، ۷۶۲ء، ۷۶۳ء، ۷۶۴ء، ۷۶۵ء، ۷۶۶ء، ۷۶۷ء، ۷۶۸ء، ۷۶۹ء، ۷۷۰ء، ۷۷۱ء، ۷۷۲ء، ۷۷۳ء، ۷۷۴ء، ۷۷۵ء، ۷۷۶ء، ۷۷۷ء، ۷۷۸ء، ۷۷۹ء، ۷۸۰ء، ۷۸۱ء، ۷۸۲ء، ۷۸۳ء، ۷۸۴ء، ۷۸۵ء، ۷۸۶ء، ۷۸۷ء، ۷۸۸ء، ۷۸۹ء، ۷۹۰ء، ۷۹۱ء، ۷۹۲ء، ۷۹۳ء، ۷۹۴ء، ۷۹۵ء، ۷۹۶ء، ۷۹۷ء، ۷۹۸ء، ۷۹۹ء، ۸۰۰ء، ۸۰۱ء، ۸۰۲ء، ۸۰۳ء، ۸۰۴ء، ۸۰۵ء، ۸۰۶ء، ۸۰۷ء، ۸۰۸ء، ۸۰۹ء، ۸۱۰ء، ۸۱۱ء، ۸۱۲ء، ۸۱۳ء، ۸۱۴ء، ۸۱۵ء، ۸۱۶ء، ۸۱۷ء، ۸۱۸ء، ۸۱۹ء، ۸۲۰ء، ۸۲۱ء، ۸۲۲ء، ۸۲۳ء، ۸۲۴ء، ۸۲۵ء، ۸۲۶ء، ۸۲۷ء، ۸۲۸ء، ۸۲۹ء، ۸۳۰ء، ۸۳۱ء، ۸۳۲ء، ۸۳۳ء، ۸۳۴ء، ۸۳۵ء، ۸۳۶ء، ۸۳۷ء، ۸۳۸ء، ۸۳۹ء، ۸۴۰ء، ۸۴۱ء، ۸۴۲ء، ۸۴۳ء، ۸۴۴ء، ۸۴۵ء، ۸۴۶ء، ۸۴۷ء، ۸۴۸ء، ۸۴۹ء، ۸۵۰ء، ۸۵۱ء، ۸۵۲ء، ۸۵۳ء، ۸۵۴ء، ۸۵۵ء، ۸۵۶ء، ۸۵۷ء، ۸۵۸ء، ۸۵۹ء، ۸۶۰ء، ۸۶۱ء، ۸۶۲ء، ۸۶۳ء، ۸۶۴ء، ۸۶۵ء، ۸۶۶ء، ۸۶۷ء، ۸۶۸ء، ۸۶۹ء، ۸۷۰ء، ۸۷۱ء، ۸۷۲ء، ۸۷۳ء، ۸۷۴ء، ۸۷۵ء، ۸۷۶ء، ۸۷۷ء، ۸۷۸ء، ۸۷۹ء، ۸۸۰ء، ۸۸۱ء، ۸۸۲ء، ۸۸۳ء، ۸۸۴ء، ۸۸۵ء، ۸۸۶ء، ۸۸۷ء، ۸۸۸ء، ۸۸۹ء، ۸۹۰ء، ۸۹۱ء، ۸۹۲ء، ۸۹۳ء، ۸۹۴ء، ۸۹۵ء، ۸۹۶ء، ۸۹۷ء، ۸۹۸ء، ۸۹۹ء، ۹۰۰ء، ۹۰۱ء، ۹۰۲ء، ۹۰۳ء، ۹۰۴ء، ۹۰۵ء، ۹۰۶ء، ۹۰۷ء، ۹۰۸ء، ۹۰۹ء، ۹۱۰ء، ۹۱۱ء، ۹۱۲ء، ۹۱۳ء، ۹۱۴ء، ۹۱۵ء، ۹۱۶ء، ۹۱۷ء، ۹۱۸ء، ۹۱۹ء، ۹۲۰ء، ۹۲۱ء، ۹۲۲ء، ۹۲۳ء، ۹۲۴ء، ۹۲۵ء، ۹۲۶ء، ۹۲۷ء، ۹۲۸ء، ۹۲۹ء، ۹۳۰ء، ۹۳۱ء، ۹۳۲ء، ۹۳۳ء، ۹۳۴ء، ۹۳۵ء، ۹۳۶ء، ۹۳۷ء، ۹۳۸ء، ۹۳۹ء، ۹۴۰ء، ۹۴۱ء، ۹۴۲ء، ۹۴۳ء، ۹۴۴ء، ۹۴۵ء، ۹۴۶ء، ۹۴۷ء، ۹۴۸ء، ۹۴۹ء، ۹۵۰ء، ۹۵۱ء، ۹۵۲ء، ۹۵۳ء، ۹۵۴ء، ۹۵۵ء، ۹۵۶ء، ۹۵۷ء، ۹۵۸ء، ۹۵۹ء، ۹۶۰ء، ۹۶۱ء، ۹۶۲ء، ۹۶۳ء، ۹۶۴ء، ۹۶۵ء، ۹۶۶ء، ۹۶۷ء، ۹۶۸ء، ۹۶۹ء، ۹۷۰ء، ۹۷۱ء، ۹۷۲ء، ۹۷۳ء، ۹۷۴ء، ۹۷۵ء، ۹۷۶ء، ۹۷۷ء، ۹۷۸ء، ۹۷۹ء، ۹۸۰ء، ۹۸۱ء، ۹۸۲ء، ۹۸۳ء، ۹۸۴ء، ۹۸۵ء، ۹۸۶ء، ۹۸۷ء، ۹۸۸ء، ۹۸۹ء، ۹۹۰ء، ۹۹۱ء، ۹۹۲ء، ۹۹۳ء، ۹۹۴ء، ۹۹۵ء، ۹۹۶ء، ۹۹۷ء، ۹۹۸ء، ۹۹۹ء، ۱۰۰۰ء، ۱۰۰۱ء، ۱۰۰۲ء، ۱۰۰۳ء، ۱۰۰۴ء، ۱۰۰۵ء، ۱۰۰۶ء، ۱۰۰۷ء، ۱۰۰۸ء، ۱۰۰۹ء، ۱۰۱۰ء، ۱۰۱۱ء، ۱۰۱۲ء، ۱۰۱۳ء، ۱۰۱۴ء، ۱۰۱۵ء، ۱۰۱۶ء، ۱۰۱۷ء، ۱۰۱۸ء، ۱۰۱۹ء، ۱۰۲۰ء، ۱۰۲۱ء، ۱۰۲۲ء، ۱۰۲۳ء، ۱۰۲۴ء، ۱۰۲۵ء، ۱۰۲۶ء، ۱۰۲۷ء، ۱۰۲۸ء، ۱۰۲۹ء، ۱۰۳۰ء، ۱۰۳۱ء، ۱۰۳۲ء، ۱۰۳۳ء، ۱۰۳۴ء، ۱۰۳۵ء، ۱۰۳۶ء، ۱۰۳۷ء، ۱۰۳۸ء، ۱۰۳۹ء، ۱۰۴۰ء، ۱۰۴۱ء، ۱۰۴۲ء، ۱۰۴۳ء، ۱۰۴۴ء، ۱۰۴۵ء، ۱۰۴۶ء، ۱۰۴۷ء، ۱۰۴۸ء، ۱۰۴۹ء، ۱۰۵۰ء، ۱۰۵۱ء، ۱۰۵۲ء، ۱۰۵۳ء، ۱۰۵۴ء، ۱۰۵۵ء، ۱۰۵۶ء، ۱۰۵۷ء، ۱۰۵۸ء، ۱۰۵۹ء، ۱۰۶۰ء، ۱۰۶۱ء، ۱۰۶۲ء، ۱۰۶۳ء، ۱۰۶۴ء، ۱۰۶۵ء، ۱۰۶۶ء، ۱۰۶۷ء، ۱۰۶۸ء، ۱۰۶۹ء، ۱۰۷۰ء، ۱۰۷۱ء، ۱۰۷۲ء، ۱۰۷۳ء، ۱۰۷۴ء، ۱۰۷۵ء، ۱۰۷۶ء، ۱۰۷۷ء، ۱۰۷۸ء، ۱۰۷۹ء، ۱۰۸۰ء، ۱۰۸۱ء، ۱۰۸۲ء، ۱۰۸۳ء، ۱۰۸۴ء، ۱۰۸۵ء، ۱۰۸۶ء، ۱۰۸۷ء، ۱۰۸۸ء، ۱۰۸۹ء، ۱۰۹۰ء، ۱۰۹۱ء، ۱۰۹۲ء، ۱۰۹۳ء، ۱۰۹۴ء، ۱۰۹۵ء، ۱۰۹۶ء، ۱۰۹۷ء، ۱۰۹۸ء، ۱۰۹۹ء، ۱۱۰۰ء، ۱۱۰۱ء، ۱۱۰۲ء، ۱۱۰۳ء، ۱۱۰۴ء، ۱۱۰۵ء، ۱۱۰۶ء، ۱۱۰۷ء، ۱۱۰۸ء، ۱۱۰۹ء، ۱۱۱۰ء، ۱۱۱۱ء، ۱۱۱۲ء، ۱۱۱۳ء، ۱۱۱۴ء، ۱۱۱۵ء، ۱۱۱۶ء، ۱۱۱۷ء، ۱۱۱۸ء، ۱۱۱۹ء، ۱۱۲۰ء، ۱۱۲۱ء، ۱۱۲۲ء، ۱۱۲۳ء، ۱۱۲۴ء، ۱۱۲۵ء، ۱۱۲۶ء، ۱۱۲۷ء، ۱۱۲۸ء، ۱۱۲۹ء، ۱۱۳۰ء، ۱۱۳۱ء، ۱۱۳۲ء، ۱۱۳۳ء، ۱۱۳۴ء، ۱۱۳۵ء، ۱۱۳۶ء، ۱۱۳۷ء، ۱۱۳۸ء، ۱۱۳۹ء، ۱۱۴۰ء، ۱۱۴۱ء، ۱۱۴۲ء، ۱۱۴۳ء، ۱۱۴۴ء، ۱۱۴۵ء، ۱۱۴۶ء، ۱۱۴۷ء، ۱۱۴۸ء، ۱۱۴۹ء، ۱۱۵۰ء، ۱۱۵۱ء، ۱۱۵۲ء، ۱۱۵۳ء، ۱۱۵۴ء، ۱۱۵۵ء، ۱۱۵۶ء، ۱۱۵۷ء، ۱۱۵۸ء، ۱۱۵۹ء، ۱۱۶۰ء، ۱۱۶۱ء، ۱۱۶۲ء، ۱۱۶۳ء، ۱۱۶۴ء، ۱۱۶۵ء، ۱۱۶۶ء، ۱۱۶۷ء، ۱۱۶۸ء، ۱۱۶۹ء، ۱۱۷۰ء، ۱۱۷۱ء، ۱۱۷۲ء، ۱۱۷۳ء، ۱۱۷۴ء، ۱۱۷۵ء، ۱۱۷۶ء، ۱۱۷۷ء، ۱۱۷۸ء، ۱۱۷۹ء، ۱۱۸۰ء، ۱۱۸۱ء، ۱۱۸۲ء، ۱۱۸۳ء، ۱۱۸۴ء، ۱۱۸۵ء، ۱۱۸۶ء، ۱۱۸۷ء، ۱۱۸۸ء، ۱۱۸۹ء، ۱۱۹۰ء، ۱۱۹۱ء، ۱۱۹۲ء، ۱۱۹۳ء، ۱۱۹۴ء، ۱۱۹۵ء، ۱۱۹۶ء، ۱۱۹۷ء، ۱۱۹۸ء، ۱۱۹۹ء، ۱۲۰۰ء، ۱۲۰۱ء، ۱۲۰۲ء، ۱۲۰۳ء، ۱۲۰۴ء، ۱۲۰۵ء، ۱۲۰۶ء، ۱۲۰۷ء، ۱۲۰۸ء، ۱۲۰۹ء، ۱۲۱۰ء، ۱۲۱۱ء، ۱۲۱۲ء، ۱۲۱۳ء، ۱۲۱۴ء، ۱۲۱۵ء، ۱۲۱۶ء، ۱۲۱۷ء، ۱۲۱۸ء، ۱۲۱۹ء، ۱۲۲۰ء، ۱۲۲۱ء، ۱۲۲۲ء، ۱۲۲۳ء، ۱۲۲۴ء، ۱۲۲۵ء، ۱۲۲۶ء، ۱۲۲۷ء، ۱۲۲۸ء، ۱۲۲۹ء، ۱۲۳۰ء، ۱۲۳۱ء، ۱۲۳۲ء، ۱۲۳۳ء، ۱۲۳۴ء، ۱۲۳۵ء، ۱۲۳۶ء، ۱۲۳۷ء، ۱۲۳۸ء، ۱۲۳۹ء، ۱۲۴۰ء، ۱۲۴۱ء، ۱۲۴۲ء، ۱۲۴۳ء، ۱۲۴۴ء، ۱۲۴۵ء، ۱۲۴۶ء، ۱۲۴۷ء، ۱۲۴۸ء، ۱۲۴۹ء، ۱۲۵۰ء، ۱۲۵۱ء، ۱۲۵۲ء، ۱۲۵۳ء، ۱۲۵۴ء، ۱۲۵۵ء، ۱۲۵۶ء، ۱۲۵۷ء، ۱۲۵۸ء، ۱۲۵۹ء، ۱۲۶۰ء، ۱۲۶۱ء، ۱۲۶۲ء، ۱۲۶۳ء، ۱۲۶۴ء، ۱۲۶۵ء، ۱۲۶۶ء، ۱۲۶۷ء، ۱۲۶۸ء، ۱۲۶۹ء، ۱۲۷۰ء، ۱۲۷۱ء، ۱۲۷۲ء، ۱۲۷۳ء، ۱۲۷۴ء، ۱۲۷۵ء، ۱۲۷۶ء، ۱۲۷۷ء، ۱۲۷۸ء، ۱۲۷۹ء، ۱۲۸۰ء، ۱۲۸۱ء، ۱۲۸۲ء، ۱۲۸۳ء، ۱۲۸۴ء، ۱۲۸۵ء، ۱۲۸۶ء، ۱۲۸۷ء، ۱۲۸۸ء، ۱۲۸۹ء، ۱۲۹۰ء، ۱۲۹۱ء، ۱۲۹۲ء، ۱۲۹۳ء، ۱۲۹۴ء، ۱۲۹۵ء، ۱۲۹۶ء، ۱۲۹۷ء، ۱۲۹۸ء، ۱۲۹۹ء، ۱۳۰۰ء، ۱۳۰۱ء، ۱۳۰۲ء، ۱۳۰۳ء، ۱۳۰۴ء، ۱۳۰۵ء، ۱۳۰۶ء، ۱۳۰۷ء، ۱۳۰۸ء، ۱۳۰۹ء، ۱۳۱۰ء، ۱۳۱۱ء، ۱۳۱۲ء، ۱۳۱۳ء، ۱۳۱۴ء، ۱۳۱۵ء، ۱۳۱۶ء، ۱۳۱۷ء، ۱۳۱۸ء، ۱۳۱۹ء، ۱۳۲۰ء، ۱۳۲۱ء، ۱۳۲۲ء، ۱۳۲۳ء، ۱۳۲۴ء، ۱۳۲۵ء، ۱۳۲۶ء، ۱۳۲۷ء، ۱۳۲۸ء، ۱۳۲۹ء، ۱۳۳۰ء، ۱۳۳۱ء، ۱۳۳۲ء، ۱۳۳۳ء، ۱۳۳۴ء، ۱۳۳۵ء، ۱۳۳۶ء، ۱۳۳۷ء، ۱۳۳۸ء، ۱۳۳۹ء، ۱۳۴۰ء، ۱۳۴۱ء، ۱۳۴۲ء، ۱۳۴۳ء، ۱۳۴۴ء، ۱۳۴۵ء، ۱۳۴۶ء، ۱۳۴۷ء، ۱۳۴۸ء، ۱۳۴۹ء، ۱۳۵۰ء، ۱۳۵۱ء، ۱۳۵۲ء، ۱۳۵۳ء، ۱۳۵۴ء، ۱۳۵۵ء، ۱۳۵۶ء، ۱۳۵۷ء، ۱۳۵۸ء، ۱۳۵۹ء، ۱۳۶۰ء، ۱۳۶۱ء، ۱۳۶۲ء، ۱۳۶۳ء، ۱۳۶۴ء، ۱۳۶۵ء، ۱۳۶۶ء، ۱۳۶۷ء، ۱۳۶۸ء، ۱۳۶۹ء، ۱۳۷۰ء، ۱۳۷۱ء، ۱۳۷۲ء، ۱۳۷۳ء، ۱۳۷۴ء، ۱۳۷۵ء، ۱۳۷۶ء، ۱۳۷۷ء، ۱۳۷۸ء، ۱۳۷۹ء، ۱۳۸۰ء، ۱۳۸۱ء، ۱۳۸۲ء، ۱۳۸۳ء، ۱۳۸۴ء، ۱۳۸۵ء، ۱۳۸۶ء، ۱۳۸۷ء، ۱۳۸۸ء، ۱۳۸۹ء، ۱۳۹۰ء، ۱۳۹۱ء، ۱۳۹۲ء، ۱۳۹۳ء، ۱۳۹۴ء، ۱۳۹۵ء، ۱۳۹۶ء، ۱۳۹۷ء، ۱۳۹۸ء، ۱۳۹۹ء، ۱۴۰۰ء، ۱۴۰۱ء، ۱۴۰۲ء، ۱۴۰۳ء، ۱۴۰۴ء، ۱۴۰۵ء، ۱۴۰۶ء، ۱۴۰۷ء، ۱۴۰۸ء، ۱۴۰۹ء، ۱۴۱۰ء، ۱۴۱۱ء، ۱۴۱۲ء، ۱۴۱۳ء، ۱۴۱۴ء، ۱۴۱۵ء، ۱۴۱۶ء، ۱۴۱۷ء، ۱۴۱۸ء، ۱۴۱۹ء، ۱۴۲۰ء، ۱۴۲۱ء، ۱۴۲۲ء، ۱۴۲۳ء، ۱۴۲۴ء، ۱۴۲۵ء، ۱۴۲۶ء، ۱۴۲۷ء، ۱۴۲۸ء، ۱۴۲۹ء، ۱۴۳۰ء، ۱۴۳۱ء، ۱۴۳۲ء، ۱۴۳۳ء، ۱۴۳۴ء، ۱۴۳۵ء، ۱۴۳۶ء، ۱۴۳۷ء، ۱۴۳۸ء، ۱۴۳۹ء، ۱۴۴۰ء، ۱۴۴۱ء، ۱۴۴۲ء، ۱۴۴۳ء، ۱۴۴۴ء، ۱۴۴۵ء، ۱۴۴۶ء، ۱۴۴۷ء، ۱۴۴۸ء، ۱۴۴۹ء، ۱۴۵۰ء، ۱۴۵۱ء، ۱۴۵۲ء، ۱۴۵۳ء، ۱۴۵۴ء، ۱۴۵۵ء، ۱۴۵۶ء، ۱۴۵۷ء، ۱۴۵۸ء، ۱۴۵۹ء، ۱۴۶۰ء، ۱۴۶۱ء، ۱۴۶۲ء، ۱۴۶۳ء، ۱۴۶۴ء، ۱۴۶۵ء، ۱۴۶۶ء، ۱۴۶۷ء، ۱۴۶۸ء، ۱۴۶۹ء، ۱۴۷۰ء، ۱۴۷۱ء، ۱۴۷۲ء، ۱۴۷۳ء، ۱۴۷۴ء، ۱۴۷۵ء، ۱۴۷۶ء، ۱۴۷۷ء، ۱۴۷۸ء، ۱۴۷۹ء، ۱۴۸۰ء، ۱۴۸۱ء، ۱۴۸۲ء، ۱۴۸۳ء، ۱۴۸۴ء، ۱۴۸۵ء، ۱۴۸۶ء، ۱۴۸۷ء، ۱۴۸۸ء، ۱۴۸۹ء، ۱۴۹۰ء، ۱۴۹۱ء، ۱۴۹۲ء، ۱۴۹۳ء، ۱۴۹۴ء، ۱۴۹۵ء، ۱۴۹۶ء، ۱۴۹۷ء، ۱۴۹۸ء، ۱۴۹۹ء، ۱۵۰۰ء، ۱۵۰۱ء، ۱۵۰۲ء، ۱۵۰۳ء، ۱۵۰۴ء، ۱۵۰۵ء، ۱۵۰۶ء، ۱۵۰۷ء، ۱۵۰۸ء، ۱۵۰۹ء، ۱۵۱۰ء، ۱۵۱۱ء، ۱۵۱۲ء، ۱۵۱۳ء، ۱۵۱۴ء، ۱۵۱۵ء، ۱۵۱۶ء، ۱۵۱۷ء، ۱۵۱۸ء، ۱۵۱۹ء، ۱۵۲۰ء، ۱۵۲۱ء، ۱۵۲۲ء، ۱۵۲۳ء، ۱۵۲۴ء، ۱۵۲۵ء، ۱۵۲۶ء، ۱۵۲۷ء، ۱۵۲۸ء، ۱۵۲۹ء، ۱۵۳۰ء، ۱۵۳۱ء، ۱۵۳۲ء، ۱۵۳۳ء، ۱۵۳۴ء، ۱۵۳۵ء، ۱۵۳۶ء، ۱۵۳۷ء، ۱۵۳۸ء، ۱۵۳۹ء، ۱۵۴۰ء، ۱۵۴۱ء، ۱۵۴۲ء، ۱۵۴۳ء، ۱۵۴۴ء، ۱۵۴۵ء، ۱۵۴۶ء، ۱۵۴۷ء، ۱۵۴۸ء، ۱۵۴۹ء، ۱۵۵۰ء، ۱۵۵۱ء، ۱۵۵۲ء، ۱۵۵۳ء، ۱۵۵۴ء، ۱۵۵۵ء، ۱۵۵۶ء، ۱۵۵۷ء، ۱۵۵۸ء، ۱۵۵۹ء، ۱۵۶۰ء، ۱۵۶۱ء، ۱۵۶۲ء، ۱۵۶۳ء، ۱۵۶۴ء، ۱۵۶۵ء، ۱۵۶۶ء، ۱۵۶۷ء، ۱۵۶۸ء، ۱۵۶۹ء، ۱۵۷۰ء، ۱۵۷۱ء، ۱۵۷۲ء، ۱۵۷۳ء، ۱۵۷۴ء، ۱۵۷۵ء، ۱۵۷۶ء، ۱۵۷۷ء، ۱۵۷۸ء، ۱۵۷۹ء، ۱۵۸۰ء، ۱۵۸۱ء، ۱۵۸۲ء، ۱۵۸۳ء، ۱۵۸۴ء، ۱۵۸۵ء، ۱۵۸۶ء، ۱۵۸۷ء، ۱۵۸۸ء، ۱۵۸۹ء، ۱۵۹۰ء، ۱۵۹۱ء، ۱۵۹۲ء، ۱۵۹۳ء، ۱۵۹۴ء، ۱۵۹۵ء، ۱۵۹۶ء، ۱۵۹۷ء، ۱۵۹۸ء، ۱۵۹۹ء، ۱۶۰۰ء، ۱۶۰۱ء، ۱۶۰۲ء، ۱۶۰۳ء، ۱۶۰۴ء، ۱۶۰۵ء، ۱۶۰۶ء، ۱۶۰۷ء، ۱۶۰۸ء، ۱۶۰۹ء، ۱۶۱۰ء، ۱۶۱۱ء، ۱۶۱۲ء، ۱۶۱۳ء، ۱۶۱۴ء، ۱۶۱۵ء، ۱۶۱۶ء، ۱۶۱۷ء، ۱۶۱۸ء، ۱۶۱۹ء، ۱۶۲۰ء، ۱۶۲۱ء، ۱۶۲۲ء، ۱۶۲۳ء، ۱۶۲۴ء، ۱۶۲۵ء، ۱۶۲۶ء، ۱۶۲۷ء، ۱۶۲۸ء، ۱۶۲۹ء، ۱۶۳۰ء، ۱۶۳۱ء، ۱۶۳۲ء، ۱۶

مقالات پر متعدد اصحاب کے پاس موجود ہیں، ان میں سے جو مجھے فراہم ہو سکے، وہ تمام اس مجموعہ میں شامل ہیں، باقی ماندہ کے لئے کوشش جاری ہے۔ لعل اللہ بحدث بعد ذلک امرأ۔

۹۔ چند متفرق قلمی فتوے: فتاویٰ حضرت مولانا مکتوبی کے درج بالا غیر متعارف و غیر مطبوعہ مجموعوں کے علاوہ

حضرت کے چند بار، غیر مطبوعہ فتوے ایسے بھی ہیں، جو ان میں سے کسی بھی مجموعہ میں نقل نہیں لیکن ان کی علیحدہ علیحدہ دستخط و نقل، حضرت مولانا کے علاوہ مشہین یا معتبر اہل علم و کمال کے قلم سے موجود ہیں، اس طرح کے جو فتاویٰ مجھے ملے، ان کا متن حسب ترتیب ابواب کتاب میں شامل کر دیا ہے، علیحدہ علیحدہ و متعارف غیر ضروری معلوم ہوا۔

۱۰۔ چند فتاویٰ کے معتبر قلمی نسخے: حضرت مولانا کے فتاویٰ کے چھوٹے بڑے، مرتب نسخوں کے علاوہ دوسرے

بارہ فتوے ایسے بھی دستیاب ہوئے، جو اگرچہ خود حضرت مولانا کے قلم سے ہیں، نہ ہی کسی مرتب مجموعہ میں شامل ہیں۔ بلکہ یہ ایک ایک دو دو فتوے، علیحدہ علیحدہ، لائق اعتماد علماء کے قلم سے نقل ہیں۔ یہ فتوے بھی حسب موقع اس مجموعہ میں آگئے ہیں، ساتھ ہی ان کا مفصل حوالہ بھی دیدیا ہے۔

● مطبوعہ مگر نادر و کمیاب فتاویٰ: حضرت مولانا کی کم سے کم دو تالیفات یا مفصل فتوے (جو کتابی صورت میں

چھپے) اور ان کے علاوہ بھی پچاسوں فتوے ایسے ہیں، جو حضرت مولانا کی حیات میں شائع ہو گئے تھے، مگر ان کا عموماً کہیں نہ کرنا نہیں، تاہم اگر رشید اور معروف فتاویٰ رشیدیہ میں بھی، ان کا تعارف یا نقل شامل نہیں آسکتا:

۱۱۔ الف: فیوض رشیدیہ اس میں حضرت مولانا کے تحریر کئے ہوئے، چالیس سوالات یا فتاویٰ کے جوابات،

شائع کئے گئے تھے۔ مگر اس میں نہ اس کی وضاحت ہے کہ یہ سوالات کس نے کئے تھے اور نہ یہ کہ فیوض رشیدیہ کا مرتب کون ہے، اس پر کوئی تمہید، وجہ اشاعت یا نہ اشاعت چھپا ہوا نہیں ہے، اس کے سرورق پر صرف حضرت مولانا مکتوبی کا نام نامی تحریر ہے اور یہ لکھا ہے:

”حسب فرمائش حلقہ خدام بخش صاحب پانی پتی، مطبع فخر الدقائق، میرٹھ میں بہ اہتمام مفتی فخر الدین چھپا“

اس طباعت میں نہایت معمولی گھٹیا کاغذ استعمال ہوا ہے۔

فیوض رشیدیہ میں درج ہر اک جواب کے اختتام پر، حضرت مولانا کے دستخط یا مہر کی علامت بنی ہوئی ہے، سب سے پہلے اور آخری فتوے کے بعد، اس نواح کے معروف علماء کے دستخط بھی شامل ہیں۔ بعض قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ یا مجموعہ فتاویٰ ۱۳۱۰ھ [۱۸۹۳-۹۴ء] میں چھپا ہوگا، مگر تعجب ہے کہ حضرت مولانا کے احوال و سوانح پر لکھی گئی

کرتوں اور فتویٰ میں اس کا کہیں مذکر نہیں ملا اس نہایت باوراثت کا ایک نسخہ ہمارے ذخیرہ میں محفوظ ہے۔ دوسری نسخہ اور بھی معلوم ہیں۔

۱۲-ب: فتاویٰ عشر یہ چار صلیکے مختصر سا کتابچہ ہے، جو فیض رشیدیہ کے اکثر نسخوں کے آغاز پر لگا ہوا ہے، اس میں عشر کے متعلق گیارہ سوالات اور حضرت مولانا کے جوابات درج ہیں، جواب کے اختتام پر دسیوں علماء کی تصدیقات اور بریں وغیرہ نقل کی گئیں ہیں، اس میں سے ایک مہر میں تاریخ تحریر، ۱۳ شوال ۱۳۰۹ھ (۱۹۹۲-۹۳)ء موجود ہے، جس سے واضح ہے کہ یہ فتویٰ بھی اسی سال رقم فرمائے گئے تھے۔

یہ مختصر رسالہ نامور مرشد مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری کی فرمائش پر، حضرت مولانا رائے پوری کے ایک خاص متوسل اور خدمت قرآن مجید میں، حضرت مولانا رائے پوری کے دست راست، مولانا نور محمد صاحب حنفی لدھیانوی (مولف نورانی قاعدہ) نے اپنے مطبع حنفی اسلامی لدھیانہ سے شائع کیا تھا۔ لکھا ہے:

”یہ مستند، جناب مجددی مہر، مفتی مولوی حاجی حافظ عبدالرحیم شاہ صاحب، مجتہم مدرسہ اسلامیہ رائے پور ضلع بہار پور نے مرتب کر لیا ہے، چونکہ اکثر کاشکار اہل اسلام اس مسئلہ سے بے خبر ہیں، لہذا احقر العباد، نور محمد، مجتہم مدرسہ حنفی نے، اپنے مطبع میں چھاپ کر شائع کیا۔ امید ہے کہ جو صاحبان اس سے قاعدہ افہامیں، مولانا موصوف اور احقر کو عار و خیر سے یاد فرمائیں“

۱۳-ج: رسالہ تحقیق الضاد والمصافحہ: یہ ایک مختصر سا بیس صفحات کا رسالہ ہے، جس میں مصافحہ کے مسنون طریقہ اور ضاد کی ادائیگی کے عنوان پر، حضرت مولانا عبدالحی قرنگی مٹھی، حضرت مولانا شمس الدین عظیمی رشتہ اور علماء کے فتویٰ، ایک جا شائع کئے گئے ہیں۔ سرورق پر لکھا ہے:

فتاویٰ جامع معقول و منقول مولانا رشید احمد صاحب سلمہ و مولانا عبدالحی صاحب مبرور۔ المسمی بہ: تحقیق الضاد والمصافحہ“

یہ رسالہ (مولوی) حفیظ اللہ بیگ صاحب کی فرمائش سے، مطبع گل زار ابراہیم، مراد آباد سے ۱۳ شوال ۱۳۱۱ھ (۱۹۹۲ء) میں چھپا تھا، اس میں درج حضرت مولانا کے فتویٰ بھی کم یاب ہیں اور میری معلومات کے مطابق اب تک کسی مجموعہ میں شامل نہیں کئے گئے۔

۱۴- حضرت کی زندگی میں شائع کچھ متفرق فتوے: ایسے فتویٰ کی بہ ظاہر خاصی بڑی تعداد ہوگی، جو حضرت مولانا کی موجودگی میں مختلف دینی فقہی تالیفات و رسائل میں، حضرت مولانا کی خاص تحریر کے طور پر، یا اس مسئلہ کی

تصدیق میں شائع کئے گئے۔ اس وقت اس طرح کی تالیفات اور رساں کی ایک تحریر و اشاعت کا عام ذوق تھا، جس میں حضرت مولانا اور سلسلہ ولی الہی کے متوسلین پیش پیش رہتے تھے، اور ان پر حضرت کی تصدیق یا فتوے کی شمولیت، یقیناً اس کتاب کے علمی وزن میں اضافہ کا اور قبول عام کا ذریعہ بنتی تھی، بہر حال حضرت مولانا کے یہ فتاویٰ، ان کتابوں کے اوراق میں پوشیدہ اور یکسر ہوئے ہیں، میرا خیال ہے کہ ان کی تعداد سینکڑوں میں ہوگی، مجھے محدود مطالعہ اور محدود ترین وسائل کے باوجود، ایسے پچیس سے زیادہ فتاویٰ ملے، جو اس مجموعہ میں حسب موقع شامل ہیں، ان کا تعارف بھی ساتھ ہی درج ہے، کوئی اللہ کا بندہ تلاش کرے، تو حضرت مولانا لنگوئی کے اور پچاسوں فتوے ملیں گے۔

حضرت مولانا لنگوئی صرف مسائل کے جاننے بتانے کی حد تک مفتی اور فقیہ نہیں تھے، بلکہ حضرت مولانا کی وضاحت پر، شائع کئے ہوئے اشتہارات

مسلمانوں میں عقیدہ کا جو بگاڑ، رسوم و بدعات کے اہتمام کی وجہ سے جو خرابیاں اور معاملات کے شرعی احکام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے جو غلط طریقے رواج پا رہے تھے، حضرت مولانا، ان پر بہت دور تک، بڑی گہری اور مصرانہ نگاہ رکھتے تھے۔ جب پورے ملک میں عموماً اور کسی خاص خطہ میں خصوصاً عقیدہ کے کسی پہلو سے کمزوری سامنے آتی، کسی نئی بدعت اور طریقہ کا رواج بڑھتا، یا عام مسلمانوں میں کسی بھی، فقہی شرعی پہلو کی جانب سے بے خبری یا بے توجہی کا مشاہدہ اور علم ہوتا اور اس سلسلہ میں کثرت سے سوالات اور استفتاء آتے، تو ان سوالات کے مجموعی مندرجات سے ایک سوال مرتب کر کے، یا کسی جامع ترین سوال کو سامنے رکھ کر، اس کا مفصل جامع جواب تحریر فرماتے اور اس جواب کو، اپنے دستخط اور مہر سے مزین فرما کر، اشتہار کی صورت میں شائع کر دیتے تھے اور پھر وہ اشتہار سفر کرتا ہوا، بنگال سے افغانستان و ترکستان تک پھیل جاتا تھا اور بفضلہ تعالیٰ اس کی یہ رہنمائی اور اطلاع، نہایت مفید و کارآمد ثابت ہوتی تھی اور جو کام علاقہ میں موجود، بڑے واعظین اور اہل دین کے لئے مسئلہ بنا ہوا ہوتا تھا، وہ اس کی وجہ سے حل ہو جاتا اور اکثر لوگ حضرت کے فتاویٰ کو بلا تکلف مانتے، قبول کرتے اور اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔

اس مبارک سلسلہ کا حضرت نے کب، کس موقع سے آغاز فرمایا تھا، مجھے اس کا سراغ نہیں ملا، لیکن ۱۳۰۰ھ [۱۸۸۳-۱۸۸۴ء] کا مطبوعہ اشتہار [فتویٰ] معلوم ہے، اور اس وقت سے حضرت کے وفات کے قریب تک، اس طرح کے اشتہارات مختلف موضوعات و مباحث کی مناسبت سے متواتر چھپتے رہے، ایسے کل کس قدر فتاویٰ یا اشتہارات، حضرت کی جانب سے یا حضرت کے نام سے چھپے، اس کی تحقیق بھی آسان نہیں۔ تاہم حضرت مولانا کے اس قسم کے متعدد اشتہارات کا مختلف علمائے کرام نے، اپنی تصنیفات و مؤلفات میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً ملاحظہ ہو:

(۱) ”المہند علی المہند“ میں حضرت مولانا خلیل احمد انیسوی مہاجر مدنی نے مرزا قادیانی کے سلسلہ میں، حضرت مولانا گنگوہی پر اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے:

”وقتی شیخنا و مولانا رشید احمد الگنگوہی رحمہ اللہ فی کفر القادیانی، قد طبع و شاعت، یوجد کثیر منها فی یدی الناس“ (۱)

اور ہمارے شیخ اور ہمنما، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ قادیانی کے کافر ہونے کے متعلق شائع ہو کر عام ہو چکا ہے، اس کے نسخے کثرت سے لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں

اس میں جس فتویٰ کا حوالہ دیا گیا ہے، وہ فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ اشتہار کی صورت میں چھپ کر تقسیم ہوا تھا، اس کی تصدیق خود مرزا قادیانی کی تحریروں سے بھی ہو رہی ہے۔ مرزا قادیانی نے انوار اسلام میں لکھا ہے:

ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ، میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی، ایمانداری پر کھنے کے لئے، جنہوں نے اس عاجز کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے، کہ یہ شخص کافر اور دجال اور شیطان ہے، اور اس پر لعنت اور سب و شتم کرتے رہنا ثواب کی بات ہے، اور اس اشتہار کے وہ سب مکفر مخاطب ہیں، جو کافر اور اکفر کہنے سے باز نہیں آتے (۲)

دوسری جگہ کہتا ہے:

اسی طرح مولوی رشید احمد گنگوہی اشٹا اور ایک اشتہار میرے مقابل پر نکالا اور جسوئے پر لعنت کی اور تھوڑے دنوں کے بعد اندھا ہو گیا، دیکھو اور عبرت پکڑو (۳)

(۲) زمیندارہ ختم ہونے سے پہلے، کا شیخکاروں کے لئے، حق موروثیت کا ایک سرکاری ضابطہ تھا، جو خلاف شریعت تھا، اس سلسلہ میں حضرت مولانا کا ایک فتویٰ، اشتہار کی صورت میں چھپ کر عام ہوا تھا، یہ فتویٰ مولانا محمد خطیب دیوبندی (ناظم جمیعۃ اسلام، دیوبند) کے پاس موجود تھا۔ مولانا نے اپنی تالیف رسالہ زمیندارہ بل میں، حضرت مولانا گنگوہی کا یہ مفصل فتویٰ نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

(۱) المہند علی المہند ص: ۸۴۔ [مکتبہ خدیجہ جامع مسجد گنبد والی جہلم]

(۲) انوار اسلام ص: ۲۶۔ طبع اول۔ نیز روحانی خزائن [مجموعہ تالیفات مرزا قادیانی] ص: ۴۷ جلد نمبر ۹

(۳) نزول المسیح ص: ۳۴۔ طبع اول اگست ۱۹۰۹ء [تیز روحانی خزائن] مجموعہ مؤلفات مرزا ص: ۴۹ جلد ۱۸۔ مرزا صاحب کی کتابوں میں حضرت مولانا کا کوئی جگہ نام آیا ہے مگر چودہ سب عبارتیں اور حوالے راقم کی نظر میں ہیں مگر یہاں ان کی ضرورت نہیں، تاہم ان سے یہ ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ مرزا قادیانی، حضرت مولانا کو اور بہت سے علماء کی طرح اپنا سخت ترین مخالف، بدترین دشمن اور ناقہ کہتا اور کھتا تھا۔

”یہ فتویٰ حضرت گنگوہی کے زمانہ میں بصورت اشتہار شائع ہوا تھا، یہ مطبوعہ اشتہار دفتر جمعیت اسلام میں محفوظ ہے“ (۱)

اشتہار کی صورت میں شائع ہوا فتاویٰ جو میرے پاس موجود ہیں خود رقم سطور [نور الحسن راشد کا مصلوٰی] کے ذخیرہ میں بھی، حضرت کے اس طرح کے دو اشتہار یا فتوے موجود ہیں، ان کا کسی قدر مفصل تعارف حاضر ہے، جس سے حضرت مولانا گنگوہی کے اس طریقہ کی افادیت اور تفصیل سامنے آئے گی۔

(الف) پہلا فتویٰ یا اشتہار نکاح بیوگان کے سلسلہ میں ہے۔ اس دور میں اس موضوع اور خدمت پر علماء کرام اور مصلحین کی خاص نظر رہتی تھی اور وہ نکاح بیوگان کے احیاء کے لئے متواتر کوششیں فرماتے رہتے تھے، مجملہ ان کے حضرت مولانا گنگوہی بھی تھے۔ حضرت مولانا کے اس موضوع پر کئی فتوے صادر ہوئے اور حضرت مولانا نے عملی طور پر بھی، اس کے لئے جدوجہد فرمائی، اسی کی ایک خاص تحریک اور جدوجہد کے موقع پر شائع، زیر تعارف فتویٰ بھی ہے۔

یہ فتویٰ ”اعلان ضروری“ کے عنوان سے شائع کیا گیا تھا، جو چون ۵۴ سنٹی میٹر لمبا، چھتیس سنٹی میٹر چوڑا اور تقریباً پچاس سطروں کے، مفصل مضمون پر مشتمل ہے۔ اس میں اول ایک تمہید ہے، اس میں بیوہ عورتوں کے نکاح کی فضیلت بیان کی گئی ہے، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کے نکاحوں کی تفصیلات، ایک نقشہ کی صورت میں واضح کی گئی ہیں، اس کے بعد نکاح بیوگان کی فضیلت اور اس کے اثرات اور منافع کا مزید تذکرہ ہے، اس کے تحت:

”فتویٰ مولانا رشید احمد گنگوہی معہ مواہبہ دوست و محتوط دیگر علمائے اہل سنت“

کے جلی عنوان سے، حضرت مولانا گنگوہی کا مفصل فتویٰ درج ہے، جس میں نکاح بیوگان کی ضرورت اور اس کی مخالفت کرنے والوں کا شرعی حکم، وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس فتوے پر اسی علاقہ کے بیسیوں علماء کی مفصل و مختصر تصدیقات ثبت ہیں، آخر میں مختلف بستیوں کے ایسے ذمہ داران کے نام لکھے ہیں [جو بیشتر رانچپوت برادری سے تعلق رکھتے ہیں] جنہوں نے ان کے اس فتوے کی تائید کی تھی اور نکاح بیوگان کو رواج دینے کے لئے کوشش کا ارادہ کیا تھا۔

یہ اشتہار مولوی پیر محمد صاحب سہارنپوری کی فرمائش پر، مطبع مجتہدانی دہلی سے، ۶، ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ [۳، ۱۸۸۹ء] کو چھپا تھا۔

(ب) ایک اور اشتہار ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے، یہ حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر کی کی تالیف: ”فیصلہ ہفت مسئلہ“ میں میلاد کے موضوع پر ہے۔ اس میں حضرت حاجی صاحب کی رائے کی نسبت سوال کیا گیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

(۱) رسالہ زمیندار اہل مرحوم مولانا محمد خطیب دیوبندی، حاشیہ ص: ۱۱ [مطبوعہ کمال پرنٹنگ پریس دہلی: ۱۳۶۲ھ - ۱۹۴۷ء]

”چوں کہ فیصلہ مفت مسئلہ سے اکثر لوگوں کو شبہ ہوتا ہے، اس لئے اسکے متعلق رسالہ مفت مسئلہ جو طبع نظامی میں طبع ہوا ہے، (۱) اور حضرت حاجی صاحب سلمہ کی طرف سے منسوب ہے اور اس میں اہل بدعت کی تائید اور اہل حق علمائے دین، محققین کی مخالفت کی گئی ہے، آیا اس کا حضرت حاجی صاحب مدظلہم کی جانب منسوب ہونا درست ہے یا نہیں! علاوہ اس کے اس پر عمل کرنا اور ترغیب دلا نا درست ہے یا نہیں؟“

حضرت مولانا نے اس کا مفصل جواب دیا ہے، جس میں بتایا ہے کہ، حضرت حاجی صاحب کو رسوم اہل زمانہ کی خبر نہیں، کہ وہ ان زائد چیزوں اور بے اصل باتوں کو، کس قدر ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن آخر میں یہ صراحت بھی ہے کہ:

”حضرت سلمہ کے عقائد ہرگز بدعت کے نہیں ہیں، کہ اہل فہم و دانش خود عبارت رسالہ سے سمجھ سکتا ہے“

اس اشتہار پر ناشر مطبع یا ناشر طباعت کا اندراج نہیں، صرف آخر میں حضرت مولانا کے دستخط اور مہر ہے۔ اسی پر یہ اشتہار یافتہ ختم ہو گیا ہے۔

دوا اشتہار اور: حضرت مولانا کے فتاویٰ پر مشتمل ایسے دوا اشتہار جو اور مضامین و عنوانات پر مشتمل تھے، ایک جگہ سرسری نظر سے دیکھنے کا موقع ملا تھا، خیال تھا کہ بعد میں ان کا فوٹو مل جائے گا مگر وہ صاحب جن کے پاس یہ فتوے تھے، اچانک وفات پا گئے، بعد میں ان اشتہارات سے استفادہ ممکن نہ ہوا۔

ایسے اشتہارات و فتاویٰ کا ایک بڑا ذخیرہ: یہاں دلی افسوس کے ساتھ یہ بھی لکھ رہا ہوں، کہ میں نے ایک کتاب خانہ یا علمی ذخیرہ میں، ایسے اشتہارات کا ایک خاصا بڑا مجموعہ یا بنڈل دیکھا تھا، جس میں حضرت مولانا گنگوہی کے شائع کئے ہوئے اور حضرت کے فتاویٰ کی اشتہار نما اشاعتیں برسہا برس کی طویل محنت و تلاش کے بعد، جمع کی گئی تھیں۔ یہ اشتہارا ننداز، ستر پچتر تو یقیناً تھے، ممکن ہے اور زیادہ ہوں، مگر میں اس نہایت بیش قیمت، نادرا و نادر ذخیرہ کا عکس لینے سے قاصر رہا، اور اب تلاش کیا تو یہ گرا نما یہ سرمایہ، جو ہمارے فقہی سلسلہ کا ایک فخر لائق ورثہ تھا، ہاتھ نہیں آیا، اللہ جانے محفوظ بھی ہے یا نہیں۔ ڈر ہے کہ اس ان مول بیش بہا یادگار کو، فضول و ناکارہ کاغذات سمجھ کر، ضائع نہ کر دیا ہو۔

حضرت کے فتاویٰ کے وہ مرتب مجموعے یا متفرق سرمایہ، جو مفقود و نا معلوم ہے

اوپر حضرت کے فتاویٰ کے، جن مجموعوں یا متفرق فتاویٰ کا تذکرہ ہوا ہے اور آئندہ مطبوعہ فتاویٰ کا جو ذکر آئے گا، وہ حضرت کے کل فتاویٰ نہیں ہو سکتے۔ یقیناً حضرت مولانا کے فتاویٰ کا ایک بڑا شاید بہت بڑا ذخیرہ تھا، جو ہماری متواتر بے حسی

(۱) حضرت حاجی صاحب سے منسوب رسالہ فیصلہ مفت مسئلہ، پہلی مرتبہ طبع نظامی کا پندرہ سے چھپا تھا، اس طباعت کا نسخہ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے۔

اور مسلسل بے توجہی کی نذر ہو گیا۔ مجھے ایسے چند مجموعوں اور کثیر فتاویٰ کا پتہ ہے، جواب دستیاب و دریافت نہیں، تاہم یہاں ان کا اس لئے تذکرہ کیا جا رہا ہے، کہ اول تو اس سے حضرت کے فقہ و فتاویٰ کی وسعت کا علم ہوتا ہے، دوسرے ممکن ہے ان اشارات کی مدد سے یا کسی اور کو، آئندہ کسی وقت ان کی دریافت و جستجو میں کامیابی ہو جائے۔

(۱) **مجموعہ حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کا جمع اور مرتب کیا ہوا تھا:** مفقود مجموعوں میں غالباً سب سے اہم اور جامع ترین، مجموعہ فتاویٰ وہ ہوگا، جس کی اشاعت کا مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے اعلان کیا تھا، اس کا اشتہار بھی دیدیا تھا، مگر وہ مجموعہ چھپا نہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا۔ [اس کا مزید کچھ تذکرہ آئندہ طور میں آ رہا ہے]

(۲) **فخر المصاحف خیرین، حضرت مولانا عبداللہ فرنگی محلیؒ کے حل مطالب** لیکن معنوی طور پر یقیناً بڑے مجموعوں سے حدیث کے لئے، حضرت مولانا گنگوہی سے سوالات اور ان کے جوابات بھی بڑھ کر رہی ہوگا۔ یہ فہم حدیث کا بے بہا ورثہ اور ایسا گراں قدر خزانہ تھا، جس کے برصغیر ہند کی علمی تاریخ میں، بہت کم نمونے موجود ہوں گے۔ یہ وہ مراسلت اور علمی استفسارات تھے، جو علامہ زمیں فخر المصاحف خیرین، حضرت مولانا عبداللہ فرنگی محلیؒ نے، بعض احادیث کے مطالب کی، وضاحت و تفہیم کے لئے، حضرت مولانا گنگوہی سے کئے تھے اور حضرت مولانا نے ان کے جوابات تحریر فرمائے تھے۔ ذرا غور تو فرمائیے، وہ سوالات کیسے لائے اور دقیق ہوں گے، جو ایسے محقق امام نے دریافت کئے ہوں گے اور کیا یہ وہ حل مطالب اور جوابات ہوں گے، جو حضرت مولانا گنگوہی نے ان کی تحقیق و وضاحت میں رقم فرمائے ہوں گے۔ اس مراسلت و مکتوبات کا، حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا فرنگی محلیؒ کے ایک مشترک شاگرد، مولانا حکیم نعمت اللہ نے تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

”مولانا عبداللہ صاحب لکھنوی نے، حضرت مولانا استاذی گنگوہی سے محض مطالب حدیث کے متعلق

استفسار فرمایا تھا، یہ خطوط اس وقت محفوظ تھے، القاب میں بزرگانہ الفاظ تھے“ (۱)

(۳) **حکیم الامت تھانوی کے حضرت مولانا سے سوالات و جوابات اور** تیسرا اہم ذخیرہ، وہ علمی تحریریں اور فتاویٰ تھے، جو حضرت مولانا شرف علی تھانوی

تھانوی کے ذخیرہ میں محفوظ، حضرت گنگوہی کی چند اہم تحریریں و افادات نے، حضرت مولانا سے دریافت کئے

تھے، اور ان کے علاوہ بھی، حضرت مولانا تھانوی کے پاس حضرت کی جو اہم تحریریں اور تادریعی افادات تھے، وہ سب حضرت مولانا تھانوی نے، مولانا محمد یحییٰ کو دیدیئے تھے۔ حضرت مولانا تھانوی نے لکھا ہے:

(۱) کو سالہ صدق البقیں بحوالہ هو الحق البقیں۔ تالیف مولانا حکیم نعمت اللہ صاحب [مقیم خانقاہ ماکہ منوط پر تاب کدھ یو بی] مشمول ارواح ثلاثہ۔

مرتبہ مولانا ظہیر الرحمن سکولی ص ۳۳۸، [سہارن پور: جانت]

”حضرت قدس سرہ کی بعض تحریر عام اور خاص مضامین کی بھی، میرے پاس تھیں، جو میں نے مکرم مولانا محمد یحییٰ صاحب کو دیدی تھیں۔ جن میں بعض خاص دست مبارک کی لکھی ہوئی ہیں اور بعض، بعد معذوری بصر کے دیگر خواص معتمدین سے لکھوائی ہوئی ہیں۔ (۱)

(۴) حضرت مولانا کے گھر پر موجود تحریرات و مکتوبات وغیرہ، حضرت کے صاحبزادے مولانا حکیم مسعود احمد اور ان کے فرزند مولانا حکیم عبدالرشید محمود (نخومیان) حضرت مولانا گنگوہی کی متعدد اہم علمی باقیات، یادداشتیں، تحریریں وغیرہ، وقتاً فوقتاً مولانا محمد یحییٰ صاحب اور شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد زکریا کاندھلوی کو عنایت فرماتے رہے، اس کا سلسلہ عرصہ تک جاری رہا، یہاں تک کہ وہ سند [اجازت حدیث] بھی، جو حضرت شاہ عبدالغنی مجددی نے، حضرت مولانا گنگوہی کو مرحمت فرمائی تھی، مولانا حکیم نخومیان صاحب نے، حضرت شیخ کو دیدی تھی۔ جب ایک مرتبہ راقم نے حضرت شیخ کی ہدایت پر، حضرت کے کتب خانہ کو صاف اور مرتب کیا تھا، اس وقت وہ سند سامنے آئی تھی، بلکہ آسمانی رنگ کاغذ پر لکھی ہوئی ایک لفافہ میں رکھی تھی، اس کے ساتھ ہی شیخ کی یادداشت بھی رکھی ہوئی تھی، کہ یہ سند حکیم نخومیان صاحب نے دی ہے۔

مگر نہایت حیرت ہے کہ اس وقت حضرت شیخ کے ذخیرہ میں، ان میں سے کوئی بھی تحریر، مکتوبات یا فتوے موجود نہیں، یہاں تک کہ حضرت شاہ عبدالغنی کی وہ سند بھی نہیں ملی۔ راقم نے برادر م، مولانا محمد شاہد صاحب سہارنپوری سے جو حضرت شیخ کے کتب خانہ کے نگراں ہیں، مکرر دریافت کیا، انہوں نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا اور افسوس کے ساتھ اطلاع دی، کہ اس وقت حضرت مولانا گنگوہی کی کوئی تحریر یا یادداشت فتویٰ یا وہ سند، اس ذخیرہ میں موجود نہیں ہے، فان اللہ وانا الیہ راجعون۔

زمیں کھا گئی آسمان کیسے کیسے

مجھ میں نہیں آتا کہ یہ سرمایہ کیا ہوا، کہاں گیا، یہ تو خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ حضرت مولانا محمد یحییٰ یا حضرت شیخ الحدیث نے ایسے گرانمایہ افادات و فتاویٰ جن کی کوئی اور نقل، موجود نہیں [کی طرف سے] بے توجہی برتی ہو اور یونہی کسی کو دیدیے ہوں، یہ بھی ممکن نہیں کہ حضرت شیخ کے کتب خانہ سے یہ سب چیزیں کسی نے اڑائی ہوں، صاف کر دی ہوں، پھر کیا ہوا، اللہ ہی جانے؟؟؟

جب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے اپنی آپ جیتی تحریر فرمائی تھی، اس وقت اس میں درج بعض اطلاعات و معلومات کی تکمیل کے لئے، حضرت کے مسودات اور تادار کاغذات کی الماری کا، حضرت الاستاذ، حضرت مولانا

(۱) یادداشتیں [درجہ کرہ حضرت مولانا گنگوہی] تالیف حضرت مولانا تھانوی ص ۱۴۰ کتب خانہ جمعی ی سہارنپور۔ ۱۳۳۵ھ [تیرمس ۱۸۰] مطبوعہ تالیفات اشرفیہ، تھانوی۔ ج ۱

محمد یونس جو پیوری اور استاذی حضرت مولانا محمد عاقل صاحب مدظلہما نے تفصیل سے جائزہ لیا تھا، اگر اس میں حضرت مولانا گنگوہی کی کچھ تحریریں یا افادات ہوتے، تو اس وقت سامنے آ جاتے مگر اس وقت بھی اس کا کچھ تذکرہ نہیں آیا، اور یہ حضرات محدود میں بھی، اس ذخیرہ سے نا آشنا رہے۔

حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کے سب سے مرتب مجموعوں میں سے اہم ترین مجموعہ تو غالباً وہی ہوگا، جو

(۵) حضرت کے بقلم خود نوشتہ فتاویٰ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ، بجواب سوالات مولوی نظیر حسین، آ بھوی:

مولانا محمد بیگی صاحب نے مرتب کیا تھا، لیکن حضرت کے معلوم فتاویٰ کے جوابات یا ذخیرہ میں، سب سے بڑا، اور کثیر فتاویٰ پر مشتمل وہ خزانہ تھا، جو تمام تر خود حضرت مولانا کے قلم سے یعنی خود نوشتہ تھا۔ یہ خزانہ بے بہا اندازاً تقریباً تین سو سے زائد کا پیوں یا مفصل اجزاء پر مشتمل تھا، جو ہماری اپنی غفلت اور بے اعتنائی سے ضائع ہو چکا ہے، تاہم یہاں اس کے پس منظر اور سبب تحریر کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

حضرت مولانا کے متوطنین میں، گنگوہ کی قریبی ہستی آجھ [ضلع سہارنپور] کے ایک شخص، مولوی نظیر حسین صاحب تھے، [وفات ۲۳ شوال ۱۳۳۲ھ ۲۴ ستمبر ۱۹۱۴ء] جو حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر کی کے علاوہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بھی نہایت گہرے تعلق رکھتے تھے اور حضرت گنگوہی سے تو ایسا رابطہ، ایسے مراسم اور قربت تھی کہ باید و شاید! حضرت مولانا کو بھی ان سے غیر معمولی انیسیت تھی، مگر کاسا معاملہ فرماتے تھے، حضرت مولانا کثرت سے ان کے یہاں آتے جاتے تھے، شدت تعلق اور روابط کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے، کہ حضرت مولانا عید کے دن بطور خاص سفر کر کے، ان کے گھر جایا کرتے تھے، اور ان کو اپنے خاص عزیزوں اور گھر کے افراد کی طرح رکھتے تھے۔ اور خود ان کا بھی یہی حال تھا کہ وہ اپنی زمینداری اور ہر طرح کی پیداوار اور سامان میں، حضرت کا، حضرت کی اہلیہ محترمہ کا اور حضرت کے سب بچوں کا، اسی طرح، پورا پورا حصہ لگاتے تھے، جس طرح اپنا اور اپنی اولاد کا۔ (۱)

مولوی نظیر حسین حضرت سے بہت بے تکلف تھے اور حضرت سے کثرت سے فقہی سوالات کیا کرتے تھے، بعض موقعوں پر، حضرت کی کسی مصروفیت کی وجہ سے، ان کے سوالات کی بات رہ جاتی اور جوابات نہ ملتے، تو ان کو شکایت ہوتی اور حضرت کو بھی خیال ہوتا تھا، اس لئے حضرت مولانا نے ان سے فرما دیا تھا، میاں! تم اپنے تمام سوالات کا غلہ پر یا ایک کاپی میں لکھ کر لے آ کر دو، میں اسی پر ان کے جوابات لکھ دیا کروں گا۔

حافظ نظیر حسین صاحب نے فوراً ہی اس پر عمل شروع کر دیا، ان کا ہفتہ میں ایک مرتبہ، جمعرات [پنجشنبہ] کو گنگوہ آنے

(۱) مولوی نظیر حسین صاحب کے حضرت مولانا گنگوہی سے عقیدت و نزاکت کا تذکرہ رشیدیہ حضرت مولانا تھانوی کے ماموں اور غلوں میں منجملہ ذکر آیا ہے۔

اور جمعہ یا شنبہ کو واپس جانے کا معمول تھا، جب جمعرات کو آتے تو ایک کانپی ساتھ لاتے، جس میں ان کے سوالات درج ہوتے تھے، یہ سوال کبھی بھی سو سے کم نہیں ہوتے تھے، زائد کی کوئی حد اور پابندی نہیں تھی، کبھی کبھی ڈھائی سو سے ساڑھے تین سو تک بھی ہو جاتے تھے، مگر حضرت نہایت خوش دلی اور بشارت قلب سے اس کانپی کو وصول کرتے، اور اسی انشراح اور پابندی وقت کے ساتھ، ان کے جوابات تحریر فرماتے تھے۔ حضرت مولانا نے یہ معمول بنالیا تھا کہ جب خان صاحب آتے، ان سے سوالات کی نئی کانپی وصول فرمائیے اور گزشتہ کانپی، جس پر مکمل جوابات لکھے ہوئے ہوتے تھے، ان کو دیدیا کرتے تھے، برہنہ برس تک یہ معمول رہا۔ نظیر حسین صاحب کے پوتے [لیق محمد خاں صاحب] نے راقم کو بتایا، کہ ان کانپیوں کا ایک بڑا حصہ تو چوری کے ایک حادثہ میں، گھر سے غائب اور ضائع ہو گیا تھا، لکڑی کا وہ صندوق جس میں حضرت کے جوابات اور تحریرات کا بڑا حصہ رکھا ہوا تھا، چوری میں چلا گیا تھا، پھر اس کا پتہ نہیں ملا، لیکن تقریباً سو کا پیلاں، جو تمام حضرت کے قلم سے لکھی ہوئی تھیں، اس صندوق کے علاوہ ہمارے یہاں موجود تھیں، ان تقریباً سو کا پیوں یا اس گنج گرانما پر [جس کی اب کسی طرح بھی حلافی اور اس کا مثل ممکن نہیں] کیا گزری، اس کی روداد تقریباً ان ہی صاحب کے الفاظ میں نقل کر رہا ہوں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

لیق محمد خاں صاحب کہتے تھے کہ مجھے یہ خیال آیا کہ یہ کانپیاں حضرت کے مبارک قلم کی لکھی ہوئی ہیں، بہت بڑی یادگار اور تبرک ہیں اور میری ایسی لیاقت و صلاحیت نہیں کہ میں ان کو پڑھ کر، ان سے بہت زیادہ فائدہ حاصل کر سکوں، اس لئے میں نے یہ سوچ کر کہ ان سے بہت زیادہ دینی فائدہ ہوگا، اور بہت دنوں تک حفاظت سے رکھی رہیں گی، ان کو ایک بڑے دینی ادارہ میں دیدینے، جمع کرانے کا فیصلہ کر لیا اور ان تمام تقریباً سو کا پیوں کو [جس میں سے ہر ایک میں ایک سو سے تقریباً ساڑھے تین سو تک سوالات کے جوابات، حضرت کے قلم سے لکھے ہوئے تھے] ایک کپڑے میں گٹھری سی باندھ کر، فلاں ادارہ (۱) میں خود لے کر گیا، فلاں صاحب کی خدمت میں پہنچا، تمام بات عرض کی اور کہا کہ اس گٹھری میں، حضرت مولانا گنگوہی کے خودنوشت فتاویٰ اور تحریریں ہیں، آپ ان کو یہاں محفوظ کر لیجئے، انہوں نے اس سرمایہ کو ایک نظر دیکھا اور فرمایا کہ بھائی! ان پچھنے پرانے اوراق کی، یہاں کون حفاظت کرے گا، کون ان کو پڑھے گا، یہ ہمارے کام کے نہیں ہیں، تم ان کو لے جاؤ۔

خان صاحب اس بات سے نہایت مایوس اور آزرده ہوئے اور یہ سوچ کر کہ فلاں صاحب کے پاس چلوں، وہ کچھ کوشش کر دیں گے اور ذمہ داروں کو توجہ دلائیں گے، تو یہ ذخیرہ یہاں جمع کر لیا جائے گا، محفوظ ہو جائے گا مگر وہاں پہنچے تو بات (۱) انہوں نے متعلقہ ادارہ اور اصحاب کے نام صاف صاف بتائے تھے، بلکہ لکھوا دیئے تھے، مگر اس سے بعض اصحاب کو خیس پچھنے کی لافیت ہوئی، اور وہ اس کو شایہ التزام خیال فرمائیں، اس لئے متعلقہ حضرات کے نام نہیں لکھے گئے۔

اور خراب ہوئی۔ ان صاحب نے جو خیر سے بڑے مشہور مدرس تھے، خانصاحب کی بات سنتے ہی بے ساختہ کہا: اس کہار کو میرے سامنے مت کھولو، مجھے نزلہ ہو جائے گا، اس کو یہاں سے اٹھا لو، یہ لجاؤ، خانصاحب کو اس سے نہایت تکلیف ہوئی، اور ان سے دریافت کیا کہ کہاں لجاؤں، کیا کروں، ان صاحب نے جو کچھ کہا کاش! کاش وہ اس میں تامل کرتے، کوئی اچھا مشورہ دیتے، انہوں نے کہا اس کی فکر کرنی بے سود ہے، اس کا کچھ نہیں ہو سکتا، کوئی فائدہ نہیں، اب اس کا کوئی پڑھنے والا نہیں، لیکن اس میں سر کھپائے گا تم اس ٹھگڑی کو لجاؤ، گاؤں کے کنویں میں پھینک دو۔ الاسف فلاسف!

خان صاحب اس بات سے ایسے شکستہ خاطر ہوئے، ان کو اس قدر رنج ہوا کہ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، کہ بہتو اس کو کیسا غمی خزانہ اور حضرت کی بڑی یادگار سمجھے ہوئے تھے، یہ تو کچھ بھی نہیں نکلا، اس کی تو کوئی حیثیت ہی نہیں، کوئی بھی اس پر توجہ دینے کے لئے تیار نہیں۔ اسی غم اور افسردگی کی کیفیت میں اپنے گاؤں پہنچے اور اس پوٹلی کو جو علم کا خزانہ اور فقہ حنفی کا دارالوجود انمول ذخیرہ تھی، گاؤں کے ایک کنویں میں پھینک دیا۔

ہائے! کیسے افسوس کی بات ہے، کیا کہا جائے، اگر وہ دونوں صاحبان ایک دو لفظ، ان کی ہمت افزائی کہہ دیتے اور اس ذخیرہ پر نظر ڈالنے کی زحمت گوارہ فرما لیتے، تو یہ پیش بہانہ کس سے کم یوں ضائع نہ ہوتی۔ میرا خیال ہے کہ اگر ان کا بیٹوں کو پڑھ کر، صاف کر کے مرتب کر لیا جاتا، تو بارہ، چودہ جلدوں پر مشتمل، شاید پندرہ سولہ ہزار سوالات کے جوابات، آج ہماری رہنمائی کر رہے ہوتے، مگر: ایک حرف، کاٹنے است کہ صد جانوشہ ایم۔

بعد میں جب میں نے (لئیق محمد) خانصاحب سے ان فتاویٰ کے متعلق دریافت کیا اور ان کو باقی ماندہ موجودہ عنایت فرمانے کی درخواست کی، تو افسوس کا اظہار کرتے رہے، بار بار کہتے تھے کہ اگر تمہارے جیسا کوئی آدمی اس وقت مل جاتا، تو ہمارے ادوی کی زندگی بھر کی محنت اور حضرت کی ایک بڑی یادگار یوں برباد نہ جاتی۔

(۶) کاندھلہ اور نواح میں چند فتاویٰ ان کے علاوہ خود میرے وطن کاندھلہ اور نواح میں بھی، کئی لوگوں کے پاس، حضرت کے ایک ایک دفتر سے موجود تھے، میں نے ہر چند کوشش کی مگر متعلقہ اصحاب نے ان کے عکس فوٹو اسٹیٹ دینے سے صاف منع کر دیا اور مجھے امید نہیں کہ یہ فتاویٰ اور تحریرات عرصہ تک محفوظ رہیں گے، یا شائع ہو کر فائدہ عام کا ذریعہ بنیں گے۔

(۷) میرے خاندان کے اکابر کے نام ایک اور ہم سرمایہ وہ خطوط و فتاویٰ تھے، جو خود ہمارے خاندان میں چند اہم ترین خطوط اور مفصل تحریرات: موجود تھے۔ یہاں یہ عرض کر دینا چاہئے کہ حضرت مولانا گنگوئی

کے اجداد کے کاندھلہ کے خاندان سے، کئی نسلوں سے گہرے روابط اور مراسم چلے آ رہے تھے، حضرت مولانا، حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی کے خاص نیاز مند اور مولانا کے خلیفہ و جانشین، مولانا محمد اسماعیل چٹھیا نوئی کاندھلوی کے قدر دان

تھے اور حضرت مولانا گنگوہی کی اس خاندان کے اصحاب سے علمی روابط اور خط و کتابت رکھتے تھے۔

فصل ہوا مولانا فیض الحسن احمد اکبر کاندھلوی اور مولانا ریاض الحسن احمد سلیمان سے جماعت چاہ و فیروزہ کے موضوع پر، طویل مراسلت ہوئی تھی، ان دونوں کے خطوط اور حضرت مولانا گنگوہی کے قلم غلیظ و شریف منقول و مبالغہ جواہرات میں نے دیکھے ہیں۔ ان میں سے حضرت کا ایک خط ایسا بھی تھا کہ میں نے حضرت کے قلم سے اس قدر طویل خط یا تقریر آج تک نہیں دیکھی۔ یہ مبالغہ سیکپ [۸۷۹] یا کئی کے کئی کاغذ، ایک دوسرے سے جڑا کر، چپا کر لمبی دستاویز کی طرح دکھایا تھا، جو کاغذ کی ایک دیستہ پر تقریر تھا، دوسرا صفحہ یا پشت سا دو تھی۔ یہ تقریر دستاویز شائع ہوئی تو حضرت کی تالیفات کی فہرست میں ایک اضافہ شمار کیا جاتا۔ مگر.....

(۸) اور اسی چند تقریرات اور بھی میرے قلم میں ہیں مگر وہاں مجبوری رسائی نہیں اور جب تک رسائی کے ساتھ روحانی نہ ہو، رسائی کا کوئی فائدہ نہیں۔ میرا حال ایک ناواقف ہے کہ، بے علم باغریہ و قدما باغریہ قلم طالب علم کا جتنو کا سفر جاری ہے جو انشا باللہ جاری رہے گا۔ واللہ الامر من قبل ومن بعد:

یا ہم اورا، یا بنیام جنتوئے فی کلم
حاصل آید یا نیاید، آرزوئے فی کلم

حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کی طباعت و اشاعت

(الف:) نمبر مرتبہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کی اشاعت کا اعلان حضرت مولانا کے مجموعہ فتاویٰ کی طباعت کا ناگاہ سے پہلے، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی نے ارادہ کیا تھا، حضرت کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ فتاویٰ بھی فراہم اور مرتب کر لیا تھا اور اس اشاعت کا اعلان کرنا تھا۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب نے حضرت مولانا گنگوہی کی ایک تصنیف ”عبدیہ المصعدی فی فرائد المقصدی“ کئی مرتبہ شائع کی، اس کی ایک طباعت (جو غالباً اس کتاب کی پہلی اشاعت ہے اور حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں چھپی تھی، اس کے دوسرے صفحہ پر ”حضرت مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی کی اور تصانیف“ کے عنوان سے، حضرت مولانا کی دستاویز مطبوعہ کتابوں کا ایک مکمل صفحہ پر اشتہار ہے، جس میں اور کتابوں کے علاوہ ایک مکتوباتی رشیدیہ کا بھی ہے، لکھا ہے:

”فتاویٰ رشیدیہ: عرصہ سے اس کا ذکر کوہاں مہر کی تلاش ہے، کہ جس کسی کے پاس حضرت مولانا کے مسائل و فتاویٰ فراہم ہوں، ان کی نقل لکھ کر ایک مجموعہ چھپوا دیا جائے اور بہت سا ذخیرہ فراہم ہو بھی گیا ہے۔

جن اقوال مؤدب [کذا؟] کے پاس کچھ مسائل موجود ہوں، وہ ضرور ارسال فرمائیں اور یہ مجموعہ انشاء اللہ تعالیٰ جلد تیار ہونے والا ہے۔

مگر انہوں نے بدلیۃ المعتدی کی اس طباعت پر، سند طباعت وغیرہ موجود نہیں، اس لئے یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ مجموعہ کس سن میں چھپا تھا، تاہم یہ طے ہے کہ اس کی طباعت، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں [وفات: ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء] ہوئی تھی۔ سرورق کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

”مقبول بارگاہِ احمد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مدظلہ العالی۔ حسب استدعائے بندہ مخیف محمد یحییٰ کاندھلوی وطننا، گنگوہی اقامتا، در مطبع بلالی ساڈھورہ، باہتمام منشی محمد بلال کریم بخش طبع گردید“

مگر اس اشتہار و اعلان کے باوجود، اس کی طباعت کا موقع نہیں آیا اور وہ نسخہ بھی مفقود اور بے نام و نشان ہے۔

(ب:) فتاویٰ رشیدیہ مرتبہ مولانا عزیز الدین مراد آبادی: مولانا محمد یحییٰ صاحب کے مرتبہ نسخہ کے بعد، جو نسخہ سب سے پہلے شائع ہوا، وہ مولوی عزیز الدین صاحب مراد آبادی کا مرتبہ نسخہ ہے، جس کی ترتیب و طباعت کا عمل، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات [وفات: ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء] میں شروع ہو گیا تھا، اس نسخہ کا پہلا حصہ، حضرت مولانا کی حیات میں اشاعت کے لئے تیار ہو گیا تھا، بعد میں مختصر و تفصیل سے دو اور حصوں کی اشاعت ہوئی۔

فتاویٰ رشیدیہ کا یہی وہ واحد نسخہ ہے، جو حضرت مولانا کے فتاویٰ کے حوالہ سے معروف ہے، مگر اس نسخہ کی تاریخ ترتیب و تالیف، اس کی سب سے پہلی اشاعت، نیز مصنف کی شائع کی ہوئی، دوسری تیسری طباعت ان کے علاوہ ممتاز علماء کی نگرانی میں چھپے ہوئے، قابل قدر نسخوں کا تعارف اور نسخہ مرتبہ مولانا عزیز الدین کی نسبت، بعض شبہات کا جائزہ اور متعلقہ پہلوؤں پر نظر، وضاحت و تفصیل کی طالب ہے، لیکن اس تعارف و تذکرہ سے پہلے، اس مجموعہ فتاویٰ کے جامع و مرتب اور پہلے ناشر، مولانا عزیز الدین صاحب مراد آبادی کے، کچھ احوال انکے حضرت مولانا گنگوہی سے، روابط و ارادت کی کچھ تفصیل اور عزیز الدین صاحب کے، علمی تصنیفی آثار اور دینی خدمات کا کسی قدر تعارف ضروری معلوم ہوتا ہے۔

احوال مولانا عزیز الدین مراد آبادی، جامع و مؤلف فتاویٰ رشیدیہ

مولوی حافظ عزیز الدین صاحب مراد آبادی کا صحیح سنہ ولادت معلوم نہیں۔ اکمل البیان کی تہذیب میں، مولانا محمد اسماعیل گوہروی اور مولانا عبدالغفار صاحب بستوی نے، مولانا عزیز الدین کا سن پیدائش [۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء] لکھا ہے، (۱) جو

(۱) تہذیب اکمل البیان [فی تاریخ تقویم الامیان] ص: ۴۹ [طبع اول، مکتبہ سلفیہ۔ لاہور۔ جلد ۱]

درست معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ مولانا عزیز الدین صاحب نے، حضرت مولانا گنگوہی سے جو سوالات کئے اور حضرت نے ان کے جو جوابات عنایت فرمائے، وہ سب موقع بموقع فتاویٰ رشیدیہ میں درج ہیں، ان میں سب سے پہلا سوال ۱۳۰ھ کا مرقومہ و مکتوبہ ہے، جو اکمل البیان میں درج تاریخ ولادت کے پیش نظر ممکن ہی نہیں۔ مولانا عزیز الدین نے بھی اپنے خود نوشت حالات میں اپنا سنہ ولادت ذکر نہیں کیا، جس سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اکمل البیان کی تمہید میں درج، مذکورہ سنہ ولادت قیاسی ہے، جو درست نہیں۔

مدرسہ شامی اور مدرسہ امدادیہ میں حفظ قرآن اور تعلیم: مولوی عزیز الدین صاحب کے اہل خانداں کا، چاندی کے برتنوں کا کاروبار تھا، اس وجہ سے حافظ صاحب کا گھرانہ چاندی والا مشہور تھا۔ مولانا عزیز الدین نے مدرسہ شامی اور امدادیہ مراد آباد میں قرآن مجید حفظ کیا، انہی مدارس میں عربی فارسی کی درسیات پڑھیں مگر کیا کیا کتابیں کن استادوں سے پڑھیں اور کل سرمایہ تعلیم کیا تھا، معلوم نہیں۔ استادوں میں مولانا گل محمد خاں پشاور، مشہور عالم تھے۔

حضرت مولانا گنگوہی سے نہایت عقیدت و انسیت تھی، برسوں تک متواتر حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ حضرت مولانا کے زمانہ وفات تک حضرت سے خط و کتابت اور دینی علمی فقہی استفادہ کا سلسلہ جاری تھا، اور بھی کئی علماء سے روابط اور محبت و مودت کی نسبت تھی اور ان سے خط و کتابت بھی رہتی تھی۔

علمی تصنیفی ذوق اور تصانیف و مؤلفات مولوی عزیز الدین صاحب، دینی خدمات میں مشغول رہتے تھے، تحریر و تالیف کا بھی ذوق رکھتے تھے، مختلف دینی فقہی موضوعات پر، مولانا عزیز الدین کے مرتبہ و مکتوبہ سے متعدد کتابیں بچے اور اشتہارات وغیرہ و قافو قفا چھپتے رہتے تھے۔ لیکن ان کا اصل کارنامہ وہ عمدہ علمی خدمات و تصانیف ہیں، جن کی وجہ سے ان کا نام زندہ ہے اور رہے گا۔ مولوی عزیز الدین صاحب کی تصانیف میں سے صرف تین کتابیں چھپی ہیں اور کتابوں کے چھپنے کا موقع نہیں آیا۔ مطبوعہ تصانیف یہ ہیں:

(۱) مطرق الحدید علی صاحب التحقیق المجدید

(۲) اکمل البیان فی تائید تقویۃ الایمان [بحجواب اطیب البیان]

(۳) فتاویٰ رشیدیہ

مطرق الحدید علی صاحب تصانیف الشہید: مولانا حکیم عبدالشکور مرزا پوری نے، جو دارالعلوم دیوبند کے تعلیم یافتہ تھے مگر مختلف دینی علمی اختلافی مباحث میں علمائے دیوبند سے مختلف رائے رکھتے تھے اور سب سے الگ خیالات کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ ان کی تالیفات میں سے ایک کتاب ”الحقیق السدید علی تصانیف الشہید“ بھی ہے، جو

جنوری ۱۹۳۱ء شعبان ۱۳۴۹ھ کی تالیف ہے، یہ کتاب پہلی مرتبہ مطبع مجیدی کانپور سے چھپی تھی، اس نسخہ پر سزہ طبعات درج نہیں مگر اندازہ یہ ہے کہ تصنیف کے بعد جلد ہی چھپ گئی تھی۔ اس کتاب میں مرزا پوری صاحب نے، حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی بعض تصانیف کے شاہ صاحب سے انتساب پر شک ظاہر کیا تھا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ خصوصاً تقویۃ الایمان، ابضاح الحق الصریح فی احکام المیت و الصریح اور تنویر العینین فی دفع الیدین شاہ صاحب کی تحریر و تصنیف نہیں ہیں۔ اگر یہ شاہ صاحب کی ہیں، تو ان میں کثیر تحریفات و ترمیمات ہوئی ہیں۔ مگر حکیم مرزا پوری کی یہ رائے بالکل غلط، خلاف تحقیق اور ناقابل قبول تھی، اس لئے مولوی عزیز الدین صاحب نے، اس کا جامع علمی جواب مطوق الحدید علی صاحب التحقیق الحدید کے نام سے لکھا، جو ادارہ، اخبار محمدی دہلی کے زیر اہتمام، جدید برقی پریس دہلی سے، جمادی الاخریٰ ۱۳۵۱ھ [اکتوبر ۱۹۳۲ء] میں چھپا تھا، یہ تقریباً سو صفحات پر مشتمل ہے۔

اکمل البیان: حضرت شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ کی مشہور زمانہ بابرکت تالیف تقویۃ الایمان، پر کئے گئے جملہ اعتراضات، خصوصاً مولوی نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی کتاب، اطیب البیان کا مفصل علمی جائزہ اور محققانہ جواب ہے۔

مشہور عالم مناظر اور مصنف مولانا ثناء اللہ امرتسری نے، اطیب البیان کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا تھا، مگر مولوی عزیز الدین صاحب کی خواہش پر، یہ کام ان کے سپرد کر دیا اور اس کو اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر میں چھاپنے کی ذمہ داری ملی۔ مولوی عزیز الدین صاحب نے، جو اس موضوع سے گہری دلچسپی رکھتے تھے اور اس پر ان کا وسیع مطالعہ تھا، فوراً ہی لکھنا شروع کر دیا، جس قدر لکھا جاتا مفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں چھپنے کے لئے، مولانا ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں بھیج دیا جاتا تھا۔ مفت روزہ اہل حدیث کی اشاعت مورخہ ۱۸/ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ - [۱۳/ اپریل ۱۹۳۳ء جلد: ۳۰ شماره: ۲۳] سے اکمل البیان کی قسط ورا اشاعت شروع ہوئی اور اگرچہ جناب مصنف نے اپنی کتاب، ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ [فروری، مارچ ۱۹۳۷ء] میں مکمل کر لی تھی مگر اخبار اہل حدیث امرتسر میں اس کی مکمل اشاعت نہ ہو سکی تھی، کہ ۱۹۳۷ء کے خوں چکان آتش فشاں حوادث چیش آگئے، جس میں مولانا ثناء اللہ صاحب کا ادارہ، کتب خانہ، پریس، مکان دوکان، سب جلا کر خاک کر دئے گئے، مولانا کے اکلوتے صاحبزادے شہید کر دیئے گئے تھے اور مولانا ثناء اللہ صاحب صرف بدن کے دو پکڑوں کے ساتھ، نہایت بے کسی کے عالم میں، امرتسر چھوڑنے پر مجبور ہوئے، اس لئے اکمل البیان کی طبعات بھی قصہ پارینہ اور خواب و خیال ہو کر رہ گئی تھی، مگر پاکستان کے ممتاز اہل حدیث عالم، مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب بھوجپانی کو اس کتاب سے تعلق تھا، اور وہ اس کے مکمل نسخہ [مسودہ مؤلف] کی تلاش میں لگے رہے، بالآخر جو کوندہ یا بندہ کے مصداق، اس کا مکمل مسودہ، جو آٹھ سو بیس صفحات پر مشتمل تھا مراد آباد سے مولوی عزیز الدین صاحب کے ذاتی کتب خانہ سے، ان کے ورثاء کے ذریعہ مل گیا، جس پر مولانا حنیف

صاحب بھوجپانی نے مکمل نظر ثانی کی، اس کے حوالے وغیرہ تلاش کئے، اور اس کو اپنے مؤقر علمی ادارہ، الدار السنطیہ، لاہور سے اس طریقہ پر شائع کروایا۔ سند طباعت درج نہیں بلکہ آٹھ سو پچاسی صفحات پر مشتمل ہے۔

یہ کتاب مولوی عزیز الدین صاحب کی ایک بڑی علمی یادگار ہے، ضرورت ہے کہ اس کے مباحث کو مزید تحقیق و توضیح کے ساتھ، علیحدہ علیحدہ حصوں میں شائع کیا جائے تقریباً نو سو صفحات کی کتاب کا، جس پر تفصیلی فہرست بھی شامل نہیں، مطالعہ اور اس سے بہتر استفادہ آسان نہیں ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کا مفصل تعارف آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔

مولانا عزیز الدین صاحب کے حضرت مولانا انیسویں مولانا گنگوہی سے واقفیت کی ابتدا، بار اول اور روابط کی

تفصیلات دریافت نہیں۔ مولانا کے مرتبہ مجموعہ فتاویٰ سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی، حضرت مولانا سے طویل و قدیم وابستگی تھی، جو تقریباً پچیس سال تک، اسی طرح قائم رہی۔ یہ ظاہر اس کی ابتدا ۱۳۰۰ھ سے پہلے ہو چکی تھی، مولانا عزیز الدین صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کے تینوں حصوں میں، حضرت کے وہ تمام فتاویٰ اور اپنے سوالات درج کئے ہیں، ان تحریرات میں سے جن فتاویٰ پر سنہ تحریر ہے، ان سب سے پرانا سوال سنہ ۱۳۰۰ھ کا مکتوبہ ہے۔ اس میں مولانا عزیز الدین صاحب نے، حضرت مولانا سے اس صدی کے مجدد کے متعلق دریافت کیا ہے اس سوال میں ۱۳۰۰ھ میں صاف لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے (۱) کہ مولانا کا حضرت مولانا سے ۱۳۰۰ھ سے برابر رابطہ اور خط و کتابت تھی اور مولانا کے دل اور نگاہ میں، حضرت مولانا کا کیا مقام و مرتبہ تھا، اس کا خود مولانا عزیز الدین صاحب کی ایک تحریر سے اندازہ ہو رہا ہے۔ مولانا عزیز الدین نے اپنے خود نوشت حالات میں لکھا ہے:

”پھر حضرات علمائے دیوبند میں، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ سے حسن عقیدت رہی، آپ نے مسائل اہل حدیث کے مسلک کی تائیدات فرمائیں اور مولانا اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ سے بھی حسن عقیدت ہے۔“ (۲)

مولانا عزیز الدین، حضرت کے کمالات، علوم اور روحانی مرتبہ کے دلدادہ و قدردان تھے، اس کا خود مولوی عزیز الدین

(۱) اس اندراج سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مکمل البیان کے آغاز پر مولانا محمد اسماعیل گوہری اور مولانا عبدالغفار صاحب ہستوی نے مولانا عزیز الدین کا جو سن ولادت ۱۲۹۵ھ نقل کیا ہے وہ بالمشکل ہے، اس حساب سے تو ۱۳۰۰ھ میں مولانا عزیز الدین صاحب کی عمر صرف پانچ سال ہوتی ہے، چوں کہ فتاویٰ رشیدیہ میں ۱۳۰۰ھ کے بعد کے قریبی مین کے اور بھی نوے درج ہیں اس لئے سنہ ۱۲۹۵ھ کا مولانا کا ولادت اور جنم نہیں ۱۲۸۹ھ یا ۱۲۹۵ھ ہو سکتا ہے۔ فلیتحقیق

(۲) جامعہ تہذیب و تمدن اسلامیہ، لاہور، ص ۶۳، (طبع اول، دہلی، ۱۳۵۶ھ - ۱۹۳۷ء)

صاحب کی اور تحریرات سے مزید علم ہو رہا ہے۔ حضرت کا ایک فتویٰ اپنے مرتبہ مجموعہ فتاویٰ میں نقل کرتے ہوئے مولوی عزیز الدین صاحب حضرت کے کمالات، علو مقام اور اپنے احساسات و تعلق کا اظہار کرنے پر، جیسے مجبور ہو گئے، اس موقع پر مولوی صاحب کے قلم سے بے ساختہ یہ الفاظ ٹپک پڑے ہیں:

”ان تعقبات کے جواب سے، ماشاء اللہ، سبحان اللہ، مولانا راس الہد شین، اکمل الفقہاء والمحققین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے، تبحر علمی و تفقہ کا اہل علم و دانش اندازہ کر سکتے ہیں، کہ ان کے محققہ مسائل، کس طرح دلائل سے پُر و مالا مال ہیں، کیوں نہ ہو کہ مولانا ممدوح راسخ فی العلم والمعارف والحقائق ہیں، مقدس اللہ سرہ (۱)“

حضرت قاری عبدالرحمن پانی پتی سے تحقیق مسائل و فتاویٰ مولوی عزیز الدین حضرت مولانا گنگوہی

سے انسیت و روابط کے علاوہ اور بھی متعدد بڑے علمائے احناف سے، قریبی ملاقات اور خط و کتابت رکھتے تھے، جس میں نامور عالم اور محدث مولانا عبدالرحمن انصاری پانی پتی اور حضرت مولانا تھانوی بطور خاص شامل تھے۔

مولوی عزیز الدین صاحب، حضرت مولانا قاری عبدالرحمن محدث پانی پتی سے بھی رابطہ و عقیدت رکھتے تھے، سوالات و مسائل دریافت فرماتے رہتے تھے۔ محدث پانی پتی کا ایک والا نامہ مولوی عزیز الدین صاحب نے، فتاویٰ رشیدیہ میں نقل کیا ہے اس خط میں جو اپنائیت و محبت کا انداز ہے، اس سے یہ بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ مولانا عزیز الرحمن اور حضرت پانی پتی کے تعلقات قدیم اور خاصی خط و کتابت بھی تھی، محدث پانی پتی نے تحریر فرمایا ہے:

”میاں عزیز الدین سلمہ از عبدالرحمن عفی عنہ، بعد سلام مسنون، واضح ہو کہ میں بیماری متعلقین اور معالجہ چشم خود کی فکر میں چند ماہ سے تھا، اس وجہ سے خط و کتابت بند ہے، اب بھی میں پرہیز میں ہوں، جو مسئلہ اہل اور کم غور کا ہوتا ہے، اس کا جواب لکھتا ہوں، اور زائد خط و کتابت نہیں کر سکتا، کیونکہ حکیم صاحب کی طرف سے کام کرنے کی ممانعت ہے۔“

تمہارے مسکوں کا جواب یہ ہے، نماز پڑھنے میں گھٹنہ کا اعتبار نہیں، بعد زوال شمس سایہ اصلی چھوڑ کر، ایک مثل کے اندر جمعہ یا ظہر پڑھ لینی چاہئے۔ اور سوائے سایہ اصلی کے ایک مثل کے بعد، بروایت مفتی بہ وقت نماز عصر ہو جاتا ہے اور رجوع امام صاحب کا حال پھر پوچھنا۔ عصر کی نماز بعد ایک مثل کے ہو جاتی

(۱) فتاویٰ رشیدیہ ج ۱ ص ۹۳ حصہ دوم طبع اول (مراد: ۱۳۳۳ھ) نیز ملاحظہ ہو: مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دہلی ۱۳۵۴ھ ص ۱۱۶ حصہ دوم

ہے، اعادہ کی حاجت نہیں، ہم نے استادوں سے یہی سنا ہے کہ ہزارہ روزہ کی کچھ اصل نہیں اور سب نفل روزوں کی برابر ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

العبد عبد الرحمن القلم عبد السلام مغفر لہ۔ نیم شعبان ۱۳۱۳ھ بمشہد، ازبانی پت۔ عبد السلام مفتی عنہ کا سلام مستنون (۱)

حاجی امداد اللہ سے عقیدت و تعلق: فتاویٰ رشیدیہ کے بعض اندراجات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی

عزیز الدین صاحب کی، حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر کی سے بھی ارادت تھی اور خط و کتابت رہتی تھی، شاید اسی تعلق اور حضرت مولانا کے ساتھ، حضرت حاجی صاحب سے ارادت کا اثر ہے کہ مولوی عزیز الدین صاحب نے، فتاویٰ رشیدیہ میں حضرت حاجی امداد اللہ کا ایک مفصل مکتوب گرامی جو حضرت گنگوہی اور البراہین القلعلہ کے حوالہ سے، برپا ایک شورش کے جواب اور تردید میں، اپنا موقف ظاہر کرنے کے لئے حضرت حاجی صاحب نے تحریر فرمایا تھا، مولوی عزیز الدین صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ میں شامل کیا ہے، حالاں کہ یہ مکتوب نہ کسی فقہی سوال کے جواب میں ہے، نہ ہی اس کا فتاویٰ رشیدیہ سے براہ راست کچھ تعلق ہے۔

حضرت مولانا تھانوی سے عقیدت اور مسائل میں رجوع حضرت مولانا گنگوہی کے بعد سب سے

زیادہ عقیدت و انسیت حضرت مولانا تھانوی سے تھی جو حضرت مولانا گنگوہی کی وفات کے بعد بھی اسی طرح قائم و استوار رہے۔ حضرت مولانا تھانوی کے ملفوظات میں بھی، مولوی عزیز الدین صاحب کا ذکر آیا ہے، اور خود مولوی عزیز الدین صاحب نے اپنے خود نوشت حالات میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”پھر حضرات علمائے دیوبند میں، مولانا رشید احمد رحمہم اللہ سے حسن عقیدت رہی، آپ نے مسائل اہل

حدیث کے مسلک کی تائیدات فرمائیں اور مولانا اشرف علی تھانوی سلمہ اللہ سے بھی حسن عقیدت ہے“ (۲)

فتاویٰ رشیدیہ میں بعض موقعوں پر تائید و توثیق کے لئے حضرت مولانا تھانوی کے مجموعہ فتاویٰ [جس کی پہلی طباعت فتاویٰ اشرفیہ کے نام سے شائع ہو چکی تھی] کی عبارتیں نقل کی ہیں اور حوالے دیئے ہیں، اور جیسا کہ مولانا عزیز الدین نے لکھا بھی ہے کہ بعد میں مسلک اہل حدیث کی بر ملا تائید کرنے پر، حضرت مولانا تھانوی سے کچھ فاصلہ ہو گیا تھا لیکن عقیدت و انسیت برقرار رہی۔

دیگر علماء سے مراسلت اور تحقیق مسائل مولوی عزیز الدین صاحب کا تحقیق و جستجو کے ذوق کی وجہ سے،

(۱) فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۳۱ حصہ اول (رجوعہ دلی ۱۳۳۸ھ)

(۲) تراجم علمائے حدیث بندہ ص ۱۲۳ (دلی ۱۳۵۶ھ)

ملک بھر کے ممتاز اہل علم و کمال سے رابطہ اور خط و کتابت رہتی تھی۔ مولوی عزیز الدین صاحب کے نام صادر اہل علم کے خطوط کا خاصا ذخیرہ تھا، جو تقریباً ۸۵-۱۳۸ھ (۱۹۱۵-۲۶ء) تک محفوظ تھا۔ مولوی صاحب کے مدرسہ کے ایک استاد و منتظم مولانا عبدالغفار صاحب بستوی نے مولوی عزیز الدین صاحب کی نسبت اپنی تحریر میں لکھا ہے:

”اہل علم سے مکاتبات کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا، چنانچہ ان کے نام لکھے ہوئے، اصحاب علم کے عربی وار و مکتوبات کا خاصا ذخیرہ اب تک موجود ہے۔“

مرتب فتاویٰ رشیدیہ کا فقہی مسلک اگرچہ مرتب فتاویٰ رشیدیہ کو عموماً اہل حدیث اصحاب میں شمار کیا جاتا ہے، شاید اسی وجہ سے ہمارے علماء، ان کی اس بڑی دینی علمی خدمت (ترتیب فتاویٰ رشیدیہ اور اکمل البیان وغیرہ) کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، مولانا عزیز الدین حضرت مولانا گنگوہی کی حیات تک بر ملا غیر مقلد نہیں تھے، اگرچہ مولانا میں تحقیق کا مزاج اور عمل بالحدیث کا خاص ذوق تھا مگر ظاہر ہے یہ فکر و مزاج نہ عیب ہے، نہ تقلید کے منافی۔ مولوی عزیز الدین صاحب نے ایک مرتبہ خود، حضرت مولانا گنگوہی کو اپنے فقہی مسلک اور نظریات کے متعلق صاف صاف لکھا تھا کہ:

”ہاوی خلق رہنمائے بندہ، حضرت مولانا مہر شہنا، مولانا رشید احمد صاحب ادام اللہ فیہم السلام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معروض فدیوانہ آنک، حضور والا اقدس نے بندہ حقیر کی نسبت، بجانب عدم تقلید تحریر فرمائی ہے، سو بندہ حقیر، تمام علماء و مقتدائے دین کو پیشوائے انام جانتا ہے اور ان کے اتباع کو ذریعہ نجات و رہنمائی آخرت تصور کرتا ہے۔ آمین! یہ صرف بعض لوگوں نے بوجہ اس کے، کہ خاندان حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی، شمس مولانا شہید علیہ الرحمۃ وغیرہما کو اپنا پیشوا و مقتدا و ہادی برحق جانتا ہے، اور محبت و رابطہ قلب ان سے رکھتا ہے اور ان کے مسلک کو برحق جانتا ہے، غیر مقلد کہا، ہو اور یہ سب کچھ حضرت سلمہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم تصور کرتا ہے اور یہ الفت و محبت اس خاندان سے، حضرت سی کی عطا فرمودہ ہے، اگر اس کا نام غیر مقلدی ہے تو یہ شخص حضرت سی کے فیض اثر سے حاصل ہوئی ہے، حضور معاف فرما کر، بندہ احقر کو اطلاع بخشی جاوے، کہ کار بند ارشاد حضرت ہوں۔ فقط والسلام۔ بندہ حقیر عزیز الدین غنی عن۔ (۱)

اس کے جواب میں حضرت مولانا کا جو رقیہ گرامی صادر ہوا، اس کو بھی پڑھ لینا چاہئے، جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے، کہ حضرت مولانا مولوی عزیز الدین صاحب کو غیر مقلد نہیں سمجھتے تھے۔ گرامی نامہ درج ذیل ہے:

از بندہ رشید احمد گنگوہی غنی عن! بعد سلام مسنون آنک، میں نے تم کو یہ نہیں لکھا تھا کہ تم غیر مقلد ہو، اور نہ میں

ایسا سمجھوں۔ بلکہ یہ تحریر کیا تھا کہ اس وجہ سے لوگ تم پر تہمت غیر مقلدی کی رکھتے ہیں۔ احوال بندہ قرین حافیت ہے، سب احباب کو سلام مسنون کہہ دینا۔ والسلام کتبہ بندہ رشید احمد گنگوہی غفری عنہ (۱)
مذکورہ مکتوبات میں، حضرت مولانا کے ایک اور خط کا بھی تذکرہ آیا ہے، یہاں اس کو درج کے بغیر، یہ منہگو مکمل نہیں ہو سکتی، اس لئے وہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔

از بندہ رشید احمد غفری عنہ گنگوہی بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیے۔ بندہ بخیریت ہے، تمہارے واسطے دعائے خیر کرتا ہے، حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ جو سوالات آپ کے آئے ہیں، بظاہر ان کا جواب نہ ہو سکے گا، کیونکہ میرے پاس ایسا لکھنے والا کوئی نہیں ہے اور ان سوالات کے سبب تم پر تہمت غیر مقلدی کی رکھی جاتی ہے۔ فقط والسلام۔ سب احباب کو سلام مسنون۔
۱۵ رمضان یوم پنجشنبہ (۲)

فتاویٰ رشیدیہ کی تالیف و ترتیب مولانا عزیز الدین کی حضرت مولانا گنگوہی سے، یہی نسبت اور عقیدت و محبت تھی، جس نے ان کو حضرت کے فتاویٰ محفوظ و مرتب کرنے پر آمادہ کیا مولانا نے فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب و تالیف کا کس وقت ارادہ کیا تھا، اس کے لئے کیا کیا کوششیں کیں اور فراہمی فتاویٰ کے لئے خاصی جدوجہد اور عملی کیا طریقہ کار اپنایا، اندازہ یہ ہے کہ مولوی صاحب نے، حضرت کی وفات سے کم سے کم دو تین سال قبل، اس مجموعہ فتاویٰ کی تالیف و اشاعت کا ارادہ کیا ہوگا۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ مولانا عزیز الدین صاحب کے مرتب، اس مجموعہ کے پہلے دونوں حصے، حضرت کی حیات میں مکمل و مرتب ہو گئے تھے، پہلا حصہ چھپنے کے لئے بھی چلا گیا تھا، دوسرا کتابت و غیرہ کے مرحلہ میں تھا۔

فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب میں مؤلف کا طریقہ کار مگر تعجب ہے کہ مولانا عزیز الدین صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کی تدوین و ترتیب کے لئے، علمی فنی اصول پیش نظر نہیں رکھے اور اس مجموعہ فتاویٰ کی تالیف میں کسی طرح کی ترتیب کا اہتمام نہیں کیا۔ اس میں شامل مسائل اور فتاویٰ فقہی عنوانات و ابواب کے تحت مرتب و مدون نہیں کئے، جو فتوے درج ہیں، ان پر ضمنی عنوانات یا سرخیاں بھی نہیں لگائی گئیں۔

اگرچہ اس میں علمی ترتیب و تدوین کے اس بڑے اور اہم اصول کو پوری طرح نظر انداز کیا گیا ہے مگر ایک کام ایسا عمدہ اور مفید کیا ہے، جس کا اچھے تجربہ کار مصنفین بھی خیال نہیں فرماتے۔ یہ حضرت مولانا کے لکھے ہوئے فتاویٰ کے، سوال کرنے والوں کے نام اور مقام نیز سوال و جواب کے معلوم سنہ اور تاریخ کی عمدہ وضاحت ہے، جس سے ان مسائل کی بعض اندرونی

(۱) فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۵۷ حصہ اول (طبع اول مراد آباد: ۱۳۲۳ھ)

(۲) فتاویٰ رشیدیہ ص: ۱۵۶ حصہ اول (طبع اول مراد آباد: ۱۳۲۳ھ)

گرچہ کھلتی ہیں، یہ اندازہ ہوتا ہے کہ بات اور مسئلہ کہاں اور کیوں پیش آیا تھا، نیز یہ اہم کڑی بھی مل جاتی ہے، کہ حضرت نے یہ مسئلہ کب لکھا تھا۔ فتوؤں کی انقول یا اصل فتاویٰ فراہم کرنے والے اصحاب کے ناموں اور مقامات کی صراحت ہے، مگر اس میں بھی کسی طرح کی ترتیب کا خیال نہیں کیا گیا، جو فتاویٰ جب دستیاب ہوا، بلاتا خیر اسی مقام پر شامل کر لیا گیا، خود مولانا عزیز الدین کے سوالات کے جواب میں صادر، فتاویٰ کے اندراجات سے بھی، اسی بے ربطی یا بے ترتیبی کا مشاہدہ ہو رہا ہے، ابتدائی دور کے لکھے ہوئے سوالات و فتاویٰ بعد میں اور بعد کے لکھے ہوئے ابتداء میں آ گئے ہیں۔ ممکن ہے جناب مرتب یہ خیال فرماتے ہوں کہ:

دریں کتاب پریشاں نہ بنی از ترتیب

عجب مدار، کہ جو حال من پریشان است

فتاویٰ کی تاریخ اور سنہ کتابت نقل کرنے کا اہتمام حضرت مولانا گنگوہی کا، اپنے خطوط فتاویٰ

یا اور تحریرات پر سنہ تحریر و تالیف درج کرنے کا، بہت کم معمول تھا، صرف چند خطوط اور فتاویٰ پر سنہ تحریر ثبت ہے، کچھ اور خطوط یافتہ وہ ہیں، کہ ان پر مہینہ رقم ہے مگر سنہ تحریر موجود نہیں، اس پہلو سے مولانا عزیز الدین کا یہ اہتمام قابل قدر ہے، کہ جو فتاویٰ کا سنہ تحریر سے مرقم و مزین تھے، جملہ تاریخہائے تحریر اور سنین کو اس فتوے کے حاشیہ پر، سائل کے نام کے ساتھ درج کر کے محفوظ کر دیا ہے، اس کی مدد سے فتاویٰ کے حوالہ سے کئی اور باتیں دریافت کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ میں درج فتاویٰ کا زمانہ تحریر اگرچہ [جیسا کہ ذکر ہوا] ان میں سے بہت کم فتوؤں پر سنہ تحریر درج ہے، لیکن جس قدر پر بھی اندراجات ہیں، ان میں سے دو فتوے ایسے بھی ہیں جو ۱۳۲۲ھ کے لکھے ہوئے ہیں، جس میں ایک صفر ۱۳۲۲ھ کا مکتوبہ ہے۔ ممکن ہے یہی فتاویٰ رشیدیہ میں درج آخری فتویٰ ہو۔

فتاویٰ رشیدیہ میں موجود فتاویٰ میں پہلا فتویٰ، مراد آباد کے معروف اہل حدیث عالم، مولانا مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب کے سوال کے جواب میں ہے، (۱) دوسرا بھی مراد آباد سے ہی تعلق رکھتا ہے، یہ احمد سعید خاں صاحب مراد آبادی کے سوال کے جواب میں ہے، یہ فتویٰ ۱۳۱۰ھ کا لکھا ہوا ہے۔

فتاویٰ کا بڑا حصہ اہل مراد آباد و بجنور کے نام فتوؤں کا ہے مولانا عزیز الدین صاحب نے، ایک ایک فتوے کے سائل کا نام اور وطن اور ممکن ہو تو اس کا سنہ تحریر بھی، فتوے کے حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔ ان صاحبان کے ناموں پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے، کہ فتاویٰ رشیدیہ میں درج سوالات و فتاویٰ میں سے بڑا حصہ ان سوالات و فتاویٰ

(۱) مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب مراد آباد کے ممتاز اہل حدیث علماء میں سے تھے مولانا عزیز الدین صاحب نے اپنی خوب نوشت تحریر میں مرزا صاحب کو: "مولانا مرزا امام الموحدين مرآة المحققين حفیظ اللہ بیگ صاحب" کے مؤثر الفاظ سے ذکر کیا ہے۔ تراجم علماء حدیث، ہندس: ۵۲۳ [طبع اول دہلی]

کا ہے، جو اصحاب مراد آباد نے دریافت کئے تھے، اس لئے سب سے بڑی تعداد، اہل مراد آباد کے سوالات کے جواب میں ہے، یہ پورے مجموعہ کا ایک تہائی یا اس سے کچھ زائد حصہ ہے۔ اس کے بعد، ضلع بجنور اور اس کے قصبات دنواح کے ساکنین کے فتوے شمار کئے جاسکتے ہیں، ان دنوں مقامات سے دستیاب فتاویٰ، فتاویٰ رشیدیہ کے آدھے سے زیادہ حصہ کا احاطہ کر رہے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی دسیوں مقامات سے، موصول فتاویٰ نے جگہ پائی ہے، خود مولانا عزیز الدین صاحب کے دریافت کئے ہوئے تقریباً ساٹھ سوالات اور ان کے جوابات، بلا ترتیب موقع بہ موقع درج ہیں۔

نہایت تعجب ہے کہ جہاں سے سب سے زیادہ فتوے ملنے چاہئیں تھے، مثلاً گنگوہ، سہارنپور، دیوبند، کاندھل، دہلی اور پنجاب کے مواضع و قصبات وغیرہ، جہاں حضرت مولانا گنگوہی کے متوسلین کے پاس حضرت کے لکھے ہوئے فتاویٰ رشیدیہ کے مندرجات سے سو گنا فتوے موجود تھے، مگر وہاں سے کسی نے دست تعاون نہیں بڑھایا اور اس مجموعہ فتاویٰ میں شامل کرنے کے لئے، مولوی عزیز الدین صاحب کی مکرر گزارشات کے باوجود کوئی فتویٰ نہیں بھیجا۔

ایک اور اہتمام یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مؤلف فتاویٰ رشیدیہ نے، حضرت مولانا گنگوہی کے بدست خاص لکھے ہوئے فتاویٰ کو، اپنی کتاب میں اولیت دی ہے اور جو فتاویٰ مولانا محمد یحییٰ صاحب کے قلم کے مکتوبہ ہیں، ان میں سے ہر ایک کے ساتھ بلا تکلف، بقلم مولوی محمد یحییٰ، کی صراحت کی ہے۔ اوپر آچکا ہے کہ اگر کوئی فتویٰ مولانا محمد یحییٰ کے علاوہ، حضرت کے کسی اور خادم و کاتب کے قلم سے ہے، تو اس کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ اور وہ متواتر اس کا بھی اعلان کرتے رہے اور پابندی سے یہ اشتہار چھاپتے رہے کہ:

”ان تمام فتاویٰ کی اصل ہمارے پاس موجود ہے، جو صاحب ملاحظہ فرمانا چاہیں، ملاحظہ فرمائیں“

مولوی عزیز الدین نے پوری زندگی اصل فتاویٰ محفوظ رکھے صرف یہی نہیں، بلکہ مؤلف فتاویٰ رشیدیہ نے، اصل فتوؤں کی تمام عمر حفاظت کی اور ان کی وفات کے بعد بھی برسوں تک، یہ ذخیرہ جوں کا توں موجود اور محفوظ رہا، آج سے تقریباً پندرہ سال قبل تک اس کی موجودگی کی اطلاع ہے، اس کے بعد اس کا حال معلوم نہیں۔ اس پوری روداد میں اگر کوئی کہی ہے تو یہ ہے، کہ مولوی عزیز الدین صاحب کے بار بار اعلانات کے باوجود کسی نے بھی مطبوعہ نسخہ کی اصل فتاویٰ سے مطابقت کی زحمت نہیں فرمائی، پچاس سال سے زائد عرصہ تک یہ تمام فتاویٰ رکھے رہے، موجود رہے مگر ان کے براہ راست مطالعہ کا ارادہ نہیں کیا گیا۔

مزید فتاویٰ اور آخری حصوں کے لئے اور جدوجہد مولانا عزیز الدین صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب و طباعت کے لئے، غالباً بڑا منصوبہ بنایا تھا، اس لئے ذاتی طور پر فتاویٰ کی جستجو اور فراہمی کے علاوہ، کئی مرتبہ اشتہارات بھی شائع کئے، متعلقہ اصحاب کو خطوط لکھے، بار بار اشتہار بھجوائے، عریضے پیش کئے مگر اس ذخیرہ کے حامل اکثر اصحاب نے

مولانا عزیز الدین کی گزارش پر کان نہیں دھرا، اور اس بڑی دینی فتنہی خدمت و کاوش کو لائق اعتنا نہیں سمجھا مگر اس بے توجہی سے مولوی عزیز الدین بد دل نہیں ہوئے، اپنے کام میں برابر لگے رہے۔

مجموعہ فتاویٰ رشیدیہ کا چوتھا اور پانچواں حصہ؟ مولانا عزیز الدین کے فتاویٰ رشیدیہ کے، تین حصے تو معروف اور دستیاب ہیں، ان کے علاوہ دو حصے اور بھی تھے جو بالکل مفقود و معدوم ہیں، حال آں کہ چوتھا حصہ مکمل اور کتابت ہو کر چھپنے کے لئے چلا گیا تھا، پانچواں زیر ترتیب تھا اور مولانا کی بعض تحریرات سے جھلکتا ہے، کہ ان کا اس سلسلے کو اور آگے بڑھانے کا خیال تھا، مگر کچھ پتہ نہیں چلتا کہ یہ بڑا کام کیوں ناقص و ناتمام رہ گیا اور کس وجہ سے اس کا چوتھا یا پانچواں حصہ عام نہیں ہوا اور بعد کے حصے تو وجود میں آنے سے بھی محروم رہ گئے۔

پہلی طباعت فتاویٰ رشیدیہ کے پہلے حصہ کی طباعت کب شروع ہوئی، اس کا تذکرہ نہیں ملتا، مگر اس میں شبہ نہیں کہ اس کی کتابت حضرت مولانا کی حیات میں مکمل ہو گئی تھی، طباعت بعد میں پوری ہوئی، تکمیل طباعت کی، کتاب کے آخری صفحہ پر، ان الفاظ میں صراحت ہے:

”الحمد لله والمنة کہ بتاریخ ۱۵ ذی قعدہ ۱۳۲۳ھ [۱۱ جنوری ۱۹۰۶ء] کو یہ پہلا حصہ اختتام کو پہنچا“

بفصلہ و کرمہ! (۱)

یعنی فتاویٰ رشیدیہ کے پہلے حصہ کی، پہلی طباعت، حضرت مولانا گنگوہی کی وفات [۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ] ۵ اگست ۱۹۰۵ء کے تقریباً پانچ مہینہ کے بعد مکمل ہو کر آگئی تھی۔ یہ نسخہ برلاس پریس اور شمس المطابع مراد آباد میں چھپا تھا، یہ سب سے پہلی طباعت، ایک سو اٹھ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں آخری نائٹل کا ایک صفحہ بھی شامل ہے۔

سرورق کے بعد، اصل کتاب سے پہلے، اٹھائیس صفحات ہیں، جس میں اول صحت نامہ اغلاط ہے، جو بڑھ صغول پر آیا ہے، اس کے بعد خاصی مفصل فہرست مضامین ہے، جو ساڑھے بارہ صفحات پر مشتمل ہے۔ بعد ازاں فتاویٰ شروع ہو گئے ہیں۔ سرورق کے بالکل آخری صفحہ پر، مولوی سید فرید احمد صاحب و قاضی مراد آبادی کا نوشتہ فقرہ تاریخ اور قطعہ تاریخ ہے۔ فقرہ تاریخ یہ ہے: ”رسالہ فتاویٰ رشیدیہ“ ۱۳۲۳ھ قطعہ تاریخ بھی ملاحظہ ہو:

چوایں نسخہ بے بدل طبع شد ز رحمت بعید و برمت قریب
چہ تاریخ احسن، برآمد وفا ملک گفت: ”زبیا عجیب و غریب“

(۲) ۱۳۲۳ھ

(۲) فتاویٰ رشیدیہ۔ طبع اول، سرورق کا آخری، چوتھا صفحہ۔

(۱) فتاویٰ رشیدیہ۔ طبع اول ص ۱۶۱۔

ملفوظ النبی بخش الہدیٰ کا ترجمہ

اس کے نیچے حقوق طباعت محفوظ ہونے کا اعلان شائع کیا گیا ہے:

”حق کا پلہ رعایت کتاب عام عزیز الدین باغی نظر بذر محمد حسرتی باغیادہ محفوظ ہے“ (۱)

حصہ سوم کی پہلی اشاعت پہلے حصہ کی طباعت کے بعد جلد ہی حصہ دوم بھی شائع ہو گیا تھا۔ حصہ دوم افضل المطابع مروا آباد سے چھپا۔ آخری صفحہ کے بعد ناکل کے آخری صفحہ پر دھڑے شعروں پر مشتمل قطعہ شائع درج ہے۔ خوشی محمود علی گرائی میرٹھی کی یادگار ہے۔ کہا ہے:

تاریخ طبع

از لطائف طبع مؤرخ بے مثال، شاعر شریں مقال، فنی محمود علی صاحب گرائی میرٹھی

لفظ دجاء لجم الہدی فی الوری	لسر القلوب و زال الکید
یہذا الخساری فطوسی لکم	فلقد جاء بشری لجمع العید
کہ ہ تجلوہ بختیں میر دین	میر محمد میر شہ بابا میر
خزانہ طا دین اسلام کا	فی باب رضوان کی گویا کلیہ
ضروری مسائل ہاسن دعوہ	ہیں ارشاد مرشد سے دین کے رشید
کہا ہو کے خوش باتف غیب نے	نہیں الفتاوی امام رشید

۱۳۳۳ھ

اس کے اختتام پر خاتمہ الطبع ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

خاتمہ الطبع

الحمد لله والمنة کہ تاریخ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کو یہ مجموعہ حشر کہ حصہ دوم، جس میں تقریباً تعدادی چھ سو ساکن ہیں مانتقام کو پہنچا۔

حصہ سوم کی پہلی اشاعت مولانا عزیز الدین صاحب کی یہ کاوش اہل فکر کے یہاں مقبول ہوئی تھی اس لئے اس سلسلہ کو آگے بڑھانے اور جاری رکھنے کی فرمائشیں آتی رہیں۔ مولانا عزیز الدین صاحب بھی مان سے اس کے طالب و نڈیا تھے۔ دوسرا قیصر احمد مکمل ہوتے ہی چھپنے کے لئے چلا گیا تھا۔ اس لئے قیصر احمد، فضل حسین نکل کے اہتمام سے افضل المطابع مروا آباد سے ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ (۱۳ مارچ ۱۹۱۰ء) میں شائع ہوا۔ خاتمہ الطبع درج ذیل ہے:

(۱) فتاوی رشیدہ، فنی اول سرمدی کا آخری پرچہ صرف

الحمد لله والمنة کہ بتاریخ ۲ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ کو یہ مجموعہ متبرکہ حصہ سوم، جس میں تقریباً تعدادی چار سو مسائل ہیں، اختتام کو پہنچا۔ (۱)

یہ کلمات ص: ۱۶۰ کے اختتام پر ہیں، ص: ۱۶۱ سے ص: ۱۷۲ تک فہرست مضامین ہے، ص: ۱۷۳ سے ص: ۱۷۶ تک صحت نامہ حصہ سوم آیا ہے، اسی صفحہ پر درج ایک اشتہار و اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حصہ کو، دیوبند کے جلسہ دستار بندی تک، بازار میں لے آنے کے خیال سے، کتابت و طباعت میں جلدی کی گئی، اس کی وجہ سے اس کی صحت کا خاطر خواہ اہتمام نہیں ہو سکا۔

لیکن یہ اعلان اس اشاعت کا نقطہ اختتام نہیں ہے، ایک صفحہ اور ہے، اس پر حضرت مولانا گنگوہی کا قطعہ تاریخ وفات ہے، جو فارسی کے انیس اشعار پر مشتمل ہے۔ سرورق کے آخری چوتھے صفحہ پر، حضرت مولانا گنگوہی، حضرت مولانا محمود حسن اور حضرت مولانا تھانوی کی تصانیف کی تاجرانہ فہرست ہے، یہ اشتہار بھی اس کی ایک ضمنی تصدیق ہے کہ مولانا عزیز الدین صاحب [کم سے کم، اس اشاعت کے وقت تک] ان حضرات کے دامن گرفتہ دینی فقہی نظریات اور سلوک و تصوف میں ان کے طریقہ پر تھے۔

حصہ چہارم و پنجم کی کتاب و طباعت فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب و اشاعت کا کام، تیسرے حصہ پر ختم نہیں ہوا تھا، اس کے بعد بھی کم سے کم دو حصے [چہارم، پنجم] اور مرتب ہوئے تھے۔ چوتھے حصہ کے شائع کرنے یا زیر اشاعت ہونے کا، مولانا عزیز الدین صاحب فتاویٰ رشیدیہ کی پہلی، دوسری اشاعت کے مختلف حصوں میں، کئی مرتبہ اعلان کیا، حصہ سوم کے طبع اول کے سرورق کے دوسرے صفحہ پر، ایک مفصل اشتہار میں، اس کا دو مرتبہ ذکر آیا ہے۔ اس اشتہار سے ان فتاویٰ کی اصلیت پر شبہ کا بھی جواب ملتا ہے، اس لئے یہاں یہ اشتہار نقل کیا جاتا ہے۔ لکھا ہے:

التماس

الحمد لله کہ اکثر حضرات شائقین کی توجہ دلی اور صدق سعی نے ہم احقران کو، تیسرے و چوتھے حصہ فتاویٰ رشیدیہ کی جانب ہمت دلائی اور اپنے دل ربا و جانہ قلمی فتاویٰ، حضرت مولانا گنگوہیؒ کے، آغوش محبت سے جدا کر کے، بسبیل واک ہم احقران کو، ان کے نام ارسال کئے، ہم کو معزز و ممتاز اور کل ناظرین کو مستفیض فرمایا، جزاک اللہ فنعم الجزاء۔

جس کسی صاحب کو کسی مسئلہ میں تردد پیش آئے، وہ مرتفع ہو سکتا ہے، ان کل فتاویٰ کی اصل ہمارے اور ہمارے احباب کے پاس موجود ہے۔ یہ تیسرا حصہ حاضر خدمت، چوتھا حصہ انشاء اللہ بہت جلد طبع ہو کر،

(۱) فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم، طبع اول ص: ۱۶۰ [مرآۃ باد: ۱۳۲۸ھ]

ارسال خدمت بعد۔۔۔۔۔ آنے کے بعد کیا جائے گا۔ مگر مشاغل کی وجہ سے اس وقت تک عمل نہ ہو سکا۔

الصلوات علیہ

عزیز الدین دہلی نظر مراد آباد علی سارہو

حصہ اول کی تیسری اشاعت کے ساتھ بھی ایک اشتہار چھپا ہوا ہے اس میں بھی یہی لکھا ہے کہ
”جو تھے حصہ کی چوٹی ہے“

ان اشاعت کی ایک قلمی تحریر سے بھی تصدیق ہو رہی ہے جو قائم طور کے پاس محفوظ ہے۔ یہ فتویٰ رشیدیہ کے متعلق ہے مگر چاس پر لکھنے والے کا نام موجود نہیں مگر اس میں مؤلف فتاویٰ مولانا عزیز الدین مراد آبادی اور حضرت مولانا محمد نجی کاندھلوی کا حوالہ ہے اور یہ اطلاع بھی کہ چوتھا حصہ چھپ کر اس کا نسخہ مولانا محمد نجی صاحب تک پہنچ گیا ہے اور پانچواں حصہ کتاب کے پاس ہے۔ تحریر کی نقل ملاحظہ ہو:

”فتاویٰ رشیدیہ یہ مقام مراد آباد، محلہ سارہو۔۔۔۔۔ بخدمت مولوی عزیز الدین دہلی نظر، سب فردوس، بمقام سید انور، مدرسہ مظاہر علوم، بخدمت مولوی محمد نجی صاحب اول، دوم، سوم، چہارم، و فتاویٰ رشیدیہ و حکم پاکستان سید“

ان اشاعتات و اشاعت سے جھلکتا ہے کہ فتاویٰ کا چوتھا حصہ مرتب ہو کر پھیلنے لگا گیا تھا، پانچواں نیز ترتیب تھا مگر بالآخر پانچواں حصہ مکمل نہیں ہو سکا تھا، جس کی کوئی وجہ معلوم نہیں تو چوتھے حصہ پر کیا گزری۔ وہاں جس جانے کے باوجود، بنمایا کیوں رہا، آج تک کم نام ولا یہ کیوں ہے، یہ حصہ جب اس مرحلہ تک آ گیا تھا، کہ مولانا محمد نجی کاندھلوی کی خدمت میں پہنچ دیا جائے تو اور قدر داریاں اس سے محروم رہے ضرور کیوں رہے۔ چوتھے پانچویں حصہ کے حوالہ سے سوالات کے جوابات، ان دونوں حصوں کی بازیافت اور ان کی اشاعت، حضرت مولانا کے فتاویٰ کے ذخیرہ اور مولانا عزیز الدین کے کام کی، تکمیل کے لئے کھاربت ضروری ہے۔

مطبوعہ حصوں کی کمر اشاعتیں

فتاویٰ رشیدیہ یہ حسب توقع نہایت مقبول ہوا، انہوں نے اچھا لیا گیا، اس لئے تقبیل و تکرار کی مرتبہ چھپاؤ مؤلف نے پہلے دونوں حصے اپنے ہاتھ سے مراد آباد سے کم سے کم تین مرتبہ شائع کئے، تیسرے حصہ کی دوسری اشاعت، فتاویٰ اور اس کے بعد یہ سلسلہ راز ہوتا چلا گیا۔ یہاں ان میں سے اہم مقاموں کا کچھ ذکر فرمادیتا ہوں گا۔

اشاعت دوم، مراد آباد پہلا حصہ طباعت کے بعد جلد ہی کم یاب ہو گیا تھا، طلب بڑھتی جا رہی تھی، اس لئے مولانا عزیز الدین صاحب نے طبع اول کو، دوبارہ جوں کا توں شائع کر دیا، اس پر تاریخ اشاعت بھی وہی درج ہے، جو پہلی اشاعت میں تھی، حالاں کہ یہ حقیقت میں پہلی اشاعت نہیں، بلکہ پہلی اشاعت کا ثانی [Re Print] ہے فرق صرف یہ ہے کہ پہلی اشاعت برلاس پریس سے چھپی تھی، [جیسا کہ اس کے تعارف گزر گیا ہے،] یہ عکس یاشی، افضل المطابع، مراد آباد سے چھپا تھا۔ مطبع کی صراحت کے علاوہ، دونوں میں سے ایک فرق یہ بھی ہے، کہ پہلی طباعت کا سرورق ہلکے رنگ کا باریک کاغذ کا ہے، دوسری طباعت کا سرورق ذرا دبیز کاغذ پر چھپا پایا گیا ہے۔

اشاعت سوم، مراد آباد حصہ اول کی دوسری اشاعت بھی فروخت ہو گئی، تو اس حصہ کو مولانا عزیز الدین صاحب نے ایک مرتبہ اور چھپا دیا، یہ طباعت، پہلی طباعت کے تین سال بعد اشاعت پذیر ہوئی، یہ بھی مطبع شمس المطابع مراد آباد سے، حاجی شمس الدین کے اہتمام سے چھپی تھی۔ یہ پہلی دونوں طباعتوں سے کسی قدر مختلف ہے، اس کے سرورق کے دوسرے اندرونی صفحہ پر پورے صفحہ کا اشتہار ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ:

فتاویٰ رشیدیہ حصہ اول طبع ثالث

عرضہ ہوا یہ حصہ ہم نے بڑی کوشش سے طبع کرا کر، حضرات ناظرین کی خدمت میں عموماً اور برادران دینی کی خدمت میں خصوصاً پیش کیا تھا، الحمد للہ کہ ہماری سعی متبول خاص و عام ہوئی، شائقین کی طلب کی وجہ سے سہ بارہ طبع کی نوبت آ گئی، کیوں نہ پسندیدہ عالم ہو کہ محدث دہر، فہمیہ عصر، قطب وقت، حضرت مولانا مولوی رشید احمد گنگوئی قدس سرہ اعزیز کے، یہ نہایت کارآمد فتاویٰ ہیں، کہ جن سے ہر چھوٹا اور بڑا مستغنی نہیں ہے۔ اس کتاب کے تین حصہ طبع ہو چکے ہیں، چوتھے حصہ کی تیاری ہے، قیمت فی حصہ ۱۰ روپے، ان تمام فتاویٰ کی اصل ہمارے پاس موجود ہیں، جو صاحب چاہیں ملاحظہ فرمائیں۔

جن صاحب کے پاس، حضرت مولانا قدس سرہ کے فتاویٰ موجود ہوں اور ان کا طبع ہونا بھی منظور ہو، تو ہمارے پاس بھیج دیں، انشاء اللہ چوتھے حصہ میں طبع ہوں گے۔

اس طباعت کے آخری صفحہ [سرورق] پر بھی طبع اول، قطعہ تاریخ اور وہی عبارت درج ہے، جو پہلی دونوں اشاعتوں پر تھی مگر دونوں میں اس سے امتیاز ہو جاتا ہے، کہ پہلی دونوں طباعتیں ایک سو بائیس صفحات پر مشتمل تھیں، اس کے ایک سو چونسٹھ صفحے ہیں، یہ صفحات اصل کتاب میں اضافہ نہیں، بلکہ ان صفحات پر کتابوں کی تاجرانہ فہرست چھپی ہے۔ یہ اشاعت غالباً ۱۳۶۱ھ [۱۹۰۹ء] کی ہے۔

حصہ سوم کی اشاعت دوم فتاویٰ کا تیسرا حصہ افضل المطالع مراد آباد سے ۱۳۲۸ھ [۱۹۱۰ء] میں چھپا تھا، اس حصہ کی دوسری اشاعت بھی اسی مطبع سے نکلی، اس پر سنہ طباعت موجود نہیں مگر دونوں میں چند صفحات کی کمی زیادتی ہے۔ پہلی اشاعت ایک سو چھتر (۱۷۶) صفحات پر ہے، دوسری میں ایک سو چھیالیس صفحات ہیں۔

مرتب کے اہتمام سے تینوں حصوں کی رحیمہ سنہری مسجد دہلی سے اشاعت فتاویٰ کی بار بار اشاعت کے باوجود، اس کی پذیرائی اور مقبولیت روز افزوں تھی، اس لئے مرتب اور ناشر نے، اس کی ایک بہتر، نسیۂ عمدہ اور یکساں طباعت کا دہلی میں انتظام کیا تھا۔ یہ نسخہ نسخہ حافظ عبدالغنی صاحب، کتب خانہ رحیمہ، سنہری مسجد دہلی کے نام سے چھپا تھا، اس پر سنہ طباعت درج نہیں، سرورق کے آخری صفحہ پر، پہلی تینوں اشاعتوں کی طرح، مولانا عزیز الدین صاحب کا نام اور پتہ چھپا ہے، اس میں بھی وہی مضمون ہے، جو اوپر نقل ہو چکا ہے۔ اس طباعت کا صرف پہلا حصہ میری نظر سے گزرا ہے، اس لئے اس ادارے سے دوسرے، تیسرے حصہ کی طباعت کے متعلق، کچھ کہنا ممکن نہیں۔

مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند: ۱۳۳۳ھ فتاویٰ رشیدیہ کی جو پذیرائی ہوئی، اس کا تقاضہ بلکہ حق بھی تھا کہ اس کا ایک اچھا ایڈیشن دیوبند سے شائع ہو، مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے، اپنے مطبع قاسمی دیوبند سے اس کی طباعت کا انتظام کیا۔ یہ طباعت مولانا عماد الدین شیر کوٹی کے اہتمام سے چھپی اور اس وقت تک کی تمام طباعتوں میں سب سے بہتر ہے۔ مطبع قاسمی کا مطبوعہ نسخہ ۱۳۳۳ھ [۱۹۱۵ء] میں زیر طباعت سے آراستہ ہوا اور غالباً مکمل کتاب [تینوں حصے] ایک ساتھ چھپے تھے، اس کا صرف دوسرا حصہ راقم سطور کے سامنے ہے، دوسرے حصوں کی تلاش و دریافت میں کامیاب نہیں ہوا۔

مطبوعہ کتب خانہ رحیمہ جامع مسجد دہلی: ۱۳۲۸ھ، ۱۳۵۲ھ مطبع قاسمی کے بعد جو طباعت راقم کو ملی، وہ کتب خانہ رحیمہ کی دوسری طباعت ہے، جو تصحیح، ترتیب، تہویب، کاغذ اشاعت وغیرہ، ہر پہلو سے، پہلی طباعتوں سے بہت بہتر ہے۔

اس طباعت کے لئے تصحیح و تہویب کی خدمت، مولانا مفتی کفایت اللہ کی نگرانی اور سرپرستی میں ہوئی تھی۔ مفتی کفایت اللہ صاحب اس کی تخریج مسائل بھی کرائی تھی اور ایک جامع حاشیہ بھی لکھوایا تھا، یقیناً اس حاشیہ کی اشاعت سے، فتاویٰ رشیدیہ کی افادیت و منزلت میں بہت اضافہ ہوتا مگر افسوس ہے کہ یہ حاشیہ، کتاب کی ضخامت اور قیمت بہت بڑھ جانے کے خوف سے [کیوں کہ حاشیہ بہت مفصل اور اصل کتاب کے برابر تھا] شائع نہیں کیا گیا۔

یہ نسخہ، تین علیحدہ حصوں میں، کتب خانہ رحیمہ، سنہری مسجد دہلی سے علیحدہ علیحدہ چھپا تھا، پہلا حصہ ۱۳۲۸ھ [۱۹۱۰ء] میں چھپا، یہ اشاعت بہت مقبول ہوئی، بار بار چھپتی رہی اور کثرت سے فروخت ہوئی اور اب تک بھی، فتاویٰ رشیدیہ کا بنیادی

نسخہ ای کو سمجھا جاتا ہے۔ رجیمہ کی اس کے اشاعت کے بعد سے، فتاویٰ رشیدیہ کے جس قدر بھی نسخے ہیں، وہ تمام اسی اشاعت کی گویا نقل ہیں، کسی مرتب و ناشر نے ترتیب و جوہب میں جزوی ترمیم کی ہے، یا بعض عنوانات میں کچھ حذف و اضافہ کیا ہے، عموماً نسخہ وہی ہے جو رجیمہ سے چھپا تھا۔

کتب خانہ رجیمہ سے شائع چند اور اشاعتیں رجیمہ کی طباعتیں کچھ اس درجہ مقبول اور پسندیدہ خاص و عام ہوئیں، کہ اس ادارہ نے فتاویٰ کے کئی ایڈیشن متواتر چھاپے اور یہ سلسلہ برسوں تک جاری رہا۔ رجیمہ دہلی کی اشاعت کے بعد، دہلی کے پاکسی اور جگہ کے کسی ادارہ نے، فتاویٰ رشیدیہ چھاپا ہو، میرے علم میں نہیں مگر ۱۹۳۷ء کے بعد، غالباً سب سے پہلے کراچی کے ناشرین نے، فتاویٰ رشیدیہ کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا، ان کی اور رجیمہ کی نقول ہندوستان میں بھی چھپتی رہیں، بعد میں دو ہند سے بار بار چھپی اور چھپ رہی ہے، بیس سے زائد طباعتیں میری نظر سے گذری ہیں مگر ان میں کوئی نئی بات، ترتیب، تصحیح، مقابلہ وغیرہ کی کوئی کوشش مجھے نظر نہیں آئی۔

کراچی کی طباعتیں اور فتاویٰ رشیدیہ میں چند اضافات و ترمیمات ۱۹۳۷ء کے بعد، کراچی سے فتاویٰ رشیدیہ کی نئی اور متواتر، طباعت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، اس میں بھی تصحیح و تعلیق وغیرہ کا کوئی قابل ذکر کام نہیں کیا گیا۔ صرف ایک اشاعت مطبع سعیدی کراچی کی، ایسی نظر سے گذری تھی، جس پر ایک تحریر مولانا سبحان محمود صاحب کی چھپی ہوئی تھی کہ ہم نے اس کی جوہب اور تصحیح کی ہے۔ چونکہ ہمارے یہاں ہند پاکستان دونوں ملکوں میں دوسروں کی کتابوں، مطبوعات کو، بلا کسی اجازت کے، غیر شرعی طور پر [چوری سے] چھاپنے کی وبا عام ہے، اس لئے اس طباعت کی نقلیں بھی [شروع کی تصدیقات و گذارشات نکال کر] ہند پاکستان میں کثرت سے چھپیں۔ پھر کراچی ہی کے کسی ناشر نے اپنی راہ الگ نکالی، فتاویٰ کا ایک نیا ایڈیشن شائع کیا، جس میں حضرت مولانا گنگوہی کے فقہی ارشادات و ملفوظات بھی شامل کر لئے۔ اگرچہ یہ طریقہ بالکل غلط اور قطعاً غیر علمی تھا، فقہ و فتاویٰ کے ذمہ داران کام میں، اصولاً ملفوظات کی [جن کا حوالہ بھی درج نہ ہو] کچھ اہمیت نہیں، مگر جب افادی پہلو پر مکمل جدید لذیذ کا نظریہ غالب ہو، ایسے میں استدلال و اعتماد کی بات بے فائدہ ہوتی ہے، یہی اس طباعت میں بھی ہوا، کہ ملفوظات والا نسخہ جیسے ہی، اس کی نقلیں عام ہو گئیں۔ اس وقت سے یہی نسخہ چھپ رہا ہے، چل رہا ہے۔

فتاویٰ کی ملفوظات کے ساتھ کراچی سے اشاعت یہ طباعت جس میں ملفوظات فتاویٰ کے ساتھ شائع کئے گئے ہیں، کس نے مرتب کیا تھا اور سب سے پہلے کس نے اس کو شائع کیا، اس کا صحیح علم نہیں مگر اس قسم کی جو سب سے پہلی اشاعت، راقم کو ملی، وہ کارخانہ محمد علی، دھکیہ کالونی، کراچی [پاکستان] کی ہے، اس میں مرتب کا نام اور سنہ اشاعت موجود نہیں، غالباً ۱۳۰۰ھ کے قریب کی اشاعت ہے، اس میں جوہب و ترتیب میں مزید عمدگی اور بہتری کا اعلان

کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ فتاویٰ میں ملفوظات کی شرکت، اس ادارہ کی ”حرکت“ نہیں تھی، یہ کام اس سے پہلے کسی اور ناشر نے کیا تھا، زیر نظر نسخہ [کارخانہ محمد علی، کراچی] میں، ملفوظات کو صرف موضوعات کے لحاظ سے مرتب کر کے پیش کرنے کی کوشش ہوئی ہے، یعنی ملفوظات ہر اک باب کی مناسبت سے، علیحدہ علیحدہ کر کے، اس باب کے آخر میں درج کئے گئے ہیں۔ ناشر نے لکھا ہے:

”حضرت گنگوہی کے یہ فتاویٰ یوں تو اس سے پہلے بھی شائع ہوتے رہے ہیں، لیکن ہم نے جدید عکسی ایڈیشن کی ترتیب و تہذیب کو، فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا ہے اور عصر حاضر کی ذہنی اور مزاجی کیفیات کو بھی پیش نظر رکھا ہے۔ [یعنی چہ؟] نور] ہم نے جملہ مسائل کو ان کو نوعیت اور اقسام کے اعتبار سے، الگ الگ کتاب اور ابواب کے ماتحت ایک جگہ کر دیا ہے، اس طرح قاری کو کسی بھی مسئلہ میں اس کا جواب تلاش کرنے میں، وقت اور پریشانی نہ اٹھانی پڑے گی، فہرست مضامین میں متعلقہ مسائل کی کتاب اور باب پر نظر ڈالنے اور صفحہ متعلقہ کھول کر، جواب حاصل کر لیجئے۔

اسی طرح کچھلی اشاعت میں ملفوظات منتشر و متفرق تھے، ہم نے انہیں بھی ابواب کے اختتام پر، ایک جگہ کر دیا ہے، ان تمام مساعی اور کوششوں کے پیچھے یہ جذبہ کارفرما تھا کہ، اس مفید چیز کے افادے کو زیادہ سے زیادہ وسیع کر دیا جائے۔“ (۱)

تالیفات رشیدیہ فتاویٰ رشیدیہ کی ایک معروف اشاعت وہ ہے، جو تالیفات رشیدیہ کے نام سے ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۷ء میں ادارہ اسلامیات، لاہور سے پہلی مرتبہ چھپی تھی۔ اس میں فتاویٰ کے علاوہ، حضرت مولانا گنگوہی کی چند تالیفات بھی شامل و شائع کی گئی ہیں۔

اس اشاعت میں شامل، فتاویٰ غالباً اس اشاعت کی نقل ہیں، جس کا اشاعت کراچی کے تحت تعارف گزرا ہے، اس کی تمہید اور مندرجات بھی وہی ہیں، جو نسخہ کراچی کے تھے، مگر تفصیلات سے قطع نظر، یہ کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں کہ یہ دونوں اشاعتیں صحیح اور اصول سے مطابقت کی نہایت محتاج ہیں۔ (۲) نیز اس کو مجموعہ تالیفات رشیدیہ کہنا بھی شاید صحیح نہیں، اس لئے کہ اس میں حضرت مولانا کی جملہ تالیفات شامل نہیں، جو ہیں وہ مجموعہ فتاویٰ کے ضمیمہ کے طور پر ہیں، اگر اس کا نام ”فتاویٰ

(۱) فتاویٰ رشیدیہ ص ۳۰ ناشران محمد علی کارخانہ اسلامک کتب - کراچی ۲۰۰۸ء [یا سنہ ۲۰۰۸ء]

(۲) ان دونوں طباعتوں کی فروگزاشتوں، بعض بلا حوالہ اضافوں، نیز کتابت کی بڑی غلطیوں پر مفصل مضامین کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ہمارے بے شمار ذہنی اداروں میں فتاویٰ رشیدیہ اور تالیفات رشیدیہ سے بلا تکلف رجوع کیا جاتا ہے مگر کسی نے بھی اس کی صحیح توجہ نہیں کی، اس کی فروگزاشتوں پر نظر نہیں ڈالی، اس کے سطحات، اضافوں اور کمزوریوں پر غلطی ہمارے اور فی جائزہ کی ضرورت اب تک محسوس ہوتی ہے

رشیدیہ مع چند تالیفات حضرت مولانا گنگوہیؒ ہوتا تو زیادہ موزوں اور بر محل تھا۔

پشتو ترجمہ حضرت مولانا کے شاگردوں اور مشتبہین کا سلسلہ موجودہ پاکستان کے آخری صوبہ اور افغانستان تک پھیلا ہوا تھا، (۱) صوبہ سرحد اور پشتونوں کے لئے تمام علاقوں میں، حضرت مولانا کے اثرات، حضرت سے علمی وابستگی اور حضرت کے علوم سے استفادہ کا سلسلہ تھا، اس رابطہ اور ارادت کی وجہ سے حضرت کے مجموعہ فتاویٰ کے، مقامی زبان پشتو میں ترجمے بھی کئے گئے۔ فتاویٰ رشیدیہ کا پشتو میں ایک ترجمہ مولانا لطافت الرحمن سواتی صاحب [ولادت ۱۹۲۸ء] نے کیا تھا۔ مولانا، پاکستان کے ممتاز عالم مصنف، مدرس، مفتی اور اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے۔ (۲) یہ ترجمہ شائع ہوا ہے یا نہیں، اس کا مجھے علم نہیں، اس کا تعارف راقم سطور کو نہیں ملا۔

پشتو کا ایک اور ترجمہ پشاور صوبہ سرحد [حال خیبر پختون خواہ] کے ایک ناشر نے چھاپا ہے یہ ترجمہ مولانا عبداللطیف اسکندر نے کیا ہے جو تقریباً ساڑھے پانچ سو صفحات پر مشتمل، بنور میری دسترس سے دور ہے، اس لئے اس ترجمہ کے مزید تعارف سے قاصر ہوں۔

فتاویٰ رشیدیہ کی تخریج مسائل اور تحقیق جزئیات فتاویٰ رشیدیہ کے مضامین و مندرجات اول سے اہل فتاویٰ کی توجہ کا مرکز رہے اس سے یہ بھی خیال رہا، کہ ان کے مندرجات و مآخذ کی تلاش کی جائے، اس مبارک کام کی تکمیل اور فتاویٰ کی تخریج کے لئے، کئی علمائے کرام اور مفتی صاحبان نے علیحدہ علیحدہ کوشش کی، جس میں، میری ناچیز معلومات کے مطابق سب سے پہلا مکمل اور جامع ترین حاشیہ یا تحقیق فتاویٰ وہ ہے جو حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب شاہ جہانپوری دہلوی کی زیر نگرانی مرتب ہوا تھا۔

(۱) **حضرت مفتی کفایت اللہ کی نگرانی میں حاشیہ فتاویٰ رشیدیہ کی تالیف** کتب خانہ رحیمیہ دہلی سے فتاویٰ کے شائع نسخہ کو جو قبول عام حاصل ہوا، اس کی وجہ سے خیال ہوا تھا کہ اس کا ایک اور اعلیٰ عمدہ نسخہ، فتاویٰ کے مآخذ کی تحقیق اور مکمل حوالوں کے ساتھ، علمی انداز کا کام ہو کر، فتاویٰ کے ساتھ چھپنا چاہئے، اس بڑے کام کے لئے، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب سے گزارش کی گئی، مفتی صاحب نے سنبھل [مراد آباؤ، یو پی] کے ایک عالم سے، اپنی نگرانی میں یہ کام کرانے کا ارادہ

(۱) ان دونوں حوالوں کی فروگزاشتوں بعض احوال اضافوں، نیز کتابت کی بڑی غلطیوں پر متصل مضامین کی ضرورت ہے۔ اگرچہ ہمارے بے شمار دینی اداروں میں فتاویٰ رشیدیہ اور تالیفات رشیدیہ سے بالکلیہ رجوع کیا جاتا ہے مگر کسی نے بھی اس کی تصحیح پر توجہ نہیں کی، اس کی فروگزاشتوں پر نظر نہیں ڈالی گئی، اس کے صفحات اضافوں، غلطیوں پر، میں تیرہ دہائیوں کی مازہ کی ضرورت اب تک محسوس ہوتی ہے۔

(۲) مولانا لطافت الرحمن صاحب کے مختصر تعارف اور اس ترجمہ کے حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو: مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع [نمبر: ماہ نامہ البلاغ، کراچی: ۱۳۹۹ھ-کراچی] ص ۴۳۳-۴۳۴، ۲۰ فروری ۱۴۰۲ھ، حضرت کے معروف شاگردوں اور ان کی خدمات۔

فرمایا، ان عالم صاحب نے بہت محنت اور توجہ سے مفصل حاشیہ لکھا، جس کا استخراج جزئیات و روایات کی وجہ سے، بڑا حصہ عربی میں تھا، چند توضیحات و فوائد اردو میں بھی لکھے گئے تھے، مگر افسوس کہ فتاویٰ کی ضخامت و غیرہ بہت بڑھ جانے کے خیال سے، اس قیمتی حاشیہ کو، جس میں مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے بڑے مفتی کی نگرانی و سرپرستی شامل تھی، شائع نہیں کیا گیا۔

میں نے سنا ہے کہ یہ حاشیہ ساڑھے تین سو، پونے چار سو صفحات پر مشتمل تھا، اس کو میرے ایک بڑے علمی محسن، نہایت کرم فرما، صاحب نظر اور با ذوق، حافظ توفیق احمد صاحب علوی کیرانوی رحمہ اللہ نے، کتب خانہ رحیمیہ کے وارثین کے یہاں، ایک سے زائد مرتبہ دیکھا اور وہاں سے اس کی نقل یا عکس لینے کے لئے، خاصی کوشش کی مگر وہ صاحبان آمادہ نہیں ہوئے، اور ان سطور کی تحریر کے دوران جب اس خانوادہ کے موجودہ اصحاب سے رجوع کیا گیا، تو یہ تکلیف دینے والی اطلاع ملی، کہ گھر کی نئی تعمیر کے وقت گھر میں جو علمی اثاثہ اور کتابیں وغیرہ تھیں، وہ سب مختلف افراد، اپنے اپنے ذوق کے مطابق اٹھا کر لے گئے تھے، اس لئے معلوم نہیں اس کا کیا ہوا اور کون اس کو لے گیا۔

(۲) حاشیہ، مرتبہ مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی ایک اور بڑے مفصل اور جامع حاشیہ، مولانا مفتی حبیب الرحمن خیر آبادی [خیر آباد، اعظم گڑھ] مفتی دارالعلوم دیوبند کا ہے۔ دو جلدوں اور ساڑھے گیارہ سو سے زیادہ صفحات پر مشتمل ہے، کمپوز ہو کر اشاعت کے لئے تیار رکھا ہے، بعض اور کام سامنے آ جانے کی وجہ سے، اس کی طباعت میں تاخیر ہو رہی ہے۔

(۳) حاشیہ، مرتبہ مفتی محمد یوسف صاحب [دیوبند غالباً ۱۳۲۹ھ] ایک اور حاشیہ دارالعلوم دیوبند ایک اور استاد، مولانا مفتی یوسف [تاؤلی، ضلع مظفر نگر] کا ہے، اس میں متوسط حاشیہ ہے، تصحیح اور مقابلہ متن کے لئے اور نسخوں کی طرح، اس میں بھی توجہ نہیں کی گئی، تاہم ہندوستان میں اس وقت تک حسن طباعت طباعت کے لحاظ سے، سب سے بہتر ہے، کمپوزنگ اور طباعت عمدہ ہے، جلد بھی خوبصورت ہے، یہ حاشیہ فتاویٰ رشیدیہ کے معروف مطبوعہ نسخہ پمپنی ہے۔

دونوں جلدوں کے نو سو چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہیں، سنہ طباعت درج نہیں، اندرونی صفحہ مندرجات سے، ۱۳۲۹ھ معلوم ہوتا ہے۔

(۴) حاشیہ مطبوعہ اکوڑہ خٹک، بلاسنہ نسخہ دیوبند کے بعد ایک حاشیہ، مہتمم المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور، پاکستان سے چھپا ہے، اس پر تعلیق کا کام مفتی نصیر محمد حقانی اور مفتی عبدالہادی حقانی نے، مفتی غلام قادر نعمانی کی نگرانی میں کیا ہے۔ حاشیہ نسخہ دیوبند کی طرح اوسط درجہ کا ہے، مگر اس کی خوبی یہ ہے کہ اس میں فقہ حنفی کے اہم ماخذ سے استفادہ کیا گیا ہے، ضمنی ثانوی کتابوں کا تذکرہ ہے نہ حوالہ، مجموعی طور پر نسخہ دیوبند سے مفید اور بہتر معلوم ہوتا ہے۔

یہ طباعت ایک ہی جلد میں ہے، کمپوزنگ متن اور حواشی دونوں کی صاف ستھری ہے، آٹھ سو پینتیس ۸۳۵ صفحات پر مشتمل ہے، جلد کا ڈیزائن وغیرہ دلکش ہے۔

(۵) سنا ہے کہ تخریج و تعلیق کا ایک اور کام کوئٹہ [بلوچستان، پاکستان] کے ایک علمی ادارہ میں ہوا ہے، اور یہ ظاہر شائع ہو چکا ہے مگر اس کی کوئی تفصیل راقم کو دستیاب نہیں ہوئی۔

خلاصہ فتاویٰ رشیدیہ فتاویٰ رشیدیہ کے تینوں حصوں کا ایک خلاصہ بھی مرتب کیا گیا تھا جس میں سوالات حذف کر دیئے ہیں اور جوابات میں بھی تمام مندرجات کا احاطہ نہیں، مرتب نے اپنے ذوق یا شاید ضرورت کے مطابق، اہم اور ضروری ضروری جوابات ترتیب وار نقل کئے ہیں، تینوں حصوں کے منتخبات پر علیحدہ شمار درج ہے۔ یہ پورا مجموعہ یا انتخاب درمیانی پیکش کے، ایک سو پچیس صفحات پر مشتمل ہے، تحریر عمدہ صاف ستھری رواں ہے شروع میں تینوں حصوں کی مکمل فہرست اور اختتام پر ”ختم شد“ کی وضاحت بھی ہے مگر کاتب و فاض نے اپنا نام، مقام اور سند کتابت و تحریر رقم نہیں کیا، لیکن اس کے ساتھ شامل بعض اور تحریروں سے خیال ہوتا ہے، کہ یہ انتخاب ۱۳۵۵ھ، ۱۹۳۶ء کے بعد کسی وقت ہوا ہے۔ اس کا فوٹو اسٹیت ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ پر چند شبہات و اعتراضات: فتاویٰ رشیدیہ اگرچہ کثرت سے چھپتا ہے، پڑھا جاتا ہے اور اس سے استفادہ کچھ کم نہیں ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی اس پر چند شبہات و اعتراضات بھی کئے جاتے ہیں، یہاں ان کا بھی کچھ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ کے تینوں حصے ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۲۸ھ کے درمیان چھپے تھے، اسی وقت سے ان کو قبول عام اور کثرت استفادہ کا امتیاز حاصل ہے۔ ان فتاویٰ کی اشاعت سے تقریباً ۱۳۵۰ھ [۱۹۳۱ء] تک، ان فتاویٰ پر شبہ، یا ان کی نقل و اشاعت میں بددیانتی کا خیال نہیں تھا، زمان کے جامع و مرتب مولانا عزیز الدین صاحب پر کوئی اعتراض کیا گیا، کوئی الزام نہیں لگایا گیا، حالانکہ اس وقت حضرت مولانا گنگوہی کے کئی سوشا گرو اور بے شمار مستفیدین موجود تھے، جن میں سے سچا سوں فقہ و فتاویٰ میں وسیع گہری نظر رکھتے تھے اور حضرت مولانا کے فتاویٰ کے طرز اور اسلوب تحریر کو خوب جانتے سمجھتے تھے، مگر کسی نے بھی فتاویٰ رشیدیہ کی اس طباعت اور اس میں شامل فتاویٰ کے، حضرت مولانا گنگوہی سے انتساب پر سوال نہیں اٹھایا، اس مجموعہ فتاویٰ کو بلا کسی تحفظ کے پڑھا لیا اور اس سے بلا تاامل اخذ و استدلال بھی ہوا۔

اس مجموعہ فتاویٰ کی اشاعت کے تقریباً پچیس سال بعد، جب اس کے کم سے کم، پانچ ایڈیشن شائع ہو کر، عام ہو چکے تھے، پہلی مرتبہ یہ بات سامنے آئی کہ فتاویٰ رشیدیہ پر کامل اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور اس کے بعض فتاویٰ کی، حضرت مولانا گنگوہی

کی جانب نسبت مشتبہ ہے۔ غالباً یہ بات سب سے پہلے اس وقت کہی گئی، جب بھاولپور میں قادیانیوں کے کفر اور ان سے نکاح فاسد ہونے کا بہت اہم اور تاریخی مقدمہ چلا ہوا تھا، اس میں قادیانی جماعت کے بڑے مبلغ اور نمائندے جہاں الدین شمس قادیانی نے، اپنے ایک دعویٰ میں فتاویٰ رشیدیہ کی ایک عبارت، ثبوت کے طور پر پیش کی تھی، اس کا جواب دیتے ہوئے، [اوائل ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ / مارچ ۱۹۳۳ء] میں، اس مقدمہ میں مسلمانوں کے بڑے نمائندے اور مقدمہ کے اصل پیروکار مولانا ابوالوفاء شاہ جہاں پوری نے، فتاویٰ رشیدیہ کی علمی استنادی حیثیت پر، شبہ ظاہر کرتے ہوئے، فتاویٰ رشیدیہ کی استنادی حیثیت سے انکار کیا تھا اور جواب دعویٰ میں لکھا تھا کہ:

(۱) فتاویٰ رشیدیہ میں کچھ فتاویٰ ہیں، جن میں اکثر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں اور بہت سے دوسروں کے بھی، چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے بھی، ان میں فتاویٰ ہیں اور مولوی لطف اللہ صاحب کے بھی۔

(۲) ان کو جمع کر کے اولاً ایک غیر مقلد، عزیز الدین مراد آبادی نے شائع کرایا ہے اور غیر مقلدین کو حضرت سے خصوصی عناد تھا۔

(۳) ان میں اکثر فتاویٰ کے متعلق اکابر علماء دیوبند برابر فرماتے رہے ہیں کہ، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نہیں، بلکہ غلط ان کی طرف منسوب ہیں۔

(۴) القاسم، الرشید وغیرہ میں، اس کے کل فتاویٰ نہ معتبر ہونے کا نوٹ بھی مل سکتا ہے۔ (۱)

مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی نے بھی بعض جزئیات کے اضافہ کے ساتھ، اسی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ اپنے مجموعہ فتاویٰ کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

ان کی [فتاویٰ رشیدیہ] اشاعت حضرت کی وفات کے بعد مختلف اطراف میں گئے ہوئے، خطوط کو جمع کر کے کی گئی اور ان میں ایک اختلاط یہ بھی پیش آ گیا، کہ ۱۳۱۴ھ میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کی بیٹائی نزول ماء سے جاتی رہی تھی (تذکرۃ الرشید، ج: ۱ ص: ۱۰۰) خود لکھنے پڑھنے سے معذور ہو گئے تھے، اس وقت اکثر خطوط اور فتاویٰ کا جواب، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرمایا کرتے تھے، جن میں کبھی تو حضرت بطور املاء کے الفاظ لکھواتے تھے اور کبھی مضمون بتلادیا کہ یہ لکھ دیں۔ اس لئے جو استناد و اعتماد کا درجہ حضرت مدوح کے فتاویٰ کو ہونا چاہئے تھا، اس میں ایک حد تک کمی رہ گئی۔

(۱) مقدمہ مرزا سیہ بھاولپور ص: ۱۳۲۸، جلد سوم۔ [اسلامک فاؤنڈیشن۔ لاہور: ۱۳۹۹ھ / ۱۹۸۸ء] جواب دعویٰ میں تین تحقیقات [Point] اور ہیں ان میں کوئی قابل ذکر بات نہیں، اس لئے ان کا یہاں تذکرہ نہیں کیا گیا۔

فتاویٰ رشیدیہ کے نام سے جو تین حصے شائع ہوئے ہیں، ان میں سے بعض مسائل ایسے بھی ہیں، جن کے متعلق حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مخصوص تلامذہ و مریدین اور خلفاء، حضرت ممدوح کے فتاویٰ، شائع شدہ فتویٰ کے خلاف نقل کرتے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ ان میں ابتداءً حضرت گنگوہی کا وہی فتویٰ ہو جو شائع ہوا ہے، لیکن آخر تک حاضر خدمت رہنے والے اکابر علماء نے جو نقل کیا، وہی آخری فتویٰ اور راق قول شمار ہوگا۔

مثلاً ربوانی دار الحرب کے متعلق فتاویٰ رشیدیہ میں، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے قول مشہور کے موافق، دار الحرب میں کفار سے سود لینے کو ناجائز لکھا ہے، مگر حضرت گنگوہی قدس سرہ کے متعدد خلفاء اور حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے بارہا یہ سنا، کہ حضرت گنگوہی کا فتویٰ اس باب میں صاحبین اور جمہور کے موافق تھا، اور اسی وجہ سے حضرت ممدوح نے، حضرت حکیم الامت کے رسالہ تجذیر الاخوان پر دستخط نہیں فرمائے کہ اس کے مضمون سے حضرت کو اختلاف تھا۔ اسی طرح سامع موتے کے مسئلہ میں، جو مضمون فتاویٰ رشیدیہ میں طبع ہوا ہے، استاذی و سیدی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب سابق مفتی دارالعلوم، حضرت گنگوہی کا فتویٰ اس کے خلاف نقل فرماتے تھے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ (۱)

ہندوستان کے ایک اور بڑے مفتی، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی کی بھی تقریباً یہی رائے تھی، جو مفتی صاحب کے حوالہ سے کئی لوگوں نے نقل کی ہے۔ مولانا بدر الحسن قاسمی نے مفتی صاحب پر اپنے ایک مضمون [کچھ یادیں کچھ باتیں] میں لکھا ہے کہ: ”فقہاء کے اقوال جو فتویٰ کے لئے مختار سمجھے جاتے ہیں وہ ان کو اچھی طرح از بر تھے۔ دوسری طرف امداد الفتاویٰ، بواہر النوار، فتاویٰ عبدالحی، فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ بھی ان کی نگاہوں میں اس طرح رہا کرتے تھے کہ مسئلہ کا ذکر آتے ہی، ان کا ذہن فوراً متعلقہ صفحات کی طرف منتقل ہو جاتا، پھر مثال کے طور پر فتاویٰ رشیدیہ اور فتاویٰ عزیزیہ کی تدوین کے دوران مرتبین کی طرف سے جو تھوڑی بہت کی بیشی کی گئی ہے اور جس کی وجہ سے بعض مسائل میں، ان کے درجہ استناد میں فرق آیا ہے“ (۲)۔ (۳)

مفتی صاحب اس گفتگو میں، مولانا مفتی محمد سہول بھالگلپوری [سابق مفتی دارالعلوم، دیوبند] کا بھی نام لیا کرتے تھے۔ خود میں نے ایک مرتبہ مفتی صاحب سے عرض کیا کہ، اس اطلاع کا ماخذ کیا ہے فرمایا: دارالافتاء [دارالعلوم] میں فتاویٰ رشیدیہ کے ایک پرانے چھپے ہوئے نسخہ پر، مولانا محمد سہول صاحب کی تحریر ثبت ہے۔

(۱) فتاویٰ دارالعلوم [اعداد المغنیین] فتاویٰ مولانا مفتی محمد شفیع۔ مرتبہ مولانا مفتی محمد شفیع ص ۶۰ جلد دوم [دارالعارف، کراچی ۱۳۵۳ھ]

(۲) ماہنامہ القرآن لکھنؤ۔ فروری ۱۹۹۷ء۔ رمضان المبارک ۱۴۱۷ھ۔ جلد: ۶۵۔ شمارہ: ۲۰

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

غریب شہر بنائے گنتی دارو درج بالا اطلاعات، بڑے علماء اور جلیل القدر مفتیان کرام کے ارشادات ہیں، لیکن جب کوئی معمولی طالب علم ان کو پڑھتا، استفادہ کرتا ہے اور قدیم فتاویٰ رشیدیہ کو دیکھتا ہے، تو چند سوالات اس کے سامنے آتے ہیں، جو جواب چاہتے ہیں۔

مولانا ابوالوفاء صاحب کے ارشادات کی نوعیت تو انرازی جواب کی ہے، مقدمہ و مناظرہ میں، فریق مخالف کو خاموش لا جواب کر دینا، اصل مقصد ہوتا ہے، کسی بات کے سو فیصد صحیح ہونے اور علمی تحقیق سے، اس کی مکمل مطابقت ضروری نہیں سمجھی جاتی، اس لئے مولانا کے فرمودات کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاسکتی، تاہم چند گوشے توجہ طلب ہیں:

(۱) کیا مولانا ابوالوفاء صاحب کے ارشادات صحیح اور بہر حال لائق اعتماد ہیں۔

(۲) فتاویٰ رشیدیہ کا کم سے کم پہلا حصہ، حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں مرتب و مکمل ہو کر، طباعت کے لئے تیار ہو گیا تھا، حضرت کے اکثر خواص اور مشتبہین کو اس کی ترتیب و طباعت کا علم تھا، خود حضرت مولانا بھی اس سے ناواقف نہ ہوں گے۔

(۳) فتاویٰ رشیدیہ میں کچھ [یعنی گنتی کے چند] نہیں، مجموعی طور پر تقریباً بارہ سو فتاویٰ شامل ہیں، جو سو فیصد حضرت مولانا کے، یا حضرت مولانا کے نائب اور کاتب، مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کے لکھے ہوئے ہیں۔ مولانا طیف اللہ علی گڑھی وغیرہ، علماء کے جو فتوے آئے ہیں، وہ تمام ضمیمہ تصدیق کے لئے، یا تصحیح و تصحیح کے لئے آئے ہیں، ان کو اصل فتاویٰ میں شمار کرنا، کسی طرح بھی درست نہیں۔

(۴) مولانا عزیز الدین صاحب کا، حضرت مولانا گنگوہی سے طویل رابطہ اور ارادت تھی اور اس وقت تک، ان پر غیر مقلدیت کا کچھ اثر نہیں تھا اور نہ ہی مولانا کو، اصحاب تقلید اور حضرت مولانا سے [خدا نخواستہ] خصوصی عنایت تھی۔ یہ تعبیر قطعاً بے محل ہے۔

(۵) علامہ القاسم اور رشیدیہ میں، اس مجموعہ فتاویٰ کے غیر معتبر ہونے کا حوالہ اب تک دستیاب نہیں ہوا۔

اگرچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے، کمال دیانت کا اظہار کرتے ہوئے متعلقہ روایات نقل کر دی ہیں، مگر واللہ اعلم بحقیقۃ الحال لکھ کر، ان اطلاعات پر خوامی سوالیہ نشان بھی لگا دیا ہے، کہ حقیقت کی جستجو باقی ہے، اس لئے اس سلسلہ میں بھی، چند معروضات پیش ہیں۔

(۱) علامہ القاسم اور رشیدیہ (۱۹۰۰ء) میں دارالعلوم کے اجلاسِ دستار بندی کے موقع سے شائع ہوا شروع ہوا تھا، جو بارہ سال تک متواتر چھپ رہا ہے، اس کے سب سے پہلے نمونہ کے شمارے، آفری جلد تک تمام شمارے، مکمل بیعتِ راتم کے ذخیرہ میں ہے، اس میں کسی کوئی تحریر نظر میں نہیں آتی، اسی طرح رشیدیہ کے بھی اکثر شمارے اور ان میں رشیدیہ راتم کی تحریر سے گزرتے ہیں، اور ان کا بھی بڑا حصہ ہمارے ذخیرہ میں ہے، مگر ان میں بھی یہ اطلاع نہیں ملی۔

(۱) حضرت مولانا تگتوسا نے اگرچہ قادیانیوں میں دس حدیث کا سلسلہ ختم فرما دیا تھا، اس حدیث کثیرہ مسودہ ہدایت کے علاوہ دوسری بھی کسی قدر مختصر ہو گئی تھی مگر یہ اطلاع انکی نہیں، کہ حضرت نے اس وقت قادیانی لکھنے بھی ترک کر دیے تھے، حضرت کے اپنے قلم سے علاحدہ ایک کے لکھے ہوئے قادیانی معلوم ہیں، ان اس کے بعد اپنی عمر مولانا محمد یحییٰ کے پرہیزمانی تھی۔

(۲) حضرت تگتوسا کے قادیانی میں قادیانی مکتوب پہ مولانا محمد یحییٰ کی وجہ سے ماحول دوستانہ کی کی کی بات بھی حیرت انگیز ہے، کیونکہ مولانا یحییٰ صاحب کے قلم سے لکھے ہوئے فتوے قادیانی رشید پہ میں شامل کئے گئے ہیں، ان میں سے ہر اک پر ”تکلم مولانا محمد یحییٰ“ کی صراحت ہے، جو اس کی بھی علامت ہے کہ اس میں حضرت مولانا یحییٰ کے مکتوب صرف کی فتوے ہیں، جن پہ مولانا کا نام لکھا ہوا ہے۔

پھر اگر مولانا محمد یحییٰ صاحب کے علاوہ حضرت کے کسی اور شاگرد کے قلم کا لکھا ہوا ہے تو مولانا عزیز الدین صاحب نے مرقع پر اس کی تصریح کر دی ہے کہ یہ فتویٰ خواص کے قلم کا مکتوب ہے۔

(۳) حضرت مولانا تگتوسا کے وہ قادیانی، جو قادیانی رشید پہ میں مدح قادیانی کے خلاف ہیں، اور یہ حشر ہیں، کیا یہ قادیانی موجود ہیں؟ کسی دیکھنے والے نے ان کا معترف نہیں نقل کیا ہے، کیا وہ کہیں محفوظ ہے؟ اگر نہیں تو اس صورت میں روایت معتبر ہوگی یا وہ تحریر جو موجود ہے؟

(۴) نیز جب مرقع قادیانی رشید پہ مولانا عزیز الدین صاحب اس کے حصہ اول کی اشاعت کے وقت سے، تجلیں حصوں کی اشاعت کے ساتھ اور اس کے بعد بھی، تقریباً دس سال تک، مسلسل یہ اعلان کرتے رہے، کہ ان تمام قادیانی کی اصل میرے پاس موجود ہے، جس کو بھی شک ہو، یا مزید اطمینان حاصل کرنا چاہے، وہ بلا تامل آ کر دیکھ سکتا ہے، تو لمبے عرصہ تک مسلسل اعلان و اطلاع کے باوجود، اصل قادیانی سے رجوع کی، کیوں ذمہ داری نہیں کی گئی؟ حال آں کہ وہ جملہ فتوے و مکتوبوں کے بعد تک موجود محفوظ رہے، اس کی وجہ سے ان قادیانی سے شک و شبہ بھی ختم ہو جاتا اور بعد میں ان موضوعات کے جواب دہ ہونے، مطلوبہ قادیانی سے مختلف بیان کئے جاتے ہیں، ان کے زمانہ تحریر اور اس مروجہ کا کھنڈہ بھی ملے ہو جاتا ہے۔

انہی حضرت تگتوسا علیہ السلام کی تمام روایات و حدیثوں میں سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت ۱۲۷۱ھ/ ۱۸۵۴ء تک قادیانی لکھتے تھے، اس کے بعد نہیں لکھا ہے۔
 منہ الصدق فی الصحاح من الشہر المنظم فی صدق القہ و کلامہ و تسبیح عشرہ من الہجرۃ الخیرۃ العشر من ۱۲۷۱ھ

(۱۰) ایک اور پہلو بھی توجہ طلب معلوم ہوتا ہے، کہ وہ حضرات، جو حضرت مولانا گنگوہی کے خاص تربیت یافتہ تھے، خصوصاً فقہ و فتاویٰ میں حضرت مولانا کے نمائندہ اور جانشین سمجھے جاتے تھے، ان میں سے کسی ایک سے بھی ان فتاویٰ کے عدم استناد یا مشتبہ ہونے کی کوئی روایت منقول نہیں، اس سلسلہ میں خصوصاً حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی اور مولانا حبیب الرحمن عثمانی (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کے نام سرفہرست ہیں، جو فقہ و فتاویٰ میں حضرت مولانا کے خاص تربیت یافتہ تھے، ان حضرات نے اس سلسلہ میں کوئی اظہار خیال نہیں فرمایا، بلکہ مولانا حبیب الرحمن صاحب نے، مرتب فتاویٰ، مولانا عزیز الدین صاحب سے فتاویٰ رشیدیہ کے حقوق خرید کر، دارالعلوم کی جانب سے، اپنے مطبع قاسمی دیوبند سے، ان کی نئی عمدہ طباعت کا اہتمام کیا۔ اس وقت اس کاسب سے بہتر موقع تھا، کہ اس مجموعہ فتاویٰ کی استنادی حیثیت پر گفتگو کی جاتی، یا اس کا اشارہ کر دیا جاتا، مگر اس اشاعت میں ایسا کوئی تذکرہ موجود نہیں۔

ان وجوہات سے فتاویٰ رشیدیہ کی ترتیب و استناد کے حوالہ سے، درج بالا عنوانات و مباحث کی تحقیق و تنقیح نہایت ضروری ہے، اس سے پہلے اس مجموعہ فتاویٰ کے حوالہ سے غیر مستند ہونے کا فیصلہ صادر کرنا، غالباً مناسب نہ ہوگا۔

جسارت کی معافی چاہتے ہوئے، یہاں ایک بات اور عرض کر دینی چاہئے:

جب ہمارے تمام بڑے جلیل القدر علماء، فقہاء، محدثین اور جملہ اہل فتویٰ اس کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں کہ، حضرت مولانا گنگوہی، تھقفہ اور وقت نظر میں علامہ ابن عابدین شامی اور ان کے ہم عصر علماء سے، بہت فائق اور ممتاز ہیں، نیز تھقفہ اور فہم مسائل میں، حضرت مولانا علامہ ابن ہمام اور علامہ ابن نجیم کی صف کے دیدہ و رفیقہ اور اسی مقام و مرتبہ کے شخص ہیں، تو حضرت مولانا کے لکھے ہوئے مسائل کی، شامی اور فقہائے متاخرین کی جزئیات اور اطلاعات سے مطابقت کیوں ضروری سمجھی جاتی ہے؟

حضرت مولانا نے زبدۃ المناسک کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کے لئے رد المحتار (شامی) مقدمہ اور خاتمہ فتح القدیر اور عالمگیری سے استفادہ کیا ہے، لیکن اس کے بعد جو ایک فقرہ تحریر فرمایا ہے، وہ نہایت اہم ہے، فرماتے ہیں: "اگر کہیں مخالف پائیں جلدی سے غلطی پر حمل نہ فرمائیں" (۱) اس ایک مختصر سے فقرہ میں حضرت مولانا نے بہت کچھ کہہ دیا یعنی اگرچہ تمام مراح میرے سامنے ہیں اور میں نے ان سے اخذ و استفادہ کیا ہے مگر بعض موقعوں پر میری رائے ان

مختلف ہے اور بلا تحقیق میری اس رائے یا اختلاف کو غلطی پڑنی نہ سمجھیں۔ اس طرح کے فقرے حضرت کے اور بھی متعدد فرمائی میں موجود ہیں، ایک جگہ لکھا ہے: ”اگرچہ فقہاء نے اس کا تذکرہ نہیں کیا مگر میں کہتا ہوں، ایک اور جگہ ہے: ”اگرچہ فقہاء نے یہ بات کہی ہے مگر غلط ہے، امید ہے کہ صاحب نظر قارئین زیر نظر مجموعہ میں اس قسم کے اور بھی الفاظ و کلمات پڑھیں گے، یہ بات حضرت مولانا کے تمام فتاویٰ پر بھی صادق آتی ہے۔ حضرت مولانا کئی موقعوں پر فقہائے کرام اور معروف فقہی جزئیات سے اختلاف فرماتے ہیں مگر اس کا بہت واضح اظہار نہیں کرتے، صرف اپنی رائے یا فتویٰ لکھ دیتے ہیں، اسی میں حضرت مولانا کا فقہی تعق محسوس کیا جاسکتا ہے۔ صحیح بخاری کے بارے میں ائمہ محدثین کا ارشاد ہے: ”فقہ البخاری فی نراجہ“ اسی طرح حضرت مولانا کی شان تفلک کا، ان ہی اختلافی فیصلوں اور جزئیات میں مشاہدہ کیا جانا چاہئے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا، کہ حضرت مولانا گنگوہی کے اس مجموعہ فتاویٰ کو خاص توجہ اور گہری نظر سے بار بار پڑھ کر، اس کا بہتر تجزیہ کیا جاتا، جو مسائل فقہائے متاخرین کے مطابق نہیں ہیں، ان کی وجہ تلاش کی جاتی اور تالیفات سے، فقہی اصول اخذ کئے جاتے (۲) ان کو نئے مسائل و مباحث کے حل کرنے میں رہنما اور اساس قرار دے کر، اسی نیچ پر اور مسائل حل کرنے کی کوشش ہوتی، حضرت گنگوہی کی فقہی فکر اور نظریہ کو آگے بڑھایا جاتا، اس کے لئے متقدمین کی کتابوں سے دلائل و توثیق فراہم کی جاتی، حضرت مولانا نے جو متعدد مسائل میں، بالکل نئے مگر نہایت محکم استدلال کئے ہیں، ان کی معنویت کیا ہے، اس پر غور و فکر کیا جاتا، حضرت مولانا نے متعدد مسائل میں حنفی مسلک سے تجاوز کرتے ہوئے، جو فتاویٰ صادر کئے اور دوسروں کو بھی اس کی ہدایت کی اور اس سمت میں رہنمائی فرمائی، مثلاً جس کا شوہر غائب ہو، مالکیہ کے فتوے کے مطابق چار سال بعد، اس کا فسخ نکاح اور دوسرے نکاح کی اجازت، جس کو حضرت مولانا تھانوی نے ”الحیلۃ الناجزہ للحیلۃ العاجزہ“ میں مرتب و تدوین فرمایا ہے اور برصغیر ہند میں تمام احناف کے یہاں اسی پر عمل ہے۔ یہ دراصل حضرت مولانا گنگوہی کی ہی فکر ہے جو ان کو ان کے اساتذہ [خصوصاً مفتی صدر الدین آزرودہ] اور خاندان کے علماء [مولانا قاضی سراج الدین گنگوہی] وغیرہ سے ملی تھی، حضرت مولانا گنگوہی اس پر عمل بھی کیا اور اس کے مطابق فتویٰ دینے کی ہدایت بھی فرمائی۔

اسی طرح حضرت مولانا کی، مولانا تھانوی کو یہ ہدایت و وصیت کہ معاملات کے جن مسائل میں، احناف کے یہاں کم گنجائش ہے مگر لوگ عموماً اس میں مبتلا ہیں، ان میں دوسرے مسلک کے مطابق، جس میں گنجائش اور جواز ہے، فتویٰ دے

(۱) حضرت مولانا کی فقہ تالیف سبیل ارشاد اور سہ ودعات کی تحقیق و حقیقت پر دہر اسلٹ، جو حضرت مولانا شرف علی تھانوی سے مولیٰ قلمی ماس میں خاص مددگار ہو چکی ہیں۔

(۲) ناظر ہو، زبدۃ الناسک، پایہ تمام مولانا محمد یحییٰ کاغذ صلی، [جلالی اشیام ساڈھورو] نیز زبدۃ الناسک مع عمدۃ الناسک از مولانا شیر محمد صاحب سندھی، ص ۱۶

[۱۹۶۳ء میں کراچی ۱۰۱۶۳]

دینا چاہئے۔ اور بھی کئی گوشے اور کئی عنوانات و مباحث ایسے تھے، کہ ان پر حضرت کی تحریرات و فتاویٰ کی روشنی میں تحقیق اور نئے مسائل کی جانب پیشرفت کی جاسکتی تھی۔

مگر ہمارے یہاں آج تک، حضرت مولانا کی شانِ اظہار، طریقہ استخراج مسائل اور ان مباحث و متعلقات پر کوئی قابل ذکر کام ہی نہیں ہوا اور جب حضرت مولانا کے اپنے قلم سے لکھے ہوئے فتاویٰ کی تحقیق تلاش اور طباعت کے مسئلہ پر ہی ہم نے کوئی قدم نہیں بڑھایا، کوئی کوشش نہیں کی تو دوسرے عنوانات کی جانب کس طرح پرواز ہو سکتی تھی اور جب نہیں کہ ہمارے محبت و تعلق کے اس دعوے کو، جو کبھی کبھی ”عشقِ سعدی تا بہ زانو“ کا مصداق معلوم ہوتا ہے دیکھ کر حضرت مولانا کی روح ہم جیسے نام لیواؤں کو غائب کر کے یوں کہتی ہو:

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشقِ باز
اے رویہ تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا!

افسوس!

آخر میں عرض ہے کہ حضرت مولانا کی ذات گرامی اور ان فتاویٰ پر لکھنے کے لئے، راقم کے سامنے جو اطلاعات و معلومات تھیں، زیرِ نظر صفحات میں ان کا کچھ حصہ آیا ہے۔ جو کچھ اس وقت تک راقم سطور کے سامنے ہے، اگر اس سب کو مرتب کر کے پیش کیا جائے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ و حاشیٰ سو، پونے تین سو صفحوں کی کتاب ہوگی لیکن ظاہر ہے کہ یہاں اس کا موقع نہیں تھا، اس لئے اسی قدر قلیل پر اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں، واللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ان شاء اللہ حضرت پر کسی وقت ایک مستقل کتاب شائع کی جائے گی۔

و مالتو فیقسی الالبالہ علیہ تو کلت والیہ انیہو صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا
ومولانا محمد و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔

نور الحسن راشد کاندھلوی

۲۰/ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ

toobaa-elibrary.blogspot.com

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

[محدث دوراں، افقِ زمان حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے
تقریباً ایک ہزار ایسے فتاویٰ کا مجموعہ
جو فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں اور چند کے علاوہ تمام غیر مطبوعہ اور نہایت
نادر و کمیاب تھے]

جمع و ترتیب حواشی اور مقدمہ

نور الحسن راشد کاندھلوی

مزید حواشی و افادات

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دام ظلہ

شیخ الحدیث و صدر المدرسین، دارالعلوم دیوبند

ناشر

حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ، ضلع پرہسہ نگر (مظفرنگر) یوپی - انڈیا

مفتی الہی بخش اکیڈمی کاندھلہ

توضیح اشارات

یعنی حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کے قلمی نسخوں کے اشارات و محففات، جس سے اس مجموعہ کا بڑا حصہ اخذ کیا گیا ہے، یہ وہ قلمی نسخے جن سے یہ مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔

اس مجموعہ کا اہم ترین بنیادی مأخذ حضرت مولانا کے وہ مجموعہ فتاویٰ ہیں جو بتام کمال حضرت مولانا کے نوشتہ ہیں، یہ وہ مجموعے یا کاپیاں ہیں۔

(الف) اس میں ایک سو پینسٹھ سوالات اور آخر میں مسلسل جوابات درج ہیں، یہ تمام جوابات صد فی صد حضرت مولانا کے مبارک قلم سے ہیں، آخر میں حضرت مولانا کے دستخط بھی ثبت ہیں۔ تحریر فرمایا ہے: کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی زیر نظر مجموعہ "باقیات فتاویٰ رشیدیہ" میں اس کا حوالہ فتوے یا سوال کے نمبر شمار کے حوالہ سے دیا گیا ہے۔

(ب) دوسرا مجموعہ دسواکتالیس سوالات و جواب پر مشتمل ہے، اس میں نمبر شمار درج نہیں، اس میں ہر ایک سوال کے بعد جواب کی جگہ چھوڑ دی گئی تھی، اسی پر حضرت نے جواب لکھا ہے، یہ تمام جوابات بھی بلا تردد، حضرت مولانا کے قلم سے ہیں، درمیان میں کئی جگہ دستخط فرمائے ہیں..... "رشید احمد گنگوہی"

اس مجموعہ پر راقم سطور نے صفحہ نمبر ڈال دیئے ہیں، اور زیر نظر مجموعہ میں، اسی صفحہ کا صفحات کے ساتھ ذکر آیا ہے۔

(ج) اسی سلسلہ کے دو ورق علیحدہ ہیں، ان پر دس سوالات اور ان کے جوابات لکھے ہوئے ہیں، یہ جوابات بھی حضرت مولانا کی یادگار ہیں، کئی جگہ دستخط ثبت ہیں..... "رشید احمد گنگوہی"

(د) پانچ فتوے جو مختلف موضوعات پر ہیں، علیحدہ علیحدہ اوراق پر ہیں، یہ بھی حضرت مولانا کا اثر قلم ہیں، ہر ایک پر دستخط ہیں۔ دو پر مہر بھی موجود ہے [رشید احمد]

(ه) حضرت مولانا کا ایک فتویٰ اور ہے، جس پر مہر بھی ثبت ہے، دستخط بھی ہیں مگر اس کی تحریر حضرت مولانا کی نہیں۔ یہ یقین غالب مولانا محمد یحییٰ صاحب کا لکھا ہوا ہے۔

(و) حضرت مولانا کے قلم سے مکتوبہ تین فتوے، جن میں سے دو پر مہر بھی ثبت ہیں، رئیس الخطاطین اور مشہور مرشد حضرت سید شاہ نفیس الحسینی مرحوم کے ذاتی ذخیرہ میں تھے، ان کا عکس شاہ صاحب کی عنایت سے دستیاب ہوا تھا۔

مذکورہ تمام مسائل و فتاویٰ کا، جو سو اچار سو سے زائد ہیں، بدست خاص کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

مجموعہ کلاں یہ اس وقت دستیاب حضرت مولانا گنگوہی کے غیر مطبوعہ اہم فتاویٰ کا، غالباً سب سے بڑا ذخیرہ ہے، انہوں نے کہ یہ اول آخر سے ناقص ہے، اس لئے اس کے جامع اور کاتب کا نام معلوم نہیں، مگر اس کے اندراجات سے جھلکتا ہے، کہ یہ مجموعہ حضرت مولانا کی حیات میں ۱۳۲۰ھ سے پہلے مرتب و قلم بند کیا گیا تھا۔

یہ مجموعہ متوسط پائش کے دو سو چالیس صفحات پر مشتمل ہے، ابتدائی سات ورق اور آخر سے بھی غالباً چند صفحات ضائع ہو گئے ہیں، چونکہ یہ سب سے بڑا ذخیرہ ہے، اس لئے اس کو مجموعہ کلاں کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔

مجموعہ چندیانوی چندیانہ ضلع بلند شہر، مغربی یوپی کا ایک قصبہ ہے، یہاں کے ایک عالم، مولانا عبدالغفور، ان کے اہل خاندان کی روایت کے مطابق، حضرت مولانا گنگوہی کے شاگرد تھے، مولانا نے حضرت کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ مرتب کیا تھا، جو نانوائے صفحات پر ہے۔ مولانا چندیانوی اس کی کتابت سے ۲۳/ جمادی الثانی ۱۳۱۱ھ کو فارغ ہو گئے تھے۔ مولانا کے مکتوبہ نسخہ کا کس رقم کے سامنے رہا ہے۔

مجموعہ رام پور مدرسہ فرقانیہ رام پور، یوپی کے کتب خانہ میں، حضرت مولانا گنگوہی کے فتاویٰ کا ایک مجموعہ محفوظ ہے، فل سیکپ ساز کے صرف اسی صفحات پر مشتمل ہے، آخر سے ناقص ہے، تحریر سے لگتا ہے کہ مولانا سید احمد مروہوی کے قلم سے ہے۔

مجموعہ فرخ آباد فرخ آباد یوپی میں، مولانا نظیر حسین خاں ایک عالم تھے، جو حضرت مولانا گنگوہی سے مسلسل رابطہ رکھتے تھے اور علمی تحقیقی سوالات دریافت کرتے رہتے تھے، یہ مجموعہ مولانا کے سوالات اور حضرت مولانا کے جوابات کا جامع ہے، جو غالباً خود مولانا نظیر حسین خاں نے مرتب کرایا تھا، رقم سطور کے سامنے اس کا فوٹو اسٹیٹ رہا ہے۔

اوراق کراچی نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی میں، حضرت مولانا کے مکتوب و فتاویٰ پر مشتمل بڑے سائز کے تیرہ صفحات موجود ہیں، ان میں زیادہ تر میں حضرت مولانا گنگوہی کے، حضرت مولانا غلیل احمد فیضوی کے اہم علمی خطوط و سوالات کے جوابات درج ہیں، مگر اس کے علاوہ بھی چند جوابات و فتاویٰ ہیں، جو اس مجموعہ میں شامل کئے گئے ہیں۔

مجموعہ حسن پور حضرت مولانا گنگوہی کے شہور شاگرد، مولانا سید احمد شاہ حسن پوری (حسن پور ضلع مراد آباد، یوپی) کے قلم سے مختصر سا مجموعہ، جو صرف بارہ ورق پر مشتمل ہے اس کا مجموعہ حسن پور کے عنوان سے حوالہ ہے، اس پر تاریخ تحریر درج نہیں۔

دیگر یہ اہم بنیادی مآخذ ہیں، اس کے علاوہ بھی چند قلمی کتابوں اور بیسوں مطبوعہ فتاویٰ اور رسائل و مؤلفات سے استفادہ کیا گیا ہے، ان میں سے ہر ایک کا حوالہ موقع پر درج ہے، مفصل فہرست مراجع انشاء اللہ آخر میں شامل کی جائے۔ (نور)

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

[محدث دوراں، افقہ زماں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے
تقریباً ایک ہزار ایسے فتاویٰ کا مجموعہ
جو فتاویٰ رشیدیہ میں شامل نہیں اور چند کے علاوہ تمام غیر مطبوعہ اور نہایت
نادر و کم یاب تھے]

جمع و ترتیب حواشی اور مقدمہ

نور الحسن راشد کاندھلوی

مزید حواشی و افادات

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالمن پوری دام ظلہ

شیخ الحدیث و صدر المدرسین، دارالعلوم دیوبند

ناشر

حضرت مفتی الہی بخش اکیڈمی

کاندھلہ، ضلع پرہہ نگر (مظفرنگر) یوپی - انڈیا

ملفوظات مفتی الہی بخش اکیڈمی

بسم الله الرحمن الرحيم

باب اول

کتاب الایمان والعقائد

ایمان اور کفر کے مباحث و متعلقات

(۱) ایمان اور اسلام کی پہچان اور ان کا باہمی امتیاز کیا ہے؟ سوال: ایمان اور اسلام کی تعریف کیا ہے اور فرق ان میں کیا ہے؟ [جواب علیحدہ علیحدہ ہو۔]

جواب: ایمان، تصدیق قلبی اور اقرار لسانی ہے، حق تعالیٰ کے وحدہ لا شریک لہ ہونے کا، اور اس کے جمیع احکام قبول کرنے کا، جس کی تفصیل طویل ہے، اور اسلام تسلیم کر لینا سب احکام کا، باطن و قلب میں، اور انقیاد جملہ اوامر کا ظاہر میں، پس باعتبار شریعت کے دونوں ایک شے ہوئی، کہ ایمان بدون اسلام کے نہیں ہوتا، اور اسلام بدون ایمان کے نہیں ہو سکتا، مگر لغت میں فرق ہے، کہ باعتبار تصدیق قلب کے ایمان، اور باعتبار ظاہری انقیاد کے اسلام ہوتا ہے۔ پس فرق ہو لغت اور ترجمہ میں، اور کچھ فرق نہیں، بلکہ ایک شے ہیں، دونوں دین محمدی اور شرع مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر] (بدست خاص، نیز مجموعہ کلاں ص ۱۸۱)

(۲) مسلم اور مومن میں فرق؟ سوال: مومن اور مسلم کا فرق [کیا ہے]؟

جواب: ایسا ہی حال ہے مومن اور مسلم کا، کہ شریعت میں مومن اور مسلم ایک ہے، اگرچہ بحسب لغت کے فرق ہے، کہ ظاہری انقیاد والا مسلم ہے اور باطنی تصدیق والا مومن، مگر کوئی مومن بدون مسلم کے نہیں ہو سکتا اور کوئی مسلم بدون مومن کے نہیں ہو سکتا، شرع میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر] (بدست خاص، نیز مجموعہ کلاں ص ۱۸۱)

(۳) کافر اور مشرک کی پہچان؟ سوال: کافر اور مشرک کی تعریف مفصلاً؟

جواب: کافر وہ ہے کہ کسی حکم قطعی [کا] انکار کرے، یا کوئی ایسا معاملہ کرے کہ علامت انکار کی ہو، یا شعار

وزنی (۱) کفر کی ہو، یا ہنک حرمت احکام الہی کی کرے، پس ایسا شخص کافر ہے۔ مثلاً حق تعالیٰ کی ذات کا، یا کسی صفت کا، یا ہنک کرے، یا زقار گنگے میں ڈالے، یا نکت کو سجدہ یا تعظیم کرے، یا قرآن کی بے ادبی کرے، یا بے پروائی سے کفر کا کالے اگر [چہ] ان سب کے ساتھ دل میں تصدیق رکھتا ہو، (۲) وہ کافر ہی ہوگا، یا بسبب اطوار کے، یا بسبب عناد و حقو د کے یا بسبب بے پروائی حکم کے، یا بسبب بے تعظیمی کے۔

اور مشرک اس کو کہتے ہیں، کہ حق تعالیٰ جیسی صفت یا اس کی جیسی تعظیم و عبادت غیر خدا کو یقین کرے، یا بدو ان یقین کے ایسا معاملہ کرے، جس سے ان امور پر دلالت ہو، مثلاً سجدہ غیر اللہ تعالیٰ کو کرتا ہے، مگر عقیدہ میں لائق سجدہ کے نہیں جانتا۔ پس ایسا شخص مشرک ہے، اور دل کی تصدیق کافی نہیں، اس کو مشرک بخو دی کہیں گے۔ (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص، مجموعہ کلاں ۱۸۸)

(۴) اللہ تعالیٰ کی خاص صفات کا کسی اور کے لیے ثابت کرنا؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اس مسئلہ میں: کہ جو اوصاف مخصوص بالذات الہی ہیں، مثل: حاجت روائی و مشکل کشائی وغیرہ و مزید باوجود مدعی مولوی ہونے کے، ان صفات سے غیر اللہ کے لیے مقرر و ثبت ہے، تو وہ مشرک ہوگا یا نہیں، اور اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں، اور ایسی شخصیت سے جو بیعت ہوئے ہوں، انھیں تو یہ لازم ہے یا نہیں، اور بعد از تکلیب مشرک احد از زمین تفریق زمین ہوگا، یا نہیں؟ بیوا تو جروا۔

جواب: اوصاف خاصہ بذات پاک حق تعالیٰ کے، کسی غیر کو ثابت کرنا مشرک جلی ہے، نہ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہو، نہ اس سے بیعت کرنی چاہئے۔ اگر غلطی سے ہوگئی تو فسخ بیعت کرنا فرض ہے، اور اگر بعد نکاح کے ایسا عقیدہ کسی کا ہو گیا تو بسبب مرتہ ہونے اس شخص کے، نکاح بھی فاسد ہو جائے گا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی

(۱) زنی: علامت، پشاک (تور)

(۲) قول: دل میں تصدیق رکھنا ہو، یعنی اگر چہ اس کے دل میں تصدیق ہو اور تو حیدر رسالت کا ایمان و یقین موجود ہو۔ اطوار: صورت کی طرح ہے، وضع: وضع طریق۔ قول: بسبب اطوار کے اس کی مثال شعارہ وزنی کفار ہے۔ قول: بسبب عناد و حقو د کے اس کی مثال علم قطعی کا انکار ہے۔ قول: بسبب بے پروائی کر کے جیسے بے پروائی سے کفر نہ کرنا۔ قول: بسبب بے تعظیمی کے جیسے قرآن مجید کو بغیر و (پان پوری)

اس فتویٰ کی حضرت مولانا گنگوہی کے قلم سے لکھی ہوئی تقریر جس پر حضرت کی مہربانی شہ ہے محبت گرامی مولانا محیض الدین صاحب مکتبہ مظہر علم کے ذاتی سربراہ میں موجود تھی، جو موصوف نے رقم کو عایت فرما کر عثمانیہ دفتر فراد کیا ہے۔ فحوا لا للہ حیو اللہ العز لا۔ اس میں بیعتیں مسائل ای ترتیب سے درج ہیں کہ ان میں ملامت نہیں آئے۔ اس سے محض کلاں سے اللہ کے گئے ہیں۔ (تور)

(۳) حقو د کے معنی ہیں انکار کرنا۔ مشرک بخو دی، مشرک کہتے ہیں، اس کا مقابل قولی اور مشرک تصدیقی ہے۔ (پان پوری)

الجواب صحیح: عبدالمعلی۔ جواب صحیح ہے: محمود حسن عفی عنہ دہلوی

المحبیب مصیب [مہر صد شکر کہ من پیر محمد دارم] الجواب صحیح: سید احمد دہلوی

محمد ابو عبد الرحمن، عبدالحجید، محمد مسعود نقشبندی، محمد اسماعیل۔ جواب صحیح ہے: رحمہ اللہ عفی عنہ

(طریقہ شریعت۔ تالیف: مولانا حشمت علی خاں سید محمد علی بناری ص ۱۱) (مطبوعہ پٹنہ، دہلی ۱۳۱۱ھ)

(۵) مومن وہ ہے جو ظاہر و باطن دونوں پہلوؤں سے ہو: سوال: اگر اظہار اسلام کوئی شخص نہ

کرے، صرف ایمان خدا اور رسول اور دیگر احکامات پر لاوے، یہ اس کی نجات کے لئے کافی ہے، یا نہیں، اور شرع شریف میں اس پر اطلاق اسلام یا مومن کا ہوگا، یا نہیں؟ فقط

جواب: ان سب جوابات سے واضح ہو گیا، کہ مومن مستوجب نجات وہ ہے کہ، [دل میں سب احکام کو تصدیق کرے کہ ان سب کا اقرار کرے اور] محل اظہار میں اظہار کرے، اور کوئی امر کفر و شرک اس سے رز نہ ہو، اور ظاہر و باطن سے مزین بایمان و اسلام ہو، اگر دل میں مومن رہا اور بظاہر کافر، تو وہ بھی باعتبار حکم شرعی کے کافر ہے، نہ کہ مومن، اور جو بظاہر مومن رہا اور دل میں تصدیق کامل نہیں، وہ بھی منافق کافر ہے، نہ کہ [مومن۔ دونوں پر شرع میں اطلاق مومن کا نہیں ہو سکتا۔ کذا فی الکتب الشرعیۃ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مہر حضرت مولانا) (۱) (بدست خاص نیز مجموعہ کلاں ۱۸۲)

(۶) کیا ایمان اور دل کا فعل حادث ہے؟ ایمان اور دل [کا] فعل عبد کا حادث ہے، اس میں کسی کا

اختلاف نہیں۔ (مجموعہ فرغ آباد، ص: ۴۳-۴۴)

(۷) کلمات کفر کا ارتکاب اور اس کا حکم؟ سوال: ایک شخص نے ایک عورت سے کہا کہ نماز

پڑھ، بلا تا مل جواب دیا کہ نہیں پڑھتی، خدا ہمارا کام نہیں کرتا، ہم اس کی نماز [نہیں] پڑھتے۔ پھر اس عورت نے اس شخص سے کہا کہ فلاں کام ہمارا کر دو، اس شخص نے جواب دیا کہ اللہ پاک کے اختیار میں ہے، تو اس عورت نے یہ جواب دیا، کہ اللہ کے اختیار میں تو کبھی نہیں ہونے کا ہم سے نہیں ہو سکتا اور اللہ کر دے گا۔ پھر اس عورت بد دین نے یہ کہا، کہ ہم کو نہایت شکستہ ہے، مرد نے جواب دیا کہ اللہ مالک ہے، عورت نے در جواب یہ کہا کہ ہاں! اب تیرے واسطے اوپر سے گئے گا۔ حسب کتب شرع شریف کے ایمان اس خبیثہ کا رہا یا نہ؟ بصورت عدم، نکاح باطل ہو یا نہ؟ بشرط بطلان بعد انقضائے عدت اور توبہ کے، اگر کوئی شخص غیر زوج اول کے، نکاح بلا طلاق زوج اول کے کر لے، تو جائز ہے یا نہ؟ بیسوا تو جروا۔

(۱) سب سے پہلے تینوں جوابات اور جواب مندرجہ نمبر ۵، ایک کاغذ کے دو صفحات پر، خود حضرت مولانا گنگوہی کے نوشتہ، جس پر حضرت کی مہر بھی ثبت ہے، ہمارے ذخیرہ کی زینت ہے، سوالات اس صفحہ میں درج نہیں، مقام سوالات کی عبارتیں مجموعہ کلاں سے لی گئی ہیں۔ یہ اصل فتویٰ مجی دہلوی مولانا حکیم رضی اللہ عنہ صاحب (مکتبہ طبع مظفر گڑھ، یو پی) نے عنایت فرما کر ممنون کیا۔ شکر یہ! (زاد اللہ فیہ اجر) (نور)

ہے۔ پس کون سی آیت سے جوازِ سجدہ معلوم ہوا، کہ قطعی میں کرنا، اس اہمیت کے واسطے، پھر اس کا نسخ خبر واحد سے نہ ہو، قرآن تو محض نقل پہلی شرع کی کر کے، سہکت ہے، اور فقط شرع سابق کا ہونا، موجب حکم نہیں:

وَأَسْجُدْ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ الْآيَةَ (فصل-۳۳) اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے انکو بنایا۔ (ترجمہ ش الہند)

ناسخ موجود ہے۔ کیوں کہ سجدہ مطلق ہے، تحیہ و عبادت کو، اور تحیہ غایت درجہ کی تعظیم کا بھی عبادت ہے، اور نام اللہ کا تخصیص کو چاہتا ہے، بعد اس کے ایسی تاویل ذات سے سجدہ کرنا، کفر نہ ہوگا، تو فسق سے کیا کم رہے گا، اور ایسی ہی تاویلات فاسدہ ہیں، کہ قابل التفات نہیں۔ فقط

اور خبر واحد کا منکر بھی فاسق ہوتا ہے، خبر واحد کی حرمت سجدہ کی کسی آیت قطعی کے خلاف نہیں، پہلی شرع کے خلاف ہے۔ بظاہر تو نقل پہلی شرع سے کچھ حکم ثابت نہیں ہوتا، جب تک شارع سے سکوت ثابت نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۶-۵۷)

(۹) قرآن کریم کے الفاظ تصرف کر کے پڑھنا؟ سوال: ایک شخص اس طرح حاضر (۱)

کرتا ہے: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ وَجِبْرِيلَ رُكَّ وَمِجَازِيلَ رُكَّ كَمَا سَمِعْتَ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْآيَةِ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ وَجِبْرِيلَ رُكَّ وَمِجَازِيلَ رُكَّ كَمَا سَمِعْتَ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْآيَةِ اور اجرت لیتا ہے، اس کو امام بنانا جائز ہے، یا نہیں؟ فقط واؤ اور یا جائز ہے، یا نہیں؟ فقط

جواب: اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ وَجِبْرِيلَ رُكَّ وَمِجَازِيلَ رُكَّ كَمَا سَمِعْتَ فِي مِثْلِ هَذِهِ الْآيَةِ اگر وہ شخص معنی جان کر پڑھتا ہے، تو کافر ہے، ورنہ قرأت میں تصرف کر کے پڑھنے سے فاسق ہے۔ اس کو امام بنانا نہیں چاہئے، امام صالح آدمی مقرر کرنا چاہئے۔ اسی طرح یا جبرئیل پڑھنا گناہ ہے، اگر یہ عقیدہ ہے کہ جبرئیل غیب کی آواز سنتے ہیں، تو کافر ہے، ورنہ گنہگار ہے، اور قرأت میں تصرف کرنا، ناجائز ہے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۴۷)

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۱۰) مزارات اور غیر اللہ کو سجدہ کرنا؟ سوال: وہ بدعتی یوں کہتا ہے کہ سجدہ علی غیر اعضاء السبع،

یعنی بوسہ دینا، یا سر ٹیک دینا، کسی ولی اللہ کے مزار پر، یا مرشد کے پیر پر، بے شک درست ہے، کبھی قسم کی اس میں قباحات نہیں، کیونکہ جو حدیث در باب امتناع منسک ہے، اس سے اس کی کسی طرح کی نفی ثابت نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لَوْ كُنْتُ أَمْرًا... الع فرمایا ہے، حرف لو سے صاف ثابت ہے کہ فرضیت کی نفی ہے نہ کہ مطلقاً حرام ہو جاوے۔ جیسے یہ حدیث لَوْلَا أَنِ اشْقَ عَلَى أُمَّتِي لِأَمْرَتِهِمْ بِالسُّوَاكِ اس سے نفی فرضیت (مراد ہے) ویسے ہی وہاں سمجھ لینا چاہئے،

(۱) حاضرین: حاضر کی جمع مؤنث: جنات اور بیویوں وغیرہ کو بلائے، حاضر کرنے اور ان سے بات چیت کرنے کی کوشش، جو عامل کیا کرتے ہیں۔ (پانچویں)

اول تو سیاق حدیث سے واضح ہے کہ جو امر پہلے حرام ہو چکا تھا، اس کی طلب اباحت اور اجازت بعض صحابہ نے چاہی تھی اس کو آپ نے رد فرمایا اور اشتفاء اجازت کر دیا، پس جب اشتفاء مطلق اجازت اباحت ہو گئی، تو یہ فعل حرام کا حرام ہی رہا، اسی وجہ سے اس میں اباحت نہیں آئی۔ یہاں امر سے وجوب کے معنی لینے، بالکل جہل و حماقت ہے۔

دوسرے، قبل اس ارشاد کے لا تفعلوا فرمایا کہ صیغہ نہی کا ہے، جس سے حرمت کو مصرح حرام کر دیا تھا، جب اس تاکید کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت فرمائی کہ اول لا تفعلوا ارشاد کیا، اور بذریعہ لو کے امر اباحت کی نفی فرمائی، اور پہلے سے حرمت اس کی محقق تھی تا وہ حرمت زیادہ تر ثابت ہو گئی۔ اس جگہ امر کے معنی وجوب کے سمجھنے، کس قدر مخالف شرع اور عقل کے ہے۔

اور مسواک، قدیم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مستحسن اور سنت چلی آئی ہے، آپ نے اس کی تاکید کے واسطے فرمایا تھا کہ دشوار نہ ہوتی تو واجب کر دیتا، وہاں لا ریب! عقلاً اور سیاق حدیث سے وجوب کے معنی ہیں، سو اس کو اس پر قیاس کرنا جنون محض ہے، اس شخص کی عقل و فہم پر رونا آتا ہی تھا، مگر آپ کے تردد پر [بھی ہنسی آتی ہے۔ رہا بوسہ، سو یہ البتہ شرک نہیں، بلکہ اس کو بدعت اور گناہ لکھا ہے اور جہاں ثابت ہے وہاں درست ہے، جیسا کہ مصحف کو اور دست علماء کو مثلاً فقط۔

(مجموعہ کلاں ص ۵ تا ۷)

(II) طوافِ قبور کے شرک ہونے اور قیامِ تعظیمی کے شرک نہ ہونے کی وجہ؟ سوال: آپ کے

بعض مکتوبات میں یہ مضمون مطالعہ میں آیا ہے، کہ طواف کا ذکر رکوع اور سجدہ کے ساتھ آیا ہے، اور خدا نے اسے اپنی تعظیم کے لئے مقرر کیا ہے، لہذا طواف بھی عبادت ہے، پس قبورِ اولیاء کا طواف شرک ہے؟

اس مضمون پر دو شبہ وارد ہوتے ہیں: اول یہ کہ اس صورت میں قیامِ تعظیمی بھی شرک ہونا چاہئے، کیوں کہ وہ بھی نماز میں خدا کی تعظیم کیلئے فرض ہے، اور طائفین کے ساتھ قائمین کا بھی ذکر آیا ہے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۱) ابن قاری کا سردار، بادشاہ، آتش پرستوں کا بزرگ اور عالم (افات سعیدی۔ مؤلفہ مولوی عبدالعزیز ص ۵۲۲۔ مطبع مجیدی کانپور ۱۹۳۰ء) (نور)

(۲) مشکوۃ کتاب النکاح باب عشرة النکاح و مالک واحد من الحقوق۔ رقم الحديث ۳۳۶۶ (مشکوۃ ج ۱ ص ۲۸۲ نسخہ ہندیہ)

رواہ ابو داؤد عن قیس بن سعد قال أتیت الحیرة فرأیتهم یسجدون لمرزبان لهم قالت یا رسول اللہ احق أن یسجد لک قال:

أولست لومررت بقبری أکنت تسجد لہ؟ قال قلت لا قال: فلا تفعلوا لو کنت أمر أحد أن یسجد لأحد، لأمرت النساء أن یسجدن

لأزواجهن، لیساجعلن لک لہم علیہن من الحق (۳/۲۵) رقم ۲۱۳۰-۲۱۳۳ ت: شیخ محمد عواصم مؤسسۃ الریان بیروت: ط ۲، ۱۳۵۲ھ

والحاکم فی المستدرک (۲/۱۸۷) دار المعرفۃ بیروت۔ واحمد فی مسندہ، عن معاذ بن جبل ص ۳۲۵ ج ۱۳۔

رقم ۱۸۶۸ ص ۱۵ ج ۱۲ رقم ۲۱۸۸۳ ت: احمد محمد شاہ، حمزہ احمد زین دار الحديث، القاہرۃ ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵م (نور)

طواف مہارت ہے تو سب مسجدیں بھی خدا کے گھر ہیں، اگرچہ کعبہ سے کم ہیں۔ ہمارے گھر کے خوف کی کیا وجہ ہے۔ حایہ قاسم یہ ہے کہ وہ عورت کیا کہتا ہے؟

جواب : طواف مہارت ہے، بے نگیں کہ جس کا معنوں ہے۔ مسجد کا طواف کہہ اور اس کو جاننا چاہنا، مختلف شرع کے احکام کی طرف سے ہے، معنوں ہے۔ جیسے عداوت قرآن مہارت ہے، قیام میں ثواب ہے، دیکھنا کھودیں مع ہے۔ فقط (نمودہ فرما آداب میں ص ۱۰۷ ص ۱۰۸)

(۱۳) جس سے جان بوجھ کر کیا استہزاء، نکتہ کفر سرزد ہو، اس کے اعمال کا کیا حکم ہے؟

سوال : کلمات کفر کی کی زبان سے دانست یا بے دانست لگے، اور پھر اس نے توبہ کی تو اس کے اعمال مستباح ہیں، خدا نازل فرما دیتا ہے، دوبارہ توبہ کرے، اور اس کا کفر بھی رہا، انوث کیا۔ حج کو اس کو دوبارہ کرے، یا کیا کرے؟

جواب : جو کہ کسی سے اس طرح لگے کہ وہ مرتد ہو گیا ہو، مگر ایسا استہزاء تو اس کا کفر بھی انوث جاتا ہے اور اصل بھی سب بند ہو جاتے ہیں۔ اگر اب اس پر فرضیت حج کی ہے، دوبارہ اس کو حج کرنا ہو گا۔ باقی اعمال مستباح ہیں۔ فقط (نمودہ فرما قرآنی احکم)

(دست نام میں ص ۵۵)

(۱۴) ایمان کم زیادہ ہوتا ہے یا نہیں؟ سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس

مسئلہ کے کہ ایمان زیادہ کم ہوتا ہے یا نہیں؟ اور ایمان اصل آسمان اور اعلیٰ زمین کا دار ہے، یا کم زیادہ؟ اور انبیاء اور محدثین اور اولاد و متبعین اس اعلیٰ اور فاضلین و فاضلین سب کا ایمان زیادہ ہے یا کم یا زیادہ؟

جواب : ایمان کیفیت میں کم زیادہ ہوتا ہے، کہ جس قدر یقین انبیاء و پیغمبر اسلام کو ہے، مثلاً اس قدر علمائے دین و مفتیان کثیر، مگر اگر اعتقاد میں یہ (۱) میں کمی زیادتی نہیں، پس جو کہتا ہے کہ ایمان میں کمی زیادتی نہیں، اس کی فرض دوسرے حکم سے ہے نہ اصل حکم سے۔ اصل اصل کیفیات ایمان کی کم زیادہ ہیں اور علو فن بہ سب کا ایک ہے فقط (نمودہ فرما قرآنی احکم)

(نمودہ فرما میں ص ۱۰۷)

(۱۵) ایمان کے کم زیادہ ہونے میں علماء کے اختلاف کی نوعیت؟ سوال : کیا فرماتے ہیں

علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زیادہ کہتا ہے کہ جو شخص کہے کہ ایمان کم زیادہ ہوتا ہے، وہ کافر ہے۔ اور یہ بات بھی علماء پر ظاہر ہے کہ اگر کافر صاحب میں سے، مثل حضرت عمر و حضرت علی و ابن مسعود و معاذ بن جبل و ابی الدرداء و ابن عباس و عبد اللہ بن عمر و قتادہ و غیرہ صحابہ و محدثین حضرت عائشہ و غیرہ رضی اللہ عنہم، کی زیادتی ایمان کے حاکم تھے۔ درمستطافی شرع بخاری و غیرہ۔

(نمودہ فرما میں ص ۱۰۷) ہے، جو حدیث جو کمال میں مذکور ہیں اور وہ صحابہ و تابعین ہیں، ان میں سے کون سا صحابی ہے، ان میں کی زیادتی؟

(ایمان چاری)

اور ایسے ہی چارہین عظام اور اجناس ان کے اور جملہ محدثین اور فقہاء، خاص کرتیوں امام، مالک وشافعی و احمدی و حنفی و غیرہ کے مذہب حق سمجھے جاتے ہیں اور سفیان ثوری اور ابو زاعی اور اسحاق بن راہویہ، خصوصاً حضرت امام ابراہیم نجفی، امام صاحب (۱) یہاں تک کہ سیدنا حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، یہ سب مل سنت اکابران دین، کمی زیادتی ایمان کے قائل تھے اور اہل حق میں شمار! کیونکہ ان سب کا استدلال قرآن و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ پس ظاہر ہے کہ زید کا قول بالا، عام بات ہے، مگر اختلاف کی وجہ سے ایک نے دوسرے کو کافر نہیں فرمایا اور احادیث میں بھی آیا ہے کہ جو کوئی کسی کو کافر یا ملعون کہتا ہے، اگر وہ قائل کفر یا لعنت ہوتا ہے تو اس پر پڑتی ہے، والا وہ کفر لعنت کہنے والے کی طرف عائد ہوتی ہے۔ اور اگر زید کو سمجھایا جاتا ہے کہ اس قول سے تو یہ کہ تو ہر گز نہیں ماننا، بلکہ اپنے قول زیادہ مصر ہوتا ہے اور سنت (۲) کرتا ہے، یہ مطلقاً باز نہیں آتا۔ پس صورت مذکورہ بالا کا کیا حکم ہے؟

یعنی یہ اکابران دین، بغض اللہ تعالیٰ کسی طرح کفر کے مصداق نہیں ہیں، اب زید باوجود اس تکفیر عام کے اور صراحتاً کہہ دے قابل کفر ہے، یا نہیں؟ اور جب تک ثابت نہ ہو، اس کے پیچھے نماز جائز ہے، یا نہیں؟ اور امام صاحب سے لے کر مفتی و مفتی حنفیہ معتبرین میں سے، کسی نے زید کا سافقوی ایمان کے کم زیادہ کہنے والوں کے حق میں دیا ہے، یا نہیں؟ حنفی مذہب کی مکتبہ کتابوں سے کسی کا جواب تحریر فرما کر، مہر س ثبت فرماویں، خداے غنی سے اجر پاویں گے۔

میرا پتہ یہ ہے: مقام کوئٹہ راجپوتانہ میں۔ مولوی محمد قاضی شاہ صاحب کے مکان پر، محمد یحییٰ کوٹے۔
جواب: اس میں اختلاف نہیں ہے کہ ایمان یا اعتبار کیفیت کے اور مراتب کمال کے کم زیادہ ہوتا ہے، اور باعتبار کیفیت کے کم زیادہ نہیں ہوتا۔ پس نزاع مابین الفرقین صرف لفظی ہے، جو نافی کمی و زیادت ہیں، وہ کیت کو کہتے ہیں، اور یہ مثبت کم و زیادت ہیں، وہ کیفیت کے اعتبار سے اثبات زیادت و نقصان کرتے ہیں۔ اور جب اصل مشا، اختلاف میں باعتبار مال و مقصود اتحاد ہے، تو فرقین کا قول حق ہوا، اور نسبت خطا و ضلال کسی ایک کی طرف بھی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان میں سے کسی ایک کو کافر یا مشرک کہنے والا، خود غلطی اور سخت جرمی (۳) ہے، مگر چونکہ اس کی تکفیر بتا رہا تو مل بے نہ کہ ہوائے نفس سے، اس لئے اس کو بھی کافر کہنا مناسب نہیں، البتہ! اس قدر فقہاء و محدثین کی جماعت کو برا کہنے والا سخت درجہ کا فاسق اور گنہگار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

(میزان ایمان لکھنؤ ما فیہ من الزیادۃ و النقصان مولانا محمد رفیع علی لوری۔ ص ۱۰۰ مطبع صدیقی لاہور)

(۱) حضرت ابراہیم نجفی امام اعظم، مولانا محمد رفیع علی لوری، جگہ آپ کے استاذ ہیں۔ (پان پوری)

(۲) بہت حد تک صواب۔ (نور)

(۳) مکتوبی خطا کار گنہگار، مگر جو اپنے گناہوں لطیفوں کا غور و اعتدال کر رہا ہو۔ (نور)

ملفوظات امام احمدیہ کراچی

(۱۶) ایمان میں تجزی کا مسئلہ؟ سوال:

قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: فأخرج من كان في قلبه ادنى ادنى مقال حبة من خردل من ايمان، فأخرجه من النار. (۱)
 اس کو مقتضی ہے کہ جس میں ادنی ادنی درجے کا ایمان ہوگا، وہ بشفاعت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نار سے خارج ہوگا، تو اس کے بعد جو ارشاد ہوا:

فأقول انذن لي في من قال لا اله الا الله لأخرجن (۲) منها من قال لا اله الا الله.

اگر اس سے مراد مؤمن ہے، تو وہ پیشتر ادنی درجہ کے ایمان میں داخل ہو کر، تحت شفاعت داخل ہو چکا، تو اس جگہ ایسے ذلک لکے کیا معنی ہیں؟ اور اگر کفر یا منافق مراد ہے، جو بلا قصد بقلبی کلمہ گو ہوا ہے اور بظاہر یہی ہے، کیونکہ وراء ادنی درجہ ایمان کے کوئی درجہ باقی نہیں، تو پھر لأخرجن منها کے کیا معنی ہوئے؟ کفار منافق نہ داخل شفاعت، نہ مستحق اخراج عن النار!

جواب: جس نے کلمہ کہا اور دل میں ادنی درجہ تصدیق معانی کلمہ کا ہو، وہ مؤمن ہے کہ ایمان میں تجزی (۳) نہیں، کی زیادتی کیفی ہے، یہاں تک تو شفاعت سے نکلے۔ اب آخر درجہ ایمان کا یہ ہے کہ زبان سے کلمہ کہا اور دل میں اس کے، کوئی درجہ تصدیق کا نہیں، مگر تکذیب بھی نہیں، بلکہ قلب اس کا بالکل تصدیق و تکذیب سے سادہ ہے، اور تصدیق و تکذیب مانعہ الجمع ہیں، مانعہ اخلو نہیں، پس یہ لوگ بھی آخر کار نکالے جاویں گے۔ یہ توجیہ شاید تم کو تعجب میں ڈالے، مگر اس کا نشان حدیث سے دوں گا، اگرچہ مقام دشوار ہے، جب علماء سے پوچھو گے تب لطف پاؤ گے۔ ابن ماجہ کے ۳۰۳، ابواب الفتن میں باب ذهاب القرآن والعلم میں حدیث حذیفہ میں مذکور ہے (۴) یہ مضمون وہاں سے نکل آوے گا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم واحکم

از رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۹، ۲۰)

(۱) یہ حدیث شفاعت کا ایک حصہ ہے۔ متفق علیہ روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تیسری مرتبہ امت کے لئے سفارش فرمائیں گے تو حکم ہوگا، جائیے اہل اس شخص کو جس کے دل میں دلی کے دانے سے ادنی ادنی درجہ کا ایمان ہو، اس کو دوزخ سے نکال لائیے۔ چنانچہ آپ تشریف لے جائیں گے اور ایسے لوگوں کو نکال لیں گے، پھر چوتھی مرتبہ سفارش فرمائیں گے، کہ اے میرے پروردگار! مجھے اجازت عنایت فرمائیے کہ جس نے بھی لا اله الا الله کہا ہے اس کو دوزخ سے نکال لوں! اللہ پاک ارشاد فرمائیں گے، یہ آپ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ تم ہی میری عزت کی امیرے جلال کی امیری کبریائی کی امیری عظمت کی! البتہ ضرور نکالوں گا میں چنانچہ اس کو جس نے "لا اله الا الله" کہا ہے۔ (مشکوٰۃ، کتاب احوال القيامة، باب الحوض والشفاعة ص: ۳۸۹، نقل اصح المطابع رشیدیہ دہلی: ۱۳۷۵ھ۔ نیز مشکوٰۃ شریف ج ۵ ص: ۲۱ رقم الحديث: ۵۵۷۳۔ ت: رمضان بن احمد بن علی ال عوف [مکتبۃ التوبہ دار ابن حزم ۲۰۰۳ء] [پان پوری])

(۲) یہ حدیث شیعہ کی ہے اس کے آخری الفاظ یہ ہیں: فأقول يا رب انذن لي فيمن قال لا اله الا الله، قال ليس ذالك لك، ولكن وعظمتي وجلالي وکبري وعظمي، لأخرجن منها من قال: لا اله الا الله. (متفق علیہ، عن انس۔ مشکوٰۃ، باب الحوض والشفاعة ص ۳۸۸-۳۸۹۔ ت: محمد رمضان عوف۔ ۲۰۰۵ء) [مکتبۃ التوبہ ریاض ۱۴۲۳ھ] رقم الحديث: ۵۵۷۳

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

[نور]

(۱۷) دین میں مشتبہ امور سے احتیاط ضروری ہے: از بندہ رشید احمد غنی عنہ السلام علیکم،

جواب: جواب مرسل ہے۔ (۱) آدمی کو اپنا دین بچانا ضروری ہے اور جو امر متفق علیہ امت کا ہو، اس سے دین حاصل کرنا واجب ہے۔ مشتبہ امور اور مختلف فیہ میں کیوں مبتلا ہو، خصوصاً عقائد میں۔ جزئیات اعمال میں وسعت ہے، مگر عقائد میں ہرگز توسع نہیں۔ مختلف مسائل جو قرونِ خلاش میں اعمال ہو گئے، ان میں کسی پر عمل کرنا مضائقہ نہیں، مگر جو امور ان قرونِ خلاش میں نہ تھے اور اب علماء ان کو منع کریں اور قواعد شرع کے بظاہر خلاف ہوں، تو پھر بتاویں یا بتقلید

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۳) انصوری: ۷۷۲ بجوئے کہ یہ معنی مؤمن بہ کے اعتبار سے سب مؤمنین کا ایمان یکساں ہے۔ اگرچہ کیفیت یعنی یقین کے اعتبار سے ایمان کے درجات کم زیادہ ہیں، پس جس کا یقین نہایت ضعیف ہے، اسی کے اندر سے بھی کم کم ہے، وہ بھی کسی درجہ میں مؤمن ہے اور تیسری مرتبہ شفاعت سے، ایسے سب مؤمنین جہنم سے نکال لئے جائیں گے۔ مگر ایمان کا ایک درجہ اس کے بعد بھی ہے، اور وہ یہ ہے کہ زبان سے لا الہ الا اللہ کہتا ہو اور دل تصدیق و تکذیب سے خالی ہو۔ تصدیق و تکذیب ایک ساتھ نہیں ہو سکتے، مادہ اربع کا یہی مطلب ہے مگر دونوں کی نفی ہو سکتی ہے، یعنی دونوں باتوں سے دل سادہ ہو سکتا ہے۔ یہ مادہ اخلو کا مطلب ہے۔ ایسے مؤمنین کو رب و اولیاء الہی عبادت و مہربانی سے جہنم سے نجات عطا فرمائیں گے۔

اور ایسے لوگ جن کا دل تصدیق و تکذیب سے خالی ہو، وہ بھی مؤمن ہیں، اس کی دلیل ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام اس طرح صحت پائے گا، جس طرح کھڑے کا نقش صحت پاتا ہے، یہاں تک کہ یقین جاتا جائے گا کہ روزہ نماز، حج، اور صدقہ کیا چیز ہے، اور رات بھر قرآن اُٹھایا جائے گا، زمین میں اس کی ایک آیت بھی باقی نہیں رہے گی اور یہ کہ ایسے نہایت بڑے اور بڑے حجازیہ رہ جائیں گے، جو کہیں گے: ہم نے اپنے بڑوں سے لا الہ الا اللہ سنا ہے، پس ہم اس کو کہتے ہیں۔ صلۃ نبی ایک طالب علم نے حضرت حذیفہ سے پوچھا: جب وہ نماز روزہ، حج، اور صدقہ نہیں جانتے تو لا الہ الا اللہ سے ان کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ حضرت حذیفہ نے اس کی بات ان ہی کر دی، اس نے تمہیں مرتبہ یہ بات پہنچی، ہر مرتبہ حضرت حذیفہ اس سے عرض کرتے رہے، پھر تیسری مرتبہ میں اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: یا صلۃ تنجیہم من النار۔ حضرت حذیفہ نے یہ بات سن کر حیر ہو گئے۔ یعنی ایسا کلمہ پڑھنا بھی ان کو روزہ سے نجات دے گا۔ یہی وہ آخری درجہ کا ایمان ہے، یہ لوگ بھی اللہ کے فضل و کرم سے جہنم سے نکلے گا، یسے گئے (اس حدیث کی سند صحیح ہے، حاکم نے اس کو مسلم کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔ ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه، ابو الفہم النحوی۔ المستدرک ۴: ۵۴۵ ج: ۴، (دار المعرفۃ بیروت)

(پان پوری)

(۴) عن حذیفۃ بن الیمان، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یدرس الاسلام کما یدرس و شی النوب، حتی لا یدری ما صیام ولا صلوٰۃ ولا نسک ولا صدقۃ ولیسری علی کتاب اللہ عز وجل فی لیلۃ فلا یقی فی الارض منہ آتۃ، وتبقى طوائف من الناس الشیعہ الکبیر والعجوز، بقولون ادر کما آتۃ نا علی هذه الکلمۃ لا الہ الا اللہ فحقن نقولہا۔ فقال لہ صلۃ ما یغنی عنہم لا الہ الا اللہ وہم لا یدرون ما صلوٰۃ ولا صیام ولا نسک ولا صدقۃ۔ فاعرض عنہ حدیثہ ثم رذا علیہ ثلاثاً، کل ذالک یعرض عنہ حدیثہ، ثم اقبل علیہ (الثالثۃ): یا صلۃ تنجیہم من النار ثلاثاً۔ ابن ماجہ ص ۳۰۳ ج ۲ باب ذهاب القرآن والعلم (مطبع فاروقی، دہلی بلاسہ) ابن ماجہ بتحقیق علامہ شعب الارنؤوط۔ ومحمد کامل قرہ باللی۔ رقم الحدیث: ۴۰۳۹ ص: ۴۳، ج: ۵، [شرکت الرسالۃ العالمیۃ، دمشق۔

۱۳۳۰ھ/۱۴۰۹ء

(نور)

(۱) اصل مآخذ میں صرف مذکورہ جواب درج ہے، سوال یا سائل کے خط کی نقل شامل نہیں۔ (نور)

ملتی ایسی بخش کہ نہی کا نہ حملہ

بعض، ایسا امر کرنا خلافِ فہمِ سلیم کے ہے۔ بہر حال دین کو مشتبہ امر سے حاصل کرنا ممنوع ہے، خود حدیث ہے کہ برا آدمی ہے جو حاصل کرے دینِ مشتبہات (۱) سے، لہذا ایسے امور سے اجتناب لازم ہے۔ فقط والسلام جو حق تھا عرض کر دیا، اگر خلافِ طبع ہو تو معذور رکھیں۔

(مجموعہ کاں ص ۱۰۳)

(۱۸) یاس کی توبہ مقبول ہے ایمان مقبول نہیں: سوال: توبہ یاس کی قبول ہے، یا نہیں؟

قرآن شریف میں ہے: وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ، قَالَ إِنِّي تُبْتُ اللَّهَ. (۲) تو اس آیت شریفہ سے ثابت ہوتا ہے کہ توبہ یاس قبول نہیں ہے، اور نسخہ بالا بد مسائل متفرقہ میں تحریر ہے کہ:

توبہ یاس اصح آفت کہ مقبول است۔ ترجمہ: توبہ یاس صحیح یہ ہے کہ مقبول ہے۔ (۳)

اور حاشیہ پر بحوالہ درمختار لکھا ہے کہ: توبہ یاس مقبول است لقولہ تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ. (۴)

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ توبہ یاس مقبول ہے، تو اس میں بڑا اختلاف واقع ہوا۔ تو فرمائیے کس پر عمل کیا جاوے۔ ارقام فرمادیں۔

(۱) لہرائی میں ضعیف سند سے مروی ہے، ایسٹس العبد عبدہ مستحل المعامرہ بالشیہات (مجمع الزوائد ۲/۴۳۱) اس کا ترجمہ دہی ہے جو حضرت نے کیا ہے۔ اور اوپر ایک لفظ "اعمال" آیا ہے اس کے معنی ہیں معمول بد، یعنی قرونِ ماضی میں اس پر عمل شروع ہو گیا تھا۔ (پان پوری)

(۲) ترجمہ: اور ایسوں کی توبہ نہیں جو کئے جاتے ہیں برے کام، یہاں تک کہ جب سامنے آ جائے ان میں سے کسی کے موت ہو کئے گا تو یہ کہہ سکیں اب۔ (سورہ نساء آیت ۱۸۰ ترجمہ شیخ الحداد)

(۳) مالا بد سند تا لایف مولانا قاضی شام اللہ پانی پتی، مجمع الزوائد مؤلف دہلوی بحفظانہ از مولانا محبت اللہ پانی پتی وغیرہ علماء ص ۱۵۲۔ (مطبع تھانی دہلی ۱۳۳۶ھ) [نور]

(۴) ترجمہ: اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں کی اور معاف کرتا ہے برائیاں۔ (سورہ شوریٰ آیت نمبر ۴۰ ترجمہ شیخ الحداد) [نور]

سوال مذکور کھلی آیت سورہ نساء کی آیت ۱۸۰ جس کا ترجمہ یہ ہے: اور ایسوں کی توبہ نہیں جو برے کام کئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سامنے موت آ جاتی ہے تو وہ کہنے لگتے ہیں: کہ میں اب توبہ کرتا ہوں (یعنی اب کیا ہوت ہے جب چڑیا چک گئی تھی) اب توبہ کرنے سے کیا فائدہ؟ اس آیت سے معلوم ہوا کہ مایوسی کے وقت کی توبہ مقبول نہیں۔

اور مالا بد سند (ص ۱۵۲) اور درمختار کی مہارت میں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ مایوسی کے وقت کی توبہ بھی مقبول ہے اور دلیل سورہ الشوریٰ کی آیت ۴۰: جس کا ترجمہ ہے: اللہ تعالیٰ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں، اور برائیوں سے روگردان فرماتے ہیں۔ یہ آیت مطبق ہے، بہر حال کی توبہ کی قبولیت پر دلالت کرتی ہے، پس مایوسی کی توبہ بھی مقبول ہے۔ پس دونوں آجوں میں اور دونوں باتوں میں تضاد ہو گیا۔

حضرت رحمہ اللہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ مایوسی کے وقت کی توبہ مقبول ہے، دوسری آیت میں اسی کا ذکر ہے۔ مگر وہ ہے مراد گناہوں سے توبہ ہے، یعنی پہلے سے مؤمن ہو مگر گناہ گار ہو، پس یقوت پاس ان گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ وہ برائیاں معاف فرمادیتے ہیں۔

اور مایوسی کے وقت کا ایمان معجز نہیں، پہلی آیت میں جس توبہ کی گئی تھی وہ اس سے مراد کوثر ہے توبہ کرنا ہے، فرعون نے اُسے وقت کوثر سے توبہ کی تھی، جسے قبول نہیں کیا گیا۔ یعنی جب دونوں توبہ مختلف ہیں تو دونوں آجوں میں تضاد نہیں، ہاں تضاد کے لئے دونوں کا ایک گناہوں کے تحت ایک جہاں ہونا ضروری ہے۔ (پان پوری)

جواب: تو بہ یاس کی مقبول ہے، مگر ایمان یاس کا مقبول نہیں۔ پس مراد تو بہ سے تو بہ عن المعاصی ہے اور آیت میں بھی مراد تو بہ عن الکفر ہی ہے، پس مخالفت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلام ص ۹۹-۱۰۰)

(۱۹) **تقدیر کا منکر گمراہ ہے:** سوال: ایک شخص کہتا ہے، کہ اگرگزید نے علم پڑھا، یا ہنر سیکھا، یا کمال

کام کیا، یا جاہل رہا اور ہنر نہ سیکھا یا کوئی کام نہ کیا، تو یہ سب امور تقدیر سے ہیں، کہ اگر خواستہ خدا ہوتا تو یہ امور ہوتے، ورنہ نہ ہوتے، اور دوسرا کہتا ہے کہ نہیں، ان میں تقدیر کا کیا تعلق ہے؟ یہ کام کرنے نہ کرنے پر منحصر ہیں، جیسا کرے ویسا ہو، اور کہتا ہے کہ نہیں! اگر اللہ تعالیٰ ہی اس کی ہمت ادھر نہ لگا دے، تو کیسے کر سکتا ہے؟ ان میں کون سا حق پر ہے اور کون سا نہیں؟

جواب: بدون تقدیر کچھ نہیں ہوتا، تقدیر کا منکر ضال ہے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۱۰۱)

(۲۰) **علماء اور دینی کتابوں کی توہین کرنے والا فاسق و بدوین ہے:** سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین: کہ بعض آدمی اس قسم کے ہوں، کہ اہل اسلام کے سامنے دعویٰ کریں کہ ہم مسلمان ہیں، اور اہل سنت والجماعت اور مذہب ہمارا حنفی ہے، اور یہی اقرار کچھ یوں میں ہووے۔ لیکن لاندہ ہوں میں لاندہ بپکے ہوویں، (۱) ذریات کو خفیہ خبر ایسے مسئلے تعلیم کریں، جس میں گمراہی پائی جاوے، اور چاروں اماموں اور عقائد کی کتابوں کی درپردہ حقارت پائی جاوے، اور اس عقیدہ کے نشان یہ ہیں۔ کوئی لاندہ مذہب ایک مولوی اہل سنت والجماعت کو، فریب دھوکا دیکر شہر کے باہر لے جا کر، پٹواریں، اور اس کا مال لٹوا دیں، اور ایسے مولوی ہوویں، کہ جس کی شہرت دہ بدہ قصبہ بظہر بظہر ہووے، اور ہزاروں نمازی بے نمازی ہو جاویں۔ پس ایسے لاندہ ہوں کے حق میں کیا حکم ہے، شرع شریف میں؟

اور عداوت اس کو یہ ہو کہ ایک فتویٰ تقلید کی بابت لکھا گیا، اور اس کی عداوت حدیث سے ہے، دنیا سے نہیں ہے۔ اور ان کے مددگاروں کے واسطے کیا حکم ہے؟ گناہ کبیرہ ہوا یا صغیرہ! اور ان کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں، اور ان کی عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب تحریر فرما کر کہ دین اسلام کی حقارت ہوئی یا نہیں، ثواب عظیم حاصل کریں۔ بینوا تو جو روا۔

جواب: جو شخص کہ بظاہر اپنے آپ کو سنی اور حنفی کہے اور عوام کو گمراہ کرے، اور ائمہ مجتہدین اور کتب فقہ

حقارت کرے، اگرچہ کیسا ہی ہو، کوئی ہو، ضال، مضل، گمراہ، بدوین، فاسق فاجر، عدو اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر اس کو بوجہ اہانت کتب شریعت کے کافر کہا جائے، تو بھی بجا ہے۔ کیوں کہ بغض و اہانت کتب شرع کی اور علماء کی کفر ہے، قال القاری:

(۱) یہاں لاندہ مذہب مراد غیر مقلد ہیں۔ (نور)

وفی الخلاصة: من أبغض عالماً من غیر
سب ظاہر خیف علیہ الکفر (۱)
اور حدیث میں خود سب مسلم کو حرام اور فسق فرمایا ہے، چہ جائے کہ ائمہ دین:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: سبب المسلم فسوق، وقتاله کفر الحدیث (۲)
اور جو شخص تا سید ایسے شخص کی کرے وہ بھی ایسا ہی ہے، کہ مؤید عصیان کا عاصی ہوتا ہے، بجگم شارع علیہ السلام۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

پس ایسے لوگوں سے ملاقات ترک کرے اور امام نہ بنائے کہ ہم کو حکم ابانت فساق کا ہے، نہ تعظیم فساق کا۔ قال
اللہ تعالیٰ:

وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالنَّبِيِّ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ
مَا اتَّخَذُوهُمْ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ
فَاسِقُونَ (مائتہ - ۸۱)
اور اگر وہ یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر اور جو نبی پر اترا تو
کافروں کو دوست نہ بناتے۔ لیکن ان میں بہت سے لوگ
نافرمان ہیں۔ (ترجمہ شیخ الہند)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ المراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(مجموعہ کلاں، ص ۱۹۷-۱۹۸)
(۲۱) کسی مسلمان کو بلا کسی وجہ کے کافر کہنا؟ سوال: زید عمر بکراہل سنت و جماعت، خالد کے پاس
دعوت کھانے کے واسطے گئے، خالد نے دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ فلاں فلاں شخص بھی آئے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ وہ تو
گناہ آئے، کہا کہ تم سب کافر ہو گئے، حالانکہ ان کے اہل سنت و جماعت ہونے کا علم خالد کو ہے۔

جواب: جو شخص بلا وجہ کسی کو کافر کہے وہ فاسق ہے، اور وبال اس کے کفر کی نسبت کا اس پر عائد ہوتا ہے،
بخاری نے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

شرنقاہ کبر، علامہ ذہبی قاری۔ فصل فی العلم والعلماء: ص ۲۱۰ (مطبع خطی، دہلی، ۱۲۶۹ھ) [نور]

الکلیات حقیق علیہ: رواہ البخاری فی کتاب الایمان، رقم الحدیث: ۳۸، صحیح بخاری ص ۱۲ [مطابق اصح المطابع دہلی] و مسلم فی
کتاب الایمان ج ۱ ص ۳۸، رقم الحدیث: ۱۱۶، باب سبب المؤمن فسوق وقتاله کفر، نظر ابوقبیہ نظر محمد الفارابی، [دار طیبہ: ۱۴۲ھ]
مسلم شریف باب مذکور ج ۱ ص ۵۸ [مجتبیٰ دہلی: ۱۳۱۹ھ] عن عبد اللہ بن مسعود [نیز دیکھئے مشکوٰۃ، باب حفظ اللسان والعبیۃ و
النفس ص ۳۳] [فصل اصح المطابع رشیدیہ دہلی: ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوٰۃ شریف ج ۳ ص ۷۹۷، حدیث: ۳۸۱ [ت: رمضان بن احمد بن
عمر بن عوف ۳۲۳ھ] [نور]

[پان پتی]

یہ مسلمان کالی دنیا سے قتل کرنا یعنی لڑنا اور جنگ کرنا کفر ہے۔

من دعا رجلاً بالكفر أو قال عدو الله وليس كذلك إلا حار عليه الحديث (۱)
اگر کوئی کسی کو کافر کہے یا اللہ کا دشمن کہے اور حدیث وہ ایمان نہ ہو
یہ گالی خود کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گی۔ (ت: نور)

اور دوسری حدیث بخاری کی ہے، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:
سباب المسلم فسوق. الحديث (۲)
مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

پس ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہو گیا، کہ جو کوئی کسی مسلمان کو برا کہے وہ فاسق ہے، اور اگر کافر کہے تو وہ اس
قابل پر لوٹ آتا ہے، پس بحکم شرع یہ مکفر فاسق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(مجموعہ کلاں ص ۳۰)

(۲۲) دنیاوی معاملات کی وجہ سے، کسی عالم کو برا کہنا؟ سوال: میان عالمی و عامی در امر
دنیاوی تکرار شدہ بود، عامی تعدی کردہ گفت، کہ تو عالم نیست، بل خراست و خنزیر است، و دشنامہائے تالائق از روئے استحقاق و ستم
داد، پس دریں صورت عامی مذکور مرتد خواہد شد، یا نہ؟
(مجموعہ کلاں ص ۱۵۵)

ترجمہ سوال: ایک عالم اور ایک عامی کے درمیان، ایک دنیاوی معاملہ میں کچھ جھگڑا ہو گیا تھا، عامی شخص نے
زیادتی کرتے ہوئے کہا، تو عالم نہیں ہے بلکہ گدھا ہے اور سورا ہے، اور بری گالیاں حقارت اور استہزاء کے طور پر دیں۔ اس
صورت میں یہ عامی، مرتد ہو یا نہیں؟

جواب: ہر کہ عالم را در امر دنیاوی دشنام دہد فاسق است، مرتد و کافر نمی گردد۔ و در احادیث است کہ صحابہ را بہ ہم در امر
دنیاوی مخالفت می شد، و یکے دیگر را بوجہ بشریت سب می کرد، کسے براں حکم کفر نہ دادہ۔ علی ہذا حال دیگران باید شناخت۔

واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(مجموعہ کلاں ص ۱۶)

ترجمہ جواب: جو شخص کہ کسی عالم کو دنیا کے کسی معاملہ میں گالی دے وہ فاسق ہے، مرتد اور کافر نہیں ہوتا۔
احادیث میں ہے کہ حضرات صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں دنیاوی معاملات میں مخالفت ہو جاتی تھی اور بشریت کی
وجہ سے (کبھی کبھار) ایک دوسرے کو برا بھلا کہہ دیتے تھے، مگر کسی نے بھی (معاذ اللہ) ان کے کفر کا حکم نہیں دیا، اسی کے
مطابق دوسروں کے حال کو پہچاننا چاہئے۔ واللہ اعلم
(ت: نور)

(۱) متفق علیہ صحیح بخاری، ج: ۳، جز: ۸، ص: ۱۳۰ رقم الحديث: ۶۰۳۴ کتاب الادب باب ما ینبی عن السباب [مکتبہ الربیع
الحديث: ۱۳۰۴] نیز بخاری شریف باب مذکور ج: ۲ ص: ۸۹۳ رقم الحديث: ۵۸۰۹ نیز لا حدیث مشکوٰۃ المصابیح باب حفظ اللسان
والعین والشم واللعن، الفصل الاول ص: ۳۱۱ [نفل اصح المطابع رشیدیہ دہلی: ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوٰۃ شریف باب مذکور ج: ۲
ص: ۷۷۷ الحديث: ۳۸۱۷ ت: رمضان بن احمد بن علی ال عوف ۱۳۲۳ھ (نور)

(۲) اس کی تائید بھی گذری۔ نیز صحیح بخاری کتاب الادب باب ما ینبی عن السباب واللعن، رقم الحديث: ۶۰۳۴، حوالہ بالا، و نیز بخاری شریف
کتاب اللعن، باب لول النبی ﷺ لا ترجعوا بعدی کلوا یضرب بعضکم رقاب بعض، الخ ج: ۳ ص: ۹۲ رقم الحديث: ۷۰۷۹ [مکتبہ الربیع
الحديث: ۱۳۰۳] نیز بخاری شریف باب مذکور ج: ۲ ص: ۱۰۳۸ رقم: ۶۷۹۷ (پان پتی)

(۲۲) منجریوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ سوال: [جو] لوگ عقائد اہل منجری کے خرافات افلاک فرشتگان وغیرہ کے قائل نہیں، ان کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب: قوم منجری کافر ہیں، کہ منکر قطعیات کے ہیں، ان کی امامت ہرگز درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی مفتی عند (مہر)
(مجموعہ کلاں ص ۲۳۵-۲۳۶)

(۲۳) یزید کو کافر کہنا کیسا ہے؟ سوال: یزید کافر ہے یا نہیں اور اس نے بہن کا بھائی سے نکاح کیا؟ اور مسجد نبوی میں گھوڑے باندھے اور خانہ کعبہ کا جھول [خلاف] اچھونکنا اور شراب خواری پھیلانی کی ہے، یا نہیں؟ اور اسی طرح سب جاحلان حسین رضی اللہ عنہ کافر ہیں، یا فاسق؟

جواب: یزید کو کافر کہنا نہیں چاہئے، اور یہ افعال اس نے اگر کئے تو فاسق ہوا، اور یہ کہ اس کو وہ حلال جانتا تھا، اسی طرح ثابت ہو، دل کی بات ہے۔ اب مسلمان زنا کرتے ہیں، ان کو کافر نہیں کہہ سکتے، دل کی خبر نہیں، حالانکہ زنا کا مستحل کافر ہے، پھر یہ دیکھیں کہاں سے تحقیق کسی کو ہوگئی، علی ہذا، قتل حسینؑ فسق ہے، مستحل کافر ہے، اور نیت قاتلین کی معلوم نہیں، پس کافر کہنا نہیں چاہئے، زبان کو کفر سے روکنا بہتر ہے، اگرچہ کافر کہنا گناہ بھی نہیں، بسبب ظاہر حال قاتلین کے۔

(بدست خاص ص ۲۰)

(۲۵) مروان بن الحکم کے متعلق چند سوالات: سوال: مروان کافر تھا یا مسلمان؟ اور اس کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر سے سرفرنگ نکال دیا تھا یا نہیں، اور بعد نکال دینے کے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت میں اس کو بلایا یا نہیں، اور اگر بلایا تو کیا وجہ تھی، اور نکالا تھا تو کیا وجہ تھی، یا یہ سب خلاف [غلط] ہے؟
جواب: مروان مسلمان تھا، اس کو آپ نے نہیں نکالا، اس کے باپ کو نکالا تھا اور مروان اس وقت صغیر تھا، مگر آخری عمر میں بلانے کی اجازت فرمادی تھی، لہذا حضرت عثمان نے بلایا تھا۔ (۱)

(بدست خاص ص ۱۹)

(۱) چونکہ مروان اس وقت صغیر تھا اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ اور اسباب میں حکم بن ابی العاص (مروان کے والد) کے تہ کہ وہ میں ہے، کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم کو مدینہ بلایا تو لوگوں نے اعتراض کیا تو حضرت عثمان نے جواب دیا کہ میں نے اس کو مدینہ واپس لانے کی نیی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت طلب کی تھی اور میں نے اس معاملہ میں سفارش کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو اس کو واپس لانے کا وعدہ کیا تھا۔ (اسباب ص ۳۳۳ طبع دارالافتاء دارالحدیث)

[پان پوری]

(۲۶) اہل عرب کے جو اقوال خلاف شریعت ہوں، وہ مردود ہیں: سوال: اہل عرب کی

مردود بدعتی ہیں، ان کے فتاویٰ و اقوال ہمارے واسطے سند اور حجت نہیں ہو سکتے۔ فقط

جواب: اہل عرب کا قول و فعل جو خلاف شرع ہو وہ البتہ بدعت و برا ہے، اگرچہ علماء ہی کیوں نہ ہوں مگر سب عرب کو بدعتی اور برا کہنا زیوں ہے۔ عرب سے محبت کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ بقولہ: احبوا العرب الخ (۱) پس یک نکتہ سب عرب کو برا کہنا برا ہے۔ ہاں ان کے بدعتی برے ہیں اور ان کا عمل خلاف شرع مردود ہے اور ان کے قول و فعل کی حجت نہیں، حجت دین میں قرآن و حدیث و فقہ کی ہے اور بس۔

الحاصل! یہ جو لکھا گیا عقیدہ اہل سنت کا ہے، اس کے موافق جو کچھ وہ قبیح سنت ہے، اس سے ملنا اور اس کا وہی سننا لازم ہے اور جو خلاف اس کے کہے، وہ قابل التفات نہیں۔ اور قلیل فرق کہ مال دونوں کلام کا ایک ہی ہو جائے، وہ فرق نہیں ہوتا، اور افراط و تفریط خوب نہیں، دین میں میانہ روی موافق حدیث کے لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی۔ فقط
(چند یا نونی ۹۸، ۹۹)

(۱) احبوا العرب لکلاط: لائی عربی و القرآن عربی، و کلام اہل الجنة عربی یعنی عربوں سے تمیں وجہ سے محبت کرو۔ پہلی وجہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں، دوسری وجہ: قرآن پاک عربی میں ہے، تیسری وجہ: جنتیوں کی زبان عربی ہوگی یہ حدیث حاکم نے متعدد سندوں سے حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے (۴/۸۷)، دار المعرفۃ بیروت۔ کتب عرب سے متعلق بعض سندوں پر حاکم نے صحیح کا نشان دیا ہے، لیکن دوسرے بعض حدیثوں کے حدیث کو انتہائی درجہ ضعیف قرار دیا ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ کتب عرب سے متعلق احادیث سند کے اعتبار سے چاہے فردا فردا ہو کر ضعیف ہوں، مگر مجموعی حیثیت سے حسن ہو کر قابل استدلال ہیں۔

صاحب تنزیہہ الشریعہ فرماتے ہیں: فالحدیث ضعیف لاصحیح و لاموضوع۔ وقال: ان الحدیث أخرجه من هذا الطريق البیهقی فی الشعب والحاکم فی المستدرک [ص: ۸۷ ج: ۳] و صححہ ولہ شاهد من حدیث ابی ہریرۃ: انا عربی و القرآن عربی و لسان اہل الجنة عربی أخرجه الطبرانی فی الاوسط، وفيہ الشیل بن العلاء بن عبد الرحمن لہ مناکبر، وقال الحافظ المعرفی محجة القرب حدیث ابی ہریرۃ أصح من حدیث ابن عباس، و شیل بن العلاء احتج بہ ابن حبان فی صحیحہ تدریج الشریعۃ المرفوعۃ ص: ۳۰، ۳۱ ج: ۲ [دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۰۱ھ] [نور]

وقد وردت اخبار کثیرۃ فی حب العرب، بصیر الحدیث بمجموعہا حسنا۔ کشف الخفاء و مزیل الالباس۔ للعجلونی (۵۳/۱) دار احیاء التراث العربی، بیروت: ۱۳۰۱ھ۔ اس کی نہایت مفصل و محقق جامع بحث کے لئے دیکھئے سنوادر الفقہاء مجملہ اقادات و مکتوبات حضرت الاستاذ حضرت مولانا محمد یونس صاحب دام ظلہ العالی (مرتبہ مولانا محمد زید مظاہری ص: ۳۳۳ و ما بعد) (تکمیل: ۱۳۳۲ھ)

شیعیت

(۲۷) ہندوستان کے شیعوں کا کافر ہونا رائج ہے: سوال: رافضی یعنی شیعہ کافر ہیں، یا فاسق؟
جواب: اس میں اختلاف ہے، رائج بندہ کے نزدیک، کفر یہاں کے روافض کا ہے۔

(مجموعہ کلاں ص ۲۰)

نوٹ: شیعوں کے کفر ایک اور نکتہ مفصل اور واضح فتویٰ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ (نور)

(۲۸) فضیلت شیخین کا منکر رافضی ہے: سوال: چہ می فرمایند علمائے دین: در حق مردے کہ خود را

شہول باہل سنت و جماعت سازد، و برخلاف اہل سنت و الجماعت در عقیدہ خود، فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ بر اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت صدیق اکبر و عمر فاروق و عثمان غنی، رضی اللہ عنہم اجمعین داند، و گوید کہ ایں ہر سہ اصحاب از مرہ ولایت و اہل بیت خارج اند۔ و در شان حضرت علی رضی اللہ عنہ: "لحمک لحمی و دمک دمی" است۔ و ولی وصی نبی خاتم الاولایت و زوج بت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم۔ ازیں جہت فضیلت حضرت علی مرتضیٰ براو، درجہ اول بہترین صحابہ است۔

و نیز ایں کلام مخالف شرع و اجماع امت متوجہ شود، کہ روزے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بخدمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شکایت غصہ و غضب حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کردند..... (۱) عتقا بفرمود کہ اے فاطمہ چہ می گوئی، اگر علی ترا، در اں حالت غیبت و جلالت طلاق دادند، مشکل واقع گردیدے۔ پس در حق گوئندہ ایں کلام و منکر خلافت شیخین عظام، شرعاً چہ حکم است، بیان فرمایند سند کتاب، رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس شخص کے بارے میں: جو خود کو اہل سنت و جماعت میں شمار کرتا ہے اور اہل سنت و الجماعت کے خلاف اپنا عقیدہ، حضرت علیؑ کی اصحاب ثلاثہ حضرت صدیق اکبر، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت جانتا ہے، اور کہتا ہے کہ یہ تینوں حضرات زمرہ ولایت اور اہل بیت سے خارج ہیں۔ حضرت علیؑ کی شان میں "تمہارا گوشت میرا گوشت ہے اور تمہارا خون میرا خون ہے" آیا ہے۔ حضرت علیؑ رسول اللہ ﷺ کے ولی، وصی، خاتم الاولایت اور بنت رسولؐ کے شوہر ہیں اس وجہ سے حضرت علیؑ کی ان پر فضیلت ہے، وہ بہترین صحابہ میں اول درجہ پر ہیں۔

نیز شریعت اور اجماع امت کے خلاف یہ بھی کہتا ہے، کہ ایک دن حضرت فاطمہؑ نے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، حضرت علیؑ کے غصہ اور ناگواری کی شکایت فرمائی۔

(۱) یہاں چند کلمات پڑھے نہیں گئے۔

[نور]

حضرت رسول اکرم ﷺ نے ناپسندیدگی کے ساتھ فرمایا: اے فاطمہ! کیا کہتی ہو، اگر علیؑ نے تمہیں اس فصد کی حالت میں طلاق دیدی، تو مشکل پڑ جائے گی۔ پس اس کلام کے کہنے والے اور منکر خلافت شیخینؑ عظام کے متعلق، شرعاً کیا حکم ہے۔ بیان فرمائیں، کتاب کے حوالے کے ساتھ (ت: نور)

جواب: کسے چنیں عقیدہ فاسد دارد، رافضی است، اگر دعویٰ شمول اہل سنت کند۔ چہ اگر تفصیل شیخین رضی اللہ عنہما متفق علیہ جمہور ائمہ اہل سنت است، کہ کسے معتبرے را در اہل خلاف نیست، و ہمچنان افضلیت عثمان رضی اللہ عنہ متفق علیہ جمہور ائمہ و اہل سنت است۔ نووی در شرح مسلم گوید:

اتفق اهل السنة على أن أفضلهم أبو بكر ثم عمر. قال جمهورهم ثم عثمان ثم علي، وقال أبو منصور البغدادي: أصحابنا مجمعون على أن أفضلهم الخلفاء الأربعة على الترتيب المذكور (انتهی) (۱)

(ترجمہ) جواب: جو شخص ایسا فاسد عقیدہ رکھے وہ رافضی ہے، اگرچہ اہل سنت میں شامل ہونے کا دعویٰ کرے۔ کیونکہ تفصیل شیخین تمام ائمہ اہل سنت کا متفق علیہ عقیدہ ہے، ایسا کہ کسی بھی معتبر عالم کو اس سے اختلاف نہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: تمام اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرات صحابہ میں سب سے افضل ابو بکر ہیں، پھر عمر (رضی اللہ عنہما) اور ابو منصور بغدادی نے فرمایا: ہمارے اصحاب اسی پر متفق ہیں، کہ چاروں خلفائے راشدین کی فضیلت، ان کی ترتیب خلافت کے مطابق ہے۔

و در فقہ اکبر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ، می فرماید:

أفضل الناس بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم، أبو بكر الصديق ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علي بن أبي طالب رضي الله عنهم اجمعين (۲) انتہی

(ترجمہ) اور فقہ اکبر میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں، پھر عمر بن الخطاب، پھر عثمان بن عفان، پھر علی بن ابی طالب، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۱) نووی شرح مسلم ص ۲۷۲ ج ۲ (باب فضائل الصحابة) بحذف و اختصار (مطبع مجتہدی، دہلی ۱۳۱۹ھ) (نور)

(۲) فقہ اکبر مع شرح داہلی قاری ص ۳۰۷-۳۰۸ مطبوعہ مطبعہ خلی دہلی ۱۳۱۹ھ۔ نیز شرح فقہ اکبر از امام بن محمد مقبیل دہلی ص ۲۵۔ نیز شرح فقہ اکبر ابو منصور محمد بن ابی حنیفہ ص ۱۳۹۔ (مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۲۱ھ) (نور)

وہمیں رادرجہ ولایت می گویند: المراد بالافضلية كثرة الثواب. انتہی (۱)

ترجمہ: اسی طرح شرح عقائد میں اور شرح مقاصد وغیرہ سب کتابوں میں مذکور ہے، اور افضلیت سے مراد کثرت ثواب اور حق تعالیٰ کے یہاں تقرب اور مرتبہ ہے اور اسی کو ولایت کہتے ہیں۔

پس خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم در زمرہ ولایت و تقرب داخل اند، و از حضرت امیر رضی اللہ عنہ سابق اند، ہر کہ آں حضرات را از زمرہ ولایت خارج داند، قطعاً شیعہ ورافضی است۔ و از معنی ولایت..... ولحمک لحمی کہ روافض دلیل رفضیت تراشیدہ اند، از جہل ایشاں است۔ اگر ایں معنی مراد دارند کہ لحم و دم، حضرت امیر رضی اللہ عنہ ہمون لحم و دم فخر عالم علیہ السلام است، کہ وحدت ثابت گردد، پس ایں عین حماقت آں فرقہ ضالہ است۔ اگر علی رضی اللہ عنہ چو پیغمبر علیہ السلام واحد بودند، چگونه با فاطمہ رضی اللہ عنہا نکاح علی رضی اللہ عنہ درست شود، کہ بچناں کہ آں پاک دیں، دختر پیغمبر علیہ السلام، دختر علی رضی اللہ عنہم خواہد گشت۔ و اگر مراد مجاز ایں باشد، کہ مایان از یک حد در نسب شریک ہستند، پس از ایں چہ فضیلت می خیزد، دریں معنی عباس رضی اللہ عنہ و صد ہا برابر داخل اند، و ایں فضل جزوی است کہ کسے را از ایں کار نیست، و کلام در تقرب الہی و کثرت ثواب است، و علی ہذا زوج فاطمہ بودن را باید فہمید، و وصی بودن حضرت ایشاں خود عقیدہ روافض است، کہ بیچ حجت بر ثبوت آں نیست۔ عقیدہ و ہمایا ہم خلاف سنت [و] جماعت است۔

و آں چہ روایت طلاق فاطمہ رضی اللہ عنہا از جناب حضرت علی رضی اللہ عنہ نقل کردہ، کذبے است صریح و افتراء قبیح (لعنة الله على واضعه) کہ روافض وضع کردہ اند، و بنا آں بر ہمون وحدت جناب فخر عالم علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہست، و جوابش شنیدی! ورنہ کدام عاقل چنین کلام بے ہودہ می تو اں گفت، کہ زوجہ کسے را دیگرے طلاق دہد، (۲) کہ خلاف عقل و فہم است، و بیچ کتاب اہل سنت ایں کلام حماقت را نقل نکرده۔

ترجمہ: افضلیت سے مراد کثرت ثواب ہے، پس تینوں خلفائے رضی اللہ تعالیٰ عنہم زمرہ ولایت و تقرب میں داخل ہیں اور حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) سے بڑھے ہوئے ہیں، جو شخص بھی ان حضرات کو زمرہ ولایت

(۱) اصل تحریر میں ای طرح لکھا ہے جو تفتازانی کی عبارت کا حاصل ہے، مکمل اقتباس یہ ہے: والسلف كانوا متوقفين في تفضيل عثمان، حيث جعلوا من علامات السنة والجماعة تفضيل الشيخين ومحبة الختین، والانصاف انه ان ارید بالافضلية كثرة الثواب! فلتوقف جهة وان ارید كثرة ما بعد ذلک القول من الفضائل فلا انتہی۔

شرح عقائد تفتازانی ص ۱۰۸۔ (مطبوعہ مطبع قومیہ کراچی ۱۳۳۷ھ) [نور]

(۲) اصل میں ای طرح ہے، ای کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔ [نور]

سے باہر کچھ قطعاً مثبتی اور رافضی ہے، اور معنی ولایت لحد تک لحد تک جس سے کہ رافضیوں نے دیکھا ہے۔
دلیل بڑا ہی ہے، یہ ان کے جمل کی وجہ سے ہے۔

اگر وہ یہ معنی سمجھتے ہیں کہ حضرت امیر کا خون اور گوشت، یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لحم اور گوشت ہے، یہ
سے کہ کمال وحدت ثابت ہو جائے، پس یہ اس فرقہ کی جین گمراہی ہے۔ اگر علی حضرت و ظہیر علیہ السلام کے رفیق
جسد واحد کی طرح تھے تو حضرت فاطمہ علیہا السلام کی مرضی سے نکاح کس طرح صحیح ہو گا، اس لئے کہ وہ پاک و
(بھوکہ گوشت رسول علیہ السلام) دختر ظہیر علیہ السلام، علی کی بیٹی ہو جائیں گی، اور اگر اس سے مجازاً یہ مراد ہو کہ
(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی) ایک جہ تک نسب میں شریک ہیں، تو اس سے کیا فضیلت لازماً
ہے، اس طرح سے اس فضیلت میں حضرت عباس اور بیٹنگڑوں کا شہین داخل ہیں، اور یہ فضیلت تہذیبی ہے
جس سے کسی کو کچھ کمزوری نہیں۔ گفتگو اقرب رہا باہمی اور کثرت ثواب میں ہے، اور اسی طرح حضرت فاطمہ
شہر ہونے کی بات کو کھٹا پائے اور حضرت کا وہی ہونا، یہ بھی رافضیوں کا عقیدہ ہے، جس کے ثبوت ہرگز
دلیل نہیں ہے، وصیت کا عقیدہ بھی اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے۔

اور جو حضرت علی فاطمہ و طاہرہ دینے کے متعلق روایت نقل کرتے ہیں، وہ کھلا جھوٹ اور ناپاک اثر ہے، ان
حقانی اس گمراہی والے پر اعتراض فرمائے، اس کو شیعوں نے گمراہ ہے، اور اس کی بنیاد حضرت رسول اکرم صلی
حضرت علی سے یکسانیت اور ایک ذات ہونے پر ہے، اور اس کا جواب تم سن چکے، اور نہ کون ذاتی ہوشیاری عقائد
بات کرتے جا، کہ کسی شخص کی بیوی کو دوسرا طلاق دے، جو عقل اور سمجھ کے خلاف ہے، اہل سنت کی کسی کتاب نے
اس بیوقوفی کی بات کو نقل نہیں کیا۔

الحاصل اس شخص کہ جتنی عقائد دارالارباب رافضی است و فاسق و..... ہرگز ہرگز اہل سنت و جماعت
نہیں، اس پر عقیدہ اہل سنت علماء و اہل طریقت اولیاء و ائمہ و مرتبہ ولایت و تقرب الی اللہ و خلقہ و علی
افضل و اقدم و اشد و جس۔ واللہ اعلم
رشید احمد گنگوہی۔

نور محمد: خلاصہ یہ ہے کہ یہ شخص جو اس عقیدہ رکھتا ہے شیعوں کے ہرگز ہرگز اہل سنت نہیں ہے۔ جو کہ عقیدہ اہل
سنت علماء و اہل طریقت اولیاء و ائمہ رکھتے ہیں، وہ عقیدہ خلفائے راشدین کو ولایت اور تقرب الی اللہ میں انھیں
سب سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

(۲۹) حضرات شیخین کی حضرت علیؑ پر فضیلت، قطعی ہے یا غلطی؟

سوال : مجھے تفصیل شیخین کی غلطی کی باتوں میں صاحب مواقف و شرح مواقف مولانا محمد امجد علی دہلوی نے بیان کیا ہے۔ اس کا یہ دو آں شخص قائل غلطیت اور خدا اور انفس و نفسانیات میں شامل ہو سکتا ہے یا نہ ہو سکتا ہے؟

ترجمہ : ایک شخص حضرات شیخین کی حضرت علیؑ پر فضیلت کو بڑی بڑی جہت سے موقوف اور شرح مواقف کے مصنف اور شرح مواقف کے مصنف اور علامہ محمد امجد علی دہلوی نے بیان کیا ہے۔ یہ بزرگ اور وہ شخص جو حق کو نہ کہ قائل ہے، وہ شخص اس کی جماعت میں شامل ہیں یا نہیں اور جو شخص اس کو شیعوں کی فضیلت کہا ہے اس کا حکم کیا ہے؟ (ت: نور)

جواب : فضیلت حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی حضرت امیر المومنین پر قطعی ہے، علیؑ التحقیر اثناء ولی اللہ صاحب ازادۃ الخلاء میں فرماتے ہیں کہ:

مسئلہ فضیلت شیخین و دولت اسلام قطعی است، و انہما قطعاً حاصل شدہ و دہشہ کے بعد طرق حدیث و آں اس مسئلہ متواتر یا معنی شود، مانند حکایت حاتم و شجاعت رستم، دیگر حروف قرآن، مزیا کہ خبر واحد بسبب حروف قرآن بسبب یقین فی رسول اللہ (۱)

ترجمہ : حضرات شیخین (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کے فضل امت ہونے کا مسئلہ سب اسلام میں قطعی ہے کہ یہاں دہشہ سے قطعیت حاصل ہوئی ہے، ایک حدیث شریف کے بعد طرق سے جس کے نتیجہ میں مسئلہ (فضیلت شیخین) متواتر یا معنی ہو جائے گا۔ جیسے حاتم کی حکایت اور رستم کی بہادری۔ دوسرے اس حدیث کا نام قرآن کا جامع ہونا ہے، اس لئے کہ خبر واحد مختلف بالقرآن یقین کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے۔ (ت: نور)

مگر یہ ہم جو شخص اس قطعییت کو غلطی کہے، اس کو شیعوں اور تفضیلی کہنا نہیں چاہتا، کیوں کہ بعض علماء نے اس کو غلطی بھی کہا ہے۔ لہذا حق شرع مسلم میں فرماتے ہیں:

اتصلت العلماء فی ان الفضیل المذکور قطعیاً ام لا؟ و من قال بالقطع، ابو الحسن الاشعری، قال: و ہم فی الفضل علی نوابہم فی الإمامۃ و من قال بالحدیث اجتہادی، ابو بکر الباقلائی (۲)

(۱) ازادۃ الخلاء (مکتبہ کبیری) ص ۳۰۰ ج ۱ (۲) ابن عساکر (مکتبہ کبیری) ص ۳۰۰ ج ۱ (۳) ابن عساکر (مکتبہ کبیری) ص ۳۰۰ ج ۱ (۴) ابن عساکر (مکتبہ کبیری) ص ۳۰۰ ج ۱ (۵) ابن عساکر (مکتبہ کبیری) ص ۳۰۰ ج ۱ (۶) ابن عساکر (مکتبہ کبیری) ص ۳۰۰ ج ۱ (۷) ابن عساکر (مکتبہ کبیری) ص ۳۰۰ ج ۱ (۸) ابن عساکر (مکتبہ کبیری) ص ۳۰۰ ج ۱ (۹) ابن عساکر (مکتبہ کبیری) ص ۳۰۰ ج ۱ (۱۰) ابن عساکر (مکتبہ کبیری) ص ۳۰۰ ج ۱

ہیں اور دعوت کی جانب جو کہ مقام نبوت کے مناسب ہے، حضرت موسیٰ صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم سے پہلے سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں طرف (ولایت و دعوت) کے لحاظ سے، حضرت نوح صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں، اور حضرت امیر (علی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں طرف (ولایت و دعوت) میں حضرت عیسیٰ صلوٰۃ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں، اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور اس کے کلمہ ہیں، اس لئے لازمی طور پر نبوت کی جانب، بہ نسبت ولایت کی جانب کے ان میں غالب ہے، اور حضرت امیر میں بھی اسی مناسبت کی وجہ سے ولایت کی جہت غالب ہے۔ (۱)

فیروز پور میں مکتوب فرمودہ اند:

”اے برادر! حضرت امیر، چونکہ حامل بار ولایت محمدی اند، علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و اُختیہ! تربیت مقام اقطاب و ابدال اور اوتاد کہ از اولیاء عزالت اند، و جانب کمالات ولایت در ایشان غالب است، مغضوب بامداد و اعانت آل حضرت است۔ بر قطب الاقطاب کہ قطب مدار است، زیر قدم او است، قطب مدار بہ حمایت و رعایت او ہم خود را سرانجام می نماید، و از عہدہ مداریت می بر آید۔ حضرت فاطمہ و امامین نیز دریں مقام با حضرت امیر رضی اللہ عنہم شریک اند، انتہی“ (۲)

ترجمہ: اے بھائی! چونکہ حضرت امیر (علی) بار ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و اُختیہ کے حامل ہیں، اس لئے اقطاب، ابدال اور اوتاد کے مقام کی تربیت، جو اولیاء عزالت میں سے ہیں اور کمالات ولایت کی جانب، ان میں غالب ہے۔ ان کی تربیت حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اعانت و امداد کے سپرد ہے۔ قطب الاقطاب، یعنی قطب مدار کائنات حضرت امیر کے زیر قدم ہے، قطب مدار، انہی کی حمایت اور رعایت سے اپنی مہم سرانجام دیتا ہے اور مداریت سے عہدہ برآ ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ اور امامین (حضرات حسن و حسین) بھی اس مقام میں حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شریک ہیں۔ (۳)

قاضی شاہ اللہ صاحب در تفسیر مظہری ارشادی فرماید، بحوالہ شیخ مجد و صاحب تحت آیت:

[۱] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی از مولا: ۵، سید زوار حسین شاہ صاحب، حصہ دوم ص ۱۸۱۔ دفتر اول مکتوب: ۲۵۱ [ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۱ء]
[۲] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی۔ مرتبہ مولانا نور احمد امرتسری ص ۵۶۔ ۵۷ حصہ چہارم [عکس نسخہ امرتسر۔ مکتبہ القدس، کوئٹہ]
[۳] مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی از مولا: ۵، سید زوار حسین شاہ صاحب، حصہ دوم ص ۱۸۱، دفتر اول مکتوب: ۲۵۱۔ [ادارہ مجددیہ، کراچی ۱۹۹۱ء]

”وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ“ [قلت]: أشار النبی صلی اللہ علیہ وسلم
إلى أهل البيت، لأنهم أقطاب الإرشاد في الولايات، أولهم على رضى الله عنه ثم أبناؤه
إلى الحسن العسكري، وآخرهم غوث الثقلين محي الدين عبد القادر لجبلی رضى الله
عنهم أجمعين. لا يصل أحد من الأولين و الآخرين الى درجة الولاية إلا بتوسطهم. كذا
قال المجدد رضى الله عنه. (۱)

ونیز پنجین شاہ عبد العزیز صاحب در تحفہ اثنا عشریہ فرمودہ اند:

ولہذا محققین صوفیاء نوشتہ اند، کہ شیخین حامل کمالات نبوت بودند، وحضرت امیر حامل کمالات ولایت، ولہذا کار
انبیاء کہ جہاد با کفار وترویج احکام شریعت، واصلاح امور ملت است، از شیخین رضى الله عنہما خوبتر سرانجام یافت،
وکار اولیا از تعلیم طریقت وارشاد باحوال ومقامات سالکین، وتنبیہ بر غوائل نفس وترغیب بزہد در دنیا، از حضرت امیر
بیشتر مروی گشت۔

وعقلی است کہ استدلال بر ملکات نفسانیہ، بصدد ورافعال مختصہ بآں ملکات می توان کرد، مثلاً اگر شخصے در معرکہ ثبات
می کند، ودر مقابلہ اقران وصنعت سیف وسان کار از پیش می برد، دلیل صریح بر شجاعت نفسانیہ اوست، بلکہ حب
وبغض خوف ورجاء، ودیگر امور باطنہ از ہمیں راہ افعال ومعاملات معلوم توان کرد۔
بر ہمیں قیاس امتیاز در کمالات باطنیہ شخص، کہ آیا از قسم کمال انبیاء است، یا از جنس کمال اولیاء، بخارجیہ بودن او در
یکے از این دو کارخانہ عمدہ حاصل می شود۔ (۲)

نظر بریں ایں اکابر واتباع ایشان را شیعہ وفاسق وتفصیلیہ پنداشتند جائز است یا نہ، وشخصے کہ ایشان را فاسق
گوید، ویرا حکم چیست؟ فقط

ترجمہ: اس لئے محقق صوفیاء نے لکھا ہے کہ شیخین [رضی اللہ عنہما] کمالات نبوت کے حامل تھے اور حضرت
امیر [علی کرم اللہ وجہہ] کمالات ولایت کے۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کے کام، جو جہاد کافروں کے ساتھ اور
احکامات شریعت کی تبلیغ وترویج اور ملت کے معاملات کی اصلاح ہے، حضرت شیخین سے بہت اعلیٰ درجہ میں
سرانجام ہوئے، اور اولیاء کا کام تعلیم طریقت وارشاد، سالکین کے حالات ومقامات کے مطابق، نفس کے رذائل اور

(۱) تفسیر مظہری ص ۱۰۳ ج ۲ (مجلس اشاعت العلوم، جید برقی پریس، دہلی، پاکستان) اور تفسیر آیت آل عمران ۱۰۱۔ (نور)

(۲) تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم الامامت (بذیل تمہیدہ کلام و تقریر مرآۃ، منہ بحث الامامۃ سے پہلے ص ۳۳۹ [مطبوعہ شریعت پبلشرز، لاہور ۱۳۹۵ھ])

نہایت کارخان پر اطلاع اور ان کا علاج یہ اور ادنیٰ سے بے تعلقی کی باتیں، مگر حضرت امیر اعلیٰ کرم اللہ وجہہ اسے روکتے ہوئے ہیں۔

اور یہ بات سمجھیں آئے دلی ہے کہ نفسانی کیفیتوں، اصلاحیتوں پر استدلال، ان خاص کیفیتوں کے صادر و مظاهر ہونے سے ہی ہو سکتا ہے۔ جیسے اگر کوئی شخص لڑائی میں ثابت قدم رہے اور اپنے دشمنوں اور مخالفین کے حمل اور مزاحمت کی وجہ سے آگ اور آوازِ حال کو استعمال کرے تو یہ بات صاف طور پر اس کی جسمانی بہادری کی دلیل ہے، بلکہ محبت و عزت و اور امید اور دوسرے اخلاقی معاملے ہی طریقہ سے معلوم کئے جاسکتے ہیں۔

اسی قیاس اور طریقہ سے باطنی کمالات کو پہچانا جاسکتا ہے کہ اس شخص کے کمالات باطنی انبیاء عظیم اسلام کے کمالات کا اثر ہیں یا کمالات اولیاء کی قسم سے ہیں۔ اور ان سے صادر ہونے والے دونوں کمالات، ان میں سے کسی ایک طریقہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان بزرگوں اور ان کے ماننے والوں پر نظر کرتے ہوئے، شیعوں کو فاسق اور تقضیل سمجھنا چاہئے، یا انہیں مہجور جو شخص کہ ان کو فاسق کہے اس کا کیا حکم ہے؟ [ت۔ نور]

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ کو، باب ولایت میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے، ہاں جو افضل کہنا کا کلمہ فرق میں حاصل اولیاء، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مربوط ہیں، اور ہزار اولیاء حضرت علی سے متصل اور فضیلاب ہیں، خدا انہیں کہ فضیلات جزئیہ ہے اور فضیلات جزئیہ مخالف فضیلات کلیہ کی نہیں ہوتی، اور یہی معنی ہیں کلام حضرت مجتہد کے، جو اس سے نقل کیا۔

کیوں کہ ان حضرات نے مقامات اولیاء کے دو درجہ لکھے ہیں: ایک ولایت منفردی، کہ اس کو کمالات اولیاء سے تعبیر فرماتے ہیں اور عزائم مہدی اور نہ مقصود کے فرماتے ہیں، اور دوسرا جو باطنی و مقصود ولایت کہی، کہ اس کو کمالات انبیاء سے تعبیر فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بعض میں کمالات ولایت کمالات نبوت سے غالب ہوتے ہیں اور بعض میں نہیں۔

اس کے بعد کے مکتوب میں لکھتے ہیں، کہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) میں جو دوسرے ہیں، ان میں کمالات ولایت غالب ہیں، ان کمالات نبوت پر۔ لہذا حامل بار کمالات محمدیہ ہوئے اور اس کی تربیت ان کے سپرد ہوئی، اور شیخین میں سے کمالات ولایت سے کمالات نبوت غالب تھے، اس واسطے حامل بار کمالات نبوت و انہما سے۔ اور اسی مکتوب میں لکھتے ہیں کہ کمالات ولایت نہایت کمالات نبوت کا المصروع فی الطریق ہیں۔ پس اقطاب اور ابدال حضرت علی سے ممتاز کرتے ہیں، حضرات شیخین سے ان کا علاوہ نہیں، حضرات شیخین اعلیٰ درجہ کی تہذیب فرماتے ہیں، تو یہ فضیلات جزئیہ کو کلی کہاں نہیں مگر اس فضیلات جزئیہ سے حضرت علی شیخین پر افضل نہیں ہو سکتے، نہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ولایت حضرت علی شیخین سے غالب ہے، جیسا کہ اس میں لکھتا ہے۔

عموم روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ولایت شیخین کی ہی، ولایت حضرت علیؑ سے غالب ہے، جیسے کہ کمالات نبوت ان کے حضرت علیؑ سے غالب ہیں، اور بالفرض اگر کہیں کچھ ثبوت بھی ہووے، تاہم فضیلت جزئیہ ہے [جو] کہ قاصر نہیں، کیوں کہ مبادی کا غلبہ، مقاصد کے غلبہ کے مقابلہ قابل ترجیح کے نہیں ہو سکتا، اور حضرت مجدد و رحمۃ اللہ علیہ نے ہرگز یہ نہیں فرمایا، جو سائل سمجھے ہیں۔

الحاصل فضیلت کلیہ کمالات ولایت و کمالات نبوت میں، حضرات شیخین کو حضرت علیؑ پر جمع علیہ جمہور امت ہے، (۱) پس خلاف اس کے عقیدہ کرنا، شیعہ تفسیلی و خلاف امت کے عقیدہ کے ہے، اور یہ جو مفہوم مکتوب امام ربانی سے ہوا، وہی مقصد قاضی صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

وانا لراہی رحمۃ ربہ رشید احمد غفری عنہ لنگوئی۔

(مجموعہ مکاتیب ص ۱۳۱)

(۳۱) حضرت علیؑ کی تدفین سے متعلق ایک معروف روایت کی حقیقت: سوال: حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ کا، اپنے جنازہ کو صندوق میں رکھنے کو فرمانا، اور قبر میں دفن کرنے سے منع کرنا، اور یہ فرمانا کہ اونٹنی پر رکھ دیجو جہاں چاہے لے جاوے گی، صحیح ہے یا غلط؟

جواب: یہ قصہ غلط ہے (۲)، بعد انتقال دفن ہوئے۔

(۳۲) حضرات حسینؑ حضرت امیر معاویہؓ سے افضل ہیں: سوال: امامین افضل ہیں، یا امیر معاویہ رضی اللہ عنہم، یا برابر ہیں درجہ میں؟

جواب: حضرت حسنؑ و حضرت حسینؑ بہت افضل ہیں، حضرت معاویہؓ سے۔

(بدست خاص، سوال ۷۸)

(۳۳) حضرت حسینؑ نے یزید سے بیعت کیوں نہیں کی تھی؟ سوال: جب کہ امامت فاسق کی

بھی جائز ہے، تو حضرت حسینؑ نے کس سبب سے بیعت یزید کی نہیں کی تھی؟

جواب: احتیاط اور تقویٰ سے نہ کی تھی، اگرچہ جائز تھی۔ اپنی قوت پر آپ امام ہونا چاہتے تھے مگر نہ ہو سکا۔ فقط

(مجموعہ بدست خاص، ص ۳۹)

(۱) شرح فتاویٰ کمرش ہے: "والفضل الناس بعد النبیین ابو بکر الصدیق ثم عمر الفاروق" ص ۱۳۱ شرح ابو منصور محمد بن محمد السمرقندی۔ عکس نسخہ دائرۃ المعارف حیدرآباد۔ نیز ما ذلک "الفرقة العینیة" حضرت شاہ ولی اللہ ص ۲۰۳، (مطبوعہ تہذیبی، دہلی، ۱۳۱۵ھ) (نور)

(۲) امام مروج، حافظان کثیر فرماتے ہیں: ومن قال: انه حمل علی راحلته فذهبت بہ فلا بد من ذنب، فقد اخطأ وتکلف ما لا علم لہ بہ، ولا یسبغہ عقل ولا شعور (البدایہ والنہایہ ص ۳۲۹، دار الفکر بیروت)

حافظان کثیر نے اہل بدایہ والنہایہ میں حضرت علیؑ کے دفن پر خاصی گفتگو کی ہے۔ دفن کے متعلق کئی روایتیں نقل کی ہیں مگر دفن کی نسبت کوئی یقین نہیں کیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظان کثیر کی نظر میں ان تمام روایات و اطلاعات میں شک و شبہ کی گنجائش ہے۔ (ما ذلک ہو البدایہ والنہایہ ص ۳۲۹، دار الفکر بیروت) (نور)

مفت ایس ایف اے، کینیڈا کا مدرسہ

میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟

یہ سب مرقوم اصولات بھی نماز کی فضیلت بیان کرتا ہے اور نہ بھی اس کے لہان چاہوں کو سنا ہے۔ اور نہ بھی سو
نہاں شریعت اور انی طرح طرح کی وہ فرمایاں، جو ان کی وجہ سے نہایت عزت میں پیش آتی ہیں بیان کرتا ہے، بلکہ اس
نے ان میں جنت و جہنم تصور و حکمان کا ہمیشہ تذکرہ رہتا ہے اور یہ بھی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت لکھی ہوئی ہے کہ وہ
ہر ایک کو رحم کرے گا۔ پانچویں تو میں ایک ایسی قوم کو یاد کرتا ہوں جو ہمیشہ گناہ کرتی اور میں اسے بخش کر اپنی رحمت بکھاتا ہوں۔
اور اس سے فرمت پاتا ہے اور کسی ایسے عمل و مقام میں جاتا ہے، جہاں رافضی لوگ کثرت سے رہتے ہیں تو وہاں
نہایت میں کرتا ہے اور خوب آپ بھی رہتا ہو چکا ہے و مرقم کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے مذکور ہو رہتا ہے اور اس بخت
راہی کی بدولت کرتا ہے کہ جیسے کسی کا کوئی مر گیا ہو، اور اس شخص کی وجہ سے شیعوں کی عورتیں و سنیوں میں مل کر مرقم کرتی
ہیں اور سنیوں کی عورتیں بھی ان کو دیکھ کر یہی کہتی ہیں۔

حالانکہ علمائے سلف صالح نے جنت و جہنم تصور و رحمت و عذاب کا جو خوب و مذہب اس کے بغیر نہیں ہے، جیسے
اس کا ان میں نہیں ہے لکھا ہے اور مرقم کی برائیاں اپنی تصنیفوں میں خاص کر درجہ اولیٰ میں تحریر کی ہیں۔

دہم و نانی ہوتا ہے باب میں اپنی کتاب: "تہا فیہا الولد" میں تحریر فرماتے ہیں کہ اے خدا کا یہ اور وہ چاہے کہ لوگوں کو
اپنے عزت کی طرف بلاوے اور معصیت سے طاعت کی طرف اور جس سے طاعت کی طرف وغیرہ عبارت مذکور یہ ہے:

ان الواعظ ينبغي له ان يكون عزيمة و همته ان يدعو الناس من الدنيا الى الآخرة، ومن المعصية
إلى الطاعة، ومن الحرص إلى اللقاعة، ويحبب إليهم الآخرة، ويبغض عليهم الدنيا، ويعلمهم
العصاة والنهي، لأن الغالب في طاعتهم الزبغ عن منهج الشريعة، و تسعى فيما لا يرضى الله
تعالى، فيبقى في قلوبهم الرغاب ويخوفهم عما يستقبلهم من المخاوف لعل صفات باطنهم
تغير و معاملتهم تلتبدل، و يظهر منهم الحرص إلى الطاعة و الرجوع عن المعصية، وهذا
هو الطريق للواعظ. النصيحة للصحة، و كل واعظ لا يكون وعظه هكذا فهو عظه و بال على
السمع و الفاعل، بل قيل إنه شيطان في صورة الإنسان يخرج الخلق عن طريق الحق
و يضلهم، فيحب عليهم أن يفرّوا منه فرارهم من الأسد، لأن ما يفسده هذا الواعظ من دينهم
لا يستطيع أن يفسده بمثلته الشيطان، و من كان له يد و قدرة يجب عليه أن ينزله من
سائر المسلمين و يبعده عما باشره، لأنه من جملة الأمر بالمعروف و النهي عن المنكر.

جواب میں اس امر کی خوب تصریح فرمادیں کہ آیا یہ وعظ جائز ہے یا نہیں، اور مرتکب ایسے افعال کا شریعت میں

کیا حکم رکھتا ہے؟

جواب: یہ قصہ [حضرات] حسینؑ کا محض افتراء اور کذب محض ہے، کہیں اس کی اصل نہیں اور ایسی حکایات

واہمیدے معنی کرنے والا، خربے تیز ہے، اس کا ہرگز وعظ نہ سننا چاہئے، ایسا واعظ گمراہ کرنے والا ہے اور ایسا وعظ سننا بھی

حرام ہے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

ترجمہ: جو کوئی جھوٹ بولے مجھ پر جان کر، چاہئے کہ

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ

وہ ٹھکانہ کر لیوے اپنا آگ میں۔ (ت۔ن)

النار۔ (۱)

پس یہ کہانی واہمیدے، افتراء علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، ایسا واعظ فاسق گمراہ کنندہ ہے، اور اس کا وعظ سننا

کتابہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ: مہر: رشید احمد

حرام ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب صحیح اسماء احمد۔ مہر: سید محمد تقی، مہر: محمد منصف علی۔ مہر: پیر محمد خان۔ الجواب صحیح محمد حسن مدرس مدرسہ دیوبند۔

ابوالخیر احمد مصطفیٰ۔ اصاب الحیب ذوالفقار علی۔ الجواب صحیح، احمد نانوتوی۔ اصاب من اجاب، محمد محمود دیوبندی مدرس

مدرسہ دیوبند۔ الجواب صحیح، حبیب الرحمن دیوبندی، محمد رحم الہی۔ نور احمد سہارنپوری۔ محمد بیگی دیوبندی۔ عنایت الہی

سہارنپوری۔ الجواب حق، عبدالمومن۔ الجواب صحیح، احمد علی (۲)

(مجموعہ کتابیں ص: ۱۳۸-۱۳۹)

(۳۸) سر الشہادتین میں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں، ان کی کیا حیثیت ہے؟

سوال: شاہ عبدالعزیز در سر الشہادتین، چیز ہا از احادیث نقل فرمودہ، کہ قبل از دیدن او، آں ہمہ اخبار غلطی

نمودند۔ یعنی در یوم عاشورہ وقوع خلعت تاسہ روز، و برآدن دم از زبیر حجر بیت المقدس، و سماع نوحہ جن وغیرہ، و جواب سر

[حضرت] حسین رضی اللہ عنہ بعضے قصایران آیت، و ایں روایات از تہذیبی و ابونعیم وغیرہ نقل کردہ، و سند ذکر نہ فرمودہ۔

ہنوز در صحت ایں اخبار، بلا دیدن اسناد تردد ہا است۔ اگر ایں اخبار ضعیف بغایت یا موضوع ہوں نقل [از] شاہ عبدالعزیز

بے مستبعد است، و چنانچہ وادون ملک تراب احرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، و اخذ ام سلمہ آں تراب را وغیرہ۔ حال ایں روایات

حیست، و خون شدن آں تراب روز قتل امام حسین رضی اللہ عنہ، ثابت است یا نہ؟

[نور]

(۱) یہ حدیث صحاح ستہ کی ہر کتاب میں موجود ہے اور شمول مشرہ و بیہود صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے۔

(۲) یہ خطا محدث غلط حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے نہیں ہیں۔ ایک اور عالم بھی احمد علی نام کے تھے، جو مظاہر علوم میں کچھ دنوں مدرس بھی رہے اور

جو شیور مانظر بھی تھے مؤخر الذکر کا "سراوہ" میں علمائے اہل حدیث سے بڑا مناظرہ ہوا تھا، جس کی بہت شہرت ہوئی تھی۔ (نور)

جواب: روایات سرالشاہد تین کی جن کو بلا سند نقل فرمایا ہے، بندہ کے پاس وہ کتب ہیں، جو روایت کی تحقیق کر سکوں اور نہ دیگر کتب سے ان کی تحقیق۔ بظاہر نقل شاہ صاحب کی بعد وثوق کے ہے، اگر ضعاف ہیں تو بعد طرق جبر ضعف ہو گیا ہوگا، بندہ کو تحقیق ان کی نہیں۔ فقط (۱)

(مجموعہ نگار ص ۱۶۶)

(۳۹) حضرت علیؑ کی تلوار کہاں گئی؟ سوال: ذوالفقار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کیا ہوئی اور کس

کے پاس رہی؟

جواب: ہزار ہا اشیاء فنا ہوئیں، گم ہوئیں، کیا خبر کہاں گئی، خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی فنا ہو کر چھپ گئے۔ فقط

(بدست خاص، ص ۱۸)

مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیت

(۴۰) مرزا قادیانی کا مثل عیسیٰ علیہ السلام ہونے کا عقیدہ فاسد اور سلف و خلف کے خلاف ہے۔ (۲)

مولوی غلام احمد صاحب قادیانی کی فتح الاسلام (۳) بندہ نے بھی دیکھی، ابہالاً ان کو جو اول گمان تجدید ہوا ہے یہ اس کا ہی ضمیمہ ہے، کہ اب ان کے خلیہ میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا طلبی تو ان کو مقصود نہیں، بلکہ ایک خود پسندی ان کے خلیہ میں بوجہ صلاحیت قائم ہوئی تھی، اب یہ خیالات بڑھتے چلے جاتے ہیں، اور اس کو وہ دین و تائید دین اور اپنے کمالات جانتے ہیں، اس میں مجبور ہیں، اس مثل عیسیٰ علیہ السلام ہونے کو، اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکار کو، چند جگہ سے جو بندہ سے استفہار کیا گیا، تو بندہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ فاسد و خطا خلاف جملہ سلف و خلف کے ہے، ان کو مانجھ لیا ہو گیا ہے کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ،

(۱) یہ تمام روایات موضوعات کے قبیل سے ہیں۔ مشتبہ، کمزور اور حدیث کی ضعیف توان میں سے ہر ایک ہے، تصدیقات کا یہ موقع نہیں۔ یہ اقدار عقل تعجب ہے کہ شاہد احمد عزت کے حوالہ سے یہ چیزیں نقل کی گئی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سرالشاہد تین کی اکثر روایتیں موضوع اور پایہ اعتبار سے ساقط ہیں، سمجھ میں نہیں آتا کہ چونکہ اسلام حضرت شاہ ولی اللہ کے فرزند و اتار پر صغیر کے استاذ و معلم اور علامہ اسلحق، نیز حضرت اشرفی بھی کتابوں کے مصنف ایسی اقوال بے بنیاد روایتیں اپنی کتاب بتالیف میں نقل فرمائیں، اس لئے اس کتاب میں یا تو اتفاق ہوا ہے، یا اس کا حضرت شاہد احمد عزت سے استنباط صحیح نہیں۔ (نور)

(۲) مرزا غلام احمد قادیانی، حضرت گنگوہی قدس سرہ کا معاصر تھا، حضرت کی ولادت و وفات کی تاریخیں یہ ہیں: ولادت ۱۲۲۸ء، وفات ۱۲۹۵ء اور قادیانی ۱۲۹۹ء میں پیدا ہوا، ۱۹۰۸ء میں دنیا سے گیا، قادیانی کی گمراہی بتدریج بڑھی ہے، حضرت کو جوں جوں اس کے احوال کا علم ہوتا رہا، حضرت کے فتاویٰ اور تحریریں میں شدت آتی رہی، حضرت کی تحریرات کے مضامین مختلف ہونے کا یہی سبب ہے۔ (نور)

(۳) مرزا قادیانی کی تالیف، فتح الاسلام پہلی بار جمادی الاول سنہ ۱۳۰۸ء میں چھپی تھی۔ (دسمبر ۱۸۹۶ء جنوری ۱۸۹۱ء) (نور)

تمام عالم نے اس کو سمجھا دیا کہ اس کی فہم ہوئی اس پر اشتہار میاں پڑا ہے اور بخیر کو مخاطب بنایا ہے اور خط لکھ کر بھیجا ہے کہ وہ ماقول ہے اور مخطورہ ہے۔ (۱)

(۴) نزول یعنی علیہ السلام کا انکار عقیدہ مختصر صواب و ناحق ہے: بعد اسلام سنوں و مہینوں کے بعد یہ عقیدہ مشہور ملک و ملک ملانے معجزین کا یہ ہے، کہ حضرت بھی علیہ السلام، سلطان پر سے نزول فرمائیں گے اور وہاں پہنچ کر میں گے، جو ایک شخص خاص زخم و علی الوہیت کا فروغ کرے گا۔ اور اس باب میں جس قدر احادیث صحاح میں کر لیں وہ جہاں نزول بھی علیہ السلام کا اثبات ان احادیث سے ہوتا ہے وہ سب اپنے حقیقی معانی اور ظاہر پر ہیں، نہ کوئی اس بات میں تاویل ہے نہ معنی مجاز و استعارہ کے، کہ اشارہ غیر مفہوم غیر متبادر معنی کی طرف ہے۔ اس صاحب فتح الاسلام و ہر از اعلام اہل سنت جو اس کے خلاف تحقیق کیا ہے، کہ احادیث کے ظاہر معنی مراد نہیں، اور استعارات ہوں ان کا ثابت کیا ہے اور نزول حضرت بھی کیا اور فروغ و جہاں موجود معین کا انکار کیا ہے، اور اس کو اپنا عقیدہ و ادنیٰ اس قدر قرار دیا ہے۔ یہ تحقیق ان کی، اور یہ عقیدہ ان کا وہ ہے جو لینا ان کا ان اعتبار سے خطا قاش اور انحراف جہاد صواب ہے۔ اس میں چند وجوہ ہیں:

اولاً: باتفاق تمام اہل ملت و علمائے دین کے انصوص کے معانی حقیقی پر عمل کرنا واجب ہے، جب تک یہ بات
بہتری تحقیق نہ ہوئی۔ (۲)

ثانیاً: عقائد کے باب میں ایسے استعارات اور اشارات سے ارشاد کرنا شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس حقیر کا کہ سوائے ایک دو ملہم محدث (۳۰) طبقہ تیرہویں صدی کے کوئی اس کی مراد کو نہ پہنچے۔ منصب نبوت کے خلاف ہے، کیوں کہ ایسے ارکام کو واضح طور پر بیان کرنا ضروری ہو تا ہے مثلاً بطور حاکم۔

ثالثاً: اس تحقیق سے تمام علماء و اہل علم کو فہم کرنے والے مراوا ان احادیث کے قرار دینا ہے، کہ کوئی بھی آج تک ان احادیث کے منقہہ کو نہ سمجھا، یہ سخت آفت ہے۔

وامعاً: تمام امت کو عقیدہ وفاق و انصواب پر متفقہ قرار دیتا ہے، کہ وہ سب مقبول ایسے خطہ امر پر امت امر متعلق و ملاحق رہیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے، کہ یہ امر ہے۔

[illegible]

حدیث: "لا یمسح مع انقی علی الضلالة" (۱) گورو کرتا ہے کہ ہر طبقہ کے علماء اس عقیدہ کا صواب کے سبب مجمع علی اصول ہو جاتے ہیں، لہذا واضح ہے کہ یہ عقیدہ محدث فخر کا صواب و ناقص ہے۔ تاہم مذکورہ حدیث پر معلوم است مقبول کا، مخرج ہذا، اس صاحب عقیدہ کی تکفیر مناسب نہیں، بلکہ انکار جلد ثالث کا کرنا چاہئے، کہ وہ خود تو قس کرے علماء کا سامنا اور جلد ثالث تحریر و تقریر سے لکھتے ہیں، بشرہ انکار جلد ثالث کا کرنا تھا۔ (۲) اب آپ کے مخالف سے اپنی رائے سے آپ کو مطلع کرتا ہوں، داور مخالف اس عقیدہ سے کہہ کر رہا ہوں۔ فقط والسلام۔ مرزا صاحب سے ملنے میں مضامین لکھیں۔ (۳)

اھتدی، ومن اخطأ طریقھم غوی وردی، وبعد فان ما اعتقدہ القادیانی واتباعہ إلحاد بلامراء وإبطال للشریعة المستقیمة البیضاء، لیس لہ فیہ شاهد من الكتاب وسنة النبی المستطاب، واللہ تعالیٰ أعلم وعلمہ أحکم۔

بعد حمد وصلوٰۃ..... قادیانی اور اس کے پیرو جو اعتقاد رکھتے ہیں، وہ بلا شک الحاد ہے، اور شریعت کا ابطال ہے۔ اس اعتقاد پر کتاب وسنت کی شہادت پائی نہیں جاتی۔

کتبہ عزیز الرحمن دیوبندی

(ج) فتویٰ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی: الأمور المنسوبة إلى المرزا ھدانا اللہ وإیّاہ، لاشک أنھا منبوذة بنصوص الذین ومردودۃ بإجماع المسلمین۔ وجملۃ ھذہ الأقوال معتزلة عن الطریق المستقیم، أي اعتزال لا یجتري علیہ إلا جاهل غوی، ولا یعتقد علیہ إلا ضالّ شقی۔ واللہ سبحانہ ولہی الرّشاد وأعلم بحال العباد۔

جن مسائل کو قادیانی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، ان کو بلا شک نصوص قرآن وحدیث پھینک رہی ہیں، یعنی رد کر رہی ہیں اور وہ باجماع مسلمین مردود ہیں۔ راہ راست سے ایسے برکنار ہیں، کہ کوئی شخص بجز جاہل اور گمراہ کے ان پر جرأت نہیں کر سکتا، اور ان کا معتقد نہیں ہو سکتا۔

العبد محمود دیوبندی معروف مولوی محمود حسن صاحب

فتویٰ حضرت مولانا گنگوہیؒ

(۳۵) مرزا قادیانی منجملہ دجالوں کذابوں میں یہ جواب صحیح ہے، (۱) مرزا غلام احمد قادیانی، بوجہ ان سے ہے اس کے ماننے والے بھی ایسے ہی ہیں: تاویلات فاسدہ اور نفوٹ باطلہ کے، منجملہ دجالوں

کذابوں کے، خارج از طریقہ اہل سنت وداخل زمرۃ اہل اہواء ہے، اور اس کے اتباع بھی مثل اس کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد رشید احمد گنگوہی مہر: [رشید احمد] (۲)

(۳۶) مرزا قادیانی ضال و مضل ہے: مرزا غلام احمد قادیانی کے کلمات ودعاوی، جہاں تک مجھے

معلوم ہوئے، بیشک موجب فسق ہیں، اور وہ قطعاً فاسق وضال و مضل اور داخل، فرقہائے مبتدعہ و اہل ہوا ہے۔ اس سے

(۱) یہ جواب یعنی فتاویٰ علماء دیوبند جو نمبر: ۳۸ کے بعد درج کئے گئے ہیں۔

(۲) یہ فتوے منجملہ اور فتاویٰ کے، اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بنا لوی کے رسالہ، ماہ نامہ اشاعت السنہ، بمالہ ضلع گورداسپور، کی اس خاص اشاعت میں چھپے تھے، جو

نذر و منت کے احکام

اور اس کے بعد سے متاثر ہو کر گناہ نہیں ہو جو لوگ اس کی غلطی کرتے ہیں۔ وہ بھی حق پر ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
میرزا رشید احمد گنگوہی

(۷۴) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی نذر مانگنا؟ مسئلہ: نذر حق تعالیٰ کی درست ہے اور اس کے

پر اگر نذر واجب ہے اور نذر حق تعالیٰ کی نذر اور حرام ہے۔ چنانچہ در مختار میں مرقوم ہے:

ترجمہ: جان لو کہ جو نذر اکثر عوام واسطے فرہوں کے کرتے ہیں اور جو درانیم اور موسم حق اور دین و حق وغیرہ دہلیا کے کرام کی قبروں پر ملے جاتے ہیں تاکہ خوش ہو جائیں اور ان کے یہاں صاری جگہ اور حرات ہو جائے ایسے وہ جملہ بالا اجماع باطل و حرام ہے۔

اعلم ان النذر الذي يرفع للأموال من
أكثر العوام وعابث من الدراهم والشمع
والزيت ونحوها، التي صرح الأولياء
بالكفر بها لقربها إليهم، فهو بالإجماع باطل
وحرام انتهى (۱)

اور اسی طرح فتاویٰ عالمگیری (۳) میں مذکور ہے اور اسی طرح دیگر اراکین میں مسطور ہے اور پیکھو نذر بھی مرقوم ہے۔

(زائد یہ ہے:

فهذا النذر باطل بالإجماع، بوجوده منقاد
نذر للمخلوق والنذر للمخلوق لا يجوز،
لأنه عبادة، والعبادة لا تكون للمخلوق.
انتهی (۲)

ترجمہ: جس یہ نذر جو بزرگوں کے ہم کی کیا کرتے ہیں باطل ہے بہ اجماع علماء و مجتہدین و محدثین اس سے ایک سو دو ہے کہ نذر واسطے مخلوق کے ہے اور نذر واسطے مخلوق کے غیر وہ ہے۔ کیوں کہ نذر عبادت ہے اور عبادت مخلوق کی نہیں ہوتی۔

بہر حال نذر واجب کہے صرف حق تعالیٰ کی کرتے، کیوں کہ نذر غیر حق تعالیٰ کی مانگ کرے گا کہ حق تعالیٰ کا فریب دہا ہے اور اس کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۱) بحوالہ کتاب النذر

(۲) انصاف بر الخصام المبلغ الى تحقيق المصنف والمسبح طاب ثراه ص ۳۳۳ بالمرتب على قوله: منع من الزنا والسرور وهو يعني كذا معنى في شرح التكملة ص ۱۸۱

(۳) انصاف بر الخصام المبلغ الى تحقيق المصنف والمسبح طاب ثراه ص ۳۳۳ بالمرتب على قوله: منع من الزنا والسرور وهو يعني كذا معنى في شرح التكملة ص ۱۸۱

(۴) انصاف بر الخصام المبلغ الى تحقيق المصنف والمسبح طاب ثراه ص ۳۳۳ بالمرتب على قوله: منع من الزنا والسرور وهو يعني كذا معنى في شرح التكملة ص ۱۸۱

(۵) انصاف بر الخصام المبلغ الى تحقيق المصنف والمسبح طاب ثراه ص ۳۳۳ بالمرتب على قوله: منع من الزنا والسرور وهو يعني كذا معنى في شرح التكملة ص ۱۸۱

(۶) انصاف بر الخصام المبلغ الى تحقيق المصنف والمسبح طاب ثراه ص ۳۳۳ بالمرتب على قوله: منع من الزنا والسرور وهو يعني كذا معنى في شرح التكملة ص ۱۸۱

(۷) انصاف بر الخصام المبلغ الى تحقيق المصنف والمسبح طاب ثراه ص ۳۳۳ بالمرتب على قوله: منع من الزنا والسرور وهو يعني كذا معنى في شرح التكملة ص ۱۸۱

حرمت پر علماء کا اجماع ہو چکا ہے، اور تفسیر کبیر میں مرقوم ہے:

قال العلماء: لو أن مسلماً ذبح ذبیحة، وقصد بذبحها التقرب الى غیر الله تعالى، صار مرتداً، وذبیحته ذبیحة مرتدة. (۱)

ترجمہ: اگر کوئی مسلمان کوئی جانور ذبح کرے اور اس کے ذبح کرنے سے مقصود ہو تقرب غیر خداوند تعالیٰ کا، تو وہ شخص اس فعل سے مرتد ہو جاتا ہے اور اس کا ذبیحہ گویا مرتد کا ذبیحہ ہو گیا ہے۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہو گیا، کہ جو ذبیحہ بہ نیت تقرب الی غیر اللہ تعالیٰ ذبح کیا جاوے، وہ حرام ہو جاتا ہے، اور کرنے والا کافر و مرتد ہو جاتا ہے۔ درمختار میں مذکور ہے:

ذبح لقدم امیر ونحوه من العظماء یحرم، لأنه اهل به لغير الله تعالى ولو ذكر اسم الله تعالى، وهل یکفر؟ قولان. فی أنه یکفر ولا یکفر، لانا لا نسیئ الظن بالمسلم، أنه یتقرب إلى الآدمی بهذا النحر ونحوه فی شرح الوهبانية عن الذخیرة (۲)

ترجمہ: جو جانور وقت قدم کی امیر وغیرہ کے، بہ نیت تقرب نہ مقصد دعوت، ذبح کیا جاوے، وہ حرام ہو جاتا ہے، اس واسطے کہ یہ ذبح کیا گیا ہے واسطے غیر خداوند عالم کے، اگرچہ وقت ذبح کے نام لیکر ذبح کیا گیا ہو۔ آیا یہ شخص اس فعل سے کافر ہوتا ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں: بعض کا یہ قول ہے کہ یہ فعل حرام ہے اور کفر نہیں، اس واسطے کہ ہم بدگمانی نہیں کرتے کہ مسلمان ہو کر ذبح کرنے میں نہ نیت تقرب کسی آدمی کی کرے اور ای طرح شرح وہبانیہ میں منقول ہے: خیرہ۔

(۱) تفسیر کبیر ص ۱۱۵ تحت آیت: اِنشَا عِزِّهِمْ عَلَيْهِمُ الْمُنْيَةُ وَالْذَّمُّ وَلَعْنَةُ الْجَنَنِ وَالْعَذَابُ اِذَا هُمْ فِيهِ مُقِيمُونَ ۝ سورہ بقرہ، آیت ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵،

در قرآنی (قاضی خاں در کتاب الرد مرقوم است: رجلی افترج لوجه انسان فی وقت الخلعة والنہاس فی الحوازیات وما أشبه ذلك، قال الشيخ الإمام أبو بكر: هذا هو كفر والملوح مبني، لو كان. قال جماعة من العلماء يكون كفراً، انتهى. (۱)

در نصاب الاحتساب مرقوم است: ما یفعله الجہلۃ من الذبح عند لہور المسالخ والشہداء وغیرہم وعند اشعراء الدار و علی الباء الجدید و باب البیوت و عند دخول الأمير و فی وجہ انسان وما أشبه ذلك فهذا یوجب الحرمة إذا كان لغير الله، وإن كان ذكراً سمى الله تعالى عليه، وبكفر بذلك. وهذا أمر غفل الناس عنه الخواص، فكيف عوامهم انتهى من صواعق الہیة. (۲)

در قرآنی مطالب المؤمنین مرقوم است: من ذبح فی وجہ انسان شیئاً وقت الخلعة، فقد كفر الذابح والمذبح مبني. انتهى. (۳)

در ذخیرہ مرقوم است: من ذبح فی وجہ انسان شیئاً وقت الخلعة أو اتخذ عوارضه فقد كفر الذابح والمذبح مبني. انتهى من صواعق الہیة. (۴)

ابہد یکتا چاہئے کہ یہاں ذکر نام حق تعالیٰ سے ذبح کسی کے نزدیک بھی حلال نہ ہوا، حرام ہی رہا، بہت ذبح کرنے والے کے کفر میں اختلاف ہے اور صاحب منیہ اور شارح وجہانی نے تکفیر میں اس واسطے قائل کیا کہ ہم مسلمان پر بدگمانی نہیں کرتے کہ اس کی نیت خراب ہے، اور در صورت مذکورہ ذبح مرد اور ذبح کرنے والا کافر ہے، اور وقت ذبح اللہ تعالیٰ کا نام لینے سے ہرگز حلال نہیں ہوتا۔ ہاں اگر قبل از ذبح، پہلی نیت بدل جائے اور اس نیت کا مدہ سے توبہ کر لے اور پھر جانور کو حق تعالیٰ کے نام کا اور پاک کر کے ذبح کرے تو بہت جائز اور حلال ہو جائے گا، اور اگر کوئی شخص یہ نیت کرے کہ یہ جانور خداوند عالم کے نام کا ہے اور اس کے گوشت کا ثواب کسی بزرگ کو پہنچاؤں، یہ حلال ہے۔ اس میں کچھ اندیشہ نہیں، کیونکہ وہ جانور حق تعالیٰ کے نام کا ہے، کسی غیر اللہ کے نام کا نہیں، وہ پاک و طیب ہے۔ فقہ واصلی اللہ اعلم

(مجموعہ کتب میں ۳۵۰-۳۶۰)

رشید احمد گنگوہی مفتی مد

(۱) فتاویٰ قاضی خاں، کتاب السیر، باب ما یكون کفراً فی المسلم ولا یكون ذماً (۲) نصاب احتساب (۳) مطالب المؤمنین (۴) ذخیرہ

اولیائے کرام حق تعالیٰ کے سامنے بے بس اور مجبور محض ہیں

(۵۰) بزرگان دین حق تعالی کے سامنے، بے بس اور مجبور محض ہیں۔ سوال: کہانت کیوں

ان کو تصرف کرنے والا اور خود مختار سمجھنا، بدعتی اور سخت گمراہی ہے۔

اس کے مریدوں کا بھی یہی حال ہے۔ اس کے اقوال یہ ہیں:

(۱) لفظی وقت صوفی کا علم، خدا کے علم، بھی غالب آ جاتا ہے۔ مولانا جبار فرماتے ہیں:

علم حق و علم صوفی قسم شور ایسی غلج کے (اور مردم شور) (۱)

اس کی یہ مثال ہے کہ حضرت بائیزید اسطہی کے پاس ایک نوپنی تھی، اس پر یا محمد لکھا ہوا تھا۔ خدائے مطلق کو اپنے معشوق کے نام کی نوپنی پسند آگئی، کہا اسے بائیزید! یہ نوپنی ہم کو دیے سے اور اس کے عوض جو چاہے تم سے مانگ لے! بائیزید نے کہا حیرے پاس کیا رکھا ہے، جو مانگوں؟ خدا تعالیٰ نے صبر رکھا کہ مانگ لیا یہ نہ رسالت مانگی، خدائے مطلق کو اس پر ختم ہو گئی! بائیزید! صدیقیت دیدے، خدا و حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم ہو گئی۔ بائیزید! اسحٰبیت، خدا و عثمان پر ختم ہوئی۔ بائیزید! اشہابیت، خدا و اہل بیت پر ختم ہوئی۔ بائیزید! شہادت، خدا و امام حسین پر ختم ہوئی۔ بائیزید! کرامت، خدا و اہل بیت پر ختم ہو چکی۔

بایزید نے کہا کہ میں مولیٰ ہی کہہ چکا تھا کہ تیرے پاس کچھ نہیں رہا، اب صرف دوزخ اور جہنم باقی ہے۔ خداوند نے کہا کہ ان میں سے ہی کچھ مانگ لیا کہ تو وہ بھی خدا سے کاٹھن لے گا، خدا نے کہا کہ میں ضرور دوں گا۔ بایزید نے دوزخ مانگی، کہا کہ تو میرے دشمنوں کی جگہ ہے، کیا کہ میں تو ہی اوس کا؟ کہا پھلدار۔ بایزید نے کہا کہ میں دوزخ کے در پر اٹھی لکڑی نہیں کاٹا اس میں آدے کا اس کی نائنگ توڑ دوں گا اور اندر نہیں جانے دوں گا، فرمایا یہ نہیں ہو سکتا، پھر میں دوزخیوں کو کہاں رکھوں گا، کہا بس، تو یہ بھی خدا سے سکا۔ اگر تیرے سوا کوئی اور شخص وعدہ خلافی کرتا تو میں اس کے منافع ہونے کا شکی نہ نہ۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا اگر تو ایسی گستاخی کرے گا تو میں اپنے بندوں کو مطلع کر دوں گا کہ وہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ بایزید نے کہا کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کر دوں گا، وہ تو تھک چکی ہے نہ کریں گے۔ پھر چھ کس طرح؟ کہا میں اس کا کہ

(۴) قرآنِ مجید میں دو چیزیں کفر ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ یحییٰ بن خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا ہے تو یہ کفر ہے اور جو جانے کہ آپ فیر خدا ہیں، یہ بھی کفر ہے۔

(۵) ایک بار جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ خداوند الہ تعالیٰ کا خاص بندہ دکھاوے فرمایا اھلسا بہت خاص بندہ تھا آپ محمد و کچا کا ایک شخص بہت کے اعصاب پر ہاتھ رکھ کر کہتا تھا خدا یا یہ تیرا ناک ہے یہ تیرا منہ ہے یہ تیری آنکھیں ہیں بہت سے بربادہ و لڑائی قحطی "لیک عبدی" (اسے میرے بندے میں حاضر ہوں) حضرت جبریل علیہ السلام کو بھانپ کے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جبریل تو نے اسے ظاہر کو دیکھا تو خاص ہم کو پکارتا تھا ہم ہی جواب دیتے تھے۔

(۶) خدا تعالیٰ ہم کو برگزیدہ اہل کلمہ و ہم کو رزق دیتا ہے، پاتا ہے، دیکھو کھڑک پانی کی بات نہیں ہے۔
 دانتے کس کا پروردہ ہے ایک چرواہوں کو جو کہ کھوکھڑا ہے مگر نے ہا ہا تھوڑا ہی ہے کیا کر تکل کہ چھوٹا کس کا سہا ب کھوکھڑا
 لیتا تھا ایک روز ایک شخص کو لے گیا اس کو کچھ ضرورت پیش آ گئی، مسافر کو چھوڑ کر باہر گیا اس کی بیوی مسافر کی دکان سے لے کر
 کہ میں مسافر تم کہاں پھنس گئے؟ یہ عالم تم کو مار ڈالے گا مسافر نے کہا میں بھوکا ہوں، کچھ کھانا، محبت نے نہ دیا
 دکان میں اس نے ایک کھائی مایک باقی تھی، سامنے میں چھتا گیا، کہا تھا کہ یہ دکانی کس نے دی؟ کہا تھا کہ یہی نے کہا تھا
 تو نے میری دکانی کھائی ہے اب میں تھا کہ نہیں رہتا۔

(۷) خواجہ محسن الدین چشتی نے سید محمد ابراہیم سے کہا کہ تم کو ہاں کی ضرورت ہے آپ نے فرمایا کہ قول نہیں ہے مگر ایک لڑکا قول کا ہے وہ بولایا گیا اس نے کہا کہ مجھ کو گناہ نہیں آتا۔ آپ نے اس کے باپ کی قبر پر بیٹھی سو گریزے کیا۔ خواجہ صاحب نے افسوس و غصہ (یعنی میرے غم سے انھو چلا) کہا کہ اس کو قبر سے باہر نکال دو مت رہا اور باپ سے کلام نہ کرنا۔ وہ قبر سے نکلادلوں صاحبوں نے راک نہ اور وہ چلا گیا اس وقت ہی ان ہی اس طرح کھڑے تھے کہ ایک ہاتھ اسی کی طرف بلند کیا اور صفا مبارک زمین پر کھڑا کر کے نزدیک ڈرایا ہوا تھا کسی نے جب پوچھا فرمایا کہ میں نے لوہے کے ہاتھ سے سان کو کور صفا سے زمین کو کھدایا تھا مگر میں ان کو نہ قہر نہ تو آسان نوٹ دے گا اور زمین پاؤں پاؤں ہو جاتی۔

الغرض اس کا کچھ دوسرا اسی قسم کا ہونا تھا۔ میں سے بخلاف عوامت میں چند اقوال پر استکفا کی جاتی ہے۔ بہت سے لوگ مسلمان اس کو عارف یا زاہد سمجھ کر اس کے مرید ہو گئے۔ دوسرے کے طریقے کو طریق حق جانتے ہیں۔ سب کا یہ کہنا ہے کہ:

(۱) روایات صحیح ہیں یا نہیں؟ (۲) اگر صحیح ہیں تو ان کا کیا مطلب ہے؟ (۳) جس کی دلی گھڑگو ہو تو وہ سالانہ پانچ سو روپے کا مال ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۴) اس کی بیعت روا ہے یا نہیں؟ (۵) کیا مرد کو یہ بانی کرنا ہائے جبراً کہ خود بھیجے گا۔

کی طرف منسوب (۵) اس کے مرید جو اس عقیدہ رکھیں، جو اس کو طرف باطنی اور شریعتی چاہیے کہ جس کی
راستہ درست اور ان کا پیچہ چال ہے، یا نہیں؟ اور ان کو اس راستہ پر قائم رہنا چاہئے یا نہیں؟ (۶) اس کا وہ منسوب یا نہ ہے۔
انہیں؟ بینوا تو جروا۔

جواب: قال الله تعالى: وَمَا قُلُوا لِّلّٰهِ خُلُقًا لَّيْسَ لِّلّٰهِ خُلُقٌ مِّثْلُ خُلُقِكُمْ (۲)

وَقُتِبَ عَلَيْهِ دَرَجَتَانِ مِنْ رَحْمَتِي سَبْعِينَ أَلْفَ مَرَّةٍ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (۱)۔

وَقُتِبَ دَرَجَتَانِ دَرَجَتَانِ سے جہاں کو اور اس وقت کے بعض جاہل نام کے مولویوں کو کبھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے رحم کے سامنے نہ کسی ولی کو یا رائے و مہر و ن ہے نہ نبی کو: مَا يَنْفَعُ الْإِنْسَانَ مِنْ ذُنُوبِهِ قَلِيلٌ وَلَا ضَرَرُهُ مِنْهُمَا كَثِيرٌ (۲) جب کسی حق تعالیٰ انعام کرتا چاہتا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور جب کوئی شے کسی سے روک لیں تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔ مشرکین عرب بھی اپنے الہ پاک کے سامنے اللہ پاک جل جلالہ کو عاجز و مجبور نہیں جانتے تھے، اس وقت کے مسلمانوں نے تعویذ باللہ، اللہ پاک جل جلالہ کو اس کے بندوں کے سامنے (اپنے دعویٰ مسلمان پر) عاجز و مجبور نہیں دیا۔

یہ شخص جس کا ذکر سوال میں ہے، اس کے کفر میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں، اس کا یہ تمام دھنڈا جو سراسر جہالت اور
خطا ہے، احادیث صحیحہ صریحہ اور فصوص قطعیہ کے سراسر خلاف ہے۔ چونکہ یہ امر بالکل ظاہر و دیدنی ہے، اس لئے اس
مضمون کے اثبات کے واسطے، نقل آیات کی ضرورت ہے نہ بسطہ و آیات کی۔ جس ایسے شخص سے بیعت ہوئے، یا اس
کے عقد و ورثہ میں شریک ہوئے، یا اس کا کلام سنئے، یا اس سے ملنا اور صحبت کرنا، یا اس کا زہیہ کھانا، یا اس کی کسی ایسی تالیف
و تصنیف کو دیکھنا، یا اس کے پیچھے نماز پڑھنا، کسی طرح اور کسی حال میں درست نہیں ہے، مگر اگر بیعت کر لی ہو تو صحیح کرنا
واجب ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

المجلس

یہ کتاب سید اہلبیت علیہ السلام کے بارے میں ہے۔

(۱) عقلی ہے کہ اگر کافر ہو تو مرے کہنے کے میں بھی کافر ہوں گا۔ اور یہ کہ ایک ایمان تھا وہ چھٹی کو تھے، تو خود رسول کو اس میں شامل ہونے کی کھٹکھٹاہیں تھیں۔ عاقبت میں یہ اسلام میرے بعد اٹھ کر رہا۔

(۲) سورۃ النمر آیت ۶۷۔ ترجمہ: اور نہیں سمجھے ان کو جتنا بکھڑا ہے اور زمین ساری ایک مٹی سی ہے اس کی جان قسمت کے لئے آزمائش ہے اور اس کے لئے (۳) سورۃ النمر آیت ۲۔ ترجمہ: جو کچھ کہہ کر کھول دے اللہ ان لوگوں پر رحمت بھی ہے تو کوئی نہیں اس کو کہہ دے اور جو کچھ کہے گا کوئی نہیں اس کو سمجھے اور اس کے سوا کسی مادی دوست نہیں دے گا۔ (ترجمہ معیاری)

مذکورہ سوال اور حضرت مولانا کے جواب کی تصدیق پر مبنی تحریر

جناب مولوی محمد حسین صاحب فقیر [بنی دہلوی]: ما أجابه (۱) الحضرة المجيب الذى أخذ من الشريعة الحظ الأوفى و شرب من رحيق الحقيقة كل كأس أصفى، قائد المرشدين وشائد معالم الطريقة و كسا تابعيه من خلل أنوار الحقيقة، نائب رسول الله الأحد، مولانا المولوى الحاجى الحافظ الأورع رشيد أحمد أدامه الله الصمد. فهو حق أحق بالاتباع وأولى، لأن الحق يعلمو ولا يعلمى. ولا شك فى كفر هذا الدجال الكذاب المشرك المبتدع الذى هذه عقائده. فيا أيها الناس دلائل الجواب قد جاءكم موعظة من ربكم فمن اهتدى فإنما يهتدى لنفسه ومن ضل فإتما يضل عليها، ولعمري قد استطار الشر، وتزايد الضرر، وظهر الكفر والارتداد والبدع والمنكرات والسيئات فى قالب البر والخير والتصوف والحسنات والعبادات، ومن يضل الله فما له من هاد، ومتى قضى الله أمراً فما له من راد، معاذى المرتد أن أولئك السابقين المقربين السابقون الأولون وأن هؤلاء الأوباش الذين

(۱) ترجمہ: حضرت مجیب (جنہوں نے شریعت کا کمال حصہ لیا ہے اور حقیقت کی خاص شراب کے نہایت صاف صاف پیالے نوش فرمائے ہیں، طلبہ کا ران راہ خدا کے دور پر اور سر پیروں کے لئے طریقت کے نشانوں کو چھمک کرنے والے ہیں) محفوظ ہیں، انہوں نے اپنے تابعین کو انوار حقیقت کے لباس پہنائے اللہ احد کے رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے نائب حاجی حافظ پرہیزگار مولانا رشید احمد صاحب (اللہ بے نیازان کو سلامت باکرامت رکھے) انہوں نے جو جواب میں تحریر فرمایا ہے حق اور اتباع (پیروی) کے لائق ہے (اس سلسلہ کا کوئی مبتدع ہرگز معارضہ نہیں کر سکتا) کیونکہ حق غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اور جس شخص کے یہ عقیدے ہیں، (جو سوال میں لکھے ہیں) اس حال جموں کے سردارہ شرک، مدعی کے کفر میں (کیونکہ) شک نہیں ہے بچہ (جائز) ہے ان لوگوں (کہ یہ ہدایت کی) دلیلیں (جو اس) جواب کی (عبارت سے واضح ہیں) تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے موعظت نصیحت آئی ہیں۔ پس جو شخص (اس جواب سے) کوین کے راست پر آ جاوے گا وہ اپنے ہی نفع کے لئے آوے گا۔ اور جو کوئی بے راہ چلے گا وہی (راہ حق سے) دور ہو جاوے گا۔ اور جو کوئی بے کسر جھیل گیا اور ضرر پہنچا گیا۔ اور کفر اور بدعتی اور بدعتوں اور خلاف شرع شریف کاموں اور گناہوں سے بھلائی اور بہتری اور تصوف اور نیکیوں اور عبادتوں کے قالب میں عبور پکڑا ہے جس کو خدا تعالیٰ کراو کرے اس کا کوئی ہادی نہیں اور جب اللہ تعالیٰ ایک امر کو جاری کرے اس امر کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اس (واعظہ مذکور) مرشد نے یہ نہ جانتا کہ یہ (حضرت بابزید اور ابی جبر وغیرہ) پہلے زمانہ میں بزرگ اور خدا کے مقرب بندے گذرے ہیں۔ یہ سب حضرات (ایمان اور اسلام کے قول کرنے شعاثر اسلام کو شریعت کے احکام اور آداب کو روانہ دینے میں اور کفر شرک، بے دینی، بدعت و جریعت کی منہ و بنیاد اکھاڑنے میں بڑھ بڑھ کر درجہ اول پر پہنچنے والے تھے (اور اس مرتبہ شخص نے یہ جانتا) کہ یہ اوباش (دو غلطہ میرٹھ، بھاری) لوگ جن کے یہ (خراب) عقیدے ہیں (جو سوال میں درج ہیں) یہ لوگ کہنے اور ارادے میں جس نے توحید اور سنت سے مخالفت اور انحراف اور کفر و کفرانی کی وہ شخص در ماندہ ہو (حق کا راستہ) تم کے گمراہی کے جنگوں میں گمراہ رہا) اور ماندہ ہو (انہیں جنگوں میں اس کا خاتمہ خراب ہو جاوے گا) اور نہیں عدول کرتا اس (راہ توحید اور سنت سے) مگر وہ شخص جس کی (حق بین آنکھوں کا نور جاتا رہا۔) (اب ہماری دعا یہ ہے کہ) حق تعالیٰ حضرت مجیب کو (یعنی جناب مولوی رشید احمد صاحب کو) سب مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے اس عربی عبارت کو فقیر محمد حسین دہلوی نے لکھا ہے۔

ہذہ عقائد ہم لنام اُردلون، کل من حادّ التوحید والسنة وصدف عنها انحراف، ولا يعدل عنها الا من نور بصيرته انکسف؛ فجزي الله المجيب راد الكفر خير الجزاء عن جميع المسلمين بجاه سيد المرسلين عليه الصلوة والسلام.

حرره الفقير محمد حسين الدهلوی

نوٹ: عربی عبارت اور اس کا ترجمہ دونوں مولانا محمد حسین فقیر کی تحریر و یادگار ہیں۔ اگرچہ ترجمہ میں بعض فروگزاشتیں اور چند اضافے بھی ہیں، مگر ان سے کوئی خاص مسئلہ وابستہ نہیں، اور ترجمہ بھی خود عربی لکھنے والے کا ہے، اس لئے اس میں تصحیح و ترمیم نہیں کی گئی۔
العبد نور الحسن راشد کاندھلوی

(۵۱) تحریر جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب (صاحب تفسیر حقانی) اقول وبالله التوفیق!

یہ شخص در پردہ اولیاء اللہ (رحمہم اللہ) کا دشمن ہے اور غالباً یہ رافضی ہے، اسلئے کہ ایسے ویسے واہی تباہی قصص وہی بیان کیا کرتے ہیں۔ مثلاً پہلی روایت میں یہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ کی توہین کرتا ہے، کہ وہ معاذ اللہ ایسے گستاخ اور خدا تعالیٰ کو ایک معمولی شخص سے بھی محتاج اور عاجز سمجھتے تھے، یعنی تو کیا دے سکتا ہے اور تیرے پاس کیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَقْرَأْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِي اتَّخَذَ الْهَوَاۗءَ (۱) جن لوگوں کی حقیقی خدا تک رسائی نہیں وہ اپنے قیاس باطل سے خدا تعالیٰ کو بھی دنیا کے معمولی آدمیوں کی طرح سمجھتے ہیں۔ مگر جس نے حقیقی خدا تعالیٰ کا جلال دیکھا ہے وہ تو کیا، آسمان کے ملائکہ مقربین بھی دہشت کے مارے سر نہیں اٹھا سکتے ہیں قال اللہ تعالیٰ: حَتّٰى اِذَا فُرِغَ عَنْ قُلُوْبِهِمُ الْاَيَةُ (۲) تو اس جاہل کے نزدیک حضرت بایزید گویا ایک ایسے ہی معمولی جاہل اور وہم پرست تھے۔ پھر اس کے نزدیک جاہل اور مبطل شریعت بھی تھے۔ کیونکہ شہادت کو امام حسین پر ختم کر کے اور ان کو امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے ان اوصاف سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اس کے نزدیک نہ حضرت علی بنی تھے، نہ حضرت ابو بکر شجاع تھے، نہ حضرت عمر بنی تھے، نہ شجاع، نہ بعد کے ائمہ اہل بیت علیہم الرحمہ ان اوصاف سے متصف تھے، اور اس جاہل کو یہ معلوم نہیں کہ بایزید بسطامی پہلے تھے یا حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ۔

دوسری حکایت میں اس کی غرض حضرت عثمان ہارونی اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی (رحمہما اللہ) کی توہین ہے، کہ

(۱) سورۃ الجاثیہ، آیت: ۲۳۔۔ بھلا دیکھو جس نے ٹھہر لیا اپنا حاکم اپنی خواہش کو (ترجمہ شیخ الہند)

(۲) سورۃ سبا، آیت: ۲۳۔۔ یہاں تک کہ جب گھبراہٹ دور ہو جائے ان کے دل سے (ترجمہ شیخ الہند)

خوارج کے ہر ایسے بے دین اور کافر اور بد یقین اور خدا کے دشمن تھے۔ معاذ اللہ! عارفین الہی اور حقیقی اہل تصوف ان خرافات سے کوسوں دور ہیں۔ ایسا شخص بد مذہب، بے دین، جاہل، اولیاء اللہ کا دشمن ہے۔ اس شیطان مجسم سے دور بھاگنا چاہئے، اس کو تصوف اور طریقت سے مس بھی نہیں۔ علم کلام کی کتابوں میں علمائے اسلام اور حضرات صوفیہ کرام، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور حضرت عبدالقادر جیلانی نے تصریح فرمادی ہے کہ ایسے کلمات کفر ہیں، اور ایسا شخص شیطان ہے۔ ابو محمد عبدالحق جو اب مولانا رشید احمد صاحب کا صحیح ہے۔ محمد مرسلین مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی (نقل مہر) محمد مرسلین واقعی جو جواب مولانا سلیم اللہ تعالیٰ نے دیا عین حق ہے، اس سے تجاوز نہ چاہئے اور وہ واعظ خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

فی الواقع اس شخص کے دجال ہونے میں کوئی شبہ نہیں، حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرب قیامت میں بہت سے دجال کذاب ہوں گے، یعنی علاوہ بڑے دجال کے۔ سومر اس سے ایسے ہی لوگ ہیں، غرض اس شخص کو نہ مسلمان سمجھنا جائز نہ اس کے ساتھ مسلمانوں کا معاملہ کرنا جائز۔ اور پیر یا امام بنانا تو بڑی بات ہے، وہ کیسے جائز ہوگا۔ غرض جو لوگ غلطی سے اس کے دام میں آ گئے ہیں، ان پر واجب ہے کہ توبہ کریں اور بیعت فسخ کریں، ورنہ قیامت میں اس شخص کے زمرہ میں شمار ہوں گے۔ المرء مع من احب (۱) کتبہ احقر اشرف علی غفری عنہ (۲)

مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا ہے وہ صحیح ہے، مسلمانوں کو ایسے عقیدے اور کفریات سے بچنا واجب ہے، اور نادانی اور کم فہمی کے سبب ان سے جو امر (۳) وقوع میں آیا، اس سے توبہ کرنا چاہئے، ورنہ ان کے لئے انجام برا ہوگا۔ خلاف خدا اور رسول ہے۔

الأجوبة كلها صحيحة — محمد یحییٰ عفا اللہ عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ [گنبدان] پانی پت

الجواب صحیح — محمد طلیل اللہ مدرس مدرسہ عربیہ پانی پت

الجواب صحیح والرأی نجیح — محمد ابراہیم پانی پتی عفا اللہ عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ، [گنبدان] پانی پت

فی الواقع ایسے شخص کے کفر میں کچھ کلام نہیں، واللہ اعلم بالصواب۔ محمد عبدالحق اسلام آبادی

(۱) متفق علیہ، عن ابن مسعود: بخاری، کتاب الادب، باب علامة حب الله عز وجل، رقم الحديث: ۲۱۶۸، ج ۳، جزء ۸ ص ۳۳ [مکتبہ الریاض: ۱۴۰۳ھ] نیز بخاری شریف ج ۴ ص ۹۹۱ رقم الحديث: ۵۹۴۹ [مراد آباد: ۱۴۱۵ھ] نیز مسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء مع من احب، ج ۲ ص ۱۴۹، رقم الحديث: ۲۶۳۰، ت: ابوقحیفہ نظر محمد الفاریابی دار طبعه الریاض: ۱۴۳۷ھ، نیز ج ۲ ص ۳۳۲ [مکتبہ مکتبہ دہلی: ۱۴۱۹ھ] نیز دیکھئے مشکوٰۃ، کتاب الادب، باب الحب فی الله ومن الله، ج ۳ ص ۱۸۶۳ رقم الحديث: ۵۰۰۸ [نیز باب مذکور ص ۳۲۶ عکس اصح المطابع وشيخہ دہلی: ۱۴۵۵ھ] [نور]

(۲) یعنی (حضرت مولانا) مولوی اشرف علی صاحب تھانوی (وفات ۱۳۶۴ھ = ۱۹۴۳ء) [نور]

(۳) یعنی اس شخص کا مرید ہونا عقیدہ کفر و کفریہ [نور]

جس قدر زمانہ سرور کائنات (علیہ الصلوٰت والسلام) سے بعد ہوتا جاتا ہے، ایسے ایسے فتنہ انداز دین میں ظاہر ہوتے جاتے ہیں: **أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ** (۱) علاوہ اس کے مولانا روم علیہ الرحمہ اپنی مثنوی میں عام امت محمدیہ کو کس طرح سے آگاہ فرماتے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے بہت پس بہر دستے نباید دا دست

یہ شخص قطعی کافر ہے۔ معاذ اللہ من ذالک واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ احقر العباد رحیم بخش پانی پتی عفی عنہ

جوابات مندرجہ بالا سب صحیح ہیں، عوام الناس کو ایسے بے ادبوں اور جاہلوں کی صحبت سے بھی گریز کرنا واجب ہے، چہ جائیکہ ان سے بیعت کرنی اور ان کو اپنا مرشد بنانا۔ یہ لوگ ضال مضل رخنہ انداز شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الف الف تحیہ ہیں، ان سے گریز واجب ہے اور اس قسم کے عقائد عین کفر کے عقائد ہیں، مسلمانوں کے ایسے مضمون کے اقوال سننا بھی نہیں جائز، جس نے ایسے شخص سے بیعت کی ہے، اس کو بموجب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب مدظلہ فسخ بیعت اور توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

کتب العبد المذنب عبد السلام عفی عنہ الأنصاری پانی پتی ۱۵/ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ
الجواب صحیح والمجیب نجیح . بندہ ضیاء الحق عفا اللہ عنہ

قد أصاب من أجاب. واللہ هو الموفق للصواب . محمد فضل الرحمان عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ عربیہ کرناٹ
تحریر حمزہ نبیل، فاضل جلیل، حقائق آگاہ، جناب مولانا مولوی عبد اللہ شاہ صاحب جلال آبادی، ثم الکرناٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً! اقول وبالله التوفیق. اس جاہل واعظ نے سخت دلیری کی، اول اللہ تعالیٰ شانہ کی توہین کی، دوم بزرگان دین کے کلام کے غلط معنی بیان کئے، سوم پیشوایان دین کو تہمت لگائی، چہارم اُن کو دین کا اہانت کرنے والا ثابت کیا، پنجم جھوٹ اس قدر بولا کہ کسی طرح احتمال صدق کا نہیں رکھتا، ششم مسلمانوں کو فتنہ میں ڈالا، ہفتم علماء و صلحاء زمانہ اُس کے کفر پر متفق القول ہیں اور اُس کی بیعت توڑ ڈالنے کو واجب لکھتے ہیں، ہشتم عقل سلیم اس کے اقوال کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے، پھر بھی نادان اور سادہ لوح مسلمان اُس کی اتباع اور تقلید کا دم بھریں تو تعجب ہے، معلوم نہیں

(۱) سورہ توبہ آیت: ۴۹ سنتا ہے وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور بیشک دوزخ گیر رہی ہے کافروں کو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

امرو عجم: یعنی کذب، یہ اگرچہ اس کے ہر برحقہ سے ثابت ہے مگر زیادہ توجہ کے قابل یہ بات ہے کہ حضرت بائیزید
بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات صلیحہ میں ہے اور حضرت حیران بن جریج رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت اپنے مہینہ میں۔ پس آپ دو سو
برس بعد وفات بائیزید بسطامی کے پیدا ہوئے حالانکہ آپ (یعنی واسطہ مذکور) نے بائیزید کی کہانی میں یہ بیان کیا کہ خدا تعالیٰ
بائیزید کو کرامت دینے سے اس واسطے عاجز رہا کہ وہ حضرت حیران بن جریج رحمۃ اللہ علیہ پر شتم ہو چکی تھی۔ اسامہ ثناء آپ کو کرامت نہیں بھی
پیدا کمال ہے۔ علامہ دلائل نبوت کا شتم تو آیا یہ کہ یہ نہ لیکن دُشُونَالِلّٰہِ وَحَقِّہِمْ فَطِیْن (۱) سے ثابت ہوا مگر مراتب کے شتم
یہ جانے کے واسطے کوئی دلیلی نہیں پر غافل ہوئی ہوگی مگر یہ کیسا غلط خیال ہے کہ خدا نے تعالیٰ کے غرضوں میں مراتب مذکورہ کے ہوا
ہو کوئی رتبہ نہیں ہے۔ مگر یہ صحت، عشق، وفا، جہاد قرب و غیرہ غرضوں میں مراتب بائیزید مانگ سکتے تھے مگر قصہ تراشنے والے کی
غرض خدا نے تعالیٰ کی عاجزی ثابت کرنا ہے اس واسطے یہ کیا۔ عیناً ہاتھ لے۔

امر ششم: خود ظاہر ہے۔ سادہ لوح مسلمان اس کو سید اور شیخ طریقت سمجھ کر مرید ہو گئے اور ایمان کو خیر باد کہا۔ علماء نے ان پر کفر عاید ہونے کا فتوے تحریر کر دیئے، اب اگر بیعت پر قائم رہیں تو خرابی اور توڑ دیں تو خندیدگی ہے۔ پھر دسے مس دینا کی خندیدگی تو چند روز ہے، اس کا کچھ اعتبار نہیں، جب علماء اس کی بیعت توڑنے کو واجب سمجھتے ہیں تو کسی جاہل کے کہنے سے ضلع نہ کرنی چاہئے تاکہ عاقبت برا نہ ہو۔

امیر ملتوم: علماء کی تحریروں اور ان کے دستخطوں اور مواہیر سے جو مذکور ہو چکی، خوب واضح ہے۔

امر عظیم: بھی واضح ہے جو اوصاف خدائے تعالیٰ کے اور جو افعال اس نے بزرگوں کے بیان کئے ہیں، بالبداهت عقل سے اہل اور انکار کرتی ہے۔ اب اس قدر روشن دلیلوں کے بعد بھی اگر کوئی نہ مانے تو اس پر صادق آتا ہے: **لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ شَيْءٌ** (۲) یعنی اس کے بعد کوئی بات باقی رہ گئی، جس کے ذریعہ سے یہ لوگ ایمان لایا گئے۔ خدایا تو گواہ رہ ہم نے سمجھا دیا، اب جو شخص نہ مانے اور ضد کرے اس کا حساب خدائے تعالیٰ پر ہے۔ **وَاللَّهُ**
يَعْلَمُ مَنْ يَشَاءُ أَلِي صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

وہملاً مولوی عبدالرشید صاحب

(1) اے آپ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ (قرآن مجید)

(۲) اگر صرف چند متریں سہاس کے چھپے کسی بات پر ایمان لائیں گے۔ (ترجمہ فتح امین)

(۵۲) صریح^(۱) افضل از جریر^(۲) بر خاستہ از قلم معجز مرقم مقبول بارگاہ

رب کریم جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب کرنالی ادامہ اللہ تعالیٰ

دوام غلام) نے اور دیگر علماء نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے، احقر نے وہ سب دیکھا، حق اور لائق اتباع ہے۔ سوال کو بھی میں بعینہ اپنی ذاتی واقفیت کے بے کم و کاست ٹھیک اور درست پاتا ہوں، واعظ مسؤل عنہ کے وہی اقوال درج سوال ہیں، جو تو اثر اور شہرت کے طور پر اُس کے ایام وعظ میں، میرے پاس پہنچے تھے اور بعض وہ اقوال ہیں، جو میرے مکان کے قریب محلہ قصابان میں، اُس نے وعظ کے اندر کہے، اور میں نے اپنے گھر بیٹھے ہوئے سنے، ہم نے پیغام دیا کہ گفتگو کرو، احقاقِ حق ہو جاوے۔ اُس نے اپنے فقیر ہونے کا عذر اور بہانہ کر کے گفتگو سے انکار کر دیا، والی اللہ المشتکی (۳)

فی الواقع اس شخص کے اقوال باطلہ، کفار ام سابقہ اور مشرکین عرب سے بھی بڑھ چڑھ کر ہیں۔ وہ اپنے باطل معبودوں کی ذات یا صفات کو، خداوند تعالیٰ کی ذات و صفات پر غالب نہیں کہتے تھے اور خدا تعالیٰ کو کسی سے (نہ بوجہ تعشق نہ بوجہ عجز و عدم قدرت) کسی طرح پر بھی دبنے والا، لا جواب ہونے والا نہیں جانتے تھے۔ اس پر بھی ان کے عقاید باطلہ اور اقوال فاسدہ کو (جو اس شخص کے عقاید اور اقوال سے کمتر باطل اور فاسد تھے) مٹانے کے لئے، حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے، آسانی کتابیں نازل کیں، جملہ کتب سماوی اور شریعتیں حضرت خداوند تعالیٰ کے جلال اور قہر اور غضب اور قدرت کے سامنے، جمیع مخلوقات کا (جس میں تمام ملائک اور انبیاء اور اولیاء بھی شامل ہیں) عاجز اور ناتواں اور جملہ صفات یعنی سمع، بصر، قدرت، علم وغیرہ وغیرہ میں مغلوب، بلکہ کسانِ لسم یکن ہونا ظاہر کر رہے ہیں۔ ان جہلاء نے خالق اور مخلوق، خدا اور بندہ، واجب اور ممکن میں کچھ بھی فرق نہیں سمجھا، ذات و صفات خداوندی واجب اور قدیم اور تمام مخلوق، اپنی ذات و صفات میں ممکن اور حادث، بلکہ مخلوق کی صفات کو صفات خداوندی کے ساتھ سوائے مشارکت الہی کے اور کچھ بھی مشارکت اور مجانست نہیں ہے: سُبْحَنَهُ وَتَعَالٰی عَمَّا يَقُولُونَ عَلُّوا کَیْبًا۔ (۴)

(۱) صریحاً واز قلم کہ بوقت نوشتن بر فیروزہ۔ [از مرحب فتویٰ مذکور]

(۲) جریر نام فصیح اشعارے عرب۔ [از مرحب فتویٰ مذکور]

(۳) یعنی اللہ تعالیٰ ہی سے شکایت ہے۔ [از مرحب فتویٰ مذکور]

(۴) سورہ نسیٰ اسمائیل آیت ۳۳۔ ترجمہ: وہ پاک ہے اور برتر ہے ان کی باتوں سے بے نہایت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تمام مسلمانوں کا (جس میں اولیاء اللہ اور صوفیائے کرام بھی شامل ہیں) یہی عقیدہ ہمیشہ رہا، اور اب بھی ہے اور قیامت تک رہے گا اور یہی عقیدہ فارق ہے درمیان کفر اور اسلام کے اور فارق ہے درمیان خدا کے دوستوں اور دشمنوں کے۔ اور نیز یہ عقیدہ مسلمانوں کا ہے کہ کوئی ولی کسی نبی کے رتبہ کو نہیں پہنچا اور نہ پہنچ سکتا ہے، تمام اولیائے امت کو جس قدر قرب خداوندی نصیب ہوا، وہ سب بذریعہ اتباع شریعت اور برکت کنش برداری حضرت سرور عالم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے نصیب ہوا۔ جملہ اولیاء اللہ آداب شرعیہ کے ساتھ متادب رہے، اور اسی پر ان کا خاتمہ ہوا، (اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمت فرماوے اور ہم کو ان کا اتباع نصیب کرے آمین)۔

جس نے مندرجہ بالا عقاید کے خلاف کچھ کہا یا مانا، وہ اسلام سے خارج ہوا اور کفر میں داخل ہوا، یہ امور بھی ضروریات دین سے ہیں اور ضروریات دین کا انکار کفر ہے، ایسا ہی فقہ اور عقاید کی کتابوں میں ہے۔ جس شخص کے اقوال درج سوال ہیں، وہ علوم دینی سے تو بے بہرہ تھا ہی، مگر معلوم ہوا کہ اس نے اولیاء اللہ کے حالات اور سوانح عمری کی کتابیں بھی نہیں دیکھی ہیں، تذکرہ مشائخ کی اور سیر و تاریخ کی متعدد کتابیں اس وقت میرے روبرو کھلی ہیں، منجملہ ان قصوں اور کہانیوں کے کسی کتاب میں ایک کی بھی، کچھ اصل یا نقل موجود نہیں ہے، اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ جاہل کسی اور بھی معتبر کتاب میں نہیں دکھلا سکتا۔ ظاہر اس کے ان قصے کہانیوں کے گھڑ لینے سے غرض، مریدوں پر اپنا سکہ بٹھانا ہے، کہ ہم نے ایسے ڈرو اور کارخانہ خدائی میں ہمارا ایسا دخل اور زور سمجھو، اور ہماری کسی حالت اور ہمارے کسی عمل بد کو برداشت نہ سمجھو۔

بعید نہیں کہ یہ شخص (جیسا کہ مولوی عبدالحق صاحب نے لکھا ہے) افاضی غالی ہو مگر ہم نے جہاں تک تحقیق کیا، اس زمانہ میں اس خیال کے شیعہ نہیں ہیں اور نہ ان کی یہ عادت ہے، البتہ اس قسم کی چالاکیاں مشن کے عیسائیوں میں پائی جاتی ہیں، عجب نہیں ہے کہ وہ شخص عیسائی ہو یا یہودی ہو اور اس نے مسلمانوں کو فتنہ میں ڈالنے کو یہ شیوہ اختیار کیا ہو۔ واللہ اعلم

اگرچہ ہم کو نقل آیات اور بسط روایات کی اس جگہ ضرورت نہیں ہے، کیونکہ جس کو ایمان ہو اور اسلام سے کچھ بھی بہرہ حاصل ہے وہ ان اقوال اور عقاید کے بطلان میں اور ایسے شخص کے کفر اور گمراہی میں، اور اس کی صحبت اور بیعت کے حرام اور اس کے ذبیحہ کے مردار ہونے میں، کچھ بھی شک اور شبہ نہیں کر سکتا۔ البتہ مجھ کو حضرت بایزید بسطامی اور سیدنا محبوب سبحانی اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی اور خواجہ معین الدین چشتی (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) کے کچھ اقوال اور احوال (برخلاف بیان اس بدنام کنندہ گھونٹا سے چند کے) لکھ دینے مناسب معلوم ہوتے ہیں، تاکہ عوام پر بخوبی واضح ہو جاوے کہ یہ سب بزرگ ان قصوں سے جو درج سوال ہیں، بالکل مبرا ہیں، اور ان کی شان اس سے منزہ ہے اور اس واعظ کی بیان کردہ حکایات سراسر جھوٹ اور ان بزرگوں پر صریح تہمت ہیں۔

امام شعرانی (رحمہ اللہ تعالیٰ) (لوائح الانوار میں، بذیل تذکرہ حضرت بایزید بسطامی (قدس سرہ واعزین) آنجناب کا قول نقل

کرتے ہیں فرمایا کہ میں نے ایک رات محراب میں اپنا پاؤں پھیلا رکھا تھا، ہاتھ نے آواز دی کہ جو شخص بادشاہوں کے پاس بیٹھے، اُس کو حسن ادب سے بیٹھنا چاہئے۔

آپ نے انتہاء مدارج میں دعاء کی کہ الہی مجھ کو اب تک تیرے قرب کی راہ نہیں ملی، کیا کروں، حکم ہوا کہ تیرے تمام قبض کی کشائش، جملہ مشکلات کا حل، دوری اور مجبوری سے خلاص، صرف ہمارے حبیب محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت میں ہے، اُن کے قدموں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ کر اور اُن کی پیروی پر مداومت رکھ۔

لوائح میں حضرت محبوب سبحانی سیدی عبدالقادر جیلانی غوث اعظم (قدس سرہ) کے حال میں لکھا ہے کہ، آپ اپنے مدرسہ میں صبح وشام علوم تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، نحو پڑھاتے اور فتوے دیتے تھے، وصفاً وحکماً وحالاً طریقہ توحید پر اور ظاہراً وباطناً حقیقت شرع شریف پر، آپ فرماتے تھے: اتبعوا ولا تبسّدوا واطیعوا ولا تمفرقوا یعنی اتباع شریعت کا کرو، بدعت نہ کرو۔ اطاعت کرو، تفرقہ نہ کرو۔ (۱) اور فرماتے تھے جب تو اپنے دل میں کسی شخص کا بغض یا حب پاوے تو اُس کے افعال کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم پر عرض کر، اگر وہ افعال کتاب اور سنت میں محبوب ہوں، تو اُس شخص کو دوست رکھ اور اگر نہ ہو تو نہ کر وہ رکھ، تاکہ تو کسی کو اپنی نفسانی خواہش سے مہجوز یا محبوب نہ رکھے، قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (۲) اور کسی شخص کو نہ چھوڑ مگر واسطے اللہ کے، یعنی جب کہ تو اُس کو کسی کبیرہ کا مرتکب، یا کسی صغیرہ پر مصر دیکھے۔ اور فرمایا ہر حقیقت جس کی شہادت شریعت نہ دے، باطل ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) محدث دہلوی نے اخبار الامار میں، خواجہ قطب الدین، اختیار کاکی (قدس سرہ) کی کتاب دلیل العارفین سے نقل کیا ہے، کہ خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہ) فرماتے ہیں کہ، میں نے حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ، خدا تعالیٰ کے ایسے ایسے دوست ہیں کہ اگر وہ تھوڑی دیر بھی دنیا میں خدا تعالیٰ سے محبوب رہیں، تو نیست و نابود ہو جائیں۔ (۳)

مسلمانو! سوچو، سمجھو، کہ ان سچے قصوں سے حضرت بابرید لہطامی کا کس قدر متادب یا داب شریعت ہونا ثابت ہوتا ہے: حافظا علم وادب ووز کہ مجلس شاہ ہر کرانیت ادب لایق صحبت نیست (۴)

(۱) ترجمہ صاحب تحریر کا ہے۔ یہ روایت مذکورہ الفاظ میں مجھے نہیں ملی، اس کے قریب کے الفاظ پر مشتمل روایت یہ ہے: اتبعوا ولا تبسّدوا ولا تفقد کفیتم، وواہ الطہراتی فی الکبیر، عن عبد اللہ بن مسعود قال الہیثمی "ورجالہ رجال الصّحیح"

(مجمع الزوائد، باب الاقتداء بالسلف ص ۱۸۱ ج: ۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۰۸ھ) (نور)

(۲) سورہ آیت ۲۶۔ ترجمہ: یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ خواہش کی پیروی نہ کر کیونکہ خواہش کی پیروی تھوڑا لہذا کی راہ سے بھلا دیوے گی۔ ۱۲۔ مغنی عنہ

(۳) اخبار الامار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص ۲۷، فارسی (مطبع ہمدانی، دہلی: ۱۳۷۰ء)

(۴) شیخ حافظ کاٹن ہے حافظ کے دیوان میں نہیں ملا، یہ اصل سعدی اور حافظ کے دو مصرعوں کو ملا کر نیا شعر تیار کیا گیا ہے۔

[نور]

مفت الہی بخش کبیری کا مکتبہ

اور حضرت محبوب سبحانی پیران پیر (علیہ الرحمۃ والغفران) کس قدر عالم معلم، بدعت شکن، قبیح سنت ثابت ہوئے:

مہندار سعدی کہ راہ صفا تو ان رفت جز بر پئے مصطفیٰ
خلاف پیہر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید (۱)

اور حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے قول سے ثابت ہوا، کہ اس واعظ نے آنجناب کی شان پر کس قدر بہتان عظیم افتر کیا ہے، کہ وہ خدائے تعالیٰ سے روٹھ کر ایک عرصہ دراز تک بت خانہ میں گھٹی بجاتے رہے، آنجناب تو ایک لمحہ کی بھی جدائی کو باعث ہلاکت فرما رہے ہیں۔ شیخ صاحب نے خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہ) کا قول لکھا ہے، کہ محبت کی یہ نشانی ہے کہ تو مطیع ہووے اور اس بات سے ڈرتا رہے کہ کبھی مجھ کو دوست، اپنی درگاہ اور حضوری سے نکال دے، اور فرمایا، ہم سالہا اس کار (مجاہدہ اور حضوری) میں مجاور رہے، انجام کار بیت کے سوا اور کچھ ہم کو نصیب نہیں ہوا، آدمی منزل معرفت اور حضوری سے نزدیک نہیں ہوتا، مگر نماز میں فرمانبرداری کرنے سے، کیونکہ نماز مومنوں کی معراج ہے۔

کتاب سیر الاقطاب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہ) کے حال میں لکھا ہے کہ ”آپ حافظ قرآن مجید تھے، دو ختم ہر روز کرتے تھے، ایک دن کو ایک رات کو، صائم الدہر، قائم اللیل تھے، ہمیشہ عشاء کی وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔“ (۲)
ان حکایتوں سے کس قدر خواجہ معین الدین چشتی (قدس سرہ) کا، پابند اطاعت سنت، خائف عظمت و ہیبت اور شان خداوندی سے دبے ہوئے رہنا، اولیاء کے علم کا علم خداوندی کے سامنے بے حقیقت اور نابود ہونا، نماز اور طاعت کی عظمت دل میں رکھنا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی اور خواجہ معین الدین چشتی اور بابا فرید گنج شکر (قدس سرہ) اللہ تعالیٰ اسرار ہم) کے دست مبارک پر لاکھوں کافر مسلمان ہوئے تھے۔ اگر ان حضرات کے عقائد، احوال، اقوال ایسے ہوتے جیسے کہ اس جاہل واعظ نے بیان کئے، تو ان حضرات کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ کسی کو مسلمان بناتے۔ اس شخص کے قول اور مسلک کے موافق تو اسلام اور کفر میں کچھ بھی فرق نہیں ہے اور اسلام کو کفر پر کچھ تفوق نہیں۔ نعوذ باللہ من شرور أنفسنا ومن سیئات أعمالنا۔ (۳)

(۱) بوستان سعدی، ج ۱: ۹ (نول کشور، کانپور۔ ۱۸۸۱ء) مگر اشعار کی یہ ترتیب درست نہیں، جو شعر پہلے درج ہے وہ بعد کا پہلے آنا چاہئے۔

ترجمہ اشعار: جو شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ کے خلاف چلا وہ کبھی بھی صحیح راستہ پر نہ پہنچے گا۔ سعدی یہ نہ سمجھ کہ سچائی کی راہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کہیں اور بھی ہے۔

(۲) سیر الاقطاب مشائخ چشت کے احوال پر شیخ اللہ دیا چشتی کیرانوی کی تالیف ہے (مؤلف ۱۰۵۳ھ) مگر اس موقع پر سیر الاقطاب کا حوالہ لکھنے میں سہو ہوا۔ سیر الاقطاب کے اردو ترجمہ، از محمد علی جوہا، مطبوعہ منشی نول کشور پریس، لکھنؤ، ۱۳۹۹ھ۔ ۱۸۸۲ء میں [حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے، اگرچہ ص: ۱۱۵ سے ص: ۱۲۸ تک واقعات درج ہیں، مگر اس میں یہ الفاظ یا اس مفہوم کی کوئی عبارت موجود نہیں] [نور]

(۳) ترجمہ: ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اپنے نفس کی شرارتوں سے اور اپنے عملوں کی برائیوں سے۔ ۱۲ منہ غنی عنہ

از خدا خواتیم توفیق ادب ہے ادب محروم شد از فضل رب

اسلام میں حفظ مراتب، بہت بڑی اور نہایت ضروری چیز ہے۔ ع

گر حفظ مراتب نہ کنی زندگی

واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ (۱) و صان اللہ تعالیٰ ایانا وایاہ وایاکم من شر کل غیبی و غوی وعن مخالقات الحق والیقین۔ و آخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

حرره العبد

الاحقر الشیخ راہی رحمۃ ربہ الکریم، محمد ابراہیم..... محمد بن شیخ ابی العلی الحنفی القادری النقشبندی الکرمانی

ہذہ الأجوبۃ صحیحہ و منکرہ فضیحہ ابو القاسم سید احمد غفی عنہ دہلوی
أصاب من أجاب واللہ أعلم و عنده أم الكتاب سید میران شاہ غفی عنہ مولانا مدرس دارالعلوم لکھنؤ
(حجۃ الاسلام۔ مرتبہ محمد عبدالحق کرمانی ص ۳ تا ص ۲۱ مطبع بلالی سیٹم، ساڈھورو: ۱۳۲۰ھ)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو نہ کرنا اور کسی سے مدد چاہنا

(۵۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش سوال : اعمال امت کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر صبح و شام یا دو شنبہ یا پینچ شنبہ کو کیے جانا صحیح ہے مگر اس کی وجہ سے آپ کو نہ کرنا جائز نہیں: پیش ہوتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: اعمال امت کے فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش ہوتے ہیں، (۲) بعض روایات میں صبح و شام کا

(۱) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے سیدھی رو دکھاوے، اللہ تعالیٰ ہم کو اور اس شخص کو اور تم (اس نئے کے پڑھنے والوں) کو ہر ایک نئی اور کج رو کی ہدی سے اور حق یقین کی مخالفت باتوں سے بچاوے اور آخر میں ہمارا یہ کام ہے کہ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ رحمت جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی سب آل و اصحاب پر۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعمال پیش کئے جانے کی روایت، حکیم ترمذی سے سیوٹی نے جامع صغیر میں نقل کی ہے (حدیث نمبر: ۳۱۱۴) کے الفاظ یہ ہیں تعرض الاعمال يوم الاثنين والخميس على الله وتعرض على الائمة وعلى الانبياء والائمة يوم الجمعة، الى آخر الحديث۔ ترجمہ: ہر اور جمعرات کو اللہ کی بارگاہ میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں، اور انبیاء پر (ان کی امتوں کے) اور ماں باپ پر، جمعہ کے دن پیش کئے جاتے ہیں، پس وہ ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں کی چمک دمک میں اضافہ ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو نہ ستاو، یہ روایت منقول ہے، غریب العزیز کے والد سے مروی ہے۔ (فیض القدیر ۲۵۱:۳) اس کے علاوہ دوسری کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ (پانچ پوری) بعض اور جزئیات کی مہلکات کے لئے دیکھئے: نور اللہ [مجموعہ اقوال حضرت استاذ حضرت مولانا محمد یونس صاحب جو پوری مدظلہم و اساتذہ برکاتہم اللہ علیہم] مدرسہ ظاہر علوم بہار پور ص ۱۹۰-۱۹۲ [مکتبہ: ۱۳۳۱ھ]

(نور)

بھی ذکر ہے، مگر اس پیشی اعمال سے ندا کرنا آپ کو درست (معلوم) نہیں ہوتا، کہ مشابہت بشرک اور عوام کے عقیدہ کے افساد کا سبب ہے لہذا ناجائز ہے۔ علیٰ ہذا دیگر امور کا خیال کرنا چاہئے، اجمالاً اشارہ عاقل کو کافی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم:

کتبہ الراجی رحمۃ اللہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(مجموعہ کلاں۔ ص: ۱۳۳-۱۳۵)

(۵۴) بزرگوں کے نام سے حق تعالیٰ سے توسل جائز ہے: سوال: خواندن، سلسلہ نقشبندیہ

باشد یا قادریہ یا سہروردیہ، جائز است، یا نہ؟ ہرچہ باشد مع دلیل، بیان و ارقام فرمائید، تا اجر عند اللہ یا بند۔ زیر کہ بعض مولویان شرک گویند۔

ترجمہ: سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگوں کا (شجرہ) پڑھنا چاہئے یا قادریہ یا سہروردیہ کا، جائز ہے یا نہیں ہے، جو کچھ (مسئلہ) ہو، دلیل کے ساتھ تحریر فرمائیں، تاکہ حق تعالیٰ سے اجر پائیں۔ یہ اسلئے کہ بعض مولویوں نے اس کو شرک کہا ہے۔

جواب: در سلسلہ خواندن جزا ایں نیست کہ بوسیله اسماء بزرگان دعائی کنند کقولہم: الہی بحرمت فلاں عاقبت بخیر گرداں، مثلاً۔ پس توسل با اسماء مقبولان در دعاء چہ باک است؟

جواب: سلسلہ (شجرہ) پڑھنے میں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے، کہ بزرگوں کے نام کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں، جیسے پڑھنے والوں کا کہنا: اے اللہ! بحرمت فلاں انجام بخیر فرما۔ یہ دعا بطور مثال ہے، پس دعا میں مقبول بندوں کے نام سے توسل کرنے میں کیا بات ہے۔

در حدیث است در دعاء صبح و شام:

أَسْأَلُكَ بِنُورِ وَجْهِكَ وَبِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ (الخ) ہر گاہ کہ بحق السائلین سوال جائز شد، دیگر مقبولان را ذکر کردن چہ ناجائز نہ باشد؟

آرے لفظ حق بسبب شیوع عقیدہ رفضہ و معتزلہ فقہاء مکروہ گفتہ اند، مگر لفظ بحرمت را کسے ناجائز نہ گفت، فقط۔
البتہ اسماء بزرگان مثل ذکر حق تعالیٰ کردن درست نیست، کما قالوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) روایت کے الفاظ یہ ہیں: وعن اسی امامۃ الباہلی، قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا أصبح و اذا امسى دعا بهذا الدعاء اللہم انت احق من ذکر و احق من عبد و انصر من ابتغى و ارف من ملک و اجد من سئل و اوسع من اعطى، انت الملک لا شریک لہ و الفر لا یہلک، کل شیء ہالک الا وجہک... و انت اللہ الرؤف الرحیم أسألك بنور وجہک الذی اشرقت لہ السموات و الارض بکل حق ہو لك و بحق السائلین علیك أن تقبلنی فی هذه الغداة أوفی هذه العشیة و أن تجیرنی من النار بقدرتك. رواه الطبرانی فی فضال بن جبیر و هو ضعیف، مجمع علی ضعفه. مجمع الزوائد (۱۰/۱۱۷) [دار الکتب العلمیہ بیروت] [نور]

تو جملہ: (اے اللہ!) میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے پیارے کے نور کے واسطے سے ماورائے لوگوں کے واسطے سے جو آپ سے سوال کرتے ہیں۔

میں جب کہ حق سائلین سوال جانتا رہے تو دوسرے مقبولانِ بارگاہِ کاذر کرنا کیوں جانتا نہ ہوگا۔ ہاں اگر حقوقِ فیض اور محترمہ کے عقیدہ میں عام ہونے کی وجہ سے، اختیار نے اس کو ترک کر دیا ہے مگر حق پرست کو کسی نے بھی ناجائز نہیں کہا۔ مگر بزرگوں کے مصلحتِ حقانی کے سماجی طریقہ کو (پڑھنا) سمجھ نہیں جیسا کہ علماء نے کہا ہے۔ (تذکرہ)

(نکاح نکاح میں موجود)

(۵۵) غیر اللہ سے مدد مانگنا یا دعا کرنا شرک ہے: سوال: ایک شخص نے مرنے سے پہلے کہ باطنی، یا خارجی، یا آپ میری طرف سے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ مجھے اولاد دے یا شیخ ابو بکر مراد برادر سے آپ کے نام کے پانچ روپے کی شیرینی یا پاد روپے کا کچھ کر لیں، چنانچہ اس کی مراد برادری نے اس نے بعد برادری کے ایک تاریخ مقرر کر کے اس بزرگ کے نام کی شیرینی پر خوب دھوم دھام سے فاتحہ کرائی۔ اور اگر کوئی شخص کسی بزرگ کی قبر پر جا کر کہے، یا حضرت! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ میری خال مراد برادری سے تو یہ کہنا شرک ہے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح تذکرہ کرنا کہ یا علی تم دعا کرو اور دراز سے ماورے عقیدہ رکھنا کہ اولیاء اللہ دور سے سنتے جانتے ہیں، شرک ہے۔ غم غیب سوائے حق تعالیٰ کے کسی کو نہیں، خود قرآن شریف میں موجود ہے: وَعَسَدُ فَتَايَ الْغُيُوبِ لَا يَفْلَهُفَا إِلَّا اور حق تعالیٰ ہی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی کہ خور۔ (سورہ انعام آیت ۵۸)

اور جو چیز خاص حق تعالیٰ کا ہو، اس کو دوسروں کے واسطے حاجت کرنا شرک ہوتا ہے، پس جو کوئی اولیاء میں غیب الہی حاجت کرتا ہے تو وہ شرک ہے۔ ہاں حق تعالیٰ بعض اوقات بعض اشیاء کا علم اپنے مقبولوں پر ظاہر کر دیتا ہے، سو یہ مراد الہی نہیں، اور سب اشیاء کا علم اس سے ہو سکتا ہے لیکن نہیں! پس اگر یہ عقیدہ کسی کا ہو کہ بعض وقت بعض اشیاء کا علم الہی کو باعلام اللہ تعالیٰ حاصل ہوتا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

اور تذکرہ اس طرح کی کرنی کہ اگر جارا کام ہو گیا تو پانچ روپے کی شیرینی پر تمہارے نام سے فاتحہ کریں، اس کے معنی ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ بواسطہ تم کو ثواب پہنچائیں گے، اس نیت میں کچھ خرچ نہیں، کہ تذکرہ حق تعالیٰ کی ہے اور ثواب بزرگ کی روح کو پہنچایا ہے، مگر اس شیرینی اور طعام کا فقرا کو کھانا اور مسکے اور اغنیاء کو حرام ہے۔ اور اگر یہ معنی مراد الہی کہ

تہارے ہی نام کی نذر ہے تو وہ تک یہ شیرینی اور طعام بالکل حرام ہے، فقیر اور غنی کسی کو اس کا کھانا درست نہیں۔ قال فی الدر المختار وشرحہ:

اعلم ان السدر الذي يقع للثموات من اكثر العوام وما يؤخذ من الثمرات والشمع والزيت ونحوها، إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، كان يقول يا سيدي ان..... قضيت حاجتي فلنك من الذهب او من الطعام او الشمع او الزيت كذا، فهو بالإجماع باطل وحرام بوجوه:

منها انه نذر للمخلوق، والنذر للمخلوق لا يجوز، لانه عبادة ولا تكون للمخلوق. ومنها انه ظن ان الميت يتصرف في الامور دون الله تعالى، واعتقاده ذلك ككفر اللهم الا ان قال يا الله! اني نذرت لك ان شفيت مريضى.... ان اطعم الفقراء الذين باب السيد فانفسه او الامام الشافعى مثلاً.....

مما يكون النذر لله تعالى والشفع للفقراء، وذكر الشيخ الما هو محل لصرف النذر المستحبه الفاضل برأيه او مسجده، فيجوز بهذا الاعتبار ولا يجوز ان يصرف ذلك لغنى.... ولا يعقد ولا تشعل النعمة به ولا انه حرام بل مسحت " انتهى مختصراً (۱)

ترجمہ: جان لو او وہ نذر جو اکثر عوام مردوں کے لئے کرتے ہیں اور جو کچھ پیسے، موم، تیل اور اس جیسی چیزیں نذرگوں کے عزائمات پر ان کی قربت (واقعہ) حاصل کرنے کے لئے لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسے میرے سر پر اگر میری فحاش ضرورت پوری ہوگی تو میں تمہارے لئے اس قدر سونا، یا کھانا یا روٹی یا تیل وغیرہ ملاؤں گا تو طبعاً اس پر اتفاق ہے کہ یہ نذر باطل اور حرام ہے، اور اس کی کئی وجوہات ہیں:

(۱) ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لئے نذر ہے اور مخلوق کے لئے نذر جائز نہیں، کیونکہ یہ عبادت ہے اور مخلوق کی عبادت نہیں ہوتی۔

(۲) اور یہ ہے کہ اس میں یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ میت (قبر والا) ہمارے معاملات (اور کام) کے پورا کرنے

۱۔ الدر المختار میں اس عبارت میں سے کچھ حذف کر کے لکھا ہے: "اعلم ان السدر الذي يقع للثموات من اكثر العوام وما يؤخذ من الثمرات والشمع والزيت ونحوها، إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، كان يقول يا سيدي ان..... قضيت حاجتي فلنك من الذهب او من الطعام او الشمع او الزيت كذا، فهو بالإجماع باطل وحرام بوجوه:"

۲۔ الدر المختار میں اس عبارت میں سے کچھ حذف کر کے لکھا ہے: "اعلم ان السدر الذي يقع للثموات من اكثر العوام وما يؤخذ من الثمرات والشمع والزيت ونحوها، إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، كان يقول يا سيدي ان..... قضيت حاجتي فلنك من الذهب او من الطعام او الشمع او الزيت كذا، فهو بالإجماع باطل وحرام بوجوه:"

۳۔ الدر المختار میں اس عبارت میں سے کچھ حذف کر کے لکھا ہے: "اعلم ان السدر الذي يقع للثموات من اكثر العوام وما يؤخذ من الثمرات والشمع والزيت ونحوها، إلى ضرائح الأولياء الكرام تقرباً إليهم، كان يقول يا سيدي ان..... قضيت حاجتي فلنك من الذهب او من الطعام او الشمع او الزيت كذا، فهو بالإجماع باطل وحرام بوجوه:"

میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کچھ دخل رکھتا ہے، اور ایسا عقیدہ (اور خیال) صرف کفر ہے۔

مگر ہاں! یہ صورت درست ہے کہ یہ کہے اے اللہ! میں تیرے لئے نذر مان رہا ہوں، اگر میرا مریض صحت پالے، تو میں غرباء کو جو مثلاً سیدہ نفیسہ یا امام شافعی کے دروازوں پر ہیں، کھانا کھلاؤں گا۔

اس صورت میں نذر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگی اور اس کا نفع غریبوں کے لئے اور شیخ نے ذکر کیا ہے کہ (ایسی) نذر اس کے مستحقین کا حصہ ہے (اپنی اپنی کو خیر یوں میں) کسی سر اے یا مسجد میں رہتے ہوں، تو یہ نذر اس پہلو سے درست ہوگی، اور اگر اس کو صاحب حیثیت لوگوں پر خرچ کرے گا، تو درست نہیں ہوگی۔ ایسی نذر نہ واجب ہوتی ہے اور نہ اس کا پورا کرنے کی ذمہ داری ہے، کیوں کہ یہ نذر حرام بلکہ (ناپاکی) اور گمراہی ہے۔

الغرض اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ نذر اگر حق تعالیٰ کے نام کی ہے تو صدقہ (ہے)، فقیر کو کھانا حلال ہے، غنی کو حرام ہے۔ اور اگر نذر خود شیخ کے نام کی ہے، تو نذر حرام ہے اور طعام تحت و حرام ہے، کسی کو اس کا کھانا درست نہیں، نہ فقیر کو نہ غنی کو، مگر جیسا مردار کھانا، وقت اضطرار درست ہو جاتا ہے، تو فقیر کو اضطرار میں جب کچھ نہ ملے، تو اس کو بھی کھانا درست ہو سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ اور قبر پر کسی ولی کی جا کر یہ کہنا، کہ تم میرے واسطے دعاء کرو، اس میں اختلاف ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں:

والاستمداد من اهل القبور في غير النسي صلى الله عليه وسلم او الانبياء عليهم السلام، فقد انكره كثير من الفقهاء، وقالوا ليس الزيارة إلا لدعاء الموتى والاستغفار لهم، وإيصال النفع اليهم بالدعاء وتلاوة القرآن. واثبت المشايخ الصوفية قدس الله أسرارهم وبعض الفقهاء، رحمهم الله تعالى (۱)۔

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام کے علاوہ، اہل قبور میں سے کسی سے مدد طلب کرنا؟ اکثر فقہاء نے اس سے منع کیا ہے اور ان سب نے کہا ہے کہ قبروں کی زیارت صرف مردوں کے لئے دعاء، استغفار اور قرآن شریف کی تلاوت کے ذریعہ، نفع پہنچانے کیلئے ہے۔ مشائخ صوفیہ اور بعض فقہاء نے اس کو ثابت بھی کیا ہے۔ (یعنی صحیح کہا ہے)۔

الحاصل اس طرح قبور پر جا کر دعاء کا طالب ہونا قرون ثلاثہ میں ثابت نہیں ہوا، لہذا بدعت ہونا اس کا شبہ بالصواب

ہے، اگرچہ سبب خلاف علماء کے اس کے قائل پر ملامت نہیں کر سکتے، مگر عوام کو اس سے منع کرنا ضروری ہے، کہ وہ شرک تک نہ پہنچیں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الامامی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کتب - ص ۵۴، ۵۵، ۵۶)

(۵۶) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ اللہ کا وظیفہ پڑھنے کا حکم؟ مسئلہ: (تذیبہ پڑھنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ اللہ کا جائز نہیں، البتہ اگر حاضر و عالم و متصرف جان کر پڑھتا ہے تو وہ شرک ہے، اور جو یہ نہیں جانتا وہ شرک نہیں، مگر پڑھنا اس کا تاہم جائز نہیں، اور اس کے جاری کرنے والے سے، جس نے اول ایجاد کیا، بندہ کو اطلاع نہیں۔ فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فتاویٰ مدنیہ ج ۱، یا شیخ عبدالقادر جیلانی سرچہ مرزا قادیانویک (نئی کولہ کرکٹ پر پکڑا اس ص ۵۵) (مطبع العلوم مراد آباد - ۱۳۳۵ھ)

(۵۷) یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا ورد کرنے والے کا تفصیلی حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ پڑھنا یا شیخ عبدالقادر جیلانی کا شرک ہے یا جائز؟ اگر شرک ہے تو جو شخص اس کو جان کر رکھتا ہو اور پڑھتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اگر نماز درست ہے تو جو نماز اس کے پیچھے پڑھی ہو اس کا اعادہ چاہئے یا نہیں؟

جواب: اس کا پڑھنا شرک اس وقت ہے، کہ شیخ کو عالم غیب و متصرف مستقل جانے، اور جو اس لفظ میں رکعت اور اثر جان کر پڑھے تو بعض مشائخ کاورد یہ کا معمول ہے، ایسے پڑھنے پر نہ بخیر ہو سکے اور نہ تفسیق۔ اگرچہ ایسے بخیر نہ پڑھتا ہو تو بھی نہیں ہے، اور کسی مسلمان پر گمان کفر اور شرک و فسق کا کرنا، جب تک تاویل اس کے قول کی ضمن ہو سکے، درست نہیں، اور جب تک کہ وہ اقرا کہو نہ کرے، تو تاویل کر کے مسلمان بنادے، اور جو تاویل اچھی بیان کرے تو پھر اس پر گمان بد کرنا خود معصیت ہے۔

لَا تَعْصِي أَمْرًا طَائِفًا (المحجرات آیت ۱۶) ترجمہ: مقرر بعضی جہت گناہ ہے۔ (ترجمہ شاہ)

لہذا ایسے شخص کی امامت بھی درست ہے، اور پہلی صلوٰۃ بھی درست ہے، اور باہم اتفاق واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۵۸) یا شیخ عبد القادر جیلانی شینا للہ کو، اسم اعظم کہنا بالکل غلط اور سخت گناہ ہے؟ سوال: یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیخ اللہ کو اسم اعظم کہنا بالکل غلط ہے، اسم اعظم حق تعالیٰ کا نام ہوتا ہے اور اس

کے حلقے کرنے اور چھٹے کو خود علماء نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ دینار میں ہے:

كذلك قول شيخنا الله هليل بنكفروہ (۱) انہی

ای طرح شبہ اللہ چھٹا بعض علماء نے اس میں

والے کے کفر کا دلیل ثابت کیا ہے۔ (۲) اور

کیونکہ اس کے بعض معنی موجب کفر ہیں، اور بعض جہ سے جو معنی درست ہوتے ہیں، اس معنی کو بھی اگر حضرت شیخ کو ماضیہ نظر عالم الغیب تصرف، مانع و حار جان کر کے گا تو بھی موجب کفر ہوگا۔ چنانچہ دینار میں مذکور ہے:

منہا لو ظن ان الميت يتصرف في الأمور،

دون الله تعالى واعتصافه ذلك مكسور

سوجسہ: بعض دینا و ظلم میں سے یہ کہ

فمنہا غیر خدا کی خدمت مانا ہے اور یہ عقیدہ رکھنا

ہے کہ میت امور میں تصرف ہے، سوائے حق تعالیٰ

(۲) انہی

کے یہ عقیدہ اس کا کفر ہے۔ نیز حضرت تگویی

اور جو ہدایہ کسی عقیدہ کے کہے گا تو بھی مشابہت اہل بدعت سے ہوگی اور کلام حق ہوگا۔ اسی لیے قلات کا بخیر کرنا ممنوع ہے اور بر تقدیر یہ وہی مانا جائز ہے، اور اس کو اسم اعظم کہنا، بالکل بے مورد و کام ہے۔ اس کا صحیح کرنے والا مصیب اور حق پرست ہے، مانع کو برا کہنا گناہ اور حرام ہے۔ اور بھی زمانے میں بہت مسخر اس کے عدم جواز پر مرقم ہو چکے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد تگویی مکی

(مجموعہ کلاں، ص ۳۳-۳۴۔ تقریر: محمود چاند باؤنی، ۱۳-۱۴ نومبر ۱۳۸۵ھ میں پڑھی۔)

(۱) اصل میں ای طرح ہے: ویرا اصل عقیدہ یہاں کے علماء میں ہے کہ میت تصرف ہے، چنانچہ دینار میں ہے:

كذلك قول شيخنا الله هليل بنكفروہ

البر المسجود کتاب الجہاد باب المروءۃ ج ۱ ص ۶۱ (تذکرہ تفسیر طبع مکتبہ دار البیروت المسجود علی عاملی و الدیوب

مطلب علی بحسب علی الصبی الامان ص ۶۰ ج ۳ (مکتبہ دار البیروت) (۲) الذی المسجود علی عاملی و الدیوب و الدیوب

مذکور ج ۴ ص ۲۵۹ (تذکرہ تفسیر بیروت ۱۳۸۶ھ)

تقریر شعراں صورت میں شریعت اسلامیہ میں اور جس کی وہاں اور اشراق ہے

والن لای شریۃ لک تعالیٰ تفسیر

و بعضی علیہ التفسیر بعضی تفسیر

شرع شعراں یہاں، دینار علیہ ص ۵۵ ج ۲ (تذکرہ تفسیر دار البیروت) (۳) الذی المسجود علی عاملی و الدیوب و الدیوب

(۲) البیروت، الفصل فی العلوم ص ۳۳۸ (تذکرہ تفسیر دار البیروت ۱۳۸۶ھ) (۳) الذی المسجود علی عاملی و الدیوب و الدیوب

(۵۹) پیرزگوں کو عالم الغیب اور حاجت روا سمجھتے سوال : (۱) اگر شیخ (عبدالقادر) کو عالم الغیب اور یا عبدالقادر جیلانی علیہ السلام کے وظیفہ کا حکم ؟ واقعی الحاجات مستقل پورا کرتے یا جائز و اگر مقرر ہوئی ہوتے، بطور قسمل گفت جائز۔ درانتہاء (۲) مسطور است :

بعض اصحاب طریقہ قادریہ یا شیخ عبدالقادر (ارادہ برائے حصول مطالب باین طور قسم می کنند کہ اول دو رکعت نفل، بعد ازاں یک صدہ یا زودہ بار کلمہ تجید و یک صدہ یا زودہ بار علیہ السلام یا شیخ عبدالقادر جیلانی، از یک ادراغ کمال درست تصرف درو نہاد اختیار ارشاد فی نوع خود و اوراد و بھی ترجمہ سوال : اگر شیخ عبدالقادر (جیلانی) کو غیب کا جاننے والا اور ہمیشہ ضرورتوں کا پورا کرنے والا سمجھ کر کہا (۶۰) جائز ہے اور حق تعالیٰ کی مدد کا ایک مظہر سمجھ کر قسمل کے طور پر کہا تو جائز ہے۔ اعتقاد میں لکھا ہے :

مسئلہ قادریہ کے بعض صاحبان، یا شیخ عبدالقادر، مطالب کے حصول کے لئے اس طرح قسم کرتے (پڑھتے) ہیں بدل و درگفت لعل ہاں کے بعد ایک سو گیارہ مرتبہ کلمہ تجید اور ایک سو گیارہ مرتبہ تیسرا شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ السلام اس لئے کہ کالمین کی روحوں کو دنیا میں اپنے ہم جنسوں میں تصرف کرنے اور ارشاد و تلقین فرمانے کا اختیار دیا ہے۔

دور تعمیر مزین فی تفسیر اذالسماء الشفقت بیان حالات اموات و بعضے از خواص اولیاء اللہ و اکمالہ جادہ تکمیل و ارشاد و بنی نوع خود گرانیہ اند و دریں حالت ہم تصرف درو نہاد و وہ استغراق آنها بجهت کمال و صحت مدارک آنها مانع توجہ باین سمت نمی گردد و او بیاں تفصیل کمالات باطنی از لہ نہائی نمایاند، و ارباب حاجات مطالب حل مشکلات خود از انہائی طلبند و فی بابہ۔ (۳)

اور تعمیر مزین فی تفسیر اذالسماء الشفقت کے تحت مردوں کے احوال کے بیان میں ہے بعض خاص اولیاء اللہ جنہیں حق تعالیٰ نے ان جیسے انسانوں کی تکمیل و ارشاد کا ذریعہ اور واسطہ بنایا ہے، انہیں اس

(۶۱) انہوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ فی الواقع یہ بھی جواب صحیح ہے لیکن چونکہ تقاضا ہے کہ اس میں بھی اہل علم و فہم شرکت ہے۔ لہذا یہ دعویٰ کسی اپنے صاحب کے لئے سوال و جواب کے دائرہ میں نہ رہتا ہے۔ (۶۲) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۶۳)

(۶۴) اس کی وجہ سے کہ ہر شخص کی کمال ہے اس میں کسی کی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام کی صلاحیت ہی سہی بولہ و لہذا مرد ہے تو ہر مرد و عورت کی صلاحیت الہیاتی خود ہے جو علی علیہ السلام کی صلاحیت الہی کی سب سے زیادہ صاف ہے و ہر مرد و عورت کی صلاحیت الہی کی سب سے زیادہ صاف ہے۔ (۶۵) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۶۶) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۶۷) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۶۸) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۶۹) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۷۰) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۷۱) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۷۲) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۷۳) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۷۴) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۷۵) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۷۶) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۷۷) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۷۸) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۷۹) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۸۰) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۸۱) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۸۲) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۸۳) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۸۴) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۸۵) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۸۶) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۸۷) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۸۸) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۸۹) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۹۰) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۹۱) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۹۲) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۹۳) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۹۴) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۹۵) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۹۶) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۹۷) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۹۸) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۹۹) شکیں کی ضرورت ہے۔ (۱۰۰) شکیں کی ضرورت ہے۔

حالت میں بھی دنیا میں تصرف کی صلاحیت بخشی ہے۔ ان حضرات کا (حق تعالیٰ کی یاد میں) استغراق کے سبب، جو ان کے مدارج کمال کی وسعت کی وجہ سے ہے، اس کی طرف توجہ نہیں ہوتی، اویسی ان سے باطنی کمالات میں فائدہ اٹھاتے ہیں اور اہل ضرورت ان سے اپنی (دنیاوی اور دینی) مشکلات کا حل (بھی) طلب کرتے ہیں اور اپنے ان مقاصد کو پالیتے ہیں (یعنی ان میں کامیاب ہو جاتے ہیں)

و نیز قاضی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ (علیہ) پانی پتی، در پارہ دوم، زیر آیت بل احياء می فرماید:

ان الله تعالى يعطى لأرواحهم قوة الأجساد، فيذهبون من الأرض والسماء والجنة حيث يشاءون وينصرون أولياءهم ويدمرون أعداءهم، ان شاء الله تعالى! ولذلك قالت الصوفية العلية ارواحنا اجسادنا، واجسادنا ارواحنا، وقد تواتر عن كثير من الأولياء، أنهم ينصرون أولياءهم ويدمرون أعداءهم. انتهى. (۱)

وقد افتى صاحب الخيرية: بجوازه، بينا مفهومه قال: يا شيخ عبد القادر فهو نداء واذا اضيف اليه شيئاً لله فهي طلب شيء اكراماً لله تعالى، فما الموجب بحرمة (۲) انتهى اور قاضی ثناء اللہ نے بھی دوسرے پارہ میں، آیت کریمہ: بل احياء کے ذیل میں فرمایا ہے: ”اللہ تعالیٰ اولیاء کی ارواح کو اجسام کی قوت دیتے ہیں، پس وہ زمین آسمان جنت میں جہاں چاہے جاتے ہیں، اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں، اور اپنے دشمنوں پر تباہی ڈالتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں، اور بڑے درجہ کے صوفیاء نے کہا ہے: ہماری روہیں ہمارے جسم ہیں، اور ہمارے جسم ہماری روہیں ہیں، اور بہت سے اولیاء سے بطریق تواتر مروی ہے کہ، وہ اپنے دشمنوں پر تباہی ڈالتے ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں (تفسیر مظہری کی بات پوری ہوئی)۔

اور خیر یہ کے مصنف نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، ہم اس کا مفہوم بیان کرتے ہیں: انہوں نے کہا ہے کہ، جملہ یا شیخ عبد القادر ندا ہے اور جب اس کے ساتھ شینا لله ملا یا جائے، تو وہ کوئی چیز مانگنا ہے، بایں وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا اعزاز کیا ہے، پس اس کے عدم جواز کی کیا وجہ ہے؟ اور اسم اعظم ہے۔ (۳) فقط

(۱) تفسیر مظہری ص ۱۵۲/جلد اول، سورہ بقرہ آیت..... (اشاعت العلوم، حیدرآباد: بلاسنہ) [نور]

(۲) فتاویٰ خیر یہ ص ۱۸۴/میر محمد کتب خانہ، کراچی بلاسنہ

(۳) قولہ اور اسم اعظم ہے۔ یعنی یہ جملہ یا شیخ عبد القادر شینا لله اسم اعظم ہے اور یہ اس کے جواز کی مستقل دلیل بیان کی ہے۔ حضرت رحمہ اللہ نے جواب کے شروع میں اس کی تردید کی ہے، یہ کسی مستفتی کے سوال کا جواب ہے، جس میں اس نداء کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اصل میں سوال کو حذف کر کے، اس غلط جواب ہی کو سوال بنایا گیا ہے، جس کا حضرت نے آگے جواب لکھا ہے۔ (پالن پوری)

اور حالانکہ صحابہ کی نیت میں کوئی معنی قبیح نہ تھے، مگر یہ سبب مشابہت اور توہم معنی قبیح کے یہ الفاظ ممنوع ہو گئے۔
عوام اس درجہ شرک اور گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، کہ جب خواص اصلاص معنی کے ساتھ اس کا رد کریں گے تو عام بھی اس کا
جان نہ جان کر بلا تیز درمیان ہی قبیح چیز میں گے، اور شراب ہوں گے اور جس سے عام کو فواید (گم رانی) ہو، وہ عمل خواص کی
بھی درست نہیں۔ فی العالم کثیر ید۔

لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة أو كل مباح يؤدى إليه فمكروه (۱) انہیں
کیوں کہ جاہل لوگ اس کو سنت اور واجب سمجھ لیں گے اور یہ وہ مباح چیز جس کو سنت یا واجب سمجھا جائے وہ مکروہ ہے
مع ہذا اور خود تفسیر عزیز بی میں درمیان دو جوہر شرک (کے) اند کو ہے:

از آں جملہ کہ تا یکہ روز کرد و نگر آں را با خدا تعالیٰ بمسری گفتہ و از آں جملہ اند کہ تا یکہ روز دفع بلا و نگر آں را
خواہد، وہم جنس و تحصیل منافع بد نگر آں رجوع فی نماز و ہا لا اشتغال دہں کہ تو سل بآں و نگر آں نماز۔

تو جمعہ: شرک میں وہ لوگ بھی شامل ہیں، جو انسانوں و فیروہ کے مرتبہ کو حق تعالیٰ کے برابر کرتے ہیں، اور ان ہی میں
سے وہ لوگ بھی ہیں جو بلاؤں مصیبتوں کے دور کرنے کے لئے (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) کسی اور کو یاد کرتے اور پکارتے
ہیں، اور اسی طرح وہ بھی اسی میں شامل ہیں، جو اپنے فائدوں اور ضرورتوں کے لئے (حق تعالیٰ کے علاوہ) اور اس سے
براہ راست رجوع کرتے ہیں، یا پھر اس کے کہ کسی اور سے ان کے ذریعہ سے وسیلہ حاصل کر لیں۔

اور پھر ظاہر ہے کہ دعوت اس حکام کی داخل ہر دو قسم میں ہے، کیونکہ فرض اس سے دفع بلا و جلب منافع ہے، یا مثل ذکر اللہ کے
اس سے تحصیل برکات و تحریک مقصود ہے، یا بعد ترک کے اس کو گمراہ کرتے ہیں۔ پس کسی کے تو سل سے دعا، کرنی درست ہے مگر یہ
صورت تو سل کی ہرگز نہیں، بلکہ دعا و استغاثت ہے۔ سبب صاحب کو شہد قانع ہوا کہ دعا کو تو سل سمجھ گئے۔

تو سل کی صورت یہ ہے کہ کہے یا اللہ بجاہ شیخ عبد القادر (جیلانی) شیناء، یہ کہ خود شیخ سے طلب
کرے یا سفید دعا، یا شیخ انطیطنی شیناء یہ تو سل کی طرح ہو سکتا ہے! مع حد القضا ضیعا للہ کا معنی بھی شرک کو ہے،
کیوں کہ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں، کہ کچھ حق تعالیٰ کو، اس واسطے کہ لفظ لام معطلی نہ پڑا ہے تو یہ معنی تو اللہ شرک
ہوئے۔ دوسرے یہ معنی ہیں کہ شیخ کچھ کو، کچھ بجاہ اللہ تعالیٰ کے تو اس معنی میں، مگر مستقل شیخ کو جانتا ہے تو بھی شرک ہو،
اور جو باذن اللہ معطلی کہتا ہے تو اس کی تو یہ وہ ہے، جو تفسیر عزیز بی سے سبب سے عقل کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے بعض
اولیاء کو حق تعالیٰ نے تاکہ تحصیل ارشاد و تلقین بنا ہے کہ اس کے ذریعہ سے باذن اللہ مطالب غفلت برآء اور اصل مشکلات خود خلق

(۱) (الف) ناگھیری میں: (جوز) باب ما یحصل بذلک مساوی سجدة الشکر (مطہرہ، بزرگوں کی نکتہ) اب ناگھیری میں: (جوز) باب

الاب الذات عشر ما یحصل بذلک، مساوی سجدة الشکر (نکتہ) ناگھیری میں: (جوز) (جوز)

بذریعہ ان کے حق تعالیٰ سے چاہتے ہیں، نہ یہ کہ اولیاء خود متصرف مستقل بن جاتے ہیں۔ شاہ صاحب نے خود آلہ جارج سے اس وہم شرک کو دفع کر دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب وہ آلہ ٹھہرے، تو اگرچہ بظاہر حاجت روائی بذریعہ آلہ ہوتی ہے، مگر خود آلہ سے دعا و استعانت طلب کرنا شرک ہے۔ پس ایسی صورت میں متصرف حقیقی کو چھوڑ کر، آلہ سے طلب کرنا بھی، خالی از مشابہت شرک نہیں۔ ندا و دعا کہ نادوسری شے ہے، کہ منادی کے علم و تصرف کو چاہتا ہے اور ذریعہ ہونا اور امر ہے، کہ ذریعہ کا واسطہ اور مقبول ہونا، بدرگاہ فیاض اس سے مستفاد ہوتا ہے۔ شتان بینہما۔

مثلاً اور بواسطہ شمس کے آتا ہے، مگر طلب نوری شمس سے شرک ہے، ندا کسی کو کرنا مبنی بر علم و تصرف منادی کے ہے اور بس۔ پس عبارت (تفسیر) عزیزی سے جواز ندا کا کیوں کہ مفہوم ہوا؟ بڑا تعجب ہے۔ اگر گاہے اولیاء کو خبر بطور کشف باذن اللہ تعالیٰ ہو جاوے، اس سے بروقت یا استقلالاً علم و تصرف کا ہونا، کہاں سے لازم آتا ہے۔ پس ایسی دعوت بہر حال یا شرک جلی ہے یا فنی، یا لغوہ شاپہ بشرک ہو کر حرام و ناجائز ہووے گی، کسی وجہ سے جواز کا شائبہ اس میں نہیں ہو سکتا۔

اب استدلالات مجیب کا حال سنو! کہ جو اس کلام کو بطور توسل جائز فرماتے ہیں، حالانکہ اس صورت میں کوئی توسل کی صورت نہیں کما مقرر۔ اور شاہ ولی اللہ نے طریقہ بعض جیلانیہ کا بیان کیا ہے، اس سے اجازت و مشروعیت کا فہم غلط ہے اور تحکم [ہے] (۱) اور شاہ عبدالعزیز کی عبارت کا مطلب خود واضح ہو گیا، کہ وہ ندا کو ہرگز جائز نہیں فرماتے، بلکہ شرک لکھتے ہیں، اور جو وہ فرماتے ہیں اس سے جواز ندا و طلب ہرگز مستفاد نہیں ہو سکتا! علیٰ ہذا تفسیر مظہری کا مطلب ہے، ندا و استعانت اولیاء سے نہ حیات میں روا ہے نہ بعد موت۔

اور خیر یہ [سے] جو نقل کیا ہے اول تو اس کی عبارت معلوم نہیں کہ کیا ہے، جب تک سابق و لاحق کا حال معلوم نہ ہو، اس پر حکم نہیں ہو سکتا۔ مسلمنا! اگر اس کی یہی مراد ہے جو مجیب نقل کرتے ہیں، تو وہ فتویٰ ان کا مردود ہے اور یہ نصوص قطعیہ و روایات فقہاء معتبر ہیں، کہ سابق میں لکھی گئی ہیں کہ ندا غیر اللہ کو بہر حال ناجائز ہے اور شیعہ اللہ کے معنی موہم شرک ہیں، اگرچہ نیت داعی کے صحیح معنی کے موافق ہو، تاہم درست نہیں، یہ وجہ حرمت کلام کی ہے، اگرچہ موجب حرمت کا خیر یہ کہ معلوم نہ ہوا، مگر نصوص و روایات سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ پس [جو] فتویٰ خلاف نصوص و روایات سمجھ کا ہووے گا، وہ قطعاً مردود ہووے گا۔ واللہ اعلم و علمہ اتم

(مجموعہ کلاں۔ ص ۱۹۳)

المجیب رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۱) حکم بروزان نظم، ترجمہ برحق، دکن، صرف اپنی بات چلا نا اور سنو نا۔ لغات سعیدی مؤلفہ مولوی عبدالعزیز، ص ۱۹۳، (مولوی محمد سعید انصاری ندوی) ص ۱۴۵ (مطبع مجیدی، کان پور، ۱۹۳۷ء)

علم غیب اور امکانِ کذب وغیرہ کی بحث

(۶۰) علم غیب کی تحقیق: مسئلہ: علم غیب میں تمام علماء کا یہ عقیدہ ہے اور مذہب ہے کہ سوائے حق

تعالیٰ کے علم غیب کسی کو نہیں۔ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ. (سورہ انعام آیت ۵۹)

ترجمہ: حق تعالیٰ ہی کے پاس ہے، علم غیب کا۔ سوائے اس کے اس کو کوئی بھی نہیں جانتا۔

پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے، مگر جو بات حق تعالیٰ اپنے کسی بندہ مقبول کو، بذریعہ وحی یا کشف بتا دے، تو وہ اس کو معلوم ہو جاتی ہے اور پھر وہ مقبول اور لوں کو بتا دے، تو ان کو بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ جیسا علم جنت، دوزخ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کو بتا دیا، پھر انہوں نے اپنی اپنی امت کو خبر دے دی۔ چنانچہ آیت سورہ جنت سے واضح ہے۔ (۱) جس کا حاصل یہ ہے کہ جو خبر غیب کی حق تعالیٰ اپنے مقبول کو بتا دے، اس کو وہ خبر معلوم ہو جاتی ہے، اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ جملہ اشیائے غائبہ، نبی کو معلوم ہو جاتی ہیں، کیونکہ اگر یہ مطلب ہو کہ رسول کو تمام علم غیب ہو جاتا ہے، تو دوسری آیت صاف اس کے مخالف خبر دے رہی ہے۔ وہ یہ ہے:

قُلْ لَا أَفْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَاشَاءَ اللَّهِ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبِ لَاسْتَكُنْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسْنِيَ السُّوءُ. (سورہ اعراف آیت ۱۸۸)

ترجمہ: کہہ دے تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی امت کو کہ میں مالک نہیں، اپنی جان کے کچھ نفع نقصان کا، مگر جو اللہ تعالیٰ چاہے، اور اگر مجھ کو علم غیب ہوتا تو البتہ بہت جمع کر لیتا میں نیکی، اور مجھ کو کچھ ضرر نہ ہوتا۔

پس اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ آپ کو جملہ اشیائے غائبہ کا علم نہیں، یہاں تک کہ اپنی ذات کا نفع اور ضرر بھی آپ کے اختیار میں نہیں، پس یہ عقیدہ البتہ خلاف آیت قرآن کے شرک ہوا، خود دوسری جگہ موجود ہے:

(۱) سورہ جن کی وہ آیت ہے: "عَلِمَ الْغَيْبِ فَلَا يَظْهَرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ" الآتية ترجمہ: غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، مگر اپنے کسی برگزیدہ و مقرر کو جس (وہ اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس کے آگے پیچھے محافہ فرشتے بھیج دیتا ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ جان لیں کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کا پیغام (رسول تک پہنچا دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ان پیرو داروں کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اور ان کو ہر چیز کی تحقیق معلوم ہے۔ (آیت ۲۲-۲۳) (پان پوری)

مَا أَذْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ.

ترجمہ: مجھ کو معلوم نہیں کہ آخرت (میں) میرے

ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا ہوگا۔ (سورہ احقاف آیت ۹)

پس جب صاف ظاہر ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب نہیں، مگر جس قدر آپ کو اطلاع دی جاتی اور اس پر بہت آیات اور احادیث شاہد ہیں۔ پس خلاف اس کے یہ عقیدہ رکھنا، کہ انبیاء علیہم السلام تمام غیب کو جانتے ہیں، شرک قبیح جلی ہوگا۔ معاذ اللہ! حق تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے عقیدہ فاسدہ سے نجات دے اور توبہ نصیب کرے، آمین۔
بس یہ عقیدہ رکھنے والا شرک ہوا، اور جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہ ہوا، تو یا رسول اللہ کہنا بھی غیر جائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کر کے کہے گا، کہ آپ بسبب علم غیب کے دور سے سن سکتے ہیں، تو یہ عقیدہ کفر ہے اور اگر یہ عقیدہ نہ ہو تو کفر نہیں، مگر یہ کلمہ مشابہ کفر ہے۔

البتہ اگر یہ کلمہ درود شریف کے درمیان پڑھا جائے، اور یہ عقیدہ ہو، کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے روبرو عرض کرتے ہیں، تو درست ہے۔ چنانچہ حدیث شریف ہے کہ درود بندہ مومن کا، ملائکہ آپ کی خدمت بابرکت میں پیش کرتے ہیں اور ایک جماعت ملائکہ کی اسی خدمت پر مامور ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی (مجموعہ کلاں ص: ۳۹-۵۰)

[نوٹ: اس فتویٰ کے ساتھ مزید سوالات اور ان کے جوابات بھی مرقوم ہیں، جو ای مجموعہ فتاویٰ میں اپنے اپنے موقع پر درج ہیں، آخر میں لکھا ہے۔ فقط - نور-]

اس پر مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی تصدیق و تصحیح بھی درج ہے: الأجابة صحيحة محمد يعقوب نانوتوي
(۶۱) کذب باری کو واقع ماننا سراسر گمراہی ہے: (۲) سوال: (۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین

و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ ذات باری (عالی) عر اسر موصوف بھفت کذب ہے، یا نہیں؟ اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے، یا نہیں؟ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے، وہ کیسا ہے؟ فقط۔

(۱) قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان لله ملائكة في الارض يسبحون بلغوني من امتي السلام. رواه الإمام أحمد في مسنده (۵۳۶/۳) رقم: ۳۶۶۶، صحيح: ۳، ص: ۲۱۶، رقم: ۳۳۴۰، (دار الحديث القاهرة: ۱۳۱۶/۵ ۱۹۹۵) رواه النسائي والدارمي، عن ابن مسعود، رويته شكوة المصباح، الفصل الثاني، باب الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم، ص: ۸۶، [كتاب خاتمة شريعة في ۹۵۵، القول البدیع للإمام السخاوي مع تخریج وتحقیق شیخ محمد عوامہ ص: ۳۳، (دار البیروت للنشر، مدینہ منورہ: ۱۴۳۲ھ، ۲۰۱۱ء) (نور)]

(۲) کذب باری: مسئلہ صحیح نہیں، صحیح تعمیر عموم قدرت باری تعالیٰ ہے اور یہ نہایت آسان اور بدیہی مسئلہ ہے، مگر تعمیر کی خرابی نے ایک نہایت اہم بحث کو برپا کر دیا۔ بھلا کون مومن یہ بات تسلیم کرے گا کہ خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے، یعنی خلاف واقعہ بات فرماتا ہے۔ بحث در حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں جو خبریں دی ہیں، مثلاً فرعون، ہامان اور ایوب، جنہی ہیں اور جن کا ایمان پر خاتمہ ہوگا وہ..... بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اگر حق تعالیٰ چاہتا اس کو سہی کر دے مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا اور سب اعتبار سے یہ خطرہ اسے نہیں۔ وہ قائل بن کر: **لَقَدْ عَلِمْتُمْ لِيَسْأَلُكُمْ فِيهِ مَالُ الْكُذِبِ** ہے، یہ عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔
لفظ اللہ تعالیٰ علم۔
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی علی مد

هذا الجواب صحيح ثم مراد من مظهر عمر (۱)
(فتاویٰ رشیدیہ، ص ۲۶-۲۷، کتاب خیر الطایع، دہر خ ۱۳۱۰ھ)

(۶۲) شاہ محمد اسماعیل کی تحریر میں امکان کذب سے کیا مراد ہے؟ سوال: جناب مولانا محمد اسماعیل صاحب مرحوم دہلوی، اپنے رسالہ ایک روزی (۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کو قدرت علی الکذب ہے مگر قیاساً سب مصلحت و حکمت لازمی حال ہے، اور جناب مولوی محمد قاسم صاحب مرحوم بھی امکان کذب باری تعالیٰ شانہ کے قائل تھے، اور کتب عقائد و غیرہ سے بھی امکان خلف و عید و غیرہ مفہوم ہوتا ہے، مگر بعض علماء نے جو مولوی لطف اللہ صاحب کوئی (۳) سے اور مولوی احمد حسن صاحب مدرس کا پتھری (۴) سے دریافت کیا تو یہ کہا کہ امکان اور قدرت علی الکذب کہا بدینی ہے، اور کذب پر اللہ تعالیٰ شانہ ہرگز قادر نہیں، بحال بالذات ہے کہ سب نفی کا ہے۔ لہذا آپ کو تکلیف دی جاتی ہے کہ جوابات حق ہو تحریر فرما کر در سال فرمایں، مگر دلائل بھی ہوں تو بہتر ہے۔

(۱) اس فتویٰ کا یہ حصہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۹ پر ہے مگر تا لفظ رشیدیہ ص ۶۹ و غیرہ میں اس فتویٰ کے الفاظ میں بعض تبدیلیاں ہیں جو عبارت سے ہیں۔
(۲) ایک روزی کا یہ حصہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۹ پر ہے مگر تا لفظ رشیدیہ ص ۶۹ و غیرہ میں اس فتویٰ کے الفاظ میں بعض تبدیلیاں ہیں جو عبارت سے ہیں۔

(۳) ایک روزی کا یہ حصہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۹ پر ہے مگر تا لفظ رشیدیہ ص ۶۹ و غیرہ میں اس فتویٰ کے الفاظ میں بعض تبدیلیاں ہیں جو عبارت سے ہیں۔
(۴) ایک روزی کا یہ حصہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۹ پر ہے مگر تا لفظ رشیدیہ ص ۶۹ و غیرہ میں اس فتویٰ کے الفاظ میں بعض تبدیلیاں ہیں جو عبارت سے ہیں۔

اس فتویٰ کا یہ حصہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۹ پر ہے مگر تا لفظ رشیدیہ ص ۶۹ و غیرہ میں اس فتویٰ کے الفاظ میں بعض تبدیلیاں ہیں جو عبارت سے ہیں۔
اس فتویٰ کا یہ حصہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۶۹ پر ہے مگر تا لفظ رشیدیہ ص ۶۹ و غیرہ میں اس فتویٰ کے الفاظ میں بعض تبدیلیاں ہیں جو عبارت سے ہیں۔

السلام علیکم

جواب: از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔

اس مسئلہ میں بحث کرنا بد انجام رکھتی ہے۔ ذات پاک حق تعالیٰ کی ہر عیب سے پاک اور بری ہے، پہلے مسعود احمد (۱) نے پوچھا تھا تو انکار کر دیا تھا، اب آپ کی تحریر پر لکھتا ہوں۔ (۲)

اخبار فی ذاتہ خیر محض ہے، خبر کذب میں جو شرعاً عارض ہوا، بسبب عدم لاحق کے ہوا [یعنی بسبب اس قول کے عدم کے ہوا] کہ خلاف محکی کے ہے۔ کلمہ خبر میں کہ وجود محض ہے، کوئی شرنہیں، پس نسبت کسی چیز کی اور کسی فعل کی الی الخالق، قبیح نہیں ہو سکتی۔

(۱) مولانا حکیم مسعود احمد، حضرت مولانا کے بڑے فرزند تھے، والد سے تعلیم حاصل کی، طب پڑھی اور خاص شان کی زندگی گزاری۔ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۵۱ھ کو گنگوہ میں وفات ہوئی۔ (بیاض کبیر، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی [قلمی عکس نسخہ مؤلف مملوکہ رقم سطور]) (نور)

(۲) سوال یہ تھا کہ مولانا شہید اور مولانا نوٹوی امکان کذب کے قائل ہیں اور علم کلام کی کتابوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، وعدہ عید میں خلف (پچھلے جانا یعنی پورا نہ ہونا) ممکن ہے اور یہی امکان کذب ہے۔ مثلاً "ان الله لا يعفون بشرك بعد عید کی آیت ہے، پس ممکن ہے کہ یہ بات نہ پائی جائے، بلکہ اللہ تعالیٰ شرک کی مغفرت کر دیں، یہ بات ممکن ہے، یہی امکان خلف وعید ہے اور اسی کا نام امکان کذب ہے، مگر مولانا لطف اللہ صاحب اور مولانا احمد حسن صاحب اس کا انکار کرتے تھے اور اس کو محال بالذات قرار دیتے تھے۔ حضرت نے اس تحریر میں دونوں فریقوں کی تصویر کی ہے، اس تحریر کے آخر میں فرمایا ہے کہ مولانا شہید کی بات برحق ہے، مگر ان کے مخالفین نے لفظوں کے ظاہری معنی کے پیش نظر اس تعبیر کو بدینی قرار دیا ہے، اور عوام کو ایسا ہی جواب دینا چاہئے، وہ امکانی ذاتی اور امتناع بالغیر کا فرق نہیں سمجھ سکتے۔

رہی یہ بات کہ مولانا شہید کی بات برحق کیسے ہے؟ اس کو اگر حضرت تعبیر بدل کر سمجھاتے تو بات آسانی سے سمجھ میں آ جاتی، جیسا کہ ہم نے پچھلے نمبر پر لکھا ہے، مگر حضرت نے اسی تعبیر کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے برحق ہونے کو واضح کیا ہے، جس کو سمجھنے کے لئے پہلے چار باتیں جان لینی چاہئیں:

۱۔ ہر کلام خبری کے لئے محکی عنہ ہوتا ہے، پھر اگر نسبت کلامیہ نسبت واقعہ کے مطابق ہے تو کلام صادق ہے۔ ورنہ کاذب ہے، جیسے: زید نادم علی السریہ کلام خبری ہے اور اس میں نسبت ایجابیہ ہے اور خارج میں زید کا چار پائی پر سویا ہوا ہونا محکی عنہ ہے اور یہی نسبت واقعیہ ہے۔ پس اگر واقعہ زید چار پائی پر سویا ہوا ہے تو یہ کلام سچا ہے، ورنہ جھوٹا ہے۔

۲۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے تعلق سے خیر ہے، بندوں کے تعلق سے خواہ وہ شر ہو۔ جیسے توحید اور شرک اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے کے اعتبار سے خیر ہیں، مگر بندوں کے کسب و عمل کے اعتبار سے ایک خیر ہے اور ایک شر۔ پس ایسی صورت میں کہیں گے کہ دونوں باتیں فی نفسہ خیر ہیں اور بغیرہ ایک خیر ہے اور ایک شر اور یہ مضمون حدیث جبرئیل میں آیا ہے کہ تقدیر خواہ اچھی ہو یا بری (یعنی بندوں کے اعتبار سے) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ان کی طرف سے دونوں باتیں خیر محض ہیں۔

۳۔ ایک اصل ہے اور ایک عارض ہے، اصل کے اعتبار سے حکم اور ہوا اور عارض کے اعتبار سے حکم دوسرا ہو، یہ بات ممکن ہے، جیسے تازہ درود اچھی چیز ہے اور بگڑا ہوا درود نا قابل استعمال ہے۔

۴۔ محال اور متمنع کی دو قسمیں ہیں: محال بالذات اور محال بالغیر! جیسے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ملک سے نکال دیں، یہ بات بالذات محال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ملک کے علاوہ کوئی ملک ہے ہی نہیں، نکال کر جہاں بھی کریں گے وہ انہی کا ملک ہوگا، اور اللہ تعالیٰ شرک کو بخش دیں، یہ بات محال بالغیر ہے، جب وہ اس کی عدم مغفرت کی خبر دے چکے ہیں تو اب بخشش ممکن نہیں ہے، البتہ فی نفسہ چونکہ ان کی قدرت ضدین کو شامل ہے، اس لئے بالذات یہ بات ممکن ہے، یعنی عموماً قدرت کے پیش نظر اس کا امکان و احتمال ضرور ہے۔

اب جاننا چاہئے کہ اللہ کی دی ہوئی تمام خبریں خواہ ان کا تعلق وعدوں سے ہو یا وعیدوں سے خیر محض ہیں، البتہ اگر وہ وعدہ وعید پورے نہ ہوں تو وہ خبریں جھوٹی ہوں گی اور جھوٹ شر ہے مگر یہ شر عارضی ہے، چونکہ وعدہ وعید پورے نہ ہوئے اور محکی عنہ کے خلاف ہو گیا، اس لئے یہ شر عارض ہوا، مگر اخبار کے اصل الفاظ میں کوئی شرنہیں، وہ وجود محض ہے، اس لئے امکان کذب ایک امر عارض ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کی خبریں فی نفسہ صادق ہیں، اور کذب محال بالغیر ہے، محال بالذات نہیں جو سب نقص ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ کذب یا تو محال بالذات ہے یا بالغیر! بصورت اول اس کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت نہیں کیا جاسکتا اور بصورت ثانی ثابت کرنا ممکن ہے، کیونکہ اس صورت میں بالذات امکان نہ ہے، بلکہ بالغیر احتمال، یہ بہت دقیق بات ہے، لیکن اگر ہم مسئلہ کی تعبیر بدل دیں اور عموماً قدرت سے اس کو تعبیر کریں تو بات بالکل واضح اور بدنی ہو جائے گی۔ (پانچ پوری)

واللہ اعلم و غیرہ من اللہ تعالیٰ خذ۔ اور اللہ ہی سب سے زیادہ جانتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ سے ہے۔ کذب کا خالق تمام شرور و فحش کی کفر کا، حق تعالیٰ شانہ ہے۔ کذب کا خالق بھی وہی ہے۔ بخود کذب کفر کا کذب ہے اور پس نہ کفر اور کذب کا حق حق کذب میں باختر خالق ہے، اگر اجازت ہوتی، کیا حق کفر میں حق حقیقات نسبت بہ عید ہے، نہ نسبت ہما لک مولیٰ تعالیٰ شانہ۔ پس کلام مولانا مرحوم حق ہے، اس میں کوئی تردد نہیں۔

واللہ اعلم کے حال کو دیکھ کر کہہ دیتے ہیں اور ایسی ہی جواب تمام کو دینا لازم ہے اور ان کا لفظ نہ سبکی ہے۔ استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ! فتاویٰ اسلام۔

(مجموعہ کتب - ص ۵۰-۵۱)

(۳) حق تعالیٰ شانہ کے سامنے آنے والی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و درجہ کیا ہے؟

سوال : علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں: کہ مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہے؟

جواب : جناب فقیر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام درگاہ حق تعالیٰ میں نہایت مقرب ہیں، کہ کسی کو وہ اقرب حاصل نہیں مگر یہ اقرب محض بفضل حق کے ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وكان فضل الله علىك عظيماً (۱۳)

اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت بڑا ہے۔ (ترمذی صحیح)

وقولہ علیہ السلام:

إلا أن يصعد نبي الله من فضله ورحمة (۲) اللہ سے

مگر ان کے مرتبہ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذات حق تعالیٰ کی پر نسبت اگر تصور کیا جاوے تو ذات پائریات آپ کا حق تعالیٰ سے کوئی نسبت تصور نہیں ہوتی۔ یہ نسبت جو سائل نے لکھی ہے، یہ بھی بعید ہے، کیونکہ حق تعالیٰ خالق ہے مثل (۱) ہے

لنفس محمدية خلية (۲)

نہیں ہے اس کی طرح کا کوئی۔ (ترمذی صحیح)

(۱) یہ عبارت شیخ ابوالحسن علیہ السلام کے اس الفاظ کی طرف اشارہ ہے، جو علیہ السلام نے تفسیر القرآن میں فرمائی ہے: تمہارا ہے۔

(۲) یہ عبارت شیخ ابوالحسن علیہ السلام کے اس الفاظ کی طرف اشارہ ہے، جو علیہ السلام نے تفسیر القرآن میں فرمائی ہے: تمہارا ہے۔

(۳) یہ عبارت شیخ ابوالحسن علیہ السلام کے اس الفاظ کی طرف اشارہ ہے، جو علیہ السلام نے تفسیر القرآن میں فرمائی ہے: تمہارا ہے۔

(۴) یہ عبارت شیخ ابوالحسن علیہ السلام کے اس الفاظ کی طرف اشارہ ہے، جو علیہ السلام نے تفسیر القرآن میں فرمائی ہے: تمہارا ہے۔

اور فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام مخلوق مرزوق محتاج حق تعالیٰ کے:

قَالَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ
مِنَ الْخَاسِرِينَ. (الزمر-۱۵)

فرمایا کہ اگر تو نے شریک مان لیا، تو اکارت جائیں گے
تیرے عمل اور تو ہوگا، ٹوٹے میں پڑا۔

(ترجمہ شیخ الہند)

إِنْ أَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ أَوْ رَحِمَنَا .
(سورہ ملک-۲۸)

اگر ہلاک کر دے مجھ کو اللہ اور میرے ساتھ والوں کو
یا ہم پر رحم کرے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

پس جس شخص نے نسبت چمار پیش بادشاہ کو، بوجہ ذات آپ کی ذات حق تعالیٰ سے عقیدہ کیا، وہ مصیب ہے اور یہ نسبت
امر صحیحہ واقعہ سے بہت کم ہے اور جو بوجہ تقرب کے ایسا عقیدہ کر لے، وہ خلاف عقیدہ اسلام کے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
ایسے مسائل کو علماء جانتے ہیں، عوام کے رو برو کہنا، ان کی فہم سے بڑھ کر کلام کرنا ہے، اغوائے خلق اس میں حاصل
ہے۔ اور ایسی بحث عوام کو حرام ہے اور اس امر میں جہلا کی گفتگو موجب کفر کا ہے، کہ جاہل یا حق تعالیٰ کی شان عالی کی تنقیص
کر کے کافر ہووے گا، یا فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تذلیل جان کر، کافر بنے گا۔ فقط واللہ یهدی من یشاء الی
صراط مستقیم۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۸-۱۳۹)

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) پہلی آیت: سورۃ الشوریٰ کی آیت: ۱۱ ہے، اس کا ترجمہ ہے: اس کی طرح کا کوئی نہیں۔ دوسری آیت سورۃ الزمر کی آیت: ۱۵ ہے، اس کا ترجمہ ہے: بخدا! اگر
آپ نے شریک ٹھہرایا تو آپ کا عمل اکارت جائے گا، اور آپ ٹوٹے میں پڑنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ تیسری آیت سورۃ الملک کی آیت: ۲۸ ہے، اس
کا ترجمہ یہ ہے: اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کر دیں یا ہم پر رحم فرمائیں۔
قولہ: بوجہ تقرب: یہ فضل حق کا مقابل ہے، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو کچھ مقام و مرتبہ ہے، وہ بفضل تعالیٰ ہے اور اگر کوئی یہ اعتقاد رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بالذات یہ مقام حاصل کر لیا ہے تو یہ بات اسلامی عقیدہ کے خلاف ہے۔ (پالن پوری)

بدعات و رسوم

میلا دا اور قیام

(۶۳) کس قسم کی محفل مولود جائز ہے؟
 ازبندہ رشید احمد غنی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
 جملہ آقا اور حال معلوم ہوا، جواب مسائل یہ ہے:

مولود کا چند دن اس طرح کہ اس میں کوئی روایت غلط اور ضعیف نہ ہو، (۱) صحیح حال ولادت وغیرہ کا ہونا اور مجمع خاص اس ذکر کے واسطے نہ کیا ہو، بلکہ دعا میں یا بدن میں کبھی کے کیف یا تلقین لوگ بیٹھے ہوں، یا کوئی قید شرعی اور دشمنی کی بھی نہ ہو، اور نئے واسطے لاق (دکانہ) مقادش میں نہ ہوں اور اجتنام اس کا مثل دعا اور نماز کے بھی نہ ہو، اور کوئی امر خلاف شرع بھی وہاں اور اس میں نہ ہو، تو درست اور مستحب ہے، اور جس طرح فقہر مجلس ہو کر اب روایا ہے، یہ بدعت ہے اور منع ہے۔ ایسی مجلس میں ترکیب ہونا بھی منع اور گناہ ہے۔
 (مجموعہ نکاح ص ۲۲۶)

(۶۵) مجلس میلا کی حرمت و کراہت کی وجہ؟ مسئلہ: جیسا ذکر تمام ہے، و احوال فقہر عالم علیہ السلام کا مستحسن ہے، ایسا ہی ذکر ولادت آپ کا ذکر خیر ہے مگر جب کوئی امر مکروہ بدعت اس کے ساتھ شضم ہو جاتا ہے، تو وہ محفل وہاں، اسباب یا ضام امر مکروہ بدعت بن جاتی ہے۔ مثل نماز کہ عمدہ عبادت اور افضل اطاعت ہے، مگر اس کو حالت مکروہ یا زمین نصب میں کوئی پڑے، تو اس نصیحتی پر شرعی کی طرف سے جہرہ اور ہوتی ہے اور وہ نماز حرام ہو کر وہ ہو جاتی ہے، نہ ہوچہ صلوات، بلکہ یہاں ضام اس امر غیر مشروع کے، علی بذاصل ذکر مولود ہے، کہ اگر اس کو یہ روایات سمجھ بیان کریں اور کوئی امر اور منکر غیر مشروع سے اجتناب سمجھ نہ ہو، تو جائز ہے، مگر مولود کی حدت امر جہرہ فی زمانہ ناخدا، بدعت و حرام ہے۔ کہ اس میں چند امور غیر مشروع موجود ہوتے ہیں۔

قول: مولود خواں جہاں اور متکلف اس کے، ایسی ایسی روایات فاسدہ بیان کرتے ہیں کہ کہیں ان کی اصل نہیں پائی جاتی، اور تو اہل شرع کے خلاف ہیں اور موضوعات اور مغفرت روایات کو بیان کر کے، جہلا و کوثر اب کرتے ہیں، جس کے اصل میں طول ہے، حدیث شریف میں آیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے، اچھا

ٹھکانا دوزخ میں کر لے (۱) پس سامع اور قاری جملہ گنہگار ہیں، تو ایسی محفل پر لاریب حکم حرمت کا ہوگا اور اس میں شریک ہونا حرام کہا جائے گا۔

دوم: چراغ اور شمع زائد از حاجت جلاتے ہیں اور یہ اسراف ہے اور اسراف حرام ہے، چنانچہ قرآن شریف میں موجود ہے کہ مفسرین بھائی شیطان کے ہیں (۲) پس ایسی محفل میں شریک ہونا گناہ ہے۔

سوم: تعین اوقات مولود خوانی اپنی رائے سے کرنا کہ فلاں روز زیادہ ثواب ہے اور فلاں تاریخ میں ضروری، یہ سب بد ہے کہ حکم مطلق کو اپنی رائے سے مقید کرنا، بدعت قبیحہ سے ہے۔

چہارم: اہتمام مثل اہتمام نماز، روزہ وغیرہ ضروریات دین بلکہ بقدر زوائد، عوام تو اس کو مثل نماز روزہ وغیرہ ضروریات دین نہایت ضروری جانتے ہیں، خواص گودل میں ضروری نہیں جانتے، مگر معاملہ مثل ضروریات دین کرتے ہیں، یہ بھی سخت بدعت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے، کہ کوئی آدمی تم میں سے اپنی نماز میں شیطان کا حق اور حصہ مقرر نہ کرے، کہ اپنے اوپر ضروری اور لازم کرے اس بات کو کہ بعد اتمام نماز اپنی جانب راست ہی، کی طرف رخ کر کے بیٹھا کرے، اور اپنی جانب چپ کی طرف رخ کر کے کھڑا جائے، کہ اہتمام والے منع ہے۔ (۳)

عالمگیری میں مرقوم ہے کہ جو امر مباح و وجہ اباحت سے بڑھ کر، مثل واجب و سنت شمار کیا جاوے، تو وہ مکروہ اور حرام ہو جاتا ہے۔ (۴) غرض دین و ایمان کا دار و مدار اسی پر ہے کہ فرض، واجب و سنت، مستحب و مباح، حرام و مکروہ جملہ احکام کو اپنے اپنے درجہ پر رکھا جائے، اور ہر ایک کا اہتمام و عظمت حسب حیثیت و بقدر مرتبہ کیا جائے، اور مرتبہ ہر ایک کا ضرور ملحوظ اور مد نظر رہے، ورنہ دین و اسلام برائے نام ہے اور نہیں۔

(۱) من کذب علی متعمدا فلیسوا مقعدہ من النار۔ متفق علیہ، اس حدیث کی تخریج گزری چکی ہے۔ یہ حدیث جو سند اور متن دونوں طرح سے متواتر ہے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں، کہ یہ حدیث اٹھانوے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل و روایت کی ہے، جس میں عشر و بشرہ بھی شامل ہیں۔ اور ابن وحید نے کہا ہے کہ چاروں طرق سے مروی ہے، ملاحظہ ہو:

”کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشہر من الاحادیث علی السنتہ الناس“ علامہ عجیلونی، ص ۴۷۵ ج ۴

(دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع ثالث: ۱۴۱۵ھ) [نور]

(۲) اِنَّ الْمُنْبَغِیْنَ کَانُوا اِخْوَانَ الشَّیْطَانِ۔ وکان الشیطان لولہ کفورا ً ربنی اسرائیل: ۲۷ [نور]

(۳) حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن عبد اللہ بن مسعود قال: لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلواتہ، یری ان حقا علیہ، ان لا ینصرف الا عن یمینہ، لقد راہت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ً ینصرف عن یمارہ۔ متفق علیہ: رواہ البخاری فی کتاب الاذان ج: ۱ ص: ۱۳۰ و رقم الحدیث: ۸۵۴ (ریاض: ۱۳۰۳ھ - ۱۹۸۳ع) و مسلم فی کتاب صلوٰۃ المسافرین ج: ۱ ص: ۳۲۰ و رقم الحدیث: ۷۰۷ (دار طریحہ ریاض: ۱۳۴۷ھ - ۲۰۰۶ع) [نور]

(۴) (الف): عالمگیری، باب ما یصل بذلک مسائل سجدة الشکر ج ۱ ص ۱۹۰، مطبوعہ کلکتہ ۲۵۸ھ۔ (ب): عالمگیری ص: ۱۳۶ ج ۱ الباب الثالث عشر، مما یصل بذلک مسائل سجدة الشکر (مکتبہ ماہد یکونہ: ۱۴۰۳ھ) [نور]

گرفرق مراتب نہ کنی زندگی

اور تداعی وزیب وزینت، تقسیم شیرینی بروز مولود، یہ سب اہتمام میں داخل ہیں۔ پنجم: محفل مولود میں فساق و فجار بہ لباس و صورت غیر مشروع حاضر ہوتے ہیں، ان کے ساتھ بلا ضرورت جمع ہونا اور مداعت کرنا پڑتا ہے، یہ بھی ممنوع ہے۔ بہر حال یہ سب امور مذکورہ وغیر ذلک، مانع جواز حضور محفل مولود، ہمارے زمانہ کے ہیں۔ ایسے مجامع میں جانا، ناجائز و ممنوع ہے۔

باقی رہا قیام وقت ذکر ولادت، اول تو یہ قیام کسی روایت سے ثابت نہیں اور قرون ثلاثہ میں ذکر ولادت پر قیام، کہیں ثابت نہیں ہوا۔ مع ہذا! خصوصاً اسی محفل میں قیام کرنا تو ضروری جانا جائے، اور سوائے اس محفل کے اگر کوئی بیان کر دے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں تاریخ و یوم و وقت میں پیدا ہوئے، تو کوئی بھی قیام نہیں کرتا۔ یہ تخصیص بلا وجہ بدعت ہے، اور اگر یہ عقیدہ ہو کہ وقت ذکر ولادت، روح پر فتوح حضرت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس محفل میں تشریف لاتی ہے، چنانچہ جہاں زمانہ ہذا کا یہی عقیدہ ہے، تو اس نیت و اعتقاد سے قیام عین شرک ہے اور افتراء محض!! اس عقیدہ سے قیام کرنا سخت حرام ہوگا، اور شرکاء اس محفل کے گنہگار ہوں گے۔

الحاصل! ہمارے زمانے کے میلاد میں جانا ممنوع ہے، اور وجہ حرمت و کراہت تحریر بالا سے واضح ہو چکی۔ اب ایسے مولود کو جائز کہنا اہل علم کا کام نہیں، باقی جہاں جو چاہیں کہیں اور مانع کو طعن کرنا بھی سخت بیجا ہے، طاعن فاسق ہوگا۔ کیونکہ امر منکر کا منع کرنے والا امتثال امر و نہی عن المنکر کرتا ہے، اس کو طعن کرنا حدیث پر طعن کرنا ہے، اور ایسے مولود کو جائز کہنا، محض خطا اور غلطی و جہل قواعد شرعیہ سے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۳۸۲۳۵)

(۶۶) مروجہ میلاد و قیام بدعت ہیں: قیام مروجہ میلاد بدعت ہے، مکروہ ہے، نہ فرض، نہ واجب، نہ سنت، نہ مستحب، اس کی کہیں اصل نہیں، اختراع جہلاء ہے۔ فقط کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۳۰)

(۶۷) مروجہ مجالس مولود بدعت ہیں: مجالس مولود مروجہ مکروہ و بدعت ہیں، ان کی شرکت بھی ممنوع ہوئی۔ اگرچہ نفس ذکر ولادت مستحسن ہے اور روشنی حاجت سے زیادہ اسراف اور حرام ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۰۲)

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۶۸) مجلس میلاد اور قیام کی شرعی حیثیت؟ سوال: زید نے وقت میلاد قیام نہ کیا، عوام نے

تعرض کیا، زید [نے] عذر کیا کہ میرے نزدیک مستحب ہے، ہمارک مستحب گنہگار نہیں، اور اصل وجہ یہ ہے کہ جو کتاب اس وقت ہوئی تھی، اس میں اس موقع پر اشارہ قیام نہیں، اس وجہ سے میں نے قیام نہیں کیا۔ اس پر زید کی تکفیر کی گئی اور اسکے بعد زید نے بارہا ہی خوف سے قیام کیا، مگر کفر سے عوام و خواص نے زید کو سبکدوش نہ فرمایا اور علماء نے بھی کہا، کہ شیخ وقتہ زید پر لعنت مقدار ریگ بیابان کے اور ریگ دریا کے بھیجیو، مسجد میں بھی نہ آنے دو اور مواکلت، مشاربت اور عجمانست بھی، اسکے ساتھ مت رکھو، اس کے سب ہم راہی و سہمی کا کافر ہو گئے، مگر چریت ابانت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تھی۔ فقط

جواب: مجلس میلاد اور قیام عند ذکرو لات کا کہیں اثر، زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور زمانہ صحابہ و تابعین سے معلوم نہیں ہوتا، یہ امر بعد چھ سو برس کے مخترع ہوا ہے (۱) اور کتب حدیث اور فقہ سے ثابت نہیں ہوتا، کہ بوقت ذکر ولادت قیام مسنون یا مستحب ہو۔ پس ایسے امر پر اہتمام کرنا اور ضروری جاننا محض بدعت ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد. الحديث (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی بات پیدا کی (یا ملائی) وہ مردود ہے۔

اگر کوئی کتب و کا و عرق ریزی کر کے، اباحت و ندب اس مجلس کا و قیام کا مدعی ہووے، تو بھی ہر گاہ کہ اس مجلس کو واجب جاننے لگے، یا عوام اس کو ضروری سمجھنے لگیں، تو یہ فعل بدعت، ناجائز ہو جاتا ہے۔ [ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں کہتے ہیں:

من أصر على أمر مندوب وجعله عزيمة، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر. انتهى (۳)

جس نے مستحب پر عمل کیا اور اس کو ضروری سمجھ لیا اور رخصت پر کار بند نہ ہوا، پس اس کو شیطان نے گمراہی میں ڈال دیا ہے، تو اس کا کیا حال ہوگا جو کسی بدعت یا منکر پر اصرار کرتا ہے۔

(۱) اندر مؤرخین نے اس کی صراحت کی ہے کہ جتنی میلاد و نظائرین کو کبیری بن علی ابو سعید نے ایجاد کیا، وہ اس کی بہت لمبی چوڑی نہایت مسرفانہ اور فضول محفلیں منعقد کیا کرتا تھا، جو چار چار دن تک جاری رہیں۔ ان مجلسوں کی تنصیب کے لئے ملاحقہ ہوں: ابن خلدون ۲/۲۹۱ (دار الفکر طبع العربیہ - بیروت ۱۳۱۷ھ/۱۹۹۷ء) البدایہ والنہایہ ۳/۱۱۳ (مکتبۃ الریاض)۔ [نور]

(۲) متفق علیہ عن عائشہ: بخاری. کتاب الصلح، باب اذا اصطلحوا علی صلح جور فالصلح مردود. ص ۳۷۱ ج ۱. (مرآۃ ۱۳۱۵ھ) نیز بخاری شریف ج: ۱/ص: ۱۶۰. رقم الحديث: ۲۶۹۷ [مکتبۃ ریاض] و مسلم کتاب الافضیہ، باب نقض الاحکام الباطلۃ ورد محدثات الامور ج: ۲/ص: ۸۲۱. رقم الحديث: ۱۶۱۸ [دار طیبہ ریاض، ۱۲۷ھ - ۲۰۰۶ء] نیز دیکھئے مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة ص ۳۷۱ ج ۱. (مجلس مع ترمذ رشیدیہ دہلی: جلاند)

(۳) باب الدعاء فی المشهد، الفصل الاول، مرآۃ شرح مشکوٰۃ ص ۳۵۳ جلد ثانی (مکتبۃ المدینہ بیروت ۱۳۸۶ھ) [نور]

فتاویٰ عالمگیریہ باب السجرات میں لکھا ہے:

وما يفعل عقيب الصلوة مكروه، لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة، وكل مباح يؤدي إليه فمكروه. انتهى (۱)

اور جو کچھ (چند لوگ) نماز کے بعد کرتے ہیں، وہ مکروہ ہے، کیوں کہ جاہل لوگ، اس کو دین کا ضروری کام خیال کریں گے، اور ہر وہ مباح جو فسادِ عقیدہ کا سبب بنے، وہ مکروہ ہے۔

پس یہ شخص جو زید کو بہ سبب عدم قیام ذکر و لادت کے، کافر کہتا ہے، جاہل ہے نہ [کہ] عالم، گمراہ ہے نہ [کہ] مہتدی۔ زید ہرگز ہرگز، ترک قیام کے باعث کافر فاسق، عاصی نہیں، ہاں اس مجلس کی شرکت کے باعث گنہگار ہے، اور جو کوئی ایسے مسلمان کو بلا وجہ کافر کہتا ہے، خود کفر کا وبال اس پر عائد ہوتا ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يرمي رجل رجلاً بالفسوق ولا يرميه بالكفر، إلا ارتدت عليه، ان لم يكن صاحبه كذلك. رواه البخاري (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ حکم لگائے کوئی شخص کسی کو فسق کا اور نہ کفر کا ورنہ وہ (اسی کہنے والے کی طرف) لوٹ جائے گا اگر وہ (جس کے لئے یہ کہا گیا ہے حقیقت میں) ایسا نہ ہو۔ [ت: نور]

پس یہ جاہل جو زید کو کافر بتاتا ہے خود بلائے کفر میں مبتلا ہے اور زید بوجہ عدم قیام کافر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی (مہر)
(مجموعہ کلاں ص ۲۷-۲۹)

(۶۹) ذکر ولادت کے وقت قیام کے بدعت ہونے کی مفصل بحث: مسئلہ: وقت ذکر

میلاد کھڑے ہونے کی کہیں شرع میں قرون ثلاثہ سے اصل ثابت نہیں، جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر اور حالات اور ولادت کا ذکر، ان قرون میں بطور وعظ و تحدیث و تدریس، ہزار بار دفعہ ہوتا تھا، مگر کسی روایت سے کہیں ثابت نہ ہوا، کہ بروقت ذکر ولادت کوئی کبھی کھڑا ہوا ہو، یا کہیں خود جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا کچھ استحباب یا ادب ارشاد فرمایا ہو۔ یہ بات کہ خود جناب علیہ السلام کی تعظیم کو کوئی کھڑا ہو، یہ دوسری بات ہے، مگر آپ کے ذکر ولادت یا غیر ولادت پر

(۱) (الف): عالمگیری ص ۱۹۰ ج ۱. ومما يتصل بذلك مسائل سجدة الشكر (مطبوعہ ہندو ہنگی فکلت۔ ۱۲۵۸ھ)

(ب): عالمگیری ص ۱۳۶ ج ۱ الباب الثالث عشر ومما يتصل بذلك مسائل سجدة الشكر مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، ۱۴۰۳ھ [نور]

(۲) رواہ بخاری عن ابی ذر۔ ص ۸۹۳ ج ۲۔ کتاب الادب باب ما ينهى عن السباب واللعن (مراد باد: ۱۴۱۵ھ) نیز بخاری شریف ج ۳: ۷۳: ۸

ص ۱۳: رقم الحدیث: ۶۰۳۵ مکتبہ ریاض مکتبہ المکرمہ ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء [نیز دیکھئے مشکوٰۃ، باب حفظ اللسان و الغیۃ، الفصل الاول ج ۲: ص

۳۱۱۔ رقم الحدیث: ۴۸۱۶. عکس طبع نور محمد، رشیدیہ دہلی: ۱۹۵۵ھ [نور]

قیام کرنا، ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ ایک روایت صحیحہ بھی اس باب میں وارد نہیں۔ پس اولاً تو یہی حجت قیام کے بدعت غیر اصل ہونے کو کافی ہے، کہ ثبوت اس کا قرونِ ثلاثہ میں ثابت نہیں ہو سکتا۔

اور پھر جب اس قدر غلو ہو جائے کہ اس کو واجب کہنے لگیں، اور تارک پر ملامت ہونے لگے، تو خواہ مخواہ منکر و بدعت ہو جائے گا۔ یہ تو ایک امر محذوث ہے، اگر کسی امر ثابت جائز کو بھی عوام واجب جانے لگیں، وہ بھی ناجائز ہو جاتا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ: قال لا يجعل احدکم للشیطان نصیباً من صلوتہ، یرى ان حقاً علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ، لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یمارہ۔ (۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: کوئی بھی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے اس طرح کہ وہ انہیں جانب سے رخ کرنے [پھرنے] کو لازم سمجھ لے، حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، بارہا بائیں جانب سے گھومتے ہوئے [بھی] دیکھا ہے۔

قال علی القاری فی شرح مشکوٰۃ فی شرح هذا الحدیث: من أصر علی أمر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال فکیف من أصر علی بدعة أو منکر۔ انتہی (۲)

ملا علی قاری، اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: جس نے مستحب پر ضروری سمجھ کر عمل کیا اور رخصت پر کاربند نہ ہوا، اس کو شیطان نے گمراہی میں ڈال دیا۔ پس کیا حکم ہوگا اس شخص کا، جو بدعت اور منکر پر اصرار کرتا ہے۔ [ت: نور]

اور عالمگیری میں ہے:

وما یفعل عقیب الصلوات مکروہ، لأن الجهال یعتقدونها سنة أو واجبة، وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ۔ انتہی (۳)

جو کچھ (فرض) نمازوں کے بعد کیا جاتا ہے، وہ مکروہ ہے، کیونکہ جاہل لوگ اس کو دین کا ضروری کام خیال کریں گے، اور ہر وہ مباح کام جس کو واجب سمجھ لیا جائے، مکروہ ہے۔

(۱) اس حدیث کی تخریج اجماعی قریب ہی گزر چکی ہے۔

(۲) مرقاة شرح مشکوٰۃ ص ۳۵۳ ج ۲۔ (امدادیہ ملتان: ۱۳۸۶ھ) [نور]

(۳) (الف) عالمگیری ص ۱۹۰ ج ۱۔ باب وما یصل بذلک مسائل سجدة الشکر مطبوعہ بندر بنگلی: ۱۲۵۸ھ) [نور]

(ب) عالمگیری ص ۱۳۲ ج ۱۔ الباب الثالث عشر مما یصل بذلک مسائل سجدة الشکر مکتبہ ماہدیکہ کراچی: ۱۴۰۳ھ) [نور]

پس اولاً ثابت ہو گیا کہ قیام وقت ذکر ولادت، کہیں حدیث و آثار سے قولاً وفعلاً و تقریراً ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ امر خود محدث ہوا۔ اور ثانیاً اگر فرضاً کچھ ثابت بھی ہو جاوے، تو واجب و سنت و مستحب تو ہر گز نہیں ہو سکتا، کیوں کہ واجب وہ حکم ہے کہ نص قطعی الثبوت ظنی الدلالة، یا نص ظنی الثبوت و قطعی الدلالة سے ثابت ہو، اور یہاں در باب قیام کے کوئی نص بھی قوی یا ضعیف نہیں، اور سنت اس حکم کو کہتے ہیں کہ مواظبت جناب فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا خلفائے راشدین کی اس پر ثابت ہو، اور یہ فعل ایک بار بھی ثابت نہیں ہوا، تو سنت کیا مندوب و مستحب بھی نہیں ہو سکتا۔ نہایت الامر! اباحت و ادب ثابت ہوگا اور جب کسی امر مباح کو واجب بنایا جائے، تو وہ خود بدعت و مکروہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قول ابن مسعود اور ملا علی قاری اور روایت عالمگیریہ سے اوپر ثابت ہو چکا ہے۔

بہر حال اس قیام کو واجب کہنا حرام ہے اور کہنے والا فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے، کیوں کہ جو فعل مستحب و مندوب بھی نہ ہو، اس کو واجب کہنا خود مجادلہ شائع علیہ السلام سے کرنا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو کوئی مخالفت کرے رسول کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف، تو ہم حوالہ کریں گے اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی، اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں، اور وہ بہت ہی بری جگہ پہنچا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

الغرض قیام ذکر ولادت، بایں وجہ ہے کہ ان لوگوں کو کوئی حدیث موضوع، در باب ثواب قیام مذکور ملی ہو، یا کسی بزرگ کا قول یا فعل ان کو معلوم ہو، کہ اس کے موافق ثواب جان کر قیام کرتے ہیں اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ احادیث غیر معتبر و موضوع سے ثواب و عقاب کا ثبوت نہیں ہوتا، اور قول و فعل بزرگوں سے بھی جواز و استحباب ثابت نہیں ہوتا، جب تک کہ کوئی دلیل شرعی موجود نہ ہو۔ پس باوجود امور مذکورہ [کے] ہر گز یہ فعل موجب ثواب و مستحسن نہیں ہو سکتا، بلکہ بدعت ہی رہے گا، اور بالفرض اگر کوئی امر مباح یا موجب ثواب بھی ہوگا، تو بعد تسلیم درجہ ندب سے نہ بڑھے گا اور اگر عوام اس قیام کو ضروری جانیں گے، تو حسب تحقیق مذکور ندب سے بدعت و کراہت میں آجائے گا۔ بہر حال یہ فعل سراسر حماقت ہے، کیوں کہ اگر یہی وجہ قیام کی ہے تو قیام بروقت ولادت آپ کے ہونا چاہئے، نہ یہ کہ ہر روز، اس کی نقل کیا کریں، اور آپ کی حالت ولادت کا سانگ بنایا جائے، معاذ اللہ! اور مثل کفار ہنود، کہ کنہیا کے پیدا ہونے کے روز اس کے جنم لینے کا سانگ اور نقل کرتے ہیں، یا روافض کہ ہر سال شہادت اہل بیت کا سانگ بناتے ہیں۔ یہ اعداء سنت آپ کی ولادت شریفہ کو فرض کر کے ہر روز ولادت قرار دیتے ہیں اور یہ خود حرام و قبیح اور حماقت ہے، شرع میں کہیں اس کی کوئی نظیر نہیں، کہ ایک فرضی امر کے ساتھ معاملہ حقیقت کا کیا جائے۔ اگر عید و جمعہ وغیرہ میں اعادہ ہے، تو یہ سبب حدوث اسباب اور تکرار وجود سبب نعت کے ہے، اور جمعہ

تو بعد تسلیم مشروعیت، اس وقت اور اس ہیئت و مجلس اور اس ذکر ولادت کے ساتھ، کیا وجہ تخصیص قیام کی ہے، جب نام پاک سنا جائے، قیام چاہئے، حالانکہ اذان اور اقامت میں قیام نہیں کرتے۔ بہر حال یہ تخصیص بدعت ہوگی۔ اور اگر بایں وجہ قیام ہے کہ آپ کی روح پاک صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتی ہے، تو خود اندیشہ شرک کا ہے اور اگر اس وقت ولادت کا یہاں نقشہ تصور کر کے یہ قیام ہے، تو خود ایک تصویر پرستی اور مشابہت پرستوں اور اپنے خیال کے عابدوں کے ساتھ شبہ ہے، یہاں شد بدعت ہے۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۷۹-۸۰)

(۷۱) محفل ذکر ولادت کا شرعی حکم؟ سوال: ذکر ولادت و معجزات بلا ذکر وفات بشرط خلوص،

از بدعات و منکرات، محض بنظر ثواب نہ بطور رسم ہدایت ہے یا ضلالت، اگر ہدایت ہے تو تداعی بموجب ارشاد نبوی:

من دعا الی ہدی کان لہ من الأجر، مثل
أجور من تبعہ. الحدیث رواہ مسلم (۱)
جس نے کسی کو بھلائی کی طرف بلایا، تو اس کے لئے ان
لوگوں کے عمل کے برابر ثواب ہوگا، جس نے اس کے
بلانے کی وجہ سے [پر عمل کیا۔ (ت: نور)

کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو صورت اجتماع کے واسطے ذکر ولادت کے، کہ جس کی نسبت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مآۃ مسائل میں اجازت فرماتے ہیں، کیا ہے۔ و عبارتہ ہکذا:

وقیاس عرس، بر مولود شریف غیر صحیح است، زیرا کہ در
مولود ذکر ولادت خیر البشر است، و آں موجب فرحت
و سرور است، و در شرع اجتماع برائے فرحت و سرور کہ
خالی از بدعات و منکرات باشد آمدہ۔ فقط (۲)
عرس کو مولود شریف پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، اس
لئے کہ مولود میں خیر البشر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کا
ذکر ہے، وہ تازگی اور خوشی کا ذریعہ ہے اور شریعت
میں مسرت و خوشی کے ایسے موقعوں پر جو بدعتوں اور
برائیوں سے خالی ہو، جمع ہونے کی اجازت ہے۔

جواب: نفس ذکر ولادت و معجزات و سیر فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ادب و مستحب ہے، مگر جو اس کے ساتھ کوئی امر مذموم شرعی مضموم ہو جاوے گا تو مکروہ اور حرام اور بدعت بن جائے گا۔ یہ امر متفق علیہ تمام امت کا ہے اور اہتمام و تداعی نوافل صلوٰۃ میں کہ ذکر ولادت سے بمراتب زیادہ ہے، فقہاء نے مکروہ تحریمی ہی لکھا ہے، سب کتب فقہ میں صریح منقول

(۱) الف: صحیح مسلم ص ۳۲۱، ج ۲۔ کتاب العلم، باب من سن سنة (مطبع مجتہدی دہلی ۱۳۱۹ھ)

ب: جس ۱۲۳۴ جلد دوم۔ رقم الحدیث: ۲۶۷۳۰: ابوقتیبہ نظر محمد فارابی [دار طیبہ ریاض: ۲۰۰۶ء] [نور]

(۲) مآۃ مسائل، ص ۳۰۔ سوال پانزدہم (مطبع مصطفائی: ۱۲۸۳ھ) [نور]

ہے۔ اس مجلس مولود ہمارے زمانے کی، اگرچہ روایات غیر صحیحہ اور منکرات اور رسوم منکرہ سے خالی ہو، تاہم اس میں اس حد سے بدعت ہوئی، کہ اور اصل جائز تھی۔

اب جواب عبادتِ مآ آسمان کا مطلب فرما تا کہ ہے، کیونکہ اس میں شرط جواز غلو اور بدعات و منکرات لکھا ہے۔ احترامِ مہینہ جملہ بدعات ہے، پھر پھر اس زمانہ کو آپ کے وقت پر قیاس کرنا غیر مناسب ہے، کہ اس وقت ایسا شاید ہو گا، کہ کسی انتہائی ہوتا ہو اور یہ کچھ بھی احترام نہیں ہوتا تھا اور نہ کچھ نفوس میں اس کا وجود و پشت تھا نہ وہ اس میں کسی کی عدم عبادت ہونے کی فرضی برخلاف اس وقت کے، کہ عموماً تو اس کو فرض نماز سے بھی زیادہ موجب مغفرت نماز جانتے ہیں اور تارک کو وہابی قاتل طاعت سمجھتے ہیں اور اس کا ترک مثل موت کے جانتے ہیں۔ قلوب میں تارک کی برائی اور اس جلسہ کی خوبی اس وجہ سے نہ ہوئی ہے کہ جس کی تحریر فضول ہے۔ ایسے وقت میں مہینہ مستحب بھی نا جائز و مکروہ ہو جاتا ہے، کہ عوام کے اعتقاد کو کمزور کر دیتا ہے۔ قیام کسی صورت کی قرآن شریف سے، کسی وقت صحن میں جو مکروہ ہوئی، یہی وجہ ہے حضرت عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ عنہ) اس ہی باب میں فرماتے ہیں، کہ حیرے ایمان کو شیطان نہ نکال دیوے، کہ تو یوں جان جائے کہ بعد نماز کے دانتی چاہے سے پھر ضروری ہے، کیونکہ میں نے جاہلِ بچہ بھی، جنابِ خیر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھرتے دیکھا ہے۔

فرض ہو کہ ہو جانا سنتِ مطلقہ کا ایک شق میں، موجبِ نزعِ ایمان فرمایا، ایسی حالت میں کسی وجہ سے اس مجلس کا انعقاد درست نہیں ہو سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی مفتی مدنی

(مجموعہ نکاح، ص ۷۷-۷۸)

(۷۲) ذکرِ ولادتِ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت قیام؟ نیت ایک امر فرض ہے، مگر فقہاء سے نہ کر سکتے زبان اس کی قائم مقام ہو سکتی ہے، اس وقت زبان سے نیت کا کرنا فرض ہوگا اور زبان کے کہنے سے دل خوب حاضر ہو جائے گا، بقول زبان سے نیت کا کرنا مستحب ہوگا، کہ امر فرض کی تحصیل کا صحن ہے اور جو ایسی شے ہو کہ فرض کے واسطے امانت کرے وہ مستحب ہوتی ہے اس کو قیام مولود سے کچھ مناسب نہیں، کیوں کہ:

اولاً: یہ امر کہ وقت ذکرِ ولادت کے ملائکہ کا نزول ہوتا ہے، پہلے غلط ہے، کسی روایت میں یہ نہیں لکھا، اگرچہ یہ ہے کہ وقت ذکرِ خیر کے ملائکہ حاضر ہوتے ہیں، یہی چاہئے کہ ابتدائے ذکرِ خیر سے آخر تک کھڑے رہیں، تعظیمِ ملائکہ کے واسطے۔ اول جب شروع ذکرِ خیر کا ہو اس وقت وقتِ نزول ہے، جب قیام کریں۔

ثانیاً: خصوصیت ذکرِ ولادت کے قیام کے واسطے بدعت ہو سکتی، کہ کسی ذکر میں قیام نہ کرے، خاص ذکرِ ولادت میں کیا وجہ تخصیص کی ہے، کسی امر مطلق کو خصوص کرنا بدعت ہو جائے گا، مگر نیت تو امر فرض تھا، قیام تعظیم کی کوئی فرضیت کی نہیں ہے، بہر حال یہ تو یہ اصل بدعتِ مراسمِ پنجائے مفتی ہے۔ فقط

(مجموعہ فرغ آباد، ج ۱، ص ۷۷-۷۸ سے مولوی محمد صغیر صغیر فرغ آبادی ص ۱۸-۱۹)

عاشورا و محرم سے متعلق احکام و مسائل

(۷۳) عشرہ محرم میں حلیم کھانے، شربت پلانے اور دیگر بدعات کا حکم؟ سوال: عشرہ محرم میں

حلیم پکانا اور شربت پلانا درست ہے، یا نہیں؟ یا جو خوش عقیدہ ہیں وہ اس میں داخل ہیں، اور عشرہ محرم میں نوافل بجماعت پڑھ کر، روح پر فتوح حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو، ثواب پہنچانا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: شربت و حلیم سب بدعت ہیں اور رسم و روافض ہے، خواہ بد عقیدہ کرے خواہ خوش عقیدہ۔ بدعت خوش عقیدہ سے زیادہ تر معیوب ہے، نوافل عشرہ [محرم] بھی بدعت [ہیں] خصوصاً بجماعت، مکروہ تحریمی ہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی

الف: مجموعہ کلاں ص ۲۷ ب: مجموعہ فتاویٰ مکتوبہ مولانا عبدالغفور چندیانوی ص ۱۳۱

ج: مجموعہ فتاویٰ مرتبہ و مکتوبہ: مولانا احمد شاہ حسن پوری۔ (بلا سنہ) ص ۳

(۷۴) عشرہ محرم میں ذکر شہادت پڑھنا، روزہ رکھنا اور صدقہ دینا کیسا ہے؟ سوال: کیا

فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: عشرہ محرم کو ذکر شہداء بیان کرنا اور اسی عشرہ میں روزہ رکھنا اور خیرات کرنا کیسا ہے؟ اس کا جواب کتب معتبرہ سے دیجئے۔ بینوا تو جروا۔

جواب: عشرہ میں ذکر شہادت پڑھنا حرام ہے، اس واسطے کہ بہ مشابہ رافضیوں کے ہے، وہ اس ایام میں اس ذکر کو افضل عبادت جانتے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہ کام کرے، وہ ان میں ہی ہے (۱) پس ایسا کام کرنا رافضی ہونا ہوا۔ اور روزہ عشرہ کی نویں کو مستحب ہے (۲) اور خیرات و صدقہ دینا سب روز درست ہے، اس دن میں

(۱) من تشبه بقوم فهو منهم۔ رواہ احمد عن ابن عمر رقم الحدیث: ۵۱۱۳-۵۱۱۵۔ ص: ۵۱۶/ج: ۴۔ تحقیق علامہ احمد محمد شاہ۔ وابو داؤد، کتاب اللباس باب فی لبس الشهرة ص: ۵۵۹ [مطبع اصح المطابع، کلکتہ: نیز باب مذکور ابو داؤد ج: ۴/ص: ۳۹۱ رقم الحدیث: ۴۰۳۱] دار القبلة، للثقافة الاسلامیہ۔ طبعہ ثانیہ جدہ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء [نور]

(۲) روزہ عشرہ کی نویں کو مستحب ہے، یعنی سوئیں کے ساتھ نویں کو بھی روزہ رکھے، کیونکہ نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا تھا، اگر میں آئندہ سال تک زندہ رہا، تو نویں کا بھی روزہ رکھوں گا۔ (پان پوری)

عن ابن عباس، حین صام رسول اللہ ﷺ عاشوراء و امر بصیامہ، قالوا یا رسول اللہ انہ یوم یعظمہ الیہود والنصارى، فقال رسول اللہ ﷺ لئن بغیت الی قابل لا صوم من التاسع۔ رواہ مسلم ج: ۱ ص: ۳۵۹ [مطبع مجتہدی دہلی: ۱۳۱۹ھ] نیز صحیح مسلم ج: ۱/ص: ۵۰۵ رقم الحدیث: ۱۱۳۳ [دار طبعہ: ریاض]

دہلی: ۱۳۲۷ھ-۲۰۰۶ء [نیز دیکھئے مشکوٰۃ باب صیام التطوع الفصل الاول، ص: ۱۷۸-۱۷۹، طبع نور محمد، رشیدیہ

دہلی: ۱۹۵۵ء] نیز مشکوٰۃ شریف ج: ۲/ص: ۸۱۰ رقم الحدیث: ۲۰۴۱ [مکتبہ التوبہ، ریاض: ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۳ء]

(بھی) اپنا کرے مگر تخصیص کسی روز میں ضرور ہو، بدعت ہے۔ کسی کام کو بدعتِ شرع کے خاص کرنا بدعت (یا کثیر) منع فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ اراکبی رحمہ رب رشید احمد گنگوہی مفتی مد

(مجموعہ مسائل ص ۱۳۳)

(۷۵) عشرہ محرم میں ذکر شہادتین صحیح نہیں: عشرہ میں اور روزِ عشرہ کے ذکر شہادتین گنا ہے۔

ہرگز نہ کرے اور نہ اس میں شریک ہو، یہ مشاہدِ وافض کے اور حرام ہے، فقہاء کو کھانا کھانا ہر روز اچھا ہے مگر خصوصیتِ عشرہ کی کرنا اور اس کو ضرور (ی) اپنانا، ایبتہ گنا ہے۔ فقط

(مجموعہ مسائل ص ۱۳۶)

(۷۶) تعزیہ نکالنے اور محرم کے مہینہ کی اور بدعات کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس

مسئلہ میں: کہ تعزیہ داری کرنا اور بچوں کو طوق جڑی پہنانا اور ماتم کرنا اور بھوسا اڑانا وغیرہ، اور ذکر سولہ، و قائل شہادت وغیرہ میں سامان کرنا اور اس پر رونا اور رانا اور اس کے واسطے اعتقادِ مجلس تعزیہ کرنا موجبِ ثواب ہے یا باعثِ عقاب اور خود اور مرشدِ غوثی کرنا کیسا ہے اور نیز یہ کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے؟ بیوا اللہ وجوہاً۔

جواب: تعزیہ بنانا اس میں شریک ہونا اس پر چڑھاوا چڑھانا، یا سنت ماننا، مان ایامِ عشرہ محرم میں ذکر شہادت حسین کرنا، رونا، بیٹنا، چلا، تاتوہ کرنا، کپڑے پھاڑنا یہ سب نادرست ہے اور بدعتِ سینہ اور نیز یہ کو برا کہنا خلافِ احتیاط ہے۔ فقط واللہ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی مفتی مد

تصدیق: تعزیہ داری کرنا وغیرہ مسودہ کو ردی سوال مانا تخریج بدعت میں اور موجبِ عقاب، اور نیز یہ اپنے کے کاکھی کیا یا آپ اس پر لعنت کرنا اس کو گالی دینا مبرا کہنا نہ چاہئے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

لا تسبوا الأموات فإلہم قد افضوا الی ما قدموا۔ رواہ البخاری (۲) کذا فی بلوغ المرام واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ الواقع سید محمد عبد السلام غفر لہ۔

ضمیمہ اولیٰ مذکور یہ۔ مولانا سیدنا محمد بن محمد بن علی بن ابی اسحاق (۱۰۸۵ھ) جلد دوم (طبع اول) دہلی ۱۳۳۳ھ

(۱) وقد جاء فی الحديث: لا یصلح احدکم فی شیطان من نفسه جوداً أبوی ان حلق علیہ ان لا یصرف الا عن یمنہ۔ مطلق علیہ ان یأخذنا بابہ دم یصلح الی من یزول بکلی ہے۔ (نور)

(۲) صحیح بخاری: کتاب الصلوات باب ما یصلح من سب الاموات۔ ص ۱۵۲ ج ۱ (مرآۃ المفاتیح ص ۱۳۱ ھ) نیز بخاری شریف باب ما یزول ج ۱ ص ۹۵-۹۶۔ رقم الحديث ۱۳۵۳ (مکتبہ دار احیاء التراث العربیہ طبع ثالث ۱۳۰۴ھ) ۹۵۳ ص ۱ (نور) کتب مشکوٰۃ باب الشیء بالخلاف والصلوات علیہ۔ الفصل الاول ص ۲۵ ج ۱ (مکتبہ اصح المسطابغ رشیدیہ طبع ۱۳۵۵ھ) نیز باب مذکور ص ۶۲۳ جلد دوم رقم الحديث ۱۲۶۲ (نور) (۳) محمد بن احمد بن محمد بن علی (۵۲۰ھ) حرم ۲۰۰۳ھ

فہم القبریت اہل میت و تسلیم و صبر فرمودن سنت و مستحب است بدانیں اجتماع خصوصاً روز سوم و اولیای کتاب تکلیفات دیگر بہ صرف اسوئل ہے وصیت ارتقا پائی بدعت است و حرام۔ انتہی۔ من تفہیم المسائل (۱)

ترجمہ: ہاں امر نے دلوں کے عزیزوں کی تعزیت دان کو تسلیم و صبر و صبر کی تلقین کرنا سنت ہے اور مستحب ہے مگر یہ خاص طور سے مرنے کے تیسرے دن منع ہوتا اور فضول تکلیفات کا اہتمام کرنا اور مردے کی وصیت کے بغیر پناہی کے دل میں سے کچھ فرج کرنا بدعت ہے اور حرام۔ تفہیم المسائل سے نقل مکمل ہوئی۔

شیخ کبیر علی متقی استاذ الاساتذہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دور رسالہ رد بدعات تعزیت و شیعہ ترجمہ: علامہ کبیر علی متقی استاذ الاساتذہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے [اپنے] رسالہ رد بدعات تعزیت میں لکھا ہے:

الاول الاجتماع للقرءاء بالقرآن علی المیت، بالتخصیص فی المقبرة أو المسجد أو البیت، بدعة مذمومة۔ لانه لم یقل من الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم شیء، وفیہ ترک الآداب بالانواع، انتہی۔ من تفہیم المسائل۔

ترجمہ: سب سے پہلے کسی شخص مرحوم کے [ایصال ثواب] کے لئے خصوصاً قبرستان میں، مسجد میں یا گھر میں اکٹھا ہونا بری بدعت ہے، کیونکہ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس سلسلہ میں کوئی بات (اعتبار اور نقل نہیں) ماوراس کام میں آوے گا کئی طرح سے چھوڑنا ہے [اس لئے بھی منع ہے] (ت: نور) دور رسالہ تخصیص السنن مرقوم است:

إن هذا الاجتماع فی اليوم الثالث، خصوصاً لیس فیہ فرضیة ولا فیہ وجوب، ولا فیہ سنة ولا فیہ استحباب، ولا فیہ منفعة، ولا فیہ مصلحة فی الدین، بل فیہ لعن و ملامة و ملامة علی السلف، حیث لم یسموا الہ، بل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیث ترک حقوق المیت، بل علی اللہ سبحانہ تعالیٰ حیث لم یکمل الشریعة۔

وقد قال اللہ تعالیٰ فی تکمیل الشریعة: الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَ اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي۔ (المائدہ: ۳) الآية

(۱) شرح منہاج الداعی ص ۱۱۱ باب اسئوال المیت، [مقتول و شہید] ص ۳۳

تفہیم المسائل رقم مسطورہ مستحب نہیں ہوئی اس کے حوالے سے مطروحات۔ (نور)

وَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَنُفِثَ كَلِمَةً وَتَبَكَ حَبْلًا وَعَذَلًا لَا تَمُوتُ لَكِنَّكَ تَعْلَمُ (الأنعام: ١١٥) فَيَكُونُ حَرْفًا لِنَصْبِهِ هَذِهِ الْقِيَامَةُ وَغَيْرَهَا مِنْ تَفْهِيمِ الْمَسَائِلِ. فَقَطْ.

ترجمہ: وہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: اور پھینکا گیا ایک کلمہ اور تھکا ہوا ایک تار اور ایک عذرا (یعنی ایک عورت) جو نہیں مرے گی بلکہ تو جانتی ہو گی۔ (انعام: ۱۱۵) لہذا یہ حرفِ نصیبیہ ہے۔

تمہارا۔ [قرجسے نور]

اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے: اور تیرے رب کی بات پوری تھی ہے اور انصاف کی، کوئی بدلنے والا نہیں ہے۔ (آل عمران: ۸۱)

(۷۹) موجودہ مروجہ عرسوں میں شریک ہونا، کیسا ہے؟ سوال: جس مجمع میں طوائف اور فحشیاں، قمار، خمر پر چٹائی جاتے ہیں اور طوائف قبور اولیاء اللہ اور قیروں کو سجدہ کرتے ہیں، ایسے مجمع شریک ہونا کیسا ہے؟

جواب : یہ خود ظاہر ہے کہ حاج کرنا اور یکنا حرام ہے اور عزائم بھی ، احادیث صحاح سے اس کی حرمت ثابت ہے اور قبر پر جانے میں ، احادیث صحیحہ میں علت ثابت ہے ، اور طواف قبر اور مسجد و قبر کو شریک ہے ، ایسے افعال کرنے سے فاسق اور کافر ہیں ، اور یہ مجمع فسق و فساد کا ہے ، جو شخص اس مجمع میں شریک ہوگا ، وہ بھی کافر و فاسق ہوگا ، اگرچہ وہ افعال کو نہ کہے ، کہے تو اہل اسلام :

من أكثر سواد قوم فهو منهم. رواد أبو يعقوب في مسنده و التلخيص في الفردوس (٢١) وعبد الله بن مبارك في كتاب الزهد والرفاهية (٣٠) كلها في إمداد الاحسان. وقدم

$$(P_1, P_2, \dots, P_n) \in \mathcal{P} \quad (5.4)$$

(۸۰) کھانے پر قاتل خود پناہ دیتا ہے: سوال: طعام پر قاتل خود قاتل ہو کر اپنے حملہ کی پناہ دے گا تو اس کی پناہ ملے گی؟

اس کو رد کرتی ہے اور ثواب اہل طعام کی نیت سے پہنچتا ہے یا ہرزہ سرائی آکل سے، البتہ اگر کھانے والا اللہ قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچا دے، تو نیت قاری کی معتبر ہے۔ سو بعد فراغ از طعام یا دو چار گھڑی قبل پڑھنے سے کون منع کرتا ہے اور ہیئت مخصوص کی کیا دلیل جواز ہے، لاریب! یہ طریقہ جدید خلاف طریق سنت ہے، اور لوگ اس کو سنت جان کر کرتے ہیں اور عوام جہال تو ضروری جانتے ہیں، بلکہ ایصال ثواب ایسی ہیئت خاص پر موقوف سمجھتے ہیں، یہ عین بدعت و ضلالت ہے، اگر مباح امر کو بھی مؤکد سمجھا جائے، تو ناجائز و حرام ہو جاتا ہے، چنانچہ کتب فقہ میں جا بجا مذکور ہے، چہ جائیکہ امر محدث فی الدین، خلاف ادب طعام ہو، امام محمد غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں: ادب طعام ہے کہ بعد آنے روٹی کے سالن کا انتظار نہ کرے کہ ترک ادب طعام ہے۔ (۱) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا صلوة بحضرة الطعام (۲)

کھانے کی موجودگی میں، نماز صحیح نہیں ہوتی۔ (ت: نور)

جب وقت حضور طعام نماز و قرآن کا محل نہ رہا، تو اس محل پر قرآن پڑھنا بدعت ہوگا، پھر جب سنت جان کر پڑھا تو گمراہی پر گمراہی ہوئی۔ اے کاش! یہ عوام کلائعہ عام، اگر اس کو خلاف طرز سنت جان کر بھی کرتے، بھلا کچھ تو گمراہی کم ہو جاتی اور فی الجملہ قریب اباحت ہو جاتا، عموماً احادیث صحاح سے تو بدعت ہونا، اس فعل کا معلوم ہوتا ہے۔ اب بنظر دقیق یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل محدث کفار ہنود سے ماخوذ ہے، لہذا فقہاء اس صورت خاص کا کچھ ذکر نہیں کرتے اور کسی ولایت میں یہ فعل مروج نہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے مگر ہاں جہال کہیں..... حضرات جہال ہند وارد ہوں۔ کفار ہنود طعام پر اشلوک کا شاستر پنڈت سے پڑھواتے ہیں، ان بدنام کنندہ مسلمانوں نے قرآن شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ الغرض اس فعل محدث میں تشبہ بالہنود ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم (۳)

جس قوم نے کسی اور قوم کی مشابہت اختیار کی، وہ اسی قوم

کے ساتھ شمار ہوگی۔ (ت: نور)

(۱) من کرامۃ الخیران لا ینتظر بہ الإدام احیاء العلوم، الباب الاول، فیما لا بد للاکل..... القسم الاول فی الآداب ص ۴ ج ۲:

(مطبع مصریہ، مصر، ۱۲۷۸ھ) (نور)

(۲) رواہ مسلم عن عائشہ، ص: ۲۰۸ جلد اول کتاب المساجد ومواضع الصلوة، باب کرامۃ الصلوة بحضرة الطعام [مطبع مجتبیٰ دہلی: ۱۳۱۹ھ] نیز باب مذکور ص: ۲۵۱ جلد اول رقم: ۵۶۰ ت: ابوقتیہ نظر محمد فارابی [دار طبع، ریاض ۲۰۰۶ء] حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "لا صلوة بحضرة طعام ولا هو یدافع الاختیان." [نیز دیکھئے مشکوٰۃ کتاب الصلوة باب الجماعة وفضلها ص ۹۶ ج ۱، [نقل اصح المطابع، رشیدیہ دہلی ۱۹۵۵ء] نیز باب مذکور ج: ۱/ ص: ۳۳۹ رقم الحدیث: ۱۰۵۷ [مکتبۃ التوبہ، دار ابن حزم، بیروت ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء] (نور)

(۳) رواہ احمد ۵۰/۲، [دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء] نیز ج: ۳/ ص: ۵۱۶ رقم الحدیث: ۵۱۱۵ [دار الحدیث القاہرہ ۱۴۱۶ھ/ ۱۹۹۵ء] وابو داؤد، ج: ۲/ ص: ۵۵۹ [نقل اصح المطابع، دار الاشاعت الاسلامیہ کلکتہ ۱۴۰۰ھ] کتاب اللباس باب فی لبس الشہرۃ، نیز باب مذکور ج: ۳/ ص: ۳۹۱ رقم الحدیث: ۴۰۲۷ [دار القلۃ بیروت ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۴ء] رقم الحدیث: ۴۰۲۷ [نیز دیکھئے مشکوٰۃ کتاب اللباس الفصل الثانی ج: ۲/ ص: ۳۷۵ نیز ج: ۳/ ص: ۱۲۳۵ رقم الحدیث: ۳۳۳ [مکتبۃ التوبہ بیروت لبنان طبعہ اولیٰ ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء] (نور)

اس فعل کو رد کرتا ہے، مگر احادیث کو تلاش کیا جائے تو معلوم ہو جائے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ذریعہ سے امت کو اجتناب فرمایا ہے، بہر حال یہ فعل خلاف تعامل صحابہ کرام ہے اور ایصال ثواب اس پر موقوف نہیں، بلکہ ضرورت ہوتی کہ اس فعل ٹھنڈے کو اس قدر سوکھ کر کیا اور خلاف سنت نبوی اختیار کیا۔ شیخ جلال الدین قزوينی نے چار پائی پر دو انہ پائی، کہ حدیث شریف سے کھانا کھانا جو مایہ سر پر، ثابت نہیں ہوا۔ انیسویں صدی مسلمانوں کے ان کے قواعد ایک امر ٹھنڈے خلاف شریعت کو دین و ایمان قرار دیتے ہیں اور سنت اور واجب سے زیادہ موزوں کہہ رکھتے ہیں، انہیں یہ فعل ٹھنڈے حدیث شریف سے مراد ہے۔ وہو هذا:

من احدث في امرنا هذا ما ليس منه فهو
وَقَدْ رَوَاهُ الطَّبْرِيُّ (۱)

جو شخص بوجہ کرے کہ اس نے اس دین میں جو بات کہ
دین کی نہیں ہے، یا جس کو حدود دین ہے۔ روایت کیا اسکو
بقاری نے۔ [ترجمہ حضرت]

باقی اس مقام پر جو اصل بدعت سنت اور بدعت میں تمیز اور فرق نہیں کر سکتے، کچھ ہدایات دیا کرتے ہیں مگر اصل فرق فرق پوشیدہ نہیں، اس کی تفصیل تطویل طلب ہے اور منصف کو اسی قدر کافی رہیں ہے۔

اور ثواب صدقہ اور قرآن اور کلمہ کا میت کو دیا جاتا ہے یا نہیں یہ جائز اور حرام ہے، اور قبور اور تعین عام و خاص وغیرہ مرہون خاص وغیرہ ثابت ہے۔ مجدد الدین (خیر زاد آبادی) اسرار السعادة میں اور شیخ مہد الحق محدث دہلوی اس کی شرح میں اور اب تعینات مرہون جہاں فرماتے ہیں۔ یعنی عبادت نقل کرتا ہوں:

عادت نبود که برای سید جمع شوند و قرآن شریف خوانند و ختمات خوانند، نه بر سر گدازان و بر غیر آن، و ایام محمود بدعت است و مکروه، نعم تقوی است که سید و تلمیذ و برادران و فرزندان سید و مستحب است، اما ایام اجتماع مخصوص مردان و سادات از کتب تکالیفات دیگر و صرف اموال سید و سیدات از حق بیانی بدعت است و در امام احمدی (۲)

(مختلف) کی عادت جسکے متنی کہ مرنے والے (کے فیصلہ ثواب) کے لئے قیام ہوں مگر قرآن شریف پر جس میں ہر اور
 مقصد پر ضرور ہے جس میں نہ قرآن کے علاوہ یہ سب بدعت ہے اور مکر وہ ہاں امت و دلوں کی تعزیرات ان کو تسلیم اور
 میرورجہ ماننے اور مستحب ہے مگر اس مقصد کے لئے دوسرے تفکرات (مختل کام) کرنا اور مردے کی وصیت
 کے بغیر قیاموں کے مال میں سے کچھ خرچ کرنا بدعت اور حرام ہے۔ (بے نور)

(١) روزہ البخاری عن عائشہ: کتاب الصلح باب اذا اصطبح ابن صلح من الصلح اول (مروء) (۱۵۳۵۰)

محقق غلبه غیر یقینی ج: ۱۰، ص: ۲۰۰ رقم الحدیث: ۳۹۶ ممکنه ریاض، ممکنه المکرمه: ۴۰۳ هـ / ۱۹۸۳ م (۱)
بریتانیائی آؤ گائے رنگین ہے

(*) شرح مطهر المساعدة في شرح باب اصول الحجة (طبع في دار الفکر ۱۳۴۲ هـ)

شیخ الاسلام، کتاب کشف الغطاء میں فرماتے ہیں:

وَأَلَّ جَدُّ بَعْدَ زَمَانٍ يَأْخُذُ بِمَنْزِلَةِ رُؤُوسِ دِيَارِ بَرْبَنْدٍ، وَدَرْمِيَانِ بَرَادَرِيٍّ بَخْشِ كَنْدُ، حِزْبِ دَاخِلِ اِخْتِبَارِ نِسْتِ وَبَهْتَرِ آَنِ سِتِ كَنْخُورَنْدِ۔ انتہی (۱)

ترجمہ: اور جو کچھ کہ (کسی مرنے کے) ایک سال، یا چھ مہینے یا چالیس دن کے بعد، یہ ہمارے علاقوں میں پکاتے ہیں اور اپنی برادری میں تقسیم کرتے ہیں، ان میں کوئی بات بھی مجھ سے کہی نہیں ہے۔ اچھا یہ ہے کہ ایسے کھانے کو نہ کھائیں۔

الحاصل میت کو ایصالِ ثواب طعام، بغیر قیود و زائدہ اور بلا تکلف حقوق و ریاء برادری جائز و سنت ہے، اور یہ قیود و مروجہ مشہورہ بدعت ہیں، اور بدعت کا مردود ہونا، اوپر حدیث شریف سے ثابت ہو چکا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۵۳۵)

رشید احمد گنگوہی

(۸۱) کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا کیسا ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: کہ طعام کو

سامنے رکھ کر فاتحہ پڑھنا مسنون ہے، یا بدعت؟

روم: بعد دفن جنازہ قبر پر فاتحہ پڑھنا اور مردہ کے واسطے دعا بخیر کرنا جو بظاہر مسنون ہے، علاوہ اس کے پٹیا لے کر یہ طریقہ ہے کہ ستر قدم اور ستر دعا مردہ کے واسطے کرتے ہیں، یہ دعا کرتا مسنون ہے، یا بدعت؟ بیٹو! تو جو را۔

جواب: اس طرح فاتحہ خوانی بدعت اور مکروہ ہے، نہ کرنا چاہئے، اور بعد دفن کے اگر کچھ ذکر کر کے مردہ کو ثواب پہنچا دیں تو درست ہے، سو اس طرح ستر قدم لوٹ کر بدعت اور ایجاباً جہلاء ہے۔ ہرگز ہرگز نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۲۰۵)

کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۸۲) چنے کے دانوں پر کلمہ طیبہ پڑھنے کا اہتمام کیسا ہے؟ سوال: ننود بریان پڑھنے کیسے

ہیں، کہ ان پر کلمہ طیب پڑھا جاتا ہے اور مقصود پڑھنے سے یہ ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (۲) کہ جس شخص پر ستر ہزار (۷۰۰۰۰) مرتبہ کلمہ طیب پڑھا جائے تو وہ شخص بخشا جاتا ہے تو وہ کلمہ ان پر پڑھا جاتا ہے تو فرمائیں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

یائیکہ؟

(۱) کشف الغطاء، تالیف: مولانا شیخ الاسلام دہلوی (از اخلاف شیخ عبدالحق محدث) ص ۷۷ فصل در حکم ہاتم (طبع احمدی

دہلی، سال ۱۳۷۲ھ - ۱۳۷۳ھ)

(۲) یہ روایت تمام مشہور ہے جس کی اصل کتب حدیث شریف میں نہیں ملی۔ یہ روایت قابلِ فقیر ابواللیث سرحدی کی تصانیف سے چلی ہے، وہ ہیں سب کتب فضائل نبوی، بحوالہ اس کلمہ ہے کہ بدعت نہیں۔ (نور)

جواب : خود کا مسئلہ بھی ایسا ہی ہے کہ تخصیص دانہ خود کی ایسی، کہ اس کا ترک گراں بار طبع ہو کر رہے ہے۔ پس یہ کلمہ خوانی بوجہ اس تخصیص کے اور تعین یومِ ثالث کے مکروہ ہے، نہ نفس کلمہ خواندنی۔ اگر کلمہ خوانی بغیر اس امر مذموم کے ہو، کیا اندیشہ ہے، درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۰۱، ۹۹)

(۸۳) روم سوم کی حقیقت اور اس کے ثبوت میں پیش کی گئی، ایک حدیث پر نظر: سوال : بعض

لوگ بنا بر جواز روم سوم، یہ حدیث حجت لاتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے ایک لاکھ مرتبہ لا الہ الا اللہ کہا، اور اس کا ثواب کسی مردے کو بخش دیا، تو اللہ تعالیٰ اس مردے کی مغفرت فرمادیں گے، چاہے وہ سزا کا مستحق ہو گیا ہو۔

عن عبد اللہ بن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ الف الف مرة وجعل ثوابها للمیت غفر اللہ له و ان کان مستوجبا للعقوبة.

آیا یہ حدیث صحیح ہے، یا غیر صحیح؟ اور در صورت صحت کتب صحاح ستہ کی [ہے] یا کسی دوسری کتاب کی؟ اور کلمہ شریف واسطے ثواب رسائی میت کے، کس طرح پڑھنا چاہئے؟ فقط

جواب : یہ حدیث کتب صحاح ستہ و مشکوٰۃ شریف و دارمی شریف و مؤطا امام مالک و مؤطا امام محمد میں کہ ہندوستان میں کتب مشہور ہیں، کہیں موجود نہیں، اور حال صحت و غیر صحت بدون سند کے معتبر نہیں۔ ہاں البتہ بعض روایات میں ایصالِ ثواب کلمہ شریف کا آیا ہے، مگر عجب ہے کہ جواز ایصالِ ثواب کلمہ سے روم درست ہو جائے، کیوں کہ ایصالِ ثواب کلمہ کا سب حنفیہ اقرار کرتے ہیں، جب چاہے ثواب پہنچاؤے کوئی وقت مقرر نہیں، اور روم کی وجہ کراہت یہ ہے کہ دراصل روم روم ہنود ہے، کہ تیسرے روز قوم ہنود جمع ہو کر، پھول چنا کرتے ہیں اور مسلمانانِ ہند جو جہل میں مبتلا ہیں، تیسرے روز جمع ہو کر قرآن پڑھوانے کو بہتر سمجھے، اور یہ نہ سمجھے کہ اس میں مشابہت روم فکاری لازم آتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل مشابہت کفار سے منع فرمایا ہے۔

ایک درخت تھا کہ اس کو "ذاتِ انواط" کہتے تھے، اس میں مشرکین عرب ہتھیار لٹکا کر رہتے تھے، سوائے اس کے کچھ شرک و بت پرستی وہاں تھی، بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہمارے واسطے بھی کوئی "ذاتِ انواط" مقرر کر دیجئے، آپ نہایت ناراض ہوئے، اور یہ فرمایا کہ سبحان اللہ! یہ تو تم نے ایسی بات کہی، کہ جیسی بات بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی، کہ ہمارے واسطے ایک معبود مقرر کر دو، جیسے مشرکین کے معبود ہیں۔ غرض آپ اس مشابہت سے نہایت ناراض

ہوئے (۱) حالانکہ کوئی شرک کی بات نہ تھی۔

اب یہ سمجھو کہ سوم رسم ہنود ہے، اس روز جمع ہونا اور ہنود سے مشابہت کرنا مسلمانوں کو کیونکر درست ہوگا؟ شیخ عبد الحق شرح سفر السعاده میں لکھتے ہیں:

تعزیت اہل میت و تسلیہ و ہبر فرمودن سنت و مستحب است، اما ایں اجتماع مخصوص روز سوم و ارتکاب تکلفات دیگر، و صرف اموال بے وصیت از حق یتیمی بدعت است و حرام۔ انتہی (۲)

میت والوں کی تعزیت، ان کو تسلی اور صبر کی تلقین کرنا سنت اور مستحب ہے، مگر اس مقصد کے لئے دوسرے تکلفات (فضول کام) کرنا، اور مردے کی وصیت کے بغیر، قییموں کے مال میں سے کچھ خرچ کرنا بدعت اور حرام ہے۔ (ت: نور)

اب انصاف شرط ہے کہ اگر حدیث سے اجتماع ثابت ہوتا، تو صاحب سفر السعادت کیونکر اس کو بدعت فرماتے؟ ہاں ایصال ثواب بلا تقرر یوم، ہر روز جب چاہو درست ہے، اور تعین یوم اپنی رائے سے، کہ اس روز کو ضروری جانیں اور تقدیم و تاخیر ہرگز نہ کریں، یہ بھی بدعت (اور) مکروہ ہے۔ سو سوم کی کراہت، بسبب تعین یوم بلا ثبوت اور مشابہت کفار کی کہ دراصل رسم ہنود ہے، ثابت ہوئی۔ کلمہ شریف پڑھ کر ثواب پہنچانا، اگر حدیث سے ثابت بھی ہوا، تو سوم کیونکر ثابت اور جائز ہو جائے گا۔ کلمہ [شریفہ] کا ثواب پہنچانا اور بات ہے اور اجتماع بروز سوم اور بات ایہ غلط فہمی مبتدعین کی ہے کہ ایصال ثواب کلمہ سے سوم کو جائز جانتے ہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ب: (چند یا نویں ص ۵۷۳ تا ۵۷۷)

الف: (مجموعہ کلاں ص: ۷۶۷ تا ۷۷۷)

(۸۴) سوم و چہلم وغیرہ مروجہ رسمیں، کافرانہ شعار اور حرام ہیں: مسئلہ: ایصال ثواب

مردہ کو بلا قید یوم و طعام کے درست ہے، مگر سوم و چہلم وغیرہ رسوم جملہ بدعت و مکروہ ہیں۔ کیوں کہ یہ جملہ رسوم لوگوں نے ہنود

(۱) اہل انوار و الاکابر و القدرہ و الخیرین کا ہے، سنن ترمذی میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خرج الی غزوہ حنین مر بشجرۃ للمشرکین، کانوا یعلقون علیہا اسلحتہم یقال لہا ذات اوطاہ، فقالوا یا رسول اللہ اجعل لہا ذات اوطاہ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ، ہذا کما قال قوم موسیٰ اجعل لہا ایھا کما لہم الہۃ، والذی نفسی لئلا یرکب سنن من کان یسئلکم، رواہ الترمذی ت: کمال یوسف الحوت، کتاب الفتن، باب ما جاء لئلا یرکب سنن من کان قبلکم رقم الحدیث: ۲۱۸۰ ص: ۴۱۲ ج: ۳ [ادوار الکتاب العلمی، بیروت] نیز دیکھئے مشکوٰۃ المصابیح، باب الملاحم، الفصل الثالث، ص: ۳۶۵۔ [عکس اصح المطابع، رشیدیہ دہلی: ۱۹۵۵ء] نیز کتاب الفتن: الفصل الثالث رقم الحدیث: ۵۳۰۸ ت: رمضان بن احمد بن علی ص: ۴۰۱ ج: ۳ [مکتبۃ التوبۃ بیروت ۱۳۳۳ھ/۲۰۱۴ء]

(۲) شرح سفر السعاده ص ۲۷۳ باب احوال میت [مطبع نئی دہلی: ۱۹۶۴ء] (نور)

سے لی ہیں، چنانچہ یہ جملہ رسوم ہنود کفار ہنود میں رائج ہیں، ایسے ایصالِ ثواب میں تشبہ بالکفار لازم آتا ہے اور یہ ناجائز ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: من تشبه بقوم فهو منهم۔ (۱) اور تشبہ بالکفار حرام ہے اور جس قدر تشبہ اسی قدر گناہ، اور ایسے رسوم کو دین سمجھنا ایمان کی بربادی ہے، معین القدر تاریخ، کہ کچھ بھی پس و پیش نہ ہو، چنانچہ فی زمانہ مروج ہے، قطع نظر عن التشبہ فی حد ذاتہ بھی بدعت ہے کہ حکم مطلق کو اپنی رائے سے مقید کرنا ہے اور یہ ممنوع ہے، چنانچہ جواب بالا سے معلوم ہو چکا ہے۔ پس ایسے مجمع میں شریک ہونا ناجائز ہے، اور کھانا بھی مکروہ ہے، کہ اس طرح کا کھانا کھانا محض راہ و رسم و فخر سے ہوتا ہے اور حدیث شریف میں اہل فخر کے طعام سے ممانعت ہے اور اگر بالفرض نیت محض ایصالِ ثواب کی ہے، تاہم بوجہ شرکت ایسے مجمع کی مکروہی ہوگا۔ چنانچہ شیخ الاسلام کشف الغطاء میں، شیخ عبدالحق سے نقل کرتے ہیں:

آنچه بعد از سالے یا شش ماہ یا چہل روز دریں دیار
ترجمہ: اور جو کچھ کہ (کسی کے مرنے کے) ایک سال یا
پڑند، و در میان برادران بخش کنند، چیزے داخل اعتبار
چھ مہینے یا چالیس دن کے بعد، ہمارے علاقوں میں
نیت، و بہتر آنست کہ نہ خورد۔ انتھی (۲)
پکاتے ہیں، اور اپنی برادری میں تقسیم کرتے ہیں، ان میں
کوئی بات بھی مجرورہ کے قابل نہیں ہے۔ اچھا یہ ہے کہ
ایسے کھانے کو نہ کھائیں۔
رشید احمد گنگوئی غفرلہ عنہ

الف: (مجموعہ نکلاں ص: ۴۰-۴۱) ب: (چند یا نو ص: ۹) ج: (حسن پور ص: ۶)

(۸۵) رسومِ سوم و چہلم وغیرہ کے متعلق ایک بدعتی عالم کے فتوے کا مفصل جواب: سوال: بعد میت
رسوم سوم، دوہم، چہلم وغیرہ کہاں سے ثابت ہیں؟ فقہ
ایک بدعتی عالم کا جواب: رسوم سوم، دوہم، چہلم وغیرہ بیتِ ثواب مردہ کے لئے، شریعت محمدی میں جائز اور
درست ہے۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی شرح الصدور میں لایا ہے:

إن المسلمین مازالوا فی کل عصر، یجتمعون ویقرأون القرآن لموتاهم من غیر نکیہ،
فکان ذلک اجماعاً (۳)

(۱) رواہ ابو داؤد عن ابن عمر "من تشبه بقوم فهو منهم" جامع المسند للإمام احمد مسند عبد اللہ بن عمر: ت: احمد محمد شاہ کرم اللہ تعالیٰ و جہ: ۵۱۱۵ (دار الحديث: القاهرة ۱۹۹۵ء) و ص: ۵۰، ج: ۲ مسند عبد اللہ بن عمر (دار الفکر بیروت ۱۹۷۸ء) [نیز دیکھئے مشکوٰۃ کتاب الباس الفصل الثانی ص ۳۷۵ عکس المطبعہ رشیدیہ دہلی ۱۹۵۵ء بیروت ج: ۳ ص: ۱۲۳۵، رقم: ۳۳۷۷ مشکوٰۃ شریف بیروت: ۱۳۳۳ھ/۲۰۱۳ء]
(۲) کشف الغطاء، ص ۴۷۔ فصل دومام "طبخ احمدی دہلی۔ تقریباً ص ۱۷۷ (۱۷۷) (نور)
(۳) باب فی قراءۃ القرآن للمیت او علی القبر ص ۱۳۰ [دار الکتب العربیہ الکریم مصر: ۱۳۴۹ھ] (نور)

بلاشبہ مسلمانوں کی [اکثریت] کا ہر دور میں یہ طریقہ اور معمول رہا، کہ وہ اکٹھے ہوتے تھے اور اپنے مردوں کے لئے بلا کسی ممانعت اور روک ٹوک کے، قرآن مجید پڑھتے تھے، تو گویا اس پر اجماع ہو گیا۔ (ت: نور)

پس سوم پر اجماع ہے علمائے دیندار کا، اور اجماع ہونا علمائے دیندار کا، دلیل قوی ہے شریعت احمد میں۔ ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: کہ قوم انصار مرنے کے بعد مردے کی قبر پر آ کر قرآن پڑھا کرتے تھے اور ایسا ہی عینی اور تاتاری میں مذکور ہے اور ایسا ہی فتاویٰ اور جندی قاری میں سوم کا مذکور ہے، اور اسی طرح مرفوع روایات اور سراج الہدایہ سید جلال الدین بخاری (۱) اور تفسیر مظہری ثناء اللہ پانی پتی میں، عرس کو جائز لکھا ہے اور اسی طرح خزائنہ جلالی اور جامع الجوامع (۲) میں اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی تفسیر عزیز (۳) میں: واقع سورۃ اذا السماء انشقت. مات تحت آیت:

وَالْقَمَرِ اِذَا اَتَسَقَ. انشقاق (۱۸) ترجمہ: اور چاند کی جب جب بھر جائے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

کی جگہ تک صدقہ اور دعا اور فاتحہ سے مردوں کو یاد رکھنا مذکور (ہے) کیا ہے۔ مولوی محمد اسماعیل موحد دہلوی، اپنی کتاب صراط مستقیم ص ۱۶۰ یک صد و شصت چھاپہ میرٹھ میں لکھتے ہیں:

نہ پنداری کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی
[خوب] بہت چاہیں معنی بہتر و افضل است۔ (۴)
کیا تم نہیں جانتے کہ مردوں کو کھانے اور فاتحہ پڑھنے
کے ذریعہ سے فائدہ پہنچانا اچھا ہے، کیا معنی بہتر اور
افضل ہے۔

(۱) سراج الہدایہ، برصغیر ہند کے نامور بزرگ اور شیخ طریقت، سید جلال الدین، حسین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت، (وفات ۱۰/۱۰/۸۵ھ)، فروری ۱۳۸۳ء) سے منسوب، اور مخدوم جہانیاں کے مجموعہ ملفوظات کے طور پر متعارف ہے، مگر یہ ہے کہ یہ کتاب غالباً کسی شیعہ کی تالیف ہے، مخدوم جہانیاں سے اس کا انتساب درست نہیں۔ اس کتاب کے مرتب مولانا قاضی سجاد حسین بھی، مخدوم جہانیاں سے اس کے انتساب کو صحیح نہیں سمجھتے تھے، قاضی صاحب نے لکھا ہے کہ: "نسبت سراج الہدایہ بخضرت مخدوم صحیح و درست نیست" مقدمہ سراج الہدایہ ص ۱۳ (طبع اول دہلی: ۱۹۸۳ء)۔

اس مجموعہ میں صحیح و غلط مسائل اور بے اصل بلکہ موضوع روایات بھی نقل کی گئی ہیں، اس لئے کسی دینی فقہی مسئلہ میں اس سے استدلال صحیح نہیں۔ (نور)
(۲) اصل میں اسی طرح لکھا ہے، یہ کیا کتاب ہے، اس کے مؤلف و مرتب کون تھے، معلوم نہیں، اس لئے اس حوالہ کی اصلیت و حیثیت کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ حضرت گنگوہی کے جواب سے لگتا ہے کہ اس سے "جمع الجوامع" سیوطی کی طرف اشارہ ہے، مگر رقم کو اس میں تامل ہے کہ اس کا اشارہ امام سیوطی کی جمع الجوامع کی طرف ہو، تاہم ممکن ہے کہ اس سے وہ جمع الجوامع مراد ہو جو فقہ شافعی کا مشہور متن ہے، اور تفسیر جلالین کے ایک مصنف، علامہ جلال الدین خلّی کی اس کی شرح معروف ہے۔ کچھ اور تعارف ص ۱۰۲ پر ملاحظہ ہو۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے مخدوم جہانیاں کا ایک اور مجموعہ ملفوظات جامع العلوم مراد ہو۔ جس کا اردو ترجمہ، الدر المنظوم فی ترجمۃ جامع العلوم ملفوظ المخذوم کے نام سے، مولانا ذوالفقار علی سارنگ پوری نے کیا تھا، جو دو جلدوں میں مطبع انصاری دہلی سے سنہ ۱۳۰۹ھ میں چھپا تھا۔ (نور)

(۳) تفسیر عزیزی ص ۱۶۸ "وَالْقَمَرِ اِذَا اَتَسَقَ" سورۃ انشقاق پارہ عم (مطبع محمدی دہلی: بلا سند)
(۴) مجیب صاحب نے یہی لکھا ہے، جیسا کہ پیش نظر ناخذ سے معلوم ہو رہا ہے، مگر اس اقتباس اور اس کے حوالہ میں دو بڑی غلطیاں ہیں:

الف: صفحہ درست نہیں، یہ عبارت اور اس موضوع کی بحث صراط مستقیم (مطبوعہ مطبع ضیائی، میرٹھ: ۱۲۸۵ھ) میں صفحہ ۱۶۰ پر نہیں ہے بلکہ صفحہ ۷۳ پر ہے۔
ب: صراط مستقیم کے اس صفحہ پر جو عبارت ہے، وہ اس سے مختلف ہے جو یہاں نقل کی گئی۔ اصل عبارت یہ ہے:

"و نہ پندارند کہ نفع رسانیدن باموات باطعام و فاتحہ خوانی خوب نیست، چاہیں معنی بہتر و افضل، غرض آنست کہ مقید برسم نہ باید شد۔ بے تعین تاریخ و روز و جنس و قسم طعام ہر وقت و ہر قدر کہ موجب اجر و جزیل بود، بعمل آرد۔" ص ۷۳

یہی الفاظ صراط مستقیم کی ایک اور طباعت (جہانیاں، دہلی: ۱۳۲۲ھ) کے صفحہ ۶۳ پر بھی درج ہیں۔ (نور)

اے مراد! ایضال ثواب میں کون انکار کرتا ہے اور کس نے منع کیا ہے اور سائل کب اس بات کو بچھتا ہے اور تو یہ کہتا ہے کہ خصوصیت ہم سوہ کی کہیں سے نکلی؟

اسل اس رسم سوہ کی عرب میں از زمانہ خیر الامام علی علیہ السلام، آج تک نہیں پائی گئی۔ صرف مستقیم میں محمد بن ابیہ زبائی آگئے ہیں:

یادت بود کہ ہمارے میت جمع شود و قرآن خواند
و خوات خواستند بر سر گورند و غیر آں، و این مجموعہ
باعت است و کردہ۔
پہلے لوگوں کی حدیث نہیں تھی کہ مردے کیلئے الحمد چنار کے
دشت کا وہ لائق ہوں قرآن پڑھ کر اور چھین، نہ قبر پر
اس کے علاوہ یہ سب بدعت ہے اور مکروہ

شیخ عبدالحق دہلوی اس کی شرع میں فرماتے ہیں:

فہم، تعزیت اہل میت و تسلیہ و ہبر فرمودن حضرت
و متنبست امامان اجتماع مخصوص روز سوم و ارتکاب
تکلیفات دیگر، و صرف اسوہ بے صحت و لائق بجا نئی،
بدعت مست و حرام، اچھی (۱)
ہاں اہل میت کی تعزیت ان کو تسلی اور صبر کی تلقین کرنا
سنت اور مستحب ہے، مگر یہ تیسرے دن آنکھا ہونا اور
دوسرے تکلیفات کا ارتکاب کرنا اور تیسروں کے حق میں
سے بدعت و صحت خارج کرنا، بدعت اور حرام ہے۔

یہی کشف الغلط میں شیخ الاسلام داتا گنج بخش فرماتے ہیں۔ سوائے کچھ کچھ اور کچھ کہ ثواب دو ملو یا دے کہ نفع کا لفظ جو کلام
شیخ کے ثروٹا ہے، حرف ایجاب ہے اس کے معنی "ہاں" ہیں۔ "شیخ تو ان دینوں و سکون نیم۔"

اور اس کو نفع فعل مدح پر صواباً نکلے ہے معنی ہے اور نہ جھٹلا جاہل اور ناواقف غاری اور غریبی اور سلفی کلام سے ہوگا۔
اس مسئلے ایک کام الفوج میں گفت ہوں کہ مولوی عبدالحق کی اس کو نفع فعل مدح فرما کر اپنے حوصلہ و علمی کو ظاہر کر کے لوگوں
سے گفتگو میں اپنے آپ کو فخریہ سمجھتے ہیں۔ شاید یہ عجیب صاحب بھی ان کا اقتدار کریں، و لفظ ایضال ثواب میں تکرار
نہیں کلام اس میں ہے کہ سوم، چہ علم و غیرہ رسم بنو و ہندی ہے، اس کو اپنے معاملات میں اہل اسلام کو لینا، کیوں کر درست ہو؟
شریعت ان کی خلافت کا حکم ہے، قرآن کی رسم کیوں لیتے ہو، اور عوام کے نزدیک خصوصیت سوم و غیرہ کا اس قدر احترام ہے،
کہ اگر کچھ پہلے دن اور دوسرے دن اور چوتھے دن قرآن نہیں پڑھتے، اور (سوم) اہم و غیرہ میں ایک دن بھی پس و پیش نہیں
کرتے اور عمل تکلیفات دیکھائی دیتے ہیں۔ یہ کہاں سے ثابت ہو؟ چاہئے کہ مشابہت بنو سے مکروہ ہو، اور اس احترام

(۱) شیخ الاسلام داتا گنج بخش نے خود زبانی اس مسئلے میں اہل میت (شیخ نول کشور، ص ۱۰۸)

(۲) کشف الغلط، شیخ الاسلام دہلوی ص ۱۰۸، (مجموعہ) (۱) مطبعہ حوی دہلی، (۲) دہلی

کے سبب اور خصوصیت کے سبب بدعت ہو، مجیب (کو) اس امر کا حوالہ دیتا تھا، باقی مطلق ثواب رسائی یا تہذیب خصوصیت جب بھی ہو سکے کون منع کرتا ہے۔

مطلق شے کے جانے نہ ہونے سے، اس مقید شے کا جواز، کہ بحوالہ وجوب پہنچا اور باقی الفاظ مطلق متروک محض ہو گئے ہوں، کیوں کر ثابت ہوگا۔

دیکھو! نماز نفل ہر روز مستحسن ہے، بدعت کے بلا میں (بھی) بہتر ہے، مگر صلوة قریعہ (کا) بدعت کی تاریخ مضمین، جو احترام کرتے ہیں، تمام فقہاء نے منع اور بدعت ٹھکھی ہے۔ مجدد ہر دم مستحسن ہے، مگر عالمگیری میں لکھا ہے (۱) کہ بعد نماز کے مجدد نفل نہ کرے، کہ عوام اس کو سنت اور مستحب جان کر کرنے لگیں گے، اور قاعدہ کلیہ لکھا ہے کہ جو فعل مباح سنت اور بدعت کے درجہ کو پہنچے، مکروہ ہو جاتا ہے، بلکہ مستحب بھی اگر مکروہ کو بدعت کو پہنچے مکروہ ہے۔ دیکھو! نماز میں جو سورت چاہے پڑھے اور بعض سورتیں بعض نماز (دل) میں مستحب ہیں جیسے صبح اسم وھل النکذات جس میں اگر وہام کہ ان سورتوں پر فقہاء منع کرتے ہیں، کہ عوام بھی سنت اور واجب نہ سمجھ لیں۔ ذرا کتب فقہ حدیث کو غور کرو، بعد ہاتھ پر موند ہیں۔ کچھ بات کو عوام کو دھوکہ دینا، چند اداوں کو نہ پانچیں۔

شیخ عبدالحق عسکریت بدلتہ میں لکھتے ہیں کہ، قسین روز ایصال ثواب (میں) امن حیث الاخلاق سنت ہے، وکن حیث انحصار بدعت ہے، عبارت نقل آگے ہوگی۔ رسم باپ دادا کی پابندی میں اپنی عاقبت خراب کرنی، محض کی بات نہیں۔ شیخ الاسلام کشف الغطاء میں لکھتے ہیں:

وآخر بعد از سالے یا شش ماہے یا چھل روز ودریں دیار پڑند، و در میان برادران بخشش کنند، چیزے داخل اعتبار نیست (۲)

اور جو کچھ کہ کسی کے مرنے کے (ایک سال، یا چھ مہینے یا چالیس روز کے بعد ہمارے حاکموں میں پکارتے ہیں، اپنی برادری میں تقسیم کرتے ہیں، ان میں کوئی بات بھی مجھ سے کہے قابل نہیں ہے۔ (۳) (ت. نور)

تہذیب ملک میں سب صدقہ خیرات نام کا ہے، سوم سے لے کر پری تک سب دم ہے، اور قید رسم آتی ہے، ورنہ ثواب رسائی میں کیا خصوصیت کسی وقت اور قید کی ہے، اور قادیانی اور جنونی کو باطنی قاری کی طرف نسبت کرنا ایسا ہی ہے، کہ جیسا مشہور ہے "چون خوش گفتا است سعدی روز یلخا" سبحان اللہ! روز جنونی (۴) کچھ اور بطنی قاری کہا!

(۱) کتاب: ما شیعی میں ۱۰۰ جلد اول مسائل مسجدہ الشکر (۲) مطبوعہ دارالحدیث، بیروت ۱۳۵۵ھ (۳) کتاب الفرائض ص ۱۰۰ (۴) کتاب الفرائض ص ۱۰۰ (۵) کتاب الفرائض ص ۱۰۰ (۶) کتاب الفرائض ص ۱۰۰ (۷) کتاب الفرائض ص ۱۰۰ (۸) کتاب الفرائض ص ۱۰۰ (۹) کتاب الفرائض ص ۱۰۰ (۱۰) کتاب الفرائض ص ۱۰۰

ہیں، مسجدیں اور چلہ گاہیں بناتے ہیں اور ایک سال بعد عید کے معمول کی طرح وہاں جمع ہوتے ہیں اور اس کو عرس کہتے ہیں۔ (ت: نور)

سبحان اللہ! حضرت قاضی صاحب مرحوم! تو عرس کو منع اور حرام مثل سجدہ اور طواف کے لکھیں اور حضرت مجیب بے دیکھے بھالے قاضی صاحب کی طرف جواز عرس کی نسبت کریں۔ جانتے ہیں کہ یہ کتاب کسی (کسی کو مانتی ہے، بہت کم یاب ہے، کون دیکھے گا اور کون ہمارے جھوٹ سے مطلع ہوگا۔ سبحانک ہذا بہشتان عظیمہ (۱) اور جمع الجوامع کا وجود تو تمام ہندوستان میں نہیں، مجیب نے اس کو کہاں سے دیکھا کہ اس کی نقل کر کے لکھی، اہل علم کے سامنے ایسی بات لکھنے سے شرم چاہئے اور سیوطی نے اگر جمع الجوامع (۲) میں بھی اثبات وصول ثواب عبادت بدنی کا کیا ہو، تو مطلب مجیب کا جواز سوم وغیرہ ہے، نہیں معلوم کیوں کر برآمد ہوگا کہ یہاں سوال تعین ایام کا ہے، نہ مطلق ایصال ثواب ہے۔ بہر حال حرمت عرس مروجہ حال قاضی صاحب کی تفسیر سے تو معلوم ہوئی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ایصال ثواب، بتعین یوم کے باب میں، اپنی کتاب ماثبت بالسنہ میں لکھا ہے:

"فإن قلت: هل لهذا العرف الذي شاع في ديارنا، في حفظ أعراس المشايخ في أيام وفاتهم أصل، فإن كان عندك علم بذلك فاذكره؟

قلت: قد سألت عن ذلك شيخنا الإمام عبد الوهاب المتقي المكي، فأجاب بأن ذلك من طرق المشايخ وعاداتهم ولهم في ذلك نيات؛ قلت: كيف تعين ذلك اليوم، دون سائر الأيام؟ فقال الضيافة مسنونة على الإطلاق، فاقطعوا النظر عن تعيين اليوم، وله نظائر كمصافحة بعض المشايخ بعد الصلوة وكالاتحال يوم عاشوراء، فإنه سنة على الإطلاق وبدعة من جهة الخصوصية..... ثم أطرق مليا، ثم رفع رأسه فقال: لم يكن في زمن السلف شيء من ذلك، وإنما هو من مستحسنات المتأخرين، انتهى (۳)

پس اگر تم کہو کہ اس رواج کی جو ہمارے علاقوں میں، بزرگوں کی تاریخ وفات کے عرس کے سلسلے میں چل پڑا ہے، کچھ اصل ہے؟ اگر آپ کے پاس اس سلسلے میں کچھ معلومات ہیں، تو بیان کیجئے:

(۱) سورہ نور کی آیت نمبر ۱۹ کا ایک حصہ ہے۔ (نور)

(۲) یہاں جمع الجوامع سے علامہ سیوطی کی جمع الجوامع مراد نہیں، علامہ سیوطی کی جمع الجوامع میں صرف احادیث جمع کی گئی ہیں، امام فقہ کے مسلک اور ان کے ادراک کا اس میں مطلق ذکر نہیں ہے، یہاں جمع الجوامع سے اصول فقہ شافعی کا تذکرہ ہے، جو کہ مشہور کتاب علامہ جمال الدین محلی (صاحب تفسیر جلالین) کی شرح کے ساتھ، سب سے پہلے ۱۳۹۶ھ میں مصر سے چھپی تھی مگر ملا احمد بن محمد معجم المطبوعات العربیہ والمعرفۃ بکتابہم، ۱۰۰۳جلد اول، بخش طبع اول، ۱۳۳۲ھ/۱۹۲۸ء۔ دار صادر (ت: جاناں) (نور)

(۳) مالیت بالنسبة فی ایام السنہ مع اردو ترجمہ از مولانا سبحان بخش فکار پوری۔ ص: ۱۶۹ (مطبع نجفائی دہلی، ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء) (نور)

مفتی محمد تقی عثمانی کا ترجمہ

تو میں کہوں گا، میں نے اس کے متعلق اپنے شیخ امام عبدالوہاب مفتی کی سے سوال کیا تھا، انہوں نے جواب میں فرمایا، یہ مشائخ کا ایک معمول اور ان کی عادات میں سے ہے، اور ان کی اس میں مختلف نیتیں ہوتی ہیں۔ میں نے کہا تمام دنوں کو چھوڑ کر، اس خاص دن کی تعیین کیسی ہے؟ تو فرمایا، مطلق دعوت مسنون ہے، اس لئے دن کی تعیین کی بات پر توجہ نہ کرنی چاہئے، اس کی مثالیں بھی موجود ہیں، جیسے بعض مشائخ کا نماز کے بعد مصافحہ اور دس محرم کو سرمد لگانا، کیوں کہ یہ چیزیں علی الاطلاق، بلا کسی تعیین کے سنت ہیں، مگر کسی خصوصیت کے التزام کی وجہ سے بدعت ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد (شیخ عبدالوہاب نے) کچھ دیر کے لئے سر بھٹکا لیا، پھر سر اٹھایا اور کہا! ان میں سے کوئی بات بھی سلف کے زمانے میں نہیں تھی، یہ سب متاخرین کی پسندیدہ ہیں۔ (ت: نور)

ترجمہ اس کا لکھنا ضرور [ی] انہیں، عجیب خود مدعی علم ہیں، سمجھ لیں گے، مگر اتنا جان لو کہ مطلق ایصال ثواب وضاعت مسنون ہوئی اور خصوصیت کسی دن کی بدعت ہوئی۔ باقی مشائخ نے کوئی نیت صالحہ اس میں اگر ٹھہرائی (ہو) تو وہ دوسری بات ہے، مگر باوصف نیت صالحہ شیخ عبدالحق نے اور ان کے پیروں نے اس کو بوجہ خصوصیت بدعت کہا، مگر مشائخ کو ہرگز تاکید تعیین یوم کی مثل اس زمانہ کے جہلاء کے نہ تھی، پھر بھی بدعت کہا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ سلف میں ہرگز یہ رسم نہ تھی۔ اب ناواقف جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے عرسوں کو، اپنی ہفوات میں لکھتے ہیں، دیکھو کہ کس قدر جٹائے کذب و بہتان و مانچو لیا ہیں۔ معاذ اللہ!

باقی عرس کا متحسن متاخرین کے نزدیک ہونا مسودہ وہی عرس تھا کہ جس میں ان کو تاکید تعیین روز کی، اب کے جہال جیسی نہ تھی اور اس تعیین کو سنت یا مثل سنت نہیں جانتے تھے، اگر ضروری جانتے لاریب ابدعت سینہ ہو جاتی۔ معذرتاً کہ وہ ضروری نہیں جانتے تھے، پھر بھی شیخ نے اس کو بدعت ہی کہا، اب فہم والے کو تا مل درکار ہے اور اپنے اصرار بیجا سے توبہ واجب ہے، کہ شیخ، خود عجیب اور اتباع عجیب کے مسلم البتہ مقتدا ہیں، وہ کیا فرماتے ہیں اور حضرت مولانا عبدالعزیز نے یہ لکھا ہے کہ ہفتہ اور چار روز تک مردہ کو زیادہ احتیاج ثواب ہے (۱) ان دنوں میں زیادہ ایصال ثواب کرتے رہیں، بایں معنی کہ وہ ہنوز نو گرفتار ہے، مغافرت دنیا اور قریب (۲) اس کو اگر اس عرصہ میں ثواب سے یاد رکھیں گے، تو موجب انس و حشت (۳) سے ہوگا، کہ ہر روز اس عرصہ میں ان کے خبر گیر رہیں۔ نہ یہ بات کہ خاص کر صرف چالیسویں اور مئیسویں دن اور سوم کو تعیین کر کے، اس کا الّا بننا سنا اتار دیا کریں (۴) چالیس روز تک ثواب پہنچانا اور چالیسویں روز ثواب پہنچا دینے میں، زمین و آسمان کا فرق ہے۔ آیا اس وقت کے عالم، اپنی زبان ہندی کے معنی بھی نہیں سمجھتے (تھے)۔ سبحان اللہ! اگر یہی استدلالا ت ہیں تو علم و فہم کا خاتمہ ہو چکا۔

(۱) تفسیر مزین فی مشاہد عبدالعزیز ص ۱۶۸ سورہ اشتقاق پارہ ۴۔ (مطبع حمی دہلی: جلد ۱) (نور)

(۲) احوال اہل بیت، طاہر بن نام کر دینا تاکہ پھر کوئی بھٹو نہ کہے، مصلح کا نہیں کیا۔ محاررات ہند مولانا سبحان علی دہلوی ص ۱۶۵۔ (دہلی: ۱۹۹۳ء) (نور)

مفتی ابی علی شمس الدینی، کاتبہ علیہ

مولوی محمد اسماعیل صاحب بھی بعد رکرنے رسوم چہلم وغیرہ کے، یہ استدراک کرتے ہیں کہ ثواب رسائی خوب شے ہے، ہمارے چہلم وغیرہ کے منع کرنے سے رسوم کا منع کرنا مراد ہے، نہ ایصال ثواب کا منع کرنا کہ وہ خوب چیز ہے۔ (۱) عجیب نے اول عبارت کو حذف کر کے کیا [یہی] عمدہ مطلب اپنا ثابت کیا ہے، کہ ہر ایک کو تعجب ہوتا ہے اور یہی مطلب شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم کا ہے (۲) اور یہ خلاصۃ الفقہ غیر معتبر، واپسی کتاب ہے (۳) معلوم نہیں کہ اس کا مؤلف کون ہے، کہ محض کذب واپسی حدیث نقل کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق سے یہ امر گزشتہ ثابت نہیں ہوا، اگر کوئی جاہل ناواقف کچھ نقل کرے، بالکل بہتان صریح ہے۔ شیخ عبدالحق کے کلام سے مطلقاً سلف میں نہ ہونا عرس وغیرہ کا اوپر منقول ہو چکا ہے۔ اور یہ تمام صحاح ستہ و مشکوٰۃ شریف و کتب فقہ معتبرہ موجودہ میں، کہاں سے اثبات عرس وغیرہ کا کیا، بلکہ خلاف اس کے نکلتا ہے، اس ایک شخص کا ایسا جھوٹ لکھنا کب سند ہے۔ یہ بات جب ہے کہ فی الواقع خلاصۃ الفقہ عجیب میں یہ روایت موجود ہو، ورنہ احتمال غالب ہے کہ یہ حضرت عجیب کی ہی چالاک ہو، چنانچہ تفسیر مظہری کی طرف ایک روایت کی نسبت فرماتے ہیں، حالانکہ اس میں اُس کے بالکل خلاف لکھا ہے، اسی طرح خلاصۃ الفقہ کی طرف بھی یہ روایت منسوب کر دی ہو، تو کیا بعید ہے۔

الحاصل! ان سب روایات سے ثابت ہو گیا کہ ایصال ثواب مطلق بلا قید و رسمیت بہتر ہے اور قیود و رسمہ تو ان روایات سے ہرگز ثابت نہیں ہوتیں، عجیب ان کا اثبات بروایات صحیحہ فرمادیں اور ہماری روایات کا جو درباب بدعت و مکروہ ہوئے قیود اور تعین اوقات رسوم ہیں، جواب لکھیں، ورنہ نفس ایصال ثواب میں کاغذ سیاہ کرنا ضرور [ی] نہیں، اس کا کسی کو انکار نہیں۔ سائل تعین ایام سوم و دوم و ہستم و چہلم وغیرہ کو پوچھتا ہے، بروایات صحیحہ ثابت کرو، روایات واپسہ کو کوئی نہیں سنے گا، یا اپنے اجتہاد سے کچھ ثابت کرو، لہذا بحث مطلق و مقید اصول کو ہم نے بھی اس جواب میں شرح نہیں لکھا، دوسرے وقت پر رکھا ہے۔ فقط، واللہ اعلم! رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الف: (مجموعہ کلاں ص ۶۳ ۷۱)

ب: چند فتاویٰ ص ۳۲ ۳۹

(۸۶) سوم چہلم وغیرہ رسومات اور خاص مقررہ وقت پر ایصال ثواب کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے

ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، مسائل مفصلہ ذیل میں:

اول: تہجد و دو سو ال و بیس سو ال و چالیس سو ال و سہ ماہی و شش ماہی و برسی وغیرہم، کہ جو بعد مرگ کرتے ہیں، اور قرآن شریف

(۱) صراط مستقیم کی عبارت ای تو ہے کہ ماہ شیش کی گذر گئی ہے۔ ملاحظہ ہو: الف: صراط مستقیم (مطبوعہ مطبعہ نیابتی میرٹھ: ۱۲۸۵ھ) ص ۳۰۔

ب: صراط مستقیم (مطبوعہ چھپائی، دہلی: ۱۳۴۳ھ) ص ۶۳ (نور)

(۲) حضرت شاہ ولی اللہ کی طرف یہ نسبت بالکل غلط ہے، حضرت شاہ صاحب کی معلوم تصانیف میں یہ بات کہیں نہیں ملی۔ (نور)

(۳) خلاصۃ الفقہ تعارف گزشتہ کیا ہے۔

پڑھواتے ہیں اور کھانا فقیروں کو کھلاتے ہیں، آیا کرنا ان کا جائز ہے، یا غیر جائز؟ قائل جائز (۱) مستند دلیل پیش کرتا ہے کہ اگر اس کو بابت رسم کفار کے منع کیا جاوے، تو پانچویں، گیارہویں، بائیسویں، یا بیالیسویں دن کر لیں، تو رسم کفار نہیں پائی جاتی، تو کیا حرج واقع ہوتا ہے اور اگر بوجہ منع کرتے ہو، کہ تعین منع سے، تو احادیث سے اکثر تعین نکلتی ہے۔ جیسے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے وعظ کے یوم جمعہ تعین فرمایا ہے، تو ہم بھی اس کی تعین کرتے ہیں، عملاً بالحدیث۔ اس لئے کہ یہ بھی کبار خیر میں سے ہے، اور اگر بسبب اس کے منع ہے، کہ لوگ ان کو بہ نیت رسوم کرتے ہیں، نہ بہ نیت ثواب، تو ہم اس کو بہ نیت ثواب کرتے ہیں، تو پھر کیا حرج لازم آتا ہے اور کھانا اس [کھانے] کا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ ایام مقررہ ہندو کے ہیں، ان میں صدقہ خیرات کرنا بہ سبب تشبہ کفار کے منع ہے۔ مع هذا! اگر نیت خالص ایصال کی ہے تو ثواب طعام کا پانچ گنا اور جو تاریخیں بدل دیوے تو کچھ حرج نہیں، کہ تشبہ رفع ہو گیا، مگر پھر ان تو تاریخ کا ایسا التزام نہ کرے، کہ پس و پیش نہ ہو، تا کہ وہ بھی بسبب تعقید مطلق کے مکروہ نہ ہو جائے اور تعینات شرعیہ تو من الشارع ہیں، اس واسطے یہی مامور ہوئے، مگر ان پر قیاس کر کے اپنی طرف سے تعین کرنا، کہ اطلاق شارع کے مزاحم ہو، موجب عدم جواز کا ہوتا ہے۔ پس قیاس تعین یوم وعظ پر کرنا، خلاف قواعد شرع کے ہے، بلکہ یہ قیاس مزاحم اطلاق شرع کے ہو کر، موجب کراہت کا ہوتا ہے، قیاس خلاف نفس کے کرنا اور ایسا قیاس کہ تغیر حکم شرع کا کرے، حرام ہے۔ پس مسائل صاحب اول قواعد اصول فقہ سوچ کر سمجھیں، پھر اپنی اس توجہ کی حقیقت سے متنبہ ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۹۹-۱۰۱)

(۸۷) تیجہ چالیسواں سب حرام ہیں: سوال: اور ایک رسم تیسرے روز تیجہ کی ہے اور چالیسویں روز چیلیم کرتے ہیں، یہ سب درست ہیں، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

جواب: تیجا اور دہم اور چیلیم وغیرہ رسوم کا حال یہ ہے کہ سب حرام ہیں، کہ اس میں برادری کے طعن کا خیال ہوتا ہے اور مشابہت ہندو کے ساتھ ہوتی ہے اور یہ مسائل بہت دفعہ کتب و رسائل میں طبع ہو چکے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۱۳۰۱ھ

(فیوض رشیدیہ ص ۶)

(۸۸) سوم تیجہ کرنا سب حرام ہے: سوال: رسم سومیت بتعین تاریخ بے شک ممنوع و بدعت ہے مگر اس کے ترک سے مردہ ثواب سے محروم رہتا ہے اور محبت دلی مقتضی ہے کہ کسی طرح اس کو ثواب پہنچے، پس اس صورت میں اگر تاریخ وغیرہ مقرر نہ ہو، اول روز یا دوسرے روز یا چوتھے یا پانچویں روز، احباب کو بلا کر قرآن شریف، بکھر شریف، نخود پر یا تیجہ پڑھوا لیا جائے، تو کیا قباحت ہے؟

(۱) اصل میں یہاں، قائل کا جائز کھانا ہے [کلاں ص ۹۹] جو قیادینا سوکھتا ہے۔ صحیح لفظ قائل کا جائز ہے، اس لئے درست کر دیا۔ (نور)

اور جس قدر کلمہ کلام جماعت کثیرہ سے تھوڑی دیر میں ہو سکتا ہے، ایک دو آدمی یا ایک گھر کے آدمیوں سے، بہت دیر میں بھی ممکن نہیں، اور ظاہر ہے کہ غائبانہ کون پڑھتا ہے، محض بنظر ثواب رسانی اجتماع بروز غیر مقررہ ہو تو کیا حرج ہے؟

جواب: صاحب سفر السعادة فرماتے ہیں کہ:

عادت نبود کہ برائے میت جمع شوند و قرآن خوانند و ختمات خوانند نہ بر سر گور نہ غیر آں۔ و ایں مجموع بدعت ست و مکروہ۔

سلف صالحین کی عادت شریفہ نہیں تھی کہ مردہ کیلئے جمع ہوں، قرآن شریف پڑھیں اور ختمات کا اہتمام فرمائیں، نہ قبر پر نہ اسکے علاوہ، یہ سب بدعت اور مکروہ ہے۔

و عادت نبود کہ برائے کساں طعام کنند۔ (۱)

اور یہ بھی عادت نہیں تھی کہ کسی کے مرنے کے بعد لوگوں کو کھانا کھلائیں۔

پس امر بدعت کے واسطے یہ اہتمام کہ ترک اس کا گناہ ہے، مگر محبت مقتضی ترک کو نہیں، خالی از بدعت و داعیہ نفس نہیں ہوتا، باقی سب بہانہ ہے۔

تیسرے روز میں تحبہ بالیہ ہوتا تھا، اب اہتمام امر مباح کا ہو کر دوسرا امر بدعت ہو جاوے گا۔ جو دوست اخلاص والے ہیں وہ غائبانہ بھی پڑھیں گے، جو غیر مخلص شر ماثری آویں گے، ان کا پڑھنا بھی مفید نہ ہوگا، ایک دو قرآن اور کلمہ خود گھر والے بھی پڑھ سکتے ہیں، بہر حال یہ حیلہ ہے کہ رسم مرتفع نہ ہو، نہ اخلاص اسلام۔ واللہ اعلم (چند یانویں ص ۲۱)

(۸۹) قبر کے پاس بیٹھ کر اجرت لے کر قرآن شریف پڑھنے کا حکم؟ مسئلہ: قرآن شریف

کا ثواب اگر خالص نیت سے پڑھ کر بہ کیا جاوے تو پانچتا ہے، مگر یہ رسم جو قبر پر حافظ بیٹھ کر پڑھتا ہے مختار ہے، کہ قرآن خلاصہ سے اس کا ثبوت نہیں، اور یہ حافظ اجرت پر پڑھتا ہے، بہرہ کی نیت ہرگز نہیں ہوتی، تو ایسے قرآن کا ثواب خود حافظ کو بھی نہیں ملتا، کہ اس کی نیت روپیہ اور متاع کی ہے، تو جب خود حافظ کو اس قرآن کا ثواب حاصل نہ ہوا تو وہ دوسرے کو کیا دے گا؟ سو یہ پڑھوانا محض فضول ہے، نفع آخرت اس میں کچھ نہیں۔ رسم دنیوی پوری کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ الاجوبۃ صحیحہ۔ محمد یعقوب نانوتوی

(مجموعہ کلاں ص ۳۳)

(۹۰) ایصالِ ثواب کیلئے اجرت جائز نہیں: سوال: ہر چدرطحاوی نوشتہ اند، از ملتقط

عبارت ایں است: [ترجمہ] جو کچھ کہ طحاوی میں لکھا ہے ملتقط سے اس کی عبارت یہ ہے۔

(۱) شرح سفر السعادة ص ۲۴۳۔ باب احوال میت (مطبع لول شہر ۱۲۹۳ھ ۱۸۷۵ء) (نور)

والمختار جواز الاستحجار علی قراءة القرآن علی القصور مدله معلوم من آیت قرآنی بریں قول بہت پانچ۔
 پہلا جو جواز۔

نور جمہ: اور مختار مسئلہ قرآن پر ایک متعین حد تک قرآن مجید کے پڑھنے پر اجازت لینے کے جواز کا ہے۔

جواب: صحیحہ متقی بہ مختار مذہب احمدیہ میں اس کے اعتبار سے اسے اہل ثواب جائز محبت و غلو پر غیر
 باشد غلو پر غیر آں اختلاف نیست لامعنا بآست۔ آچہ متاخرین بر تعلیم قرآن و احکامات قرآنی جواز دلا و غلو و
 مصلحت و ضرورت ضروریہ میں اسے کہ اہل ثواب بر کز آں امر یا قرآنی شود پس قیاس آں بریں خارج از
 قواعد فقہست۔ و تحقیق آں صاحبہ و المصنوع سنی طرح فرمودہ ہندہ اس نقلی شود:

نور جمہ: صحیح متقی بہ اور احمدیہ کا راجع قول مذہب بھی ہے کہ اہل ثواب کے لئے اجازت (مواظفہ) اور
 دینا جائز نہیں ہے۔ چاہے قرآن پڑھنے کی اجازت ہو یا اس کے علاوہ کسی اور جگہ اس کے خلاف ہو کہ ہے۔
 ناقابل اعتبار ہے۔ اور وہ جو متاخرین نے قرآن مجید کی تعلیم پر کھلو کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے، وہ ایک دینی
 مصلحت اور ضرورت کی وجہ سے ہے۔ یہ بات اہل ثواب میں بالکل بھی نہیں پائی جاتی۔ پس (اس کا) اس پر
 قیاس فقہ کے اصول قواعد سے خارج ہے۔ اس کی تحقیق میں (دعا) (شامی) کے مصنف نے خوب کوشش کی
 ہے اس میں سے کچھ نقل کیا جاتا ہے۔

وقد اختلفت کلماتہم جميعاً فی الشروح و الفتاوی علی التعلیل بالضرورة، و ہی عشیہ ضیاع
 القمر ان کما فی الہدایہ۔ وقد نقلت لک ما فی مشاہیر متون المذهب الموضوع غلطوی،
 فلا حاجة الی نقل ما فی الشروح و الفتاوی۔

وقد اختلفت کلماتہم جميعاً علی التصریح، باصل المذهب من عدم الجواز، ثم استوا
 بعده ما علمتہ، لہذا دلیل قاطع و برہان ساطع علی أن المظنی بہ لیس ہو جواز
 الاستحجار علی کئی طاعہ، بل علی ما ذکر وہ قطعاً، مما فیہ ضرورۃ ظاہرۃ، نیج
 الخروج عن اصل المذهب من طرق المصنح الخ (۲)

نور جمہ: اور بلاشبہ ان سب (فقیہاء) کے الفاظ و روایات اور فتویٰ میں ضرورت پڑتی ہیں قرآن مجید کے

(۱) فتاویٰ میں صریحاً بات اجازۃ القصدہ (کس فقیہ سے کہہ دے کہ ضرورت ہے) (۱۳۹۵ھ) (۲) نور

(۳) دفتار راشدی ص ۹۸ اسے مذہب مطلب تحریر مہم فی عدم جواز الاستحجار علی الطاعہ (مطلوبہ دار الفکر عربیہ) (۱۳۹۵ھ)

نور جمہ: اس کا مطلب تحریر مہم فی عدم جواز الاستحجار علی الطاعہ (۱۳۹۵ھ) (۴) نور

ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، جیسا کہ چاہیے میں ہے۔

اور میں نے آپ (قارئین) کے لئے وہ سب نقل کر دیا ہے جو مذاہب فقہ کے ان متحون میں ہے جو فتاویٰ کی اساس ہیں، اس لئے ان عبادتوں کی نقل کی ضرورت نہیں جو شرعاً حلال اور فتاویٰ میں ہیں۔

اور ان سب کے الفاظ و کلمات، مصل مذہب کی صراحت کے مطابق قرأت قرآن مجید کی اجرت، جہان ناز ہونے پر شفق ہیں، پھر بعد میں اس کا استثناء کیا، جیسا کہ میں نے بتا دیا ہے، اس لئے یہ اس کی دلیل مبالغہ اور یہاں قائل ہے کہ جس پر فتویٰ ہے وہ کسی بھی عبادت پر اجرت کا مستحق ہونا نہیں ہے، بلکہ صرف ان عبادتوں پر جن کا نام لے کر کیا اس لئے کہ اس میں ایک واضح ضرورت ہے جس کی وجہ سے مصل مذہب سے قطعاً جائز ہے۔ استغفار بعد ازین بحث طویل و مختصر کثیر و آردہ، پس آنچل خطاوی گفتہ قائل تعدیل نیست۔ فقط۔ و الحمد للہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ اربعی رحمتہ ربہ رشید احمد گنگوہی مفتی مدظلہ

سر جہمہ: اس کے بعد بھی بحث اور بہت سی عبادتوں کو نقل کیا ہے، اس لئے خطاوی نے جو کچھ کہا ہے اور متعقدانہ (اور لائق توجہ) نہیں۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۵۷)

(۹۱) قبروں پر پھول اور کنگری ڈالنا کیسا ہے؟ سوال: قبر پر پھول ڈالنا جائز ہے یا نہیں اور کنگری ڈالنا کیسا ہے؟

جواب: قبر پر پھول ڈالنا مکروہ ہے، کنگریں قبر پر ڈالنا، خاک ڈالنا تو درست ہے، اور نہ کچھ نہ ڈالے۔

(بدست خاص۔ سوال و جواب ص ۱۵)

(۹۲) حراوات پر دست بستہ کھڑے ہونے کا کیا حکم ہے؟ سوال: کسی بزرگ کے حراوات پر دست

بازو سے سر جھکا کر سلام کرنا یا سامنے حراوات کے دست بستہ ہو کر ہاتھ باندھا یا حال کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: حراوات اولیاء کے سامنے سر جھکا کر اور دست بستہ کھڑا ہونا، مشابہت بالشک ہے، نہ چاہئے۔ بطریق

سنت زیارت کرے۔ فقط رشید احمد مفتی مدظلہ گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۱۶)

(۹۳) حراوات اولیاء کے سامنے سر جھکا کر اور دست بستہ کھڑا ہونا کیسا ہے؟ مسئلہ: حراوات

کے در و در قریب و امید سے سرنگوں ہونا اور دست بستہ کھڑا ہونا، مشابہت بالشک ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے، بطریق

سنت زیارت فقہ چاہئے۔ فقط۔

رشید احمد گنگوہی

الف: (مجموعہ کلاں ص ۱۶) ب: (پندہاوی ص ۱۳)

(۹۴) بزرگوں کی قبروں کا طواف حرام ہے: مسئلہ: طواف قبور اولیاء اللہ حرام ہے، سوائے

بیت اللہ شریف کے (طواف کے) کسی چیز کا طواف حلال نہیں۔ ملا علی قاری شرح مناسک میں فرماتے ہیں:

(ولا یطوف) ای ولا یدور حول البقعة الشریفة، لأن الطواف من مختصات الکعبة المنیفة، فیحرم حول قبور الأنبیاء والأولیاء ولا عبرة بما یفعله العامة الجهلة ولو کانوا فی صورة المشائخ والعلماء. انتھی (۱)

ترجمہ: طواف نہ کرے گرد کسی مکان متبرک کے، کہ طواف خصوصیات کعبہ شریف سے ہے۔ پس حرام ہے طواف گرد قبور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے، اور کچھ اعتبار نہیں جو جاہل لوگ قبور کا طواف کیا کرتے ہیں۔ اگرچہ صورت مشائخ اور علماء کی ہو۔ [ترجمہ قدیم]

اور معراج میں مرقوم ہے:

لو طاف حول مسجد سوی الکعبة یخشی علیہ الکفر انتھی۔ ترجمہ: اگر کوئی طواف کرے گرد مسجد کے، سوائے کعبہ شریف کے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

[ترجمہ قدیم]

ہر گاہ کہ مسجد کے طواف سے خوف کفر کا ہوا، تو طواف قبور سے بطریق اولیٰ کاف ہو جائے گا۔ پس اگرچہ کوئی بصورت عالم درویش ہو کر طواف کرے، وہ نہایت بد اور گمراہ ہے۔ اس کے قول و فعل کا کچھ اعتبار نہیں، اور اس کی صحبت سے اجتناب پڑ ضرور (۲) ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۳۶-۳۷)

(۹۵) تصویر روضہ مطہرہ وغیرہ کو بوسہ دینا؟ سوال: بر تصویر روضہ منورہ حضرت سرور عالم صلی

اللہ علیہ وسلم (نقشہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً) و نقشہ مکہ مکرمہ، کہ در دلائل الخیرات واقع است، بوسہ دادن و چشم مالیدن از روی شرع جائز است، یا نہ؟

ترجمہ: سوال: روضہ اقدس حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور مکہ مکرمہ کے عکس کو (جو دلائل الخیرات میں چھپا ہوا ہے) چومنا اور آنکھوں سے ملنا شریعت کی رو سے جائز ہے، یا نہیں۔ [ت۔ نور]

(۱) شرح مناسک ص ۲۷۶۔ باب زیارة سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم طبع اول (مطبع المآجد یہ مکہ المکرمہ: ۱۳۲۸ھ)

(۲) یک ضرور۔ نہایت ضروری۔ ضرور بالضرور۔ اردو لغت، تاریخی اصول پر ص: ۲۳۔ ج: ۱۳۳ [کراچی: ۱۹۹۱ء] (نور)

جواب: یوسدان و چشم بالیدان بریں نقشہا ثابت نیست، و اگر ثابت شوق سر و طاعت و حجاب ہم پر چاہا نہ۔
 کہند: حاضر شد احمد گنگوہی مفتی حیدر۔
 جواب: ان گفتگوں کو یوسدان اور آنکھوں سے ملنا ثابت نہیں، اگر ثابت شوق میں ہے سادق ہو جائے تو اس پر طاعت کرنا اور غصہ کرنا بھی مناسب نہ ہوگا۔ (ت. نور)

(الدر الثقی فی معرفۃ مولانا مفتی محمد شفیع راجہ دہلوی ص ۲۶۳-۲۶۵ جلد چہارم) (کراچی)

(۹۶) قبر کا یوسدینا حرام ہے: سوال: یوسدینا قبر کا جائز ہے، یا حرام؟
 جواب: یوسدینا قبر کا حرام ہے۔

فیس السید ارج: "یوسدان قبر اور اجداد گردن آں را کہ نہ تہیوں حرام و ممنوع است۔ و در یوسدان قبر والدین روایت یحییٰ نقل کی گئی ہے مگر صحیح آں است کہ مانجھڑ (۱) ہواونی (۲) مانجھڑ گناہ صغیر و است و اصرار بر آں کبیر و است۔
 حکمنا فی الشرح عین العلم۔

ترجمہ: قبر کو یوسدینا اور اس کو جسد کرنا اور اس پر خضار رکھنا حرام اور قطعاً منع ہے، والدین کی قبر کو یوسدینے کی روایت یحییٰ نقل کرتا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ (یہ) چار نہیں ہے۔ اور ناجائز ہونے کا کم سے کم وجہ گناہ صغیر و صیغہ ہے اور اس پر اصرار گناہ کبیرہ ہے۔ شرح میں العلم میں یہی لکھا ہے۔

(نوائی عدم جواز شیخ عبدالحق در جہان فی صیغہ معرفۃ مولانا محمد ذریچک کرچوری، بجنوری ص ۱۰۰) (مطبع مطبع اعظم بروداد)

(۹۷) قبروں پر گنبد اور پختہ عمارتیں بنانا منع بلکہ حرام ہے: سوال: قبر پر پختہ عمارت اور گنبد بنانا، کس حدیث سے ثابت ہے؟ فقط

جواب از انبالوی: (۱) قبر پر پختہ عمارت اگر چہ مکروہ ہے، مگر خواص اولیاء اللہ کی قبر پر دست و جائز ہے، چنانچہ شیخ عبدالحق نے صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ، ہمارے زمانہ میں بعض کروں، حکم مستحب کار کھتے ہیں۔ چنانچہ حوزہ اولیاء اللہ کا پختہ خانہ آباد ہے، اسلئے شوکت اسلام کے اور عبدالوہاب نجدی نے اسلئے آباد کر دیا تھا کہ حضرت کے دروازہ مبارک کو شہید کرنے کی اس بات کا کہ اصحاب کبار نے حضرت کے دروازہ کو بنایا ہے، میری کیا طاقت کہ شہید کروں اور حضرت کے واسطے پختہ عمارت دست ہے اگر منع ہوتی تو حضرت کے غلیظ نہ بناتے اور وہیچری حال بالحدیث تھا، یہ کہو کہ بڑا احمیت تھا۔ ترجمہ حدیث میں آیا ہے کہ پختہ قبر صحیح

(۱) مدارج اعلام و شیخ عبدالحق محدث۔ ص ۵۵۲ ج ۲ (مطبع نول شہرہ کتبہ) ۱۳۸۳ھ اس کے بعد کی عمارت و دارن کی نہیں ہے صرح عین العلم سے اضافہ کی گئی ہے۔ (نور)

(۲) یہ انبالوی صاحب کوئی لکھن کا ذکر نہیں ہے۔ (نور)

ہے دو عوام الناس کی قبر کا حکم ہے نہ خواص کی قبر کا۔ شیخ عبدالحق نے اس حدیث کی خوب شرح لکھی ہے، بسبب طول کے اسکو نقل نہیں کیا، واللہ تعالیٰ ایسے عقیدہ والوں کو ہدایت کرے۔ فقط

تردید جواب بالا از حضرت گنگوہی: کتب حدیث وفقہ سے ثابت ہے کہ قبر پر پختہ عمارت مکروہ ہے (۱)

چنانچہ مجیب بھی اس کا اقرار کرتے ہیں، مگر قبور اولیاء اللہ کا استثناء کتب حدیث اور معتبر کتب فقہ میں کہیں نہیں آیا ہے۔ فقط ایک شیخ عبدالحق کا قول خلاف حدیث و قول فقہاء کے اس بارے میں معتبر نہیں ہو سکتا۔ شیخ کیا، اگر سوا عالم بھی خلاف نص صیح کے کچھ بھی لکھیں ہرگز معتبر نہ ہوگا۔ یہ روایت بخاری میں موجود ہے (۲) عبد الوہاب بیچارہ کیا کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو متعین کیا، کہ جو تصویر دیکھوں جو کروں اور جو قبر بلند نظر پڑے، اس کو زمین کے برابر کروں۔ (۳) سو عبد الوہاب نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کیا (ہے) اگر عمل کرنا سنت پر بے ادبی ہے، تو شاید مجب کے نزدیک ترک سنت اور ہدم منہدی کا نام ادب ہوگا۔ معاذ اللہ تو بہ!

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حجرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں مدفون ہوئے تھے اور یہ حکم خواص انبیاء میں سے ہے کہ گھروں میں مدفون ہوں، چنانچہ کتب فقہ میں موجود ہے (۴) اور پھر صحابہ کے زمانہ میں، یا تابعین یا تبع تابعین کے وقت

(۱) کتب مسلم حضرت جابر سے روایت ہے: نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یخصص القبر، وان یقعد علیہ، وان ینسب علیہ۔ صحیح مسلم کتاب الجنائز ص: ۳۱۴، ج: ۱ [مطبع مجتہبی دہلی: ۱۳۱۹ھ] نیز کتاب مذکور باب البی عن تحصیص القبر والبناء علیہ ج: ۱ ص: ۳۳۰ رقم الحدیث: ۹۷۰، نظر محمد القاریابی مکبہ دار طیبہ ریاض: ۱۳۲۷ھ/۲۰۰۶ء [اور درمختار ج: ۱ ص: ۱۲۵] میں ہے ولا یرفع علیہ بناء (وفی الشامی) بحرہ لوللبنیۃ بکبرہ لوللإحکام بعد الدفن۔ مطلب فی دفن المیت ص: ۲۰۱، ج: ۱ باب الجنائز [مطبع مجتہبی] نیز ردالمحتار علی الدر المختار ج: ۲ ص: ۲۳۷ [دار الفکر، بیروت: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء]

(۲) فتح القریۃ قدس میں یہاں بخاری لکھا ہے مگر غلط ہے یہ روایت صحیح مسلم کی ہے۔ کتاب الجنائز ص: ۳۱۴، ج: ۱ [مطبع مجتہبی دہلی: ۱۳۱۹ھ] نیز بیان احادیث اور سنن ابی داؤد و ترمذی و معجم کبار کتاب الجنائز: باب فی البناء علی القبر رقم الحدیث: ۳۲۱، ج: ۲ ص: ۲۵، ج: ۳ [دار القلیۃ للثقافة الاسلامیہ بیروت: ۱۳۲۵ھ/۲۰۰۳ء] نیز دیکھئے: ابن ماجہ باب مذکور ج: ۲ ص: ۵۰۶، رقم ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، شعب الاثر و لوط [دار الرسالۃ العلمیہ، دمشق، طبعہ اولی: ۱۳۳۰ھ/۲۰۰۹ء] ترمذی ترمذی و ابی داؤد الباقی کتاب الجنائز: باب ماجاء فی کراہیۃ تحصیص القبور والکتابۃ علیہا باب النحفة [دار الفکر بیروت: ۱۳۶۸ھ/۲۰۰۳ء] دار الکتاب العلمیہ بیروت [ابن ان] نے بھی چنانچہ ذکر فرمائی ہے۔ صحیح بخاری میں یہ روایت موجود نہیں۔ (نور)

(۳) عن ابی الہیاج الاسدی قال: قال علی الاہلبک علی مابعث علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان لا تدع تمثالا الاطمسہ ولا قبراً مشرفاً الا سوتہ۔ صحیح مسلم ص: ۳۱۴، ج: ۱ [مطبع مجتہبی دہلی: ۱۳۱۹ھ] نیز مسلم شریف کتاب الجنائز باب الامر بنسوة القبر، ج: ۱ ص: ۳۳۰-۳۳۱، رقم الحدیث: ۹۶۹ [دار طیبہ نظر محمد القاریابی: ۱۳۲۷ھ/۲۰۰۶ء]

(۴) [مذکور ج: ۳ ص: ۳۳۱] میں ہے ولا ینسب فی الدار ولو کان صغیراً۔ الدر المختار مع الشامی کتاب الجنائز، باب مطلب فی دفن المیت ص: ۲۳۵ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ] نیز الدر المختار مع الشامی ج: ۱ ص: ۲۰۰ [مطبع مجتہبی دہلی: بلاسنہ]

میں ساری مسائل تحریر کئے ہیں، مگر وہابی (و) منکر اولیاء اللہ اس کو ناجائز جانتے ہیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں اس کا مستون ہونا اور موجب ثواب ہونا ضرور موجود ہے، جو کچھ کو معلوم ہے، اس کو لکھتے ہوں:

فرمایا حضرت نے:-

وقد نقل عن مسند الفرووس، المولفة للحافظ الإمام شهر دار بن الحافظ شہر وہب الدیلمی، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من قتل ظفر یہامیہ عند سماع اشہد ان محمداً رسول اللہ فی الاذان، أنا لقاتہ و مدخلہ فی صفوف الجنۃ.

و فی جمل الاحادیث، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد فی عشر المحرم عند الاسطوانۃ حمداً ابی بکر، فقام بلال، فأذن فلما بلغ اشہد أن محمداً رسول اللہ قبل أبو بکر ظفر یہامیہ و وضعہما علی عینہ، فقال، قرۃ عینی بک یا رسول اللہ فلما فرغ بلال من الاذان توجه الی (صلی اللہ علیہ وسلم) الی ابی بکر، فقال من فعل مثل ما فعلت یا ابی بکر، ظفر اللہ ذنوبہ حدیثہا و قدیمہا و عمدہا و خطاہا.

مسند فردوس، تالیف امام حافظ شہر دار بن شہر وہب میں نقل کیا گیا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اذان میں اشہد ان محمداً رسول اللہ سننے کے وقت اپنے انگوٹھے چومے، میں ان کا سر درازوں گا اور ان کا جنت کی صفوں میں داخل ہوگا۔

اور متصل احادیث میں ہے کہ رسول ﷺ اسی محرم کو مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اس کے سننے کے سامنے ظہر گئے، جو حضرت ابو بکر کے (گھر کے) سامنے تھا، بلال کھڑے ہوئے اور اذان پڑھی، جب اشہد ان محمد رسول اللہ ﷺ پچھتے تو بکڑنے لگوں انھوں کے باطن چومے اور ان کا اپنی آنکھوں پر دکھا اور کہا: میری آنکھوں کی خشک آپ سے ہے، اے اللہ کے رسول! جب بلال اذان سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ابو بکر! جو اس طرح کرے جس طرح تم نے کیا، اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ، کئے چارے، سہاں کر اور بھول کر رکھے ہوں سب معاف فرما دے گا۔

فرض اس بارے میں جماعت کثیر علماء و صلحاء و محدثین کا اتفاق ہے، مبارکات کتب صحیحہ کی کہاں تک لکھوں، مگر اس کا ذرا بے نصیب اور بے ادب ہے، مگر اہے، اللہ تعالیٰ ہدایت کرے۔ فقط از ابوابی (۱)

(۱) یا اہل صحابہ! کہ تمہارا منہ خدا و دی ہے کہ اس حد کے وہابی علماء میں صرف تھے۔ حضرت ابو بکر انگوٹھی نے ان کے منہ پر لگی (ایک حدیث)

مذکورہ بالا تحریر کا رد اور صحیح از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی (۱):

[امام] بخاری نے روایت کیا [ہے] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ منافق کی تین نشانی ہیں، ایک ان میں سے یہ ہے کہ جب خصمہ کرے، یہ ہودہ اور گالی بکے (۲) سوچیب نے اپنے جوابات میں جو الفاظ یہودہ تحریر کئے ہیں، حسب حدیث صحیح، خود اپنی زبان سے بنے جو کچھ بنے۔ اہل علم کو لازم ہے کہ مناظروں میں زبان کو تھا میں اور لغو نہ بکلیں۔

ازیں بعد ہوش سننا چاہئے، کہ ہزار ہا حدیث بد دینوں نے اپنی طرف سے بنالی ہیں اور صد ہا حدیث موضوع صلحاء نے معمول اپنی کی ہیں اور غلطی سے اس گناہ میں پڑے ہیں، چنانچہ اس امر کو اہل علم خوب جانتے ہیں، حاجت میری تحریر کی نہیں، خطبہ صحیح مسلم اس امر کے واسطے کافی ہے۔ اسی ہزار حدیث وضعی امام ابو یوسف کو یاد تھیں، تو بس، ہر عبارت پر کہ لوگوں نے اطلاق لفظ حدیث کر دیا ہو، وہ حدیث نہیں ہوا کرتی، جب تک سند صحیح سے اس کا ثبوت نہ ہو، اور ائمہ حدیث اس کی تصحیح و تصدیق نہ کریں، اس کو حدیث جاننا اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا اور کسی اہل علم کو اس کا بیان کرنا روا نہیں، ہاں البتہ جہلاء جو لباس علماء میں ہو کر، اپنے آپ کو ہوائے نفس کے مقلد کرتے ہیں اور کسی عالم کی بات کو رعونت سے تسلیم نہیں کرتے، ان کا شیوہ ہے کہ وضعی حدیثیں پیش کر کے، اپنی بدعت کو رواج دیا کرتے ہیں، تو اہل علم کو ایسے امر سے اجتناب فرض ہے۔ غرض جو حدیث کتب معتبرہ میں بسند صحیح ہو وہ قابل اعتبار ہے، ورنہ واجب الرد ہے۔ جس کو حدیث اور اصول حدیث اور فقہ اور اصول فقہ پر کچھ نظر اور عبور ہوگا، وہ تو میری اس تقریر کو حق جانے گا، اور جس کو علم سے بہرہ نہیں، البتہ وہ جہل کی باتیں بنا دے گا، مگر اہل علم کی مجلس میں خوار ہوگا۔

بعد اس کے سنو! کہ انکو ٹھٹھے چومنے کے باب میں کوئی حدیث مرفوعہ صحیح نہیں ہوئی، اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں لکھتا، رد مختار شرح رد مختار میں جو شامی کے نام سے مشہور ہے، نقل کیا ہے کہ لوگوں نے اس باب میں روایات کثیرہ نقل کی ہیں، مگر کوئی حدیث مرفوعہ صحیح نہیں ہوئی:

[نور]

(۱) اصل فتویٰ میں رد الجواب از اہل تحقیق، عنوان ہے۔

(۲) عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب، و اذا وعد اخلف، و اذا ائتمن خان و فی روایۃ عبد اللہ بن عمرو فی هذا الباب و اذا خاصم فجر، نیز دیکھئے مشکوٰۃ باب الکبائر و علامۃ المنافق الفصل الاول ص: ۱۷ [اصح المطابع، رشیدیہ دہلی] نیز مشکوٰۃ

باب مذکور ج: ۱ ص: ۵۰ رقم الحدیث: ۵۵ [مکتبۃ التوبہ و دار ابن حزم بیروت: طبعہ اولیٰ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۳ء] صحیح البخاری ص: ۱۰ ج: ۱

کتاب الایمان باب علامۃ المنافق۔ [مراد آباد: ۱۳۱۵ھ] نیز بخاری شریف ج: ۱ ص: ۱۲، رقم الحدیث: ۳۳ و ۳۴ [مکتبۃ الریاض: ۱۳۰۴ھ]

[۱۹۸۳ء] [نور]

سے لگاتے ہیں۔ اگر یہ چومنا نص قرآن اور حدیث صحیح سے ثابت ہے، تو چاہئے کہ حکم عام دیا جاوے، اور جو اصل میں اس کی کچھ اصل نہیں ہے، تو امر بلا ثبوت مانا جاوے۔ بینوا تو جروا!

جواب: حامداً و مصلیاً! اس امر کی کوئی نص قرآن شریف یا حدیث صحیح سے نہیں، اور جو روایات لوگ اس کے باب میں نقل کرتے ہیں، وہ موضوع یا واہی ہیں، قابل اعتماد کے نہیں۔ لہذا اس پر عمل کرنا نہیں چاہئے، بلکہ عوام کو منع کر دینا مناسب ہے، فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۰۵)

متفرق بدعات

(۱۰۰) چند مسائل کی تحقیق، جن کو ایک شخص نے اہل سنت کا عقیدہ بتایا ہے: سوال: کیا فرماتے

ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ: ایک شخص چند عقائد مفصلہ ذیل، منجملہ عقائد اہل سنت والجماعت بیان کرتا ہے، اور حنفی المذہب ہونے کا اقرار کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ جب تک سنیہ ان عقائد پر مستقیم اور راسخ الاعتقاد نہ ہو، فرقہ سنیہ کے خطاب کا مستحق نہیں، اور عقائد یہ ہیں:

اول: مولود شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، کہ اس میں آپ کے مناقب اور درود شریف و ذکر ولادت و معجزات و معراج شریف و حلیہ شریف، وفات شریف، نیز مسائل نماز، روزہ وغیرہ بیان کئے جاتے ہیں، بدعت مردود ہے اور اس کا فاعل بدعتی و کافر ہے، اور مجوزین مولود شریف یعنی جو مولود شریف کو جائز کہتے ہیں، مثلاً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی و دیگر وغیرہ سب بدعتی ہیں؟

دوم: برسر بازار ایک تخت بچھا کر، اور اس کو فرش مکلف سے آراستہ کر کے اور وعظ سے پہلے کچھ اردو اشعار پڑھ کر، پھر وعظ اس تخت پر کھڑے ہو کر شروع کرتا ہے، ہیئت مجموعہ سے بالخصوص موضع، یعنی بازار و تعین یوم وعظ کہنا فرض عین ہے، اس کا تارک کافر اور نیز مسجد میں وعظ کہنا منع ہے۔

سوم: ارواح پیغمبران و رؤساء اولیاء اللہ کا سیر کرنا ممکن ہے، اور ان سے فیض و استمداد لینا، عند الشرع ممنوع و امر ناجائز ہے، اس کی اصل شرع میں نہیں پائی جاتی۔

چہارم: مراقبہ و مکاشفہ و بیعت کرنا بدعت ہے، اس کا مرتکب بدعتی ہے۔

پنجم: اجتماع امت کا فقط صحابہ تک رہا، بعد ازاں نہیں۔

ششم: مولانا جامی ونظامی ومولانا روم وغیرہ کا کلام ایسا ہے کہ کفر کو پہنچتا ہے، گویا وہ اس کے نزدیک کافر ہیں۔

ہفتم: اہل عرب کل مردود و بدعتی ہیں، ان کے اقوال اور فتاویٰ ہمارے لئے حجت اور سند نہیں ہو سکتے۔ جس شخص کے ایسے عقائد ہیں وہ اہل سنت والجماعت ہے کہ نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز درست ہے کہ نہیں؟ اگر اس کو واعظ ہونے کا دعویٰ ہے، اس کا وعظ سننا اور اس سے محبت و موافقت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ یسوا توجروا۔ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

(مجموعہ کلاں ص ۲۳-۲۴)

جواب: مولود کی مجلس زمانہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں اور ائمہ مجتہدین کے دور میں، کبھی نہیں ہوئی، اس کا ایجاد تین چار سو سال سے ہوا ہے۔ اگرچہ نفس ذکر ولادت و بیان احوال جناب سرور عالم کا درست ہے، مگر یہ مجالس مرتبہ ہمارے زمانہ کی بدعت و گناہ ہیں، بوجہ کثیرہ کے، کہ جس کے بیان میں طول ہے، مگر ایک وجہ لکھی جاتی ہے کہ، مولود اگرچہ جملہ منافی و مخالف شرع سے خالی ہو، مگر چون کہ عوام اس کو سنت مؤکدہ و موجب کمال ثواب و متمم بالشان جان رہے ہیں، تو ایسی شے کا کرنا مکروہ ہووے گا۔ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

ما یفعل عقیب الصلوات مکروہ، لأن الجہال یعتقدونہا سنة أو واجبة. وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ، انتہی (۱)

جو کچھ کہ لوگ نماز کے بعد (مثلاً سجدہ) کرتے ہیں وہ مکروہ ہے، کیونکہ جاہل اس کو سنت اور واجب سمجھ لیتے ہیں، اور ہر وہ مباح چیز جس کو ضروری سمجھا جائے وہ مکروہ ہے۔ پس صاف معلوم ہو گیا کہ جس امر مباح کو عوام سنت جانے لگیں، وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔ لہذا مولود کی مجلس، اگرچہ اس میں کوئی خرافہ نہ ہو، ناجائز ہے، چہ جائیکہ اس میں دیگر محرمات بھی موجود ہوں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے کہیں ایسی مجلس مولود کو جائز نہیں لکھا، نہ کسی دیگر معتبر نے۔ فقط۔

۲۔ اور وعظ سر بازار بھی درست ہے، اور مسجد میں بھی، جناب فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں وعظ فرمایا ہے، احادیث اس سے بڑھتی ہیں۔ غرض وعظ سب جگہ درست ہے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب ہے، خواہ کہیں ہو۔ اور ارواح انبیاء اور اولیاء کا ہر جگہ سیر کرتے پھرنا، کہ اُن سے استعانت و استمداد لوگ کریں، بے شک خلاف شرع کے ہے، بلکہ خود قبر کے پاس بھی جائز نہیں۔ مجمع البیہار میں لکھا ہے:

(۱) عالمگیری ص ۱۹۰، باب ۱۰ وما یصل بذالک مسائل سجدة الشکر عند زبکی: ۱۲۵۸) ب: عالمگیری ص ۱۳۶، ج ۱۔ الباب الثالث عشر مما یصل بذالک مسائل سجدة الشکر مکتبہ ماجہ پبلیکیشنز ۱۴۰۳ھ (نور)

من قصد زیارة قبور الانبياء والصلحاء، أن یصلی
عند قبورهم ویدعو عندها ویسئلهم الحوائج،
وهذا لا یجوز عند أحد من علماء المسلمین. فان
العبادة وطلب الحوائج والاستعانة حق لله (تعالی)
وحده. انتهی (۱)

جس شخص نے انبیاء علیہم السلام اور بزرگوں کی قبروں کی زیارت
کا اس وجہ سے ارادہ (یا سفر) کیا کہ ان کی قبروں کے پاس نماز
پڑھے گا اور وہاں دعائیں کرے گا، اور اپنی ضرورتوں کو طلب
کرے گا، تو یہ علمائے اسلام میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز
نہیں ہے، کیونکہ نماز پڑھنا اور ضرورتوں کا مانگنا اور مدد چاہنا، یہ
صرف حق تعالیٰ وحدہ لا شریک کا حق ہے۔

ہاں، البتہ اگر استمداد کے یہ معنی ہوں، کہ ان کی حرمت سے دعاء حق تعالیٰ سے کرے، درست ہے اور مراقبہ ذکر اور فکر ہے،
اور دل کو برے خطرات سے بچانا، قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

فَاغْتَبِرُوا يٰۤأُولِيَ الْاَبْصَارِ (الحشر - ۲) سوعبرت پکڑو اے آنکھ والوں (ترجمہ شیخ الہند)

پس اس کو کون نا جائز کہہ سکتا ہے؟ ہاں ایسے مراقبات کہ خلاف شرع لوگوں نے ایجاد کئے ہیں، وہ البتہ منع ہیں، اور
ایسا ہی بیعت سنت ہے، کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، بیعت ترکِ معاصی و اتباع سنت پر کی ہے۔ قال
اللہ تعالیٰ:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ
تحقیق جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھ سے، وہ بیعت کرتے ہیں
اللہ سے۔ (ترجمہ شیخ الہند) (الحشر - ۲)

اور بیعت میں توبہ کرنا گناہوں سے اور استقامت طریقہ سنت پر، اور طریقہ استقامت شریعت کا سیکھنا ہوتا ہے، اور
رسول اسی واسطے مبعوث ہوئے ہیں۔ اس کے سنت ہونے میں کیا کلام ہے؟ ہاں اگر شیخ خلاف شرع ہو، یا شرائط پیری کی
اس میں نہ ہوں، یا ایسے بیعت ہو کہ عوام جہال کرتے ہیں، کہ فقط بیعت ہونے کو موجب نجات جانتے ہیں، خواہ کچھ کرو، تو
ایسی بیعت لاریب منع اور بدعت ہے۔

اور اجماع امت ہر روز مقبول ہے، مگر امت سے مراد امت مقبولہ ہے، کہ علماء و اتقیاء ہوں اور حجت شرعیہ کے موافق
اجماع ہو، اور خلاف نص کے اور اجماع سابق کے خلاف نہ ہو۔ جب شرائط اجماع موجود ہو جاویں گے، معتبر ہووے گا۔
اجماع ناقص رائے پر خلاف نص کے اور مخالف ائمہ ہدی کے کچھ ٹھہراویں، مردود ہے اور غیر معتبر۔

اور مولانا جامی وغیرہ اولیاء سب مقبول ہیں، ان کے بعض کلام ایسے ہیں، کہ ظاہر میں موہم خلاف شرع کے ہوتے ہیں،
مگر تامل سے اہل علم جانتے ہیں کہ خلاف شرع کے نہیں، سو جس کو فہم ایسا نہ ہو وہ حسن ظن رکھے، بدگمان نہ ہو، وہ مقبول ہیں،

ان کو برا کہنا زیوں [برا] ہے، اور اہل عرب کا قول و فعل جو خلاف شرع کے ہو، وہ البتہ برا و بدعت ہے، اگرچہ علماء سے کیوں نہ ہو، مگر سب عرب کو برا اور بدعتی کہنا بہت زیوں ہے۔ عرب سے محبت کرنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

تخلوہ أجواء العرب (۱)

پس اسی طرح یک نخت سب عرب کو بدعتی کہنا برا ہے، ہاں ان کے بدعتی برے ہیں اور عمل خلاف شرع مردود ہے، ان کے قول و فعل کی کچھ حجت نہیں۔ حجت دین میں قرآن اور حدیث اور فقہ کی ہے اور بس۔

الحاصل یہ جو کچھ گایا عقیدہ اہل سنت کا ہے، اس کے موافق جو کہے وہ قبیح سنت ہے، اس سے ملنا اور وعظ سننا لازم ہے، اور جو اس کے خلاف کہے وہ قابلِ التفات کے نہیں، اور قلیل فرق کہ مآل دونوں کلام کا ایک ہی ہو جاوے، فرق نہیں ہوتا اور افراط و تفریط اچھی نہیں دین میں۔ میانہ روی موافق حدیث کے لازم ہے۔ واللہ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۱۰۱) صلوٰۃ رغائب بدعت ہے: السلام علیکم۔ خط آپ کا آیا بندہ کو آج تک اس کے مطالعہ کا اتفاق نہیں ہوا، آج سے شروع جواب کرتا ہوں۔

مسئلہ: صلوٰۃ رغائب کو امام نووی نے شرح مسلم میں بدعت لکھا ہے (۲) آج کل کے علماء کا اگر اعتبار نہیں تو پہلوں کے قول کا اعتبار کرو اور پھر یہ سنو کہ اگر غزالی نے اس صلوٰۃ کو لکھا ہے (۳) مگر اس کا اہتمام کرنا اور ضروری جاننا بھی تو بدعت ہے۔ اسکے بدعت ہونے کا تو خلاف کسی کو نہیں۔ غزالی نے اہتمام رغائب کو نہیں لکھا ہے، اگر نفس صلوٰۃ کو لکھا

(۱) قال رسول اللہ ﷺ: أحیو العرب ثلاث لأني عربي، والقرآن عربي، وكلام أهل الجنة عربي. رواه البيهقي في شعب الإيمان، عن ابن عباس، ۲۳۲/۳، رقم الحديث: ۱۳۹۶ [نیز دیکھئے مشکوٰۃ الفصل الثالث ص: ۵۵۳، ج: ۲ باب مناقب قریش، واضح المطابع رشیدیہ، دہلی، ۱۹۵۵ء] نیز دیکھئے مشکوٰۃ ج: ۵ ص: ۲۳۲۲ رقم الحديث: ۶۰۰۶. ت. رمضان بن احمد بن علی آل عوف [مکتبۃ الشوبہ ریاض، ۱۳۴۳ھ/۲۰۰۳ء]

واخرجه الحاكم في المستدرک (۸۷/۳) [دار المعرفۃ بیروت] وقال تابعه محمد بن الفضل عن ابی جریج، وصححه ولم يوافقه الذهبي. و شاهد آخره في حديث ابی هريرة أخرجه الطبرانی في الأوسط، فالحديث ضعيف لاصحیح ولا موضوع - تنزيه الشريعة لابن عراقي (۳۱-۳۰/۲) [دار الكتب العلمية بیروت، ۱۴۰۱ھ]

(۲) اس کے بعد اہل مائتہ میں یہ فقرہ بھی درج ہے "کہ غزالی سے بھی مقدم ہے" جو کہ سہ ماہ بھی ہو سکتا ہے، صحیح نہیں۔ اس لئے اس کو اپنے متن میں درج نہیں کیا۔ کیونکہ یہ اسلام امام غزالی (تقریباً ۴۵۰ھ کی ولادت ۵۰۵ھ ۱۰۵۹ء) میں اور وفات ۵۰۵ھ ۱۱۱۱ء) میں ہوئی ہے۔ اور محدث جلیل، شارح صحیح مسلم امام نووی، عیسیٰ بن شرف کی ولادت ۵۳۱ھ (۱۱۳۳ء) میں اور وفات ۶۷۹ھ (۱۲۷۷ء) میں ہوئی۔ یعنی علامہ نووی کی ولادت امام غزالی کی وفات کے ایک سو چھیتر سال بعد ہوئی، امام غزالی اور علامہ نووی کی وفات میں تقریباً پچاس (۵۰) سال کا فاصلہ ہے۔ ملاذہ: الف - وفيات الاعيان ابن خلدون تذکرہ امام غزالی ص ۳۳۵-۳۳۶ ج ۲ (وارادیہ) قرأت العربی، بیروت ۱۳۷۱ھ) ب - الاعلام للزركلي ص ۲۳-۲۴ ج ۷ (بیروت ۱۹۷۹ء) [نور]

بقیہ حاشیہ عمدہ مطر

ہے تو اہتمام بہر حال بدعت رہا اور جماعت کرنا، اس کا کردہ تحریری، سب کتب فقہ میں لکھا ہے۔ فقط

(فرخ آباد ص ۱۷-۱۸)

(۱۰۲) بدعات کا مرتکب گنہگار ہے: سوال: مسائل مختلفہ، مثل فاتحہ مروجہ و مولود شریف مروجہ وغیرہ کا عمل کرنے والا، شخص، باعث اختلاف گنہگار اور بدعتی ہوگا، یا نہیں؟

(بدست خاص ص ۳۹)

جواب: گنہگار ہوگا کہ مرتکب بدعات ہے۔ فقط

(۱۰۳) مرتکب کبیرہ اور بدعات میں ملوث شخص کی، دینی غلطی کا ذکر غیبت ہے یا نہیں؟ مسئلہ: جو شخص گناہ کبیرہ اور بدعات کرتا ہو، اس کی غیبت اور برائی بغرض اطلاع عوام، کہ اس کی صحبت سے احتراز کریں، درست ہے، بلکہ ضروری اور موجب اجر ہے۔ بدعتی کی غیبت غیبت نہیں ہوتی۔ فقط رشید احمد گنگوہی

الف: (مجموعہ کلاں ص ۸۵) ب: (چند پانوی ص ۷۶)

(۱۰۴) بابا فرید گنج شکر کے متعلق، چند مبالغہ آمیز اشعار کا حکم؟

سوال: چدی فرما یند علمائے دین و مفتیان شرع متین: در بارہ شخصے محمد حسین نامی، از اولاد حضرت بابا فرید الدین چشتی پاک پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کہ خلاف عقائد اہل اسلام قائل تنازع شدہ است، و الزام و روع گوئی خویش، بنام گرامی بابا فرید الدین گنج شکر صاحب منسوب ساختہ۔

..... بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

نماز عاکب کو اور بھی متعدد بزرگ علماء اور محدثین نے بدعت کہا ہے۔ علامہ ابن فرحون مالکی (وفات ۷۶۹ھ) فرماتے ہیں: "وقد نص العلماء علی انہما من البدع" تاریخ المدینۃ المنورۃ المسمی نصیحة المشاور و نفعیۃ المجاور و مرجع حین محمد علی شری۔ ص ۲۵ (المدینۃ المنورۃ: ۱۳۱۷ھ) رد المحتار (شامی) میں ہے: قال فی البحر و من هنا یعلم کراہیۃ الاجتماع علی صلوۃ الرغائب الّتی تفعل فی رجب۔ ص ۳۶ ج ۱ شامی (مطبع چٹائی دہلی ۱۳۸۷ھ) نیز رد المحتار علی الدر المختار ج: ۲ ص: ۲۶ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء] (نور)

(۳) قال الغزالی فی الاحیاء: أما صلاۃ رجب فقد روی باسناد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه قال: ما من احد یصوم اول خمس من رجب ثم یصلی فیما بین العشاء والعصۃ الخ (احیاء علوم الدین ص: ۱۱۶ ج ۱ مطبع نولکشور ۱۳۹۰ھ)

ولعلیہ المرتضیٰ الزبیدی فقال فی الحاف السادۃ: قال ابن الحوزی موضوع علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وقد انہمو بہ ابن جہضم ونسبوا الی الکذاب، وسمعت شیخا عبد الوہاب الحافظ یقول: وجالہ مجهولون، وقد نبشت جمیع الکتاب لہما وجدتهم انتہی۔

وقال [] ولقد ابدع من وضعها وقال وانما حدثت بعد اربعۃ احواف السادۃ ۳/ ۴۳-۴۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی۔ عکس مطبع مہمبۃ مصر، مطبوعہ ۱۳۱۱ھ۔

(نور)

علامہ ابن مراق نے اس حدیث کے موضوع ہونے پر مزید التزہیدی کی پہلی فصل میں منقول بحث کی ہے، اس کتاب کی پہلی فصل میں ہی احادیث درج ہیں، جو بالاحاق موضوع ہیں (النسبۃ الشریعۃ المرفوعہ لابی الحسن ابن عراق الکنتانی کتاب الصلاۃ فصل اول۔ ص ۹۰ ج ۲) (دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء)

(نور)

ملفوظی علی حاشیہ کتاب الایمان

در سالہ سیف فریدی، مطبوعہ مطبع دیر ہند واقع شہر امرتسر، پنجاب، بالائے صفحہ شصت و یک، ایس ابیات کہ دال بر دعویٰ باطلہ تناخ وے اند، برائے معاند و مشاہدہ علماء و فضلاء، نقل ابیات وے رقم می شود، تاکہ عقائد باطلہ وے معلوم گردد۔ نقل ابیات از سیف فریدی:

ترجمہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیان شرح متین، محمد حسین نام کے ایک شخص کے بارے میں؟ حضرت بابا فرید الدین چشتی پاک پٹنی کی اولاد میں ہے، یہ شخص اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف تناخ کا قائل ہوا ہے اور اپنی اس جھوٹی بات کو، بابا فرید الدین گنج شکر سے منسوب کرتا ہے۔

رسالہ سیف فریدی (جو مطبع دیر ہند امرتسر کی چھپی ہوئی ہے) کے ص ۶۱ پر یہ شعر جو اس کے تناخ کے جھوٹے دعوے کا ثبوت ہیں، علماء فضلاء کے نقل اور مشاہدہ کے لئے لکھے جاتے ہیں، تاکہ اس کے باطل عقیدہ کو معلوم کر لیں۔ [ت: نور] نقل اشعار از سیف فریدی:

کروں پہلے تعریف رسول	لکھوں حال پیر اپنے کا ہو قبول
یہ تھا حکم بابا فرید زماں	سہ کر رکھا دیکھا میں نے عیاں
کہ ہو تین باری جہاں میں ظہور	میرا چار سو بسکہ نزدیک و دور
زمانہ یہ اول تو موجود ہے	کہ ظاہر میرا نام مسعود ہے
زمانہ دگر میں ہوں، ثانی فرید	باتم ابراہیم ہوں میں پدید
زمانہ ثالث میں جب پھر آؤنگا	محمد حسین نام دھرواؤں گا
اسی کے میں سکوت میں ہوں گا پدید	سمجھنا مجھے گویا ثالث فرید
کہ آخر زمانہ کا ہے یہ ظہور	ہے اسرار ثالث فریدی کا نور
زمانہ وہ ثالث کا اب آگیا	یہ ارشاد بابا کا پورا ہوا

پس بینو اتوجروا! از جواب اس مسئلہ تناخ کہ بابا فرید صاحب، بحسب تحریر محمد حسین پاک پٹنی، بعد از وفات دو مرتبہ اندریں جہاں فانی، بذریعہ والدین دیگر تولید یافتہ اند، مرتبہ اول پیدا شدند، بنام شیخ ابراہیم کہ سجادہ نشین پاک پٹنی بود، موسوم گردیدند۔ و مرتبہ دویم بعد شش صد سال، در خانہ تاج محمود چشتی پاک پٹنی، ظہور تولید یافتند و محمد حسین نام نہادند۔

وایں محمد حسین، مانند مرزا غلام احمد قادیانی، در کتاب اسرار عترت فریدی خویش، بکذب نویسی از قادیانی سبقت برده است۔ ایں سائل را مسرور و ممتاز فرمایند، و جوابش بروایات کتب معتبرہ تحریر نمایند۔

ترجمہ: پس بیان کیجئے اور اجرا پائے کہ تنازع کے اس مسئلہ کے جواب میں، کہ حسب تحریر محمد حسین غفنی، بابا فرید باپنی وفات کے بعد، اس جہان فانی میں، دوسرے والدین کے ذریعہ دوسرے اور پیدا ہوئے ہیں۔ پہلی مرتبہ شیخ ابراہیم پاک پٹن کے سجادہ نشین کے نام سے، دوسری مرتبہ جیسے سو سال کے بعد، تاج محمود چشتی کے گھرانہ میں، ظہور ولادت ہوا، اور محمود حسین نام رکھا گیا۔

اور یہ محمد حسین مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح، کتاب اسرار عترت فریدی میں جھوٹ لکھنے میں، قادیانی سے بھی بڑھ گیا ہے۔ اس سوال کے جواب سے سائل کو مسرور فرمائیں، جواب کتب معتبرہ کی روایتوں سے تحریر فرمائیں۔
بندہ سائل سید حسن شاہ بخاری النہوی، ساکن موضع پانہ مہار، ڈاک خانہ بصیر پور، تحصیل دیال پور، ضلع مظفری
معرضہ ۲۹ مارچ ۱۳۲۰ھ

جواب: تعدد تولد کثرتی برتنازع است نزد اہل سنت والجماعت باطل است، و نسبت آن بحضرت شیخ (یعنی بابا فرید گنج پاک چینی علیہ الرحمہ) محض افتراء است، و مدعی اس نسبت و اس مذہب محض جاہل است، تصدیق دعوائی ناروا است، و اتواش محض خطا۔ از آنجا کہ مسئلہ تنازع در جملہ کتب کلام مزین است، و کذب اس بیان باشارات آیات و احادیث مستثنیٰ، و بندہ بوجہ معذوری چشمان، از نقل روایات مجبور، لہذا بر نفس مسئلہ اکتفا کردہ شد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ترجمہ: (ایک ہی شخص یا روح کے) کئی مرتبہ پیدا ہونے کا خیال تنازع کے نظریہ پر مبنی ہے، جو اہل سنت والجماعت کے نزدیک باطل (اور قطعاً حقیقت) ہے، اس کا حضرت شیخ بابا فرید گنج (شکر) سے انتساب صرف افتراء ہے۔ بابا فرید کی نسبت اس بات کو صحیح جاننے اور اس نظریہ کو صحیح ماننے والا بے عقل ہے، اس کے دعویٰ کو کچھ سمجھنا غلط ہے، اس کی باتیں فضول ہیں۔ اس لئے کہ تنازع کا مسئلہ عقائد کلامی سب کتابوں میں موجود ہے، اور اس کا جھوٹ، ہونا آیات و احادیث اور دلائل سے صاف ظاہر ہے۔

بندہ آنکھوں سے معذوری کی وجہ سے روایات فقہیہ نقل کرنے سے مجبور ہے، اس لئے ضروری مسئلہ لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ (ت خور)

(مندرجہ فتاویٰ نمبر یہ: مولانا سید محمد حسین محدث ص ۹-۱۰، ضمیمہ، جلد اول (طبع اول: دہلی شوال ۱۳۳۳ھ)

(۱۰۵) جو شخص تقویۃ الایمان کو برا کہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ مسئلہ: جو کوئی کتاب

تقویۃ الایمان کو برا جانتا ہے، اس کے ایمان میں شک ہے، کہ اس میں آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ کے سوا کچھ نہیں، اور جملہ مسائل اس کے نہایت صحیح اور درست ہیں، اس پر عمل کرنا بین ایمان ہے، اس کے خلاف شرک و فسق ہے۔

(مجموعہ کلام ص ۳۵)

فقہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

باب دوم

کتاب الطہارت

پانی کے مسائل

(۱۰۶) پانی کی کتنی مقدار پاک یا ناپاک ہے؟ سوال: برسات میں جو پانی چھب چھپا سا ہو جاتا ہے، مثلاً قریب چھ سات گز کے پانی، ایک پتھر لی زمین میں بھر گیا، حالانکہ اس میں گوبر وغیرہ بھی خورد، ریزہ ریزہ پڑا ہوا ہے، وہ پانی پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: اگر پانی کثیر ہے قدر دس دس ہاتھ کے لمبا چوڑا، چار انگشت گہرا، تو پاک ہوگا، جیسا حوض کا پانی۔ جب تک رنگ، بو، مزہ گوبر کا اس میں اثر نہ آوے۔

(رشید احمد غنی عنہ)

(بدست خاص، سوال ۲۲)

(۱۰۷) کس تالاب کا کس قدر پانی پاک ہوتا ہے؟ سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے، کہ جو تالاب بستی کے آس پاس ہوا کرتے ہیں، کہ جن میں برسات کے موسم میں پانی بھر جاتا ہے اور بعد برسات خشک ہو جاتا ہے، اور پھر لوگ ان میں یا خانہ پیشاب کیا کرتے ہیں، تو ایسے تالاب کا یہ حکم ہے کہ ان میں پانی خواہ کتنا ہی ہو جائے [مگر] جب تک وہ پانی بہہ کر نکل نہ جائے تب تک وہ تالاب ناپاک رہتا ہے، آیا یہ مسئلہ صحیح ہے، یا غلط؟

جواب: اگرچہ مسئلہ صحیح ہے، مگر فتویٰ اس پر ہے کہ اگر پانی بہت ہو تو پاک ہے۔ واللہ اعلم۔ (بدست خاص ص ۱۰)

(۱۰۸) اگر کتا کنویں میں پیشاب کر دے تو؟ مسئلہ: اگر چاہ میں سگ [کتے] نے پیشاب کر دیا، بغس ہو گیا، سب پانی نکال دیوں پاک ہو جاوے گا۔

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۹)

(۱۰۹) اگر کنویں میں کوئی جاندار گر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ سوال: اگر کنویں میں کوئی چنبا گر گیا یا اور کوئی ناپاک چیز جاندار، مثلاً گیدڑ اور زندہ نکلا، تو کتنے ذول نکالیں، یا آدمی گر کر زندہ نکلا؟

جواب: گیدڑ وغیرہ جو تپا پاک نہیں، جیسے چوہا تو کچھ نکالنا نہیں آتا، زندہ نکلے تو کچھ پانی نہ نکالے۔ احتیاطاً دوسریس ڈول نکال دیوے۔

[ضروری وضاحت: یہ جواب ناقص ہے، ماصل تحریر کا کونا چھڑ گیا ہے، تاہم جو موجود تھا یہاں لکھ دیا۔ نور]

(بدست خاص سوال ۱۵۳)

(۱۱۰) اگر کنویں میں سے سڑا ہوا سانپ نکلے، تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر چاہ [کنویں]

میں سے سانپ سڑا گا ہوا نکلے تو کچھ ڈول نکالے جاویں گے، یا نہیں؟

جواب: تپا کی کے سب پانی نکالنا ضروری نہیں، (۱) مگر ہر کی وجہ سے چاہئے (کہ) نکال دے۔ واللہ اعلم۔

(بدست خاص ص ۱۰)

(۱۱۱) کنویں کے پانی کے مسائل میں وسعت ضروری ہے: سوال: حامداً ومصلياً و

مسلماً کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ جب کوئی جانور مثل گھری وغیرہ کے، کنویں سے پھنسا یا پھولا برآمد ہو، اندر میں صورت سارا پانی کنویں کا نکالا جاوے، یا فقط دو سو تین سو ڈول پر کفایت کی جاوے، جیسا کہ بعض رسائل میں مسطور ہے۔ باوجود مالدار اور ذی استعداد ہونے اہل محلہ کے، اور بوقت حصر رہنے اخراج سارے پانی کے، سب پانی کیونکر نکالا جاوے؟ اور اگر باوصف علم ضعف روایت بذیامأول ہونے، روایت مسطور کے تین سو ڈول نکال کر، اسی کنویں کے پانی سے باوصف ہونے پانی موجود کنویں کی، چار پانچ ہزار ڈول، اسی سے وضو کرتے رہے، نمازیں پڑھتے رہے، وہ نمازیں واجب الاعادہ ہونگی، یا نہیں؟ بینوا تو جروا!

الجواب هو الموفق للصواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین

والصلوة والسلام علی حبیبہ سید المرسلین و علی آلہ و صحبہ اجمعین۔ اللہم رب زدنی علماً کوئی نجاست کنویں میں گر جائے، بقول راجع سارا پانی نکالا جائے گا، نہ کہ دو سو تین سو ڈول، کما فی الہدایہ:

وإذا وقعت فی البئر نجاسة نزعحت، وکان نزع ما فیہا من الماء طہارۃ لہا بإجماع السلف. و

مسائل البئر مبنیۃ علی اتباع الآثار دون القیاس. (۲)

(۱) سانپ میں مسطور نہیں، تپا ہی میں ہے، قولہ جلدحیہ صغیرۃ ای لہا دم واما ملادم لہا فیہی طاعرة لما تقدم أنہا وقعت فی الماء لانفسہ (شامی ج ۱ ص ۱۳۶ باب المیاء) مطلب فی احکام النجاسة (مطبع محبائی: دہلی) ج ۱ ص ۱۳۹ (عکس دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۱۳ھ مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ: ۱۳۹۹ھ) شامی ج ۱ ص ۲۰۳ (دارالفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) [پان پری]

(۲) ہدایہ ص ۴۳ ج ۱ فصل فی البئر (مطبعتی کاپر ۱۲۹۹ھ)

نہر حصہ اور جب کنویں میں ناپاک چیز گر جائے تو اس کا پانی نکالا جائے گا اور باجماع سلف یہ پانی کا پھل ہوتا ہے اس کنویں کے لئے مطہر پاک کرنے والا ہوگا۔

حکمیٰ حذرا! جب کوئی جانور چھوٹا یا بڑا، کنویں سے پھٹا یا پھولا برآمد ہو سارا پانی نکالا جائے۔ جیسے بوقت مر جانے سے جانور مثل بکری وغیرہ کے سارا پانی نکالا جاتا ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے:

وإن مات فيها شاة أو آدمی أو كلب نزع جميع ما فيها من الماء، لأن ابن عباس و ابن عمر اقتضا بسرح الماء كله حين مات زلتحي طی بشر و منزم. فإن انقطع الحيوان فيها أو قطع نزع جميع ما فيها صغر الحيوان أو كبير. انتهى: (۱)

نہر حصہ: اور اگر کنویں میں بکری یا آدمی مر جائے یا اگر کرمر جائے اس کا تمام پانی نکالا جائے گا۔ کیوں کہ حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے تمام پانی نکالنے کا فتویٰ دیا تھا، جب ایک عجمی زمرم کے کنویں میں کرمر مر گیا تھا اس میں جانور پھول گیا یا پھٹ گیا (اس وقت بھی) تمام پانی نکالا جائے گا، جانور چھوٹا ہو یا بڑا۔

اور اگر بچہ کثرت پانی کے باہل صاف کرنا محذور ہو، دھواں آدھوں کے اندازہ کے موافق، جن کو حائلہ پانی میں بسات ہو، پانی موجود نہ لگایا جاوے۔ پیچھا بھاڑ کرنے کی ہر ضرورت نہیں ہے۔ کما فی ہر المختار:

وإن تعلو نزع كلها لكونها معية، فيقدر ما فيها وقت ابتداء النزع، قاله الحلبي. يوعذ ذالك بقول رجلين عدلين، لهما بصارة بالماء، به يفتى: (۲)

و قال الشافعي شارحه: هو الأصح كفاً و دور وهو الصحيح و عليه الفتوى ابن كمال، و هو المختار معراج، و هو الأشبه بالفقه هداية، أي الأشبه بالمعنى المستبطن من الكتاب و السنن: (۳)

اس کے شارح علامہ شافعی نقل کرتے ہیں کہ کافی اور دوزخ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ابن کمال نے اس کو ہوالا صحیح اور علیہ الفتویٰ سے ذکر کیا ہے اور معراج میں ہوالا مختار کے لفظ سے اور ہدایہ میں ہوالا شہد بالفقہ کے لفظ سے اسکو ذکر کیا ہے۔

(۱) ہدایہ ص: ۲۰ ج: ۱، فصل فی البئر (مصطفائی کتبوز: ۱۲۸۹)

(۲) البئر ص: ۱۳ ج: ۱، فصل فی البئر (عکس مجتہدی شریعت: ۱۳۳۲)

(۳) البئر ص: ۳۳ ج: ۱، فصل فی البئر (۴) فی دفعی بجمع ص: ۱۲۱ ج: ۱ (۵) البئر ص: ۳۴ ج: ۱ (۶) البئر ص: ۳۴ ج: ۱

اور چونکہ یہ قول کتاب وسنت یعنی قرآن اور حدیث کے موافق ہے، اور روایت دوسو ڈول کی ماں کے مقابلے میں غیر معتبر ہے، یلماؤل اور مقیداً بار بغداد، لہذا صاحب الہدایہ نے صراحت کر دی فقال: فکأنه بنی قوله علی ما شاهد فی آبار بغداد۔

اور صاحب در مختار نے روایت دوسو تین سو ڈول کو، بعد بیان روایت مذکور کے یہ لفظ قبل جو ضعف روایت کی طرف اشارہ ہے، نقل کیا ہے [ہے] حیث قال وقیل یفتی بمائتین الی ثلثمائة و پھر شامی نے شرح لفظ قبل میں خوب ہی تردید اور تضعیف، روایت مذکورہ دوسو ڈول کے بعد، بیان اقوال مختارین روایت ہذا کی ہے۔ چنانچہ شامی میں ہے:

قوله قبل جزم به فی الكنز والملقی، وهو مروی عن محمد بن علیہ الفتوی (۱)

ترجمہ: مصنف کا قول، قبل ای پر کنز اور ملقی میں جزم ہے اور یہی امام محمد سے مروی ہے اور ای پر فتویٰ ہے۔

یہ جو در مختار میں ہے کہ بعض کا فتویٰ دوسو ڈول کی روایت پر ہے، ایسا ہی کنز میں ہے اور ملقی الا بحر میں اور یہ قول امام محمد کا ہے اور صاحب خلاصہ لکھتے ہیں کہ اس پر فتویٰ ہے اور ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے بموافقت نصاب اور بموافقت عماد:

و تاتارخانیة عن النصاب و هو المختار معراج عن العنابة و جعله فی العناية رواية عن الإمام. (۲)

اور ای تاتارخانیہ نصاب سے نقل کیا گیا ہے اور صاحب معراج نے عماد سے مختار قرار دیا ہے اور اس کو عنایہ میں امام کی روایت کے طور پر نقل کیا ہے۔

صاحب معراج اس قول کو: مختار عن الامام و هو المختار والأیسر کما فی الاختیار و أفاد فی النہر ان المائتین و اجبتان لکھتے ہیں اور عنایہ میں اس روایت کو امام صاحب کی طرف منسوب کر کے مختار لکھتا ہے اور موجب آسانی۔ بحوالہ کتاب الاختیار شامی اور نہر الفائق میں ہے کہ:

والمائة الثالثة مندوبة، فقد اختلف التصحيح و الفتوى و ضعف هذا القول فی الحلیة و تبعه فی البحر: بأنه إذا كان الحكم الشرعی نزع الجميع فالأقتصار علی عدد مخصوص یتوقف علی دلیل سمعی یقیده، و این ذالک! بل المأثورة عن ابن عباس

(۱) شامی بحوالہ ۱۱۱۔ [نور]

(۲) شامی ص ۲۱۵ ج ۱ (دار الفکر، بیروت ۱۳۹۹ھ) نیز ملاحظہ ہو: البحر الرائق ص ۱۱۹ ج ۱ [نور]

واین الزبیر خلاصہ حسین علیہا بنوح الماء کلمہ حین مات زنجی فی سیر زمرم، و اسناد
ذالک الاثر مع دفع ماورد علیہا مسوطہ فی البحر و غیرہ (۱)

و سوال کا جواب ہے اور تین سوال مستحب۔ صاحب ثانی فرماتے ہیں کہ مطلق پہلی روایت (و سوال،
بر کئی پانی میں من کرہوں سے معلوم ہوا کہ اختلاف ہے مگر و سوال کی روایت کو صاحب علیہ اور کرائی نے
اس دلیل کے ساتھ ضعیف لکھا ہے، کہ جب حدیث صحیحہ سے سب پانی نکالنا ثابت ہے، پھر و سوال پر کھایت
نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ کسی حدیث قوی سے اس کا ثبوت نہ ہوا ہے اور حدیث کیا کسی دلیل شرعی سے اس
روایت کا ثبوت نہیں، بلکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ و عبداللہ بن زبیرؓ سے اس کے برخلاف ثابت ہے، کہ دونوں
صحابہ نے مارے پانی نکالنے کا حکم دیا تھا، جب ایک حبشی چاہ زمرم میں مر گیا تھا۔

اور اس حدیث کی سند صحابہ ان معترضوں کے جواب میں حضرت نے کہے ہیں: مفصل کرائی و غیرہ میں لکھے ہیں:
قال فی البحر و مکان المشایخ إمامنا أبو داود عن محمد، لا تضبطه كالعشر ليسراً كما مر،
قلت لكن مر أن مسائل الأئمة مبنية على اتباع الأئمة، على إمامهم قالوا إن محمداً ألقى فيما شاهد
في أيام بغداد فأنها كثيرة الماء، وكذا ما روي عن الإمام من نزع مائته في مثل أيام الكوفة لليلة
مائها، فجميع إلى القول الأول، لأنه لا يغير ممن له بصاوة و حيرة بالماء في تلك النواحي، لا
لكون ذالک لازماً في أيام كل جهة. والله اعلم (۲)

ترجمہ: اگر میں ہے کہ بعض مشائخ امام غزالیؒ کی روایت کو طریق اختلاف کے اس طرح قبول کرتے ہیں، جیسے حدیث کے
اختلاف کو بعض میں بعض آسانی (ثانی لکھتے ہیں) مگر میں کہتا ہوں کہ پہلے بھی گزر چکا ہے اور آئندہ آگے گا، کہ کنویں
کے مسائل میں اختلاف ہے، میں اختلاف دہریہ وی مشائخ فرماتے ہیں کہ امام غزالیؒ کا فتویٰ بغداد کے کنوئیں کے پانی کے
اختلاف کے موافق تھا، کہ میں چشمہ پانی بہت تھا، گو موجود کم ہو۔ اور اس طرح امام صاحب کا فتویٰ کنوئیں میں سوال کا،
وہی کہ اختلاف کے موافق دیکھ کر کہ پانی کے پس دونوں قول کھال ہی اول قول کی طرف ہو گیا، کہ کل پانی موجود
ہو آئینوں کے اختلاف سے ظہور ہوا ہے، جو اس شعر کے پانی کے اختلاف سے مختلف ہوں۔ نہ یہ کہ ایک شعر (کنویں) کے
اختلاف کے موافق سب شعروں کے کنوئیں میں یکساں فتویٰ لازم ہوا ہے۔

(۱) ح۔ ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱،

اور جب بصورت عدم تاویل و تقييد مرجوح ہونا روایت ہذا کا باحسن وجہ معلوم ہو گیا، پھر فتویٰ دینا روایت مرجوح پر باوجود موجود ہونے، قول قوی مدلل کے جہالت ہے اور خرق اجماع۔

كما في مقدمة الدر المختار: وان الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل وخرق للإجماع (۱) ترجمہ: جیسا کہ در مختار میں ہے کہ حکم اور فتویٰ قول مرجوح پر، جہالت اور اجماع کے خلاف ہے۔ قال الشامي في شرحه: قوله، بالقول المرجوح كقول محمد مع وجود قول ابي يوسف، إذا لم يصح ويقو وجهه (۲)

علامہ شامی نے اس کی شرح میں لکھا ہے، کہ قول مرجوح کی بات، جیسے امام محمد کا قول امام ابو یوسف کا قول ہوتے ہوئے، جب کہ قول اول صحیح نہ ہو اور اس کی تقویت کی کوئی وجہ ہو۔

اور جب مقید یا غیر معتبر ہونا روایت دو سو تین سو ڈول کا بخوبی معلوم، پھر جن لوگوں نے باوصف علم، عدم اعتبار روایت مذکور، اس پانی سے غسل اور وضو کر کے نماز پڑھی گنہگار ہوئے اور وہ سب نمازیں واجب الاعادہ ہوئیں، بوجہ علم نجاست، اب بوجہ عدم اعتبار روایت دو صد دلو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم حررہ العبد الضعیف محمد دیدار علی رضوی حنفی

جواب صحیح ہے جواب بہت صحیح بلکہ اصح ہے المجیب مصیب صح الجواب

(محمد دلاور علی حنفی) (ابو محمد عبد الرحمن پنجابی ثم الالوری) (محمد عبد الرحیم مفتی راج الوری) (محمد کرامت اللہ خان)

واضح ہو کہ مولانا کرامت اللہ صاحب نے جو فی زمانہ آفتاب دہلی ہیں، اور مقتدا اور استاد بڑے بڑے عالموں کے، جو مدرسہ حسین بخش پنجابی واقع دہلی کے واعظ ہیں۔ اس فتویٰ کی تائید میں معہ مہر مولوی جمیل صاحب، چونکہ بہت بڑا فتویٰ مرتب فرما کر بھیجا تھا، لہذا بغرض اختصار کے کہ رسالہ بہت دراز نہ ہو جائے، ان کے دستخط پر فقط کفایت کی گئی، فتویٰ میرے پاس موجود ہے۔ یہ عبارت طویلہ اور جواب سب صحیح ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ تسبیح حیوان سے جب کل پانی نجس ہو جائے، تو بصارت اہل بصیرت پر اعتماد کیا جائے، کہ پانی جدید کنویں میں ظاہر ہو جائے، یا تخمینہ کر کے اس قدر پانی نکال دیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

عبد الرحمن پانی پتی عفی عنہ

بقلم عبد السلام انصاری عفی عنہ تحریر ۱۷ رذوالحجہ ۱۳۱۳ھ

یہ دستخط مولانا عبد الرحمن صاحب قاری محدث پانی پت کے ہیں، جو شاگرد رشید ہیں مولانا شاہ محمد اسحاق کے، بوجہ کبرئی

اور ضعف کے دستخط اور مہر مولانا کے صاحبزادہ کلاں عبد السلام صاحب سے لکھوائے ہیں۔

(۱) در مختار، مقدمة المصنف ج: ۱/ ص: ۱۵ [عکس مجتہبی] [نور]

(۲) شامی، ص: ۵۱ ج: ۱ مطلب لا يجوز العمل بالضعيف حتى لنفسه عندنا (مجتہبی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی، ج: ۱ ص: ۷۵-۷۶

[دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء] [نور]

یہ فتویٰ جب بخدمت مولانا رشید احمد گنگوہی ہمارا عرضہ اول بھیجا گیا فتویٰ بلا مہر واپس فرمایا۔ لہذا نقل بعینہ اس مکتوب مولانا کے جو متعلق اس فتویٰ کے ہے، نقل کی جاتی ہے، اور بعدہ جو جواب استفتاء مرسلہ پر، ہمارا عرضہ مذکورہ تحریر فرمایا ہے، معہ مضمون استفتاء تحریر ہوتا ہے:

تحقیق از حضرت مولانا گنگوہی: از بندہ رشید احمد بعد سلام مسنون! آں کہ آپ کا کمر مت نامہ پہنچا۔ باب تطہیر چاہ آب میں وسعت بہت مناسب ہے، بلکہ ضروری ہے، ورنہ بہت حرج ہو جاتا ہے۔ چونکہ بہت علماء کا فتویٰ اس پر بھی ہو چکا ہے اور تمام پانی کے نکالنے میں دقت اور دشواری ظاہر ہے، اگر بعض جگہ بہل ہو، اور احکام شرع عموم پر ہوتے ہیں، تو سہولت کی روایت پر فتویٰ دینا اور عمل کرنا بہتر ہے، اور ہمارے دیار کے چاہ کثیر الماء ہیں، گمان کرتا ہوں کہ الور کے کنوئیں بھی ایسے ہی ہوں۔ تو فتویٰ امام محمد کا ایسے ہی چاہ میں دو صدو لو کا ہے، چنانچہ آپ خود شامی سے آخر عبارت نقل فرماتے ہیں اور قلیل الماء چاہ عرب اور پہاڑ کے ہوتے ہیں، بعض چاہ دہلی میں بھی بندہ نے ایسے دیکھے کہ پانی ان کا موجود، قدر دو سو تین سو ڈول کا ہوتا ہے، سو اس میں تمام آب نکالنا دشوار نہیں ہوتا۔ بندے نے مدرسہ دارالبقاء دہلی کے چاہ کو بھی دیکھا اور تجربہ کیا کہ وہ ناپاک ہوا، تو اسی قدر دو لو نکالے، پھر اس قدر پانی اس میں رہا کہ ڈول اس میں نہیں ڈوبا، بعد دو تین پہر کے اس میں پانی پھر جمع ہوا اور دوسرے روز پانی مثل سابق ہو گیا۔ تو شامی یہ توفیق کرتا ہے کہ تمام آب کے نکالنے اور دو صدو لو میں توفیق حاصل ہے۔ پس آپ بھی دو صدو لو پر فتویٰ اگر دیں، اپنے ممالک میں، تو قطع نظر سہولت کے مدعی حاصل ہے، اور پھر امام صاحب کوئی تحدید نہیں فرماتے، رائے متسلیٰ بہم پر چھوڑتے ہیں، اگر کسی کو یہ نخن ہو جائے کہ دو سو ڈول سے کم ہی میں، سب پانی موجود نکل گیا ہے، تو اس کے نزدیک چاہ پاک ہو گیا۔

الحاصل پانی کے باب میں وسعت ضروری ہے اور چاہ کے مسائل میں، اس قدر تنگی معوبت سے خالی نہیں، اس واسطے صاحبین کے مذہب پر فتویٰ دینے میں، اس قدر شبانہ روز کی نجاست میں تمام فرش و ظروف مسجد و محلہ ناپاک ہوتے ہیں، اور ثوب اور جس جس شے کو طوبت لگے اور یہ خشک رطب شے کو لگا، سب نجس ہوا ہے، تو سخت دشواری ہے۔ فقط والسلام

تحقیق المسائل۔ مولانا دینار علی الوری (ص ۱۱ تا ص ۱۸ طبع اول: بلاست)

(۱۱۲) اگر دو کنوئیں ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہوں تو کیا اگر دو کنوئیں بفاصلہ یک دست بھی ہوویں، تو ایک کے ناپاک ہونے سے، دوسرا ناپاک ہو جائے گا؟ ایک [کی] نجاست سے دوسرا نجس نہیں ہوتا،

جب تک تحقیق قطعاً نہ ہو جائے کہ، اس قدر زمین میں نجاست سرایت کر سکتی ہے، دس ذراع کی روایت، یا..... کی شرح و تائید کی قابل اعتبار نہیں (۱) مگر ہاں جو ایسی زمیں متخلخل ہووے، کہ دس درعہ تک اثر پہنچے، ہم اپنے دیار میں ایسا نہیں

(۱) شرح ترمذی ص ۸۸: الفصل ما يجوز به الوضوء (طبع مکتبہ دہلی ۱۳۳۵ھ) [نور]

پاتے اور اگر ایسا اتصال ہے کہ سرایت جزاً ہوتی ہے، تو دونوں کو طہر کرے [دونوں] پاک ہوئے۔

(مجموعہ مکتوبات، بنام مولانا غلیل احمد صاحب، مکتوب نمبر ۶، قلمی)

(۱۱۳) ڈھیکھی کے کھنچے ہوئے پانی کا حکم: سوال: ڈھیکھی (۱) کا کھنچا ہوا پانی پینا کیسا ہے؟

جواب: پاک ہے، اور استعمال اس کا درست ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں، جبلاہ کی وہابیات غلط ہے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص، ص ۲۳)

(۱۱۴) جو پانی درختوں کے پتوں کی وجہ سے خراب ہو گیا ہو، اس کا حکم؟ سوال: جس پانی

میں درخت کے پتے، بہت دنوں تک پڑے رہنے سے پانی بگڑ گیا ہو، تو اس سے وضوء جائز ہے، یا نہیں، اور وہ پانی پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: پانی پاک اور وضوء درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۳۲)

رشید احمد غنی عنہ گنگوہی

(۱۱۵) اگر کنویں میں استعمالی جوتا گر پڑے تو؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ

میں: کہ اگر ایک کنویں میں جوتا مستعمل گر پڑا ہو، اور وہ کنواں تحت و تصرف اہل اسلام کے ہو اور جوتے کا نکلنا، بیاعت کثرت آب غیر ممکن ہو، یعنی غوطہ مارنے و کاٹنا ڈالنے و چرس ڈالنے سے پانی نہ ٹوٹے اور جوتہ نہ نکلے اور اس بستی میں کوئی اور ایسا کنواں یا تالاب نہ ہو، جس سے اہل دیہہ اکٹھا کر سکیں، آیا ایسے کنویں کا پانی پینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسے کنویں میں سے تین سو ذول نکال دیوں، پاک ہو جائے گا، اگر چہ جوتی نہ نکلے، (۲) جوتی اگر چہ اس

میں پڑی رہے، پانی نکال ڈالیں پاک ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۲۵۵-۲۵۶)

کتبہ المراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی غنی عنہ

(۱۱۶) اگر گویہ کنویں میں گر جائے، تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر ضرب از چاہ بعد از وقوع زلزلہ

برآوردہ شود، حکم چاہ چیست؟ مینو اتو جروا۔

ترجمہ: اگر گویہ کنویں میں گرنے کے بعد زلزلہ نکالی جائے، تو اس کنویں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۱) ڈھیکھی کنویں سے پانی نکالنے کی ایک بڑی تدبیر، ایک ٹی [بڑی لکڑی] کے ایک سرے پر بہت بڑا ذول، دوسرے سرے پر ایک ہماری وزن باندھ دیتے ہیں بڑے ذول کو پانی میں ڈبو کر چھوڑ دیتے ہیں تو بچھلے ہماری وزن کے ہوا سے وہ بڑا ذول نما، پانی سے نکل آتا ہے۔

مستفاد از اردو ولایت (مرتبہ اردو ولایت یورڈ، حکومت پاکستان) ص ۲۶۳، جلد ۱۰: ۱۰ (کراچی ۱۹۹۰ء)

(۲) یہ بات، سبب تقدیر ہے، درختی ریش ہے، ہنسیح کل مائھا بعد از حرجہ الا اذا تعذر (۳۹/۱) فصل فی البئر عکس، مجتہدی دہلی: نیز شامی الفصل فی البئر ص ۱۳۱، ح ۱: اطلع تہائی دہلی اور سوال سے یہ بات واضح ہے کہ صورت مسئلہ میں جوتا نکالنا دشوار تھا۔

جواب: صُب از حشرات است کہ خون ندارد، خوردنش نزد خفیہ ناجائز است، مگر چاہ از وقوع آن ناپاک نمی گردد
کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۶)

ترجمہ: گوہ حشرات [ارض] میں سے ہے، جس میں خون نہیں ہوتا، خفیوں کے یہاں اس کا کھانا ناجائز ہے، مگر اس کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا، جس طرح سانپ کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

پاکی اور ناپاکی کے مسائل

(۱۱۷) اگر نجاست قلیل پر پانی ڈالا، وہ بہہ کر پھیل گیا، تو یہ کپڑا کیسا ہے؟ سوال: اگر درم سے کم

نجاست لگی ہوئی ہے اور اس پر پانی ڈالا، اور وہ پانی بہہ کر کپڑے میں درم سے زیادہ پھیل گیا، مگر وہ نجاست اپنی جگہ سے نہیں ٹلی اور نہ پھیلی ہے، گو وہ پانی اس نجاست میں اچھی طرح پھیل کر، کپڑے میں پھیلا ہے، تو ایسی صورت میں اس کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟ علیٰ ہذا القیاس، اگر نجاست بدن میں لگی ہوئی ہو، اور اس کا بھی ایسا ہی معاملہ ہو، تو کیا حکم ہے؟

جواب: وہ پانی نجس مثل نجاست کے ہے، تو پھیلنے پانی سے زائد از قدر درہم پارچہ و بدن نجس ہوا، اب نماز صحیح نہ

ہوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۲۶)

(۱۱۸) اگر بدن پاک ہے اور کپڑا گیلیا یا اس کا عکس تو کیا کیا جائے؟ سوال: بدن ناپاک ہے،

مثلاً پیشاب میں بھیگ کر خشک ہو گیا، اور کپڑا پاک گیلیا ہے، یا کپڑا ناپاک خشک ہے اور بدن گیلیا ہے تو ہر دو صورت میں کپڑا پھیرنے سے، کپڑا بدن ناپاک ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر ایسی رطوبت ہو کہ کپڑے سے بدن کو لگے، پھر بدن سے کپڑے پر لگے، تو ناپاک ہوگا، یا عرق

سائل ہو کہ کپڑا تر ہو جاوے، اس صورت میں نجس ہوگا، ورنہ نہیں۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۲۳)

(۱۱۹) اگر بدن کا نصف حصہ نجاست سے آلودہ

ہو، تو پورے جسم کا دھونا ضروری ہے، یا نہیں؟ سوال: اگر کسی کا بدن زائد از نصف،

نجاست سے بھرا [ہوا ہو، یعنی خراب ہو] تو تمام بدن کا غسل فرض ہے، یا بدن نجاست آلودہ کا؟

جواب: نجاست جہاں لگی ہو، اس کا دھونا فرض ہے، سارے بدن کا دھونا فرض نہیں۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۱۱۲)

(۱۲۰) جنبی کا پسینہ پاک ہے، لیکن اگر اس کے بدن پر نجاست ہو تو؟ سوال: جنبی کو پسینہ آیا تو کپڑے پاک رہے یا ناپاک، یا بدن کو پیشاب لگا ہوا ہے اور پسینہ آیا تو کپڑا پاک رہا یا نہیں؟

جواب: جنبی کا عرق پاک ہے، اور ناپاک نجاست سے بدن آلودہ ہوا اور عرق بہتا ہوا نکلا، جس سے کپڑا تر ہو کر بدن کو لگے، تو کپڑا ناپاک ہو جاوے گا۔ (بدست خاص، سوال نمبر ۷۷)

(۱۲۱) اگر بھیگے ہوئے ناپاک کپڑے پر پاک کپڑا رکھا گیا تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر نجس پانی کے بھیگے ہوئے کپڑے پر، پاک کپڑا رکھا ہوا ہو تو وہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس میں تری آ جائے؟

جواب: اگر تری اس قسم کی ہو کہ ہاتھ کو لگے، تو نجس ہے اور اگر صرف اس کی ٹھنڈک ہاتھ کو لگتی ہو تو نجس نہیں۔ (بدست خاص، ص ۷۸)

(۱۲۲) اگر بھیگا ہوا کتا جس میں سے پانی ٹپک رہا ہے، کپڑے پر بیٹھ جائے تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر کتا پانی میں بھیگا ہوا ایسا ہو کہ اس کے بالوں میں سے پانی ٹپکتا ہے اور وہ کپڑے پر بیٹھ جائے اور کپڑا بھیگ جاوے مگر ایسا نہیں جو نیچوڑا جاوے، یا وہ کتا ایسا

بھیگا ہو کہ اس کے بالوں میں سے پانی نہیں ٹپکتا، مگر کپڑے پر بیٹھ جانے سے کپڑے پر اثر معلوم ہو تو وہ کپڑا پاک رہا یا نہیں؟

جواب: اگر کپڑے پر اتنی رطوبت پہنچے، کہ ہاتھ کو اس کی رطوبت لگ جاوے، تو نجس ہے اور اگر صرف ٹھنڈک ہاتھ کو لگتی ہے، تو نجس نہیں۔ (بدست خاص، ص ۷۸)

(۱۲۳) اگر بھیگے ہوئے کتے کے جھڑ جھڑانے سے چھینٹیں کپڑوں پر لگ جائیں تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر کتا پانی میں بھیگا ہوا اپنے بال جھڑ جھڑاوے اور اس کی چھینٹیں کپڑے کو لگ جائیں، مگر ایسی تری نہیں ہوتی کہ جو کپڑے سے نیچوڑی جاوے، تو وہ کپڑا پاک ہوا یا نہیں؟

جواب: جن کے نزدیک کتے کی کھال ناپاک ہے، کپڑا ناپاک ہوگا، اور جو پاک کہتے ہیں، ان کے نزدیک بشرطیکہ پانی پہلے سے ناپاک نہ ہو، کپڑا پاک رہے گا (۱)۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۷۷)

(۱) امام شافعی کے نزدیک کتا نجس الحین ہے اس کی کھال بھی ناپاک ہے دوسرے فقہاء کے نزدیک کتا مگر وندوں کی طرح نجس الحین نہیں ہے، پس لی وغیرہ کی طرح اس کی کھال پاک ہے، اسی وجہ سے کتا اگر ناپاک پانی میں بھیگا ہوا نہیں ہے، تو اس کے جھڑ جھڑانے اور کپڑے پر چھینٹیں پڑنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ (پالن پوری)

(۱۳۳) کتے کے پیر پر گارا لگا ہوا تھا، پھر خشک مٹی لگ گئی اور وہ کپڑے پر بیٹھ گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر کتے کے پاؤں پر گارا لگا ہوا ہے، یا اس کے پاؤں بھیکے ہوئے تھے اور پھر خشک مٹی لگ گئی ہے، اگر وہ کتا کسی کپڑے پر پاؤں رکھ

ے، اور اس کے پاؤں کا گارا یا مٹی کپڑے کو لگ جاوے تو وہ کپڑا پاک رہا، یا نہیں؟

جواب: اگر وہ مٹی اتنی تر ہے کہ کپڑے پر اس کی رطوبت ایسی اثر کر گئی ہے، کہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ کورطوبت لگتی ہے تو ناپاک، اور اگر صرف برد (خشک) محسوس ہوتی ہے تو کپڑا نجس نہیں ہوا۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۴۸)

(۱۳۵) گھوڑے یا بیل کی دُم سواری کے لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ **سوال:** بیل اور

گھوڑے کی دُم پر سواری کی حالت میں جو پانی راستہ میں آ جاتا ہے، اس میں بھیک جاتی ہے، پھر وہ دُم کو سوار کے کپڑوں کے مار دیتے ہیں تو وہ کپڑے بھیک کر ناپاک ہو جاتے ہیں، یا پاک رہتے ہیں؟

جواب: پاک رہتے ہیں، کیونکہ جب دُم سے اثر نجاست کا جاتا رہا، پاک ہو گئی۔ البتہ اگر دُم پر نجاست لگی ہو تو اس حالت میں پارچہ نجس ہو جائے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۴۸)

(۱۳۶) راستوں میں جو گارا کچھڑ ہو جاتا ہے، اس کی چھینٹوں کا حکم: **سوال:** راستوں میں جو

کچھڑ لوگارا ہوا کرتا ہے، اس کی چھینٹیں جو سواری کے جانور کے باعث کپڑوں کو لگ جاتی ہیں تو وہ پاک رہتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: پاک ہیں، جب تک نجاست کچھڑ کی تحقیق نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۴۸)

(۱۳۷) اگر کپڑے کا ایک حصہ پاک ہے کچھٹا پاک ہے اس پر نماز پڑھنے کا حکم: **سوال:** ایک

کپڑے کا کچھ حصہ پاک ہے اور کچھ ناپاک، یا اس کے ایک سرے پر ناپاکی لگی ہوئی ہے اور دوسرا سر پاک ہے تو اس کپڑے پر ناپاکی کو بچا کر، یا اس دوسرے سرے پاک پر نماز پڑھنا، جائز ہے یا نہیں؟ اور کپڑا خواہ بہت لمبا چوڑا ہو، جیسے جام (۱) اور فرش، خواہ چھوٹا ہو جیسے چادر یا نصف چادر۔

(بدست خاص ص ۴۸)

جواب: نجاست کو بچا کر، اس پر نماز پڑھنا جائز ہے اور اس کو اوڑھ کر نماز پڑھنا درست نہیں۔

(۱) جام یکسر ہمہ اورد میں قطع سبز یا نون پر ہے چھپا ہوا فرش، ایک قسم کا کپڑا جس پر بیل بٹے وغیرہ چھاپ کر فرش بناتے ہیں۔ (نور اللغات ص ۶۳، ج ۳، نوں)

(۱۲۸) اگر بور یہ یا فرش دبیز ہو اور اس کا ایک حصہ سوال : بور یہ کے نیچے کی جانب، اگر ناپاکی ناپاک ہو جائے، تو دوسرے رخ پر نماز کا حکم؟ لگ جاوے اور وہ تن دار ہو یا نہ ہو، مگر اوپر کی جانب کچھ اس کا اثر نہیں ہے، تو اس بور یہ پر نماز پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب : اگر وہ بور یا اور فرش اس قدر موٹا ہے، کہ بیچ میں سے اس کی تقسیم ہو سکتی ہے، تو نماز دوسری جانب پر جائز ہے، ورنہ ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۳)

(۱۲۹) کورے ناپاک برتن، کس طرح پاک ہوں گے؟ سوال : کورے برتن پر اگر پیشاب یا کتے کی رال گر جاوے، تو وہ دھونے سے پاک ہوتا ہے، یا آگ میں جلانے سے؟

جواب : پاک ہو جاتا ہے۔ [دونوں طرح سے] (بدست خاص، ص ۴)

(۱۳۰) ناپاک لکڑی اور اینٹ خشک سوال : خشک لکڑی پر یا اینٹ خام یا پختہ پر، اگر پیشاب گر ہونے سے پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟ کر سوکھ جاوے، تو وہ پاک رہی یا ناپاک، اور لکڑی خشک درو شدہ [جلی ہوئی] ہو یا قائم خواہ تر ہو، سب کا حکم ایک ہی ہے، یا جدا جدا؟

جواب : لکڑی یا خشک ناپاک سوکنے سے پاک نہیں ہوتی، مگر جو زمین میں کبھی [پوست یا زمین میں گڑی ہوئی] ہو، وہ سب جائز ہیں، پاک ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بدست خاص، ص ۴)

(۱۳۱) اگر بچہ کچے یا کپڑے پر پیشاب کر دے تو وہ جگہ کس طرح پاک ہوگی؟ سوال : فرش پختہ یا خام پر یعنی زمین یا مسجد میں، اگر لڑکا پیشاب کر دے، تو بعد خشک ہونے کے، بدون دھوئے جگہ پیشاب کے، وہ جگہ پاک ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

جواب : اگر خشک ہو کر اثر باقی نہ رہے، اگنی دھبہ پیشاب کا بھی نہ رہے، تو پاک ہو جاتی ہے، خواہ فرش پختہ ہو یا خام زمین ہو۔ فقط (بدست خاص، ص ۵)

(۱۳۲) گوبر کو مٹی میں ملا کر زمین لیپنا جائز ہے، مگر؟ سوال : ایک حصہ گوبر اور ایک حصہ مٹی یا دونوں ملا کر اس سے دیوار یا زمین کو لیپنا جائز ہے، یا نہیں؟ پھر جب وہ زمین خشک ہو جائے تو اس پر بغیر مصلے کے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور کسی دیوار یا زمین پر جو پانی گرسے اس کی چھینٹیں پاک ہیں، یا ناپاک؟

جواب : جس گارے میں گوبر ملا ہے، وہ نجس ہے، مگر زمین و دیوار اس سے صیغہ درست ہے، پھر جب خشک ہووے تو اس پر کسی شے کے چھائے بغیر نماز نہیں ہووے گی، مگر جب گوبر کو مٹی کھا کر پیوے، کچھ اثر گوبر کا کسی طرح

نہر ہے اس وقت زمین، دیوار پاک ہو جاتی ہے، پھر اس زمین پر بدون پردہ، نماز درست ہوتی ہے اور یہی حال اس زمین، دیوار پر پانی کر کر کر چھینٹ اڑے، کہ اگر اثر گوبر کا پانی میں پائے، اگر کپڑے کو پانی لگا تو نجس ہے اور جو خشک پر پانی پڑ کر فوراً چھینٹ اٹھے اور کچھا اثر گوبر کا اس میں نہیں، تو پاک ہے۔ فقط

(مجموعہ فرغ آب ص ۳۳-۳۶)

(۱۳۳) گوبر ملی ہوئی مٹی سے لیے ہوئے، مکان کی طہارت و نجاست کا حکم؟ گوبر مٹی مخلوط سے مکان کا عیسنا جائز ہے [مگر] مکان نجس ہوگا، اگر ثوب مسبول (لٹکا ہوا) اس پر پڑا اور اثر گوبر کا آیا، تو ثوب بھی نجس ہو جائے گا۔ خشک کپڑا اگر تر پر رکھا اور محض نمی آئی تو نجس نہیں، اگر اجزاء پانی کے آگئے کہ وہاں سے ظاہر ہو جاویں، ہاتھ پر یا پاؤں پر، تو وہ بھی نجس ہوا۔ کذا فی کتب الفقہ۔

(فرغ آب ص ۲۲-۲۱)

(۱۳۴) اگر کوئی غذا یا رقیق دوانا پاک ہو جائے تو؟ سوال: ایک بڑے ظرف میں کوئی غذا یا دوا رقیق پیش قیمت رکھی ہے، پھر اس میں کوئی ایسی نجاست گری، جو نمودار نہیں ہے، تو اب دوا یا غذا کسی طرح ظاہر ہو سکتی ہے، یا نہیں؟

بعض اشخاص کہتے ہیں کہ اس کو آگ پر رکھا جاوے، یہاں تک کہ تھوڑا سا حصہ اس میں سے جل جائے تو وہ ظاہر ہو جائے گی، یہ قول صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو اس کے ظاہر کرنے کا اور کیا طریق ہے؟ فقط

جواب: جب بڑا ظرف کسی سیال شے جیسا زس شکر کا، مثلاً نجس ہوا، تو اب وہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتا، البتہ روغن (سیاہ پاک ہو جاتا ہے کہ وہ چکنا ہے، پانی میں خلط نہیں ہوتا۔ فقط

(فرغ آب ص ۲۵-۲۷)

(۱۳۵) آم کے درخت کے کیڑے کے جسم سوال: آموں کے ٹہر کے موسم میں سفید رنگ کے کیڑے چوڑے چوڑے، جس میں سے زرد پیپ سی کا مادہ، اگر کپڑوں پر لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ انکا کرتی ہے جو ہو جاتے ہیں، اگر وہ دب کر مر جاویں اور ان کی زردی تھوڑی یا بہت، کیڑے کو لگ جائے تو وہ کپڑا پاک رہتا ہے، یا نہیں؟

جواب: کپڑا پاک ہے، ناپاک نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

(ہدست خاص ص ۴۳)

(۱۳۶) بلی اور کنٹھ کا پیشاب پاک ہے یا ناپاک؟ سوال: پیشاب کنٹھ اور بلی کا پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: بول بلی کا ناپاک اور کنٹھ (گھری) کا بھی ناپاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ہدست خاص، سوال ۱۶۱)

طہارت کے متفرق مسائل

سوال: معذور آدمی جس کا بول ہر وقت جاری رہتا ہو (۱۳۷) جس شخص کا مرض کی وجہ سے ہر وقت کہہ پڑا پاک نہ رہ سکے، اس کا حکم کیا ہے؟ ہر وقت نماز پیشاب جاری رہتا ہو، اس کا کیا حکم ہے؟

میں اور [پاک] کہڑے سے نماز پڑھا کرے (کذا) یا اسی ناپاک ہے، کیونکہ ہر وقت میں [کہڑا] بدلنے اور پاک کرنے میں دقت ہوتی ہے؟

جواب: ہر وقت وضو نہ کرے اور ہر وقت کہڑے کو پاک کر لیوے، کہڑا پاک کرنے میں کچھ حرج نہیں، تین دفعہ پانی نکال دیوے۔ فقط واللہ اعلم (بدست خاص، ص ۷۱)

سوال: بڑا استنجا کرتے وقت اگر ہوا خارج ہو، تو کیا کرنا چاہئے؟ (۱۳۸)

کرنے کے وقت اگر بائے سرے (یعنی رخ خارج ہو جاوے) تو طہارت دوبارہ کرے، یا نہیں؟

جواب: استنجا پانی سے کرتے [وقت] اگر بائے نکل جاوے، دوبارہ استنجا [کرنے] کی ضرورت نہیں، کیونکہ بائے نجس نہیں اور بائے کے ساتھ جو کچھ پانی نکلے گا، اس میں نجاست مخلوط نہیں ہوئی، جو کچھ ہوئی ہوگی، تو وہ بہت قلیل غیر معتبر ہووے گی، مگر ایک بار پانی ڈال دینا بہتر ہے۔ فقط (مجموعہ خاص، سوال ۷۱)

سوال: ڈھیلے سے استنجا خشک کرتے وقت سلام کرنا اور اس کا جواب دینا؟ (۱۳۹)

(۱) سے کرنے کے وقت سلام علیک کرنا، یا جواب دینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس وقت سلام کرنا، جواب سلام کا دینا جائز ہے، جیسا کلام کرنا درست ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۰۲)

رنگوں کے پاک یا ناپاک (۲) ہونے کا بیان اور متعلقہ مسائل

سوال: گولی اپنی پڑیا کے رنگ کا کیا حکم ہے، مٹا ہوا ہے؟ (۱۴۰)

یا غیر ظاہر، سب کا ایک ہی حکم [ہے] یا جدا جدا؟

(۱) مٹی کے ڈھیلے۔

(۲) تقریباً چالیس سال پہلے تک، کہڑے رنگتے کے لئے کئی قسم کے رنگ آتے تھے، بعض کپے بعض کپے، کچھ گولی (Tablet) کی صورت میں، کچھ کھلے ہوئے گویا پیسے ہوئے، پھر ان میں کچھ ایسی کہلاتے تھے، یعنی ہندوستانی لوگوں کے بنائے ہوئے، کچھ کو خصوصاً نکیدہ لہنگوں کو دلائی کہا جاتا تھا۔ (نور)

الجواب: گولی کا جواب تحقیق پر ہے، سنا ہے معتبر یوں ہے کہ سوائے بادامی کے، سب گولی میں شراب پڑتی ہے، لہذا نجس ہے، مگر پختہ رنگ کی گولی کو، بعد رنگ کے پاک کر کے استعمال کرے، تو درست ہے۔ فقط واللہ اعلم

(مجموعہ راہِ پور ص ۳)

(۱۴۱) کیا سب انگریزی رنگ، ناپاک ہیں؟ سوال: پڑیا کارنگ سب قسم کا استعمال کرنا، ناجائز ہے، یا

علاوہ بادامی رنگ کے، اور جوئی پڑیا بجائے نیل کے، جوئی لوگ کپڑوں میں استعمال کرنے لگے ہیں، وہ بھی جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: پوڑیا انگریزی سب نجس ہیں، مگر سنا ہے کہ بادامی پاک ہے اور دھوئی نیل بڑی لگاتے ہیں، اگر وہ

بھی پڑیا لگا دیں تو بیجا ہے۔

(بدست خاص، سوال ۱۰۴)

(۱۴۲) کن رنگوں سے رنگے ہوئے کپڑوں سے، نماز درست ہے؟ سوال اول: پڑیا کسبہ

کی رنگی ہوئی روئی (اور) کپڑے سے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

سوال دوم: رضائی رنگ دیکھو نے وغیرہ میں روئی [میں] پڑیا، خواہ کسبہ کی رنگی ہوئی، ڈاٹنی جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: پڑیا تو نجس ہے اس کو نہ ڈالے اور دوسرے رنگ کی خواہ کسبہ ہو یا اور کچھ، عورت کو درست [ہے]

اور مرد کسبہ کو نہ استعمال کرے۔ فقط [دونوں سوالات کا ایک ہی جواب درج ہے۔ نور] (بدست خاص، سوال ۵۲-۵۳)

(۱۴۳) جھلپرہ کارنگا ہوا کپڑا پہننا صحیح ہے؟ سوال: جھلپرہ (۱) کارنگا کپڑا مرد عورت کو پہننا

جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جھلپرہ کارنگ مرد عورت کو، دونوں کو درست ہے۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۳)

(۱۴۴) جس رنگ کے ناپاک ہونے کی تحقیق نہ ہو، وہ پاک ہے؟ سوال: کچے رنگ کی درلیس

اور ملل سرخ سے بھی نماز ہو جاتی ہے، یا مثل پوڑیہ کے رنگ کے، یہ بھی ناپاک ہے؟

جواب: اس رنگ کی مجھے تحقیق نہیں، مگر جب تک نجاست ثابت نہ ہو، پاک کہنا چاہئے۔ (بدست خاص، ص ۴۵)

(۱۴۵) انگریزی رنگ ناپاک ہیں؟ سوال: رنگنا کپڑے کا پڑیہ میں جائز ہے، یا غیر جائز؟ مفصل

ارقام فرمادیں۔

جواب: پوڑیا میں اکثر اقسام میں شراب کا ملنا متحقق ہوا ہے، لہذا نجس ہے، نہ رنگنا چاہئے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۰۲)

(۱) جھلپرہ کیا ہے، اس کارنگ کیسا ہوتا ہے، راقم بطور کو خامی تہتو کے باوجود اس کا پختہ نہیں ملا۔ (نور)

حیض و نفاس اور متعلقہ مسائل

(۱۳۶) حیض کی غیر متعین مدت میں، اکثریت کا خیال کیا جائے گا: سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک عورت کی عادت غیر معینہ ہے، کبھی خون چار روز جاری رہتا ہے اور کبھی پانچ، علیٰ ہذا آٹھ روز تک۔ اس عورت نے چھ روز میں بعد موقوف ہونے خون کے، غسل کیا اور نماز ظہر ادا کی، بعد نماز پھر خون ظاہر ہوا عشاء تک، پھر کچھ اثر نہ پایا، پس اس عورت کیلئے کیا حکم ہے۔ بعد عشاء کے غسل یا قبل غسل، اپنے خاوند سے صحبت کرے، یا نہیں؟ بیٹا تو جروا!

جواب: عشاء کی نماز دوسرا غسل کر کے پڑھے، اور زوج اس کا اس کے پاس نہ جاوے، جب تک آٹھ روز تمام نہ

ہو لیوس۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی (مجموعہ کلام ص ۱۳۱-۱۳۲)

(۱۳۷) حیض کی تعیین کے لئے درود سے آنے کی قید؟ سوال: لکھا ہے کہ حیض وہ ہے جو بے

درود کے خون آوے ایام متعاد میں، سو اگر ایام متعاد میں درود سے خون آوے، وہ بھی حیض ہے، یا نہیں؟ بیٹا تو جروا!

جواب: یہ قید لغو ہے، درود سے کچھ بحث نہیں، درود بسبب مرض کے ہوتا ہے۔ (بدست خاص، ص ۴۷)

(۱۳۸) اگر مقررہ دنوں کے علاوہ کسی دوا وغیرہ کی سوال: اگر غیر ایام متعاد میں دوا دینے سے

کسی کو حیض ہوا، تو وہ عورت نماز روزہ کرے، یا وجہ سے حیض آئے تو نماز روزہ کا کیا حکم ہے؟ نہیں؟

جواب: اگر دوا کے سبب حیض آوے، تو نماز روزہ ترک کرے، مگر استحاضہ ہو تو ترک نہ کرے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم (۱) (بدست خاص، ص ۶۱)

(۱۳۹) جو خون پندرہ دن سے پہلے آوے وہ حیض نہیں: سوال: ایک عورت کو ایک مہینے

میں دو بار حیض آتا ہے، تو وہ ہر دو دفعہ میں نماز، روزہ ترک کرے، یا کیا کرے؟

جواب: اگر ایک حیض سے پاک ہونے پر، پندرہ روز بعد آوے تو وہ حیض ہے، نماز روزہ ترک کرے، اور

جو پندرہ روز سے پہلے آوے، تو وہ استحاضہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۶۲)

(۱) اسی طرح اگر وہ ایسی ہے سے متعادہ کو ایام عادت میں ہاٹھ خون ظاہر نہ ہو تو وہ پاک ہے، اور اگر تھوڑی سی خون ظاہر ہو گیا تو محض ہے، عورت جس کے موقع پر لگی ہو، لینی جس کا یہ حکم ہے۔ اور وہ کہ سب اگر خون آئے تو اگر پندرہ دن یا زیادہ طبع کے بعد آئے، اور وہ تین دن تک جاری رہے تو وہ حیض شمار ہوگا، اگرچہ وہ غیر عادت میں ہو، جیسا کہ حضرت نے بیان فرمایا ہے، عورت آئے میں عداد کے درمیان کئے میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ عورت آئے میں عداد کے درمیان کئے میں کوئی فرق نہیں (پانچ پرانی)

(۱۵۰) ایام غسل میں خون آنے کی وجہ سے نماز روزہ ترک نہ کرے: سوال: ایک عورت

کو حیض معمولی طور پر ایام غسل میں ہوتا ہے، تو وہ نماز روزہ کرے، یا نہیں؟ علیٰ ہذا اگر عورت حاملہ کو غیر مقدار ایام میں حیض آجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایام غسل میں حیض نہیں ہوتا (استحاضہ ہوتا ہے) روزہ نماز ترک نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۶۷)

(۱۵۱) حیض و نفاس کی حالت میں، عجمہ و کلاوت واجب نہیں ہوگا: سوال: مائض و نفاس کو

بہر عداوت شے سے واجب ہو جاتا ہے، یا نہیں؟

جواب: واجب نہیں ہوتا۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۶۸)

(۱۵۲) محاضہ کے ساتھ اس کے شوہر کا حائل کے ساتھ مس کرنے کا کیا حکم ہے؟ سوال: مائض

عورت کو بالائے شانہ مس جامد یا عریاں مس کرنا، اور شہوت اٹالنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مرد نہ جانا اور حائل کے ساتھ درست ہے۔

(بدست خاص ص ۶۹)

وضو کا بیان

(۱۵۳) وضو کے وقت کلی اور ناک میں پانی دینے میں مبالغہ کرنا؟ سوال: وضو کرتے ہوئے

پانی اور ناک میں پانی دینے کے وقت مبالغہ کرنا، کیا ہے؟

جواب: نہ ناک کی کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا مستحب ہے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۶۹)

(۱۵۴) وضو میں ٹھوڑی تک دھونے میں عورت مرد، بالغ نابالغ سب کے لئے؟ سوال: بالغ

یا محض وضو کرتے ہوئے ٹھوڑی کے نیچے، جس جگہ تک داڑھی کے بال جڑے ہوئے ہوتے ہیں، وہاں تک دھونے یا فقط ٹھوڑی ہی دھونے۔ گلے کو جہاں تک بال ہوتے ہیں، منہ دھونے، یعنی گلے کی ہڈی جو ابھری ہوئی ہوتی ہے، وہاں تک دھونے یا کہاں تک؟

جواب: اس میں بالغ نابالغ مرد و عورت سب کا ایک حکم ہے، عداوت نہیں۔ واللہ اعلم!

(بدست خاص ص ۷۰)

(۱۵۵) عورتوں کے لئے پورے سر کا مسح؟ سوال: عورتیں بھی سر کا مسح مردوں کے

کریں یا اور طرح؟

جواب: عورتوں کو مسح سر کا کرنا مثل مردوں کے فرض ہے، اور سب امور میں مسح سر کے، عورتیں مثل مردوں

کے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ

(مجموعہ کلاں، ص ۴۴۴)

(۱۵۶) مسواک کرنا اور استنجائیں ڈھیل لینا، عورت کے لئے کیسا ہے؟ سوال: مسواک کرنا اور

ڈھیل لینا عورت کو مستحب ہے مثل مردوں کے، اگر حاجت ہو، اور ڈھیلے کی حاجت مرد کو نہ ہو تو اس کو (بھی ضرورت ہی) نہیں۔

جواب: مسواک کرنا مستحب ہے، اگر نہ ملے یا دانت میں قحط نہ ہو، کسی دوسری شے (سے) اصف کر لیوے، مگر

سنت لکڑی سے ہی حاصل ہوتی ہے، کہ فعل فخر عالم علیہ السلام کا ہے، اگرچہ صفائی دوسری شے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔

(مجموعہ فخر آ، ص ۴۴)

(۱۵۷) مرد و عورت کی شرمگاہوں کے ملنے سے، بغیر پانی نکلے وضو کا حکم؟ سوال: ایک کتاب

میں لکھا ہے کہ، اگر فرج بر فرج باشد..... وضو شکستہ شود، آیا پانی نکلنے سے وضو جاوے گی، یا بدون نکلنے پانی کے، فقط ایسا دیکھ

ذکر فرج بر فرج ہونے سے وضو جاتی رہتی ہے؟

جواب: مساس سے بغیر نکلے پانی کے، وضو جاتی رہتی ہے۔ فقط

(بدست خاص، ص ۶۶)

(۱۵۸) اگرچہ مرد و عورت کے ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتی، لیکن؟ سوال: مرد

عورت اگر ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں، قصد آیا بلا قصد ہاتھ یا بدن لگ جاوے اور وہ محرم ہوں یا غیر محرم، تو وضو اور نماز راقی

ہے، یا نہیں؟

جواب: ہاتھ لگانے سے امام صاحب کے نزدیک وضو نہیں جاتی، احتیاط اولیٰ ہے۔ امام شافعی کے

نزدیک (۱) وضو جاتی رہتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۶۶)

(۱) امام شافعی کے نزدیک محرم کے ہاتھ و پائی جسم سے جسم لگ جانے پر وضو ٹوٹتا ہے، یا محرم غیر مستحبات کو ہاتھ لگانے سے نہیں ٹوٹتا ہے، جب کہ امام مالک کے

نزدیک ہاتھ و پائی ہاتھ لگانے سے ٹوٹتا ہے۔ ملاحظہ ہو المغنی، لابن قدامہ ص ۱۹۳، ح ۱ (مکتبۃ الریاض العلمیۃ، بیروت، ۱۳۰۱ھ) ص ۱۹۸

نزدیک (۲) لا حولی ص ۶۶، ج ۲، ص ۲۳۸، ح ۱ (دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۱۸ھ) (نور)

تیمم

(۱۵۹) جنبی کو غسل اور وضو کے لئے تیمم میں، ایک ہی نیت کافی ہے: سوال: تیمم میں

غسل اور وضو کے واسطے جنبی کو فقط نیت غسل کی کرنا کافی ہوگا، یا وقت تیمم غسل اور وضو دونوں کی نیت کرے، اور دونوں کے واسطے علیحدہ علیحدہ ضرب لگاوے؟

جواب: ایک تیمم میں دونوں کی نیت کر لے، ایک ہی تیمم کافی ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

(بدست خاص، ص ۵۸)

(۱۶۰) سفر کی حالت میں جب تک مجبور نہ ہو، تیمم کا کیا حکم ہے؟ سوال: سفر میں راستہ چلتے

ہوئے اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے، کہ اپنے ہمراہی لوگ باعث جلدی کے ٹھہرتے نہیں اور نہ اتنا تساہل کرتے ہیں، کہ جو آدمی کہیں وضو کر لے اور پانی اپنے پاس ہوتا نہیں، اور بعض جگہ ایسا بھی موقع ہوتا ہے کہ اندھیرے میں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ پانی کہاں ملے گا، اور اگر کوئی گاؤں یا چاہ یا تالاب معلوم بھی ہوا کہ فلاں جگہ ہے، تو سنا سنی لوگ ٹھہرتے نہیں، اور تنہا وہاں تک جانے میں دقت ہے، کہ رات ہوگئی ہے، کہیں ٹھہرنے کا موقع نہیں، ادھر ہمراہی لوگ الگ ہوتے ہیں، یا اور کوئی ضروری کام ہے، کہ جو بہت جلد منزل پر پہنچنے سے ہوتا ہے، تو ایسے وقت میں نماز تیمم سے جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ہندوستان میں جائز نہیں، (۱) اور نہ ایسی صورت میں تاخیر نماز جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(بدست خاص، ص ۴۵)

(۱) کیونکہ ہندوستان میں ہر جگہ پانی ملنے کی امید ہوتی ہے مگر وہ علاقے اس سے مستثنیٰ ہیں، جہاں کئی کئی میل تک پانی نہیں ملتا، مگر یا منقطع ہے، جیسے ہندوستان میں راجستھان وغیرہ کا علاقہ، اس کے لئے یہ حکم نہیں۔ [نور]

تیسرا باب

کتاب الصلوٰۃ

اذان و اوقاتِ صلوٰۃ

(۱۶۱) حنفی اور واقف کے لیے، ایک مرتبہ جی علی الصلوٰۃ جی علی الفلاح کہنا؟ سوال: [ایک شخص]

بروقت کہنے تکبیر کے، جی علی الصلوٰۃ اور جی علی الفلاح ایک ایک مرتبہ کہتا ہے، یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ایک ایک بار جی علی الصلوٰۃ جی علی الفلاح کہنا مذہب شافعی، مالک میں ہے مگر یہ شخص یا جاہل ہے یا

غیر مقلد، لہذا اس کی یہ حرکت بوجہ نفسانیت و ہوا کے ہے، بیجا ہے۔ واللہ اعلم (مجموعہ کلاں ص ۱۲۹-۱۳۰)

(۱۶۲) تہجد اور اذان کا جواب؟ سوال: تہجد سنت مؤکدہ ہے یا مستحب اور جواب اذان اور دعا بعد

اذان اور سننا اذان کا واجب ہے، یا کیا؟

جواب: تہجد میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مؤکدہ اور بعض کے نزدیک مستحب، اور اذان کا سننا مستحب اور

اس کا جواب بھی مستحب [ہے] فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۵۶)

(۱۶۳) اذان کے بعد لوگوں کو جماعت کے لئے بلانا؟ سوال: لوگوں میں یہ بات مشہور ہے

کہ جب اذان مسجد میں ہو جائے، تو مؤذن کو یا اور جو آدمی داخل مسجد ہے، اگر باہر سے ان آدمیوں کو جو باہر کسی مکان میں ہیں

میں بیٹھے ہیں، اس غرض سے بلائے کہ جماعت کے ثواب سے محروم نہ رہیں، تو ایک کفارہ کا بکرا آتا ہے، ان کو بلانا جائز ہے یا

نہیں، اور کفارہ آتا ہے، یا نہیں؟

جواب: بعد اذان کے مؤذن یا دیگر حاضر مسجد کو کسی کو جماعت کی شرکت کے واسطے اطلاع کرو دینا اور بلانا درست

ہے، بلکہ ثواب ہے اور یہ عوام کا کلام ہے کہ بکرا کفارہ آتا ہے، سو یہ غلط ہے۔ البتہ بعد اذان کے الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنے کی

عادت کرنا، بعض علماء کے نزدیک بدعت ہے، اور یہی صحیح ہے کہ عوام کے نزدیک اذان لغو ہو جاتی ہے اور موجب سستی کا ہوتا

ہے، مگر کسی رہ گئے کو مطلع کر دینا، یہ ہرگز منع نہیں، نہ اس میں کچھ کفارہ ہے فقط۔ واللہ اعلم

(فیوض رشیدیہ ص ۲۲)

رشید احمد

(۱۲۳) جو نماز اپنے گمراہوں کو نماز کی تاکید نہیں کرتے وہ سخت گنہگار ہیں: سوال: ایک

مرتب اپنے بھائی اور باپ اور والدہ اور خاندان کو مگر انھوں نے اس کو نماز کی تاکید نہ کی ہو تو وہ نماز میں لے جاوے کی ہنگام
ہے یا نہیں؟

جواب: جو شخص اپنے متعلقین کو یہ دعوت دے یا غیر ذہبی نماز کی تاکید کریں گے باوجود قدرت کے تو بے شک وہ

گنہگار ہیں، سخت مذاب مگر جو اسے تعالیٰ عاف فرمادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بوسعد ص ۵۵)

(۱۲۵) سایہ اصلی کی تحقیق نیز ظہر اور عصر کا وقت مسنون؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے

دین اس مسئلہ میں کہ یہ کہتا ہے کہ حدیث حلیل الرجل کھٹولہ کا یہ مطلب ہے کہ مرد کا سایہ بعد دلوک الشمس مشرق کی

طرف شمار کرنا چاہئے مرنے زوال کا قرآن وحدیث میں کنگ ذکر نہیں ہے، پھر اپنے اس قول کی تشریح بیان کرتا ہے۔ تشریح: یہ

چند کہتا ہے کہ بعد دلوک الشمس صحیحاً لئے زوال کے ایک مثل مشرق کی جانب یعنی پورب کی طرف ناچنا چاہئے مثلاً

ایک گڑی سیدھی گڑی کی جاوے مثلاً..... یہ گڑی ہے، اس کا سایہ دو پہر کے وقت آج کل شمال کو ہوتا ہے اس سایہ کو کچھ

شمار کرنا چاہئے، جبکہ اب جو سایہ مائین پورب و شمال کی طرف بڑھتا جائے، اس کو اس گڑی کی چڑ سے گڑی کے برابر ہونا

چاہئے تو ظہر کا وقت ختم ہو کر عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ یعنی جو سایہ بڑھتا جاوے گا، اس کے سر سے سیدھی گڑی جنوب

کی طرف کھینچتے ہیں گے، اب اس گڑی کی چڑ سے سرے تک، برابر اس کے مقدور کے پورب کی طرف ہو جاوے گا، تو

ایک مثل ہو گا یہ مطلب حدیث حلیل الرجل کھٹولہ کا ہے، اور جو سایہ مائین مشرق و شمال کی طرف بڑھتا جائے گا اس کا

ثابت ہو گا۔

موا کہتا ہے کہ مطلب حدیث حلیل الرجل کھٹولہ لنگاہ ہے کہ جس طرف ظہر قید بہت کے، کسی شے منگڑی وغیرہ کا

سایہ چڑ سے بعد دلوک الشمس اس کو برابر یعنی ایک مثل لینا چاہئے، اس لئے زوال یعنی اصلی سایہ چھوڑ کر، وقت عصر کا

بعد تک مطلب بیان کیا ہے اب مدنی حسن خان صاحب نے مسک الختام میں ذیل حدیث ذکر (و کبرہ) سایہ شخص مقدور

رضائی سے اس لئے زوال (۱) اور اسی کتاب کے ص ۱۲۹ میں ہے:

شادی القدر مصنفی گفتہ کہ باشد سایہ برجی ما مقدار است آں چیز سوائے لئے زوال (۲)

اور امام شوکانی نے نیل میں ص ۴۹۔

(۱) مسک الختام شرح بلوغ النہا اب مدنی حسن خان۔ ص ۱۲۹۔ جلد اول آثار صاحب الوصیۃ (مطبوعہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند) ص ۱۲۹۔

(۲) مسک الختام جلد اول باب الاوقات ص ۱۲۹۔ جلد اول آثار صاحب الوصیۃ (مطبوعہ کتب خانہ دارالعلوم دیوبند) ص ۱۲۹۔

بمصر ظل الشی مثلہ غیر الظل الذی یکون عند الزوال دخل وقت العصر (۱) اور چاندی کا
 اللہ صاحب نے مالہ میں سایہ ہر چیز کیچھ اوشود سوائے سایہ اصلی (۲) اور وقت ظہر بعد دلوک الشمس کا، کردہ
 اندازہ ساڑھے بارہ بجے ہے۔ اس سے پیشتر نماز ظہر درست نہ ہوگی، کیوں کہ نقش تصدیق کردہ شاہ ولی اللہ صاحب میں
 ماہ حال یعنی شروع چھاگن میں، وقت درمیان طلوع آفتاب وزوال چودہ گھڑی ہے، اس وقت سو دن سات بجتے کے قریب
 لگتا ہے تو حساب سے چودہ گھڑی ساڑھے بارہ بجے ہی ہے، اور اپنا تجربہ بھی یہی ہے اور وقت عصر، اب نصف چھاگن میں
 اندازہ پونے چار بجے کے بعد ہوتا ہے، جو اس سے پیشتر نماز پڑھے گا، اس کی نماز عصر صحیح نہیں ہوگی۔ کیونکہ نصف چھاگن میں
 سات انگلی کی لکڑی کا اصلی سایہ پانچ انگلی ہے، اور ایک شمس کے سات انگلی، تو اس کا مجموعہ بارہ انگلی پونے چار بجے کے بعد
 پورا ہوتا ہے اور وقت سے پہلے نماز درست نہیں۔ اب علمائے ربانی سے استفسار ہے کہ موافق مذہب اہل حدیث، کس کا
 مطلب و پالیش درست ہے۔ بینا تو جواں۔

جواب اول از مولانا عبد الجبار غزنوی: زیہ کا قول صحیح نہیں، عمرو کا قول مطابق حدیث و علمائے مذاہب
 اربعہ و مشاہدہ کے ہے، ابو داؤد میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے:

كانت قدر صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصیف ثلاثة اقدام الی خمسة اقدام و فی
 الشتاء خمسة اقدام الی سبعة اقدام (۳)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ فی زوال کو اعتبار ہے، والا یہ فرق کیوں ہوتا۔ اس حدیث میں اگرچہ قدر
 ضعف ہے، مگر تعامل اہل علم کا اس حدیث کے ضعف کو رفع کرتا ہے، جیسا کہ اصول حدیث میں ہے کہ تعامل اہل علم سے
 حدیث کا ضعف رفع ہوتا ہے۔ امام نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں:

متی خرج وقت الظہر بمصیر ظل الشیء
 مثلہ، غیر الظل الذی یکون عند الزوال
 دخل وقت العصر. (۴)

(۱) نیش الاوطار، علامہ غزنوی، ج ۱، ص ۳۳۳، رقم الحدیث ۳۱۸ (دار الکتب احقر، بیروت: ۱۳۱۵ھ) (نوہ)

(۲) ماہ جس کا چاندی کا سایہ پانی میں ۲۹ (چھائی دلی: ۱۳۳۶ھ)

(۳) عن عبد اللہ بن مسعود..... باب وقت صلوٰۃ الظہر..... سنن ابوداؤد، ج ۱، ص ۵۸ (نسخ المطبع، بیروت)

ابن مسعود، تاریخ دمشق، ج ۱، ص ۲۴۹، (چھائی دلی: ۱۳۳۶ھ)
 (۴) شرح الترمذی علی مسلم (باب اوقات الصلوٰۃ: باب المواظبات باب وقت صلوٰۃ الظہر رقم الحدیث ۳۰۳، ج ۱، ص ۲۲۲)
 (دار الفکر للطباعة الاسلامیہ بیروت: ۱۳۲۵ھ)

(۵) شرح الترمذی علی مسلم (باب اوقات الصلوٰۃ: باب المواظبات باب وقت صلوٰۃ الظہر رقم الحدیث ۳۰۳، ج ۱، ص ۲۲۲)
 (دار الفکر للطباعة الاسلامیہ بیروت: ۱۳۲۵ھ)

اور زرقانی علی الموطا میں ہے:

صل الظهر اذا كان ظلك مثلک، ای مثل ظہر کی نماز پڑھو، جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو جائے۔
ظلك بغير ظل الزوال (۱) یعنی اس سایہ کے بغیر جو زوال کے وقت ہو۔

شرح مختصر حنابلہ میں ہے:

وقت العصر المختار من غير فصل بينهما و ينسمر الى مصير الفیء مثليه بعد فیء الزوال ای بعد الظل الذی زالت علیه الشمس. (۲)

عصر کا پسندیدہ وقت ان دونوں کے بیچ میں، بغیر کسی فاصلہ کے ہے، اور یہ ہمیشہ سایہ مشل کی طرف لوٹتا ہے، جو زوال کے بعد ہوا، یعنی اس سایہ کے بعد جس پر سورج کو زوال ہوا۔

امام نووی منہاج میں جو فقہ شافعیہ میں نہایت معتبر کتاب ہے، لکھتے ہیں:

آخره (ای وقت الظهر) مصير ظل الشیء (ظہر کی نماز کا آخر ہونا) کا آخر ہونا ہے جب ہر ایک چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے نصف النہار (وقت الزوال کے سایہ کے علاوہ۔ (۳)

ابن ابی زید ماکی اپنے رسالہ میں جو فقہ ماکی میں معتبر کتاب ہے، لکھتے ہیں:

آخر وقت الظهر ان يصير ظل کل شیء مثله بعد ظل النهار۔ زوال کے وقت جو سایہ ہوتا ہے اس کے علاوہ جب ہر چیز کا سایہ بعد ظل نصف النهار۔

اور فقہائے حنفیہ کی کتابوں میں تو یہ بات مشہور و معروف ہے:

وقلا إذا صار ظل کل شیء مثله سوى فی الزوال و هو رواية عن أبي حنيفة (فی الزوال) هو الفیء الذی یكون للأشیاء وقت الزوال. (۴)

اور دونوں (حضرت صاحبین) نے کہا ہے کہ جب کسی بھی چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے، زوال کے سایہ کے علاوہ۔

اور یہی حضرت امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے (زوال کے بارے میں) کہ یہ وہ سایہ ہے جو زوال کے وقت ہوتا ہے۔

(۱) شرح الزرقانی علی الموطا، کتاب الصلوة، ص ۷۷ (دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۱ھ) [نور]

(۲) الروض المبرع شرح زاد المستنقع للعلامة منصور بن یونس، البیہقی المصری مع حاشیہ عبداللہ بن عبدالعزیز العنقری ج ۱ ص ۱۳۵ (مکتبۃ الریاض الحدیثہ ریاض ۱۴۰۸ھ)

(۳) مساجد الفالین و عمدة المفتین ص ۷۷، مطبع مبینہ، مصر ۱۳۰۶ھ [نور]

(۴) یہاں کہاں سے لے لے گئے ہیں، سنا میں تلاش کے باوجود رقم کو نہیں ملے۔ [نور]

اسی طرح شوکانی ٹیل الاوطار میں اور دُرُ البھیہ میں فرماتے ہیں:

و آخره مصیر ظل الشیء مثله، سوی فسی
الزوال. (۱)
اس (ظہر) کا آخر وہ ہے جب ہر ایک چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جائے نصف النہار (وقت زوال) کے سایہ کے علاوہ۔

اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی مصفی (۲) و حجة اللہ البالغہ (۳) میں اور نواب صاحب نے اپنی تصانیف میں، اس کے ساتھ تصریح کی ہے۔ غرض فئے زوال کے سوا ایک مثل یا مثلین تک ظہر کا وقت رہتا ہے، اور من بعد عصر کا وقت ہونا، مسئلہ متفق علیہا ہے۔ یہ امر بدیہی ہے کہ اس ملک میں پوس ماگھ کے مہینوں میں سارے دن میں کوئی ایسا وقت نہیں آتا، کہ سایہ ہر شئی کا اس سے زیادہ نہ ہو، تو وقت ظہر کونسا ہوا، لامحالہ یہ ماننا پڑے گا کہ سوائے فئی الزوال کے، جب ایک مثل ہو جائے تو وقت عصر داخل ہوتا ہے۔

رہی یہ بات کہ فئے زوال کس طرح نکالنا چاہئے، علماء نے اس کا یہ طریقہ لکھا ہے کہ زمین ہموار میں ایک لکڑی کو سیدھا کھڑا کر کے دیکھے، کہ عین استوائے شمس میں سایہ اس لکڑی کا کس قدر ہے، لکڑی کے مثل یا کم و بیش، جس قدر سایہ ہو، اُسی قدر سایہ چھوڑ کر، اُس پر زائد جو ایک مثل ہو جاوے عصر کا وقت داخل ہوتا ہے، لکڑی کی جڑ سے ایک مثل پورا کرنے سے وقت عصر کا داخل نہیں ہوتا۔ امام ابو الحسن مالکی، شرح رسالہ ابن ابی زید میں لکھتے ہیں:

و يعرف الزوال قال بان یقام عود مستقیم اذا تناهی الظل فی النقصان و أخذ فی الزیادة فهو وقت الزوال، ولا اعتداد بالظل الذی زالت علیہ الشمس فی القامة بل یعتبر ظله لیعطف ظله مفردا عن الزیادة.

اور زوال کو پہچاننا (اس طرح سے) کہا کہ ایک لکڑی سیدھی کھڑی کیجئے، جب اس کے سایہ کی کمی ختم ہو جائے اور وہ بڑھنا شروع ہو جائے، وہ زوال کا وقت ہے۔ اس سایہ کا حساب نہیں ہے، جو سورج کے زوال سے پہلے کے وقت تھا، بلکہ اعتبار اس سایہ کا ہے جو زوال کے سایہ کے علاوہ ہو۔

(۱) ٹیل الاوطار ابواب المواقیب باب وقت الظہر ص: ۳۲۳-۳۲۴ ج: ۱ رقم الحدیث: ۳۱۹ ضبطہ و صححہ محمد سالم ہاشم

(دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۱۵ھ) نیز الدر البھیہ مع اردو ترجمہ، از نواب صدیق حسن خاں ص: ۷۱ [طبع فاروقی، دہلی ۱۳۸۹ھ] [نور]

(۲) حضرت شاہ صاحب نے لکھا ہے: "ابتداءً وقت ظہر زوال شمس است از وسط آسمان، و آخر وقت اول غروب کہ باشد سایہ ہر چیز سے بلند قامت آن چیز" (مصفی مع مسوئی ص: ۷۱ طبع اول، فاروقی، دہلی ۱۳۹۳ھ) اور مسوئی میں فرماتے ہیں: آخر وقت الظہر ان یکون ظل کل شیء مثله، ص: ۱۱۱

ج: ۱ رقم الحدیث: ۱۲۸ [دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۳۰۱ھ] (نور)

(۳) حجة اللہ البالغہ، باب اوقات الصلوٰۃ (۱/۴) ت: البان بوری [دبی بند ۱۳۳۶ھ/۲۰۱۵ء] [نور]

واعتنی فی الزوال، لانه قد یکون مثلاً فی بعض المواضع فی الشتاء، وقد یکون مثلیں، فلو اعتبر العقل من عند ذی الظل لما وجد وقت الظہر عندہما ولا عندہ (۱)۔
 اور لی زوال کو مستحق کیا ہے، کہوں کہ کبھی کبھی گرمی میں بعض مقامات پر ایک مثل سایہ ہوتا ہے اور کبھی دو مثل ہوتا ہے۔ پس اگر مثل یا مثلین کا زوال کے وقت سایہ کے ساتھ حساب کیا جائے، تو ظہر کا وقت نہ مثل اول پر ملے گا، نہ مثلین پر۔

قوله ولو لم يجد مایعرو، اشار الی أنه إن وجد خشبة یغزوها فی الأرض قبل الزوال، وینظر الظل مادام سراجھا الی الخشب، فإذا أخذ فی الزيادة حفظ الظل الذی قبلھا فهو ظل الزوال: فإذا بلغ العقل طول القامة مرین أو مرة سوی ظل الزوال، فقد خرج وقت الظہر، ودخل وقت العصر (۲)۔
 اگر ایک کھڑی مل جائے اس کو زمین میں زوال سے پہلے گا زود، اور زوال کے وقت کا اتکار کرے، جب کھڑی کا سایہ اس کھڑی کی طرف نہیں آئے گئے تو جب سایہ بڑھنے لگے اس کو پہلے سایہ سے الگ یا رکھیں، جو سایہ اس سے پہلے کا ہے وہ زوال کا سایہ ہے، جب سایہ اصل چیز کی لمبائی سے دو گنا ہو جائے زوال کے سایہ کے علاوہ تو ظہر کا وقت ختم ہوا اور عصر کا وقت داخل ہو گیا۔

اور ثمرت دعا یہ میں ہے:

مثلاً إذا کان فی الزوال مقدار ربع المیاس، فأخیر وقت الظہر أن یصیر ظلہ مثلیں المقیاس ورمعہ، مثلاً فی رواية عن أبی حنیفة، نو فی رواية أخرى عنہ وهو قول أبی یوسف و محمد والشافعی: إذا صار ظل کل شیء مثله سوی فی الزوال (۳)۔
 مثلاً جب لی زوال پچائش کی کھڑی کی چوتھائی کے برابر ہو جائے، ظہر کا آخری وقت وہ ہے، جب اس کھڑی کا سایہ دو گنے سے بڑھا ہو جائے۔ یہ امام ابو حنیفہ کی ایک روایت ہے، امام صاحب کی دوسری روایت میں اور بھی امام

(۱) الصلوة فی حقہ المصنوع، کتاب الصلوة، ص: ۱۳۷-۱۳۸، ج: ۱، عکس طبع قدیم (دار المعرفۃ، بیروت ۱۳۹۵ھ)۔
 (۲) (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱۳۴۱) (۱۳۴۲) (۱۳۴۳) (۱۳۴۴) (۱۳۴۵) (۱۳۴۶) (۱۳۴۷) (۱۳۴۸) (۱۳۴۹) (۱۳۵۰) (۱۳۵۱) (۱۳۵۲) (۱۳۵۳) (۱۳۵۴) (۱۳۵۵) (۱۳۵۶) (۱۳۵۷) (۱۳۵۸) (۱۳۵۹) (۱۳۶۰) (۱۳۶۱) (۱۳۶۲) (۱۳۶۳) (۱۳۶۴) (۱۳۶۵) (۱۳۶۶) (۱۳۶۷) (۱۳۶۸) (۱۳۶

ابویوسف، امام محمد اور امام شافعی کا قول ہے، کہ جب ہر اک چیز کا سایہ زوال کے سایہ کے علاوہ، اس لکڑی کے برابر ہو جائے۔

اور کفایہ میں ہے:

و طریق معرفة الزوال، أن ينصب عوداً مستوياً في أرض مستوية، فما دام ظل العود في النقصان، علم أن الشمس في الارتفاع لم يزل بعد، وإن استوى الظل علم أنه حال الزوال، فإذا أخذ الظل في الزيادة علم أنها زالت. فيخط على رأس الزيادة فيكون من رأس السخط إلى العود في الزوال، فإذا صار ظل العود مثليه من رأس السخط لا من العود، خرج وقت الظهر عنده. (۱)

اور زوال کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ہموار زمین میں ایک لکڑی سیدھی گاڑ دی جائے، تو جب سورج کا سایہ اس لکڑی سے کم رہے، تو سمجھ لو کہ سورج چڑھ رہا ہے، جب سایہ اس لکڑی کے برابر ہو جائے، تو معلوم ہوا کہ زوال کا وقت ہے اور جب سایہ بڑھنے لگے تو معلوم ہوگا، کہ زوال ختم ہوا۔ اس زاید سایہ پر نشان لگا دیں، اس نشان کو لکڑی تک فی زوال ہے، اور جب فی زوال کا سایہ اس نشان سے بڑھ کر ایک مثل ہو جائے، (اس کا خیال رہے کہ یہ سایہ لکڑی کی جڑ سے شمار نہ ہوگا) تو ظہر کا وقت نکل جائے گا۔ اور شرح مختصر وقایہ میں ہے:

ثم يعلم على رأس الظل، علامة عند الخوافه، فإذا صار الظل من تلك العلامة لا من العود مثلى العود، خرج وقت الظهر عند أبي حنيفة. (۲)

پھر جاکو کہ سایہ کے آغاز پر اہل فن کے یہاں ایک نشان ہوتا ہے، پس جب سایہ اس نشان سے بڑھ کر اصل لکڑی کے برابر ہو جائے، نہ کہ لکڑی سے اس تک، تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ظہر کا وقت ختم ہو گیا۔

شاید زید یہ دو قول متاخرین حنفیہ کے دیکھ کر، اس سے اپنا مطلب نکالتا ہے، مگر درحقیقت یہ اس کی سمجھ کا فرق ہے، ان دونوں قولوں کا بھی وہی مطلب ہے جو شامی اور صاحب شرح وقایہ نے بیان کیا ہے۔ مطلب اس علامت اور خط سے بھی

(۱) الکفایہ شرح الہدایہ، کتاب الصلوٰۃ، باب المواقیت، ص: ۷۰ جلد اول، (مطبوعہ: مولوی عبدالحجیر کلکتہ: ۱۸۳۱ء) (تور)

تیز الکفایہ شرح الہدایہ باب المواقیت ص: ۳۸ ج: ۱ (مطبع احمدی امویان دہلی)

(۲) شرح الوقایہ، کتاب الصلوٰۃ، بیان الارقات للصلوات الخمس، ص: ۱۴، حاشیہ: ۳، جلد اول (مطبع مجتہدی دہلی: ۱۳۴۰ھ)

کی ہے کہ فی الزوال کا قدر معلوم کرنا ضروری ہے۔ اس علامت اور غلط کے اندازہ پر سایہ جس طرف ہو جاوے، اسی قدر وقت عصر چھوڑ کر زمانہ اذان ایک مثل پورا کرنا ضروری ہے۔ غرض کہ زید کی تشریح و بیان کی سند میں میری نظر سے نہ کسی حدیث کا قول گذرا ہے اور نہ کسی فقیہ کا۔ یہ فقط اس کا عندیہ معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

عبد الجبار ابن عبد اللہ الغزنوی

جواب مولانا رشید احمد گنگوہی: بے شک فیصلہ مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی بہت درست ہے، اور اس کی موافق حدیث جابرؓ جو ذیل میں درج ہے، بہت ٹھیک ہے، کہ جس طرف سایہ بعد زوال پڑے، مگرزی کی جز سے بعد سایہ صلی یعنی فی الزوال اور ایک مثل کے ہو جانے سے، وقت عصر کا ہو جاوے گا۔ حدیث یہ ہے:

عن بشیر بن سالم قال: دخلت انا و محمد بن علی، علی جابر بن عبد اللہ الانصاری فقلنا لہ: انصرف عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، و ذاک زمن الحجاج بن یوسف. قال: خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی الظهر حين زالت الشمس و كان الفیء قدر الشراک، ثم صلی العصر حين كان الفیء قدر الشراک و ظل الرجل المبح.

بشیر بن سلام سے روایت ہے کہ میں اور محمد بن علی، حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے متعلق بتائیے اور یہ حجاج بن یوسف کا دور تھا، انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھکے اور عصر کی نماز پڑھی جب سورج ڈھل گیا اور اس وقت ہر چیز کا سایہ اس کے اٹھکے برابر تھا، پھر عصر کی نماز پڑھی جب سایہ ہر شے اور آدمی کے سایہ کے برابر ہو گیا تھا۔ یہ حدیث ثعلبی میں بھی سند سے مروی ہے اور سند بھی محدث نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے:

لقول الشراک، یکسر الشین أحد سور النعل التي تكون علی وجهها، و ظاهر هذه الروایة ان العراء الفیء الاصلی لا الزائد بعد الزوال، ولذلك استثنی فی وقت العصر (۲) شراک، شیعہ کے نزدیک ہے، جو تے کا تسمہ جو جوتے کے اوپر ہوتا ہے۔ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اصل سایہ مراد ہے، وہ زائد سایہ نہیں جو زوال کے بعد ہوتا ہے، اسی لئے اس سے وقت عصر کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔

(۱) سنن ابی یوسف حاشیہ نمبر ۱، کتاب الوضوء، باب آخر وقت الصبح بعد الزوال (معلوم کتابانی، دہلی ۱۳۶۵ء)
(۲) غرضی علی بن حاشیہ نمبر ۱۳۵، حدیث ۱۳۵، تحقیق صدری فیصلہ ص ۳۰، دار الفکر، بیروت ۱۳۶۵ء/۱۳۶۶ء

اور مجمع البحار میں لفظ شرک کے تحت میں، اس حدیث شرک کی شرح یوں کی ہے:

صلی الظہر حین کان الفی بقدر الشرک، هو أحد سیور النعل تكون علی وجهها، و قدره هنا لیس علی وجه التحدید لکن زوال الشمس لا یبین إلا بأقل ما یری من الظل و کان حینئذ بمکة هذا القدر، و الظل یختلف باختلاف الأزمنة و الأمکنه الخ (۱)

ظہر کی نماز پڑھیں جب کہ فتنے زوال اور (زاید) سایہ اس طرح برابر ہو جائیں، جیسے ایک جوتے کا تلہ دوسرے تلے کے برابر ہوتا ہے۔ اس کی یہ مقدار یہاں تحدید کے لئے نہیں، کیونکہ سورج کے زوال کا وقت صحیح طور سے محقق نہیں ہوتا، جب تک کہ وہ سایہ ذرا سا بڑھ نہ جائے، اور مکہ مکرمہ میں یہی پہچان تھی اور سایہ وقت اور علاقوں کے اعتبار سے کم زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

یہ پیشکش موافق حدیث ایک مثل کے ہے، یہی مذہب رائج ہے اور مذہب ثانی جو رائج نہیں، لیکن بالکل بے اصل بھی نہیں، جیسا کہ حدیث ابو ہریرہ کا مضمون ہے:

صَلَّى الظُّهْر إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ، وَ الْعَصْرُ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلِيكَ (رواہ فی الموطأ).

ظہر کی نماز پڑھو جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو جائے اور عصر پڑھو جب تمہارا سایہ دو گنا ہو جائے، اس کو موطا میں روایت کیا ہے۔

اسی واسطے مولوی عبد الجبار صاحب نے مذہب ثانی کی پیشکش بھی درج کر دی، ورنہ ان کے نزدیک روایت معمول بہا ایک ہی مثل ہے۔ اور زید کی پیشکش پر جو قول کسی فقیہ یا محدث کا نہ ملا تو بیان کر دیا کہ یہ اس کا عندیہ ہے، پھر پیشکش زید مخالف ہے حدیث کے بھی، حدیث کہتی ہے فی یعنی سایہ پیشکش کیا جاوے اور زید کی پیشکش میں دھوپ چلتی ہے اور دوسرے مخالف ہے حدیث قیراط سے بھی، جو بخاری در باب وقت عصر من أدرك ركعة قبل الغروب لایا، جس سے عصر کا وقت بہ نسبت ظہر کم معلوم ہوتا ہے، نہ برابر نہ زیادہ۔ فتح الباری میں اس حدیث کے تحت میں لکھا ہے، اگر وقت عصر کے ایک مثل پر تفریع کی جاوے، جیسا کہ مذہب جمہور کا ہے:

وأجيب بمنع المساواة و ذالك معروف عند أهل العلم بهذا الفن، وهو أن المدة التي

بين الظهر والعصر أطول من المدة التي بين العصر والمغرب (۲)

(۱) مجمع البحار، علامہ محمد طبرانی، ج ۳، ص ۲۱۲، ج ۳، (نحت الشرک) (دائرة المعارف، حیدرآباد، ۱۳۹۱ھ)

(نور)

(۲) موطا، امام مالک ص ۳ (وقت الصلوٰۃ) (چھاپائی، دہلی: ۱۳۲۰ھ) نیز ص ۵۱ (نور محمد، اصح المطابع ۱۳۰۳ھ) نیز موطا امام مالک باب مذکور ج ۱

ص ۱۳ رقم الحدیث: ۹، تحقیق: دکتور محمود احمد القیس (مؤسسة السیاء ابو ظبی: ۱۳۴۳ھ/ ۲۰۰۳ء) (نور)

(۳) فتح الباری، کتاب موافقت الصلوٰۃ و فضلها باب من أدرك ركعة من العصر قبل الغروب (حدیث نمبر ۵۵۸) ص ۴۰۳، (دار الفیحاء، دمشق)

میع مساوات سے (اعتراضات کا) جواب دیا گیا ہے اور یہ اس فن کے ماہرین میں مشہور ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو وقت ظہر اور عصر کے بیچ میں ہوتا ہے، وہ اس وقت سے زائد ہوتا ہے، جو عصر اور مغرب کے بیچ میں ہوتا ہے۔

زید کی پیدائش میں برخلاف اس کے، زید کا مقولہ درست نہیں ہے، ورنہ لازم آوے گا کہ جن ایام میں سایہ اصلی ایک مثل یا اس سے زائد ہو، نماز ظہر کا کوئی وقت نہ رہے گا، اس لئے کہ بغور دھٹنے کے ایک مثل سایہ ہو جانے کے، سبب اس تقدیر پر عصر کا وقت ہو جاوے گا فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۱)

(فتاویٰ نذیریہ ضمیمہ جلد دوم ص ۱۸۲ تا ۱۸۳ طبع اول، دہلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۱۳۳۳ھ)

(۱۶۶) مثل ثانی ظہر میں داخل ہے یا نہیں؟ سوال: مثل ثانی بقول معتمد علیہ در ظہر داخل است یا

نہ؟ و آں کہ بعضے دریں باب حتی یساوی ظل حجت می آورند، نزد آں صاحب قابل حجت است یا نہ؟ اگر ہست وجہ استدلال بیان نمائید، والا محض جواب کافی است۔

ترجمہ: مثل ثانی معتمد علیہ قول کے مطابق ظہر میں داخل ہے یا نہیں، اور وہ بعض اصحاب جو اس بحث میں: حتی یساوی ظلہ کو دلیل میں لاتے ہیں، آنجناب کے نزدیک لائق استدلال ہے، یا نہیں۔ اگر ہے تو استدلال کی وجہ بیان کیجئے، ورنہ صرف جواب کافی ہے۔

(۱) اس فتویٰ کے ضمن میں مولانا عبد الرحمن مبارک پوری نے حضرت مولانا گنگوہی کی تحقیق سے کچھ اختلاف بھی کیا ہے، مناسب ہے کہ اس کو بھی یہاں نقل کر دیا جائے۔ دونوں مجیب نے جو کچھ لکھا ہے بہت صحیح و درست لکھا ہے مگر مجیب ثانی نے جو یہ فرمایا کہ ”مذہب ثانی (یعنی وقت ظہر کا مشین تک باقی رہتا) جو رائج نہیں لیکن بالکل سبب لگتی نہیں، جیسا کہ حدیث ابو ہریرہؓ کا مضمون ہے:

”صل الظہر اذا کان ظلمک و العصر اذا کان ظلمک مثلیک“

سو یہ ٹیکہ نہیں ہے، کیونکہ ابو ہریرہؓ کی اس حدیث کے مضمون سے مذہب ثانی کا بااصل ہونا ثابت نہیں ہوتا، اس واسطے کہ اس حدیث میں ظہر و عصر کے اول وقت کا بیان نہیں ہے، بلکہ آخر وقت کا بیان ہے اور مضمون اس حدیث کا یہ ہے کہ ظہر کا وقت زوال آفتاب سے ایک مثل تک ہے۔ اور عصر کا وقت ایک مثل سے مشین تک، پس اس حدیث کے مضمون سے مذہب ثانی کا بااصل ہونا نہیں ثابت ہوتا ہے، بلکہ معاملہ برعکس ہے: قال فی التعلیق المصحح:

و انفسر فیہ علی ذکر او اخر الاوقات المستحبة دون او الہیاء، فکانہ قال الظہر من الزوال الی ان یکون ظلمک مثلیک و العصر من ذلک الوقت الی ان یکون ظلمک مثلیک انتہی اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ ام۔ کتبہ محمد عبدالرحمن المبارک پوری عفا اللہ عنہ۔

(نور)

الف: رواد فی الموطا: ج ۱/ ص ۱۳: رقم الحديث: ۹. تحقيق: الدكتور محمود احمد (مؤسسة الباء ۱۳۴۳ھ/ ۲۰۰۳ء)

ب: التعلیق المصحح علی موطا الإمام محمد. للعلامة الذکوی کتاب الصلوٰۃ، باب وقوت الصلاۃ، ص: ۳۱. حاشیہ: ۹. محمد یوسف لکھنؤ مطبع بلاسنہ. نیز التعلیق المصحح علی الموطا باب مذکور ج: ۱ ص: ۱۵۱-۱۵۲. تحقيق: الدكتور نفی الدین الندوی ناشر ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء.

جواب :

در مثل ثانی علماء حنفیہ اختلاف کرده اند، مشہور روایت یہی است کہ مثل ثانی در ظہر است مگر بعض معتدین بر مذہب صاحبین فتویٰ داده اند۔ و احوط ہم ہمیں است کہ ظہر در مثل و عصر بعد مشین خوانند، و چونکہ از اہل ترجیح این تا کارہ نیست، در وجہ ترجیح کلام نمی تواند کرد۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جواب : مثل ثانی میں علمائے احناف نے اختلاف کیا ہے، مشہور وہی روایت ہے کہ مثل ثانی ظہر میں ہے مگر بعض معتدین صاحبین کے مذہب پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اور زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ ظہر مثل اول میں اور عصر مشین کے بعد پڑھیں، چوں کہ یہ تا کارہ اہل ترجیح میں سے نہیں ہے، وجہ ترجیح میں گفتگو نہیں کرنی چاہئے۔

رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۱۷۷-۱۷۸)

(۱۶۷) خروج دجال کے وقت نماز کس طرح پڑھی جائے گی؟ از رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، بعد سلام

مسنون آنکہ خط تہار آیا حال معلوم ہوا۔ تہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تہارے بھائی کی مغفرت ہوئی۔

اور جواب مسائل کا یہ ہے، کہ جس وقت خروج دجال ہوگا وہ اپنے تصرف سے نظر بندی کر دے گا، جس کی وجہ سے لوگوں کو دن معلوم ہوگا، تو درحقیقت اس برس روز میں، مثل اور ایام کے طلوع و غروب و استواء وغیرہ سب کچھ ہوگا، لیکن نظر بندی کی وجہ سے نظر کچھ نہ آئے گا، تو ایسی صورت میں اسباب نماز پنج وقتی بے شک واقع ہوئے، لیکن تصور اپنے اور اک کا ہوا، لہذا فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اندازہ کر کے پڑھو۔ (۱) بخلاف اس کے کہ جب درتو پبند ہوگا اور آفتاب مغرب سے نکلے گا، اس سے قبل تین روز تک آفتاب طلوع نہ ہوگا، تو وہاں یہ فرمایا کہ جیسے بالفرض اگر آفتاب اربطیظہ میں نظر نہ آئے اور عالم میں اندھیرا رہے، تو اندازہ کر کے نمازیں پڑھنا چاہئے، کیونکہ اسباب واقع میں تحقیق ہیں، گو ہم کو کسی وجہ سے محسوس نہ ہوں اسی طرح دجال کا ایک دن درحقیقت برس روز ہے، یعنی تین سو ساٹھ روز ہیں، اور ان میں طلوع و غروب اپنے اپنے موقع سے ہوتا ہے، گو ہم کو بوجہ نظر بندی نظر نہ آوے، تو ہر دن کی نمازیں، اندازہ سے پڑھنا چاہئے اور قواعد و اصول کے کچھ منافی نہیں۔ (۲)

(مجموعہ راجہ ص ۲۳)

(۱) خروج دجال کی روایت حضرت انس بن سمان سے مروی ہے، بخلاف رسول اللہ فذلک الیوم کسبتہ انکسب فیہ صلوۃ یوم، قال لا یصلوا فیہ قدر، الخ مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال ص ۳۰۱، جلد دوم [مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ، جزو: کتاب الفتن و الشیطان الساعۃ باب ذکر الدجال وصفۃ امامتہ ص ۱۳۴]. جلد دوم رقم الحديث: ۲۹۴۷ ت: ابویوسف نظر محمد مظاہری (دار حدیث ریاض ۱۳۲۷ھ/۲۰۰۶ء) مشکوٰۃ، کتاب الفتن، باب العلامات بین یدی الساعة الفصل الاول ص ۳۷۳، اصح المطابع، رشیدیہ دہلی ۱۳۵۵ھ/۱۹۵۵ء) کلام مشکوٰۃ شریف ج ۳ ص ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، مشکوٰۃ طوبہ، ریاض ت: رمضان بن احمدین علی آل عوف ۱۳۴۳ھ/۲۰۰۳ء، برآگاہی روایت کہ جب درتو پبند ہوگا الخ روایت کتب پڑھنے میں نہیں آئی۔ واللہ اعلم (پان پوری)

(۲) نوٹ: یہ گرامی داستان اہل القلاط پر مبنی ہے، بالظاہر کلام ہے (نور)

جواب : اگر ریل میں پانی نہ ملے اور قریب اسٹیشن پہنچنے پر، امید پانی ملنے کی ہو، تو اخیر تک انتظار کرے، اور جب اندیشہ نماز قضا ہونے کا ہو جائے، تو تیمم سے نماز ادا کر لینی چاہئے اور ایسے ہی جگہ نہ ملنے پر بھی، انتظار کیا جاوے، جب وقت نکلنے کا اندیشہ ہو، تو اشارہ سے اس وقت نماز ادا کر لینی چاہئے، مگر ان دونوں صورتوں میں، پھر اطمینان کے وقت اعادہ نماز کا اولیٰ ہے اور اقرب الی الاحتیاط ہے۔ اور سمت قبلہ وقت نماز شروع کرنے کے متعین و متحقق کر لینی چاہئے، پھر اگر اثناء نماز میں ریل پھر جاوے اور اطلاع ہو جاوے تو پھر جانا چاہئے، اور اگر اطلاع نہ ہو تو خیر پھر اعادہ نہیں آتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم مہر بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

یہ فتویٰ ایک ناقص کتاب میں ہے، جو نماز کے مسائل اور اوراد کی جامع ہے، اس کتاب کے صرف چند اجزاء اول آخر سے ناقص میرے پاس ہیں، ص ۱۵۳ تا ص ۱۹۲ تک۔ اسی میں یہ فتویٰ شامل ہے ص ۸۷ تا ۱۸۹۔ اس کتاب کے نام، اس کے مصنف اور سنا شاعت وغیرہ کی تحقیق نہیں۔ (نور)

(۱۷۱) ریل میں تیمم، سمت قبلہ اور نماز کا حکم؟ سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ اکثر اوقات بحالت سفر ریل، مسافر کو نماز پڑھنے میں سخت دشواریاں پیش آتی ہیں، بعض وقت پانی میسر نہیں آتا، بعض موقع پر جگہ کم و تنگ ملتی ہے، بعض صورت میں سمت کعبہ ٹھیک نہیں ہوتی۔ آیا در صورت پانی نہ ملنے کے تیمم کر لیا جاوے اور در حالت جگہ نہ ملنے کے، اشارہ سے نماز ادا کی جاوے اور سمت کا عمل اس طرح پر ہو، جیسا کہ جہاز یا کشتی پر حکم ہے۔ اس کا جواب کتب فقہ سے بعبارت عنایت ہو۔ بینوا تو جروا۔

جواب : اگر ریل میں نماز کا وقت آجائے اور پانی موجود نہ ہو اور اسٹیشن بھی قریب نہ ہو، تو نماز تیمم سے درست ہے۔ ایسے ہی اگر سمت ریل کی قبلہ کی طرف ٹھیک نہ ہو، تو اس کو اسباب وغیرہ رکھ کر قبلہ کی طرف نماز ادا کرنا چاہئے اور تھوڑا انحراف نماز کی صحت میں مضرت نہیں ہے، البتہ اگر بالکل ہی جنوب یا شمال کی طرف رخ ہوگا، تو نماز درست نہ ہوگی، اور اشارہ سے نماز درست نہ ہوگی، اس لئے کہ جہت کا بھی انتظام ہو سکتا ہے، اور اتنی جگہ بھی مل سکتی ہے کہ نماز ادا کر لے، اور پھر جب قدرت ہو اس وقت اعادہ کرے۔ فقط والسلام

بندہ آنکھوں کی معذوری کے سبب نقل روایات سے مجبور ہے۔ فقط والسلام بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
قال فی الدر المختار: من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلاً الخ و هو المختار فی
المقدار تیمم (۱)

(۱) الدر المختار ج: ۱/ ص: ۳۱۰ عکس مجسماتی دیوبند۔ الف: شامی ص: ۱۵۵ ج: ۱ طبع چٹھائی، دہلی: ۱۲۸ھ۔ ب: رد المختار علی الدر المختار، ص: ۲۳۴-۲۳۳ ج: ۱، باب تیمم (دار الفکر، بیروت)
[نور]

ولغیرہ ای غیر معانیہا اصابہ جہتہا بأن یبقی شی من سطح الوجه سامتاً للکعبۃ أو لہواء ہا الخ (۱)۔
ومنها القيام فی فرض لقاہر علیہ و علی السجود الخ (۲) فقط

کتبہ رشید احمد گنگوہی الجواب صحیح: عزیز الرحمن عفی عنہ

الجواب صحیح: [حیدر خان خدا میں سب سے بڑھ کر ہے، حبیب احمد۔ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی]

[بہار فتح محمد مسک ۱۳۱۵] (مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی) اصاب الحبیب: محمد حسن عفی عنہ الجواب صحیح: بندہ محمود عفی عنہ

جواب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کا ہے بہت ہی ٹھیک ہے، راکب ریل کو ان شرائط مذکورہ کا ضرور لحاظ رکھنا

چاہئے۔ محمد عبدالغنی عفا اللہ مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی الجواب صحیح: محمد رمضان عفی عنہ واعظ جامع مسجد آگرہ۔

یہ فتویٰ بھی اسی ناقص کتاب میں ہے، جو نماز کے مسائل اور اوراد کی جامع ہے، اس کتاب کے صرف چند اجزاء اول آخر سے ناقص میرے پاس ہیں، ص ۱۵۳ تا ۱۹۲ تک۔ اسی میں یہ فتویٰ بھی شامل ہے ص ۱۸۰ تا ۱۸۹۔ (نور)

سترہ

(۱۷۲) نماز پڑھنے والے کے سامنے، اگر گزرنے والا سترہ رکھ دے تو؟ سوال: زید نماز پڑھتا

ہے اور کمراس کے آگے کو جانا چاہتا ہے، تو اگر کمر خود ایک لکڑی مقدار سترہ سامنے کھڑی کر کے، نمازی کے روبرو سے گزر جاوے تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ کرنا جائز ہے اور سترہ اس سے ہو جاتا ہے۔ (۳)

(بدست خاص، ص ۵۱)

(۱) الدر المختار ج: ۱/ ص: ۶۸، مطبع عکس مجتہائی دیوبند، الف: الدر المختار مع الشامی ۱/ ۲۸۷، باب شروط الصلاۃ، مبحث فی استقبال القبلة (مجتہائی، دہلی: ۱۲۸۷ھ، کب: شامی ج: ۱/ ص: ۳۲۸، دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء) [نور]

(۲) الدر المختار ۱/ ۷۰، باب صفة الصلوۃ (مطبوعہ سعید کتب خانہ کیشنل پریس: کراچی۔ عکس مجتہائی، دہلی: ۱۳۳۱ھ) نیز الدر المختار مع الشامی ج: ۱/ ص: ۲۹۸، ۲۹۹ [مجتہائی دہلی: ۱۲۸۷ھ] [نور]

(۳) اس فتویٰ کا مصداق یہ صورت ہے کہ نمازی کے سامنے پہلے کوئی سترہ قائم کر دیا جائے، پھر گزرنے والا گذر جائے اور سترہ وہیں قائم رہے۔ جیسے پلیٹ قلم پر کوئی لہنا پڑھا ہے اس کے سامنے اٹھنی دیکھی پھر آگے سے گذر گیا اور اٹھنی وہیں رکھی رہی، یا کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے سامنے کوئی تختہ رکھ کر سترہ بنا دیا، لیکن اگر نمازی کے سامنے لپٹا ہوا لباس ہے کہ رو مال یا کوئی کپڑا لٹکا دیا اور اس سترے کے درے سے گزر کر رو مال لے کر چلا گیا تو یہ صورت اس جواب کا مصداق نہیں، یہ رو مال لٹکا سترہ نہ بنا دیا، کیونکہ اس سے نمازی کی نماز میں جو قفل پڑنا تھا پڑ گیا، اور مستقل سترہ بنانے میں نمازی کی توجہ متغیر ہو جائے گی۔ واللہ اعلم (پانچ پوری)

(۱۷۳) نماز پڑھنے والے کے سامنے سے کس قدر فاصلے سے گزرنے کی اجازت ہے؟

سوال: نمازی کے آگے کو نماز پڑھتے ہوئے نکل جانا، کتنے فاصلے تک جائز ہے؟

جواب: جنگل میں سجدہ کی جگہ کو بچا کر ٹکنا درست ہے، اور جو مسجد چالیس ہاتھ لمبی اور چالیس ہاتھ چوڑی ہو اس میں بھی ایسا ہی (ہے) اور اس سے کم مسجد اور گھر میں مطلقاً آگے جانا منع ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص: ۲۳)

(۱۷۴) امام محمد کے قول: ”اگر کوئی شخص نمازی کے آگے سے گزرنے

سوال: امام محمد کے قول سے

تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سامنے

نمازی کے گزرنے سے باز نہ

سے باز نہ ہے تو اس سے قتال نہ کیا جائے، کا کیا مطلب ہے؟

آئے، تو اس سے لڑنا بھی نہیں چاہئے (۱) اس صورت میں قتال کا مطلب کیا ہوگا؟

جواب: امام محمدؒ نے کہیں نہیں لکھا کہ نمازی کے سامنے سے جانے سے باز نہ آوے (۲) (کذا) معلوم

(مجموعہ فرخ آبادی، ص: ۳۰-۳۲)

نہیں تم سے کس نے کہا ہے۔ فقط

امامت و جماعت کے مسائل و متعلقات

(۱۷۵) جماعت اور صف کی درستی ضروری ہے، چاہے تکبیر کے بعد ہو: سوال: تکبیر

جب شروع ہو جائے یا ختم ہو چکے، اس وقت جماعت کو دائیں بائیں سرک جانا، کیسا ہے؟

جواب: جماعت [کی] اصلاح اور سیدھا [ہونا] ضرور [ی] ہے، اگرچہ تکبیر کے بعد ہو۔ درستی جماعت

(مجموعہ کلاں، ص: ۲۳۳-۲۳۴)

کرنی چاہئے۔

(۱۷۶) مسجد کی اندرونی و بیرونی صفوں کے درمیان اگر کپڑے کا پردہ ہو؟ سوال: مسجد

میں پردہ پڑا ہوا ہے اور جماعت ہو رہی ہے، باہر کے فرش پر بھی جماعت ہے اور پردہ درمیان میں حائل ہے، درست

ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پردہ حائل ہے، نماز ہو جاتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص: ۶۷)

(۱) اصل میں اسی طرح ہے، مگر صحیح عبارت یوں ہوگی: ”تو اس سے لڑنا نہیں چاہیے۔“

(۲) یہ فقرہ اسی طرح تمام ہے۔ (نور)

(۱۷۷) نماز کی صفوں میں، سب سے زیادہ ثواب کس جگہ کا ہے؟ سوال: جماعت میں

ثواب زیادہ اول جماعت والوں کو ہے، یا سب میں برابر ہے، یا دائیں بائیں والوں میں، یا جو شخص امام کے پیچھے ہے ان میں بروئے ثواب تفاوت ہے؟ تحریر فرمادیں۔

جواب: اول صف کو زیادہ ثواب ہے اور اول صف میں امام کے پیچھے کو زیادہ، پھر دہنے کو پھر بائیں کو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی غنی عنہ
(بدست خاص ص ۳۳)

(۱۷۸) نابالغ بچہ تنہا صف میں کس جگہ کھڑا ہو؟ سوال: نابالغ یعنی لڑکا اگر اکیلا ہو، تو صف

اول میں بالغوں کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھے، یا پیچھے تنہا کھڑا ہو کر پڑھے؟
جواب: اگر تنہا ہو تو بائیں جانب صف میں کھڑا ہو جاوے۔
(بدست خاص ص ۵۲)

(۱۷۹) جو شخص قرآن شریف اچھا پڑھتا ہے اس کی امامت: سوال: [ایک شخص قرآن

خوانی میں یہ کہتا ہے کہ میرے برابر دوسرا کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا اور میری نماز کسی مولوی کے پیچھے نہیں ہوتی۔

جواب: اگرچہ وہ شخص قرآن اچھا پڑھتا ہے، مگر اس کے پیچھے کہ قرآن قدر مایکوز پڑھے، نماز اس کی درست ہے، اور عالم جو قرآن بقدر مایکوز پڑھتا ہو، اس کا امام ہونا حق ہے۔ اور یہ قول اس کا کہ میری نماز کسی کے ساتھ نہیں ہوتی، محض جہل، ناشی تکبر اور عجب سے ہے، دین کی بات نہیں۔
(مجموعہ کلاں ص: ۱۲۸-۱۲۹-۱۳۰)

(۱۸۰) نابینا اگر محتاط ہو تو اس کی امامت؟ سوال: یہ شخص اندھا اور ذات سے جولا ہے، اس

کے پیچھے ہم لوگ نماز پڑھیں یا نہیں اور قابل رکھنے کے ہے یا نہیں؟

جواب: اندھا اگر محتاط ہو اور مسائل نماز سے واقف ہو اور قرآن اچھا پڑھتا ہو، اس کی امامت درست ہے بلا کراہت، اور جولا ہے کی اقتداء بھی درست ہے، اندھا ہونا اور جولا ہونا مضمر امام کو نہیں۔ البتہ جسکے ایسے حالات ہوں کہ اوپر کے سوالات میں مذکور ہوئے، اس کو امام بنانا منع اور سخت بیجا ہے۔ اگر واقعی اسکے ایسے حالات ہیں، وہ ہرگز قابل رکھنے کے نہیں۔ اگر ایسے شخص کو امام بنادیں گے تو سب مایخوذ اور گنہگار ہوں گے۔ فقط
(مجموعہ کلاں ص: ۱۲۹-۱۳۰)

(۱۸۱) باصلاحیت نابینا امام کسی بھی برادری کا ہو، اس کی امامت؟ سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین متین اس مسئلہ میں: کہ امام مسجد ایک شخص نابینا، قوم کا تیلی عرصہ دراز سے مقرر ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، بشرط موجودگی اور امام عالم کے، یا نہیں؟ مینواتو جروا!

جواب: احق بالامامت وہ شخص ہے کہ علم صلوٰۃ سے واقف ہو اور قرآن اچھا پڑھتا ہو اور متقی ہو، ایسے شخص کو امامت کے واسطے مقرر کریں۔ اگر خلاف اس کے امام مقرر کریں گے تو مکروہ ہے اور جب امام جی مقرر ہو گیا تو امامت حق اسی کا ہے، بدون اس کی رضا کے دوسرے کو امامت کرنا مکروہ ہے۔ پس اب جو تم نے اس کو امام جی مقرر کر لیا ہے، اگر قرآن اچھا پڑھتا ہے، متقی ہے اور مسائل نماز کے خوب جانتا ہے، تو قابل امامت کے ہے، اگرچہ نابینا ہے۔ پس اگر کوئی عالم آوے تو اس کو لائق ہے کہ ان سے نماز پڑھوائے، مگر عالم کو بدون اس کی رضا کے امام ہونا مکروہ ہے اور جو وہ ہی پڑھادے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اور جو وہ مسائل نہیں جانتا، یا قرآن اچھا نہیں پڑھتا، یا متقی نہیں تو تم لوگوں پر کراہت ہے کہ تم نے ایسا امام کیوں ٹھہرایا، اب..... دوسرا کوئی امام عمدہ عالم آ جاوے، تو پھر اس کو لازم ہے کہ عالم کو امام بناوے، اگر معہذا، وہ ہی پڑھاوے تو نماز ہو جائے گی، اگر قرآن میں ایسی سخت غلطی نہیں کرتا، لیکن ترک اولیٰ ہے کہ افضل کے ہوتے ایسا امام بنے، فقط۔ یہ حکم شرع کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۴۳-۱۴۴)

(۱۸۲) حنفیہ کے نزدیک نابالغ کی امامت؟ سوال: یہ ہے کہ تراویح میں قرآن سننے کے واسطے

نابالغ کے پیچھے نماز پڑھنا، بعض علماء کے نزدیک جائز اور بعض کے نزدیک ناجائز ہے۔ فتویٰ کس قول پر ہے؟

جواب: اصل مذہب حنفیہ کا نابالغ کی اقتداء بالغوں کے واسطے عدم جواز کا ہے، اور یہی مذہب معتمد ہے،

بعض علمائے متاخرین نے جواز کا حکم دیدیا ہے، سو وہ مذہب میں چنداں معتبر نہیں۔ فقط (مجموعہ فرخ آباد ص ۷-۱۲)

(۱۸۳) جس کی تا اور طا صاف نہ ہو، اس کی امامت کا حکم؟ سوال: اس زمانہ میں اکثر لوگ

حروف مشتبہ الصوت، تا و طا وغیرہ میں فرق نہیں کرتے ہیں اور نماز پڑھاتے ہیں، انکے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسے کو امام بنانا درست نہیں، قرآن صحیح خواں کو امام بناوے، ورنہ نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۳۱)

سوال: جو شخص اعلیٰ حافظ قرآن ہو اور

(۱۸۴) جس شخص میں خلاف شریعت عادات ہوں

مجرد ہو اور ہمسایہ کی نامحرم عورتوں جو انوں

یا ترک نماز کرتا ہو، اس کی شرعی حیثیت اور امامت؟

کے پاس، بہ بہانے پڑھانے اور سنانے

سو قرآن و مناجات وغزلوں کے، رات میں اور دن میں جاتا ہو، اور جوان عورتوں مکارہ کو، بہ بہانے جھاڑ پھونک بعض اعضاء، یاد کیٹنے بعض زیور کے، ہمس مساس کرتا ہو، اور بعض سے بعض وقت خلوت بیٹھنے کو بھی حاصل ہوتی ہو، جو بتصریح علماء گناہ کبیرہ

ہے اور کسی ترکی مراد یعنی قریب بلوغ کو جب اکثر تعلیم حق قرآن ہو تو مکان خالی میں زنجیر لگا کر ہو اور ان مواقع کہتے
تھے نصف صلام مردم احترام نہ کرے اور امور مذکورہ پر مصروف ہے اور تمام سال مسجد جماعت محلہ میں بجز نماز جمعہ نہ پڑھے اور
نہ چاہی نہ حق احترام جماعت ہو گزشتہ اور چار جماعت چھوڑ کر تھا پڑھتا چلائے، یا نقل جماعت کبریٰ، ایک دو کو ساتھ لے کر
تفریق جماعت کرے اور رمضان المبارک میں طالب امامت صلوٰۃ ترویج اور سنائے قرآن کا ہو اور بعض ضعیف الایمان اس
کو بہت زود خوانی (جس کے اسطے ”آب نال للقرآن“ (۱) وارد ہے، کو اسطے امامت کے پسند کرتے ہیں اور امام صاحب
مراحل کو پسند کرتے ہیں اور بعض جگہ اکثر اس کی امامت سے کارہ ہوں، یا ناجائز سمجھتے ہوں، تو ان میں کون حق پر ہے، اور اس
طرح کا امام ہونے شرع محمدی کیا حکم رکھتا ہے۔ جنتہ تو جروا!

اور نیز جہالت اور بے علمی کے ساتھ کلام شیطانیات (۴) کرتا ہوا اور دوا لخواہ (پا چلنا) ہوا اور بعض حافظ قرآن ایسے بھی ہیں کہ بالکل نماز، جنگلہ کے پابند نہیں، مایا قطعاً پڑھتے ہی نہیں مگر قرآن رمضان میں سناتے ہیں اور صرف رمضان میں نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح کے امام اور اس کے مددگار، بروہد و فساد، باہر فرشتے پر اپنے امام کو کھڑا کر کے پڑھیں اور بعض نمازی نماز اتوار کو باہر جائیں تو مسلمانوں کو ایسے نزاع میں کیا حکم ہے۔ آیا ان کو لڑکر مسجد سے نکال دیں، یا علیحدہ علیحدہ ایک وقت میں دونوں پڑھی جاویں۔

جواب : جو حافظ فاسق ہے اس کی امامت منع ہے اس کو امام بنانا حرام ہے۔ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ فاسق کو امام بنانا سب مسلمان پر حرام ہے، کیونکہ ایسے فاسق کی اہانت لازم ہے اور تعظیم و تکریم اس کی حرام ہے، اور امام بنانے میں اس کی تعظیم لازم ہے۔ پس جو لوگ اس کو خلیفہ سے امام بناتے ہیں اور سب اور ہر تکب گناہ کبیرہ کے ہو کر فاسق بنتے ہیں، اور علی ہذا القیاس جو حافظ و دار و مدار نماز سے غافل ہوتے ہیں، وہ بھی فاسق ہیں، ان کو قرآن سننے کی فرض سے امام بنانا ناجائز ہے۔ فاسق کی امامت لازم آتی ہے اہل بیت اگر وہ توبہ و تہجد کریں کہ آئندہ ایسا نہ کریں گے اور قضاء و استساق میں مصروف ہوں تو مصلحتاً کتب میں فقط و الله تعالیٰ اعلم

1997

(20)

(پیش کی ۲ فقرت میں) کا کلمہ اور فقرت کی ہر سے طرح سے اور سے فقرت میں ہے۔ اور)

(۱۸۵) کیوترہاڑ کی امامت کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کی نسبت کہ امامت کرتا ہے اور کیوترہاڑی کرتا ہے؟

[illegible]

جواب : کہو ترانسے درست ہیں مگر لڑکا اور باری کرنا منع ہے ایسے آدمی کی امامت مکروہ ہے اور نماز اس کے پیچھے ہو جاتی ہے۔
(مجموعہ کلاں ص ۳۳۳-۳۳۴)

(۱۸۶) پردہ کی حدود کا اہتمام نہ کرنے والوں کی امامت کا حکم؟ سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں : کہ جن کی ہوتے تھے منہ کھول کر سر باز پر پھرتی ہیں اور بالان خانہ کے پھرتی ہیں اور کوئی غیر شخص آوے تو خانہ ان کے ان سے کہیں کہ چلے آؤ، غرضوں سے پردہ نہیں کرتاتے، تو ایسے فاسق فطین کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تہذیبی ہے یا تحریمی؟ یا بالکل ناجائز ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جواب : اگر فقط پردہ عورت کا نکلا ہے اور کوئی عضو مثلاً سر کے بال اور نالنگ نہیں کھلتی یا اور مل جل جائے اس کے کمر میں کوئی خال یا سون کا پیر جاوے اور سوائے چہرہ کے اور کوئی عضو نہ دیکھے تو وہ عورت اور اس کا خانہ فاسق نہیں ہوتا، فاسق کے پیچھے طواف کسی طرح کا فاسق ہو نہ نماز مکروہ تہذیبی (۱) ہوتی ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی علیہ رحمۃ

(۱۸۷) فاسق و فاجر کی تعریف اور اس کی امامت؟

- سوال : ۱۔ فاسق و فاجر کس کو کہتے ہیں؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟
۲۔ کیا ہر مسلمان کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟
۳۔ امامت کے لئے ذات کا لحاظ ہے، یا علم کا؟

الجواب : ۱۔ فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو اس شرع کا تارک ہو اور منہیات کا مرتکب ہوتا ہو وغیرہ بعض کلام اکثر کا یا کل کا اور فاجر سے بھی یکساں مراد ہے۔ امامت ایسے شخص کی مکروہ تحریمی ہے لہذا اس کے پیچھے ہو جاتی ہے مگر مکروہ ہوتی ہے۔ فقط

- ۲۔ نماز ہر شخص کے پیچھے درست ہو جاتی ہے، اگرچہ امام کا علم اور عقلی ہونا بھی ضروری و واجبتر ہے۔
۳۔ امامت میں مقدم لحاظ علم کا ہے، علم کا ہونا ضروریات سے ہے۔

فقط رشید احمد
الاجوبۃ صحیحۃ وخطوط
نوائی وراہ علوم، دہلی (مجموعہ نوائی وراہ علوم، دارالافتاء علیہ رحمۃ) باب امامت وجماعت
ص ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱ ج ۳۔ (دع بند : ۳۹۰)

(۱۸۸) چوری کے جانور ذبح کرنے والے کی امامت؟ سوال: ایک شخص کی عورت بے پردہ ہر جگہ پھرتی ہے اور وہ خود بھی چوری کے جانور ذبح کر ڈالتا ہے اور علاوہ ازیں امامت بھی کرتا ہے، ایسے شخص کی امامت شرعاً کیا حکم رکھتی ہے؟

الجواب: ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط کتبہ رشید احمد عفی عنہ
الجواب صحیح: عزیز الرحمن عفی عنہ، مفتی مدد سرعہ دیوبند۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مرتبہ مولانا مفتی تقی الدین صاحب (باب امامت و جماعت)

ص ۲۹۷ ج ۳ (دیوبند: ۱۳۹۰ھ)

(۱۸۹) ولد الزنا کی امامت؟ سوال: ایک شخص جس کی ماں بے نکاح ہو اور باپ اس کا یہ سمجھتا ہو کہ کنیز بے نکاح مباح ہے اور پھر بعد میں اس سے نکاح کرے، اور وہاں سوائے اس کے اور کوئی پڑھا لکھا، جو امامت کر سکے نہ ہو، تو ایسے شخص کی جب کہ وہ سعادت مند اور ہر طرح پر لائق ہو، امامت درست ہے، یا نہیں؟

الجواب: شخص مذکور کو امام مقرر کرنا بہتر ہے، جب کہ وہ قوم میں علم و افضل ہے، کوئی خرابی اس کی امامت میں نہیں ہے۔ قال فی الدر المختار:

باب الإمامة والأحق بالإمامة الأعلّم بأحكام الصلوة فقط صحة وفسادا، بشرط اجتنابه للفسواحش الظاهرة (۱) الخ، قال الشامي: قوله "بشرط اجتنابه الخ" كذا في الدراية عن المحسن، وعبارة الكافي وغيره: الأعلّم بالسنة الأولى، إلا أن يعطن عليه في دينه الخ (۲)
فقط رشید احمد عفی عنہ

(امامت کا باب) امامت کا زیادہ حق دار وہ شخص ہے، جو نماز کے ٹوٹے اور ٹھیک ہونے کے مسائل سے زیادہ واقف ہو، شرط یہ ہے کہ برائی کی کھلی باتوں سے بچتا ہو۔ شامی نے لکھا، شرط یہ ہے کہ برائی کی کھلی باتوں سے بچتا ہو، الخ کہ یہی درایہ میں مجتبیٰ سے نقل کیا گیا ہے، اور کافی وغیرہ کے الفاظ یہ ہیں: کہ سنت سے واقف زیادہ بہتر ہے مگر یہ کہ اس کے دین پر کوئی (شبہ یا) الزام ہو۔

الجواب صحیح، قال فی الشامی عن البحر وغيره و لو عدت ای علة الكراهة بأن كان الأعرابي أفضل من الحضري .

(۱) در مختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامة ۸۲/۱ (سید کبیری ایجوکیٹل پریس کراچی۔ عکسی نسخہ تہائی، دہلی: ۱۳۳۱ھ)

(۲) شامی ص: ۳۷۳ ج: ۱، باب الامامة (مطبع تہائی، دہلی) نیز شامی ج: ۱ ص: ۷۰۷ (دارالکتاب بیروت: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء) (نور)

یہ جواب صحیح ہے۔ شامی میں بحر الرائق سے نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ، اگر کراہت کی وجہ موجود نہ ہو، جیسا کہ دیہاتی شہری سے بہتر ہے اور غلام آزاد سے۔

والعبد من الحر و ولد الزنا من ولد الرشدة، والأعمى من البصير؛ فالحكم بالصد. الخ۔ (۱)
اور ولد الزنا ولد الرشدة سے، اور نابینا بینا سے، بس مسئلہ ضد کی ترتیب پر ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مرتبہ مولانا ظفر الدین صاحب ص ۲۹۸ ج ۳۔ (باب امامت و جماعت) (دیوبند: ۱۳۹۰ھ)

(۱۹۰) شادی شدہ عورت کو بغیر طلاق و نکاح کے، بیوی کی طرح رکھنے والے کی امامت؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: کہ ایک عورت بوجہ مفلسی شوہر کو کج نہادی خود، اپنے خاوند سے متنفر ہو کر بلا طلاق اپنے بھائی کے گھر چلی گئی اور بار بار اس کے خاوند نے بلایا، مگر بد طینتی سے نہیں گئی، پھر چند عرصہ بعد اس کی بڑی بہن اپنے گھر لے آئی، عرصہ کے بعد وہ بڑی بہن مر گئی، بعد ازیں اس عورت غیر مطلقہ کے خاوند نے اپنی دختر کو، جو اس عورت کے شکم سے تھی، بھیجا کہ اپنی والدہ کو لے آ، اب اس کا وہاں رہنا اچھا نہیں، مگر وہ اس کے ہمراہ نہ آئی۔

پھر اس عورت کی بھانج اور خالہ بتقریب تعزیت وہاں پر گئی اور اس عورت کو فہمائش کی کہ ہمارے ساتھ چل، مگر مسماۃ مذکورہ نے باشتعالک اپنے بہنوئی کے انکار کیا، بعد اس کے اس بہنوئی سے نکاح کر لیا۔ وہ شخص باوجود یکہ پیر جی اور مولوی مشہور ہے اور اس موضع میں نماز پنج گانہ و جمعہ پڑھاتے ہیں، اور ان کو یقین کامل اس کی طلاق کا نہیں ہے، بلکہ ایک مرتبہ شوہر سابق سے کہلایا، کہ تو اپنی زوجہ کو طلاق دیدے، اگر ان سے کہا تو جواب دیا کہ ایک طلاق ضمنائ ہوئی ہے، وہ طلاق ضمنائ دے چکا، اب نکاح کو عرصہ چند سال کا ہوا اور اس کی اولاد پیدا ہوئی، اس اولاد کو ولد الزنا کہیں یا نہ کہیں؟

اور پیر جی صاحب چہلم وغیرہ کو مباح کہتے ہیں اور طعام پر فاتحہ پڑھتے ہیں، اور جو گائے وغیرہ خریدتے ہیں، تو اپنے مکان پر لا کر اس کے داہنی کھر کو پانی ڈالتے ہیں، اور ہر سال اپنے بھائی کی قبر کو، اس کپڑے سے کہ جس پر کلمہ شریف لکھا ہوا ہے، غلاف پوش کر کے روشنی کرتے ہیں، اور اکثر کام غیر مشروع کرتے ہیں۔ سو بوجہ امور مذکورہ کے پیر جی صاحب کے پیچھے نماز جمعہ وغیرہ درست ہے، یا نہیں؟ اور ان کو دیوث کہنا اور ان سے بغض اللہ رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا!

جواب: لاریب! ایسا شخص فاسق ہے، اور دیوث کا اطلاق ایسے آدمی پر درست ہے، اور ایسے شخص سے اگر بغض، بوجہ اللہ تعالیٰ کے کرے تو موجب اجر ہے، اور نکاح اس شخص کا ہرگز درست نہیں ہوا، کیونکہ جب تک پہلا خاوند طلاق نہ دیوے، نکاح درست نہیں ہو سکتا اور ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ فقط

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۱۱۲-۱۱۳)

(۱) شامی ص: ۳۷۶ ج: ۱، باب الامامة (مطبع مجتہائی، دہلی) نیز شامی ج: ۱ ص: ۶۰ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء] [نور]

مفتی امین ایشیائی کاندھلہ

غیر مقلد ہیں جو غلوں و عاف و غیرہ سے وضو کرنے کو نہ مانتے ہوں اور وہ حیلہ بعد اختیار مطلق نہ کرتا ہو اس کی امامت کسی ہے؟ چنانچہ جواب۔

جواب: قوم پیغمبری کا نہیں کہ مکرر قطعیات کے ہیں اس کی امامت ہرگز درست نہیں اور جو غیر مقلد کہ مواضع خلاف میں اختیار کرے اور قول اس کا معتبر جانا چاہے بسبب صلاح کے اس کی امامت درست ہے، بلکہ کراہت۔ اور جو مسائل خلاف میں اختیار نہیں کرتا، اگر تحقیق ہو کہ بعد عاف مثلاً وضو نہیں کیا تو اس کی بھی امامت درست نہیں اور جو حال معلوم نہیں تو اس کی امامت درست ہے، مگر بہت تخریب۔

اہل بدعت و حیلہ لینے کے پانی سے اختیار کرنے والے کے، بظاہر حال اس بارہ نماز نہیں ہوئی، کیونکہ ایسا قوی مزاج کہ بعد بیل کے نظروں آوے، عجب میں شاید کوئی ہونے اور نہ سب کو قہراً آتا ہے۔ تو بس بعد پانی کے بدن اور کپڑا بالضرور نہیں ہوگا۔ ہاں اگر محقق ہو جائے کہ اس کا مزاج ایسا قوی ہے کہ نظروں نہیں آتا تو بے شک اس کی نماز درست ہے اور اقتدا کا حال اور معلوم ہو چکا۔ فقہ اللہ تعالیٰ اعلم!

رشید احمد گنگوہی مفتی اعظم

(مجموعہ رسائل ص ۲۲۵-۲۲۶)

(۱۹۷) نماز سے متعلق چند مسائل کی تصحیح و تحقیق: سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر مقتدی

نے امام کو مجھ میں پایا، بعد ایک مجھ کرنے کے اور مقتدی نے رکوع کیا اور دونوں مجھ کے، تو اس صورت میں نماز فاسد ہو جاتا ہے کی بنا پر اگر پایا امام کو بعد رکوع کے مجھ میں، پس رکوع کیا اور دونوں مجھ کے امام کے ساتھ تو نہیں فاسد ہوئی نماز اس کی۔ اس واسطے کہ ایک رکعت کی زیادتی نماز کو توڑتی ہے اور ایک رکعت سے کم کی نہیں توڑتی، اور اگر رکوع کیا مقتدی نے پہلے امام سے اور سر اٹھایا پہلے رکوع امام سے پس نہیں جائز ہو رکوع اس کا، اور اگر پایا امام کو بعد رکوع کے پس جائز ہوئی نماز۔ اور جب پہنچا طرف امام کے اور امام ہے رکوع میں اور نیت باندھی اور قیام میں کھڑا رہا یہاں تک کہ سر اٹھایا امام نے رکوع سے تو نہیں شریک ہوا، اور اس رکعت کے۔ اگر پایا امام کو رکوع میں بعد ایک تسبیح کے تو شامل ہوا رکعت میں، نیز یک امام احتیاطاً شریک کے اور شرعاً مستحباً ہی میں لکھا ہے کہ اگر نہ ظہر ہے بعد تین تسبیح کے رکوع میں، یا نہ تین تسبیح تو نہیں جائز ہوئی نماز اس کی، اور اگر بے غدر تک رکھا اور ہاتھ نہ رکھا مجھ کی جگہ میں، یا ہاتھ رکھا اور ناک نہ رکھا جگہ مجھ میں، تو نہیں جائز ہے نماز اس کی، صحیح ہے، یا قاطعاً؟

جواب: یہ نفس مسائل صحیح ہیں، مگر یہ مسئلہ کہ اگر ناک نہ رکھے اور ہاتھ رکھے تو نماز صحیح نہیں، درست نہیں، بلکہ فقہاء کا کہنا بدعت ناک کے، نماز کو بکراہت درست کر دیتا ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۵۷)

(۱۹۸) مقتدی کے نیت باندھتے ہی امام نے سر اٹھا سوال: امام رکوع میں ہے، کہ مقتدی نے لیا، کیا اس صورت میں بھی مقتدی شامل نماز ہے؟ نیت باندھ کر ارادہ رکوع میں جانے کا کیا کرے؟ جو امام نے رکوع سے سر اٹھا لیا، تو مقتدی شامل نماز امام ہو گیا، یا دوسری نیت کرے؟

جواب: اس صورت میں شامل نماز کا ہو گیا، دوسری نیت کی کیا ضرورت ہے؟ (بدست خاص، سوال ۱۶۲)
(۱۹۹) جو امام کے سلام پھیرنے سے پہلے نیت باندھ چکا، وہ نماز میں شریک ہے: مسئلہ: جو قبل سلام امام کے نیت باندھ چکا شریک ہو گیا، اب اس کو قعدہ کرنا ضروری نہیں، نماز ویسے ہی تمام کرے۔

(۲۰۰) اگر مقتدی مسجد سے باہر یا چھت پر ہوں اور امام مسجد میں ہو تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر مسجد کے احاطہ کے اندر، مسجد سے علیحدہ جو مکان ہے، یا مسجد کے احاطہ سے بھی علیحدہ مکان پر، مقتدی نماز پڑھیں اور امام مسجد کے اندر ہو، یا مقتدی مسجد کی چھت پر ہوں، تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

جواب: درست ہے، بشرطیکہ اتصال صفوف رہے۔ فقط
(۲۰۱) اگر صرف ایک یا دو مقتدی ہوں، تو کہاں کھڑے ہوں؟ سوال: اگر ایک امام ہو اور دو یا ایک مقتدی، تو وہ مقتدی برابر کھڑے ہوں، دائیں بائیں، یا پیچھے؟

جواب: دو مقتدی پیچھے کھڑے ہوں، [ایک مقتدی ہے تو امام کے دائیں جانب] فقط
(بدست خاص، ص ۱۳)

(۲۰۲) جو مسجد شاہراہ عام پر ہو، اس میں جماعت ثانی جائز ہے: سوال: جس مسجد میں دوسری جماعت کرنی جائز ہے، وہاں اس جگہ کو بھی بدلے جہاں جماعت ہوئی ہے، یا نہیں اور تکبیر بھی دوسری کہے، یا نہیں؟ جواب: جو مسجد شاہراہ پر ہے، وہاں اذان و جماعت ثانی اس جگہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۶۰)
(۲۰۳) ایک وقت میں ایک مسجد میں دو جماعتیں سخت مکروہ ہیں: سوال: کچھ مسلمانوں

نے زید کو امام بنایا اور کچھ دوسرے مسلمانوں نے عمر کو، اور ایک فریق دوسرے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا ہے، تو ایسی حالت میں ان دونوں فریق کو ایک وقت میں ایک ہی مسجد میں ایک ہی ساتھ جماعت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور دونوں کی نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

جواب: فرض نماز کا دواؤں سے ادا ہو جاتا ہے مگر دواؤں فریق مرکب کرنا ہے، کیونکہ فریق جماعت ختم کر دیا ہے۔ واللہ اعلم

(دست خاص ص ۲)

(۲۰۳) اگر جماعت سے نماز پڑھتے وقت کی چیز سے سب مقتدیوں سوال: اگر نماز جماعت کی نماز ٹوٹ گئی، تو ان کیلئے اس مسجد میں جماعت ثانی کا حکم؟ میں پڑھتے ہوئے مقتدیوں سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوا کہ ان کی نماز نہ ہوئی، اور امام نے اپنی نماز اچھی طرح ادا کی، تو ان مقتدیوں کو دوبارہ جماعت کرنا چاہئے یا نہیں۔

جواب: دوبارہ جماعت درست نہ ہوگی مگر بکر است، پس بہتر ہے کہ دوسری مسجد میں جا کر پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(دست خاص ص ۳)

(۲۰۵) مقررہ وقت سے پہلے، مسجد میں جماعت کا حکم اور اس کا ثواب؟ سوال: قبل از وقت معین، اگر دو چار شخص نے ضرورت سے سفر یا اور کی ضرورت میں، مسجد میں جماعت کر لی، بعد امام معین کے ساتھ وقت مقررہ پر جماعت ہوئی، جماعت اولیٰ یہ ہوئی یا نہیں، اور پہلوں کو ثواب جماعت (کا) ملے گا، یا نہیں؟

جواب: جماعت اولیٰ امامی داخل محلہ کی ہوتی ہے، اس صورت میں جماعت اولیٰ دوسری ہے اور ثواب جماعت بھی دوسری جماعت والوں کو ہوگا۔ پہلے لوگوں کی جماعت کر دہ تھی اور ثواب بھی جماعت کا نہیں ملے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلام ص ۱۴۳-۱۴۵)

(۲۰۶) کسی مسجد میں امام کے دیر سے آنے کی وجہ سے ترک جماعت کرنا یا امام سے پہلے نماز پڑھ لینا؟ جماعت ختم کر دیا ہے اور امام سے پہلے پڑھ جانے میں فساد ہوتا ہے اس سے بھی احتساب واجب ہے۔

(مجموعہ کلام ص ۱۴۵)

(۲۰۷) مسجد میں پہنچ کر نماز سے پہلے کچھ دیر وقفہ کرنا کیسا ہے؟ سوال: نماز پانچویں آنے کے بعد کچھ دیر وقفہ کر دیتے ہیں، بلا انتظار کسی کے، اور پھر نماز شروع کرتے ہیں، یہ فعل مستحسن ہے، یا نہیں؟

الجواب: مسجد میں آ کر انتظار کرنا جماعت کا اور نمازیوں کا موجب ثواب ہے اور ذکر کے واسطے بھی ثواب ہے، اور کوئی وقفہ شروع نہیں۔ فقط۔

(مجموعہ درام پور، ص ۸)

(۲۰۸) متعین امام کے علاوہ امام بن کر جماعت شروع کر دے اور امام آ جائے تو وہ کیا کرے؟

سوال: محلہ کا امام کسی عذر کے سبب سے نماز کے وقت مسجد میں نہ ہو اور نمازی کسی کو امام کر کے نماز شروع کر دیں، پھر امام آ جائے تو وہ

شریک جماعت ہو یا نہ ہو، اور ان لوگوں کی نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟

جواب: صورت مسئلہ میں نماز مقتدیوں کی، دوسرے امام صاحب کے پیچھے درست ہوگئی اور امام مذکورہ کو بھی جماعت میں ضرور شریک ہونا چاہئے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، مولانا ظفر الدین صاحب ص ۲۹۸-۲۹۹ ج ۳۔ (دیوبند: ۱۳۹۰ھ)

(۲۰۹) نماز میں قرات فرض ہے، جس کقرأت نآئے اس کے لئے کیا حکم ہے؟ مسئلہ: قرات

مطلق [نماز میں مطلق قرات فرض ہے] مگر معذور کو تا حصول قرات، قدر فرض تسبیح و تہلیل چاہئے، سو آپ نے؟ اگر چہ اس مصلیٰ کو قرآن آتا تھا مگر تعلیم نواند کے واسطے مسئلہ معذور عن القراءۃ کا بھی فرمایا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بوجہ صیغہ خطاب کے، خود مخاطب کو ہی قرآن قدر فرض کے یاد نہ تھا، یا عربی تھا یا غمی تھا، اس سے کچھ غرض نہیں بلکہ وہ عربی تھے اور قرآن بھی کچھ یاد تھا، اور یہ بیان بطور تعلیم فائدہ بیان مسئلہ واقع کے ہے اور بس فقط۔ والسلام

مجموعہ کلاں ص ۲۳۰

(۲۱۰) نماز میں قرات زبان سے ضروری ہے: سوال: اگر نماز میں قرات دل ہی میں پڑھی

زبان سے نہیں پڑھی، تو نماز ہوئی یا نہیں، اور اسی طرح اگر علاوہ نماز کے قرآن شریف دل ہی دل میں پڑھا، تو ثواب قرآن پڑھنے کا ہوا، یا نہیں؟

الجواب: نماز میں قرآن زبان سے پڑھنا فرض ہے، دل سے کفایت نہیں، اور خارج نماز کے بھی تفرک

ثواب تو ہوگا، مگر قرات کا ثواب جب ہی ہوگا کہ زبان سے پڑھے۔ (۱) فقط

(بدست خاص، سوال ۱۴۱، جواب ۱۴۳)

(۲۱۱) سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد دیر تک وقفہ کرنا؟ سوال: [امام] نماز میں بعد ختم الحمد کے بہت

دیر ٹھہرتا ہے، یہ ٹھہرنا کیسا ہے؟

(۱) زبان سے پڑھا صحیح حروف کا وجہ ہے، یعنی زبان حرکت کرے حروف کی آوازیں نکالے اور حروف کی آوازیں نہ نکالے، یہ زبان سے پڑھنا ہے اور اگر اپنا پڑھنا تو یہ سزا پڑھنا کا کافی وجہ ہے، بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں اور ان کے ہونٹ ہلکے نہیں ہٹتے، یہ دل میں پڑھنا ہے ان کی نماز نہیں ہوتی۔ (پان پوری)

مطلقاً کسی شخص کی آواز کی بنا پر

جواب : بعد فاتحہ کے سکون [سکوت] دیر تک منع ہے، کیونکہ بعد فاتحہ کے بقدر آمین یا بسم اللہ کے توقف درست ہے اور زیادہ مکروہ ہے، اور امام شافعی [کا] مذہب مقتدیوں کے فاتحہ پڑھنے کے واسطے سکوت کرنا ہے، جب کہ اس کا مقتدی کوئی شافعی نہیں، تو اس کو سکوت محض ہوئے نفسانی اور غیر مشروع اور جہل حقیقت الحال سے ہے، لہذا اس کو اس حرکت سے منع کرنا چاہئے اور اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے، وہ محض جاہل ہے۔ ایسی حالت میں پیچھے اس کے نماز مکروہ تحریمی ہووے گی۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱)

(۲۱۲) فاتحہ خلف الامام سے متعلق چند مباحث: بنام منصب علی از بندہ رشید احمد غنی عنہ السلام علیکم آرمیاں گم شدند، ملک خدا [را] خر گرفت۔ علماء مرگئے جہلاء [کی] نفسانیوں نے فتنا اندازی پر کمر باندھی، اگر صاحب (کذا) اہل دیانت ہو، یہ ہی بہت ہے۔ کہ کروڑوں پدمنوں علماء تمام ہندوستان میں خفی المذہب ہیں، کیا سب کے سب بے نماز و گمراہ ہیں، اب غدر [۱۸۵۷ء] کے بعد دیندار عالم پیدا ہوئے۔ افسوس، جس بات کو قدیم صدہا سال سے لوگ کرتے آئے ہیں اور سب علماء حقانی کر کے بتلاتے رہے، وہ تو ایک امر لغو ہو جاوے اور جواب کے چند نو خیز سمجھ گئے، وہ عین حق اور دین ہووے، پس اب سنو کہ:

آیت: إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لِمَا (۱)

خطبہ کے وقت کلام کرنے میں اور ذکر کرنے میں اور نماز میں خلف امام قرآن پڑھنے اور کلام کرنے میں نازل ہوئی ہے، اور مطلقاً خلف امام کچھ پڑھنے کو منع فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں خود ابو ہریرہؓ سے اور دوسرے صحابی سے حدیث ہے، کہ ارشاد فرما فرمایا ہے۔ إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا (۲) یعنی جس وقت امام پڑھا کرے تم چپ رہا کرو۔ پس فاتحہ بھی قرأت ہے، آیت اور حدیث اپنے عموم پر ہے اور مطلقاً قرأت خلف امام کو منع کرتی ہے، اور دیگر احادیث بھی ہیں، جن سے منع ہوتا قرأت خلف امام کا ظاہر ہے، البتہ امام شافعی صاحب اور دیگر علماء کا یہ مذہب ہے کہ امام کے پیچھے قرأت پڑھنا چاہئے، مگر انہوں نے یہ طرز نکالا ہے کہ امام فاتحہ پڑھ کر جہر یہ میں چپ ہو جاتا ہے، تا کہ مقتدی فاتحہ پڑھ لیں! اور مذہب ائمہ ایسے مسائل میں کہ مختلف صحابہ میں ہوں سب حق ہوئے ہیں۔ البتہ جو شخص مقلد کسی ایک شخص کا ہے، اس کو اس پر عمل کرنا چاہئے

(۱) وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لِمَا تَقُولُ۔ ترجمہ: اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر نہ ہو۔ (سورہ اعراف ۲۰۳ ترجمہ شیخ البند)

(۲) عن ابی ہریرۃؓ منہ الامام ۲/۳۷۶: إِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لِمَا تَقُولُ۔ (مسند ابی ہریرہؓ: ۱۹۷۸ء)۔ (احمد محمد شاکر رقم الحدیث: ۸۸۷۵ ص ۳۷، ج ۹) [ذوالحدیث بالقاعدہ] (تور)

اور مباحث اور ترجیح طحا کا کام ہے نہ (کہ) اعوام کا۔ سوال کے شبہات اور دلائل کے جواب ہو سکتے ہیں، کہ بندہ کو ان کا کفر ضروری نہیں، کیونکہ آپ بطور تحقیق استفسار کرتے ہیں لہذا جو امر حقیقی بندہ کے نزدیک ہے، جواب دیتا ہوں۔

کہ جو غنی فاقہ پڑھتا ہے خلف (امام) کسی حدیث تحقیق سے، کہ اس کو سبب اپنے علم یا تہذیب کے اس خاص مسئلہ کی حقیقت اور ترجیح واضح ہوگئی یا اسکی نماز ہو جاتی ہے، یہ کہنا کہ اسکی نماز نہیں ہوتی نامناسب امر ہے بلکہ جو بوجہ تہصیب کے اس کام کو کرتا ہے غنی بچار ہے بلکہ ایسے شخص کی اقتدار درست ہے، مگر ایسے تہصیب کو امام بنانا مکروہ ہے اور جو لوگ فاقہ خلف امام نہیں پڑھتے یا کسی نماز بے شک درست اور تمام ہے، لیکن اس میں حرج نہیں۔ تم لوگ اس قضیہ کو رفع کردو اور ایسے فقہاء ائمہ سے الگ رہو، انہو علی ہو۔ اور آپ ثبوت کتب معتبرہ سے بوطلب کرتے ہو تو خود حدیث صحیح مسلم کی لکھ چکا ہوں اور اگر یہ مراد ہے کہ تمام تحقیقی حکمی جادے تو صاحب ارسال لکھے گئے اور نفسانیت کے مقام میں کسی نے نہیں مانا۔

اب مختصر یہ ہے کہ مولوی محمد (حسین) باقاولی کہ اس ورنہ اس قوم کے ہیں اب حضیہ کے ثبوت و حقیقت کو لکھ رہے ہیں مگر دل چاہے تو ان کی اشاعت السنہ جلد نم (۱) کو دیکھ لو فقط۔

بعد کتاب اللہ کے صحیح بخاری ہے عند الاستفسار پھر صحیح مسلم اور علمائے مغرب نے صحیح مسلم کو بخاری سے اول کہا (ہے) اور دیگر کتب صحاح بھی معتبر ہیں اور جب قرآن اور دلائل لاحق ہو جاتے ہیں تو حدیث و دیگر کتب کی سمجھنی سے بھی راجح ہو جاتی ہے، چنانچہ کتب اصول حدیث میں لکھا ہے..... سو یہ بحث اول لوگوں کی لغو ہے اور بخاری میں خلف امام فاقہ پڑھتا ہرگز کسی روایت میں ثابت نہیں مابین یہ حدیث ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی نماز بدون فاقہ کے نہیں ہوتی مگر نماز امام اور مقتدی کی ایک نماز ہے امام کی فاقہ مقتدی ہی کی فاقہ ہے۔ (مجموعہ کماں ص ۲۸۵-۲۸۶)

(۲۱۳) ایک رکعت میں سورہ بقرہ پھر دوسری رکعت میں سورہ النساء پڑھی تو کیا حکم ہے؟
سوال: ایک شخص نے ایک رکعت میں سورہ بقرہ اور دوسری رکعت میں سورہ النساء پڑھی، تو نماز مکروہ ہوئی یا کبھی ہوئی؟ اور ایک سورہ درمیان (ہے)؟
جواب: یہ صورت مکروہ و خیر بھی ہے، چھوٹی بڑی سورت کا سب کا ایک حکم ہے۔
چھوڑ کر پڑھنا چھوٹی سورتوں میں مکروہ ہے، یا بڑی سورتوں میں بھی حکم ہے۔

(بہرہ خاص ص ۱۸)
(۱) اشاعت السنہ جلد نم (۱) ص ۲۸۵-۲۸۶ میں لکھا ہے: یہ سوال اہل حدیث و سلف کا جو پڑھنا بھلا کر بھلا کر پڑھنا تھا۔
کا ایک بار پڑھنا، اور بعد ازاں اس کی قرآن کی تفسیر پڑھنا۔ (نور)

اگر سجود (۱) میں الصاق کعبین کیا جاوے تو توجہ اصابع رجليں الى القبلة نہیں ہو سکتا، مگر ہاں! جس کا سارا پنجہ پاؤں کا مساوی اور سب انگشت برابر مساوی ہوویں، تو مضائقہ نہیں۔ اور ایسا پاؤں تو کہیں شاذ و نادر ہوتا ہے، تو اب حقیقی معنی الصاق میں توجہ اصابع الى القبلة فوت ہوتی ہے، تو بظاہر یہ مراد نہیں، اگر محاذات (۲) پر حمل کیا جاوے تو رکوع و سجود کی خصوصیت کیا ہے، یہ قیام کی سنت ہونی چاہئے، مگر یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے، کیونکہ شامی مجدد کی بحث میں کہتا ہے:

قد منا أنه ربما يفهم منه أن السجود كذلك، إذ لم يذكر وتفريجها بعد الركوع فالأصل بقاؤهما هنا كذلك الخ (۳)

ترجمہ: اس سے پہلے ہم کہہ چکے ہیں، کبھی کبھی اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ سجدے بھی اس طرح ہیں، کیوں کہ ان دونوں کو رکوع کے بعد، کھولنے کا ذکر نہیں، تو اصل ان کا یہاں اس طرح باقی رہنا ہے۔

سو تفریح (۴) کے مخالف الصاق مراد رکھتے ہیں اور وہ معنی حقیقی کے مراد ہونے پر دال ہے، اور اس الصاق کی کہیں سند نہیں ملی، پہلے بھی تحقیق کیا تھا۔ فقط (مکتوبات بنام مولانا ظلیل احمد مکتوب نمبر ۳۳)

(۲۱۸) چاول اور چینی پر اگر ماتھا ٹک جائے، تو سجدہ کا حکم؟ سوال: چاول اور جوار اور چینی پر اگر ماتھا نہ دھنے، تو سجدہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جس چیز پر ماتھا قائم ہو جاوے گا، نماز درست ہو جاوے گی، چاول ہو یا گندم، ورنہ نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۱۵۸)

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا: (۳) یہ سوال مقدر کا جواب ہے، بخاری شریف میں ٹخنے ملانے کا ذکر ہے (بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الزاقي المسك) حضرت نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس سے مقتدیوں کا ٹخنہ ملانا بھی صلیں سیدھی کرنے کے لئے تھا، یعنی نماز شروع کرنے سے پہلے باہم ٹخنے ملا کر محاذات کر لیں، پھر دھتک سے کھڑے ہو کر نماز شروع کریں اور اگر صلیں سیدھی کرنے کا کوئی اور ذریعہ ہو، مثلاً صف کی لکیر بنی ہوئی ہو یا صف یکجہی ہوئی ہو، تو اس کے ذریعہ بھی صف سیدھی کی جاسکتی ہے، اس وقت ٹخنے ملا کر صف سیدھی کرنے کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد نبوی میں کچا فرش تھا، کوئی نشان نہیں تھا، اس لئے صحابہ ٹخنے ملا کر صف سیدھی کیا کرتے تھے، غیر مقلدین نے اس کو حالت قیام میں کھڑے ہونے کا طریقہ سمجھ لیا ہے، جو صحیح نہیں ہے۔ (پالن پوری)

(۱) یہ ایک دوسرے سوال مقدر کا جواب ہے، کہ اگر درخت کے قول سے سجدہ میں ٹخنوں کو ملانا مراد لیا جائے تو کیا حرج، شاذ و نادر ہی کسی کے پاؤں کا پنجہ مساوی ہوتا ہے اور سب انگلیاں برابر ہوتی ہے اور حقیقی الصاق کی صورت میں عام لوگوں کی پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ نہیں ہوں گی، اس لئے بظاہر یہ بھی مراد نہیں۔ (پالن پوری)

(۲) یہ ایک اور سوال مقدر کا جواب ہے، کہ بخاری میں ٹخنے ملانے کا جو مقصد محاذات ہے، درخت کی روایت میں وہ کیوں نہ مراد لیا جائے؟ جواب یہ ہے کہ پھر رکوع و سجود کی خصوصیت کیا ہوگی، بلکہ یہ قیام کی سنت ہوگی مگر یہ معنی مراد نہیں لے سکتے، کیونکہ شامی نے صراحت کی ہے کہ سجدے رکوع کی طرح ہیں، پس اگر رکوع میں ٹخنے ملانے گئے، تو وہ سجدوں میں بھی ملے رہیں گے۔ (پالن پوری)

(۳) شامی (نسخہ ہندیہ) ص ۳۳۹ ج ۱۔ باب اطالۃ الركوع للحاء ی (مطبوعہ بانی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی (رد المحتار) ص ۵۰۳ ج ۱۔ باب اطالۃ الركوع (مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۹ھ) [نور]

(۴) یہ بحث کا خلاصہ ہے کہ جو لوگ الصاق کعبین کے قائل ہیں اور تفریح (کشافہ رکھنے) کے مخالف ہیں، وہ الصاق کے حقیقی معنی مراد لیتے ہیں، صرف محاذات مراد نہیں لیتے اور الصاق حقیقی کی کوئی دلیل نہیں، بلکہ لغوی باب التطبیق فی الركوع میں تفریق کے افضل ہونے کی صراحت ہے۔ (پالن پوری)

(۲۱۹) اگر التحیات کی جگہ طاحیات پڑھ دیا تو؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ

میں: کہ کسی شخص نے بسبب سہو یا جلدی یا عدم صحت، بجائے التحیات لفظ طاحیات پڑھا، نماز اس کی ہوگئی یا نہیں، اور پڑھنے والے پر گناہ ہوا، یا نہیں؟ مینواتو جروا

جواب: نماز ہوگئی، (۱) مگر جو غفلت سے یا جان کر ایسا کلمہ پڑھا، گنہگار ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں، ص ۲۳۱)

(۲۲۰) فرض اور نفل میں جلسہ اور قومہ کے اذکار یکساں ہیں، مگر؟ مسئلہ: جلسہ [اور]

قومہ کے اذکار فرض [و نفل] میں یکساں ہیں، تنہا اذی فرض میں پڑھے، جماعت میں تطویل کرنا نہیں چاہئے۔ فقط والسلام

رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں، ص ۱۲۳)

(۲۲۱) نماز میں قعدہ کے وقت نظر کہاں رکھے؟ سوال: نماز پڑھتے ہوئے قعدہ میں نظر

سجدہ کی جگہ پر رکھے یا چھاتی پر؟

جواب: دونوں جگہ درست ہے، غرض خیال و نظر بندی ہے۔ (بدست خاص، سوال ۸۸)

(۲۲۲) بغیر اجازت، دوسرے کے کپڑوں میں نماز کا حکم؟ سوال: بعض دھوبی کسی غیر

کے کپڑے سے نماز پڑھ لیتے ہیں، تو جو کوئی غیر کے کپڑے سے بدون اجازت نماز پڑھے، تو نماز ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

الجواب: ادا ہو جاتی ہے۔ (بدست خاص، ص ۳۰)

(۲۲۳) تھوک نکل لینے سے روزہ اور نماز ٹوٹنے کا حکم؟ سوال: روزہ دار کے منہ میں اگر

بلغم یا تھوک جمع ہو جاوے حالت نماز میں، یا غیر نماز میں، تو روزہ اور نماز ہوئی یا نہیں، اگر وہ بلغم یا تھوک منہ میں آیا ہوا،

نگلا جاوے؟

جواب: اگرچہ نکل جاوے، درست ہے۔ فقط (بدست خاص، ص ۳۱)

(۲۲۴) اگر دانتوں میں غذا، رہ گئی اور نماز کے بعد پتہ چلا؟ سوال: جو نماز کے بعد

سوڑھے میں سے کچھ غذا نکلی، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: غذا کار ہنا دانتوں میں مفید نہیں۔ فقط (مجموعہ کلاں، ص ۱۲۷)

(۱) نماز اس لئے ہوئی کہ زلف لٹکائی سہواً کا تعلق صرف قرأت کے ساتھ ہے۔ (پان پوری)

(۲۲۵) نماز پڑھنے والے نے اگر چھینک آنے پر الحمد للہ یا کسی بری خبر پر انا للہ کہہ دیا، تو؟

سوال: مصلیٰ کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا، یا کوئی مصیبت کی خبر کان میں پڑی اور اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون کہا، یا جمائی آئی اور اس نے لا حول و لا قوۃ الا باللہ پڑھا، یا اچھی خبر پا کر سبحان اللہ کہا، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: خبر سارا خوشی دینے والی یا موجب رنجش سے نماز جاتی رہتی ہے، (۱) اور اگر جمائی لی اور لا حول پڑھا ہے، یا چھینک پر الحمد للہ کہا اور جواب کسی کا مقصود نہیں، تو نماز ہو جائے گی، اور انا للہ مصیبت دینی پر ہے تو نماز جائز اور اگر مصیبت دنیوی پر ہو تو ناجائز، اور اگر دوسرے کی چھینک پر الحمد للہ یا رحمک اللہ کہے، تو نماز نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۳)

(۲۲۶) اگر خارش یا مچھروں کے کاٹنے کی وجہ سے نماز میں بار بار کھجایا، تو؟ سوال: اگر

نماز میں بہت دفعہ، یعنی چار پانچ مرتبہ بدن میں خارش اٹھے، یا مچھر وغیرہ نے کاٹا اور اس نے یعنی نمازی نے اتنی ہی دفعہ کھجایا، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: [نماز] ہو جاتی ہے بسبب ضرورت کے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۲۷) نماز میں گریہ وزاری کا حکم؟ سوال: اگر نماز میں غلبہ محبت خدا اور رسول سے، یا خیال نعمت ہائے

خداوندی کا کر کے، یا اپنے گناہوں کے خیال سے، یا قرآن کے معنوں کا خیال کیا اور لذت حاصل ہوئی اور دل میں جوش آیا۔ غرض جس طرح سے ہو باعث دنیا نہ ہو، نہ رنج و مصیبت بیماری بدنی کی ہو، بلکہ از مردین [دین کی وجہ سے] ہو کہ کوئی خیال دینی ہی ہو، اگر کوئی گریہ کرے یا آہ کرے، یا ہوا کرے کہ آواز ظاہر ہو، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: غلبہ محبت حق تعالیٰ سے یا ذکر جنت و نار سے، اگر گریہ ہو یا آہ، اوہ نکلے یا صوت نکلے، نماز میں نقصان

نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۲۸) اگر نماز میں رو پڑا، یا آہ یا ہوا کی تو کیا حکم ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے

دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص جماعت میں نماز پڑھ رہا ہے اور وہ یک بیک از خود رو پڑا، یا آواز بلند لفظ اللہ یا آہ یا ہوا یا حق یا کانپ کر ہو کہ اٹھا، اور ہم کو علم نہیں کہ آیا اس کو بذوق الہی یہ کیفیت پیش آئی، یا بغیر ذوق الہی اور یہ صورت ہائے مرقومہ بالا شخص مذکور کی نماز ہوئی یا نہیں، اور نیز اس کے قرب و جوار کے لوگوں کی نماز باقی رہے گی، یا فاسد ہو جائے گی؟ بینوا تو جروا۔

(۱) یعنی ایسی چیز کے جواب دینے سے نہ کہ صرف خبر سن لینے سے کیونکہ اس سے جواب مقصود ہے جس وہ کلام ہے اور مقصد صلوٰۃ ہے۔

(پانچویں)

الجواب: اگر نماز میں لفظ اللہ یا کوئی اسم حق تعالیٰ کا، نمازی مقتدی یا امام نے کہا، تو اس سے نماز کسی حال میں نہیں ہوگی اور جو ہو، باہر آو، نکلا، اگر بذوق و خشیت سے یا ذکر جنت و رحمت سے نکلا، تو بھی نماز نہیں جاتی، اور جو بدو اس کے کہا تو نماز فاسد ہوتی ہے، اور جس کا حال معلوم نہیں ہے، اس کے حال کو حسن ظن کے ساتھ خیر پر حمل کرنا چاہئے، بدگمانی نہ کرے، جب تک دلیل قوی اس کے فریب و ریا کی نہ ہو، اور اس کے پاس والوں کی نماز میں کوئی فساد و نقصان نہیں ہوتا، اگرچہ وہ ریاکار بھی ہو، مگر ریا کرتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوو گی، نہ [کہ] پاس والے کی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی

(۲۲۹) کن ٹوپ میں نماز؟ مسئلہ: لباس کن ٹوپ میں، جس طرح چاہے نماز پڑھے، نماز درست ہے۔

(مجموعہ کلاں، ص ۱۳۳)

(۲۳۰) صدری (فتویٰ) میں نماز؟ سوال: خواندن صلوٰۃ در صدری کہ در ملک پنجاب فتوحی (۱) گویند، باوجود جامہ دیگر، چہ حکم دارد؟

ترجمہ: صدری میں جس کو پنجاب میں فتوحی کہتے ہیں، اس میں دوسرا کپڑا موجود ہوتے ہوئے، نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اگر فتوحی سینہ و کمر و دوش و دست پوشیدہ شد، نماز در اس باوصف بودن پار چہ دیگر بلا کراہت ادا می شود، البتہ دیگر پار چہ افزودن ادب است، اگر در فتوحی موافق وافی ماند، کراہت تنزیہی خواہد بود۔ فقط۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۶)

ترجمہ: اگر فتوحی سے سینہ، کمر کندھے اور ہاتھ چھپ جائے، تو دوسرا کپڑا موجود۔ ونے کے باوجود، اس میں بلا کراہت نماز ہو جائے گی، مگر دوسرے کپڑے کا اضافہ کر لینا ادب ہے۔ اور اگر فتوحی ضرورت کے مطابق ہے، تو اس میں نماز مکروہ تنزیہی ہوگی۔

(ت: نور)

(۲۳۱) بلا ٹوپی کے صرف عمامہ سے نماز؟ سوال: عمامہ کے نیچے ٹوپی نہ ہونے سے نماز مکروہ ہوتی ہے، یا نہیں؟

الجواب: عمامہ بلا ٹوپی سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، البتہ ٹوپی کا ہونا مستحب ہے فقط۔

(مجموعہ رام پور، ص ۸)

(۱) فتویٰ: عربی، اسم نہایت صدری، بن آجھو کی کمری، بن آجھو کی مرزئی، ایک جسم کی جاکٹ کرتی بزرگ آصفیہ، مولوی سید احمد دہلوی ص ۳۳۶ ج ۳۔
مسئلہ: نہایت صحیحی کا معاملہ پان میں فتوحی کہتے ہیں۔ بزرگ اصطلاحات پیشہ وران مرتبہ مولوی فخر الرحمن صاحب دہلوی ص ۱۳۸-۱۵۰ جلد دوم (دہلی ۱۹۳۰ء) (نور)

(۲۳۲) اگر نماز میں، مردار کی ہڈی بدن پر ہو؟ سوال: مردار کی ہڈی گلے وغیرہ میں لگا کر

نماز درست ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

جواب: مردار کی ہڈی پاک ہوتی ہے، سوائے خنزیر کے، سو اس کے ساتھ ہونے سے نماز میں کچھ نقصان

نہیں آیا۔ فقط (مجموعہ کلاں، ص ۱۳۷)

(۲۳۳) قضاء نماز کو ادا کی نیت سے پڑھنا: سوال: اگر ظہر کا وقت جاتا رہا اور عصر کا وقت آ گیا،

تو اس قضا شدہ نماز ظہر کو اگر بنیت ادا پڑھے اور نیت قضاء کی نہ کرے، حالانکہ نماز قضا ہی پڑھی ہے، تو وہ نماز ادا ہوگئی، یا نہیں؟

جواب: [نماز] ادا ہو جاتی ہے۔ فقط (بدست خاص، ص ۴۰)

(۲۳۴) ادا نماز کو قضاء کی نیت سے پڑھنا؟ سوال: اگر وقت نماز کا تھا مگر مصلیٰ نے اس ادا

نماز کو بنیت قضاء ادا کیا، حالانکہ ادا ہی پڑھی ہے تو نماز ادا، ادا ہوگئی، یا نہیں؟

جواب: درست ہے۔ (بدست خاص، ص ۴۰)

(۲۳۵) نماز کے بعد کی تسبیحات (اور صوم عرفہ) مستحب ہیں: مسئلہ: بعد نماز کے

تسبیح تحمید تکبیر مستحب ہے اور صوم عرفہ بھی مستحب ہے، سنت موکدہ نہیں۔ شاہ عبدالعزیز کے کلام کی مجھ کو خبر نہیں، سب کتب

فقہ میں مستحب لکھا ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد، ص ۱۹)

مکروہات نماز

(۲۳۶) محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانے کا حکم؟ حافظ علی حسن امام مسجد نے جو جواز کا فتویٰ

باہر کی محراب میں کھڑے ہونے کے بارے میں، کسی اردو کتاب کے حوالہ سے دیا تھا، حضرت (گنگوہی) قدس سرہ نے جواباً یہ

ارشاد فرمایا، کہ بس تم اپنی کتاب کو رہنے دو، امام کو محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا، خواہ محراب اگلی ہو یا پچھلی، بہر حال

مکروہ ہے۔ (مجموعہ رام پور، ص ۱۶)

(۲۳۷) عمامہ پر سجدہ مکروہ ہے: سوال: ٹوپی اگر سجدہ گاہ اور ماتھے کے بیچ میں حائل رہے، تو نماز

درست ہے یا نہیں؟

جواب: حیلولہ گاہ کا جبہ و ارض میں مکروہ ہے۔ فقط (مجموعہ کلاں، ص ۱۳۷)

(۲۳۸) نماز میں بلا ضرورت زمین کا سہارا لے کر کھڑا ہونا مکروہ ہے: مسئلہ: اگر

قوی آدمی بلا وجہ زمین پر اعتماد کر کے (ٹیک لگا کر) کھڑا ہو تو مکروہ ہے اور ناقض ہرگز نہیں اور ضعیف کے واسطے اجازت ہے، مکروہ بھی نہیں۔
(مجموعہ کلاں ص ۱۳۴)

(۲۳۹) نماز پڑھنے والے کے سامنے اگر کوئی صاف تصویر ہو تو؟ سوال: کسی چیز گھڑی وغیرہ

پر تصویر ہے اور وہ نمازی کے سامنے رکھی ہے، تو نماز ہو جاوے گی، یا مکروہ ہوگی؟
جواب: اگر ایسی تصویر ہے کہ معلوم ہوتی ہے تو نماز مکروہ ہوگی اور اگر ایسی چھوٹی ہے جیسے مجھ پر بھی کہ کپڑے پر ہونے سے معلوم نہیں ہوتی، تو مکروہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(بدست خاص ص ۵۷)

نماز میں سہو اور سجدہ سہو کے مسائل

(۲۴۰) اگر چار رکعت میں قعدہ اولیٰ نہیں کیا، تو سجدہ سہو سے نماز ہوگئی: سوال: اگر چار رکعت

نفل کی نیت کی تھی اور دو رکعت کے بعد قعدہ وسط کا نہ کیا اور تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو گیا، پھر چاروں رکعت کے بعد اخیر میں سجدہ سہو کر لیا، تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: [نماز] ہوگئی۔ فقط
(بدست خاص ص ۱۱)

(۲۴۱) فرض نماز میں چار رکعت کے بعد بھول

سوال: ایک شخص مثلاً ظہر کے فرض پڑھتا ہے اور آخر قعدہ کے بعد سہو سے پانچویں رکعت کے واسطے کھڑا ہو گیا، بعد میں یاد آیا تو اس نے دو رکعت [پوری] کر کے سجدہ سہو کر لیا اور نماز تمام کی، تو دو رکعت جو بعد فرض کے پڑھتے ہیں، وہ ادا ہوگئی، یا نہیں؟

جواب: دو رکعت سنت مؤکدہ اس سے ادا نہیں ہوتی، یہ دو نفل ہو جاویں گے۔ فقط واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۴۴)

(۲۴۲) اگر آخری قعدہ میں التحیات کے بعد بھول کر کھڑا ہو گیا، تو کیا کرے؟ سوال: اگر اخیر

رکعت میں آدمی نے التحیات پڑھی اور پھر بھول کر کھڑا ہو گیا اور بعد کھڑا ہونے کے یاد آیا، کہ رکعت تمام ہو چکی ہیں اور پھر بیٹھ گیا، تو دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے، یا بدون التحیات پڑھے سجدہ سہو کرے۔

جواب: اس صورت میں دوبارہ التحیات نہ پڑھے، بیٹھ کر سلام پڑھے کر، سجدہ سہو کرے۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۹)

(۲۳۳) اگر دو رکعت کے بعد تیسری کیلئے کھڑا ہو گیا، اس وقت یاد آیا تو کیا کرے؟ سوال: اگر

دو رکعت نفل یا فرض کی نیت کی اور قعدہ اخیر کا یاد نہ ہا تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو گیا، یہاں تک کہ سجدہ بھی کر لیا تب یاد آیا کہ تیسری رکعت ہے تو اگر اس کے ساتھ اور ایک رکعت ملا لے تو نماز ہوئی ہے، یا نہیں، یا اگر سر نو نماز توڑ کر نیت باندھے۔

جواب: اگر فرض نماز تھی جیسے [کہ] فجر کی نماز اور بدو ن قعدہ کے تیسری رکعت کا سجدہ کیا [تو] پوچھی

ملا لیوے، چاروں نفل ہو جاویں گی اور جو نفل ہو تو بھی چاروں نفل ہو جاویں گی اور سجدہ سہو کر لیوے، اور فرض ہو تو اماندہ کر لیوے۔

(بدست خاص، سوال ۱۳۹)

(۲۳۴) اگر ایک رکعت پر بھول کر سلام پھیر دیا، پھر یاد آیا تو؟ سوال: ایک شخص نے دو رکعت

نماز کی نیت باندھی اور ایک رکعت پڑھ کر ہو ہوا کہ دونوں پڑھ لی ہیں، اور اس نے سلام پھیر دیا اور بعد سلام پھیر دینے کے یاد آیا کہ ایک رکعت ہوئی ہے اور بہت جلد کھڑا ہو کر، وہ رکعت بھی پڑھ لی تو سجدہ سہو کا کرے، یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں سجدہ سہو کرے، نماز ہو جاوے گی۔

(۲۳۵) وتر کے بعد کی دو نفلوں کا بیٹھ کر پڑھنا افضل ہے، یا کھڑے ہو کر؟ سوال: دو نفل جو

بعد وتر کے پڑھتے ہیں، ان کو کھڑے ہو کر پڑھنا یا دو نفل ہے یا بیٹھ کر؟

جواب: کھڑے ہو کر پڑھنے میں پورا ثواب ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب۔

(بدست خاص، سوال ۱۴۹)

(۲۳۶) اگر امام سجدہ سہو بھی بھول گیا، سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو؟ سوال: امام سے

نماز میں سہو ہوا اور سجدہ سہو بھی بھول گیا اور دونوں طرف سلام پھیر دیا، مقتدیوں کو یاد تھا بعد انقراغ امام انھوں نے صرف سجدہ سہو ادا کیا تو اندریں صورت مقتدیوں کی طرف [سے] جبر نقصان ہو جاوے گا، یا نہیں؟

الجواب: اگر امام نے بعد دو سلام کے قبل کسی حرکت منافی صلوٰۃ کے سجدہ کیا، تو درست ہے اور سب کی

نماز کا جبر ہوا اور جو مقتدی تنہا سجدہ کرے گا، وہ معتبر نہیں، اور نہ جائز ہو سکتا ہے۔

(مجموعہ راہپور ص ۹)

(۲۳۷) اگر درمیان قعدہ میں سلام پھیر دیا، پھر یاد آیا تو؟ سوال: اگر نمازی نے وسط

کے قعدہ میں ہی ایک طرف یا دونوں طرف سلام پھیر دیا اور بعد میں یاد آیا کہ ابھی نماز تمام نہیں ہوئی اور اسی نیت سے کھڑے ہو کر نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہوئی، یا نہیں؟

جواب : وسط عقدہ میں درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دیا تو سب نماز کے سہواً دے گا اور جو کچھ نہیں پڑھا اور بعد سلام کے کھڑا ہو گیا تو قبل وقت کے سب سجدہ سکوناً دے گا۔ (دست غامض، ص ۱۵۵)

(۳۳۸) اگر بھول کر ایک رکعت دہ گئی اور سلام دو عا کے بعد یاد آئی تو؟ **سوال :** اگر بھول کر ایک رکعت دہ گئی اور بعد سلام دو عا مانگنے کے یاد آئی تو اسی نیت ساتھی سے اگر ایک رکعت پڑھ لے اور مجددہ سجدہ کرے تو نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب : درست ہے، کیوں کہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مفید صلوٰۃ کا نہیں۔ (۱) (دست غامض، ص ۱۵۸)

(۳۳۹) سہواً سلام پھیرنے کے بعد بقیہ نماز کس طرح پوری کرے؟ **سوال :** ایک نمازی نے سوتے سلام پھیر دیا اور اس کی رکعت باقی تھی، جو بعد سلام کے دعا مانگتے یا کچھ دیر تک ٹھہرنے یا قبل کی جانب سے منہ پھرنے یا کسی بات کرنے کے بعد یاد آگئی تو پھر اس کو پوری کرے یا از سر نو پڑھے؟

جواب : اگر منہ (سید) پھیر لیا یا بات کر لی تو از سر نو نماز پڑھے اور جو دعا دے کر کیا ہے مفید صلوٰۃ نہیں کیا تو مجددہ سجدہ کرے۔ (دست غامض، ص ۱۶۰)

مسئلہ : جس وقت نماز فرض کو واجب کے ترک سے عا دہ کیا تو عا دہ واجب ہے، لیکن واجب میں وتر کے نہیں، بلکہ در حقیقت وہ نفل ہے، کہ یہ سبب جبر کرنے قصاص فرض کے وجوب اس کو عارض ہو گیا ہے، جیسے کوئی شخص نماز صبحین دو رکعت نفل کی کر لے تو در حقیقت یہ نماز نفل ہے، لیکن وجوب سبب نذر کے اس کو عارض ہو گیا ہے، اس واسطے بعد عصر ادا کرنا اس کا جائز نہیں، یا کوئی نفل شروع کرے تو ازواج سے تو عا دہ واجب ہوگا تو وقت عا دہ، در حقیقت نفل ادا کرنا ہے، جس کو وجوب عارض ہو گیا ہے۔ پس جبکہ اس طرح وقت عا دہ نماز در حقیقت نفل ہوئی تو اس کے پیچھے فرض ادا کرنا جائز نہیں، اگرچہ اس کو وجوب عارض ہو گیا ہے، لیکن اصل نفل سے خارج نہیں ہوتی اور یہ نماز یا فرض اگر ایسی واجب ہوتی ہے وتر، یا ہم اقتدار منقوض کی اس کے پیچھے درست نہ ہوئی، کیوں کہ یہ فرض قطعاً نماز ہے اور وہ فرض قطعاً واجب اور مستحکم ہے تو فرض نماز بعض قوی ہوتا ہے اور بعض ضعیف اور یہاں بعض ضعیف ہے اور باقی قوی یا ضعیف کے پیچھے قوی جائز نہ ہوگا۔

(۱۵۰) جو نماز ترک واجب کی وجہ سے ادا نہ جائے، اس میں نئے مقتدی کی شرکت؟

(۱) اگر عا دہ میں عا دہ ہو، (۲) اختلاف حضرت علیؑ میں صاحب گفتگوئی کہ علیؑ صاحب نے اس کلمہ اللہ کی ترتیب کے ساتھ ہی سوچ کر ایک ایک کلمہ اللہ کی نیت سے عا دہ کیا تو عا دہ واجب ہو گیا، لیکن اگر کسی نے اسے نہ پڑھا (اور)

(۲۵۱) اگر امام قعدہ اخیرہ کے بعد، سہوا کھڑا ہو جائے تو؟ سوال: امام اگر آخر قعدہ

[میں] نہ بیٹھے اور سہوا کھڑا ہو جاوے، تو مقتدی اتباع امام کریں، یا نہیں۔ در صورت عدم اتباع اگر بیٹھ کر سلام پھیر دیوں تو نماز ان کی جائز ہوگی یا نہ؟ اگر شق اول اختیار کی جاوے، تو اطاعت امام بھی ضروری تھی اور وہ متروک ہے، پھر دلیل جواز اس کی کیا ہوگی؟

جواب: مقتدی امام کو سبحان اللہ یاد گیر ذکر سنا کر بٹھادیں، اگر نہ بیٹھے تو سجدہ تک انتظار کریں اور امام کرتے رہیں، اگر امام لوٹ آیا سجدہ سہو کر کے، سب کے ساتھ سلام پھیرے اور جو نہ لوٹا اور سجدہ رکعت خامسہ کا کر لیا تو مقتدی سلام دے کر رخصت ہوویں، امام کو چھوڑ دیویں کہ امام نوافل میں چلا گیا، وہ امام فرائض کا تھا نہ نوافل کا، اب امام نہیں رہا، دوسری نماز پڑھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ رام پور ص ۳-۲)

(۳۵۲) جماعت کی نماز فاسد ہونے کے بعد کیا کسی سوال: اگر امام کی نماز کسی وجہ سے فاسد کے نزدیک، صرف امام کی نماز کا اعادہ کافی ہے؟ ہو جاوے اور وہ اس سے ایسے وقت مطلع ہو کہ

مقتدیوں کا اجتماع نہ ہو سکے، تو کیا یہ کسی کا مذہب ہے کہ تنہا امام کا اعادہ کرنا کافی ہے، اور مقتدیوں پر ضرور [ی] نہیں؟ جواب: یہ مذہب حنفیوں کا نہیں ہے، کسی اور کا ہوگا، مجھے معلوم نہیں۔ (مجموعہ رام پور ص ۶-۳)

(۲۵۳) سجدہ سہو میں مقتدی کی نماز متبعاً کامل ہوتی ہے: سجدہ سہو میں آپ کی رائے سے توافق کرتا ہوں، کہ صلوٰۃ مقتدی متبعاً کامل ہوتی ہے، اعادہ کا استخراج صاحب فہم نے کیا ہے اور کسی کی رائے اس طرف نہیں گئی۔ (مکتوبات بنام مولانا خلیل احمد قلمی، مکتوب نمبر ۲۶)

(۲۵۴) سنتوں کی چار رکعتوں میں پہلا قعدہ واجب ہے: سوال: سنتوں میں مثلاً چار رکعت میں قعدہ وسط کا فرض ہے، یا واجب؟ جواب: واجب ہے امام صاحب کے نزدیک۔

(۲۵۵) اگر چار سنتوں کی نیت کی اور چار رکعت کے بعد، بھول کر کھڑا ہو گیا اور چھ مکمل کر لیں تو؟ سوال: اگر چار رکعت سنت کی نیت کی اور بعد قعدہ آخر کے پانچویں رکعت کے واسطے بھول کر کھڑا ہو گیا اور یاد آنے کے بعد

دو رکعت اور پڑھ لی، تو سجدہ سہو بھی کرے، یا نہیں؟ جواب: سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۵۸)

سنتوں اور نوافل کے مسائل

(۲۵۶) فجر کی سنتیں اس وقت پڑھنا، جب جماعت شروع ہو چکی ہو؟ سوال: اگر جماعت صبح کی نماز کی [شروع] ہو گئی ہے، تو بہتر یہ ہے کہ جماعت میں مل جاوے، یا کہ یہ بہتر ہے کہ سنت فجر کی پڑھ کر جماعت میں شامل ہو، اگر یہ جانتا ہو کہ ایک رکعت فرض کی ضرورت جماعت میں مل جاوے گی؟

جواب: مذہب حنفیہ یہ ہے کہ سنت پڑھ کر شریک جماعت ہو بشرطیکہ سنت کو پردہ میں پڑھے۔ جماعت کے روبرو پڑھنا ہرگز درست نہیں، مگر اس وقت میں ایسا کرنے سے عوام جماعت کے پاس سنت پڑھنے لگتے ہیں، لہذا حسب مذہب شافعی اور محدثین علیہم الرحمہ کے، بالکل سنت سے منع کرنا مناسب وقت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۴۱)

(۲۵۷) اگر جماعت ہو رہی ہو تو فجر کی سنت کب پڑھے؟ سوال: اگر جماعت فجر کی ہو رہی ہے تو سنت پڑھے یا جماعت میں شریک ہو جاوے، اور اگر شریک جماعت ہو گیا، تو وقت ضرورت کے سنت بعد نماز ادا کرے، یا بعد طلوع آفتاب؟

الجواب: سنت فجر بعد شروع ہونے جماعت کے، اگر کوئی جگہ علیحدہ مسجد کے ہو پڑھ لے، کیونکہ ان کی تاکید بہت وارد ہے، بشرطیکہ جماعت میں شرکت کی توقع ہو، اور اگر سنت فجر نہ پڑھ سکا تو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے، فرض کے بعد متصل نہ پڑھے، بلکہ بعد طلوع آفتاب کے پڑھے۔ اور اپنے وقت سے مل کر سنت مؤکدہ مؤکدہ نہیں رہتی، مگر بعد طلوع آفتاب کے پڑھ لینا بہتر ہے۔ ہکذا فی کتب الفقہ فقط

کتبہ رشید احمد غفری عنہ

مندرجہ فتاویٰ دارالعلوم (دوبند) ص ۳۲۶ ج ۵۔ (دوبند: ۱۳۸۳ھ)

(۲۵۸) فجر کی نماز شروع ہونے کے بعد سنتیں پڑھنے کا حکم: سوال: جس وقت صبح کی جماعت کی تکبیر ہو گئی ہو، اس وقت میں سنتیں پڑھنی جائز ہیں، یا جماعت میں شریک ہونا جائز ہے اور یہ سنتیں واجب ہیں، یا سنت مؤکدہ؟

جواب: اگر جماعت کی تکبیر ہو جاوے تو اگر ایسی جگہ ہو کہ سب لوگوں کی نظر سے پردہ ہو، تو جلدی جلدی ادا کر کے فرضوں میں شریک ہو جاوے، جو ایسی جگہ نہ ہو تو ترک کر دے، پھر اگر ہو سکے تو دن چڑھے پڑھ لیوے، ورنہ

(الغرض شیعہ میں ۳)

سنت کی تعداد نہیں ہے۔ دو رکعت قبل فرض نماز سنت مؤکدہ ہیں وہ واجب نہیں۔
 (۲۵۹) مسجد میں اگر پہلو پر پہلو ہے تو بیرونی حصے میں فجر کی سنتیں پڑھنے کا حکم؟ سوال: سہرے
 میں پہلو پر پہلو ہے اور جماعت بیرونی ہے تو فجر کی سنت باہر کے فرش پر پڑھ کر، جماعت میں ملے یا بعد ان پڑھے، کیونکہ پہلو
 ہے مگر اختلاف رکعت کی آتی ہے۔

(بدست خاص میں ۵)

جواب: جائز ہے سنت پڑھ کر شریک ہو جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۶۰) مغرب کی سنتیں اوائین میں شامل نہیں: صلوٰۃ اوائین جو نوافل بعد مغرب کا نام ہے وہ
 سنت مؤکدہ سے ذائقہ ہیں، لہذا دو سنت طہچہ پڑھے مگر جو وعدہ اور ثواب وارد ہوا ہے، وہ در صورت داخل کرنے کے
 بھی خارج ہو سکتا ہے اور کوئی قاطع دلیل نہیں، مگر یہ کہ سنت مؤکدہ ہیں اور وعدہ نوافل مستحبہ کا ہے اور مستحبات کا ذکر
 جداگانہ احادیث میں آیا ہے۔
 (مجموعہ کتب میں ۳۳)

(۲۶۱) جمعہ کی سنتوں کی نیت کس طرح کرے؟ سوال: جمعہ میں اول کی چار رکعت اور
 بعد جمعہ چار رکعت کی نیت کس طرح کرے؟

(بدست خاص میں ۵)

جواب: چار رکعت سنت پڑھتا ہوں۔ فقط

(۲۶۲) سنتوں اور نفلوں میں وقت کا ذکر کرنا ضروری نہیں: سوال: سنتوں و نوافل میں
 نیت کرتے وقت اس وقت کا بھی نام لے، یا نہیں؟

(بدست خاص میں ۵)

جواب: ذکر وقت کی حاجت نہیں۔

(۲۶۳) نوافل میں اگر نیت سے زیادہ پڑھ لیا تو؟ سوال: اگر دو رکعت نفل کی نیت کی تھی
 مگر دو رکعت کے بعد سو سے تعدد نہ کیا اور تیسری رکعت پڑھ لی تو بیاہر ایک رکعت اور طاعتی تو نماز ہو گئی، یا نہیں؟
 جواب: مجدد ہو کر کرنے سے نماز تمام ہو جاتی ہے مگر صاحب علیہ الرحمہ کے نزدیک۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص میں ۵)

(۲۶۴) نوافل میں اگر ایک مرتبہ میں آٹھ رکعت سوال: نوافل میں اگر ایک دفعہ چار یا آٹھ
 کی نیت کی تو کیا سب کا ادا کرنا ضروری ہے؟ رکعت کی نیت کی، تو سب کا ادا کرنا فرض ہوا یا
 رکعت کا در صورت خاص نہ ہونے نماز کے؟

جواب: دو رکعت اول واجب ہو گئی، جب دو رکعت پڑھ کر کھڑا ہوا تو دو رکعت دیگر واجب ہو گئی، پہلی پڑھ کر اور سلام

(بدست خاص، ص ۱۱)

دید یا دو پر مثلاً، تو کچھ واجب نہ ہوگا۔ فقط

[نوٹ: ایک ضروری مسئلہ: صحت نماز جمعہ کے لئے ملک تام یا وقف ہونا مسجد کا شرط نہیں۔ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

(۲۶۵) دن اور رات کے نوافل میں ایک سلام کے ساتھ، کتنی رکعتیں درست ہیں؟

سوال: نوافل میں دو ہی رکعت ہوتی ہیں، یا زیادہ بھی؟

جواب: جس قدر چاہے پڑھے، دن کو چار بیک سلام اور رات [کو] آٹھ رکعت بیک سلام بلا کراہت ہوتی

(بدست خاص، ص ۱۲)

ہیں، اس سے زیادہ درست نہیں، مگر بکراہت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۶۶) نوافل کی چار رکعت کی نیت کی اور پہلا قعدہ بھول گیا تو؟ سوال: اگر چار رکعت نفل

کی نیت کی اور وسط کا قعدہ نہ کیا ہو سے اور تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہو گیا، تو یاد آیا کہ قعدہ نہیں کیا، تو اب کیا کرے، آیا بیٹھ

کر التحیات پڑھے، یا بعد چاروں رکعت کے سجدہ سہو کرے؟

(بدست خاص، ص ۱۲)

جواب: بیٹھ کر تشہد پڑھ کر، پھر آخر میں سجدہ سہو کرے۔ فقط

(۲۶۷) نوافل کی جماعت میں کتنے آدمی شریک ہو سکتے ہیں؟ سوال: نوافل کی جماعت

میں علاوہ امام کے، کتنے مقتدی ہونے چاہئیں؟

(بدست خاص، ص ۶۸)

جواب: تین تک جائز زیادہ مکروہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۲۶۸) نوافل کی عمومی جماعت کا حکم؟ سوال: نوافل کی جماعت کا جواز تو اس حدیث سے

جو ایک صحابی فرماتے ہیں، کہ میں نے نماز تہجد بجماعت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے پڑھی ہے، نکلتا ہے۔ لیکن

چوں کہ اس وقت وہ صحابی ہی حاضر تھے کوئی دوسرے نہ تھے، لہذا وہ تنہا شامل ہوئے اور سورج گرہن اور تراویح میں بہت

سے آدمی شامل ہوئے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جماعت نوافل میں خواہ کتنے ہی آدمی ہوں، جائز ہے۔ تو قلیل آدمیوں

کا جماعت نوافل میں انحصار ہونا، کس طرح ثابت ہوتا ہے؟

جواب: نوافل کی جماعت مکروہ ہے، مگر نماز تراویح، نماز کسوف، صلوٰۃ استسقاء میں جائز ہے، اور سب میں

مکروہ تحریمہ [ہے]۔

(بدست خاص، ص ۶۸)

(۲۶۹) تہجد کی کتنی رکعتیں ہیں؟ سوال: نماز تہجد کی بارہ رکعت ہیں، یا کم؟

جواب: تہجد کی ادنیٰ دو رکعت اور اعلیٰ کی کوئی حد نہیں، ہزار رکعت ہوں یا زیادہ، مگر فعل شارع علیہ السلام سے دس

رکعت سے زیادہ ثابت نہیں ہوتی، اکثر اوقات میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۳۴)

جمعہ اور خطبہ کے متعلقات و مسائل

(۲۷۰) جمعہ کا اول وقت اور جمعہ بستی میں ایک جگہ ہونا، بہتر ہے: سوال: ایک قصبہ

میں سابق (میں) تین جگہ جمعہ ہوتا تھا، مصلحت کچھ کر قدیم جامع مسجد کا جمعہ چھوڑ کر ایک مسجد میں مقرر کیا تھا اب صاحبان اس طرف کے قریب ایک پہاڑ کے یا مشترکہ جمعہ چھ لیتے ہیں، اس صورت میں اکثر نمازی محروم رہ جاتے ہیں، مگر مسجد قدیم میں اہل محلہ جمعہ آ کریں تو جائز ہے، یا نہیں؟ جواب: اگر جامعہ قدیم اور جمعہ کا وقت کب تک ہے۔ بیجا تو ہے ۱۱

جواب: جمعہ کا وقت مصر تک رہتا ہے، بلکہ کا وقت اور جمعہ کا ایک ہی ہے، لیکن اس حذر سے کہ ایک جگہ جمعہ سے کا رخ ہو جاتے ہیں، دوسری جگہ جمعہ قائم کرنا اچھا نہیں۔ جمعہ ایک جگہ ہونا لوٹی ہے اور جمعہ کا اول وقت ہونا مستحب ہے، لیکن اس حذر سے تفرقہ مناسب نہیں، منع بد؟ اگر دوسری جگہ کر لوں گے تو جمعہ آواہو جائے گا، گو تفرقہ غیر مناسب ہے۔
کتاب فی کتب الفقہاء، اللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ المذنبی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی علیہ رحمۃ

(مجموعہ کتب ص ۱۶۰) (نوٹ: ایک ضروری مسئلہ شیروار گاؤں میں فرق کیا ہے؟ فیہود میں ملاحظہ ہو۔) (نور)

(۲۷۱) چھوٹے قصبے میں جمعہ ایک ہی جگہ ہونا مناسب ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین

اس مسئلہ میں: ایک جامع مسجد میں جس میں قدیم سے جمعہ ہوتا ہے اور چند اشخاص نے بوجہ خصوصیت کے دوسری مسجد میں نیا جامع مسجد بنوا اور اس مسجد میں آواز اذان قدیم کی جاتی ہو، جمعہ قائم کریں اور امام مسجد ایسا مقرر کریں کہ مولوی بھی بنواور تحکمت بھی کرتا ہو اور حق و راہ بھی سنتا ہو، پس سوالے جامع مسجد قدیم کے، دوسری مسجد میں نماز جمعہ چھوٹے جگہ ہونا مناسب ہے یا نہیں؟ اور ایسے امام کے چھپے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ کیفیت ایک قریہ میں واقع ہو، جس میں سورہ صوفیاری ہوں، اور پانچ چار یا بیس آدمی ہیں، مگر ہم ان اشخاص کو مانع ہوں تو کچھ نقصان تو نہ ہوگا اور کوئی گناہ تو نہ ہوگا، پس؟ خطا تو مراد آ اور ہم کو اتنا اختیار بھی ہے کہ ہم بند کر سکتے ہیں۔

جواب: چھوٹے قصبے میں جمعہ ایک جا ہونا مناسب ہے اور تفرقہ باہم کرنا اور دوسری جگہ جمعہ قائم کرنا مناسب ہے۔ مگر چہ جہاں جمعہ درست ہے وہاں تعدد جمعہ کا فقہائے کبار نے لکھا ہے، مگر بوجہ نقصانیت و پر خاش کے تفرقہ کرنا اور دس چند و آدمی کا جدا طبع و ماہور کہ جمعہ قائم کرنا مستطاب ہے کہ محض افتراق و نزاع باہمی ہے، جس کو شریعت میں حرام فرمایا ہے۔ پس ایسی وجہ سے تفرقہ اور تعدد کا ریب منع ہے۔ سو جو لوگ بلا وجہ شرعی پر دو تفرقہ اندازی، دس میں آدمی

سے جمعہ جدا کرتے ہیں، بے شک وہ گنہگار رہوں گے، اور تفرقہ اندازِ حیاتِ اسلام کے ہو کر، مخالف حکمِ قرآن شریف کے ہوویں گے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا
تسرحمہ: اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر اور
پھوٹ نہ ڈالو۔ (ترجمہ شیخ الہند)

پس ایسی صورت میں ان لوگوں کو فہمائش کرنا چاہئے، اگر مان لیوں بہتر ہے، مگر ایسا نزاع کرنا کہ موجب زیادتِ فتنہ کا [ہو] نہ چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۹۱-۱۹۲)

(۲۷۲) جمعہ کے دن زوال کے وقت نماز پڑھنا؟ سوال: جمعہ کے روز دو پہر کو بھی نماز پڑھنا جائز ہے، جس وقت میں اور دنوں میں نماز کو منع کرتے ہیں [جائز ہے، بلکہ کیا حکم ہے؟

جواب: بعض علماء کے نزدیک درست ہے۔ (بدست خاص ص ۴۱)

(۲۷۳) عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں جمعہ کا خطبہ پڑھنے کا حکم؟ از بندہ رشید احمد عفی عنہ

مکرمی جناب مولوی محمد احسن صاحب زید عنہم، بعد سلام مسنون، مطالعہ فرمائی۔ نامہ گرامی پہنچا۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ خطبہ بزبان غیر عربی پڑھنا کتب فقہ سے مکروہ معلوم ہوتا ہے اور کراہت بھی تحریر یہ معلوم ہوتی ہے، اس باب میں تحریرات بھی ہو چکی ہیں، اور قرونِ ثلاثہ میں حالانکہ صحابہ و تابعین علیہم الرضوان مما لک عجم میں تشریف لے گئے، چنانچہ خود ابن عباسؓ فارسی زبان والوں کے حاکم رہے، مگر گاہے فارسی میں خطبہ پڑھنا ثابت نہیں ہوا، لہذا کسی عالم ماضی نے یہ کام نہیں کیا اور اب بھی اسی وجہ سے کوئی نہیں کرتا۔

البتہ عمید کا خطبہ کہ خود مسنون ہے، اگر اس میں بعد ادائے قدر خطبہ کے مضامین ضرور یہ بیان کر دیوں، تو نہایت الامر ترک اولیٰ ہو جاوے گا۔ بہر حال بوجہ عدم ثبوت قرونِ ثلاثہ کے اور تصریح کراہت کے کتب معتبرہ حنفیہ سے، اس پر عمل درآئیں ہوتا، اور اصل خطبہ کی ذکر ہے اور ذکرِ بضمین تذکرہ و وعظ مسنون ہے۔ (۱) فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۳)

(۱) اور اصل خطبہ کی ذکر ہے: یہ ان لوگوں کے استدلال کا جواب ہے جو غیر عربی میں خطبہ دینے پر اصرار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جمعہ کا خطبہ پند و موعظت ہے اور جب لوگ عربی نہیں جانتے تو عربی میں خطبہ دینے سے کیا فائدہ! جواب یہ ہے کہ خطبہ درحقیقت ذکرِ اللہ ہے، سورہ جمعہ میں ہے (فاسعوا الی ذکر اللہ)۔

اور ذکرِ بضمین تذکرہ و وعظ مسنون ہے: اس میں ایک دوسرے غلیان کو فتح کیا ہے کہ خطبہ جمعہ کا مقصد وعظ و نصیحت بھی ہے اور دینی خطبہ کا ظاہری پہلو ہے اور ذکر کا تحقیق اس کے ضمن میں ہوتا ہے اور یہی مسنون طریقہ ہے کہ خطبہ کا اظہار وعظ ہو اور موعظنا ذکر ہو۔ (پان پوری)

(۲۷۴) عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ کیسا ہے؟ غیر عربی میں خطبہ مکروہ لکھتے ہیں، کتب فقہ میں خطبہ کا اصل مقصد ذکر اللہ ہے اور ضمن پند میں سنت ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد ص ۴۴)

(۲۷۵) ہمیشہ عصاء ہاتھ میں لے کر خطبہ جمعہ پڑھنا؟ عصاء لیکر بالدوام خطبہ پڑھنا، بلا انصوار جائز ہے۔ فقط رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ رام پور ص ۲۴)

(۲۷۶) خطبہ میں الوداع پڑھنا: خطبہ میں الوداع پڑھنا بدعت ہے۔

(۲۷۷) احتیاط الظہر فضول ہے: مولوی محمد صاحب السلام علیکم

خط آیا حال معلوم ہوا، جریان لطائف سے فرحت ہوئی، مبارک ہو، ان کی خوب ملازمت رکھو اور انوار کی تمنا مت کرو، انوار کوئی معتبر مقصود نہیں، نفس ذکر اور طمانیت فی الذکر مطلوب اصلی ہے، اس کو نہایت غنیمت اور عنایت الہی تعالیٰ شانہ جان کر معروف و مشغول ہو: لَسْنُ شَاكِرْتُمْ لَا زَيْدٌ نَكْمُ (۱) اگر مشق کرو گے سب کچھ ہو جاوے گا، غفلت بھی انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے، ہر دم یکساں نہیں رہتا، کچھ تعجب نہیں۔

بندہ اپنے امور میں پریشان ہے، اسی واسطے دیوبند جانا نہیں ہوا، اس ماہ تو ہرگز نہیں جاسکتا، شاید جمادی الآخر کے اخیر میں جاؤں۔

جہاں جمعہ ادا ہوتا ہے کہ مصر اور قصبہ ہو امام جمعہ کا عامہ نے مقرر کر رکھا ہے، تو وہاں احتیاط ظہر پڑھنا لغو ہے، اور گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا، وہاں ظہر جماعت کر کے ادا کریں، وہاں خود ظہر فرض ہے۔ اس واسطے بعض فقہاء نے احتیاطاً ظہر کو منع کیا ہے اور جس نے اجازت دی ہے تو وہاں اجازت دی ہے، کہ تحقق ادا و سقوط فرض ذمہ کا باداء جمعہ نہ ہوتا ہو، اور ارتفاع بھی محقق نہ ہو، سو دونوں فریق درست فرماتے ہیں، کچھ نزاع نہیں، مسئلہ قریہ اور امام میں کچھ شبہ نہیں۔

جمعہ بعض روایات سے معلوم ہوا کہ مکہ میں فرض ہو چکا تھا اور یہ آیت فَاسْمَعُوا الْح (۲) مدینہ میں نازل ہوئی، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء نزول قباء میں جمعہ فرض ہوا اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی سالم میں پانچویں روز نزول قباء سے، جمعہ بنی سالم میں ادا فرمایا۔ تاہم نزول اس آیت کا اس کے بعد ہوا، پھر اس آیت سے فرض کرنا جمعہ کا عجب ہے، ہاں حکم فرضیت اس سے مستفاد ہوتا ہے، مگر معلوم و مستفاد ہونا اور چیز ہے اور فرض کرنا دیگر امر، دونوں میں فرق لازم ہے۔

(۲) سورۃ ابراہیم، آیت ۱۵ ترجمہ: اگر احسان مانو گے تو اور بھی دوں گا تم کو (ترجمہ شیخ البند)

(۳) فَاسْمَعُوا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ وَذُرُو الْبَيْعَ (الجمعة ۹) ترجمہ: تو دوڑو اللہ کی یاد کو اور چھوڑ دو خرید و فروخت۔ (ترجمہ شیخ البند)

آپ لکھتے ہیں کہ جمعہ اس قریہ میں عموماً سب پر فرض ہے، گاؤں مصر کی قید نہیں، پس کہ اگر عموم ہے تو زن و مرد و تندرست و مریض و اعمیٰ و اعرج و مسافر و مقیم صحرا و آبادی سب کو عام ہووے گا، جہاں کہیں مسومن ہو جیسا ہو جمعہ فرض، جماعت و فرادی، اب مسافر و مریض و جنگل و غورت جب اس کی تخصیص سے نکلے گا، اسی طرح گاؤں اور بلا امیر کے بھی تخصیص ہو جاوے گی۔ جس قطعی [دلیل] سے اس آیت کی تخصیص کرتے ہیں، اول اس کی قطعیت ثابت کریں، بعد تسلیم مخصوص البعض خود قطعی ہوتا ہے۔ غرض اس زمانہ کے علماء جہل سے جو چاہیں کہیں، پہلے علماء کو کیا ایسی سمجھ نہیں تھی کہ عموماً یہاں اُنہیں اَمْسُوْا کو نہ پوچھتے۔ نہیں! انھوں نے سمجھ کر قیود لگائی ہیں، اور احادیث سے قیود کا اثبات ہے، در صورت قصہ کے اور معین امام کے احتیاط الظہر نہ پڑھے، اور گاؤں میں جمعہ نہ پڑھے۔ تشدد کرنا مسئلہ مختلفہ میں اچھا نہیں، پس دونوں فریق پڑھنے والے کو آثم اور نہ پڑھنے والے کو توبخ، دونوں خارج اعتدال سے ہے۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۲-۱۲۳)

سفر اور مسافتِ قصر کے مسائل

(۲۷۸) منزل کا عرب کے دستور کے مطابق اعتبار ہے، کوس کی قید نہیں: سوال: منزل کسے کوس کی شمار ہوتی ہے، شرع میں؟

جواب: موافق عرب دستور کے منزل کی شمار ہے، کوسوں کی قید نہیں علی الصصحیح۔ (بدست خاص سوال ۶۲)

(۲۷۹) ہر طرح کے سفر میں سیر متوسط کا اعتبار ہے: فقہاء نے تین قسم کی راہ مقرر کی ہیں: ایک بحر، دوسرا جبل، تیسرا برّ، اور ہر سہ طریق میں متوسط سیر کا اعتبار کیا ہے، اگر سرعت [سفر] تین مرحلہ کے درجہ مثلاً ایک روز میں طے کر دیوے تو سفر ہوگا، اور جو بایں طور ایک مرحلہ کو تین روز میں طے کرے، وہ سفر نہ ہوگا۔ بعد اس قاعدے کے ہم دیکھتے ہیں کہ شتر اور گھوڑ اور چمکڑا، اور شکر م اور ریل سب ایک ہی قسم کی راہ کے طے کرنے کے اسباب ہیں، سو، سہ مرحلہ شتر کو شکر م اور ریل سے ایک روز یا ایک پہر میں طے کیا تو یہ سرعت نقل حد سفر کو نہ ہووے گی اور اگر چمکڑا ایک مرحلہ کو تین روز میں طے کرے، تو سفر نہ ہو جاوے گا، تو فقہاء کے زمانہ میں ایسی سربل سواری کا وجود نہ تھا، کہ اس کی تصریح کرتے، مگر اس قدر صریح ہے کہ اگر تین مرحلہ کو ایک روز میں طے کر لے گا، تو سفر ہی ہوگا۔ درمختار میں یہ ہے، و لا المحتار میں کہا ہے: ۱۔

جواب: جو منزل کے گرداگرد، ایک روز کی مسافت سے پھرتا ہے، وہ مسافر نہیں ہوتا فقط۔ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۷)

(۲۸۳) کیا ریلوے کے ملازمین کو، سفر ملازمت کے دوران قصر کرنا چاہئے؟ سوال: جو ملازمان

ریل خواہ وہ ریل کے چلانے والے ہیں، یا ہمراہ جانے والے، و نیز ملازمان محکمہ بندوبست، و محکمہ نہر، و ڈاک خانہ جات، و مدرسہ ہائے سرکاری، بحکم سرکار تین منزل یا زیادہ سفر کرتے ہیں، نماز قصر کی اجازت ہے، یا نہیں؟

پھر جن ریل کے ملازموں کے واسطے حکم سفر جائے متعین سے ہر روز، یا تیسرے روز جاری ہوتا رہتا ہے، بعد واپسی بھی ان کو نماز قصر چاہئے، یا نماز حضر؟ پھر بعض ملازمین کے مبداء یا منتهائے سفر یا وسط سفر میں مقیم ہیں، وہاں پہنچ کر نماز کا کیا حکم ہے، اور بعض کے اہل و عیال ہر سہ جائے مذکورہ میں نہیں ہیں، خود ملازم ہیں، کسی قدر مقیم رہ کر، پھر ہمراہ ریل چلے جاتے ہیں، ان کو کیا ارشاد ہے؟

سوریل کے اور محکمہ کے جو ملازم سفر بطور دورہ کے کرتے رہتے ہیں، ان کے واسطے حکماً ایک جا خاص دفتر کی متعین ہے، بعد واپسی بمقام دفتر، بصورت ارادہ قیام کم از پندرہ روز، نماز قصر چاہئے، یا حضر، ان کل ملازموں کے واسطے حکم نماز مثل اہل خیمہ کے ہے، جن کا مسکن صحرا ہے، یا کچھ تفاوت ہے؟ فقط

جواب: ملازمان ریل وغیرہ سب جب بعزم تین منزل کے سفر کے روانہ ہوں، تو راہ میں قصر صلوٰۃ کا کریں گے، اور جب کسی مکان میں جا کر ٹھہریں، اگر وہ جگہ جنگل ہے، تو نیت اقامت ان کی قابل اعتبار کے نہیں، اور جو وہاں آبادی ہے جیسے مکانات اسٹیشن، مگر صورت گاؤں کی ہو جاتی ہے، اگر پندرہ روز کی نیت سے قیام کرے گا، تو مقیم ہو کر تمام صلوٰۃ کا کرے، ورنہ اس مقام پر بھی قصر ہی کرے۔ لہذا جو ملازم کہ دوسرے تیسرے روز پچ سفر پر جاتے ہیں، وہ مکان پر بھی قصر کیا کریں، کہ مسافر ہیں اور جو ملازم کہ راہ میں مثلاً ان کا گھر واقع ہوتا ہے، اگر وہ وطن اسٹیشن سے علیحدہ ہے، مثلاً ایک دو کوس، اور یہ ملازم بدون دخول وطن کے سفر کرتا ہے، وہ بھی مسافر ہے قصر کرے، اور جو اسٹیشن پر آبادی ہے اور اہل و عیال اس کے وہاں ساکن ہیں، تو وہاں تک اگر چلنے کی جگہ سے تین منزل کے قدر ہے، تو مسافر ہو جائے گا، ورنہ نہیں۔

پھر اس وطن سے چل کر منتهی مقصد تک کا بھی، یہ ہی حال ہے، اور واپس ہونے کا بھی یہ ہی قاعدہ ہے، اور مبداء منتهی، یا اگر وطن ہے، تو وطن میں پہنچ کر بھی قصر نہ کرے گا، بلکہ تمام صلوٰۃ کرے گا کہ سفر تمام ہو گیا ہے، اور جس کا کہیں ہر سہ مواقع میں گھر نہیں، وہ برابر مسافر رہے گا اور جو شخص سب جگہ سفر کرے، ایک بلد خاص میں بکل دفتر قیام کرتا ہے، اگر اس کے عیال وہاں نہیں، تو وہ وطن اقامت ہے، اگر وہاں پندرہ روز کی نیت سے اقامت کرے گا، تو سفر نہ رہے گا، مقیم ہو جائے گا، پھر جب وہاں سے سفر کر کے گیا، جب واپس آئے تو وہ وہاں مسافر ہے، اب جدید نیت قیام پندرہ روز کی

کرے تو مقیم ہے، ورنہ مسافر ہے، کہ وطن اقامت سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ لوٹ کر آنے میں دوسری نیت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ سب ملازم اہل خیام کے حکم میں نہیں، کیونکہ گھر اور عیال دوسری جگہ موجود ہیں، کہ وہ ان کا وطن اصلی ہے لہذا کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بیان سے جدا ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۲-۲۳۳)

(۲۸۴) دوران سفر وطن سے گزرنے والے، مسافر کے لیے حکم؟ مسئلہ: اگر قیام کو تحقیق [اے]

معلوم ہے کہ عبور میرے وطن پر کوہو یگا اور وہ [اس] قدر سفر نہیں، تو قبل رسیدن وطن تیج تیج مسافر نہیں اور بعد خروج از وطن اگر منقطع بھی قنہ سفر نہیں، تو جب بھی مسافر نہیں، کیوں کہ از مبداء تا منقطعی مثلث منازل ہوتا، سفر کے لیے ضروری ہے۔

(مکتوبات بنام مولانا خلیل احمد قاسمی، مکتوب نمبر ۷)

(۲۸۵) سفر میں پوری نماز پڑھنے سے گنہگار ہوگا، سنت چاہے پڑھ لے: سوال: سفر میں

اگر نماز پڑھی پوری تو گنہگار ہوا، یا نہیں؟ اور اگر قصر پڑھے تو سنت بھی پڑھے یا نہیں، اور در صورت نہ پڑھنے کے گنہگار ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: امام صاحب کے نزدیک گنہگار ہوتا ہے، سفر قصر میں سنت پڑھے، مگر تا کید کم ہو جاتی ہے، نہ پڑھے

تو گناہ نہیں۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۶)

(۲۸۶) سفر میں قصر نہ کرنے پر گناہ، اور فرض نہ ہونے

کی صورت میں، حج قربانی اور نوافل پر ثواب کیوں ہے؟ سوال: حاشیہ قرآن مجید (۱) پر حضرت شاہ

عبد القادر صاحب نے لکھا ہے، کہ سفر میں نماز قصر کرے، اور اگر پوری پڑھے گا، تو گویا اس نے انعام حق سے بے پرواہی کی، تو اس بنا پر جس پر حج اور قربانی فرض نہیں ہے، وہ اگر حج کرے یا قربانی کرے، تو وہ انعام حق سے لاپرواہی کرتا ہے، یا وہ اس حکم میں داخل نہیں، اور اگر اس حکم میں داخل نہیں، تو کس وجہ سے داخل نہیں؟

جواب: یہ آپ کی فہم کی کوتاہی ہے۔ خدا تعالیٰ نے دو رکعت فرض کی سفر میں، اب اگر کوئی فرض کو نہ مانے

اور چار رکعت پوری کرے، تو اپنی رائے سے حکم اور رخصت حق تعالیٰ کو ٹالتا ہے، اس واسطے اس پر وعید ہے۔ جیسا کہ اگر فجر کی چار رکعت پڑھے، اور نوافل میں جو اجر و ثواب ہے، اس کی تحصیل موجب رضامندی ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسا کوئی حاکم کسی کو بدیہ دیوے اور رعیت قبول نہ کرے، رد کر دے، اس کے واسطے وعید ہے، مگر جو رعیت بدیہ

(۱) موضع القرآن (منسوب بہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب) لا رأیت والافضلتم فی الاذان فلیس علیکم جناح (انبار ص ۱۹۰) (مطبع دارالاسلام فی ۱۳۳۵ھ)

ہوئے تو کیا موجب جرمانہ کا ہوتا ہے؟ انہیں! بلکہ انعام پاتا ہے، ایسا ہی درخصت کا نہ ماننا ہمارا ہے اور تو اہل اور کرنا عمدہ ہے البتہ اگر تو اہل کو بھی مثل فرض کے کچھ تو گناہ گار ہوتا ہے، اس بدعت اور اہل اپنی راستے کے سبب سے۔ فقط
(بدعت خاص، ص ۹۹)

مسافر کی نماز کے مسائل

(۳۸۷) مسافر اگر مقیم کے پیچھے پڑھ رہا ہے تو نماز پوری پڑھنے: سوال: مسبوق مسافر اگر

مقیم امام کے پیچھے دو رکعت اہتیا میں ملے تو جس وقت امام سلام پھیرے تو وہ مسبوق مسافر نماز اپنی پوری پڑھے یا نہ کرے؟

جواب: نماز پوری پڑھنی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(بدعت خاص، ص ۵۲)

(۳۸۸) مقتدی مقیم جس نے مسافر کے پیچھے نماز پڑھی یا اپنی نماز کس طرح پوری کرے؟

سوال: اگر مسافر امام ہے اور مقیم مقتدی، تو چار رکعت والی نماز میں، جب امام دو رکعت کے بعد سلام پھیرے تو مقیم جو اپنی دو رکعت پوری کریں، مان میں الحمد پڑھیں یا نہیں؟

اور اگر کوئی ایسا ملے جو چار رکعت سے جس سے بعد سلام لازم ہو، مان دونوں رکعت باقی میں دو سجدہ سہو بھی کریں یا نہیں؟
جواب: زینپ رہے، کیونکہ پڑھے اور سجدہ سہو بھی نہ کرے۔ وہ حکم امام کے پیچھے ہیں۔ فقط (بدعت خاص، ص ۱۵)

(۳۸۹) مقیم مقتدی مسافر کے پیچھے نماز تکمیل اور ان میں الحمد پڑھیں تو وہ گناہ گار بھی ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر الحمد بھی نہ پڑھیں اور مقتدی الحمد [اللہ] میں سورہ فاتحہ پڑھنے سے گناہ گار ہوں گے؟

پڑھنے کے قیام بھی نہ کریں، جب بھی گناہ گار ہوتے ہیں یا نہیں، اور ان کی نماز بھی ہو جاتی ہے، یا نہیں؟

جواب: پڑھنے سے گناہ گار اور قیام تکمیل کافی ہے، نہ یا وہ قیام کی حاجت نہیں۔ فقط (بدعت خاص، ص ۱۵)

(۳۹۰) اگر مقیم مسافر امام کے پیچھے اہتیا میں شامل ہو تو نماز کس طرح پوری کرے؟

سوال: اگر مقیم مسبوق مسافر امام کے پیچھے اہتیا میں شامل ہو تو وہ اپنی چاروں رکعت کس طرح پڑھے،

یا دو رکعت میں الحمد اور قرأت اور دو رکعت میں فقط الحمد پڑھے، یا کس طرح کرے؟

(بدست خاص میں)

جواب: جسے سبقِ تمیم کا پڑھنا ہے، اسی طرح پڑھے۔ فقط

(۲۹۱) اگر تمیم نے امامِ مسافر کے پیچھے ایک رکعت پڑھی، وہ باقی تین رکعات کس طرح پوری کرے؟ مسافر امام کے ساتھ پڑھی، تو باقی اہلِ جمعہ

رکعت کس طرح پڑھے؟ یا ایک رکعت میں الحمد اور قرأت اور دو میں فقط الحمد پڑھے، یا کیا کرے؟

(بدست خاص میں)

جواب: ایک میں قرأت، دو یا قرأت۔ فقط

(۲۹۲) چاند اور سورج گھٹن کی نمازوں میں قرأت، اجتماعی یا تنہا کی تفصیل؟ سوال: ہند

گھٹن اور سورج گھٹن کی نمازوں میں، دونوں میں جماعت اور قرأت ہا واز بلند ہوتی ہے، یا کیا؟

جواب: سورج گھٹن میں نماز جماعت ہے اور چاند گھٹن میں الگ الگ، سورج گھٹن میں قرأت آہستہ ہے

(بدست خاص میں)

اور چاند گھٹن میں اختیار ہے، آہستہ پڑھے، غلو اور پکار کر۔

ابواب الجنائز

(مردہ کے کفن و دفن، ایصالِ ثواب اور متعلقہ مسائل)

(۲۹۳) نزع کے وقت پیاس لگنے کی ایک بے اصل روایت کا ذکر: سوال: مشہور ہے

کہ نزع کے وقت آدمی کو سرد مضان کی پیاس لگتی ہے اور شیطان شیش میں پانی لے کر سامنے کھڑا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ تیری کا لٹا دے کر کھلا دے تو چاہئے کہ اس وقت شربتِ مردہ کو یا جو دے گا کہ اس کی پیاس بجھے اور شیطان کا دانت ٹکے۔ یہ بات سچ ہے یا لٹو؟

(بدست خاص میں)

جواب: اس کی کچھ اصل نہیں۔ فقط

(۲۹۴) عورت کا اپنے مردہ شوہر کو غسل دینا کیسا ہے؟ عورت اپنے شوہر مردہ کو اگر غسل دے

دست ہے مگر مردہ اپنی زوجہ مردہ کو غسل نہیں دے سکتا، یہ مذہبِ سنی ہے اور حضرت علیؓ کا غسل دینا جنت نہیں، بل قتل ہے۔ صحابہ نے اس پر اعتراض کیا ہے (۱) اور پھر قول صحابی کا خلاف حدیث کے یا تمام صحابہ کے جنت نہیں ہوتا، ہوائی قاتل کے

(پان پانی)

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے اپنے شوہر کو غسل دیا اور وہ مر گیا، میں نے کہا کہ اگر وہ مر گیا ہوتا تو میں نے اس کو غسل دینا چاہیے تھا۔

میں نے اس کو غسل دیا اور وہ مر گیا۔

سوال (۲۹۵) ہے۔ مع بداء، یہ خصوصیت مصاہرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، دوسرے کے واسطے جائز نہیں ہے۔ لہذا حضرت
فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو غسل دینا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا، حجت نہیں۔

اور کتاب درمختار، تمام عرب و عجم کے نزدیک معتبر ہے، غیر مقلد اپنے فہم سے عاجز ہیں، بخاری کے سمجھنے کی ان کو
قوت نہیں، اپنے نفس اور فہم کے مقلد ہیں، فہم حدیث سے ان کو کچھ کام نہیں، طعن ائمہ کا ان کا مذہب اور اتباع اپنے نفس
کا ان کا مشرب ہے، حق تعالیٰ ان کو ہدایت فرمائے اور راہ حق پر چلنے کی توفیق دیوے اور ظلمات نفسانیہ سے ان کو
نکالے۔ فقط والسلام

(۲۹۵) کفن کے اوپر ڈالی جانے والی چادر کا، کیا حکم ہے؟ سوال: مردہ پر علاوہ کفن کے جو

چادر اس غرض سے ڈالتے ہیں، کہ مردہ جوڑا [بندھا] ہوا، برا معلوم نہ ہو، جیسے ہندوؤں کا مردہ ہوتا ہے، نیز وہ چادر محتاج
کو بندھی جاتی ہے، تو اس کا ڈالنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، مگر یتیم کے مال سے نہ کرنا چاہئے۔

(۲۹۶) نابالغ بچوں کے کفن کی مقدار کیا ہے؟

صغیر لڑکا لڑکی چار پانچ سال تک کو کامل کفن دینا اولیٰ
ہے، جو ایک یا دو پارچہ میں لپیٹ کر دفن کر دیویں، جب بھی درست ہے، اور جب بارہ گیارہ سال کا ہو تو، کامل کفن دینا چاہئے۔

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۹)

(۲۹۷) مردہ کے بالوں میں کنگھی کرنا؟ سوال: مردہ کے بالوں میں وقت غسل کنگھی کرنا جائز

ہے، یا نہیں؟

جواب: مردہ کے بالوں میں کنگھی کرنا مکروہ ہے۔ واللہ اعلم

(۲۹۸) میت کے سر پر عمامہ کی تحقیق اور کفن کی مقدار مسنون؟ عمامہ میت کے سر پر بعض روایات

میں، فضل عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (۱) سے مروی ہے، لہذا اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے، مگر بذریعہ احادیث صحیحہ کے کفن

تمن پارچہ ہیں۔

(۲۹۹) مردہ کو قبر میں رکھنے کے بعد، اس کا منہ قبر کو دکھانا کیسا ہے؟ سوال: مردہ کو قبر میں

رکھ کر کفن کے بندھوانا اور لوگوں کو اور قبر کو منہ دکھانا کیسا ہے؟

(۱) عن ابن عمر انہ کفنا ابنہ واولادہ فی خمسۃ ابواب قبص و عمامۃ و ثلاث لثائف و اثار العمامۃ الی تحت حنکہ رواہ سعید بن منصور، کذا
قال العیسیٰ فی العیسیٰ (۵۶/۱) اعلام السنن ص ۱۹۸ ج ۸ [مکتبۃ الامدادیہ مکئۃ المکرمۃ]

جواب: کسی کو دکھانا اولیٰ نہیں، مگر حرام بھی نہیں مگر قبر کو دکھانا و اہیات ہے، حماقت ہے، ایسا نہ کرے۔ (بدست خاص ص ۸۸)

واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۰۰) قبرستان میں نماز جنازہ پڑھنا؟ سوال: نماز جنازہ کی قبرستان میں پڑھنا یعنی اگر

قبریں سامنے جنازہ کے ہوں، جائز ہے، یا نہیں؟ یا یہ بھی ایسا ہی حکم رکھتی ہے جیسا اور نماز قبرستانوں میں پڑھنا منع ہے؟

جواب: نماز جنازہ قبرستان میں جائز ہے۔ واللہ اعلم

(۳۰۱) بے نمازی کی تمہیداً نماز جنازہ نہ پڑھنے کا حکم؟ از بندہ رشید احمد عفی عنہ مولوی نصیر الدین

صاحب سلمہ (۱)

بعد سلام مسنون مطالبہ فرمائیے، خط آپ کا آیا، حال معلوم ہوا، بندہ بعافیت [ہے] اور شکر حق تعالیٰ کا کرتا ہے۔ بے نمازی

آدمی فاسق ہے، کافر نہیں ہوتا، البتہ اگر نماز کے فرض ہونے کا منکر ہو جاوے، تو کافر ہو جاوے گا۔ تو تارک نماز کو ایسا کافر

جاننا کہ اس کی جنازہ کی نماز نہ پڑھے، بیجا ہے۔ البتہ تغلیظاً اور چشمک (۲) کے واسطے نماز نہ پڑھی جاوے، تو مضائقہ نہیں،

ورنہ حدیث صحیح ہے کہ ہر فاسق پر نماز پڑھنی چاہئے اور ائمہ نے جو قتل کا حکم تارک صلوٰۃ پر لگایا ہے، وہ تعزیر کی وجہ سے ہے نہ

کفر کے سبب سے۔

غرض یہ امر جو غیر مقلد کہتے ہیں کہ تارک صلوٰۃ مشرک قطعی ہے، خلاف تمام علماء کے ہے اور ظاہر حدیث پر اگر یہ

[حکم] دیتے ہیں، تو دیگر احادیث ان کی سمجھ کے خلاف حکم دے رہی ہیں، غرض یہ قول ان کا خلاف احادیث اور اقوال

علماء کے ہے۔ نماز تارک صلوٰۃ کی پڑھنی جائز ہے اور وہ مسلمان فاسق ہے۔ فقط (مجموعہ مکاتیب ص ۲۲۲)

(۳۰۲) بغیر نکاح کے عورت رکھنے والے کی نماز جنازہ کا حکم؟ سوال: اگر زید مر جاوے تو

اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا اور مسلمانوں کے گورستان میں دفن جائز ہے، یا مثل چہار بھنگیوں کے پھینکنا، جائز ہے؟ اور اس

حال میں اگر زید کی اولاد مر جاوے تو اس کی نماز پڑھنی جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر زید مر جاوے تو مناسب ہے کہ اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھی جائے، اور اگر اس کی اولاد

مر جاوے تو اس کی نماز پڑھ دینا، کیوں کہ وہ مسلمان ہیں، باقی کفن دفن میں شریک نہ ہوں، دیگر زید کو مسلمانوں کے

قبرستان میں بھی دفن نہ کریں۔ فقط (فیوض رشیدیہ ص ۱۹-۲۰)

(۱) یہ کتابا نصیر الدین صرہی ہیں، جو حضرت مولانا آگاہی کے شاگرد ہیں۔ فصل الخطب فی تحقیق مسئلۃ العراب "کہ مؤلف ہاشم رحمہ اللہ (مفتی اعلیٰ ہند) نے

جائزہ تعلیم سے فراغت پر حضرت مولانا نے ان کے سر پر چار فضیلت (عوارہ گزاری) نامی چھٹی اور چار ہزار درس عطا فرمائی تھی، وہ ان کی اولاد کے پاس محفوظ ہے۔ ان

نے انہوں کی زیادت کی ہے۔ (۲) چٹاک گفت میں مفتی آج کے معمولی اختلاف کے ہیں، یہاں ظاہر یہ مراد ہے کہ لوگوں کی نگاہ میں اس گز گزاری ہے وقتی ہو۔ (نور)

(۳۰۶) قبر میں پتھر لگانا اور صندوق بنانا؟ پتھر اگر چہ از قسم تراب ہے، مگر چٹاؤ اس کا قبر پر مکروہ لکھا

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۳)

ہے اور صندوق بھی مکروہ ہے۔

(۳۰۷) قبر پر مٹی ڈالتے وقت منها خلقنکم پڑھنے کا ثبوت؟ تین دفعہ مٹی قبر پر ڈالنے میں

تین نکر: منها خلقنکم پہلی دفعہ، دوسری دفعہ و فیہا نعیدکم تیسری دفعہ: و منها نخرجکم (۱) بعض

(مجموعہ فرخ آباد ص ۴۴)

روایات سے ثابت ہے۔

(۳۰۸) تدفین کے بعد میت کے گھر جا کر فاتحہ پڑھنا؟ سوال: اور ایک رسم کہ جس

وقت مردہ کو دفن کر کے مکان پر آتے ہیں، تو ان کے ہمراہ کے کل آدمی جو جنازے کے ہمراہ جاتے ہیں، وہ میت کے مکان

پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر فاتحہ پڑھ کر اپنے مکانوں کو جاتے ہیں، ان میں نمازی بے نمازی سب شامل ہیں۔ اس طرح بعد میں

لوٹ کر آنا اور جمع ہو کر فاتحہ پڑھنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: بعد دفن کے دروازہ میت پر جا کر فاتحہ پڑھنے کو منع لکھا ہے، درالحقار وغیرہ کتب فقہ میں۔ لہذا بعد

دفن کے اپنے اپنے گھر چلے جاویں، دروازہ میت پر تعزیت کے واسطے نہ جاویں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی محمد مراد عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ مظفرنگر

(فیوض رشیدیہ ص ۸)

(۳۰۹) مقامی لوگوں کے لئے تعزیت صرف تین دن تک ہے؟ مسئلہ: حاضر بلد کے

واسطے تین روز تعزیت کے ہیں، کہ تین روز سوگ کرنا شرع سے اجازت ہے، پھر نہیں۔ کیونکہ غم کو بھلانا چاہئے نہ یاد دلانا

پریشان کرنا، اور غائب کے واسطے زیادہ ایام میں اجازت ہے مگر نہ یہ کہ ماہ دو ماہ کے بعد آوے، کہ یہ ایام بھول جانے کے

ہوتے ہیں، ایسے میں آنحضرتؐ اور رسم باطل ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فرخ آباد ص ۴۳)

(۳۱۰) میت کے گھر تیسرے روز تک کھانا کھانے کا حکم؟ سوال: میت کے گھر طعام کھانا

تین روز سے اول جائز ہے، یا نہیں، شادی ہو یا غم میں، بیٹو تو جروا۔

جواب: میت کے گھر کا کھانا جو صدقہ کا ہے، وہ تو جائز فقہاء کو ہے، غنی کو مکروہ [ہے] اور جو اہل میت

برادری کی روٹی پکاویں، وہ مکروہ تحریمہ اور حرام ہے۔ اور جو فخر و ریاء کا طعام ہو وہ بھی حرام ہے، اور جو دور سے مہمان

(۱) منها خلقنکم و فیہا نعیدکم و منها نخرجکم (آخری: بسم اللہ و فی سبیل اللہ و علیٰ ملۃ و رسول اللہ (ک) عن ابی امامۃ قال: لما

وضعت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر. کنز العمال للعلامہ علی ابن حسان الدین المنفی الجندی ص ۶۰۲ ج ۱۵

رقم الحديث: ۳۲۳۹۶ مؤسسة الرسالة، بیروت [نور]

تعزیت کے واسطے آوے، اس کو کھانا درست ہے، خواہ قبل سر روز کے ہو، یا بعد سر روز کے ہو۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۱-۲۲۲)

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۳۱۱) اگر محلہ میں موت ہو جائے، تو اہل محلہ کے لئے کھانا پینا منع نہیں؟ سوال: جس محلہ

میں کوئی مر جاوے، تو اس کے یعنی محلہ کے لوگوں کو مردہ کے دفن ہونے تک، کھانا کھانا جائز ہے، یا نہ کھانا مستحب ہے۔

جواب: درست ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۱۲) نفل نماز روزہ کا زندہ آدمی کو ثواب جہہ کرنا؟ سوال: نفل نماز اور روزہ کا ثواب زندہ

آدمی کو جہہ کرنا جائز ہے، یا نہیں۔ بر تقدیر اول موہوب لہ سے اس ثواب کے عوض میں، دنیا کا مال لینا جائز ہے، یا نہیں؟

اور یہ تو ظاہر ہے کہ فرض نماز روزہ میں نیابت درست نہیں، لیکن ادائے فرض سے دو فائدہ ہیں: سقوط عذاب اور حصول

ثواب، سو اگر کوئی شخص فرض کا فقط ثواب دوسرے شخص کو جہہ کرے تو جائز ہے، یا نہیں؟ اور نفل عبادت کا ثواب فاسق

یا مبتدع کو جہہ کرنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: ثواب نوافل کا زندہ کو بھی دینا درست ہے، جیسا مردہ کو دینا درست ہے۔ فقط اور فرض کا ثواب دے

سکتے ہیں (۱) اور فاسق کو ثواب دے سکتے ہیں۔ فقط

(۳۱۳) زیارت قبور کے واسطے کون سے دن افضل ہیں؟ سوال: زیارت قبور کے واسطے کون

کون دن افضل ہیں، اور کس دن میں مردوں کو اپنے زائران کے آنے سے اطلاع زیادہ ہوتی ہے؟

جواب: زیارت قبور کو جمعرات جمعہ اولیٰ معلوم ہوتا ہے، بعض روایات سے۔ (بدست خاص، جواب نمبر ۱۱۶)

(۱) البیہ الشامی وبیہذا علم انه لا فرق بین ان یکون المجهول له ميتا وحيا والظاهر انه لا فرق بین ان بنوی به عند الفعل للغير او بفعله لنفسه ثم بعد

ذلك يجعل ثوابه لغيره لاطلاق كلامهم وانه لا فرق بین الفرض والنفل ط (شامی ج: ۱ ص: ۶۰۵۔ مطلب فی القراءۃ للمیت واعداء ثوابہا لہ)

وفی منحة الخالق علی البحر الرائق للعلامة الشامی: وسند ذکر هناك ان الحج يقع عن الفاعل فیسقط به فرضه وهو صریح فی

المراد (البحر الرائق ج: ۳، ص: ۱۰۷) وفيه ايضا في مقام آخر: وتعليل المسئلة بانه متبرع بجعل ثواب عمله لاحدهما فليد وقوع الحج عن

الفاعل فيسقط به الفرض عنه وان جعل ثوابه لغيره (البحر الرائق ج: ۳، ص: ۱۲۲)

وفی سبک الانہر علی ملقی الاثیر: (ومن اهل بحجة عن ابوبہ) بغیر امر (تم عن احدهما جاز لانه متبرع (وللایسان ان يجعل ثواب عمله

لغيره فی جميع العبادات) فرضا او نفلا (مجمع الاثیر ج: ۱، ص: ۳۰۹)

وفی رد المحتار علی الترمذی تحت قوله: الاصل ان کل من اتي بعبادة ثا، لہ جعل ثوابہ لغيره: وفي البحر بحثان احدهما شامل للتبرعة لكن لا

يعود الفرض فی ذمته لان عدم الثواب لا يستلزم عدم السقوط عن ذمته ۱۱ علی ان الثواب لا يعلم کما علمت وسند کفریما لو اهل بحج عن ابوبہ لانه

[نور]

(۲۳۶) (جامع الفتاویٰ شامی ج: ۳ ص: ۲۳۶)

ملقی الیٰ علیٰ کلامی، کرم اللہ

(۳۱۴) قبر پر بیٹھنے، نگیکہ لگانے اور قبرستان میں ہنسنے کا کیا حکم ہے؟ سوال: قبر پر بیٹھنا یا نگیکہ لگانا، یا ہنستا، یا سخن دنیاوی کرنا، یا سونا، یا کھانا، چٹنا اندر مقبروں کے، اور خرید و فروخت کرنا مکروہ ہے، یا حرام، یا جائز؟

جواب: قبر پر بیٹھنا، نگیکہ لگانا، بعض علماء کے نزدیک درست ہے اور بعض منع کرتے ہیں، اور قبر کے پاس کھانا، ہنستا، یا تمیں کرنا اولی نہیں، کھل موت یا دکر نے کا ہے، نہ غفلت کا۔

(بدست خاص جواب نمبر ۱۸۸)

(۳۱۵) ثواب و وظائف توقیفی امر ہے، اس کی عقلی تقسیم نہیں ہو سکتی: مسئلہ: ثواب و وظائف

توقیفی امر ہوتا ہے، اس کی تقسیم اجزاء پر عقلی نہیں ہو سکتی، کہ دو رکعت کا ثواب اگر شارع نے فرمایا، تو ایک رکعت میں نصف اس کا تجویز کیا جاوے۔ البتہ ذکر جس قدر کرے گا ثواب ہوگا، مگر ثواب موعود اسی قدر مقدر شرع پر ملتا ہے، مگر جو شارع خود حصہ فرما دیوے، اس وقت مضائقہ نہیں۔

عبادت بدنی ذکر مالی سے زائد و افضل ہے، مع ہذا، بعض وجوہ تفصیلت مالی میں، بدنی سے زیادہ ہیں، اس واسطے یہ حساب، کتاب عقلاً جاری نہیں ہو سکتا، فضیلت جزئیہ نصر نہیں ہو سکتی۔ پس کہہ سکتے ہیں کہ ذکر متقی سے افضل، بعض جہ سے اور متقی علی ذکر سے ہے بعض وجہ سے۔ (۱) فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۴)

(۳۱۶) صغیر السن بچہ ایصال ثواب کا محتاج نہیں، سوال: اگر کوئی بچہ بعد پیدائش قبل از بلوغت یعنی اس اثناء میں صغیر سن مر جاوے، تو

اس کے واسطے بھی ایصال ثواب عملی یا مالی کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور اس کے لئے ایصال ثواب کرنے یا نہ کرنے سے، اس کا کوئی فائدہ یا حرج متصور ہے یا نہیں؟

(۱) ایک سوال مقدمہ کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عبادات بدنی مثلاً ذکر عبادت مالی سے افضل ہے۔ جیسے مشکوٰۃ کتاب الدعوات باب ثواب التوبع الف فصل ثانی ص ۴۰۲ عکس اصح المطابع کتب خانہ رشیدیہ دہلی۔ نیز مشکوٰۃ شریف باب مذکور ج ۲ ص ۹۱۰ رقم الحدیث: ۴۳۱۴۔ نظرو: رمضان بن احمد بن علی ال عوف (مکتبۃ النوبہ، دار ابن حزم بیروت لبنان ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء) کہ جنہوں نے تمام اہل اللہ اللہ پر ہے گا۔ تو وہ ذکر اہل عبادت مالی سے متعلق افضل ہے مگر عبادت مالی کو جزوی فضیلت حاصل ہے، جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فضیلت مطلقہ کہ ہے مگر ہر اکہم موسیٰ علیہ السلام کو بھی جزوی فضیلتیں حاصل ہیں یعنی اول اہل اہل اللہ، فطیل اللہ ہوتا، کلیم اللہ ہوتا، نور روح اللہ ہوتا، اہل انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے اسی طرح ذکر بعض جموع سے متعلق سے افضل ہے اور حق بعض جموع سے ذکر سے علی ہے۔ (پان پوری)

جواب : ایسا بچہ محتاجِ ثواب کا نہیں کہ مغفور ہے، مگر جو ثواب پہنچایا جاوے گا، تو رفعِ درجہ اس کو حاصل ہو جاوے گا۔ (۱) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۲۳)

(۳۱۷) بلا تعین تاریخ ایصالِ ثواب میں حرج نہیں : سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے

محققین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں : کہ زید ہر سال میں بلا تعین تاریخ کے دس بیس آدمی کو جمع کر کے، اللہ طعام کھا دیتا ہے، اور نیت اس کے ثواب کی، اپنے بزرگواروں کے لئے کر لیتا ہے۔ آیا یہ ایصالِ ثواب اس کو ہر سال میں جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب : بلا تعین تاریخ ایصالِ ثواب طعام کچھ حرج نہیں اور موجبِ اجر کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقط

رشید احمد عفی عنہ کنکوی

الجواب صحیح، قال مولانا محمد اسحاق رحمہ اللہ تعالیٰ فی مسائل اربعین : تقسیم طعام بہ نیتِ ثواب بے تعین یوم جائز است وکے درمغ آں دم زندہ۔ کتبہ ابو الحسن عفی عنہ مہتمم جامع مسجد سہارنپور۔

جواب صحیح ہے، مشتاق احمد عفی عنہ سہارنپوری۔ ہذا الجواب علیٰ ہذا السؤال صحیح، عنایت الہی عفی عنہ سہارنپوری مدرس مدرسہ اسلامیہ سہارنپور۔

اصاب الجیب۔ محمد ناظر حسن عفی عنہ دیوبندی مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔ الجواب صحیح۔ عزیز الرحمن دیوبندی عفی عنہ مدرس اول۔ مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔ الجواب صحیح، محمد مراد عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ مظفر نگر۔ اصاب من اجاب، محمد بشیر الدین میرٹھی۔

جواب صحیح ہے، العبد احمد علی عفی عنہ بٹاروی۔ الجواب صحیح، محمد صدیق احمد عفی عنہ کاندھلوی مہتمم مدرسہ اسلامیہ کاندھلہ۔ الجواب صحیح، محمد اسماعیل دہلوی۔ اطعام اللہ بعدہ ایصالِ ثواب بلا شک جائز ہے، واللہ اعلم بالصواب۔ کتبہ العبد المذنب عبد الرحمن پانی پتی۔ ۳۰ ربیع الاول ۱۳۰۹ھ الجواب صحیح، خادمہ الطیبہ فقیر غلام محمد ہوشیار پوری، مدرس مدرسہ اول کراتل۔

الجواب بغیر تاریخ خاص معین کرنے کے ثواب پہنچانا، خواہ ایک سال یہ عمل کرے، یا ہر سال کیا کرے، کسی طرح قواعد شرع کی مخالف نہیں، بلکہ اس کا روکنا اور منع کرنا خیر کثیر کا روکنا اور منع کرنا ہے، اور وہ جائز نہیں۔ ہاں تعین یوم

(۱) عمل میں کچھ کھانے کی ہے۔

خاص و تاریخ خاص کا کرتا، مختلف کا قفل نہیں، یہ شارح کا کام ہے، اور بلا تعینیم ہم تاریخ و شارح کی جانب سے اجازت اور موجب ثواب ہے، واللہ اعلم۔ کتبہ العبد العاصی مشتاق احمد حنفی صابری عفی عنہ، مدرس مدرسہ اسلامیہ یوڈیانہ۔

ہر سال بلا تعینیم تاریخ مستحقین کو لکھ دیا، پھر کسی بزرگ کے روح کو ایصال ثواب کرتا جائز و موجب اجر ہے۔ واللہ اعلم وعلیہ اتم فقط، اترقم مسکین شاہدین عفی عنہ، مفتی یوڈیانہ۔

بلا تعینیم تاریخ ایصال ثواب عبادت مالیہ و بدنیہ، بارواح مشائخ و بزرگان دین یا علمہ، مومنین مسلمین مستحقین و موجب اجرست، و اگر برائے مصلحت یا بغرض سہولت تعینیم وقت ہم کند، ہضما نقدہ ندادو، بشرطیکہ اس تعینیم را از امور شرعیہ

ندانند، والا اس تعینیم بدعت خواہد شد، زیرا کہ برائے ایصال ثواب تعینیم وقت، از شارح ثابت نیست، واللہ اعلم وعلیہ اتم۔

احقر عہاد الصمد نور محمد عفی عنہ، مہتمم مدرسہ حنفی، یوڈیانہ

منظوم امیر یہ۔ ص: ۲۸-۲۹ تالیف مولانا امیر باز خاں (انبال: غالباً ۱۳۱۰ھ)

ترجمہ: عبادات مالیہ اور بدنیہ کا تاریخ کی تعینیم کے بغیر، مشائخ کی ارواح، بزرگان دین یا عام مسلمانوں کو ایصال ثواب کرنا بہت اچھا اور اجر و ثواب کا باعث ہے۔ اگر کسی مصلحت یا سہولت کی وجہ سے تاریخ بھی

متعین کر لیں، حرج نہیں۔ شرط یہ ہے کہ اس تعینیم و اہتمام کو شریعت کا کام نہ سمجھیں، ورنہ یہ کام بدعت ہو جائے گا، اس لئے کہ ثواب پہنچانے کے لئے کسی وقت کا مقرر کرنا، شارح [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم]

سے ثابت نہیں۔ [ت: نور]

(۳۱۸) رسوم مروجہ کی شرعی حیثیت: جو رسوم مروجہ زمانہ کہ کسی حجت شرعیہ سے نادرست اور گناہ

ہیں، ان کے عدم جواز میں تو کچھ کلام نہیں ہے، مگر جو رسوم کہ فی نفسہ مباح ہیں، خواہ بدرجہ مندوب و مستحسن پہنچے ہوئے ہیں، اگر عوام ان کو بمنزلہ واجب مومکد جانے لگیں، یا عملاً ان کے ساتھ برتاؤ واجب کا کرنے لگیں، کہ ان کے ترک سے

حجاب اور ندامت لاحق ہونے لگے، اور باوجود عدم وسعت کے ان کے ارتکاب کی سعی کی جاوے، اور تارک پر ملامت ہوتی ہو، جیسا کہ اب اکثر بلاد اور اکثر طبائع میں، بہ اعتبار اکثر رسوم کے ایسے ہی مشاہد ہیں، تو لاریب! یہ التزام اور

معاملہ نادرست اور موجب معصیت ہے۔

اور اگر خود مرتکب رسم اس عقیدے اور خیال سے بری ہے، تب سے یہ اندیشہ، فساد عقیدہ، عوام اس کا ارتکاب نادرست ہوگا، چنانچہ کتب فقہ وحدیث سے یہ امر ظاہر و باہر ہے۔ ایسے وقت میں تارک رسوم اور ماحی بدعات اور سائی

رواج طریقہ سنید، بے شک مشابہ اور ماجر ہوگا۔ علی سادلت علیہ الاحادیث الصحیحہ و الروایات

الفقهية المستندة المعتبرة الصريحة.

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

اصلاح الرسوم تالیف: حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ ص: ۹۲

شائع کردہ مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی، مقیم گنگوہ۔ [مطبوعہ در حیات حضرت مولانا گنگوہیؒ۔ ۱۳۲۰ھ]

(۳۱۹) اسقاط مروجہ کا حیلہ ثابت نہیں: سوال: اسقاط مروجہ بعد میت، کس حدیث سے

ثابت ہے۔ بروایات صحیحہ بیان فرمادیں فقط۔

جواب از عالم انبالوی: اسقاط مروجہ ایک صدقہ دینا ہے، واسطے میت کے، اور یہ قرآن وحدیث سے ثابت

ہے اور ترکیب اسقاط کتب فقہ میں مذکور ہے، فقط۔ تمام شد جواب انبالوی

تردید جواب بالا از حضرت گنگوہیؒ: طریق اسقاط کہیں احادیث میں مذکور نہیں، متاخرین نے ایک حیلہ

وضع کیا ہے، اگر کوئی کرے ورنہ کچھ حرج نہیں۔ سائل پوچھتا تھا کہ اس کا ثبوت کہاں سے ہے، جناب مجیب نے

اس سے اعراض کیا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۷۲-۷۱)

رشید احمد گنگوہی

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب: جس کی ہمارا دینی آدنی سال ہجر کو کافی نہیں اور قیمت میں دوسروں پر یہی ہے، وہ فقیر ہے، زکوٰۃ لینا اس کو ہر صدقہ واجب لینا درست ہے۔

(بدست خاص، سوال ۱۳۴)

(۳۲۳) غنی کون ہے؟ مسئلہ: غنا میں عمارت میں شرح و قادی کی روایت اعتبار قیمت کی ہے اور بعض نے آدنی حاصل کا اعتبار کیا ہے، کیا دینی ایک ماہ کو کافی ہو، یا سال کو کافی ہو، سو ایک سال کی کفایت حکم ہے، کہ غنی وہ ہے کہ سال ہجر قیام نہ ہو۔ بعد ازاں اس ہی روایت ثانی کو صحیح جان کر ثانی و چاہے فقط۔

(مختارات حضرت مولانا گنجوی، ج ۲، ص ۱۰۰، خلیل احمد دہلوی، مکتوب ۲۲۲ غنی)

رشید احمد

(۳۲۴) خاندانی ملازم کو زکوٰۃ دینا؟ سوال: ایک شخص غلام نہیں ہے، مگر غلاموں کے طور پر مال کمانے سے مگر میں دیتا ہے تو اس کو صدقہ فطر یا خیرہ دینا چاہتا ہوں، یا نہیں، اور غلاموں کے طور پر دینے سے یہ فرض ہے کہ بچہ کھانے اور پینے کے اور یہ کچھ دے نہیں دیتا ہے۔

جواب: یہ لوگ غلام نہیں، ان کو صدقہ زکوٰۃ و خیرہ دینا درست ہے، فقط۔

(بدست خاص، ج ۲، سوال ۱۳۴)

نوٹ: ایک اور مسئلہ اگر عورت زکوٰۃ دینے کا حکم دے تو جائز ہے یا نہیں؟ غمیرہ میں ملاحظہ ہو۔ (نور)

(۳۲۵) اگر کم عمر بچے کے نام کو کوئی زمین ہے تو اس کو نذر (صدقہ) لینا؟ سوال: اگر باپ اپنے بچے صغیر، کے نام کو کوئی زمین خرید کر دے یا اپنی ہی زمین اپنے بیٹے کے نام لکھ دے، اور وہ زمین مثلاً سورہ پیکی قیمت کی ہو تو اس کے کو نذر میں چیز کا لینا اور کھانا جائز ہوگا یا نہیں۔ حالانکہ اس زمین کا قباض (و) تصرف وہ باپ ہی ہے، کیونکہ زکوٰۃ جیلوٹا کیونکہ نہیں کر سکتا ہے، اور اس زمین کی چیز اور باپ کو خرچ میں لگانا جائز ہے؟ یا نہیں؟

جواب: صغیر اگر کامالک ہو گیا اور غنی ہو گیا، اب مال خدراں کو نہ دے، اور بیٹے اور اس زمین کی صغیر پر خرچ کرے، باپ اس کو نہ کھائے مگر جو مال اس کو دے دے تو درست ہے، (۱) فقط۔

(بدست خاص، ص ۱۳۴)

(۳۲۶) غیر مسلم کو زکوٰۃ دینے کا حکم؟ سوال: زکوٰۃ غیر مسلم کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ناجائز ہے، مگر غیر مسلم کو یا تو ادا نہ ہوگی، مسلمان کو ہی دینا چاہئے۔ فقط واللہ اعلم

(بدست خاص، ص ۱۳۴)

(۳۲۷) صدقات واجبہ سادات کے لیے حرام ہیں: سوال: آج کل زکوٰۃ اور دیگر صدقات

واجبہ سادات کو دینی درست ہیں، یا نہیں؟

(۱) صدقات واجبہ سادات کو دینی درست ہیں، یا نہیں؟ (۲) صدقات واجبہ سادات کو دینی درست ہیں، یا نہیں؟ (۳) صدقات واجبہ سادات کو دینی درست ہیں، یا نہیں؟

(۴) صدقات واجبہ سادات کو دینی درست ہیں، یا نہیں؟ (۵) صدقات واجبہ سادات کو دینی درست ہیں، یا نہیں؟

الجواب: صدقات واجبہٗ یا کل بھی سادات کو (اور بنا احرام میں) فقط

(مجموعہ اسلامیہ)

(۳۳۸) سادات کے لیے قربانی کی کھال کا حکم؟ سوال: دیہات میں امامت کرتے ہیں اور پشاور

..... میں کو لینا چاہتے ہیں یا نہیں اور دلیل چاہئے اور غیر..... (۱)

جواب: کو لینا درست نہیں، کیونکہ گو چھوڑ فطرہ اور صدقہ فرض سب نبی ہاشم کو لینا حدیث (۱) میں

منع ہو گیا ہے اور چھوڑ قربانی کا صدقہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ یہ ہے، اس کا نبی ہاشم کو لینا درست ہے، اسی وجہ سے ثواب قربانی

بھی اس کو مستعمل کر سکتا ہے، کہ وہ صدقہ نہیں، بلکہ مثل گوشت کے ہے کہ سب کو حلال و حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجموعہ اسلامیہ) کتبہ اربعی رحمتہ ربہ شیدا احمد گنگوہی مفتی اعظم

(۳۳۹) نبی ہاشم کے لئے صدقات، فطرہ کا حکم؟ نبی ہاشم کے حق میں صدقہ فطرہ کی وجہ سے کب سے

امامت معلوم ہوتی ہے اور بعض محققین نے منع لکھا ہے اور ظاہر بھی ہے کہ فطرہ ہے اور اس کا کھانا اس کا کہ صدقہ فطرہ سے بھی

موصییت دفع ہوتی ہے، اگرچہ قلیل ہی ہو، پس فطرہ سے خالی نہیں اور حدیث میں بھی وجہ منع کی ہے۔ ذکوۃ کا جو اعلان

ظاہر اور حدیث کے ہے اور خلاف ظاہر خصوص کے۔

(مجموعہ فرائض) (۱)

(۳۴۰) صدقات، فطرہ کا فنی کو کھانے کا حکم؟ سوال: (الف) کیا فرماتے ہیں علمائے دین تینوں اس

مسئلہ میں: کہ ذی فطرہ ہو، کہ جنموں زمرہ میں ہیں، کہ صدقہ فطرہ طعام و دولت کھاتا ہے، اور اس کھانے میں لوگ جاکر فقا

بعض ایصال ثواب اور اح اسوات اپنی مائتوں کو کھاتے ہیں، شریک ہوتا ہے۔ قول زیادہ یہ ہے کہ یہ کھانا اللہ کے واسطے کا

ہے، سب کو بلا استثنا کھائی کے، کھانا اس کا درست ہے۔ پس جس نے کہ اللہ کے نام کا کھانا سن کر قبول دولت طعام سے

سے انکار کیا، یا بعد از قبول دولت رد کی، وہ شخص اللہ پاک سے دور چلا، کھانا اس کا و زلف ہے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ فعل زیادہ ہے

نقص ہے، ذی فطرہ و ذی کو عادت مسخر اس کا کہی، کہ نبی نہ چاہئے۔

دینی بحث للہیت، وہ طعام ہیبت پر مضر نہیں ہے، علماء کو تعظیم اطعمہ حباب کو رضا، اللہ تعالیٰ کھانا، صدقہ فطرہ، یا زلف، یا زلف

اللہ تعالیٰ دلا کر کھانا، تقسیم کرتا، یہ بھی للہی ہیں، علاوہ انہیں دیگر امور اور بھی اسی قبیل سے ہیں، جیسا کہ و لہ، حقیقہ و حاشرت

(۱) ایہا، سے مال کی حکومت اور لایا کہ یہ فقرہ ضائع ہو گیا ہے۔ (نور)

(۲) یہ پیش کردہ ان تصدیقات لا تصحیح لاق محمد، السامی توسیع السلس، مسیح مسلم، ۳۳۶۱۱ کتب الف کو اس طرح منقول

نقلی، ۱۳۱۹ھ، ابو مسلم شریف، ص ۶۷، ج ۲، ارقم الحديث، ۱۰۷۲ (توقیہ نظر محمد الطریقی، ۱۳۲۷ھ) (۲۰۰۶ء) (۱۰)

و مباشرت بازن و پرورش و تعلیم اولاد صغیر، و ادائے حج، و طواف بیت اللہ، و زیارت مدینہ منورہ، و دیگر اماکن و مشاہد مقدسہ، و اجزائے مدرسہ اسلامی، و تعمیر پل و مسجد و چاہ، و مہمان سرائے، و نفع رسانی اہل اسلام، و داد و دہش فقراء، و ایتام، و اطعام محتاجین وغیرہ وغیرہ، مگر ہر امر کے لئے موقع و محل جدا ہے۔

طعام میت اسی کو مقتضی ہے کہ محتاجوں اور معذوروں کو کھلایا جاوے، کیوں کہ اہل قدرت کے کھانے میں محرومی محتاجین کی ہے، پس حق اہل مستحان کیوں مارا جاوے۔ اندریں صورت حق بجانب کس کے ہے۔

اور یہ بھی استفسار طلب ہے کہ عرف ہمارے دیار میں اللہ واسطے کا کسے کہتے ہیں، اور طعام میت خاص حق مساکین ہے، یا وہ اور غیر ان کے سب برابر ہیں، اور بعد کھلانے محتاجین کے طعام باقی ماندہ میں سے، خود بازن و فرزند وغیرہ اہل قرابت کے کھانا، یا کسی اپنے دوست یا مقدور اہل وسعت کو، تفریح القلب اخلاصاً و ثواباً ہمراہ خود کھلانا، یا اس کے گھر طعام بھیجنا، کیا حکم رکھتا ہے اور ذی مقدور آدمی کو قبول اور رد طعام اموات جائز ہے، یا ناجائز۔ اور طعام فاتحہ عام مومنین اور خواص اولیاء اللہ میں کیا فرق ہے، اور کھانا اور کھلانا اس کا کیوں کر مسنون ہے۔

(ب) صاحب صلوٰۃ خمسہ مفروضہ کو مرد بے نمازی کے گھر کی دعوت لینا اور عورت بے نماز [ی] کے ہاتھ کا پکایا ہوا، کھانا کھانا کیسا ہے اور جو مرد نمازی اور عورت بے نماز [ی] ہو تو کیا کرنا چاہئے، اور کس دعوت میں تنہا مساکین اہل حق ہیں اور کس موقع پر اشخاص غیر محتاجین اور کس محل پر دونوں؟ اندریں صورت بہتر کیا ہے، آیا محتاجین کو اولاً کھلا کر اور رخصت کر کے، پھر ذی مقدوروں کو کھلاوے، یا ہر دو طرح کے لوگ جلسہ واحد میں شامل ہو کر کھاویں، اور روزہ نفل کو اثنائے روزہ میں افطار کرنا، کس موقع پر جائز ہے، اور کون سے مقام پر ناجائز۔ جواب اس کا مدلل و مشرح مرحمت ہووے۔ بینوا اتوجروا!

الجواب: (الف) صدقہ فرض کہ زکوٰۃ ہے اور واجب کہ صدقہ فطر اور نذر ہے اور جملہ صدقات واجبہ غنی کو حرام ہیں، اور صدقہ نفل خواہ ایصال ثواب میت کا ہو، خواہ ارواح مشائخ کرام و انبیاء علیہم السلام یا کسی وجہ کا صدقہ نفل ہو، یہ سب ایک حکم رکھتے ہیں، کہ غنی کو مکروہ تنزیہی ہیں، نہ حرام۔

قال فی الہدایۃ: و لا تدفع الی غنی الخ . ترجمہ: ہدایہ میں کہا ہے: صدقات غنی کو نہ دیئے جائیں۔ [ت: نور] مراد اس سے زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ ہے۔

قال فی فتح القدیر [وقال فی النہایۃ] و کذا یجوز النفل للغنی انتہی^(۱)

ترجمہ: اور فتح القدیر میں کہا ہے: اور اسی طرح صدقہ نافلہ بھی غنی کے لئے جائز ہے۔ [ت: نور]

(۱) شرح فتح القدیر۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام کتاب الزکاة باب من یجوز دفع الصدقات الیہ دین لا یجوز / ۲۷۳ / جلد ثانی (دار الفکر بیروت)۔ کس طبع قدیم

پس ذی قدرت اگر غنی ہے تو اس کو..... (۱) ثواب کا کھانا حرام نہیں، اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے اور طعام..... (۲) نکاح و ولیمہ و حقیقہ و تعمیر مکان وغیرہ۔ اس میں غنی فقیر سب یکساں ہوتے ہیں۔

بہد اغنیاء کو بلا کراہت جائز ہے، اور اگر طعام میں مقصد یہ ہو کہ فقراء پر صدقہ اور اغنیاء پر ہدیہ، تو خواہ جمع کر کے کھلاوے، خواہ جدا جدا ہر حال درست ہے اور جو محض صدقہ کا کھانا ہے، تو اس میں غنی کو شریک ہونا ترک اولیٰ ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد غنی عنہ گنگوہی (۳)

یہ اصل فتویٰ برصغیر ہند کے نامور خطاط، حضرت شاہ سید نفیس الحسنی صاحب نفیس رقم، لاہور پاکستان کے ذخیرہ میں محفوظ تھا، شاہ صاحب نے اس کا عکس دے کر ممنون فرمایا۔ جزاء اللہ تعالیٰ!

(۳۳۱) بے نمازی کے گھر کھانا کھانا کیسا ہے؟ بے نماز [ی] کے گھر کا کھانا حرام نہیں، کہ فخر عالم (صلی

اللہ علیہ وسلم) نے یہودی کے گھر کا گوشت تناول فرمایا تھا۔ البتہ اس سے مؤدت اور دوتی نہ چاہئے، کہ فاسق گنہگار ہے، البتہ اگر تالیف مراہو، یا کوئی دوسری وجہ ہو تو، عجب نہیں۔

علیٰ ہذا! زن بے نماز [ی] کے ہاتھ کا پکا یا کدورت ہے اور صدقہ فرض کو فقط مساکین کو کھلانا اولیٰ ہے، اغنیاء بھی اگر کھائیں تو ثواب ہوگا، مگر کم، اور تقدم تا خراطعام میں اختیار ہے، چاہے اکٹھا کھلاوے، اس کا کوئی حق و استحقاق منی مصلحت صاحب طعام کے ہے، جس طرح چاہے کھلاوے اور ضرورت ضیافت کے واسطے روزہ نفل کا افطار کرنا چاہئے، اگر صاحب طعام ناراض ہو، یا اصرار کرے، اگر نہیں روزہ نہ توڑے۔ کذاتی کتب الحدیث والفقه، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد غنی عنہ گنگوہی

(۳۳۲) فاسق کا صدقہ کیا ہوا مال لینے اور اس کی عیادت کرنے کا حکم؟ سوال: علمائے دین

سے سائل کا سوال ہے: کہ جو لوگ فاسق و فاجر ہیں، جیسے ڈاڑھی منڈانے والے، یا چڑھانے والے، یا ناچ دیکھنے والے، یا ستار سننے والے، یا ایون کھانے والے، یا سونے کی انگوٹھی پہننے والے۔ ایسے شخص فاجر و فاسق جو گناہ کبیرہ علانیہ کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ گناہ ہے، کچھ خوف و خطر نہیں رکھتے۔ ایسے شخص اگر بیمار ہووے اور وہ صدقہ نکالے جان اپنی کا۔ تو ایسا صدقہ مسلمان مؤمن کو، شرعاً لینا جائز ہوگا، یا نہ ہوگا؟

سوال دیگر: جو شخص قربانی نکالے یا قربانی میں بکرا ذبح کرے، یا گائے کرے، تو اس میں کچھ گوشت اپنے

(۲-۱) یہ ہمارے ضائع ہو گئیں ہیں۔

(۳) بابا یحییٰ، کتاب الزکاة، باب من یحوز دفع الصدقات الیہ ومن لا یحوز (معارف الزکاة ص ۲۰۶، ج ۱)۔

بھائی کو دے، کچھ اقرباء کو دے، کچھ مسکین کو دے، ایسے ہی شخص مومن مسکین کو دے اور اقرباء مومن کو دے۔ تو ایسے شخص فاجر و فاسق کا مال، مومن مسلمان کو قربانی کا گوشت لینا جائز ہے، یا نہیں؟ فقط

جواب: فاجر و فاسق سے دوستی اور محبت کرنا تو اچھا نہیں، مگر اس کی عیادت کرنا اس لحاظ سے کہ شاید اس کو عبرت ہو، یا اپنے اوپر سے رفع شر کا کرنا، یا کوئی نفع دین کا ہو تو درست ہے، اور جو وہ صدقہ کرے یا گوشت قربانی کا کسی کو دیوے، اگر اس کے مال کی حرمت کا یقین نہیں اور حلال مال ہونے کا غالب گمان ہے، تو لینا اس کا مسلمان کو درست ہے، کچھ حرج نہیں۔ مگر دوستی محبت ایسے سے نہ کرے، بلکہ اس کو بوجہ اللہ تعالیٰ ہو سکے تو نصیحت کرتا رہے۔ فقط والسلام۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۱۱-۲۱۲)

(۳۳۳) صدقات کے کھانے سے، دل سست اور مردہ ہو جاتا ہے؟ سوال: بعض

آدمیوں سے سنا ہے کہ اگر کوئی مریض ہو یا کوئی مر گیا ہو، تو ان کے واسطے جو کھانا بطور صدقہ یا خیرات پکاتے ہیں، تو اس کے کھانے سے دل مریض اور مردہ اور سیاہ ہو جاتا ہے، اور کہتے ہیں:

طعام المریض یمرض القلب، طعام المیت
مريض کی صحت کے لئے [صدقہ کی نیت سے کھلایا گیا]
کھانا دل کو بیمار کرتا ہے اور مردے کے [ایصال ثواب
کے لئے] کھلایا گیا، کھانا دل کو مردہ بنانے والا ہے۔

(ت: نور)

تو آیا یہ کھانا پکانا اور کھانا شرعاً ناجائز ہے، یا کیا؟

جواب: یہ کھانے پکانے اور کھانے کھلانے جائز ہیں، مگر صدقات کے کھانوں سے دل سست ہو جاتا ہے اور

(بدست خاص ص ۸)

ان دونوں مقولوں سے یہی غرض ہے۔ واللہ اعلم

toobaa-elibrary.blogspot.com

یا نچواں باب

کتاب الصوم

روزے سے متعلق مسائل

(۳۳۴) تھوک نکل لینے سے روزہ اور نماز ٹوٹنے کا حکم؟ سوال: روزہ دار کے منہ میں

اگر بلغم یا تھوک جمع ہو جاوے، حالت نماز میں یا غیر نماز میں، تو روزہ اور نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر وہ بلغم یا تھوک منہ میں آیا ہو، نکل جاوے؟

(بدست خاص ص ۴۱)

جواب: اگرچہ نکل جائے، درست ہے، فقط

(۳۳۵) روزہ کی حالت میں پانی میں، ریح خارج ہونے کا حکم؟ سوال: روزہ دار کو اگر

پانی میں بائے سرے [ریح خارج ہو جائے] آیا استنجاء کرنے کے وقت، تو روزہ رہا، یا نہیں؟

جواب: استنجاء کرنے میں بائے نکلنے سے، روزہ میں کچھ نقصان نہیں ہوتا، فقط (بدست خاص، سوال نمبر)

(۳۳۶) انزال سے کب روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ انزال خروج منی کو کہتے ہیں، مساس سے انزال

مفسد صوم ہے۔ نذی کے خروج سے صوم فاسد نہیں ہوتا، اور انزال اگر کلام سے ہو، مفسد نہیں۔ علیٰ ہذا! اگر نظر سے ہو، خواہ کلام سے، خواہ فکر سے مفسد نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد غنی عنہ

(مجموعہ فرخ آباد ص ۲۳-۲۲)

(۳۳۷) روزہ میں اگر چونا یا کوئی اور چیز، دماغ میں چڑھ جائے؟ مسئلہ: چونا یا کوئی ٹے

دماغ میں چڑھ جانے سے، روزہ فاسد ہوتا ہے، مگر کفارہ نہیں، اگرچہ دوا ہو یا غیر دوا۔

(از مکتوب بنام مولانا خلیل احمد صاحب، مکتوب ۹ قلمی)

(۳۳۸) حقہ پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟ سوال: جو شخص رمضان میں حقہ نوش ہو، اسے روزہ کا

کیا حال ہے؟

جواب: حقہ مفسد صوم ہے، اگر صوم رمضان میں کسی نے جان کر حقہ پیاروزہ فاسد ہوا، اور کفارہ واجب ہو گیا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کماں ص ۲۳۵)

(۳۳۹) کسی ظالم کے خوف سے روزہ قضا کرنا؟ سوال: ایک ظالم ایک شخص سے کہتا ہے، کہ اگر تو

اس ماہ رمضان میں روزہ رکھے گا، تو میں تجھ سے تیرا سب مال چھین لوں گا، اور اس شخص کو اس مال کے جانے سے بہت دقت اور تکلیف ہوگی، اور وہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جو اس کو اس ظلم سے بچائے، اور اس کے پاس ایسا سامان اور حمایت بھی نہیں ہے، کہ اس کے ذریعہ سے وہ حاکم سے فریاد کر کے، اس مال کو جو ظالم غصب کرتا ہے، وصول کر سکے۔ اس صورت میں مظلوم کو دفع ظلم کے واسطے، اس رمضان میں افطار کرنا، اور اس کی قضاء، دوسرے مہینے میں جائز ہے، یا نہیں؟

زید کہتا ہے کہ جائز نہیں ہے، اس واسطے کہ یہ شخص نہ مریض ہے، نہ مسافر، اور بکر کہتا ہے کہ یہ افطار اور قضاء جائز بلکہ اولیٰ ہے۔ مرض اور سفر میں افطار کی علت قرآن سے ثابت ہے، کہ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے، سختی نہیں چاہتا اور صورت مذکورہ میں روزہ رکھنے میں ایسی سختی ہے، کہ اکثر اوقات مرض اور سفر میں بھی نہیں ہوتی۔

اس مسئلہ میں زید کا قول ٹھیک ہے یا بکر کا، ان مسائل کا جواب شافی دوسرے ورق پر روانہ فرمائیں، اور اپنی خیریت سے اطلاع دیجئے۔ فقط، والسلام عریضہ ادب: نظیر حسن عفی عنہ

جواب: اگر اہ جان پر ہو سکتا ہے نہ مال پر، اگر مال لینے کی تخویف کرے اور روزہ فرض سے روکے، تو مال اگرچہ جاوے ترک فرض درست نہیں ہے، اور غرض سفر کی تخفیف سے مال کو بچانا نہیں ہو سکتا، (۱) مال خرچ کے واسطے ہے، جان کی راحت کے واسطے ہوتا ہے۔

ہنوز طبع میری درست نہیں ہوئی، اسی واسطے سبق طلباء کا شروع کرایا نہیں گیا۔ فقط (فرخ آباد ص ۱۱۵)

(۳۴۰) کفارہ اور فدیہ کے کھانے کے عوض میں قیمت دینا؟ سوال: یہ کہ کفارہ اور فدیہ کے

کھانے کے عوض میں، قیمت دینا جائز ہے، یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ چند صیام کا فدیہ آیا، ایک بار ایک شخص کو دینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: کفارہ میں قیمت دینا بھی درست ہے، جس قدر ایک آدمی کو دیا جاتا ہے کہ ایک صاع یا نصف صاع ہے، اس کی قیمت دے دیوے درست ہے، اور فدیہ صوم وصلوۃ میں بھی قیمت دینا درست ہے، مگر کفارہ کا طعام و قیمت ایک کی ایک کو ملے گی، اور فدیہ کے طعام و قیمت کو چاہے سب ایک کو دے دیوے، تو درست ہے۔

(فرخ آباد ص ۲۴-۲۵-۲۷)

(۳۳۱) افطار کے مسجد میں بھیجے گئے کھانے پر کس کا حق ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے

دین؟ اس سوال کے: کہ زید نے ماہ رمضان شریف میں کھانا یا مٹھائی واسطے افطاری روزہ داروں کے مسجد میں بھیجا، کہ کل روزہ دار کھائیں، زید کو ثواب ہو، پس غرض دو چار ہمایوں کے وہ کھانا یا مٹھائی، بے اجازت کل روزہ داروں کے، ایک مسکین بکر کو دے دیتا ہے، اس صورت میں کل روزہ داروں کو رنج ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ تو اپنے حصہ میں سے بکر مسکین کو دیدے اور ہمارا حصہ ہمیں دے، پس عمر زبردستی سے بکر مسکین کو دیدیتا ہے، یہ جائز ہے، یا نہیں؟ زید کو بھی نہایت رنج ہوتا ہے، کہ میں مسجد میں کل روزہ داروں کے لئے بھیجتا ہوں، خاص عمر و بکر کے واسطے نہیں بھیجتا۔ اگر عمر کھانا یا مٹھائی پھر بکر مسکین کو دے گا، تو میں پھر مسجد میں نہیں بھیجوں گا۔

جواب: زید مسجد میں بھیجنے والے کے خلاف کسی کو دینا نہیں چاہئے، کہ مالک کی رضا و اجازت کے خلاف تصرف کرنا حلال نہیں، بلکہ حرام ہے۔ جس طرح مالک کی مرضی ہو، اسی طرح حلال ہے، ورنہ جائز ہرگز نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۳۳۲) محرم کی فضیلت صرف عاشورہ کے روزہ کی وجہ سے ہے: فضیلت محرم کی بعد رمضان جو

وارد ہے، وہ صوم عاشورہ کی فضیلت ہے، نہ تمام ماہ کی، اور صوم عاشورہ خود حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام رکھتے تھے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۲۸)

(۳۳۳) یوم عاشورہ کے روزہ کا حکم؟ سوال: دس تاریخ محرم کو جو شخص روزہ تراویح پوے اور کہے کہ

حرام ہے، یہ نفل ہے یا مستحب؟

جواب: روزہ عاشورہ کا دسویں محرم کو مستحب ہے اور اس کا بہت ثواب حدیث شریف میں آیا ہے، جو اس کو حرام کہتا ہے وہ محض جاہل ہے، روافض کے یہاں یہ روزہ حرام ہے۔ اہل سنت کے نزدیک، بالاتفاق تمام علماء کے نزدیک، یہ روزہ مستحب ہے، اس کو حرام کہہ کر ترخوانے والا بے شک گنہگار ہے، اور جاہل حکم شرع سے ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۹-۱۳۱)

(۳۳۴) ۲۷ شعبان کے نفلی روزہ کا حکم؟ سوال: یہ کہ ۲۷ تاریخ شعبان کو، جس قدر آدمی روزہ

دار تھے، سب کے روزے تراویح ادا لے اور کہا کہ آج کا روزہ رکھنا بالکل حرام ہے، روزہ داروں نے روزہ نفلی سمجھ کر رکھا تھا، اس روزان کا روزہ رکھنا درست تھا، یا نہیں؟

جواب: ۲۷ شعبان کو روزہ نفل رکھنا درست ہے، حدیث میں ایک دو روزہ پیشگی رمضان سے روزہ رکھنے کو

ابوداؤد سے روایت ہے:

قال: علیکم بصوم ایام العشر و إكثار الدعاء و الاستغفار و الصدقة فیہا فأتی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الویل لمن حرم خیر أيام العشر و علیکم بصوم يوم التاسع خاصة فإن فیہ من الخیرات، أكثر من أن یحصیہ العادون (۱) وروی أنه علیہ الصلوٰۃ والسلام قال: [صیام] يوم عرفة احتسب علی اللہ تعالیٰ ان یمکفر السنۃ التی قبلہ و السنۃ التی بعدہ (۲)

ہاں! اگر زید مذکور یہ کہتا کہ یوم الثامن و یوم التاسع کا روزہ، باعث عجز ادائے افعال حج مقام عرفات میں مکروہ ہے جیسا کہ قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں تحریر کیا ہے۔ عبارت فتاویٰ کی یہ ہے:

ولا بأس بصوم يوم عرفة، سواء كان في الحضر او في السفر، إذا كان يقوى عليه و یکرہ صوم يوم عرفة و کذا يوم الترویة لأنه یعجزه عن أداء أفعال الحج (۳)

جواب: فضائل صوم یوم عرفہ کے احادیث میں وارد ہیں اور تمام امت اس کے استحباب کی مقرر ہیں، کسی کو اس میں خلاف نہیں۔ مسلم نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے:

وسئل عن صوم يوم عرفة، فقال یمکفر السنۃ الماضیة و الباقیة. الحدیث (۴) اور دوسری حدیث مسلم میں ہے:

صیام يوم عرفة أحتسب علی اللہ أن یمکفر السنۃ التی قبلہ و السنۃ التی بعدہ. الحدیث (۵)

پس جو شخص اس صوم کو مکروہ بتاتا ہے، وہ ناواقف و جاہل حدیث سے ہے۔ ہاں! عرفات پر روزہ مکروہ تزکیہ

(۱) رواہ ابوداؤد۔ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ رقم سطور نہیں ملی۔ (نور)

(۲) رواہ مسلم، کتاب الصوم ص ۳۶۷ ج ۱ (مطبع کتب خانہ دہلی: ۱۳۱۹ھ) نیز کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أيام من کل شهر و صوم يوم عرفة: ابوقتیبہ نظر محمد القاریابی، رقم الحدیث: ۱۱۶۴ ص ۵۱۸ ج ۱ (دار طیبہ بیاض: ۱۴۲۷ھ)

(۳) فتاویٰ قاضی خان۔ کتاب الصوم (فصل فیما یکرہ للصائم و لا یکرہ ص ۹۹ ج ۱) (مطبع مصطفائی کتبوز، لکھنؤ: ۱۳۱۰ھ) (نور)

(۴) صحیح مسلم کتاب الصوم (باب: صوم يوم عرفة) ص ۳۶۸ ج ۱ (مطبع کتب خانہ دہلی: ۱۳۱۹ھ) نیز باب ذکر یوم: ص ۵۱۸ رقم الحدیث: ۵۱۹۲ (۱۹۹۲ھ)

(۵) صحیح مسلم کتاب الصوم، باب استحباب صوم يوم عرفة (کتب خانہ دہلی: ۱۳۱۹ھ) نیز نوالہ پا (۱/۵۱۸) رقم الحدیث: ۱۱۶۴ (دار طیبہ بیاض: ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶م)

ہے، اس لئے کہ ذکر و تلبیہ وہاں کا ذکر مسنون ہے، اس میں سبب روزہ کے کوتاہی ہو جاوے گی، ورنہ اگر وہاں کسی نے روزہ رکھ لیا تو ثواب ملتا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹)

(۳۳۷) ہزاری روزہ کی حقیقت؟ سوال: ہزارہ روزہ کو ہزار کی نیت سے رکھنا چاہئے، یا غلی کی

نیت سے، بعض تکرار کرتے ہیں۔

جواب: ہزارہ روزہ کی اصل، احادیث صحاح سے کہیں نہیں ملتی۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۲)

(۳۳۸) عشرہ محرم میں ذکر شہادت پڑھنے اور روزہ و صدقہ کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین اس مسئلہ میں: [کہ] عشرہ محرم کو ذکر شہداء بیان کرنا اور اسی عشرہ میں روزہ رکھنا اور خیرات کرنا کیسا ہے؟ اس کا جواب کتب معتبرہ سے دیجئے۔ بینوا تو جروا۔

جواب: عشرہ [محرم] میں ذکر شہادت پڑھنا حرام ہے، اس واسطے کہ یہ مشابہ رافضیوں کے ہے، وہ ان ایام میں

اس ذکر کو افضل عبادت جانتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی قوم سے مشابہ کام کرے، وہ ان میں ہی ہے، پس ایسا کام کرنا رافضی ہونا ہوا۔

اور روزہ عشرہ کی نویں کو مستحب ہے اور خیرات و صدقہ دینا سب روز درست ہے، اس دن میں [بھی] جائز ہے، مگر تخصیص

کہ اسی روز میں ضرور ہو، بدعت ہے۔ کسی کام کو بدون اجازت شرع کے خاص کرنا حدیث میں منع فرمایا ہے۔ فقط

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۳)

تراویح سے متعلق مسائل

(۳۳۹) بیس رکعت سے زائد تراویح کا حکم؟ سوال: یہ کہ ماہ رمضان میں بیس (رکعت) تراویح

پڑھا چکا تھا، کہ ایک شخص کی وضو ٹوٹ گئی تھی، اُس سے دو رکعت تراویح فوت ہو گئی تھی، اس نے وتر کسی کو نہ پڑھائی، آیا بعد رکعت بیس کے وتر پڑھاتا، یا یہ دو رکعت پڑھانی ضرور تھی؟

جواب: تراویح بیس رکعت ہے، اس سے زیادہ کو جماعت پڑھنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہے، پس جس نے بائیس

رکعت کی جماعت کرائی، بے شک وہ ناواقف مسائل دین سے ہے، اس نے یہ کام بدعت اور مکروہ تحریمہ خلاف سنت کے کیا۔

لوگوں کو ضرور تھا کہ بعد میں رکعت کے دو رکعت: بجماعت نہ پڑھتے، اس فعل سے لوگ بھی گنہگار ہوئے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۸-۱۲۹)

(۳۵۰) نابالغ کی اقتداء میں تراویح کا حکم؟ سوال: نابالغ کے پیچھے تراویح درست ہے یا

غیر درست، اور اس کو پڑھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: نابالغ کی اقتداء تراویح میں ایک قول کے مطابق صحیح، اور رائج یہ ہے کہ درست نہیں۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۰۰-۱۰۱)

(۳۵۱) اگر تراویح کی چار رکعت ایک سلام سے پڑھے تو؟ سوال: اگر نماز تراویح چار

رکعت، ایک سلام پڑھے، تو دو رکعت کے بعد تیسری رکعت میں سبحانک اللہ بھی پڑھے، یا نہیں؟ اور وسط قعدہ میں

دروود عاب بھی پڑھے، یا نہیں؟

جواب: پڑھے، مگر چار رکعت سے [زیادہ] پڑھنا خلاف سنت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۱۱)

(۳۵۲) تراویح میں اگر کسی نے دو رکعت کی جگہ تیسری اور چوتھی بھی پڑھ لی تو؟ سوال: تراویح

میں اگر کسی نے دو رکعت کی نیت کی تھی، مگر وہ قعدہ بھول گیا اور تیسری رکعت کو مقید باسجدہ کر لیا، تو پھر سجدہ سہو کر لینے کی

صورت میں، ہر چہ چار رکعت تراویح میں شمار کی جاویں گی، یا دو رکعت؟

جواب: دو رکعت شمار ہوویں گی، اگر چار پڑھیں اور تین پڑھی تو اعادہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(نسخہ رام پور ص ۱۱۰)

بندہ رشید احمد

(۳۵۳) تراویح میں قرآن ختم کرنے کا حدیث سے ثبوت؟ سوال: حامد اومصلیٰ و سلم!

ابا بعد! عرض یہ ہے کہ ان مسائل کا جواب شافی تحریر فرمائیے:

اول یہ کہ تراویح میں قرآن ختم کرنے کی روایت، آپ نے تحریر فرمایا تھا ابوداؤد میں ہے، سو ہم لوگوں کو تلاش کرنے سے

اس کتاب میں نہیں ملی، سو اس کے اور کسی کتاب میں بھی نہیں ملتی ہے۔ مہربانی کر کے یہ تحریر فرمائیے کہ صحابہ سے یہ عمل کن

ابواب میں کون سے باب میں، کس راوی سے منقول ہے؟

السلام علیکم

جواب: از بندہ رشید احمد عفی عنہ

ابوداؤد کی جلد اول کے ص ۲۷۳ میں ہے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب کو امام تراویح بنایا تھا، وہ تیس

روزِ جماعت کراتے تھے اور دس روز اپنے گھر میں پڑھتے تھے، اور ختم قرآن کرنا صحابہ کا نماز تہجد میں، ہر ماہ احادیث سے ثابت ہے۔ (۱) چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ عبد اللہ بن عمرو کو آپ نے ہر ماہ ختم قرآن کا حکم فرمایا تھا۔ پس رمضان میں بھی بیس روز کا ختم تراویح میں اس سے واضح ہو گیا، اور یہ امر دیگر کتب احادیث میں بھی ہے، یہاں تک کہ مشکوٰۃ میں بھی۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۱۲-۷)

(۳۵۴) تراویح کا الم تر کیف سے پڑھنا، حکماً ہے، یا رواجا؟ سوال: نماز تراویح میں جہاں

تمام قرآن (شریف) نہیں پڑھا جاتا ہے، وہاں الم تر کیف سے پڑھتے ہیں، یہ بات حکماً ہے، یا رواجا۔

جواب: جہاں سے چاہے پڑھے، دس سورت کو دو دفع پڑھنے کے سبب اس کو لوگوں نے ٹھہرایا ہے، ورنہ مثل دیگر نوافل کے ہیں۔ فقط

(بدست خاص ص ۱۲)

(۳۵۵) تراویح میں قل هو اللہ کو اعوذ بسم اللہ کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟ سوال: تراویح

میں جب قرآن ختم کرتے ہیں، تو قل هو اللہ کو اعوذ بسم اللہ کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتے ہیں، یہ پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اعوذ تو نہ پڑھے، مگر بسم اللہ کے ساتھ تکرار قل هو اللہ کا بعض کتب فقہ میں لکھا ہے، مضائقہ نہیں، مگر یہ ختم تمام قرآن میں ہے، نہ سورتوں سے پڑھنے میں۔ فقط

(بدست خاص ص ۱۲)

(۳۵۶) کیا نوافل کی جماعت جائز ہے؟ اور مجمع کمالات ظاہری و باطنی جناب مولانا رشید احمد صاحب

رسول ﷺ نے تراویح کی کتنی رکعات پڑھیں؟ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض خدمت شریف میں یہ ہے کہ چند مسائل جواب طلب ہیں، اور وہ یہ ہیں کہ آج کل جو لوگ نفلوں کی جماعت کرتے

ہیں، یہ جائز ہے؟ اور اگر یہ جائز ہے تو کتنے آدمیوں تک جائز ہے؟ اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ رمضان کے علاوہ ایام (میں) تین

آدمیوں تک جائز ہے، اور رمضان میں جتنے چاہے ہو جائیں مقتدی، درست ہے، جماعت کے ساتھ، اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں

کہ سوائے رمضان کے نفل جماعت ہی جائز نہیں اور اگر تین آدمیوں سے زائد ہو جائیں، تو آیا وہ جماعت مکروہ تحریمہ ہے؟

اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کس صورت سے پڑھی اور کتنی رکعت تک پڑھی؟

اور مثلاً ایک مسجد کا امام ہے اور اس مسجد میں وقت مقرر ہے، تو اس وقت مقررہ کے اندر، اگر امام دو چار منٹ کی تاخیر

(۱) عن الحسن أن عمر بن الخطاب، جمع الناس على أبي بن كعب، فكان يصلي لهم عشرين ليلة، ولا يفت بهم إلا في النصف الباقي، فإذا كانت العشر الأواخر، تخلف فصلى في بيته، فكانوا يقولون أبق أبي، سنن أبي داود، كتاب

الوقر (۲۵۶/۲) رقم الحديث: ۱۳۴۳: شيخ محمد عوامه، [موسسة الريان بيروت: ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴م] [نور]

کرے، اس نیت سے کہ مقتدی زیادہ شامل ہو جائیں، اور امام تاخیر کرنے سے پہلے مقتدی نمازی بہت غصہ ہوتے ہیں، اور ناراض ہو کر امام کو برا کہتے ہیں، تو اب اس میں شرعاً حق کے اوپر کون ہے؟ امام یا مقتدی؟

جواب: السلام علیکم۔

الجواب: جماعت تراویح کی رمضان میں سنت ہے اور سوائے تراویح کے، رمضان اور غیر رمضان میں جماعت نفل کا ایک حکم ہے، اور وہ یہ ہے کہ اگر تین مقتدی اور ایک امام ہو، تو جماعت نفل کی بلا کراہت درست، رمضان وغیر رمضان میں..... اور جو چار مقتدی ہوں تو مکروہ تحریمہ ہے، رمضان ہو یا غیر رمضان..... فقط۔

[تراویح] حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی شب پڑھی اور باندیش واجب ہو جانے کے ترک فرمادی، (۱) تو اس سے ثابت ہوا کہ ہم لوگوں کو تراویح پڑھنی چاہئے اور خود فرمادیا کہ تمہارے واسطے تراویح کو سنت کر چلا (۲) اور آپ [کا] ادا کرنا، کبھی اول شب سے شروع ہوا اور آخر شب میں تمام کیا، اور گہ آ خر شب میں سب پڑھ لیں۔

اور عدد رکعات، سوا احادیث ضعیف سے ثابت ہے کہ بیس رکعتیں تھیں (۳) ایک حدیث ضعیف کو دوسری حدیث ضعیف سے اتنی قوت حاصل ہوگئی، کہ قابل سند ہو جائے اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بیس رکعتیں پڑھنا، خود ایک حجت ہے، (۴) اور احادیث صحاح (میں) کوئی حدیث ان کے منافی نہیں، اگرچہ نا فہم اسے منافی سمجھیں اور اس کی بحث اس وقت کرنے کی گنجائش نہیں۔ فقط

مقتدی کی توقع میں دو چار منٹ دیر جائز بلکہ سنت ہے، البتہ اتنی دیر نہ کرے کہ حاضرین کو تکلیف ہو، کہ یہ مکروہ ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ الجواب صحیح ابو الحسن عفی عنہ

[اور اراق نفل فتاویٰ حضرت مولانا گیسوی، مخروٹہ نیشتل میوزیم لائبریری، کراچی]

عکس بشکریہ ڈاکٹر صاحب نیشتل میوزیم، کراچی، پاکستان

(۱) کوواہ الشیخان عن عائشة رضى الله عنها صحيح بخارى، كتاب التهجيد، باب تحريض النبی صلى الله عليه وسلم على قيام الليل جلد اول، جزء ثانی، ص: ۴۰، رقم: ۱۱۶۹ | مكتبة الرياض الحديثة، الرياض، ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۴م | نیز بخاری شریف باب ذکر قرن: ۱۵۲، ص: ۱۱۱، ۱۱۲ (نور)

(۲) یہ حدیث امام زہبی نے روایت کی ہے، کتاب الصیام باب من قام رمضان وصامه ایماناً واحساناً ج: ۱، ص: ۳۰۸، [مجیبی دہلی: ۱۳۱۵ھ] نیز ص: ۵۳۸، رقم الحديث: ۲۲۰۶، تخریج صدیقی جمیل العطار، (دار الفکر بیروت: ۱۳۲۵ھ/۲۰۰۵ء) نیز الترغیب والترہیب للمسنوی، کتاب الصوم باب الترغیب فی صیام رمضان احساناً، ص: ۲۳، ج: ۲، رقم الحديث: ۳۳، (دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۱۷ھ) (نور)

(۳-۴) تنبیہات کے لئے دیکھئے فتح الباری، شیخ الاسلام حافظہ بن حجر..... (کتاب صلوة التراویح ص: ۲۵۳/۲۵۴، ج: ۳، دار الفیحاء دمشق بلاسہ) (نور)

(۳۵۷) رمضان المبارک میں اگر عشاء کی جماعت نہ ملے، تو تراویح اور وتروں میں شامل ہونے کا حکم؟
سوال: رمضان میں جو شخص فرضوں کی جماعت سے محروم رہ گیا ہے، تو وہ شخص تراویح میں

اور وتر کی جماعت میں بھی شامل ہو، یا نہیں؟

جواب: [جماعت وتر میں شامل ہو سکتا ہے، کچھ حرج نہیں۔ فقط۔ (بدست خاص ص ۴۲)]

(۳۵۸) تراویح کے وقت اسی جگہ یا صف سے آگے پیچھے فرض یا سنتیں پڑھنا؟ سوال: رمضان

میں جماعت تراویح کی ہو رہی ہے اور ایک شخص آیا کہ جس نے فرض نماز نہیں پڑھی، تو وہ شخص اگر اسی مسجد میں برابر جماعت کے، یا آگے پیچھے جگہ دیکھ کر، فرض اور سنت پڑھے تو ہو جاویں گے، یا نہیں، یا کہیں اور جگہ اوٹ میں پڑھے۔

جواب: ایسی حالت میں فرض پڑھ لیوے، تو درست ہے، مگر اولیٰ نہیں کہ مخالفت مسلمین کی ہے۔ فقط

(خاص ص ۱۵۶)

[نوٹ: ایک اور مسئلہ مسافر اگر روزے رکھتا ہو، تو اس کے لئے تراویح کا حکم؟ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

رویت ہلال کے مسائل

(۳۵۹) ایک قاضی کی دوسرے قاضی کو چاند کی اطلاع، کب قابل تسلیم ہے؟ سوال: قاضی بصرہ

نے بنام قاضی کوفہ بذریعہ تار برقی یہ خبر بھیجی، کہ ہم نے حکم عید کا دیا ہے، اس خبر کے آنے سے قاضی کوفہ کو حکم عید کرنے کا یہ نااہل شہر کوجائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر قاضی بصرہ نے یہ تار دیا کہ عدلیہ کی شہادت پر رویت ہلال ہوئی اور اس پر ہم نے حکم افطار دیا ہے تو

قاضی کوفہ اس خبر پر کوفہ میں حکم عید کا دیوے، تو جائز ہے، کہ خبر کتاب القاضی کے حکم میں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

العبد رشید احمد گنگوہی غفری عنہ (فتویٰ افضل بدست مولانا عبدالحکیم، پھلاؤدہ۔ موجودہ ذخیروہ نور)

(۳۶۰) عید کا چاند ایک شہر میں نظر آئے اور دوسرے میں نظر نہ آئے تو کیا کیا جائے؟ سوال: رمضان یا

عید کا چاند اگر ابروغیرہ کے سبب سے ایک شہر میں نہ معلوم ہو اور دوسرے شہروالوں کو معلوم ہو، تو حنفیہ کا مفتی مسئلہ کیا ہے؟

فتویٰ مشہور کتابوں میں یہ فتویٰ لکھا ہے کہ دوسری جگہ کی گئی خبر کا اعتبار کرنا چاہئے، اگرچہ بہت دور کی خبر ہو۔ مگر اس ملک میں بعض علماء یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ زیادہ دور کی خبر معتبر نہیں ہے، جہاں تک سفر کرنے میں قہر واجب نہیں ہے، فقط وہاں تک کی خبر معتبر ہے۔ تو صحیح اس مسئلہ میں قول اول ہے، یا قول ثانی؟ اگر قول ثانی صحیح ہے تو اس قول کو حنفیہ نے کس کتاب میں ترجیح دی

ہے، اکثر فقہاء حنفیہ کے نزدیک قول اول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، اور امام نووی کے قول (۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ قول ثانی شافعیہ کا مذہب ہے، حنفیہ میں سے کس فقہ نے اس مذہب کو اختیار کیا ہے؟

جواب: حنفیہ کے نزدیک رمضان اور شوال کا چاند اگر مشرق میں دیکھا گیا تو غروب میں بھی بشرط ثبوت اس پر عمل واجب ہے، یہ ظاہر اصولیہ ہے اور اکثر فتویٰ اس پر ہی ہے۔ دوسری روایت خاہر روایت نہیں، اگرچہ وہ بھی بعض حنفیہ کا مفتی ہے، اور زیلعی شارح کنز (۲) کا یہ فتویٰ ہے۔ فقط

(فرغ آباد میں ۳۹-۳۸-۳۷-۳۶)

(۳۶۱) تار کے ذریعہ چاند کی خبر کب معتبر ہے؟ سوال: زید نے بصرہ سے بذریعہ تار برقی خبر کو بمقام کوفہ یہ خبر بھیجی، کہ ہم نے رویت ہلال کیا ہے، اس خبر کے پہنچنے سے عمرو کو افطار جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر زید بخیر عدل ہے تو اس کی خبر پر صوم جائز ہے اور افطار عدلین کی خبر پر جائز ہے، ایک عدل کی خبر سے افطار جائز نہیں اور عدلین اگر اپنا ہلال دیکھنا لکھیں تو اعتبار ہووے گا، اگر اپنے شہر کے لوگوں کا دیکھنا لکھیں، تو اعتبار نہ کیا جاوے گا۔ الحاصل خبر تار کا اعتبار ہے، جیسا کہ [تحریری خط کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور عدالت وغیرہ سب امور کا مرقی ہونا ضروری] [ی] ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(نقل فتویٰ بدست مولوی محمد ابراہیم، برادر مولانا عبدالغنی۔ شاگرد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی۔ پھلا ۱۳۰۰ھ، مطبع میرٹھ)

(۳۶۲) اگر کوئی شخص تار یا خط کے ذریعہ، چاند ہونے کی اطلاع دے تو؟ سوال: ایک شخص

مثلاً لکھنؤ کا رہنے والا امر آؤ باد والوں کو خبر دیوے، بذریعہ تار برقی یا خط یا اخبار، ہلال دیکھنے کی، کہ یہاں چند اشخاص نے ہلال رمضان وغیرہ کا ہونا دیکھا، ان کا خبر دینا معتبر ہوگا یا نہیں، موافق مذہب امام ابوحنیفہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ بذریعہ حوالہ کتب جواب فرمائیں اور نیز محدثین کا اس میں کیا مذہب ہے؟

جواب: لکھنؤ کا یا کہیں کا رہنے والا، مثلاً خبر دیوے کسی کو دور یا نزدیک بذریعہ خط کے، یا تار برقی کے کہ وہ بھی تحریر خط کی ہی نوع ہے، یا اخبار میں کسی کے نام درج خط کی طرح کرے، سوان تحریرات کا شرعاً اعتبار ہوگا، مثل خبر زبانی کے اور خبر دینے والے کا لقمہ ہونا اور دو بخیر کی خبر تحریر ہونا چاہئے، اگر دو لقمہ خط سے یا تار سے خبر رویت اپنی کی دیوے، شرعاً افطار درست ہو جائے گا۔ خلاصہ جواب یہ ہے کہ کتابت خط یا تار کی مثل اخبار زبانی کے ہے اور جو کچھ رعایات زبانی اخبار میں ہے، وہ بھی خط اور تار کی خبر میں ہو کر، معتبر ہو جاوے گی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاس میں ۳۳۳-۳۳۲-۳۳۱)

(۱) نووی بر حاشیہ مسلم ص ۳۳۸ ج ۱۔ کتاب الصوم (باب بیان ان لكل اهل بلد و بھتم مطبع کتبائی دہلی: ۱۳۱۹ھ) (نور)

(۲) زیلعی شرح کنز ص ۳۲۱ ج ۱۔ باب رویت هلال کتاب الصوم (مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت) (نور)

عیدین اور متعلقاتِ عیدین

(۳۶۳) صدقہ فطر میں ستودینے کا کیا حکم ہے؟ سوال: صدقہ فطر میں گندم خام یا جو خام

دینا، یعنی جیسے گندم یا جو کا ستوکھا کرتے ہیں، کہ وہ کچی ہوا کرتی ہیں، جائز ہے، یا نہیں، اور دے تو کتنے دے؟

جواب: اگر وہ خشک ہو گئے ہوں تو دینا جائز ہے اور اسی قدر دیئے جائیں گے جس قدر گندم پختہ دیئے

جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۴۹)

(۳۶۴) حضرت عثمانؓ کا خطبہ عیدین نماز سے پہلے پڑھنے کی وجہ اور اردو میں خطبہ کا حکم؟

سوال: پہلے نماز عیدین سے خطبہ پڑھنا بعض کتب میں حضرت عثمانؓ سے ثابت ہے، یہ سنت عثمانی ہے یا

بدعت مروانی؟

جواب: عیدین کے احکام کو جو عیدین سے جمعہ پہلے ہو، اس میں تلقین اور وعظ کی مستحسن ہے اور خطبہ میں اردو

بیان کرنا مکروہ ہے، اور حضرت عثمانؓ [غنی] رضی اللہ عنہ نے قبل نماز [عید] خطبہ پڑھا ہے، اس واسطے کہ ان کے وقت میں دور

دور سے لوگ حاضر ہوتے تھے، اگر آپ نماز پڑھ کر خطبہ پڑھتے تو دور والے شریک نماز نہ ہوتے اور دیر کرنا پڑتی تاکہ

باہر کے آدمی آجائیں اور پھر خطبہ پڑھتے تو خلق کثیر کو گرمی کی تکلیف ہوتی، اس واسطے یہ سہولت پیدا کی، کہ خطبہ اول

پڑھا کہ شرکت باہر والوں کو حاصل ہو جاوے اور خطبہ سے کوئی حاضر محروم نہ رہے، اور عیدین کا خطبہ سنت ہے نہ کہ

واجب۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(فرخ آباد ص ۵۱)

(۳۶۵) کیا عیدین کی نمازوں میں زبان سے تکبیرات کی نیت کرنا ضروری ہے؟ سوال: نماز عیدین

وہ نماز میں تکبیرات کو نیت کرنے کے وقت، زبان سے کہنا مثلاً نیت کی نماز دو رکعت واجب عید الفطر کی مع چھ تکبیرات، چاہئے یا

نہیں فقط ویسے ہی نیت کر لے۔

جواب: زبان سے کہنے (کی) ضرورت نہیں اور تکبیرات کی نیت بھی ضرور [ی] نہیں؟ فقط نماز عید کی اور

ہذا کی نماز کی نیت کافی ہے۔

(بدست خاص جواب ۱۵)

(۳۶۶) عیدین اور جمعہ گرفت ہو جائیں تو کیا کریں؟ سوال: اگر نماز عید ہو چکی ہو اور پھر جس نے نہیں پڑھی وہ دوسری جماعت اسی جگہ یا کہیں اور کر کے نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا بدعت جماعت کی پڑھ لے یا نہیں؟

جواب: اگر جمعہ و عید گرفت ہو جاوے تو لوگ دوسرا امام بنا کر دوسری جگہ ادا کر لیں تو درست ہے۔ جس جگہ نہ پڑھیں۔ بدعت جماعت یہ نمازیں درست نہیں۔ فقط (بدعت خاص غلط)

(۳۶۷) اگر کسی جگہ سے مقتدی کی، جمعہ یا عید کی نماز قاسد ہو گئی تو وہ کیا کرے؟ سوال: اگر عیدین کی یا جمعہ کی نماز مقتدی کی نہ ہوئی، اس جگہ سے کہ اس کے بدن سے خون نکل آیا یا اور کچھ ہو گیا تو وہ نماز پڑھ دیا دینا ہے یا نہیں؟

جواب: اتنا دہر دہر یہ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ (بدعت خاص غلط)

(۳۶۸) عید گاہ میں ممتاز اور با اثر لوگوں کے لئے جگہ خاص کر لینے کا حکم؟ سوال: ایسے شہروں میں یہ دستور ہے کہ جب روز عید یا قمر عید کا ہوتا ہے تو قاضی شہر کا آٹھ بجے ایک فرش واسطے لوگوں کے عید گاہ میں آگئی جماعت میں بٹھو جاتا ہے اور کسی کو اس کے اوپر بیٹھنے نہیں دیتا بلکہ جو شخص قاضی کے فرش (کے) آنے سے پیشتر آگئی جماعت میں اپنی چادریں بچھا کر بیٹھ جاتے ہیں تو قاضی کا آدمی، یا خود قاضی ان کو وہاں سے اٹھو جاتا ہے اور قاضی اور اس کے ہمراہی اور اکثر ایک اور سرکاری اور اس کے کنبہ کے ہوتے ہیں۔ وہ وہیں پہنچے کہ اس پر بیٹھتے ہیں، اور اس فرش پر اگر کوئی قاضی کے آنے سے پہلے بیٹھ جاتا ہے تو قاضی اس کو کچھلی جماعت میں کر دیتا ہے اور اگر کوئی قاضی صاحب سے ہیں کہتا ہے کہ یہ شخص مجھ سے واسطے آگئی جماعت کے دھوپ کی تکلیف اٹھاتے ہیں اور آپ اور آپ کے ہمراہی اس وقت میں بیٹے آئے تو ان کی کیا کیا ہے کہ آگئی سے کچھلی میں کر دیئے جاتے ہیں، بلکہ آپ کو اگر آگئی جماعت کا شوق ہے تو آپ کو مع اپنے ہمراہیوں کے پہلے آ جانیے تو در جواب اس کے قاضی نے کہا کہ اگرچہ ہم میں بیٹے آتے ہیں لیکن فرش تو ہمارا پہلے آ جاتا ہے۔ جو حکم خدا (اور) رسول کا پتھر پر فرمایا ہے؟

جواب: قاضی کا پہلے فرش بچھوانا ایسے لوگوں کے واسطے منع ہے اور غرباء کی چادریں بچھوانا بھی غلط ہے، مسجد میں سب مختلف مکان ہوتے ہیں سب مسلمان اس میں برابر ہیں، جو پہلے آوے وہ اپنی جگہ کا مستحق ہے، کسی کی کوئی جگہ مقرر نہیں۔ پہلے آئے کو خدا کا حکم ہے اور پہلے جگہ کا روک دینا نہ اس سے پہلے بھی منع ہے، حدیث شریف میں ہے کہ میں نے پیغمبر (ﷺ) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کے واسطے منی میں مکان بنایا جاوے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

نہیں! کیونکہ منیٰ جگہ پہلے جانے والے کی ہے۔ (۱) یعنی جو پہلے پہنچ کر ٹھہر گیا، وہی اس جگہ کا مستحق ہے، وہاں اپنا مکان بنانا جگہ کا روک لینا ہے، یہ درست نہیں۔ پس یہ قاضی جو ایسا کرتا ہے گنہگار ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔
یہ جواب صحیح ہے محمد مراد عفی عنہ

فیوض رشیدیہ ص ۲۳ (فخر المطالع میرٹھ: بلا سند)

(۳۶۹) عید کے موقع پر انعام وغیرہ دینا اور دعوت؟

اور انعام عیدین اور تقسیم طعام عیدین میں بھی روا ہے، اس کو مؤکد نہ جانیں کہ اوقات سرور میں یہ امور ثابت ہیں۔ ہاں! اگر ترک ان کا طبع پر گراں اور موجب شرم اور خفت جانا جاوے، تو البتہ داخل بدعت ہو جاویں گے۔
(فرخ آباد ص ۲۸)

(۳۷۰) عید کے دن سویاں پکانے کو ضروری سمجھنا؟ سوال:

عید کے روز سویاں ضروری جانتے ہیں اور ان کا پکانا کھانا موجب ثواب جانتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟

جواب: کسی کام کو کسی روز اپنی رائے سے ضروری جاننا بدعت ہے، فاعل اس کا مبتدع ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۲-۲۳۱)

(۳۷۱) عصر کے بعد اور لہو لعب کے ساتھ عید کی نماز؟ سوال:

نماز عیدین بعد عصر قبل مغرب مع لہو لعب، مثل تاشہ و بلبہ و سنکھ وغیرہ کے جا کر پڑھنا، موجب ثواب کے ہوں گی، یا نہیں؟ اگر کوئی منع کرے اور کہے کہ وقت نماز عیدین قبل زوال ہے، اس وقت جائز نہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ہمارے [بڑے] ہمیشہ سے اسی وقت پڑھتے چلے آئے ہیں اور بعض لوگ قبل زوال کے پڑھ کر، عوام کے ساتھ بعد عصر کے پڑھتے ہیں، موجب ثواب کے ہونگے، یا نہیں؟ اور وقت نماز کا کب سے کب تک ہے، مع سند حدیث و فقہ کے جواب تحریر کریں، تاکہ عوام کو سند ہوئے۔ بینوا تو جروا۔

جواب: نماز عید کا وقت دو پہر تک ہے اور بعد زوال کے عید کی صلوٰۃ کا وقت نہیں رہتا، قال فی الہدایۃ:

واذا زالت الشمس خرج وقتها (۲) الحدیث

ترجمہ: جب سورج ڈھل گیا [زوال ہو گیا] عید کی نماز کا وقت ختم ہو گیا۔ (ت: نور)

پس جو لوگ عید کو بعد عصر پڑھتے ہیں، ہرگز واجب صلوٰۃ عید کا ان کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا، بلکہ تارک صلوٰۃ واجب ہو کر فاسق ہوتے ہیں، اور پھر بعد عصر کے نماز غیر مفروضہ کا پڑھنا بھی حرام ہے۔ لقولہ علیہ السلام:

(۱) رواہ الترمذی عن عائشۃ: قالت: قلنا: یا رسول اللہ! الانبیاء لک بناء (وفی نسخة محمد بن ابی محمد عبد الباقی (بیئاً) یظنک بمنی، قال: لا، منی من سبخ من سبق. ص: ۱۷۷ ج: ۱. ابو اب الحج باب ماجاء منی مناخ لمن سبق) (کتب خانہ رشیدیہ دہلی) ت: محمد بن عبد الباقی رقم الحدیث ۸۸۱، ص: ۲۲۸ ج: ۳ (دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء) اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

(۲) ہر ایض ۱۵۳ جلد اول باب العیدین (مطبع مصطفائی ۱۲۸۹ھ) [نور]

لاصلوة بعد العصر (۱) الحدیث

ترجمہ: عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں ہے۔ (ت: نور)

سو اس وقت میں نماز عید پڑھنے میں، دو گناہ ان کے ذمہ پر لازم ہوئے، ایک صلوٰۃ واجب کا، اپنے وقت سے ترک کرنا، دوسرا بعد عصر کے نماز پڑھنا اور پھر ڈھول، بانجہ اور لہو، کہ یہ سب جملہ اوقات میں حرام ہیں، بجانا۔ یہ تیسرا موجب فسخ و فحور ان لوگوں کا ہے۔ بہر حال یہ لوگ سخت فاسق گنہگار ہیں، ایک ذرہ بھی ثواب ان کو نہیں، بلکہ وبال بروبال معاصی کا ان کے ذمہ پر ہوتا ہے، اور رسم باپ دادا کی خلاف شرع، بموجب عصیان کا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

أُولَٰئِكَ كَانَ أَعْيُنُهُمْ لَآيَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يُهْتَدُونَ (البقرہ)

پس ایسے رسوم اجداد کو، کہ خلاف حکم کتاب اللہ تعالیٰ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو، ترک کرنا فرض عین ہے، کسی مسلمان کو اس کا ارتکاب جائز نہیں، اور ایسی حرکات غیر مشروعہ سے توبہ واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کا اس ص ۲۳۰-۲۳۹)

(۳۷۲) عیدین کے بعد بطور خاص مصافحہ کرنے کا حکم؟

عیدین کے بعد مصافحہ اور معاہدہ

مخصوصیت کرنا بھی بدعت ہے۔ فقط

(مجموعہ کا اس ص ۳۲۹)

(۳۷۳) مصافحہ عیدین:

مصافحہ مطلقاً مستنون ہے، تخصیص کسی وقت (بتدائی) کی بدعت ہے، پس جو مصافحہ عیدین کو زیادہ مؤکد جانیں، یا کبھی نہ کریں مگر عیدین کو ضرور کریں، یہ بدعت ہے۔ ایسا ہی جو کبھی نہ کرے، بعد وعظ کے ضرور کرے، یا وعظ کے بعد مصافحہ کو زیادہ مؤکد موجب ثواب کا جانے، لا ریب بدعت ہے، اس میں کیا کلام ہے؟ فقط (فرخ آباد ص ۱۸)

(۳۷۴) تکبیرات تشریق عید کی نماز کے بعد بھی واجب ہیں: سوال:

تکبیرات تشریق جو نویں ذوالحجہ کی صبح سے شروع ہوتی ہے، تو دسویں تاریخ (کو) عید کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہنا واجب ہے، یا نہیں؟

جواب: تکبیرات تشریق بعد نماز عید کے بھی واجب ہیں، تیرہویں کے عصر تک۔ واللہ اعلم

(ہدست خاص ص ۹)

(۱) متفق علیہ، عن ابی سعید الحدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لاصلوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولاصلوة بعد العصر حتی تغیب الشمس، رواہ البخاری، باب لا یتحرى الصلاة قبل غروب الشمس ج: ۱/ص: ۱۰۱، رقم الحدیث: ۵۸۲ (الریاض: ۱۴۰۴ھ) نیز بخاری باب مذکور ج: ۱/ص: ۸۴-۸۳، رقم الحدیث: ۵۷۸، مکئیة الاصلاح لال باغ مراد آباد، الہند، ۱۴۱۵ھ، ورواہ مسلم، ج: ۱/ص: ۲۷۵، مطبع مجبائی دہلی: ۱۳۱۹ھ، ونیز مسلم، ت: ابوقبیہ نظر محمد الفارابی رقم الحدیث: ۸۲۷ ص: ۳۷۰ ج: ۱ (تخریج کے مشکوٰۃ المصابیح ص: ۹۴ ج: ۱، کتاب الصلوٰۃ، الفصل الاول، باب اوقات النہی، [کتاب خاتہ رشیدیہ دہلی: ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء] نیز مشکوٰۃ باب مذکور ج: ۱/ص: ۳۳۳، رقم الحدیث: ۱۰۴۱، رمضان بن احمد بن علی آل عوف، [مکئیة الطوبہ دارالین حرم ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء]

چھٹا باب

کتاب الاضحیہ

(قربانی اور چرم قربانی کے مسائل)

(۳۷۵) قربانی واجب ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہائے مفصلہ ذیل میں: (کہ) ذبح قربانی عید الاضحیٰ فرض ہے، یا واجب، یا سنت مؤکدہ، یا مستحب؟

جواب: اُضحیہ عند الخفیہ واجب ہے، کہ اس کے ترک میں وعید وارد ہوئی ہے اور یہی تحقیق ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی
(مجموعہ کلاں ص ۱۹۲)

(۳۷۶) قربانی سفر میں واجب نہیں، قیام میں ہے: مسئلہ: خلاصہ جواب مسئلہ یہ ہے کہ حالت سفر میں اُضحیہ نہیں، اور قیام میں واجب۔ سو صورت مرقومہ میں لاریب! وقت اُضحیہ کے سفر ہے، واجب نہیں، اگر وجوب کا جواب بندہ نے دیا تھا تو خطا تھی، خیال اس قدر ایام پر نہیں کیا۔ فقط

(حضرت گنگوہی بنام مولانا ظلیل احمد صاحب مکتوب: ۳۰)

(۳۷۷) اپنے مکان میں اور بارہویں ذوالحجہ کی شام تک قربانی صحیح ہے: سوال: کیا فرماتے

ہیں علمائے دین اور مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ مکان زید کے اندر قربانی کرنا درست ہے، یا نہیں، اور قربانی کرنا کتنے روز تک درست ہے؟

جواب: قربانی کو اپنے مکان میں ذبح کرنا درست ہے، کوئی کراہت اس میں نہیں اور تمام امت کے نزدیک یہ امر جائز ہے، کیوں کہ حدیث میں مطلق قربانی کرنے کا حکم ہوا ہے، کوئی قید مکان کی نہیں فرمائی، پس مقید کرنا مطلق نص کا اپنی رائے سے ممنوع ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ذات يوم فقال من صلى صلواتنا واستقبل قبلتنا

فلا يذبح حتى ينصرف. الحديث (۱)

(۱) أخرجه البخاري في كتاب الأضاحي، باب في ذبح قبل الصلاة أعاد نسخة هندية، ص: ۸۳۴، ج: ۲، [مراد آباد ۱۴۱۵ھ] (۸۹/۷)

تبخاري باب مذکور ج: ۳، ص: ۸۹، رقم الحديث: ۵۶۲۳، مكتبة النهضة الحديثة، مكة المكرمة، رباص: ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء

(اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ) جو شخص نماز پڑھتا ہے، مسلمانوں کی نماز اور متوجہ ہوتا ہے ہمارے مسلمانوں کے قبلہ کی طرف، وہ ذبح نہ کرے قربانی کو، جب تک نماز سے فارغ نہ ہو لیوے۔ [ترجمہ حضرت گنگوہی]

پس کچھ قید اس میں نہیں اور فخر عالم علیہ السلام نے جو مصلی (۱) پر ذبح کیا ہے، تو اعلام کے واسطے، کہ سب کو اطلاع ہو جاوے اور آپ سے پہلے کوئی نہ کرے، اس واسطے کیا ہے اور صحابہ اپنے اپنے گھر میں اور جہاں کسی کا دل چاہتا تھا، کرتے تھے، چنانچہ کتب سے واضح ہے۔ پس جہاں چاہے ذبح کرے، اس میں کوئی قید کسی مکان کی نہیں اور قربانی کرنا پہلے روز افضل ہے، دسویں تاریخ کو۔ اور گیارہویں اور بارہویں کو بھی درست ہے، چنانچہ حدیث میں ہے، پھر تیرہویں کو درست نہیں۔ لہذا بارہویں کی شام تک وقت قربانی کا ہے۔ کذانی کتب الفقہ، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۱۶۷-۱۶۸)

(۳۷۸) اگر قربانی واجب تھی اور ایام قربانی گزر گئے تو کیا کرنا چاہئے؟ سوال: اگر کسی کے ذمہ

قربانی واجب ہے اور اس سے ادا نہیں ہوئی، کہ ایام قربانی گزر گئے، تو اس کا عوض دوسرے سال قربانی کرے، یا قیمت قربانی سا تو اس حصہ کسی محتاج کو دیوے۔

جواب: اس صورت میں قیمت قربانی کی صدقہ کرے، اگلے سال قربانی کرنے سے ادا نہیں ہوگا، فقط (۲)

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص، سوال ۱۰)

(۳۷۹) قیمت دیدینے سے قربانی ادا نہیں ہوگی: سوال: جس حالت میں کوئی شخص گوشت قربانی

لینے والا نہیں ہے تو ایسی صورت میں قیمت قربانی شرعاً بیت المال میں داخل ہونی چاہئے، یا نہیں؟ یا بطور خود قربانی کرنے والا حسب حصص مقررہ شرعی، یا خلاف حصص مقررہ شرعی کے لٹہ تقسیم کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں اس کو مثل قربانی کے ثواب ہووے گا، یا نہیں؟

جواب: قیمت دینے سے قربانی ادا نہیں ہوتی، ذبح کرنا ہی واجب ہے، خواہ قیمت بیت المال میں دیوے، یا فقیر کو

دیوے، کسی حال واجب ادا نہیں ہوگا، اگر جان کر ذبح کو ترک کرے گا، گنہگار ہووے گا۔ البتہ اگر کسی عذر سے ایام قربانی کے نکل گئے، تو قیمت اضحیٰ کی فقیر پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۹۳-۱۹۴)

(۱) اس سے مراد مصلی العید ہے، یعنی جہاں مید کی نماز ادا کی جائے۔ یعنی وہیں نماز عید الاضحیٰ ادا فرمائی، وہیں قربانی بھی فرمائی تھی۔ (نور)

(۲) افادہ: قضا میں حصہ کافی نہیں ہوگا، بلکہ متوسط درجہ کا بکرا ذبح کرنا ہوگا، حصہ کا جز یہ اب تک نہیں ملا۔ (اضافہ از حضرت مفتی محمود حسن)

(۳۸۰) مرد کی جانب سے کی گئی قربانی کا حکم؟ سوال: قربانی جو کسی مرد کی طرف سے کی

اے تو اس کے گوشت کا کیا حکم ہے؟ یا سب صودہ کرے یا آپ بھی کھاوے، شعل اور قربانی کے؟

جواب: اگر مرد و عورت کرایا ہے تو قربانی میری طرف سے کرنا تو سب گوشت کھال کو وصول کرے۔ (۱) اور جو قربانی طرف سے کرتا ہے تو جس طرح اپنی قربانی کا مفاد صرف کا ہے، اس کا بھی ویسا ہی ہوگا۔ فقط

کتابخانه عمومی

Copyright © 2004 by John Wiley & Sons, Inc.

سوال: (۳۸) اگر کسی چپ سے دی الہجہ کو دائیں پڑھی تو اس کا رخ ذی الہجہ کو کہاں چھوٹے پڑھی گئی کسی

گئی، تو اس دن زوال کے بعد قربانی کا حکم؟ یہ سے تو قبل نماز قربانی بھی مصریہ قریہ والوں کو چاہئے

جواب: قریب میں تو ہر حال جائز ہے، کہ نفل نماز میں کافعیں، اور مصرعیں اگر نماز نہ ہو تو بعد ازاں کے، اگر قربانی

کہ یہ سب تو درست ہے مگر دوسرے درجہ پر بھی چاؤ ہے گی۔ قبل ذوالاں اگر ہو گئی تو درست نہیں۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد کنکوی غفری

(1994, 1995, 1996)

(۴۲) جہاں عید کی نماز نہیں ہوتی ایسے مقامات پر صبح صادق کے بعد قربانی؟ سوال: کاہن

کہ جو لوگ قربانی نماز چھوڑ کر کجاً افضل ہے یا نماز ہے پہلے قربانی کرنا افضل ہے، اور قبل نماز قربانی چاہو ہے، یا نہیں؟

جواب: جہاں نماز ادا نہیں ہوتی وہاں بعد صبح صادق کے جائز ہے، خواہ کبھی عورت ہے، پہلے [ہو] یا پچھے۔

(continued)

(۲۸۳) عید الاضحیٰ کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھانا بہتر ہے: سوال: قربانی کے

گوشت میں سے قربانی کرنے والا پہلے کچھ گوشت کھا لیوے تب اور کچھ کھانا کھاوے، یہ سنت ہے، یا کیا؟

جواب: اولیٰ یہی ہے۔ فقط و فقط تعالیٰ اعلم

(continued)

(۴۴) قربانی میں کتنے حصے ضروری ہیں؟ سوال: لوحِ قربانی میں الٹا منی کتنے حصوں میں تقسیم ہوتا

ہاں ہے مگر قصص غمرہ شرقی پر گوشت تقسیم نہ ہو تو آیا قربانی جائز ہے یا نہیں؟

۱۰۰۰ من مٹا کر ایک سو تیس سو روپیہ کی صورت کے مطابق دہی کے ذکر کے قابل ہے قرطبی کی کہی اور اس میں قرطبی کا تمام موشگفتہ طبع کے درجہ ہے۔

عالمی ادارے کی حکمت عملی کے مطابق کہ جس طرح ایک فرد کو اس کے لئے بہترین طریقہ بتایا جائے۔ (پاکستان میں)

www

(continued)

2000

جواب: اضحیہ (میں) اداقت دم ہادیب ہے اور ہر گوشت اضحیہ بچھلک صاحب حمیم کے ہے چاہے مارا ہو کھاوے، چاہے سب کو حصہ دے کر دیے، چاہے مارا دیے، مستحب یہ ہے کہ ٹکٹ کو حصہ دے کر اسے ورثہ ہو اور ٹکٹ خود کھاوے، ہر حال گوشت کو جو چاہے سو کرے اضحیہ فقط ذبح سے ادا ہو جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(محمد زکریا میاں)

(۳۸۵) قربانی کے گوشت میں اگر سب شریک سوال: قربانی کا گوشت اگر شریک ایک اور کسی کے پاس زیادہ، یا کوئی شریک اپنے حصہ سے زادہ حصہ لے لے یا چاہے تو وہ قربانی جائز رہی، یا سب کے حصہ کا جائز ہوئی۔

جواب: رضا مصلیٰ سے جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۳۸۶) قربانی کے جانور میں تقسیم حصص کی ایک صورت کا حکم؟ سوال: سات آدمیوں نے

مشورہ کیا، ایک گائے کی قربانی کرنے کا اور کہا کہ ہم سب شریک ہو جاویں گے، اور قیمت گائے کی ستر ۹ روپیہ سب کو معلوم تھی، لیکن چونکہ گائے کا مالک قراچی شخص تھا اس لئے قیمت گائے کی سو فیصد کی اورت مالک کو دی مگر یہ بات ظہیر کی اس گائے کی ہم قربانی کریں گے۔ جس روز قربانی کا دن ہوا تو ایک شخص حصہ داروں میں سے، کہیں گیا تھا نماز میں لا جی پڑنے کے، اسے اور وہ شام تک وہیں رہا تب ان چھ شخصوں نے مشورہ کیا کہ شاید وہ ساتواں شخص شریک قربانی نہ رہے، تو بیچوں آدمی قربانی کر لو، چھ حصہ ظہیر اس کا حصہ ظہیر اور فرض ان بیچوں نے قربانی کر لی، بعد قربانی کرنے کے جس وقت گوشت تقسیم کرنا شروع کیا تو وہ ساتواں شخص بھی آ گیا اور کہا کہ میرا حصہ بھی لاؤ پھر قیمت میرے حصہ کی لے لو۔ چونکہ اس وقت تک نصف حصہ داروں نے تو اپنے حصہ کے دام دے دیئے تھے اور بعض کے رہے تھے تب ان میں جھگڑا ہوا کہ اب اگر ہم شریک کر لیں تو شاید ہماری قربانی بھی باقی رہے تو اس صورت میں اگر وہ ساتواں شخص بھی شریک ہو جاوے تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر گائے کو سات حصہ مقرر کر کے خرید کر لیا تھا تو وہ شریک ہو چکا ہے۔ اب چھ کے ذبح کرنے سے اور قصد کرنے سے اس کا حصہ ساقط نہیں ہوا اور جو جو بے حق تھے، بیع نہیں ہوئی تھی، اس کی نحوہت میں چھ کے ذبح کی، تو اب وہ شریک نہیں ہو سکتا مگر شریک کریں گے تب بھی درست نہیں، بلکہ شریک کرنا منع ہے، کیونکہ وہ نصف کی قربانی

ہو چکی۔ البتہ ذبح سے پہلے آ کر شریک ہو جاتا، تو کراہت درست تھا، اب کچھ نہیں ہو سکتا، قربانی ہو چکی۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۱۳۰)

سوال: تین آدمیوں نے ایک جانور قربانی کرنا ٹھہرایا اور مبلغ (پانچ روپے) کو وہ جانور ٹھہرا، لیکن بنور اس

(۳۸۷) قربانی کیلئے باہم معاملہ طے ہو جانے کے بعد، ایک شریک کے موجود نہ ہونے کی صورت میں کیا کیا جائے؟

کی قیمت ادا نہیں ہوئی کہ جو روز عید الاضحیٰ کا آ گیا، ان تین میں کا ایک شخص کہیں چلا گیا، کہ اس عرصہ میں ان دو آدمیوں نے کہا کہ شاید وہ تیسرا شریک نہ رہے، ہم دونوں ہی قربانی کر لیں، بعدہ ان دو آدمیوں نے قربانی کر لی اور گوشت تقسیم کرتے تھے کہ جو تیسرا بھی آ گیا اور ان میں تکرار ہوا، کہ اب شریک کرنا درست نہیں، آخر ایک حصہ دار تو اپنا نصف حصہ تقسیم کر لے گیا، اور دوسرے نے کہا کہ بھائی! اس حصہ میں ہم اور تم دونوں شریک رہے، وہ ایک حصہ ہر دونوں نے نصفاً نصف تقسیم کر لیا اور یہ کہا کہ اگر یوں جائز ہوا، تو میں تم سے تمہارے حصہ کے موافق دام لے لوں گا، اور اگر جائز نہ ہوا تو یہ گوشت میں قرابتی کو دینے میں سمجھ لوں گا، تو اس صورت میں اگر وہ تیسرا شریک رہے، تو قربانی جائز رہی، یا نہیں؟

جواب: اگر گائے کی بیج ہو چکی تھی اور ہر سہ شریک قربانی کے ہو لئے تھے اور قیمت ادا نہیں کی تھی، پھر ایک غائب ہوا اور دو نے جانور ذبح کر لیا، تو وہ ہر سہ کا مال تھا، ہر سہ کی قربانی ہوئی، ہر سہ برابر گوشت لیوے گے اور جو فقط قرار داد قیمت تھی، بیج تام نہیں ہوئی اور پھر دونوں [نے] خرید کر قربانی کی، تو قربانی دو کی ادا ہوئی، نہ تیسرے کے ذمہ سے قربانی ادا ہوئی، نہ اس کی ملک گوشت ہو سکتا ہے۔ نہ اس کی بیج درست ہے کہ گوشت دیکر قیمت گوشت کی لیوے، البتہ قرابت کے سبب جو گوشت اس کو دیا، قربانی اس کی درست ہو گئی، مگر ثالث کے ذمہ قربانی واجب رہی۔

(بدست خاص، سوال ۱۴۳)

(۳۸۸) اگر قربانی کا ایک شریک نہ پیسہ دے، نہ گوشت لے تو کیا حکم ہے؟ سوال: اگر قربانی

ہونے کے بعد ایک شریک قیمت قربانی کی نہ دے، اور اس قربانی کا گوشت بھی نہ لے تو وہ قربانی جائز رہی یا نہیں، اور اس کے حصہ کے گوشت کو کیا کرے؟

جواب: اس کی طرف سے قربانی ادا ہو گئی، قیمت اس کے ذمہ واجب ہے، اس سے لی جاوے اور گوشت

(بدست خاص ص ۹)

اس کو دیا جاوے۔ (۱)

(نور)

(۱) یعنی یہ اس کا حق ہے اس تک پہنچایا جائے، لیکن اگر وہ اپنی خوشی سے نہ لے تو اس کا بھی اسے اختیار ہے۔

(۳۸۹) اگر قربانی کرنے والا قربانی میں غرباء اسلام کی نیت کر لے؟ سوال: آنحضرت ﷺ اپنے غرباء امت کی طرف سے ذبیحہ (کی) قربانی کرتے تھے، تو آیا اب اگر کوئی مالدار قربانی کرے اور وقت قربانی کے میں کہہ دے کہ ایک حصہ غرباء اہل اسلام یا موتی اہل اسلام کی طرف سے ہے، تو ان کو قربانی کرنے کا ثواب ملے گا، یا جو قربانی کرنے سے ثواب ملتا ہے، وہ ملے گا۔

جواب: کسی کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے، خواہ کوئی ہو، مگر اگر کسی کی طرف سے کرے تو ایک کے واسطے ایک دم ہو اور جو ثواب پہنچا دے، تو ایک کبریٰ کا ثواب خواہ تمام مسلمانوں کو پہنچا دیوے، درست ہے۔

(بدست خاص سوال ۷۰)

(۳۹۰) اگر کسی شخص پر قربانی واجب تھی مگر اس نے غرباء اسلام کی طرف سے قربانی کی نیت کی، تو کیا حکم ہے؟ سوال: ایک شخص نے ایک ذبیحہ قربانی کیا اور کہا کہ یہ ذبیحہ غرباء اہل اسلام کی طرف سے ہے، تو قربانی اس کے ذمہ سے ادا ہوئی یا وہ اور قربانی کرے؟

جواب: اس حالت میں قربانی اس شخص کی ادا ہوئی اور غرباء کو ثواب مل جاوے گا۔ (بدست خاص سوال ۷۱)

(۳۹۱) اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو، تو اس کا ذبح کرنا؟ سوال: اگر فرض کیا جاوے ہو آدمی ہیں اور ہر ایک نے جداگانہ قربانی کی، اور بیچہ عدم موجودگی اشخاص لینے والوں کے، گوشت قربانی عید الاضحیٰ، [زمین] میں ذبح کیا گیا، اور کھال بیت المال میں داخل ہوئی۔ پس بصورت مذکور قربانی کرنی جائز ہے، یا نہیں؟ اور بحالت نہ کرنے قربانی کے حج ہو سکتا ہے، یا نہیں، اور کھال ذبیحہ قربانی کی بیت المال میں داخل ہونی چاہئے، یا نہیں؟

جواب: اوپر جواب میں واضح ہو گیا کہ قربانی اراقت دم کا نام ہے، گوشت سے کچھ علاقہ نہیں، اگر گوشت کو بلا ذبیحہ ذبح کر دیں گے، جب بھی اضحیہ میں کچھ نقصان نہیں ہوتا، البتہ مال ضائع کرنے کی برائی ہووے گی، اور جو کوئی (گوشت) کھانے، لینے والا نہیں، تو ذبح کرنا ضرور ہے تا [کہ] تعفن سے غلط کو اذیت نہ ہووے، اور کھال بھی ملک مالک کے ہے، خواہ خود اپنے کام میں لاوے، خواہ بیت المال میں دیدیوے، کیا حرج ہے جس کو چاہے دیوے، جہاں چاہے صرف کرے۔

اور حج دوسری عبادت ہے اور قربانی دوسری، حج کو قربانی سے کیا علاقہ ہے، اگر حج کرنے کو جاوے اور قربانی نہ کرے تو حج میں کچھ کسی طرح کا نقصان نہیں ہوتا، اگر قربانی نہ کی اور حجاج پر بسبب سفر کے قربانی واجب نہ ہو، تو ظاہر ہے اور سفر نہیں رہا تھا [کذا] اور قربانی واجب تھی، پھر بھی اگر حجاج نے قربانی نہ کی، تو قربانی نہ کرنے کا گناہ اس پر ہووے گا، مگر حج میں کچھ نقصان نہیں ہوتا، البتہ جو ذبح حج کے متعلق ہے، اگر اس کو نہ کرے گا تو حج میں قصور ہے گا۔ فقط کھال کو بیت المال میں سب ذباہ کی

دینی درست ہے، خواہ اضحیہ ہو خواہ زح متعلق حج کا ہو، فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۹۲-۱۹۳)

(۳۹۲) اگر قربانی کا گوشت لینے والا کوئی نہ ہو تو؟ سوال: اگر کوئی شخص گوشت قربانی لینے والا نہیں

ہے، تو بس قربانی کرنے والا بوجہ ذبح کرنے گوشت قربانی کے، گنہگار ہوا یا مصیب بد ثواب؟

جواب: اگر کوئی گوشت لینے والا نہ ہو، تو ذبح کرنا موجب ثواب کا ہے، کہ خلق کو تکلیف بدیو سے محفوظ رکھتا

ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۹۳)

[نوٹ: ایک اور مسئلہ: قربانی کا گوشت کا فراور بھنگی، چھار کو دینا، کیسا ہے؟ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

(۳۹۳) خسی جانور کی قربانی درست ہے؟ سوال: خسی جانور کی قربانی درست ہے، یا نہیں؟

الجواب: درست ہے۔

(مجموعہ رام پور ص ۱۰)

(۳۹۴) نادینیل کی قربانی کا حکم؟ سوال: نادینیل اس کو کہتے ہیں جس کے کہیں بدن میں ایک ٹکڑا

گوشت کا زائد ہو جاوے، مثل جیب [زبان میں] کے، یا کم [ہو جائے] اور بنوداس کو معیوب جان کر ذکر گوشت (۱) کو دیتے

ہیں، اس کا خریدنا، یا قیمت سے خرید کر قربانی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: نادیہ کی قربانی درست ہے، اس کو کفار معیوب و مخوس جانتے ہیں، اس میں کوئی عیب شرعی نہیں۔

(بدست خاص سوال ۸۲)

(۳۹۵) اگر جانور کا کان چرہ اہوا ہو تو اس جانور کی قربانی کا حکم؟ سوال: جس جانور کا کان طول

میں یا عرض میں چرہ اہوا ہو، یعنی شکاف ہے زائد از تہائی، لیکن جدا نہیں ہوا، تو اس کی قربانی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: شکاف گوش میں کان [سے] کچھ کم نہیں ہوتا، لہذا اس کی قربانی درست ہے مگر اولیٰ نہیں۔

(بدست خاص سوال ۵۵)

(۳۹۶) جس جانور کے کچھ دانت ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی کا حکم؟ سوال: جس جانور

کے دانت ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی بھی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ یا کچھ دانتوں کے ٹوٹ جانے کی تعداد ہے؟

جواب: اگر چارہ وغیرہ کھانے کے بقدر دانت موجود ہوں، تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(بدست خاص ص ۵۲)

(۱) گوشت ایک ہندو قہاکہ نام جو باپ کی طرف سے برہمن اور ماں کی طرف سے گوالے ہوتے ہیں۔ نور اللغات: مولوی نور الحسن نے کہا کہ کوری ص ۱۳۷ جلد ۳ (دلی ۱۹۹۸ء)۔
یونگ ہندو کے مذہبی دیوتاؤں اور مذہبی رسومات کے لئے دے اور مزید دے گئے جانوروں کے، پالنے کا اور ان کی خرید و فروخت کا کام کرتے تھے (نور)

(۳۹۷) نادیہ بیل کی اگر اکثر آنکھ جاتی رہی ہو تو اس کی قربانی؟ سوال: جس نادیہ بیل کے آنکھ

میں جیب، یعنی گوشت زائد ہو جاوے، وہ بھی قربانی کرنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر آنکھ میں گوشت آنے سے نظر آتا ہے تو درست ہے، اور جو اکثر نظر آنکھ کی جاتی رہی ہو تو درست نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۸۳)

(۳۹۸) جس جانور کو ہندوؤں نے دیوتا کے نام کر دیا سوال: ہندو بعض جانور کو کسی دیوتا وغیرہ کے نام کا کر دیتے ہیں اور اس کو دینی کہا کرتے ہیں،

ہو، مگر اپنی ملکیت میں رکھا، اس کی قربانی کا حکم؟ مگر مالک متصرف اس پر خود ہی رہتے ہیں۔ فقط

اس کے دودھ کو بھرا کر بھی نہیں نکالتے ہیں، باقی دودھ بھی خود ہی پیتے ہیں اور اس کو فروخت بھی کر دیتے ہیں، تو ایسے جانور کا خرید کرنا خواہ قربانی کرنا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسے جانور کی قربانی درست ہے۔

(بدست خاص، سوال ۱۳۳)

(۳۹۹) فاسق کی کی ہوئی قربانی کا گوشت لینے کا حکم؟ سوال: جو شخص قربانی نکالے، یا قربانی

میں بکرا فسخ کرے یا گائے کرے، تو اس میں کچھ گوشت اپنے بھائی کو دے، کچھ اقرباء کو دے، کچھ مسکین کو دے، ایسے ہی شخص مومن مسکین کو دے اور اقرباء مومن کو دے، تو ایسے شخص فاسق و فاجر کا مال مومن مسلمان کو، قربانی کا گوشت لینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: فاجر و فاسق سے دوستی اور محبت کرنا تو اچھا نہیں، مگر اس کی عیادت کرنا اس لحاظ سے کہ شاید اس کو عبرت

ہو، یا اپنے اوپر سے رفع شر کا کرنا، یا کوئی نفع دین کا ہو تو درست ہے۔ اور [مال] جو وہ صدقہ کرے یا گوشت قربانی کا کسی کو دے، اگر اس کے مال کی حرمت کا یقین ہو، وہ حلال مال ہونے کا غالب گمان ہے، تو لینا اس کا مسلمان کو درست ہے، کچھ

حرج نہیں، مگر دوستی محبت ایسے سے نہ کرے، بلکہ اس کو بوجہ اللہ تعالیٰ ہو سکے تو نصیحت کرتا رہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(نہجہ کلاں ص ۲۱۲-۲۱۱)

(۴۰۰) کیا قربانی کی کھال سادات کو دینا جائز ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس

مسئلہ میں: کہ کھال ان قربانی کی مسجدوں میں مؤذنوں کو اور اماموں کو تصدق کر دیتے ہیں، اور بعض ان میں سید بھی ہوتے ہیں تو عندا شرع سیدوں کو دینا جائز ہے، کہ نہیں؟ بیوقوفو جروا۔

جواب: سید اور غنی کو گوشت و کھال قربانی دینا کچھ حرج نہیں۔ جو کچھ سید کو دیا جاتا ہے یا غنی کو وہ صدقہ نہیں،

بلکہ ہدیہ [ہے]، جیسا گوشت سب کو دینا درست ہے، کھال بھی درست ہے۔ اگر کھال کو فروخت کر کے قیمت اس کی

دیوے تو پھر غنی اور سید کو درست نہیں، کہ قیمت کا صدقہ ہوتا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رحمہ اللہ

(مجموعہ کھان ص ۱۳۲)

(۴۰۱) قربانی کی کھال چاہے خود رکھے چاہے غنی کو دیدے: مسئلہ: قربانی کی کھال کا مختار ہے،

چاہے خود استعمال کرے، چاہے صدقہ فقیر کو دیوے، چاہے بہیٹی کو کر دیوے، واجب کچھ نہیں، اختیار ہے۔ (مجموعہ فرغ آہا ص ۴۴)

(۴۰۲) قربانی کی کھالوں کا مسجد کی تعمیر میں خرچ کرنا کیسا ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء

دین اندر باب: کہ قیمت قربانی کی کھالوں کی تعمیر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: قیمت جلد اضحیہ کا صدقہ کر کے فقیر کو مال کرنا واجب ہے، مسجد کی تعمیر میں صرف کرنا درست نہیں ہے، مگر کسی فقیر کو مال کر دیوے اور فقیر اس کو اپنی طرف سے تعمیر مسجد میں صرف کرے، تو درست ہے۔ فقط

(تحقیق المسائل، تالیف مولانا سید دہار علی الوری ص ۱۸-۱۹)

(۴۰۳) قیمت چرم مسجد میں لگانا درست نہیں: سوال: زید کہتا ہے کہ چرم قربانی مسجد میں لگانا نا اور عمر کہتا

ہے کہ چرم قربانی مؤذن کو یا کسی یتیم کو دینا چاہئے، یہاں پر ہمیشہ چرم قربانی کا مؤذن کو دیا جاتا تھا، امثال بعض لوگوں نے اس کو فروخت کیا اور مسجد بنانے میں صرف کرنے کا خیال ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ کس کا حق ہے؟

الجواب: چرم قربانی مؤذن کو اس کی اجرت اذان و خدمت مسجد میں دینا اور مسجد کی تعمیر و ضروریات میں لگانا درست نہیں ہے، بلکہ جب کھال کو فروخت کیا گیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہو گیا، اور اس کو انہی مصارف میں صرف کرنا ہوگا جو صدقات واجب کے مصارف میں اور تملیک متحقق ہو جائے۔ پس مؤذن کو..... مسجد و اجرت اذان کے طور پر دینا درست نہیں ہے، اگر وہ غریب آدمی ہو اور مالک نہ ہو، تو اس کو بطور صدقہ دینا جائز ہے، بشرطیکہ وہ سید نہ ہو۔

قال فی الدر المختار: لا یصرف الی بناء نحو مسجد الخ (۱) قال فی الشامی: قوله نحو مسجد کبناء القناطر و السقايات، و اصلاح الطرقات و کبری الانهار الی أن قال و کل مالا تملیک فیہ (۲) پس صورت مسئلہ میں نہ قول زید کا درست ہے نہ عمر کا، البتہ اگر مسجد میں ضرورت ہے تو اس قیمت چرم قربانی کو کسی غریب کو جو سید نہ ہو دے کر اور مالک بنا کر، پھر ضرورت مسجد میں صرف کر سکتے ہیں، بغیر اس طریق کے درست نہیں۔

کتبہ رشید احمد غنی عنہ الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمن غنی عنہ

مندرجہ ذیل قادی دار العلوم (دوبہ بند) مرتبہ مولانا مفتی ظفر الدین صاحب ص ۲۹۹ ج ۶۔ (دوبہ بند: ۱۳۹۲ھ)

[نور]

(۱) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصروف (۱/۱۳۱-۱۳۲) کس کتابی دوبہ بند ۱۳۳۳ھ

(۲) الدر المختار، کتاب الزکاة، باب المصروف (۲/۲۶۲) کتابی دبی ۱۲۸۸ھ (بازاب مذکور ج: ۴/ص: ۳۳۳، مطبع دار الفکر بیروت لبنان، طبعہ اولی ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء)

[نور]

مفتی امجدی دہلی دارالعلوم

(۴۰۴) چرم قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: کہ ایک شخص نے قربانی کی کھال کی قیمت سے کتب بنا کر درس و تدریس خرید کر لیں، اور بعد خرید حکم [عدم] جواز معلوم ہوا۔ اب اگر کتب مذکورہ فقراء کو دی جاویں، تو شخص مذکور ضمانت سے بری ہو جائے گا، یا نہیں؟ اور کھال قربانی سے ان کتب کو بدلنا جائز ہے، یا نہیں؟ مینو تو جرو!!

جواب: کھال سے کتاب کا بدلنا درست ہے مگر قیمت کھال کا صدقہ کرنا واجب ہے، اس سے جو کتب خریدی، اس کو آپ ضمان دینا چاہئے کہ قدر قیمت کے فقراء کو دیدیوے، اور کتاب کے صدقہ کرنے سے ضمان ساقط نہ ہووے گی۔ (۱) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کھال ص ۱۳۲-۱۳۳)

(۴۰۵) قربانی کی کھالوں کی قیمت کا صدقہ واجب ہے: سوال: قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت سے مدرسوں کی تنخواہ دینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: قربانی کی کھال کو [فروخت] کر کے فقراء و مساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، تنخواہ مدرسین اس سے درست نہیں، بلکہ طالب علمان مفلس کو دیویں۔

(مجموعہ فرغ آب ص ۳۳-۳۴-۳۵)

(۴۰۶) قربانی کے جانور کے سامان کا شرعاً کیا کیا استعمال درست ہے؟ کیا حکم ہے علمائے دین کا ان مسائل میں:

کھال و جھول باگ و ٹم وغیرہ قربانی کو مسجد میں دینا، کہ متولی مسجد فروخت کر کے فرش وغیرہ ضروریات مسجد میں خرچ کر لے جائز ہے، یا کیسا؟

کھال و رسن و باگ کو قربانی والا واسطے استعمال مصلے و ڈول کے اور رسن کو پانی کھینچنے کے لئے، مساجد میں وقف کر دیوے آیا جائز ہوگا، یا نہیں؟

کھال و جھول و باگ وغیرہ جن کو حکم تصدق کا ہے، آیا شخص غنی ذی انصاب کو بھی دینا درست ہے جیسا کہ ٹم و پائے وغیرہ کا فنی کو دینا، یا خو فنی صاحب قربانی کو کھانا اور کھال کا استعمال کرنا درست ہے۔

(۱) قربانی کرنے والا خود کھال بھی استعمال کر سکتا ہے اور کسی ایسی چیز سے جو باقی رہنے والی ہو، بدل بھی ہو سکتا ہے جیسے کھال کے بدل میں کتاب لے لی تو اس کا استعمال درست ہے مگر جب کھال بچ دی تو اب قیمت صدقہ کرنا واجب ہے، اس میں کوئی تعارف جائز نہیں۔ پس اس سے کتاب خریدنے کی وجہ سے ضمان واجب ہوگا اور کتاب کا مالک وہی ہوگا۔ (پان پری)

تو پھر تصدق کے معنی خاص تصدق بمعنی تملیک فقراء کے ہوں گے، یا عام تصدق بمعنی ہبہ، چاہے غنی ذی نصاب کو دے، چاہے فقیر کو، یا تملیک ہی شرط نہیں ہے، جس جگہ چاہے خرچ کر دیوے۔

سہارنپور میں یہ تعامل ہو رہا ہے کہ امام یا مؤذن یا دوسرے خدمت گزار مسجد کو جب مقرر کرتے ہیں، کہہ دیا جاتا ہے کہ جو آمدنی بعد ختم قرآن مجید ماہ رمضان میں ہوگی، یا جو آمدنی بعد عید الاضحیٰ کے کھا لہائے قربانی کی، اہل محلہ سے آوے گی، وہ تم کو ملے گی، اور اگر بالفرض کسی جگہ نہ کہا جاوے، تو بسبب عرف کے ان خدمت گزاران کو خود معلوم ہے، کہ آمدنی معمولہ ملے گی اور عام لوگ موافق تعامل کے برابر خدمت گزاران مسجد کو، خواہ مخواہ وہ ذی نصاب ہوں، یا نہ ہوں، دیتے چلے جاتے ہیں، آیا یہ دینا جائز ہوگا اور قربانی میں کچھ خلل واقع نہ ہوگا، یا کیا حکم ہے، یا کچھ تفصیل ہے؟

اور اگر قربانی والا اس خیال سے کہ یہ خدمت گزار مسجد مذکور الصدر بھی، صاحب حاجت ہے، اور مجھ کو حاجت مذکور [میں] دینا ہے، خدمت گزار مسجد بہ نسبت دوسرے حاجت مند کے بہتر ہے، بلالفاظ ان کے اجرت خدمت کی، خواہ ذی نصاب ہوں، خواہ فقیر دیوے، یہ امر موجب خرابی قربانی کا تو نہ ہوگا، یا کیسا؟

اور خرید کتب و وقفیہ مدارس میں، خواہ ان کی جلد وغیرہ میں بھی یہ کھال وغیرہ صرف ہو سکتی ہیں، یا نہیں، ظاہراً کارکن مدرسہ کے متولی ہوں گے، تملیک کسی خاص شخص کی نہ ہوگی، مینو تو جروا!

اگر کوئی روایت فقہ کی کسی کتاب میں ہو، اس کتاب کا حوالہ مع نشان باب کے درج فرماویں۔

الجواب: قربانی کے کھال و لحم کا اگر کسی کو مالک کر دیوے اور وہ موہوب لہ اپنی ملک کو بیع کر کے، مسجد میں یا جہاں خرچ کرے درست ہے، اور صاحب قربانی کو یہ سب امور ناجائز ہیں۔ فقط

کھال و رکن کو مسجد میں رکھنا درست ہے اور ملک دینے والے کی پرہ کر، مستعمل ہووے گا، بطور وقف کے، یہ درست ہے۔ کھال وغیرہ غنی کو دینا درست ہے، تصدق کرنا فقیر کو ہوتا ہے اور آپ استعمال کرنا بھی درست ہے اور ہبہ اور ہدیہ بھی اس کا درست ہے۔ تصدق واجب نہیں علی التخییر ہے۔

اول تو اجرت امامت اور تاذین کی مکروہ ہے، پھر اگر فتویٰ متاخرین پر جائز کہا جاوے، تو یہ تعارف سہارنپور کا مجہول، ایسی اجرت ناجائز، ہاں بطور وعدہ کہہ دیوے تو مضائقہ نہیں۔ اور تصریح وعدہ کی کر دیویں ورنہ المعروف کالمشروط سے کراہت آ جاوے گی، مگر قربانی میں اس سے کوئی خلل نہیں، جیسا اوپر سے واضح ہو گیا۔

اور مدارس میں اگر کھال مہتمم یا کسی کو دیویں، کہ وہ فروخت کر کے صرف کرے تو کوئی قید نہیں، مالک جس طرح چاہے صرف کرے، ورنہ رعایت قاعدہ کی رہے گی کہ کھال سے استبدال کتاب کا درست ہے، مگر فروخت کرنا روپے سے اور پھر

جواب: تکبیر و تسمیہ زبان سے کہے، ایسا کہ آپ نے فقط دل کے کہنے سے حلال نہیں ہوتا۔

(بدست خاص سوال ۱۰۷)

(۴۰) ذبح کے وقت تکبیر و تسمیہ پڑھنا بھول گیا تو؟ سوال: وقت ذبح کرنے جانور کے اگر تکبیر

پڑھنا یاد نہ رہے اور بلا تسمیہ ذبح کر دی ہے، تو جائز ہے، یا ناجائز؟

جواب: نسیان سے تکبیر کا نہ ہونا معاف ہے، ذبح درست ہو جاتا ہے۔ فقط

(بدست خاص سوال ۱۰۸)

(۴۱) ذبح فوق العقدہ کا حکم؟ سوال: مذکور فوق العقدہ ظاہر یا غیر ظاہر، حلال است یا نہ؟

ہرچہ باشد جواب تحریر فرمائید، اجر یا بید۔

ترجمہ: وہ جانور جو عقدہ (گلے پر ابھری ہوئی ہڈی) کے اوپر ذبح کیا گیا ہو، پاک ہے یا ناپاک؟ حلال ہے یا نہیں؟ جو صورت بھی ہو جواب تحریر فرمائیں، اجر پائیں گے۔

جواب: در مذکور فوق العقدہ اگر مرئی قطع شود حلال است، و اگر مرئی ہم قطع نمی شود حرام، ایں را صاحب در مختار مرجع کردہ و جمع روایات نمودہ و ہمیں ارجح باشد۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: عقدہ سے اوپر ذبح جانور کی، اگر مرئی (خاص رگ) کٹ گئی تو حلال ہے اور اگر یہ رگ نہیں کٹی تو حرام۔ اسی کو مختار کے مصنف نے ترجیح دی ہے اور سب روایات جمع کی ہیں، یہی سب سے بہتر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۷۸)

(۴۲) ذبح کے وقت گردن کی گرہ سے اوپر کٹ جائے تو؟ سوال: گردن میں جو ایک گرہ ہوتی

ہے جانور کے ذبح کرنے میں، اگر اس گرہ سے اوپر ذبح ہو جائے، تو درست رہتا ہے، یا نہیں؟

جواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ اگر ننگی اور دونوں رگیں کٹ جاویں، تو حلال ہے ورنہ حرام۔ پس یہ تحقیق کر لینا چاہئے، کہ گرہ کے کٹنے سے یہ تینوں کھٹے ہیں، یا نہیں؟ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی (بدست خاص ص ۴۹)

السلام علیکم و علی من لدیکم۔ حامداً و مصلیاً!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں:

سوال: ایک شخص نے، کسی جانور پر ندیا برن وغیرہ کا

(۴۳) ذبح کرنے کے بعد اگر جانور نے حرکت

کی ہو، چاہے خون نہ نکلے تو وہ حلال ہے:

مذکور سے شکار کیا اور زخمی ہو کر وہ جانور گر گیا، اور اس کو ذبح کیا، ذبیحہ میں کچھ خون نہیں دیا اور بعد ذبح وہ جانور تر پتا بھی رہا،

اس حالت میں بغیر نکلے خون کے، اس کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: بعد ذبح کرنے کے ہر گاہ کہ جانور نے حرکت کی ہے، تو اگرچہ خون نہیں نکلا، وہ جانور حلال ہو گیا،

اس کا کھانا درست ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ۱۶۹)

(۴۱۴) کافر کا قول کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، کب معتبر ہے؟ سوال: ترجمہ کنز میں لکھا

ہے کہ اگر کافر کہے، کہ یہ گوشت مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، تو اس کا قول مانا جاوے گا۔ اور ایک فتویٰ میں لکھا ہوا ہے، کہ جب تک مسلمان کے سامنے کہ جس کے رو برو وہ گوشت ہوا ہے رہا، تب تک پاک ہے، اور اگر کچھ دیر بھی اس مسلمان کی نظر سے وہ گوشت غائب ہوا، تو وہ ناپاک ہے، پھر اس کافر بیچنے والے کا کہنا نہ مانا جاوے گا، ان میں کون سا قول معتبر ہے۔

جواب: یہ قول دونوں درست ہیں، مگر تمہاری سمجھ میں ان کا فرق نہیں آیا۔ (۱) (بدست خاص ص ۵۰)

(۴۱۵) اگر جانور کا گوشت اور کھال ذبح کرنے سے پہلے، الگ الگ بیچ دے تو کیا حکم ہے؟ سوال: بعض جگہ ایسا کرتے ہیں کہ گائے کی کھال اور

سے پہلے، الگ الگ بیچ دے تو کیا حکم ہے؟ پینا، قبل از ذبح قصاب کو قیمت کر دیتے ہیں، کہ اتنے میں کھال اور پینا اور اتنے میں گوشت۔ تو یہ تو معلوم ہے کہ یہ بیچ کرنا منع ہے، مگر اور خریداروں کو وہ گوشت کھانا خرید کر، جائز ہے یا نہیں، یا فقط قیمت کھال کی ٹھہرائی اور گوشت بعد ذبح بیچا، تب بھی وہ گوشت کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: گوشت کھانا جائز ہے، خریداروں کو بیچ صحیح کے ساتھ، کہ گوشت کو بیچ صحیح خریدیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۵۵)

(۴۱۶) ذبح سے پہلے جانور کی کھال فروخت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ؟ سوال: گائے وغیرہ کا

چمرا، قبل از ذبح قیمت ٹھہرانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، اگر اسی جلسہ میں نکال کر قبضہ کرادیوں، ورنہ منع ہے اور بیچ فاسد ہے۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۳۷)

(۱) معاملات میں فاسق، کافر، اور غلام کا قول معتبر ہے کیونکہ معاملات بکثرت پیش آتے ہیں، اور دیانات میں عدالت شرط ہے پس فاسق اور کافر کا قول معتبر نہیں اور یہ غیر دینا کہ یہ گوشت مسلمانوں کا ذبح کیا ہوا ہے از قبیل معاملات ہے اور ان میں کافر کا قول معتبر ہے اور کسی گوشت کا حلال یا حرام ہونا از قبیل دیانات ہے اور ان میں کافر کا قول معتبر نہیں، پس اگر کوئی کافر کہے کہ یہ گوشت حلال ہے تو اس کا یہ قول معتبر نہیں۔ یہ مسئلہ درمختار شامی میں کتاب الطہر والایات کے شروع میں ہے، کہ کافر کا قول کہاں مانا جائے گا اور کہاں نہیں مانا جائے گا۔ (پان پوری)

عقیقہ اور متعلقہ مسائل

(۳۷) عقیقہ امر مستحب ہے مگر ہر سال کی نذر ماننے سے؟ مسئلہ: عقیقہ امر مستحب ہے اور

ایک بار مستحب ہے، سو جس نے نذر کی ہے ہر سال ذبح کرنے کی، اس نے نذر کی ایک امر کی کہ مثل اس کے شرع میں واجب ہے، معنی الضحیٰ، تو اب ہر سال کا عقیقہ نذر کے سبب واجب ہوا، اور منذر میں سے کھانا، نذر کو نہیں چاہئے، اگر اس میں سے کچھ کھایا تو قدر اس کے صدقہ کر دیوے۔ فقط (مکتوب نامہ دارالافتاء اسلامیہ، مکتوب ۱۸)

(۳۸) قربانی میں عقیقہ کا حصہ کرنا؟ سوال: ایک گائے میں جسے شریک قربانی کی نیت رکھتے ہیں

اور ساتواں شریک عقیقہ کی نیت رکھتا ہے، تو اس طور سے قربانی اور عقیقہ ایک جانور میں درست ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ شرکت درست ہے۔ واللہ اعلم (بہت خاص ص ۹)

(۳۹) عقیقہ کے جانور کی ہڈی توڑنی درست ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و

مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ جو اکثر کتب میں مندرج ہے، کہ ذبیحہ عقیقہ کی ہڈی نہ توڑی جائے، اس کی کیا اصلیت ہے اور اگر صحیح ہے، تو کون سی ہڈی مراد ہے؟

جواب: عقیقہ کے ذبیحہ کی ہڈی توڑنی درست ہے، سب ہڈیں توڑنی جائز ہیں، مثل قربانی کے۔ یہ امر کہ

عقیقہ کی ہڈی نہ توڑے، کوئی روایت نہیں، محض اقوال ہے اور بس۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ مکتبہ الاحقر رشیدیہ احمد گنگوہی

(نور کاواں ص ۱۸۰)

(۴۰) ختنہ کے لئے شرعاً کوئی وقت مقرر نہیں ہے؟ سوال: بعض آدمی بطور بیجا ہونے لڑکے

کے، یا دو چار روز بعد ختنہ کرا دیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ اس سے مسان کا غفل بچے کو نہیں ہوتا، آیا یہ فعل ہمارے شریعت یا حکمت کی ما ہے اور بطور مسنون ختنہ کرنا، کتنی عمر میں چاہئے؟

جواب: بطور علاج درست ہے، شرع سے ممانعت نہیں اور ختنہ کا کوئی وقت مقرر نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بہت خاص ص ۳۰)

(۴۱) ختنہ کے موقع پر زبردستی پیسے وصول کرنا، ناجائز ہے؟ سوال: ایک رسم ختنہ کی ہے اس

میں مبلغ اس روپیہ بھاری (اس سے) لیتی ہے، چاہے غریب ہو، چاہے غنی ہو، جب تک اس سے دل روپے نہ لئے جانے،

تب تک اس کی ختنہ نہیں ہونے دیتے، بلکہ جبراً مبلغان مذکور لیتے ہیں، یہ دس روپیہ مذکور لینے جائز ہیں، یا نہیں؟ یہ رسم توڑ ڈالنے (کے) قابل ہے، یا نہیں؟

جواب: ختنہ بدون روپیہ لئے برادری نہ ہونے دیوے یہ ظلم ہے، ایسا روپیہ لینا حرام ہے اور اس رسم ظلم کا ترک کرنا واجب ہے، خصوصاً یتیم سے روپیہ لینا سخت حرام ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فیوض رشیدیہ ص ۸)

(۴۲۲) بچے اور بچی دونوں کے کانوں میں اذان مستحب ہے: سوال: لکھا ہے کہ پسر کے کان میں اذان کہنا، بعد پیدائش کے مستحب ہے، تو دختر کے کان میں اذان کہنے کا بھی یہی حکم ہے، یا یہ حکم فقط لڑکے کے واسطے ہی ہے؟

جواب: اذان گوش دختر میں بھی مستحب ہے۔ واللہ (تعالیٰ) اعلم

(بدست خاص، ص ۱۰)

(۴۲۳) اذان ولادت کے فوراً بعد ہونی چاہئے: سوال: بعد پیدائش کے اذان کان میں کہنے کی [بعد] تولد کے کیا حد ہے، آیا فوراً بعد وضع حمل کے کہی جاوے، یا کئی روز بعد؟

جواب: بعد تولد کے فوراً اذان کہنی چاہئے، تا کہ اول اس کے کان میں خدا کا نام پڑے، مگر بعد غسل ہونا چاہئے۔

واللہ (تعالیٰ) اعلم

(بدست خاص، ص ۱۰)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ساتواں باب

کتاب الحج

حج اور اس کے مسائل و متعلقات

(۳۳۴) جائداد کی فروخت کی صورت میں کب حج فرض ہے؟ سوال: ایک شخص قرض دار

ہے، اور ایسی جائداد رکھتا ہے، اگر اس کو فروخت کرے، تو قرض بھی ادا ہو جاوے اور مبلغ تین سو روپے بچ بھی جاویں، تو اس پر حج کرنا فرض ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر سوائے خانہ سکونت کے جائداد ہے، کہ اس کی قیمت سے قرض ادا کر کے اور آنے تک کا نفقہ عیال کا دیکر، اس قدر باقی رہے کہ حج کر لیوے، تو حج فرض ہوگا اور اب دوسروں میں حج ہو سکتا ہے۔

(بدست خاص ص ۱۳۳)

(۳۳۵) رمضان المبارک کے عمروں سے حج افضل ہے: مسئلہ: رمضان (مبارک) کے عمروں

سے حج افضل ہے، عمرہ رمضان کا انعام مراد ہے کہ حج نفل کے اصلی ثواب کے برابر، انعام عمرہ رمضان کا ملتا ہے، انعام حج نفل بہت ہے، جیسا یسین کے جواب میں گذرا۔ (۱) بعد نماز فجر کے اشراف پڑھ کر جانا بھی حج عمرہ کے برابر ہے، پھر کاہے کو کوئی حج کو جاوے اور تکلیف اٹھاوے۔ (۲) فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۲۰)

(۳۳۶) مدینہ منورہ حج سے پہلے جانا افضل ہے، یا بعد میں؟ سوال: حج سے پہلے مدینہ شریف

جانا افضل ہے، یا بعد میں، یا برابر ہے؟

[نور]

(۱) یہ جواب زیر نظر مجموعہ قادی میں دوسرے مقام پر درج ہوا ہے۔

(۲) یہ دلیل ہے: حدیث میں ہے کہ نماز فجر کے بعد اگر کوئی اشراف تک اسی جگہ رہے، اشراف پڑھ کر گھر لوٹے تو اس کو ایک حج کا اور ایک عمرہ کا ثواب ملتا ہے، یہ

(پان پوری)

اصل ثواب ہے اور حج اور عمرہ کا انعامی ثواب ہے، حساب ہے، ورنہ لوگ حج اور عمرہ کیوں کرتے۔

جواب: بہتر بعد حج کے جانا ہے، پہلے جاوے تو جب بھی کچھ حرج نہیں۔ فقط

(بدست خاص سوال ۱۲۶)

(۲۲۷) طواف خانہ کعبہ، حجر اسود کے بوسہ کی

وجہ اور زم زم کے لانے کا جواز اور شرعی حدود؟

مسئلہ: طواف خانہ کعبہ کا اور بوسہ حجر اسود کا، بحکم حق تعالیٰ عبادت ہوا ہے اور زم زم کا لانا بھی، بحکم شرع درست ہوا ہے، مگر طواف سوائے بیت اللہ کے دوسری شے کا

حرام ہے، اور بوسہ بھی قبور وغیرہ اشیاء کو دینا حرام ہے، لیکن جس شے کا بوسہ شرع نے جائز کر دیا، وہ درست ہے، جیسا استاد، پیر حق کے ہاتھ کو، قرآن شریف کو، مگر قبر کو بوسہ دینا گناہ ہے۔ زم زم کو بصورت گنگا کے پانی کے لانا بھی منع ہے اور بدون اس صورت کے لانا، جیسا کہ لوگ لاتے ہیں درست ہے، جیسا کنویں کا پانی لاتے ہیں، اسی طرح زم زم کا لاوے تو کیا حرج ہے، دور سے لانے میں گرنے اور خشک ہونے کا اندیشہ ہے، اس واسطے ٹین کے برتن میں منہ بند کر کے لاتے ہیں، اگر شیشہ میں یا بوہیہ میں رکھ کر، گنگا کے لوگوں کی طرح لاوے گا تو بیشک حرام ہے۔ یہ سب مسائل کتابوں میں مفصل لکھے ہیں۔ فقط والسلام

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۶-۲۲۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

آٹھواں باب

کتاب النکاح والطلاق

[نکاح، مہر، طلاق، رضاعت وغیرہ کے مسائل]

(۳۳۸) باپ کی مرنیہ سے بیٹے کا نکاح؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

زید، اپنی ایک منکوحہ رکھتا ہے اور اس منکوحہ سے ایک لڑکا بالغ ہے۔ زید ایک عورت غیر سے ہم پیالہ و ہم نوالہ رہتا ہے اور برتاؤ منکوحہ جیسا، اس عورت غیر سے رکھتا ہے، اور دوسرے طور کا بھی مرتکب ہے۔ چند ایام زید کو ای طرح سے گذرے، بعد چند ایام کے عورت غیر، زید کے قابو سے نکل گئی، اب اس عورت مذکورہ بالا سے زید کا فرزند، اپنا نکاح کرنا چاہتا ہے، کہ جس سے زید مانوس تھا، نکاح ہو سکتا ہے، یا نہیں، اور اگر نکاح کر لیا ہے تو جائز ہے، یا نہیں؟ بینو اتوجروا!

جواب: زید کے فرزند کا نکاح اس عورت سے ہرگز نہیں ہو سکتا، یہ عورت پسر زید پر حرام ہے، اگر نکاح کر لیا ہے، تاہم نکاح صحیح نہیں ہوا، تفریق کرنا واجب ہے، کذا فی کتب الشریعہ۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(مجموعہ کلاں ص: ۲۰۹-۲۱۰)

(۳۳۹) منکوحہ کے پہلے شوہر کی بیٹی سے نکاح؟ سوال: زینب بیوہ کا نکاح زید سے ہوا، اور زید

نے بعد کئی روز کے زینب کو طلاق دیدی، تو پھر زید کا نکاح زینب کے پہلے خاوند کی بیٹی ہندہ سے ہو سکتا ہے، یا نہیں، یا اس کا بالکس۔ یعنی اگر پہلے ہندہ سے نکاح ہوا تو بعد میں زینب سے (نکاح) ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر ہندہ (۱) اس منکوحہ سے ہو، تو دونوں صورتوں میں ناجائز (۲) ورنہ دونوں صورتوں میں جائز

ہے۔ واللہ اعلم
(بدست خاص، ص: ۱)

(۱) اصل میں زینب لکھا ہوا ہے، جو کہ سبقت قلم ہے۔

(۲) منکوحہ کی بیٹی سے نکاح حرام ہونے کے لئے منکوحہ سے ولی یا طوت صحیح شرط ہے۔ (فقہی المدخل المختار: بنت زوجہ الموطوءة الى ان قال لما تقر أن

وطن الأمهات يحرم البنات ونكاح البنات يحرم الأمهات) (۱۸۷/۱) کتاب النکاح، فصل فی المحرمات (کس تجہانی دہلی، ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۳م) [نور]

وفی الشامی واحترز بالموطوءة عن غیرہا فلا تحرم بنتها بمجرد العقد..... أما الصبیحة فلا خلاف فی أنها تحرم البنت تأمل، انتهى کتاب

النکاح فصل فی المحرمات (۲۷۸/۲) [مطبع تجہانی دہلی، ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۹م] [نور]

(۳۳۰) بیوی کے لڑکے کی مطلقہ سے نکاح؟ سوال: ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ اس عورت کے ایک لڑکا پہلے خاوند سے تھا، اس لڑکے کا نکاح اس شخص نے ایک عورت سے کر دیا، اس لڑکے نے اس عورت سے طلاق دیدی، پھر اس عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کیا، اس نے بھی اسے طلاق دے دی، اب اگر یہ شخص اس عورت سے نکاح کرے تو درست ہے، یا نہیں؟ فقط، بینوا تو جروا!

الجواب: اگر شخص مذکور اس عورت سے نکاح کرے تو درست ہے، یعنی اپنی عورت کے اس لڑکے کی ذریعہ سے، جو شوہر اول سے ہے نکاح درست ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَأَجَلْ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَلِكَ (۱) و دلیلہ ماقال فی الشامی: ولا تحرم بنت زوج الأم ولا أمہ (الحی أن قال) ولا زوجة الربیب ولا زوجة الواب (۲)

کتبہ رشید احمد
الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمن
(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مجموعہ فتاویٰ مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب - مرتبہ مولانا مفتی الفیہ الدین صاحب، ص ۳۵۵-۳۵۶ ج ۷ (دیوبند ۱۳۹۰ھ))

(۳۳۱) ایسی غیر مطلقہ عورت سے نکاح کرنا، جس کا شوہر زندہ ہو؟ سوال: زید نے ایک عورت سے جس کا شوہر زندہ ہے اور نہ اس کو اس کے شوہر نے طلاق دی ہے، اس سے نکاح کیا ہے، اور کل برادری نے جب زید مذکور سے کہا یہ نکاح جائز نہیں ہے، کیونکہ شوہر اس عورت کا ابھی تک زندہ موجود ہے، زید نے در جواب اس کے کہا، مجھ کو حلال ہے اور کو حرام ہے۔ اس بات پر زید کو کل اہل برادری نے ذات سے علیحدہ کر دیا، ان کا مقولہ ہے کہ اگر اس کام سے توبہ کرے تو ہم برادری میں شامل کریں گے، فقط۔ یہ نکاح کرنا اور برادری کا یہ کہنا کیسا ہے اور زید فاسق ہے، یا کافر ہے؟

جواب: یہ نکاح حرام ہے اور زید نے جو جواب دیئے ہیں، اس میں اندیشہ کفر کا ہے، غرض زید سخت فاسق ہے اور اس کا نکاح ہرگز نہیں ہوا۔ فقط اور اس کو ذات سے ڈالنا عمدہ بات ہے۔

رشید احمد گنگوہی غفری عنہ

(۳۳۲) اہل سنت اور شیعوں میں باہمی نکاح؟ سوال: درمیان اہل سنن وروافض مناکحت جائز ہے، کہ نہیں؟ بینوا تو جروا!

جواب: مناکحت وروافض سے اہل سنت کو جائز نہیں، بلکہ ممنوع ہے شرعاً، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل

(۱) اور طلال ج ۱۱ ق ۱۱ کتب مورثین ان کے سوا (ترجمہ شیخ المہند) ص ۲۳۱

(۲) شامی فصل فی المعرومات ص ۷۹ ج ۲ / ۲۰ (مطبع مجتہدانی دہلی ۱۲۸۸ھ) نیز ص ۳۰۳ جلد دوم [کتبہ ماجدہ، کوئٹہ پاکستان ۱۳۹۰ھ]

نیز ص ۳۱۱ ج ۳۰ دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ / ۱۹۶۶ء [نور]

ہوا۔ سے مودت و محاطت کو منع فرمایا ہے، اور مناکحت میں یہ امر موجود ہے، لہذا مناکحت باہم اہل سنت اور روافضی کی جائز نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلام ص ۱۳۲)

(۴۳۳) نکاح بیوگان کو حق جان کر، اس کی مخالفت کرنے والا کیسا ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم اس امر کے، کہ یہ قرآن شریف سے ثابت اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، عیب اور بے عزتی سمجھتا ہے، اور اس کے کرنے والے کو بے غیرت اور کمینہ کہتا ہو، یا یوں کہتا ہو کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں، اور حضرت کی سنت سمجھتے ہیں، مگر چونکہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں، اس واسطے ہم اس کو عار اور ننگ جانتے ہیں، اور اس کے مرتکب کو حسب رواج اپنی قوم کے نام رکھتے ہیں، اور کم ذات کہتے ہیں۔

اب ان دونوں صورتوں میں مطابق شرع شریف کے ایسے شخص کا کیا حکم ہے، اس شخص کے ساتھ معاملہ رشیدیہ ناٹھ کا کرنا، یا شادی غمی میں اس کے شامل ہونا، یا اس کے جنازہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا، کیسا ہے؟ فقط بینوا تو جروا!

الجواب: حکم حق تعالیٰ کو (۱) یا کسی طریقہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، جو سبب یا موجب بے عزتی کا جانے، یا اس کے کرنے والے کو بے غیرت کہے، وہ ملعون کا فر ہے، اور مخالف حق تعالیٰ کا اور جہنمی اور مرتد ہے، اور باوجود اعتراف اس امر کے، یہ حکم حق تعالیٰ کا اور سنت ہے، اور پھر بھی اس کو اپنے رواج کے سبب ننگ و عار کا سبب جانتا ہے، یہ زیادہ تر موجب اس کے کفر اور مخالفت حق تعالیٰ کا ہے۔ وہ شقی ملعون، اپنے رواج کفر کو، خدا تعالیٰ کے حکم سے اچھا جانتا ہے، پس ایسے شخص سے ترک ملاقات و معاملات کرنا عین حق ہے، اور اس سے رشتہ رکھنا ہرگز جائز نہیں ہے، بلکہ اس سے علیحدہ ہو جاوے، اور اس کو مبغوض ترین حق تعالیٰ کا جان کر اس کا دشمن ہو جاوے اور اس کے جنازہ کی نماز ہرگز نہ پڑھے، کہ وہ کافر ہے۔ کذافی کتب الحدیث والفقہ والاعتقاد۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (۲)

میرے والد ماجد، تالیف مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی۔ ص ۴۹ سے ص ۵۱ تک (دارالاشاعت کراچی: ۱۹۷۵ء)

(۴۳۴) کیا بھجورے اور فحشی مشکل کا باہم نکاح ہو سکتا ہے؟ سوال: فحشی مشکل جس کو حیض

بھی ہوتا ہو اور نشان رجولیت بھی ہو، اگر اس کو شہوت مردانہ اور زنانہ دونوں ہوتی ہوں، تو اس کا کیا حکم ہے، کیونکہ اس کو مرد

(۱) اصل میں "کوپا کے" لکھا ہے ص ۵۰ مگر بظاہر اس میں کسرت کی غلطی ہے اس لئے درست کر دیا۔ (نور)

(۲) یہ فتویٰ ہندوستان کے ممتاز علماء اور اہل فتویٰ کی تصدیقات کے ساتھ حضرت مولانا گنگوہی کی حیات میں، اشتہار کی صورت میں مطبع تحفاتی دہلی سے سن

۱۳۰۰ھ (۱۸۸۹-۱۸۹۰ء) میں چھپا تھا۔ یہ فتویٰ مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی کی تالیف "میرے والد ماجد" میں درج ہے ص ۴۹ تا ۵۱ (طبع اول، کراچی: ۱۹۷۵ء)

مگر یہ فتویٰ قادیانی رشیدیہ یہ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دہلی ص ۷۳ سوم، اور قادیانی رشیدیہ یہ شائع کردہ محمد علی تاجران کتب کراچی میں شامل ہے ص ۱۸۴-۱۸۵ مگر مجموعہ

تالیفات رشیدیہ ہے۔ (لاہور: ۱۳۴۲ھ) میں درج نہیں، اسی لئے یہاں شامل کر لیا گیا۔ (نور)

عورت دونوں کی خواہش ہے۔ اس کا نکاح کسی طرح ہو سکتا ہے، یا نہیں، اور خفشی مشکل، جو یہاں پہنچنے کے کہلاتے ہیں، وہی ہیں، یا کوئی اور ہوتا ہے۔

جواب: یہ پہنچنے جو یہاں پھرتے ہیں مرد ہیں، اور خفشی مشکل وہ ہے، جس میں دونوں علامتیں ہوں اور کوئی جانب متحقق نہ ہو، اور ایسا خفشی جس میں دونوں شہوتیں محقق ہوں، موجود نہیں۔ (۱)

(بدست خاص ص ۴۶)

(۳۳۵) مختوں سے نکاح کا ایک اور پہلو؟ سوال: ایک مخت بروئے شہوت مردانہ ہے اور ایک مخت بروئے شہوت زنانہ ہے، تو ان کا با یک دیگر یا کسی اور عورت یا مرد سے نکاح ہو سکتا ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ مخت نہیں ہے مرد یا عورت ہے، ان کا نکاح با ہم بھی درست ہے اور غیر سے بھی، واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۴۶)

(۳۳۶) اپنے باپ کے تائے یا چچا کی لڑکی سوال: اپنے باپ کی تائی یا چچی کی لڑکی سے نکاح سے نکاح اور شیعہ عورت سے نکاح کا حکم؟ درست ہے، یا نہیں؟ کیونکہ رشتہ میں اس کی چھو بھی ہوئی ہے۔ دیگر زید کے ایک لڑکی ہے، زید اگر اپنے تائے یا چچا حقیقی کے بیٹے سے نکاح کر دے، درست ہے، یا نہیں؟ کیونکہ رشتہ میں وہ لڑکا لڑکی کا چچا ہوتا ہے۔

دیگر عورت [اہل سنت والجماعت (۲) کو شیعہ سے نکاح کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور اولاد اس کی کیسی ہے؟ اور وہ عورت اپنے شیعہ خاوند کے مال سے، حج زکوٰۃ ادا کرے، جو کہ اس کے خاوند نے اس کو دیا ہے، اس کا ثواب ہوتا ہے یا نہیں۔ وہ عورت خاوند شیعہ کے مال سے، کسی عالم وغیرہ کی دعوت کرے، درست ہے، یا نہیں؟

جواب: باپ کے تائے یا چچا کی دختر [لڑکی] سے نکاح درست ہے، زید کی لڑکی کا نکاح زید کے تائے چچا کے لڑکے سے درست ہے۔ دیگر [اہل سنت و جماعت زن کو شیعہ مرد سے نکاح حرام ہے، جو ہو گیا تو اولاد حلال ہوگی۔ شیعہ خاوند کے مال سے حج کرنا اور کسی کو دینا بھی حلال ہے، کیونکہ بعض علماء، شیعہ کو کافر نہیں کہتے، اور نکاح اس واسطے ہو جاتا ہے اگرچہ برا ہے۔

(فیوض رشیدیہ ص ۲۳-۲۴)

(۱) خفشی مشکل، جس میں مردانہ زنانہ دونوں علامتیں موجود ہوں، معدوم نہیں، حکیم فخر الدین خیالی حسنی، رائے بریلوی نے اپنی کتاب مہر جہاں تاب [نسب معتقد قادیانی] میں اس حوالہ سے لکھا ہے: "جہاں دانش" میں اپنے اپنے دور میں ان کے موجود ہونے اور ان کے کیسے کا تذکرہ کیا ہے۔ (نور)

(۲) اصل نسخہ میں بجائے کا کہ لفظ کو ہے جو صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ [نور]

(۳۳۷) باپ دادا کا تعلق پانی میں کیا ہوا نکاح صحیح ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین

اس مسئلہ میں کہ کسی چرٹھانے اپنی لڑکی مسماۃ کریمہ کا نکاح حالت پانی میں ایک مرد بالغ، مسکین چیتھوڑ وید منگرو کے ساتھ کیا ہے۔ رخصت نکاح حسب رواج برادری کے نکاح کی اجازت، مسماۃ کو کھڑکی میں سے لگی ہو اس کا باپ بھی حاضر شخص بدلت اور نکاح کے قتل نسبت کو بخوشی اس نے منظور کیا تھا، اور نکاح ہو جانے تک و نیز بعد اس کے کبھی اس نے اس کو نکاح سے انکار کیا نہیں کیا۔ بلکہ تمام رسم و رسومات شادی جیسے بارات کا کھانا دینا، اور چیتھوڑ وید اور لڑکی کو دوش کے توال کرنا، اور اس کی رخصت کرونا وغیرہ وغیرہ سب کچھ خوشی خاطر باپ نے کیا اور بعد نکاح برابر آدھ رخصت مسماۃ کے گھر رہی۔

بعد چند روز مسکین چیتھوڑ وید نکاح کو چلا گیا وہاں کسی علت میں ایک برس کو قید ہو گیا اور چیتھوڑ وید قیدی میں تھا کہ مسکین چیتھوڑ وید مسماۃ نے بچوں کو جمع کیا اور کہا کہ ہم اپنی لڑکی مسماۃ کریمہ کا نکاح دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں، آپ کی کیا رائے ہے، انہوں نے منع کیا اور کہا کہ اس کا شوہر چیتھوڑ وید ہے اور طلاق بھی نہیں ہوئی ہے لہذا ہم سب اس کے نکاح پانی کی اجازت نہیں دے سکتے۔

اور بچوں نے چرٹھا سے پوچھا کہ تم اس کا نکاح دوسری جگہ کیوں کرنا چاہتی ہو اس کی شادی تو چیتھوڑ وید سے ہو چکی ہے۔ اس کے گھر اس کو بیکوں رخصت نہیں کرو جی میں نے جواب دیا کہ وہ نکاح میں ہے اور یہ لڑکی بالغ ہے اور اس کا طلاق اب ہم سے نہیں ہو سکتا ہے وہی سبب سے دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ بچوں نے اجازت نکاح عانی نہیں دی، اور کہا کہ اگر خلاف دستور برادری کوئی کام کرے تو حسب ضابطہ برادری تمہارا حق پانی بند ہو جائیگا اور بارات کریں گے۔ یہ کہہ کر وہ سب ٹھہر گئے۔

اور بعد میں ہونے کے منگرو کی زہید مسماۃ کریمہ کی ساس نے آکر، چرٹھا سے کہا کہ رخصت کرو اور سب بچوں کو بھی لڑکے کے کہا کہ ہماری بہو کو تم رخصت کرو، اس وقت چرٹھا نے اقرار کیا کہ ہم پندرہ ہم میں رخصت کریں گے۔ پھر مسماۃ کریمہ کو چرٹھا کی اجازت سے، چرٹھا کے گھر سے چیتھوڑ وید لوگ جن کے یہاں نکاح عانی کی تقریر ہوئی تھی، لے جا کر وہیں اپنے مکان پر نکاح عانی مسکین بہادر سے کروایا۔ ایسی حالت میں نکاح عانی صحیح ہوا، یا نہیں؟ اور نکاح عانی کیا ہے؟

جواب مع الدلائل و عبارات کے ارشاد ہو، اور نیز واضح ہو کہ ہر دو نکاح کفو میں ہیں، اور لڑکی کے باپ کا خوشی سے نسبت کو قبول کرنا، اور چیتھوڑ وید اور لڑکی کو رخصت کرنا اور برادری کو کھانا دینا اور اس کی مرضی سے لڑکی کی آدھ رخصت مسماۃ میں ہونا، اجازت والد لالہ ہے یا نہیں؟ اور ہے تو لزوم نکاح اول کو کافی ہے یا نہیں اور جب نکاح اول لازم ہو تو نکاح عانی جائز ہوا، یا نہ؟ یا تفصیل جواب ار کام فرماویں۔

جواب: نکاح اول صحیح ہو گیا، اس کو کوئی فسخ نہیں کر سکتا، نہ والدین زوجہ کے فسخ کر سکتے ہیں، اور نہ خود زوجہ۔ جواب بالغ ہوئی، فسخ کرنے کی مختار ہے۔ قال فی رد المحتار و رد المحتار:

ولزم النکاح، ای بلا توقف علی اجازة احد و بلا ثبوت خیار فی تزویج الأب و الجد، و ان کان الولی أبا أو جدًا (۱) انتھی

پس اب چرغائے نے [جو کریمہ کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا ہے، یہ نکاح باطل ہے۔ ہرگز درست نہیں، اور یہاں نکاح اس سے فسخ نہیں ہوا، اور یہ نکاح حرام محض ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ الْآیة (۲)

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ

حرام کیا گیا خاوند والی عورتوں کا نکاح، فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۷۵ سے ص ۱۷۷ تک)

(۳۳۸) نکاح میں اجازت بالدلالہ کے معنی؟ سوال: اجازت بالدلالہ جو ہم نے دریافت

کی ہے، اس کی تصریح مع عبارت کتب ارشاد ہو۔

جواب: سوال میں صراحت مذکور ہے، کہ باپ نے نسبت کو بخوشی قبول کیا تھا، اور نکاح کی سب رسوم کی اور جہیز دے کر حوالہ نوشہ کے کیا تھا، پس یہ افعال تو خود اجازت نکاح کی بصراحت موجود ہیں، اور اجازت کیا خود نکاح کر دینا ظاہر ہے۔ پھر دلالت اجازت کی کیا ضرورت ہے، اثبات ہے۔ یہ نکاح خود پدر کا کیا ہوا ہے، مگر چوں کہ سائل کو دلالت رضا کی ضرورت ہے، لہذا روایت اس کی نقل کرتا ہوں:

قال فی الدر المختار: وقبضه ای ولی له حق الاعتراض، المهر و نحوه، مما یدل

علی الرضی رضا دلالة. (قال فی رد المحتار فی شرح) قوله: و نحوه کالتجهیز و

نحوه. انتھی (۳)

الحاصل! اس صورت مذکورہ سوال میں، خود پدر نے نکاح کریمہ کا کرایا ہے، اس میں اثبات رضا کی ضرورت نہیں، یہ نکاح پدر کا کیا ہوا ہے، کہ اب ہرگز فسخ نہیں ہو سکتا۔ دختر کی طرف سے اور نہ خود پدر کی طرف سے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۷۷)

(۱) الف در مختار کتاب النکاح، باب الولی ص ۱۹۲ ج ۱۔ مکتبہ مجتہبی دہلی ۱۳۳۱ھ۔ شامی ص ۳۰۲ ج ۳۔ باب الولی (مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۸۸ھ) نیز شامی ص ۳۳۰

ص ۳۳۰ [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۳۹۹ھ] نیز رد المحتار باب الولی ص ۶۶ ج ۳ (دار الفکر بیروت ۱۳۹۹ھ) [نور]

(۲) سورہ نساء آیت نمبر ۲۴۔

(۳) در مختار باب الولی ص ۱۹۱ ج ۱ [مکتبہ مجتہبی دہلی ۱۳۳۱ھ] نیز شامی ص ۲۹۸ ج ۲ (مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۸۸ھ) شامی ص ۵۸ ج ۳ (دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ) ۱۹۶۶ھ

نیز شامی ج ۲ ص ۳۳۰ [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۱۳۹۹ھ] [نور]

(۲۳۹) باپ مجنون تھا، چچانے بھتیجی کا نکاح کر دیا، تو؟ سوال: ایک صغیر لڑکی کا نکاح اس

کے چچانے زید سے کر دیا اور اس لڑکی کا باپ یا مادر مجنون ہے، کچھ دنوں کے بعد اس کے باپ یا مادر کو جنون سے آرام ہو گیا، اور وہ اس نکاح سے ناخوش ہے، تو اب دوبارہ اس کا نکاح کسی اور سے، اس کا باپ یا مادر کر سکتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: نکاح اس کا درست ہو گیا، باپ یا ماں [کو بعد افاقہ مجازہ اخلت نہیں، مگر لڑکی بعد بلوغ کے فسخ کر سکتی ہے، بشرط فسخ۔ واللہ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص ص ۲)

(۲۴۰) گونگا بہرا اور صغیر ایجاب وقبول کس طرح کرے گا؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین

اس مسئلہ میں: کہ ایک لڑکا تو گونگا اور بہرا، دوسرا لڑکا صغیر سن بھر آٹھ سال کے ہے، اور ان پر دونوں کا نکاح ہونے والا ہے، ایجاب وقبول ان کی طرف سے، ان کے ولی باپ یا دیگر رشتہ دار کی طرف سے جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو ولی اس کا کس طور پر ایجاب وقبول کرے؟

جواب: گونگا بہرا جو بالغ ہووے، تو اشارہ سے قبول کر لیوے اور اشارہ ہی سے ایجاب کرایا جائے، اور صغیر کی طرف سے اس کا ولی قبول کرے، اس طرح کہ اس منکوحہ کو اپنے فلاں صغیر سے قبول کرتا ہوں۔ فقط

اور بہرے گوئے کی طرف سے اس کا ولی قبول کر لیوے درست ہے، پھر جب وہ اس کے پاس بہ رضا جاوے گا۔ اجازت و تہائی نکاح کی ہو جاوے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۳۱-۲۳۲)

(۲۴۱) برادری سے باہر نکاح کرنے والے کا مقلعہ، گناہ ہے؟ سوال: ایک قصائی مسلمان کی

عورت شوہر دار کی، ایک مہاجن [ہندو، بننے] سے ملاقات ہے اور چند مرتبہ ان دونوں کو پکڑ لیا ہے، برادری سب اس کو جانتی ہے اور ذات سے علیحدہ نہیں کرتی، بلکہ اسی قوم میں سے ایک بیوہ نے ایک نور باف مسلمان سے اپنا نکاح کر لیا ہے، تو اس کو اس بات پر ذات سے نکال دی ہے۔ ان میں سے کون سی عورت قابل، ذات سے ڈالنے کی ہے؟

جواب: جس عورت نے مسلمان سے نکاح کر لیا ہے، اس کا ذات سے ڈالنے والا گنہگار ہے۔ اور جو عورت کسی سے خراب ہے، اس کو برادری میں رکھنا نہیں چاہئے اور جو کہتے ہیں وہ گنہگار ہیں۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (فیوض رشیدیہ ص ۲۲)

(۴۴۲) بت پرست کو مسلمان بنا کر شادی کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ سوال: ایک عورت بت پرست اپنے شوہر کو چھوڑ کر، ایک مسلمان شخص کے ساتھ چلی گئی، اور اس مسلمان نے اس عورت کو مسلمان کیا، اور بعد مسلمان ہونے کے اس عورت سے نکاح کیا۔ اب یہ عورت اس حالت میں مسلمان ہوئی یا نہیں، اور اس عورت کا نکاح مرد مسلمان سے درست ہوا، یا نہیں؟

الجواب: صورت مسئلہ میں وہ عورت مسلمان ہوگئی، اور نکاح اس کا مرد مسلمان سے درست ہے۔ جب کہ اس کو تین حیض آجائیں، اور بصورت نہ آنے حیض کے تین ماہ گزرنا شرط ہے، پس نکاح اس مدت سے قبل درست نہیں ہے۔ اگر تین حیض یا تین ماہ، بصورت عدم حیض گزرنے سے قبل مسلمان نے اس عورت سے نکاح کیا، تو وہ نکاح منعقد نہیں ہوا، بعد آنے تین حیض کے اور بصورت عدم حیض، بعد گزرنے تین ماہ کے، نکاح کیا جاوے۔ قال الشامی:

فإذا مضت هذه المدة صار مضيتها بمنزلة تفریق القاضی الخ (۱) ص ۳۹۰ ج ۲۔

الجواب صحیح عزیز الرحمن عفی عنہ

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔ مرتبہ مولانا مفتی ظفر الدین احمد صاحب

ص: ۲۸۹۔ ۲۹۰، ج: ۷ (طبع اول ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء)

(۴۴۳) چار سے زائد باندیاں رکھنے اور ان سے مباشرت کرنے کا حکم؟ سوال: ایک شخص کو چار سے زیادہ باندیوں سے، جو جہاد میں سے ملی ہوں نکاح کرنا، یا بدون نکاح مباشرت جائز ہے، یا نہیں؟ جواب: جو باندیاں شرعاً باندیاں ہیں، ان سے ہزار سے بھی مباشرت جائز ہے اور اپنی باندی سے نکاح ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص ص ۲)

(۴۴۴) شوال کے مہینہ میں نکاح کرنا؟ مسئلہ: درمیان عیدین کے نکاح کرنا سنت اور موجب برکت ہے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں ہوا، اور حضرت عائشہ صدیقہ اپنے عزیزوں کا نکاح شوال میں کیا کرتی تھیں۔ پس اس نکاح کو منحوس جاننا، جہل و فسق ہے اور سنت نبوی سے مخالفت اور عداوت ہے، ایسے اقوال بے ہودہ سے توبہ پر ضرور (۲) ہے۔ ورنہ فعل سنت کے برا جاننے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور ایسی

(۱) شامی کتاب نکاح الکافر، مطلب الصبی والمجنون لیساً باہل لایقاع الطلاق، ص: ۳۹۰ ج: ۲ (مطبع مجتہبی دہلی: ۱۲۸۸ھ)

نیز شامی باب مذکور ج: ۳/ ص: ۱۹۰، [دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶ء] نیز شامی ج: ۲/ ص: ۳۲۴ [مکتبہ ماجدہ

[نور]

کوئٹہ ۱۳۹۹ھ]

[نور]

(۲) پر ضرور نہایت ضروری۔

بات سخت احق جاہل بکتاب ہے، عالم ایسی بات ہرگز نہیں کہتا۔ واللہ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۴۲)

(۴۳۵) نکاح کے وقت، اگر بعض ولی راضی نہ ہوں تو؟ سوال: لکھا ہے کہ تھوڑے سے

ولیوں کا راضی ہونا، ایسا ہے جیسا سب کا راضی ہونا، اس کا کیا مطلب ہے۔ آیا در صورت موجودگی ایک ولی مقدم کے دوسرے ولیوں کو بھی اختیار ہوتا ہے اور بحالت موجودگی کل ولیوں کے، اگر ایک یا دو ولی ایک جگہ رضا مند ہو کر نکاح کر دیں، اور سب کے سب ولی ناراض ہوں، تو یہ بھی ہو سکتا ہے۔ جو کچھ مطلب ہو تحریر فرمادیں۔

جواب: یہ اس صورت میں ہے کہ جب اور اولیاء موجود نہ ہوں، اور اگر سب اولیاء موجود ہوں اور پھر بعض راضی ہوں، بعض ناراض، تو اس وقت میں بعض کی رضا معتبر نہ ہوگی، بلکہ اور کسی صورت سے ترجیح دی جاسکے گی، حاکم وغیرہ کے ہاں پیش کر کے۔ واللہ اعلم

(بدست خاص ص ۵۱)

(۴۳۶) شادی کیلئے داماد سے رقم طے کر لینا کیسا ہے؟ سوال: بعض آدمی اگر اپنی لڑکی کا کسی

سے نکاح کرتے ہیں، تو اس سے یعنی داماد سے کچھ روپے لینے مقرر کر لیتے ہیں، اور تا وقتیکہ وہ مبلغان معہودہ ادا نہ کئے جادیں، تو نکاح نہیں کرتے۔ تو شرعاً اپنی دختر پر کچھ لینا جائز ہے، یا نہیں؟

(بدست خاص ص ۵۵)

جواب: یہ روپیہ لینا حرام ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴۳۷) نکاح کے وقت تجدید ایمان، اور کلمہ پڑھانے کا معمول؟ سوال: کلمہ پڑھنا اور خطبہ

پڑھنا بروقت نکاح، باوجود عیاں ہونے اسلام کے، کون سی حدیث سے ثابت ہے۔

جواب از انبلاوی: کلمہ پڑھنا اور خطبہ پڑھنا نکاح میں بہت خوب اور مرغوب ہے، کلمہ پڑھنا مستحب ہے،

احتیاطاً، بموجب حدیث شریف:

جددوا ایمانکم بقول لا الہ الا اللہ (۱) اپنے ایمان لا الہ الا اللہ کے ذریعہ تازہ کرتے رہا کرو۔

اور خطبہ پڑھنا مناسب ہے، چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے، وقت نکاح حضرت فاطمہؓ کا خطبہ پڑھا ہے، کتب میں مسطور ہے۔ فقط..... جواب انبلاوی تمام شد

جواب از حضرت گنگوہی تردید جواب بالا: خطبہ وقت نکاح لاریب مسنون ہے، مگر مسلمان کو کلمہ پڑھانا

(۱) ولفظہ عند الامام الاحمد: جددوا ایمانکم، قبل یارسول اللہ وکیف نجدد ایماننا؟ قال: اکثر وامن قول لا الہ الا اللہ، مستند الامام احمد، مستند ابی ہریرۃ، ص: ۳۵۹، ج: ۲ [دار الفکر بیروت: ۱۹۷۸/۱۳۹۸ھ] نیز ص: ۳۹۵، ج: ۸ [نسخہ محمد شاگرہ مستند ابی ہریرۃ، رقم الحدیث: ۸۶۹۵] [دار الحدیث، القاہرہ ۱۹۹۵ء]

[نور]

مفتی الہی بخش اکبری، کاندھلہ

کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوا، اور نہ کچھ حاجت و ضرورت مسلمانوں کو کلمہ پڑھانے کی ہے، نہ نکاح اس پر موقوف ہے۔ سو کلمہ پڑھانے کو مستحب لکھنا، عجب بات ہے، کیونکہ اصطلاح فقہ اور اصول فقہ میں مستحب اس امر کو کہتے ہیں، کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو بار اس کو کیا ہو، سو چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نکاح گاہ، اس کا کرنا قولاً فعلاً ثابت نہیں ہوا، تو پھر مستحب کے کیا معنی؟ شاید عجیب علم فقہ اور اصول فقہ سے واقف نہیں ہیں، سنے سنائے مسئلوں میں لفظ مستحب کا یاد کر لیا ہے۔

سائل یہی پوچھتا ہے کہ قبل نکاح، بعد نکاح کلمہ پڑھانا، کس کتاب سے ثابت ہے، اور: جلد دو الخ جو عجیب نے نقل کی ہے، عجیب پر واجب ہے کہ تصحیح سند اس حدیث کی، اور نقل اس کی کتب معتبرہ حدیث سے، موافق قواعد محدثین اور فقہاء اور علماء کے کریں، یا سند اس کی معتبر ہو کہ اس میں کلام کیا جائے، ورنہ پھر ایسے دعویٰ کی باتیں نہ فرماویں، اور حوالہ رسائل اپنے اجداد کا نہ دیں، کہ اجداد عجیب کے اقوال ان پر ہی حجت ہوں گے، علماء کے نزدیک حدیث کے باب میں بہ جز محدثین معتبرین، کسی کا قول معتبر نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی غفری عنہ

(مجموعہ نکاح ص ۲۲-۲۳)

(۴۳۸) نکاح میں چھوڑے لٹانے کی روایت صحیح نہیں: مسئلہ: خرافان لٹانے کی حدیث صحیح نہیں

اور اس میں اندیشہ تکلیف حاضرین کا ہے، لہذا نہ کرے۔

(مجموعہ فرخ آباد ص ۴۳)

(۴۳۹) محفل نکاح میں کس قسم کا دف بجانے کی اجازت ہے؟ مسئلہ: اعلان نکاح کے

واسطے دف کا بجانا درست ہے، بشرطیکہ جھانجھ دار نہ ہو، قال فی مسند الإمام من السراجی:

”مضاقتہ نیست بہ شب عروسی زدن دف بنا بر
اعلان نکاح، و تکیہ جلاجل دار نہ باشد“ انتہی (۱)
نہ رحمہ: رخصتی کی رات اعلان نکاح کے خیال سے
دف بجانے میں حرج نہیں ہے جب تک اس میں
گھونگروں [جھانجھن] نہ ہوں۔

(۱) اصل میں ای طرح ہے کہ اس عبارت اور اس میں مذکور جملوں میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ اگر اس سلسلہ میں مسند الامام سے فتاویٰ سراجیہ میں نقل کیا گیا ہے تو وہ اصل عربی ہوگا، دوسرے مسند الامام حدیث کی کتاب ہے اور فتاویٰ سراجیہ فقہ و مسائل کی۔ اگر سراجیہ نے اس سے کچھ نقل کیا ہے تو وہ روایت ہوگی، مسئلہ نہیں۔

آخری بات یہ ہے کہ دونوں کی مہارت فارسی میں نہیں ہو سکتی، اس کو عربی میں ہونا چاہئے، فارسی فارسی اقتباس سے ایسا لگتا ہے کہ یہ پڑھا ضرور کے کسی ہندوستانی عالم کی تحریر کا اقتباس ہے غلطی سے اس پر مسند الامام اور سراجیہ لکھا گیا۔ فقط واللہ اعلم

(نور)

باقی جملہ آلات معارف و مزامیر، خورد و کلاں، خواہ ہاتھ سے بجائے جائیں، یا منہ سے حرام، اور اس کی اجرت بھی حرام ہے، اور ایسی مجلس میں جانا بھی حرام ہے، یہی مذہب تمام فقہاء کا ہے۔ قال فی الہدایۃ:

”ولا یجوز الاستنجار علی الغناء والنوح و کذا سائر الملاہی، لانه استیجار علی المعصیۃ، و المعصیۃ لا تستحق بالعقد“ انتہی (۱)

”وقال سیدنا قطب الأقطاب الشیخ عبد القادر جیلانی فی غنیۃ الطالبین: هذا إذا کان خالیاً عن منکر کالطبل و الزمار، و العود، و النای، و الذباب، و المعازف، و الطنابیر، و الشین، و الشباب، و الذی یلعب بہ الترحک. فان حضر منکم لا یجلس هناك لان جمیع ذالک حرام“ (۲) انتہی

قال فی الحمادیۃ: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ”ان اللہ کرہ لکم الخمر و المیسر و المزمار و المعازف و الکوبۃ“ (۳) الحدیث

فتاویٰ رشید احمد گنگوہی رضی اللہ عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۸۴-۸۵)

(۴۵۰) کیا دف صرف نکاح کیلئے مباح ہے؟ سوال: دف کی اباحت خاص نکاح کے وقت

ہے، یا ہر وقت؟

جواب: خصوصیت نکاح کی نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(مجموعہ رام پور ص ۸۰)

(۴۵۱) شادیوں کی چند رسومات کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین صحیح ان مسائل کے:

سوال اول: ایک قوم نے باہم ایسا اتفاق کر رکھا ہے، کہ ہماری برادری میں جب کسی کے یہاں کوئی تقریب شادی

وغیرہ کی ہوا کرے، تو خواہ وہ یتیم ہو یا غریب ہو، یا مالدار ہو، کیسا ہی ہو، اس کو برادری کی چند بھابی مقررہ پچائیت، جس جس

قدر جس جس چیز کی مقدار مقرر ہے، ادا کرنی ہوگی۔ اگر ان اشیاء مقررہ میں سے کسی چیز کی کمی ہو، تو اس کو منظور نہیں کرتے اور

نہیں لیتے، اگر اس میں مقدار نہیں ہو، تو بھی بغیر اداء کئے، ان رسومات کے یعنی بھابی مقررہ کے، کوئی تقریب شادی وغیرہ کی

کر لیتے تو برادری سے، اس کا حصہ بھابی وغیرہ کا سب بند کر دیتے ہیں، تاوقتیکہ وہ بھابی مقررہ کو، جو بمنزلہ فرض متصور ہے،

اپنے ذمہ سے ادا نہ کر لیتے۔

(۱) ہدایۃ باب الاجارۃ الفاسدہ ص ۳۰۱ ج ۳ (۲) الطایع (۳) تیز باب الاجارۃ الفاسدہ ص ۳۰۳ ج ۳۔

(۴) تلخیص الطالبین

(۳) فتاویٰ حمادیہ ص ۵۵

اور یہ بھی دستور کر رکھا ہے، جب کوئی شخص شادی کرنے والین کے گھر آتا ہے تو اس سے چالیس روپیہ نقد برادری لیتی ہے اور چار روپیہ نقد تمام مستورات برادری کی لیتی ہیں، اور اس روپیہ کا کھانا پکا کر سب برادری کے آدمی کھاتے ہیں اور اس چار روپیہ کو عورتیں باہم تقسیم کر لیتی ہیں، اور جب تک یہ روپیہ دولہا کی جانب سے ادا نہ کیا جاوے، تب تک دولین کو وداغ یعنی رخصت نہیں کرتے۔

ان وجوہات مرقومہ بالا کو ایک شخص برادری کا منع کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ ان رسومات کو بند کر دینا چاہئے، بلکہ یوں چاہئے کہ جس بھائی کو جو میسر آوے، وہ برادری کو کھلاوے، یتیم و غریب سے کچھ نہ لیا جاوے، بلکہ وہ قابل معافی از روئے حکم شرع شریف کے ہے، اس پر برادری کے لوگوں کا یہ مقولہ ہے کہ، ان امورات مرقومہ بالا میں شرعاً کوئی قباحت [نہیں] ہے، یہ برادری کا دستور ہے، دینا اور لینا اس میں سب برابر ہیں، جواب مفصل تحریر فرمائیں۔ مینواتو جرو! فقط

جواب (۱) یہ دستور بالضرور قابل موقوف کرنے کے ہے، جو کوئی بلا قید برادری کو دیتا ہے، وہ بوجہ فرحت و سرور کے ضیافت کرتا ہے، یہ قرض نہیں اور جو قرض جان کر دیتا ہے، تو حلال نہیں۔ کیونکہ قرض میں مداخلت یعنی برابری شرط ہے، اور یہاں کبھی زیادہ لیا اور کبھی کم دیا یا بالعکس اس کے ہو گیا، اور پھر یتیم کا مال اس طرح کھانا حرام ہے، اور وہ نہ محل قرض لینے کا، اور نہ دینے کا، پس بے شک یہ رسم حرام ہے اور اس پر مؤکد ہو نا بھی سخت نازیبا [ہے] اس کو ترک کرنا واجب ہے۔ فقط، واللہ اعلم رشید احمد

جواب (۲) انسداد رسوم مذکور کا جب تک نہ ہوگا، رخنہ دین شرعی میں سخت رہے گا، جلد ان رسوم کو بند کرنا چاہئے، ورنہ سب برادری قیامت میں ماخوذ ہوگی۔

قال الله تعالى: ما اتاكم الرسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا الخ (الحشر: ۷) کرے سو چھوڑ دو۔ (ترجمہ شیخ الہند) واقعی ایسی رسم نا مشروعہ کو ماننا اور موقوف کرنا، بڑے ثواب کا کام ہے۔ فقط

سید محمد زبیر حسین دہلوی ۱۲۸۱ھ

حبیب احمد سہارنپوری

فقیر محمد حسین دہلوی

حفظہ اللہ

محمد رحمت اللہ

رحیم بخش خاں پانی پتی

اسباب من اجاب محمد مراد عثمانی، مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ مظفرنگر۔

یہ رسم بوجوہات مذکورہ سابقہ قابل موقوف کرنے کے ہے، اور اگر دکھلاوے اور نام آوری کے سبب سے ہے تو بھی حرام ہے، واللہ اعلم حررہ محمد راغب اللہ عثمانی عنہ پانی پتی ۱۲۹۳ھ

مفتی امجدی بخش علی گڑھی کا مصلحت

بے شک یہ رسوم کہ جو فی زمانہ مروج ہیں اور ان کو جہاں نے لازم پکڑا ہے، عام اس سے کہ شادیوں میں ہوں یا غمی میں، قابل موقوفی کے ہیں۔ خصوصاً مالِ یتیم کا کھانا خواہ کسی طرح ہو حرام ہے، اس کے واسطے سخت وعید ہے۔ فقط

عبدالسلام پانی پتی **عبدالرشید رام پوری**

فی الواقع ایسے امور خلاف شریعت کا چھوڑنا ضرور ہے۔ ہذا ہوا حق محمد عبدالحق

أَجَادَ مِنْ أَفْسَادِ الْبُؤْسِ عَنِّي عَمْرٌ وَجَدْتُهُ صَحِيحَةً **العبد فیاض الدین**

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: النكاح من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني. (۱)
اس حدیث سے صاف جانا چاہئے کہ نکاح امورِ شریعت سے، اور امورِ شریعت میں تا بعد اری شریعت کی شرط ہے۔ پس جو امر اس میں خلاف شرع واقع ہو، خواہ بطریقِ زیادتی یا بطریقِ کمی وہ بدعت ہے اور جب بدعت امورِ شرعیہ میں آ جاتی ہے، تو خواہ خواہ سنت میں فرق آ جاتا ہے۔ پس اس بدعت کا تو کرنا اور ممانا فرض ہو جاتا ہے۔

حررہ العبد الذلیل محمد اسماعیل عفی عنہ مدرسہ فقہ پوری العبد محمد سعید

قال الله تعالى: إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَهُمْ صَاغِرُونَ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تحقیق جو لوگ کھاتے ہیں مالِ یتیموں کے ظلم سے، سوا اس کے نہیں کہ کھاتے ہیں پیچ پیٹوں اپنے کے آگ، اور الہتہ جاویں گے وہ آگ میں۔ (النساء، ۱۰)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مالِ یتیم کا غمی شادی وغیرہ میں، کسی طرح کھانا حلال نہیں، بلکہ حرام ہے۔ فقط، عبد الکریم واعظ سڑک، کیرانوی۔

الجواب صحیح حدیث صحیح میں وارد ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے: کہ جو کوئی شخص کھانا یا اور کوئی کام کرے اس نیت سے کہ میرا نام ہو، یا اللہ تو اس کو قیامت میں ذلیل کیجئے، غرض شہرت اور نام کیلئے جو کام کوئی آدمی کرے، وہ سب حرام ہے۔ یہ کل رعیم فقط واسطے دکھا دے کے ہیں، حرام ہیں۔ راقم عبد الکریم واعظ سڑک (کیرانوی)

(فیوض رشیدیہ ص ۳۰۳-۳۰۴)

(۱) عن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم النكاح من سنتي، فمن لم يعمل بسنتي فليس مني. وتزوجوا فاني مكاتر بكم الأمم ومن كان ذا طول فليتكح ومن لم يجد عليه بالصيام، فإن الصوم له وجاء. ابن ماجه ابواب النكاح باب ما جاء في فضل النكاح ص ۱۳۳ ج ۱. (مطبع فاروقی دہلی: نیز ابن ماجه باب مذکور ج ۳/ص ۵۳، رقم ۱۸۳۶، تحقيق علامه شعب الارنؤوط [دار الرسالة العالمية دمشق- ۱۳۳۰ھ/۲۰۰۹ء])

دوسری حدیث شریف اسی مضمون کے تعلق سے ہے: من أخذ بسنتي فهو مني ومن رغب عن سنتي فليس مني (ابن عساکر عن ابن عمر) کنز العمال رقم الحدیث ۱۸۳۳ ص ۱۸۳ ج ۱. (موسسة الرسالة، بيروت ۱۴۰۵ھ)

(نور)

مفتی ابی بکری عفی عنہ

(۲۵۲) جس مجلس نکاح میں ناچ رنگ ہو، اس میں شرکت؟ سوال: (الف) ناچ رنگ کی

محفل میں ناچ رنگ بند کرنا، نکاح خوانی کے واسطے جانا درست ہے، یا نہیں؟ فتویٰ کیا ہے اور تقویٰ کیا ہے؟ جس شادی میں ڈھول وغیرہ ممنوعات شرعیہ ہوں، اس میں عورتوں کو شریک ہونا، اور دوسرے مکان میں رہنا، کہ وہاں سے ڈھول وغیرہ کی آواز کرتی ہو، جائز ہے، یا نہیں؟

(ب) بعض دیار میں بعد نکاح زوج کے، زوجہ کا دوبارہ نکاح پڑھاتے ہیں، درست ہے، یا نہیں۔ اجرت نکاح خواہ طلب یا بغیر طلب، درست ہے، یا نہیں؟

جواب: محفل فسق و فجور میں جانا حرام ہے، اگر اس وقت وہ معصیت موجود ہو، اور ایسی صورت میں کہ اس کے جانے سے بند ہو جاوے، یا اس حیلہ جانا کہ میرے رہنے تک بد کام سے بچیں گے، مباح ہو تو عجب نہیں۔ ورنہ یہ بھی کراہت سے خالی نہیں، اگر منائی کی جگہ جاوے، تو واجب ہے کہ منع کرے، چونکہ مانے، آپ اُن سے جدا ہو جاوے:

فَلَا تَقْعُدُ بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِینَ۔
(الانعام: ۸)
تومت پیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ
(ترجمہ شیخ الہند)

تقویٰ کا کیا عمل ہے فتویٰ سے بھی مجلس فسق میں جانا درست نہیں، مگر بحیلہ مذکورہ بالا! عورتوں کو بھی مجلس منائی میں جانا حرام ہے، اگرچہ دوسرا مکان ہو۔

ایجاب و قبول زوجین میں ہوتا ہے، پھر مکرر عورتوں میں اس کی نقل کرنی یہ بدوہ حرکت ہے، اور غیر مشروع امر ہے۔
قاضی کو برضا نکاح خوانی یعنی درست ہے، اور اتحاد کے موقع پر برضا زیادہ مانگنا بھی درست ہے۔ (۱)

(مجموعہ چند یا نوئی ص: ۳۴)

(۲۵۳) جس مجلس میں ناچ گانا ہو، اس کے شرکاء اور اس نکاح کا حکم؟ بعد سلام مسنون مطالبہ

فرماید: جس مجلس میں ناچ وغیرہ فسق کے امور ہوں، اس کے سب شریک فاسق و گنہ گار ہوتے ہیں اور نکاح اس جلسہ کا درست ہوتا ہے، اگرچہ وہ لوگ فاسق ہیں۔ پس اس نکاح سے قربت حرام نہیں ہوئی، بلکہ حلال ہے۔ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، اگر احتیاطاً دوبارہ نکاح کر لیں، بہتر ہے، ورنہ ضرورت نہیں، اور سب اولاد حلال ہوئی ہے، اور اوپر لکھا گیا کہ ایسی مجلس کے شرکاء سب فاسق ہوتے ہیں۔ فقط والسلام (مہر) از بندہ رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص: ۲۰۶)

(۱) اصل میں اسی طرح ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اصل میں سوال کا کچھ حصہ نقل ہونے سے رہ گیا۔ (نور)

(۳۵۴) جس شادی میں خلاف شرع کام ہوں، اس میں شریک ہونا؟ سوال: جس

شادی میں محفل رقص وغیرہ ہووے، یا نقارہ وغیرہ بجتے ہوں، علاوہ اس محفل کے اس کی شادی میں، جیسے طعام یا نیوت وغیرہ دینے میں شریک ہونا جائز ہے، یا نہیں؟ اور کھانا اس کی شادی کا تناول کرنا درست ہے، یا غیر درست؟ اور کچھالیوں میں میوہ وغیرہ لے جانا کیسا ہے، آیا جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: جس شادی میں خلاف شرع (۱) امور ہوویں اس میں شریک ہونا منع ہے، اگر مجلس خاص میں نہ ہو کہ فساق سے بے ادبیت ملنا اور ان کا معاون ہونا، خود حرام ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ نکاح ۱۰۰-۱۰۱)

(۳۵۵) سہرا خواص ہنود کا طریقہ ہے، اس لئے منع ہے: سوال: بعض اشخاص کہتے ہیں کہ

شادی میں سہرا باندھنا، ہندوستان میں مسلمانوں کا دستور ہے، ہند (و) وں کا دستور کچھ اور ہے، وہ سہرا نہیں باندھتے ہیں۔ اس صورت میں سہرا باندھنے کی حرمت پر کیا دلیل ہے؟

جواب: جو سہرا خواص کفار کا تھا، ہنود سے مسلمانوں نے لیا (ہے) تنبیہ حرام ہے۔

رشید احمد عفی عنہ

(۳۵۶) دلہن کی منہ دکھائی لینے کا حکم؟ سوال: ملک بنگال میں دستور ہے کہ جب دلہن کو اپنے

گھر میں لاتے ہیں، دو چار عورتیں مثل نانی، دادی وغیرہ، ایک برتن میں شیرینی برد کو قس خلوت صحیح کھلاتی ہیں، اور دولہا سے بعض شیرینی دو چار روپیہ منہ دکھائی لیتی ہیں، یہ فعل جائز ہے، یا نہ؟ اور وہ دلہن مالک روپیہ ہوئی، یا نہیں؟

جواب: یہ سب رسوم اور ان کا ضروری جاننا بدعت ہے، اس کا ترک کرنا ایسی حالت میں ضروری ہے، فقط۔

(مجموعہ نکاح ۱۷۳-۱۷۵)

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۳۵۷) شادی کے وقت مسجد کیلئے زبردستی پیسے لینا؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین: کہ

ایک قوم نے اپنی برادری میں یہ رسم مقرر کی ہے، ہر شخص کی شادی میں خواہ وہ امیر ہو یا غریب یا یتیم، دولہا سے دس روپیہ اور دلہن سے چار روپیہ لیتے ہیں، اور اس روپیہ کو مسجد میں صرف کرتے ہیں۔ سو اس طرح لینا اور لے کر مسجد میں صرف کرنا، از روئے شریعت درست ہے، یا نہیں؟ اور جب تک روپیہ نہیں لیتے، جب تک دولہا دلہن کی شادی میں شامل نہیں ہوتے، اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے، آٹھ آنہ لیتے ہیں، وہ بھی مسجد میں صرف ہوتا ہے۔ مینواتو جروا۔ فقط

(۱) اصل میں سولہ رقم سے شروع لکھا ہوا ہے، جو بے معنی و بے محل ہے، اس لئے درست کر دیا۔ (نور)

جواب: اگر کوئی خوشی سے روپیہ شادی میں یا لڑکا پیدا ہونے میں دے دیوے، تو مسجد میں لگانا اس روپیہ کا درست ہے، اور جو نا خوشی سے دیوے، تو وہ لینا بھی حرام ہے اور مسجد میں صرف کرنا بھی درست نہیں۔ اور جبراً لینا دیا تو برادری ذال کر، شرع میں حرام ہے۔ فقط رشید احمد غفری عنہ

(فیض رشیدیہ ص ۵)

(۳۵۸) شادی کے موقع پر رت جگا کرنا؟ سوال: ہماری برادری میں ایک رسم رت جگے کی ہے، کہ شادی سے ایک دن پیشتر، کل برادری کی سب عورتیں ایک مکان میں جمع ہو کر، رات بھر مع ڈھونگی و دائرہ کے، گیت با واز بلند گاتی ہیں، جس کا مضمون فحشاء ہے۔ اس کا نام رت جگا رکھا ہے۔ اس رت جگا کرنا اور عورتوں کا جمع ہونا اور گانا اور گونا درست ہے یا حرام یا مکروہ، اور مسلمانوں کو ایسے رت جگا میں اپنی عورتوں کو بھیجنا، جائز ہے، یا نہیں، اور جو کوئی اپنی عورتوں کو ایسے رت جگے میں جانے کی اجازت دے، گنہگار ہوتا ہے، یا نہیں؟

اور ایک آدمی برادری کا اس رسم رت جگا کو منع کرتا ہے اور نہ اس میں اپنی عورت کو بھیجتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ رسم موقوف کر دینے کے قابل ہے، کیونکہ جب کہ عورتوں کو اذان پڑھنی جائز نہیں، تو گانا کیسے درست ہے؟ یہ رت جگا قابل موقوف کر دینے کے ہے یا نہیں؟ اور برادری میں سے، جو کوئی اپنی عورت کو رت جگے میں نہیں آنے دیتا، اس کو لوگ طعن کرتے ہیں اور برادری سے خارج کرتے ہیں، ایسی برادری کو چھوڑنا مناسب ہے، یا اپنی عورت کو رت جگے میں بھیج کر، شامل ہونا جائز ہے؟

جواب: یہ رت جگا حرام (۱) اور لذت و حلوک، بجانا حرام ہے، پھر راگ گانا، جس میں فتنہ کا اندیشہ ہے اور پھر اس رسم کو ایسا جاننا کہ اس کے منع کرنے والے کو، ذات سے ڈالیں، تو گویا واجب جانتے ہیں، لہذا اس رسم کا ترک کرنا واجب ہے اور کسی کو درست نہیں، کہ اپنی عورت کو وہاں جانے دیوے، (۱) اور جو لوگ اس کو واجب جیسے جانتے ہیں، ان کو فہمائش کر کے، اس کو ترک کرادے، نہ مانیں تو خود علیحدہ ہو جاوے، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد غفری عنہ

(فیض رشیدیہ ص ۷، ۸)

(۳۵۹) طوائف کی آمدنی سے نکاح خوانی لینا؟ سوال: قاضی کو طوائف سے ایسی صورت

میں، کہ اس کے پاس بجز مال حرام کے اور کچھ نہ ہو۔ حق نکاح خوانی لینا جائز، یا نہ؟

جواب: حرام مال سے حق نکاح خوانی لینا بھی حرام ہے۔ فقط

(مجموعہ راجح ص ۷)

(۱) اصل نسخہ فیض رشیدیہ ص ۷۔ شرعیات خدا بخش پانی پتی۔ فخر الطالع، میرٹھ (میں لکھا ہے) وہاں لکھا ہے: "اس میں لفظ نہ لکھا تھا اور یہ موقع ہے اس لئے قلم زد کر دیا گیا ہے۔ نور"

(۴۶۰) ولیمہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ سوال:

طعام ولیمہ فرض ہے یا واجب، یا سنت یا مستحب، اور یہ کھانا کن لوگوں کو کھانا جائز ہے۔ کھانے کے بدلے نقد روپیہ لے کر اور کام میں لگانا جائز ہے، یا نہیں؟ بعض لوگ اس سے مسجد بناتے ہیں اور تعزیہ داری اور ہولعب میں صرف کرتے ہیں، اگر کوئی غریب طاقت ولیمہ نہ رکھتا ہو، تو روپے ایذا ہوتے ہیں اور محل مصرف مذکور شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا!

جواب: طعام ولیمہ مستحب ہے، نہ فرض نہ واجب، قال النووي:

الأصح (عند أصحابنا) أنها سنة مستحبة، (۱) ترجمہ: زیادہ صحیح یہ ہے کہ ولیمہ مستحب ہے۔

اور یہ طعام دوستوں اور قریبیوں کو کھاتے ہیں، بسبب سرور کے، کہ اغنیاء و فقراء اس میں سب برابر ہیں اور فقراء غیر قریبی بھی آجائیں، تو ان کو روکنے سے منع ہے، قال علیہ السلام:

شر الطعام طعام الولیمۃ بدعی لها الاغنیاء و ینترک لها الفقراء، أو کما قال النبی (۲)

ترجمہ: ولیمہ کا وہ کھانا سب سے برا کھانا ہے، جس میں صرف خوش حال لوگوں کو بلایا جائے اور غریب لوگوں کو بھلایا جائے۔ [ت: نور]

اور یہ طعام اس وقت تک مستحب ہے، کہ اس کو محض شکر یہ اور مستحب جانے اور کسی قسم کا فخر اور نمود اس میں نہ ہو۔ ورنہ پھر یہ طعام حرام اور مکروہ ہو جاوے گا۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

لا تقبلوا دعوة المتباهین یعنی فخر کرنے والوں کی دعوت کو قبول مت کرو۔

پس ایسے کھانے کا پکانا اور دعوت کرنا دونوں حرام ہو گئے، علیٰ ہذا، جب اس کو ضروری جاننے لگے، کہ نہ کرنے پر اذیت اور طعن کی نوبت پہنچے، جب بھی یہ حرام ہو جاتا ہے اور بدعت سیئہ بن جاتا ہے۔ لقلولہ تعالیٰ:

وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ (البقرہ: ۲۲۹)

ترجمہ: جو اللہ کی پابندی سے سوہوئی لوگ ہیں ظالم۔ (البقرہ: ۲۲۹)

امر مندوب کو واجب جاننا، یا واجب جیسا معاملہ کرنا حرام اور ظلم ہوا، اور اذیت و ینکاری کا، ترک مندوب پر حرام ہے۔ پس ایسی حالت میں یہ ولیمہ مستحب نہیں، بلکہ طعام فخر اور حرام ہے، اور یہ قید کہ کھانے والوں سے روپیہ لیا جاوے اور

(۱) قوی برائے مسلم کتاب النکاح ص ۵۸۹ (مطبوعہ مکتبہ دینی، ۱۳۱۹ھ) [نور]

(۲) متن مالہ، رواہ البخاری فی کتاب السکاح، باب من ترک الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ، ص ۲۴۰ ج ۳، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، شر الطعام طعام الولیمۃ بدعی لها الاغنیاء و ینترک لها الفقراء و من ترک الدعوة فقد عصی اللہ ورسولہ، ابن جریر و رقم الحدیث: ۵۷۰ (الریاض: ۳: ۱۳۰)۔ مشکوٰۃ شریف، کتاب السکاح ص ۴۵۸ ج ۲، باب الولیمۃ: الفصل الاول، [اصح المطابع رشیدیہ دہلی]۔ نیز مشکوٰۃ شریف و رقم الحدیث: ۳۲۱۸، ت: رمضان بن احمد بن علی ص: ۲۳۹ ج ۳، [مکتبۃ التوبۃ دار ابن حزم، ۱۴۴۳ھ] (نور)

اس کو ضروری جانا جاوے، یہ بھی بدعت ہے۔ اگر اس روپیہ سے تعزیہ دلجوایا، تو سخت حرام کیا، کہ حکم حدیث کا ہے۔
 کل لھو باطل (۱)

اور جو مسجد بنائی وہ بھی مسجد نہیں ہوئی، کہ رسم کے روپے سے رسم کا مکان بنایا ہے، مسجد اس روپے سے درست ہوتی ہے، کہ حلال خالص حق تعالیٰ کے واسطے ہو:

لقلولہ تعالیٰ وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰہِ
 اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں۔
 (سورہ جن آیت نمبر ۱۸)

یہ مسجد برادری کے دباؤ کی ہے، نہ کہ حق تعالیٰ کے واسطے خالصاً۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجموعہ کلاں ص ۳۲۹)
 (۳۶۱) ولیمہ واجب نہیں، مسنون ہے، اس کیلئے خاص دن کی تعیین نہیں: ولیمہ واجب کسی روز نہیں، بلکہ حق ہے پہلے اور دوسرے دن، دونوں دن، اور تیسرے روز اگر نیت ریاء ہو حرام ہے اور جو لوجہ اللہ مثل پہلے روز کے ہو، مباح ہے۔ اور جو ریاء سے پہلے دن ہو وہ بھی حرام ہے، تیسرے روز کو، ریاء کا طعم فرمانا باعتبار عادیۃ اکثر الناس کے ہے، ورنہ اچھی نیت سے جب تک چاہے کرے اور جس قدر مقدور ہو وہی کر دیوے۔ سب دوستوں کو اور اقارب کو جمع کرنا ضروری [نہیں]، اور شکم سیر کرنا بھی ضروری [نہیں]، جو کچھ میسر آوے وہی کافی ہے، اور جب تک بشارت نکاح ہے، اس وقت تک ولیمہ مباح ہے، پھر ولیمہ نہیں ہوتا فقط۔ ضیافت بھی مباح ہے، ثواب ولیمہ کا نہ ہوگا۔

(مجموعہ فرخ آباد ص ۳۳۳)

(۳۶۲) نابالغ لڑکی اور لڑکے کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار کب تک ہے؟ مسئلہ: وادامش

باپ کے ہے، اس کا نکاح کیا ہو فسخ نہیں ہو سکتا، سوائے اس کے چچا ماموں وغیرہ مانے اگر نکاح دختر صغیرہ کا کر دیا، تو بغور بالغ ہونے کے اگر دختر نے کہہ دیا، کہ میں نکاح سے راضی نہیں فسخ کرتی ہوں، تو قاضی نکاح اس کا فسخ کر سکتا ہے، اور جو ذرا سی دیر سکوت کیا، تو پھر فسخ نہیں ہو سکتا۔ اور پسر مختار ہے، جب چاہے طلاق دیوے اس میں حاجت فسخ نہیں ہے۔ اور جب لڑکا لڑکی بعد بلوغ کے چند روز چپ رہے، تو دختر تو فسخ سے عاجز ہے، مرد جب چاہے طلاق دیوے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۳۲۹)

رشید احمد گنگوہی

(۱) امام بخاری علیہ الرحمۃ نے ان الفاظ کے ساتھ باب تو قائم کیا ہے، لیکن حدیث پیش نہیں کی۔ بخاری شریف کتاب الاستئذان باب کل لھو باطل اذا شغلہ عن طاعة اللہ ص ۹۳ ج ۲ باب ۵۲، مکتبۃ الإصلاح مراد آباد، ۱۴۱۵ھ، نیز بخاری ج ۳/ص ۵۵، حدیث: ۳۶۰۱، ریاض: ۱۳۰۳ھ، نیز قال الحافظ فی الفتح: اعرجہ احمدو الاربعۃ وصححہ ابن خزمیۃ والحاکم۔ فسخ البیاری ص ۹۱/ج ۱/المکتبۃ دار الفیحاء دمشق: [نور]

(۴۶۳) کسی عورت کے متعلق بیوی ہونے کے دعویٰ کا حکم؟ اگر شاہدین عدلین کے بیان سے

تقدم ثابت نہ ہو تو یہ دعویٰ تو لغو ہوا، اب قبضہ موجب حکم ہووے گا۔ سو جب وہ کہتا ہے کہ تصرف مدعی سے میں اس عورت کو لے گیا ہوں، تو قبض کا مقرر ہوا، مگر یہ کہنا کہ یہ میری منکوحہ تھی قید..... لگاتا ہے، کہ گویا پہلے مطلق قبض کے خلاف، کیونکہ مطلق قبض سے قبض صحیح ہی سمجھا جاتا ہے، تو بعد اتر ارقض مدعی کے، اپنی منکوحہ ہونا دعویٰ کرتا ہے، تو اس کا ثبوت نہیں، لہذا قبض مدعی میں عورت کا رہنا چاہئے، اس کی نظر اکتب فقہ میں دیکھو، معلوم ہو جاوے گی۔

مثلاً کوئی شخص کہے کہ فلاں شخص سے یہ شے میں نے لی ہے، مگر میری اس کے پاس امانت تھی، اگر امانت ہونے کو مبراہن نہ کریں، تو یہ قول زائد اس کا رد ہوتا ہے، اور شے واپس دلائی جاتی ہے، فقط

(مکتوب: حضرت مکتوبی، نام مولانا ظلیل احمد سہارنپوری مکتوب: ۳)

(۴۶۴) عورتوں کو فروخت کرنے کی، ایک ناجائز بری رسم اور اس کا گناہ؟ سوال: کل

ہندوستان کے نور بانوں میں دستور ہے کہ جب بعض نور بان تنگ دست ہوتا ہے، یا اس کی عورت اس کا کہنا نہیں مانتی، تو وہ نور بان اپنی زوجہ کو، مبلغ سو یا اتنی روپیہ کوکل برادری کے سامنے دوسرے شخص کو فروخت کر دیتا ہے، برادری اسی وقت اس کی عورت سے جبراً مہر معاف کرا کے، طلاق نامہ لکھوا کر، اسی وقت دوسرے نور بان سے نکاح کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں روپیہ خاوند کو لینا درست ہے، یا نہیں؟ اور نکاح اس وقت ہو جاتا ہے یا بعد تین حیض کے، اور برادری روپیہ دوانے والے دوسرے خاوند کو، اور نکاح اس وقت پڑھوانے والے اور پڑھنے والے گنہگار ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ عورت کا بیع کرنا جہل اور حماقت ہے، یہ تو اختیار شوہر کو ہے کہ زوجہ کو طلاق دیوے، مگر طلاق کا عوض دوسرے شخص سے لیوے، یہ درست نہیں کہ روپیہ لے کر عورت اس کو دیوے، یہ بالکل معاملہ باطل ہے۔ لہذا یہ روپیہ لینا درست نہیں اور نہ اس وقت نکاح دوسرے شخص سے ہو سکتا ہے، جب تک عدت نہ تمام ہو جاوے، عدت میں نکاح حرام و باطل ہے، اس میں جو لوگ شریک ہوتے ہیں فاسق و گنہگار ہوتے ہیں، اور یہ معاملہ ہرگز درست نہیں ہے۔ اس سے باز آنا واجب ہے۔ کذا فی کتب الفقہ! واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی [نے] اپنی تصنیفات میں حدیث روایت کی ہے، کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس شخصوں پر میری امت سے جنت حرام ہے، ان میں سے ایک وہ شخص ہے، جو ترکہ کو یعنی آزاد کو غلام بنالے، اور بیٹیاں اور عورتیں مسلمانوں کی یہ سب خریں ہیں، پس جو کوئی ان کو فروخت کرے گا، ہو جب حدیث شریف کے اس پر جنت بیشک حرام ہوگی۔ اور سوائے عذاب اخروی کے۔ اگر دنیا میں حاکم مجازی کو اس بات کی خبر ہو، کہ نور بانان مسلمان عورتیں اور بیٹیوں کو، اس طرح

فروخت کرتے ہیں، تو ضرور جرم بردہ و فحش میں ان پر سزا کے لازمی صادر فرمائیں۔ فقط

العبد محمد عبدالکریم غفرلہ عن واعظ مسرک (کیرانوی)

(فیوض رشیدیہ ص ۸۰-۹)

(۳۶۵) گناہوں سے نکاح نہیں ٹوٹتا: مسئلہ: قلت طعام و شراب اور کثرت صوم و صلوة

کرے، بار نکاح معاصی و تلبس ہیئت فسق نکاح بالکل درست ہے، اگرچہ معصیت فسق کی لازم ہے۔ اگر بدون طلاق

(مجموعہ نکاح ص ۱۳۳)

کیوں ایسی عورت کا نکاح ہوگا، وہ محض زنا و حرام ہے۔ فقط

(۳۶۶) تعزیر کو اگر اچھا سمجھ کر دیکھا تو؟ مسئلہ: بعد سلام مسنون! مطاعہ نمائید، خط آپ کا آیا،

حال معلوم ہوا۔

تعزیر دیکھنا حرام ہے، سو اس نے توبہ نہ کر لی ہے، اگر نہیں کی تو اب کرادو، اور دودفعہ جو اس نے تم کو بھائی کہا ہے، اس سے

نکاح میں نقصان نہیں آیا۔ اور تعزیر دیکھنے سے اگر اس نے تمنا نہ دیکھنے کی طرح دیکھا ہے، جب بھی نکاح نہیں ٹوٹا، البتہ جو اس کو

اچھا اور عبادت جان کر دیکھا ہو تو کفر کا اندیشہ ہے، پس تم اب اس سے دوبارہ نکاح کر لو، اس طرح کہ دو آدمی کے رو برو نکاح پڑھ

لو اور مہر تین روپیہ کا کر لینا تجدید نکاح کی بہتر ہے، ورنہ بظاہر نکاح نہیں ٹوٹا۔ (۱) فقط

مکرر پھر لکھتا ہوں کہ احتیاطاً دو آدمیوں کے سامنے نکاح، مہر تین روپیہ کے کر لو، اور طلاق نہیں ہوئی فقط۔

(مجموعہ نکاح ص ۲۰۶-۲۰۷)

(مکتوب حضرت گنگوہی)

(۳۶۷) زوجین کا ایک دوسرے کے خاص مقام کو برہنہ دیکھنا؟ سوال: مرد کا اپنی زوجہ

کو اور زوجہ کا اپنے مرد کو، نگاہ دیکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

(بدست خاص، سوال ۵۱)

جواب: جائز ہے، مگر عین شرمگاہ کو دیکھنا اولیٰ نہیں، فقط

(۳۶۸) جنابت کی حالت میں خاص عضو کو دھوئے بغیر صحبت کا حکم؟ سوال: حالت احتلام

میں یا بعد جماع، بدون غسل کئے جماع کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(بدست خاص، سوال ۱۲۳)

جواب: دوبارہ جماع کرنا، بدون غسل عضو کے مکروہ ہے، فقط

(۱) یہ میری کم سے کم مقدار کے مطابق ہے، جو اس فتویٰ کی تحریر کے زمانہ (تقریباً ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء تک ایک مناسب رقم تھی۔ اس وقت چاندی غالباً چھ سات آنہ تولد

ہوئی، اگر اس حساب کو آج کے دور پر پہنچا دیا جائے تو اس کی مقدار آٹھ تولد چاندی بنے گی، جو آج کل (رجب ۱۴۳۱ھ/جون ۲۰۱۰ء) میں ایک سو روپے (۲۱۰۰) کی ہوگی،

آج کل چاندی ۳۰۰ (تین سو ایک سو روپے) کی تولد ہے، لہذا آج کل اسے دو تولد میں بھی تین روپے کا مہر مقرر کرنا درست نہ ہوگا۔

اس تحریر کے بعد چاندی کی قیمت تیز رفتاری سے بڑھی، یہاں تک کہ سات سو روپے کی تولد تک پہنچی گئی تھی، ابھی ایک مہینہ سے ان قیمتوں میں کمی شروع ہوئی ہے، مگر کسی مرحلہ

پر پھر وہ نہیں ہے، کچھ بڑھتی رہتی ہے، اس لئے بروقت جو قیمت ہواس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ (نور) یکم فرس ۱۴۳۳ھ

مفتی امی بخش اکیڈمی کانراہ

(۳۶۹) اپنی بیوی کو کسی آلہ وغیرہ کے ذریعہ انزال کرنا صحیح نہیں: سوال: اگر مرد سرج

الانزال است ورنش بطی الانزال است، و مرد خلاص شد و زن هنوز بحال خود است، و شہوت غلبہ دارد، مرد را بدست یا بآلہ منزل کردن زن، روا است، یا نہ؟

جواب: ایں ہم جائز نیست۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۶۶)

(۳۷۰) اگر عورت کی خلقت عام مزاج و معمول کے خلاف سوال: ایک عورت کی خلقت ایسے ہو تو بھی، اس سے خلاف وضع فطری تعلق صحیح نہیں: طور پر واقع ہوئی ہو، کہ مقام قبل میں جماع

ممکن نہ ہو، بلکہ شہوت جماع دوسرے مقام میں ظاہر کرے، تو اس مجبوری کی حالت میں شوہر کو اس سے لواطت جائز ہے، یا نہیں؟ بر تقدیر ثانی ایسی عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: لواطت کسی حال درست نہ ہووے گی، اور بیان عورت کا اگر صحیح مانا جاوے، تو مرض اُبند ہے، اس کے دفع کو بھی لواطت حرام ہے۔ فقط، واللہ اعلم رشید احمد گنگوہی (مجموعہ فرخ آباد ص ۳۹-۴۱)

(۳۷۱) اگر عورت کو پاک ہونے کی غلط فہمی ہوگئی، سوال: اگر عورت نے دس روز سے کم میں سمجھا کہ میں پاک ہوئی، بہ باعث نہ آنے خون کے کئی روز شوہر نے قربت کی، بعد میں خون آ گیا تو؟ تک اور مرد نے قربت کی، تو بعد میں خون آیا تو وہ دونوں گنہگار ہوئے، یا نہیں؟

جواب: مسائل حیض [و] انفاس کے بالغہ عورت کو یاد کرنا فرض ہے، پس اس جہل مسئلہ پر گنہگار ہے۔ اور خطاء سے قربت کرنا مرد کا معاف ہے، مگر مرد کو بھی واجب ہے کہ اپنی عورت کو یہ مسائل تعلیم کرے، خود نہ جانتا ہو تو علماء سے پوچھ کر بتا دے، اس کے ترک پر وہ بھی ماخوذ ہے۔

(۳۷۲) حائضہ یا نفاس والی عورت کو اگر خاص سوال: حائض اور نفاس کو، اگر درمیان میں حیض دنوں میں کچھ وقفہ ہو جائے، اس وقت صحبت؟ خشک ہو جاوے، تو جماع جائز ہے، یا نہیں؟ جواب: جائز نہیں، کہ وہ حکماً حائض و نفاس ہے۔ فقط (بدست خاص ص ۶۶)

(۳۷۳) مردوں کے لئے ہاتھ سے شہوت دور کرنی اور عورتوں کے لئے باہم جسمانی تعلق، حرام ہے: سوال: مرد بے زن را اگر در غلبہ شہوت بخوف زنا، جلیق نمودہ شہوت بر اند جائز است، یا نہ؟ و چنانچہ زن بے مرد را مصاحفہ جائز است، یا نہ؟

مفتی امی بخش اکیدہ کا مدخلہ

سوال: ترجمہ: مروجس کے بیوی نہ ہو، اگر ثبوت کے غلبہ میں زنا کے ذریعے سے اپنی ثبوت کو نکال لے، جائز ہے یا نہیں اور اسی طرح بلا شوہر کی عورت کو کھنچ (چھٹی) جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ہر دور اجازت نیست۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: جواب: دونوں کو جائز نہیں ہے۔

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص، مجدد فتاویٰ)

والد اور شوہر کے شرعی حق کس کو اولیت ہے، اس کی تحقیق

آئندہ صفحات میں جو فتوے درج کئے جا رہے ہیں، وہ ایک طویل مضمون کا حصہ ہیں، جو شوہر اور بیوی کے والد کے حقوق شرعی کے درمیان توازن اور ایک کی دوسرے پر ترجیح کی تحقیق پر مشتمل ہیں۔ یہ جملہ جوابات مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد حسین بنالوی کے علمی رسالہ، ماہنامہ اشاعت السنہ کی بارہویں جلد کے پانچویں شمارہ میں چھپے تھے جس میں ایک مفصل جواب حضرت مولانا گنگوہی کا بھی ہے۔ یہ بحث اہم علمی مباحث و نکات پر مشتمل ایک اہم یادگار ہے، اس لئے اس کے تمام صفحات یہاں شامل کئے جا رہے ہیں، مگر اشاعت السنہ میں شائع جوابات اور پیش نظر مجموعہ کی ترتیب میں کسی قدر تبدیلی کی گئی ہے۔ اشاعت السنہ میں شائع تحریرات کی ترتیب اس طرح ہے:

۱۔ سوالات ص ۱۴۰ سے ص ۱۴۲ تک۔ ۲۔ جواب مولانا محمد حسین بنالوی ص ۱۴۲۔ ۱۴۶۔

۳۔ جوابات علمائے دہلی ص ۱۴۶ سے ص ۱۴۸ تک۔ ۴۔ جواب علمائے دیوبند ص ۱۴۸ سے ص ۱۴۹ تک۔

۵۔ جواب اول حضرت مولانا گنگوہی ص ۱۴۹ سے ص ۱۵۲ تک۔ ۶۔ جواب دوم حضرت مولانا گنگوہی ص ۱۵۳ سے ص ۱۵۴ تک۔

راقم سطور نے یہ نظر مجموعہ فتاویٰ کی ضرورت کے مطابق، اس میں کچھ ترمیم کی ہے، حضرت مولانا گنگوہی کے جواب کو، دوسرے جوابات سے مقدم کر دیا ہے، باقی مباحث جوں کے توں ہیں۔ مگر راقم سطور کا اشاعت السنہ کے جو صفحات طے ہوئے مکمل نہیں تھے، اس میں غالباً آئندہ صفحات میں علماء کی تحریرات و فتاویٰ کے علاوہ متعدد علماء کے جوابات بھی شائع ہوئے تھے جو میرے سامنے موجود اور اق سے غائب ہیں، دریافت صفحات کا مولانا ارشد حسین مجددی رام پوری کے جوابات پر مبنی ہیں، وہاں یہ جواب بھی آخر سے ناقص ہے۔ بہر حال جو کچھ موجود ہے، وہ حاضر ہے۔ [نور]

(۴۷۳-الف) شوہر اور والد کے حقوق میں موازنہ: (۱) ایک مقتدر رئیس نے اپنی دختر نیک اختر کا نکاح،

ایک شخص کے ساتھ اس شرط سے کر دیا، کہ وہ خاندان دامادی کی رسم کے مطابق، اُسی کے گھر میں اوقات عمری بسر کرے، اور اپنی (۱) شوہر اور والد کے حقوق میں موازنہ کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہے، حضرت نے اس کے دو جواب لکھے ہیں، معلوم نہیں آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ شاید پہلا جواب طویل ہو گیا ہوگا، اس لئے دوسرا مختصر و مفید لکھا ہوگا، فرض دونوں جوابوں میں کوئی اختلاف نہیں اور جواب اول میں جواب ۱۰۰ نمبر قائل تھے ہیں۔ دوسوال کے نمبر نہیں مل سکے تحقیق کی ہے، یعنی صورتیں الگ الگ کی ہیں۔

قرآن وحدیث سے، والدین کے ساتھ بڑے حسن سلوک (حسن سلوک) مطلوب ہے اور شوہر کی اطاعت بھی ضروری ہے، ان دونوں باتوں کو ایک ساتھ لیکر کے چلے جائے۔ یہ بات عام حالات میں کچھ مشکل نہیں، لیکن اگر کسی ملک، دونوں حقوق میں تعارض ہو جائے تو والدین کا حق زیادہ ہو گا کہ ہے، البتہ شوہر کی حق تطہیر بھی جائز نہیں۔ پس ایسی صورت نکالی جائے گی کہ سب میں مجری ہو جائے اور اسی بھی نہ ہو۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

مفتی امجدی علی گڑھ

زہد کو دوسری جگہ منتقل نہ کرے۔ اس شخص [شوہر] سے اس شرط کا ایقان نہیں ہو سکتا، وہ اپنی سسرال سے علیحدہ رہتا ہے، اور اپنی زہد کو کسی جگہ رکھنا چاہتا ہے۔

اس کی زہد کو اس شرط کو پورا کرنے پر اصرار نہیں ہے، اور وہ شوہر کے پاس جہاں وہ چاہے جا کر رہنے پر راضی ہے مگر اس کا والد اس کو شوہر کے پاس جا کر رہنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس سے ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ در صورت مذکور بالا، زہد پر شوہر کی اطاعت حکم لازم ہے، اور بلا اجازت والد، شوہر کے پاس چلا جاتا ضروری ہے، یا اپنے والد کی اطاعت فرض ہے اور بلا اجازت والد کے شوہر کے پاس جا رہنا، ناجائز و معصیت ہے؟

لڑکی کے والد اور اس کے صاحبِ مخلصوں نے، اس ایک سوال کو چند سوالات بنا کر، بہت سے علمائے وقت سے مختلف ازمائش میں پیش کر کے استفتا کیا، جس کے جواب میں جو کچھ کسی کے خیال میں آیا، اُس کے موافق اس نے فتویٰ دیا، کسی نے والد کی اطاعت کو لڑکی پر واجب ٹھہرا کر، اس کو شوہر کے پاس جانے سے روکا، کسی نے شوہر کی اطاعت واجب بتا کر، اس کا شوہر کے پاس بلا اجازت والد چلا جانا، جائز یا واجب ٹھہرایا۔

اسی مسئلہ میں خاکسار سے ان سوالات کے متعلق استفتا کیا گیا، پس جو کچھ فکرِ ناقص میں آیا، وہ قلمبند کر کے مستفتی کے پاس بھیجا گیا، مگر حضرت مستفتی نے جو اشاعت السنہ کے ایک معاون ہیں، عرصہ تقریباً ایک سال سے اس امر کا تقاضا جاری رکھا، کہ ان علماء کے جوابات کو ہم اشاعت السنہ میں درج کر کے، ان پر مناسب ریہارک کریں، اور جو امر ان جوابات میں ہمارے جواب کے مخالف ہے، اس کی توجیہ کریں یا اس کا جواب دیں۔

یہ امر ہم پر شاق گذرا، اس وجہ سے ہم نے اس کو اس عرصہ تک ٹکایا، آخر انھوں نے ہم کو اس سوال کی اجابت سے معذرت

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

اس فتویٰ میں یہ بات بھی زیر بحث آتی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنے لڑکے یا لڑکی کو نافرمانی کی وجہ سے عاق کر دے تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں، وہ بدستور ای کی اولاد رہے گی، جس میراث بھی پائے گی، ادکا مشرعیہ پر عاق کرنے کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا۔ لہذا وہ اگر نافرمانی کی وجہ سے عاق ہو جائے تو وہ اس کی سزا عاقِ خرت میں پائے گی۔
طوطہ شوہر اور والدین کے حقوق کا مسئلہ ہمارے معاشرے میں پیچیدہ اس لئے ہو گیا ہے، کہ شادی کے بعد عورت بالکلیہ شوہر کی ہو کر رہ جاتی ہے، یہاں تک کہ اس کے مالی امید پر بھی شوہر کا قبض ہو جاتا ہے، بلکہ..... ضرورت ہو تو استعمال کر دیتا ہے، عرب پورے عرب اور امریکہ کا معاشرہ ایسا نہیں ہے، وہاں عورت کا مالی امید کا ہوتا ہے۔ چنانچہ عند الامتیاج والدین کا نفقہ مستطیع درجاً پر واجب ہوتا ہے لڑکی پر بھی ایسی مالی باپ کا نفقہ واجب ہے، اسی طرح لڑکیوں کو تکفیل میں لڑکوں کے پاس کچھ رہتی نہیں، سراسر امور استعمال کر لیتا ہے، چنانچہ یہ لوگ مسئلہ جانتے ہی نہیں کہ لڑکی پر بھی مالی باپ کا نفقہ واجب ہے، اسی طرح لڑکیوں کو تکفیل میں لڑکوں کے بقدر نہیں دیتے نہ میراث ڈھنگ سے دیتے ہیں، کیونکہ وراثت و طر و قیل ہے، باپ کی میراث لڑکی کو ملتی ہے تو لڑکی کے مرنے پر ماں باپ کو ای کی میراث ملتی ہے ہر اس کی ترید لہذا وہ ہو تو ماں کی بیٹیوں کو بھی ملتی ہے، اور ہمارے معاشرہ کی صورت حال یہ ہے کہ لڑکی کے پاس کچھ رہتی نہیں، جو میراث میں لوٹے۔ (پان پوری)

سمجھا اور معاف نہ رکھا، تو ہم نے ان جوابات کی نقل و توجیہ کا ارادہ کیا۔ پس پہلے اس مقام میں اپنے فتویٰ کو نقل کرتے ہیں، اس کے بعد دوسرے علماء کے فتاویٰ کو نقل کیا جاوے گا، اس کے بعد ان فتاویٰ پر مناسب ردیمارک کیا جاوے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۳۷۴-ب) چند اہم سوالات: کیا فرماتے ہیں علماء دین جواب میں سوالات مفصلہ ذیل کے:

سوال اول: اطاعت والدین کی بیٹا و بیٹی شوہر دار ہو، یا غیر شوہر دار، دونوں پر برابر بلا فرق فرض ہے، یا واجب یا مستحب؟

سوال دوم: بیٹیوں پر بعد شوہر دار ہوجانے ان کے، فرضیت اطاعت والدین کی ان پر سے، بہ سبب فرضیت اطاعت شوہر انکے، بالکل ساقط ہوجاتی ہے، یا بعض باقی رہتی ہیں، اور بعض ساقط؟ صورت مسئلہ کی کیا ہوگی، اس کو بتفصیل مع دلائل بیان فرماتا۔

سوال سوم: در صورت فرضیت اطاعت والدین اور اطاعت زوج، عورت پر دونوں کی اطاعت برابر ہے، یا کم و بیش۔ اور باپ اور شوہر کے رہتے میں کیا تفاوت ہے، اور اعلیٰ درجہ کس کا [ہے]؟

سوال چہارم: عاق کرنا والدین کا بیٹا اور بیٹی دونوں پر مؤثر ہے، یا صرف بیٹائی پر، اور عاق کرنے کا اس پر جو عاق کیا گیا، کیا اثر مترتب ہوتا ہے؟

سوال پنجم: مثلاً زید اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو، ایک امر جائز کی تعمیل پر چار برائے حکم اس طور پر کرتا ہو کہ، اگر تو میرے حکم کی تعمیل نہ کرے گی، تو بسبب اس کے کہ یہ عدول حکمی تیری باعث ایذا و تکلیف میرے دل کی ہوگی، میں تجھ کو طلاق دیدوں گا۔ اور باپ مسماۃ مذکورہ کا تعمیل حکم شوہر سے، اس طور پر روکتا اور منع کرتا ہو کہ اگر تو اپنے شوہر زید کے حکم کی تعمیل کرے گی، تو یہ سبب اس تیرے حقوق کے، کہ موجب ایذا و تکلیف میرے دل کی ہوگا، میں تجھ سے نہایت ناراض ہوں گا، اور قیامت میں تیرا دامن گیر ہوں گا، یا اس کا عکس یعنی باپ بطور مذکورہ حکم کرتا ہو، اور شوہر بطور مسطورہ مانع ہوتا ہو، تو اس صورت میں عورت کو حقوق باپ اختیار کرنا ہوگا، یا طلاق شوہر اختیار کرنا ہوگا۔

سوال ششم: بعد نکاح کر دینے دختر کے، باپ چاہتا ہے کہ لڑکی ہمارے گھر میں رہے اور شوہر چاہتا ہے کہ ہمارے گھر! اور باپ کسی طرح محتاج اس سے خدمت لینے کا نہیں ہے، اور باپ نے ایجاد نسبت میں قبل نکاح کے داماد سے یہ شرط بھی کر لیا تھا، کہ دختر ہمارے گھر میں رہے گی اور تم کو بھی یہیں رہنا ہوگا، تو اس صورت میں عورت کو باطاعت والدین، والدین کے گھر میں رہنا چاہئے، یا باطاعت شوہر، شوہر کے مکان میں، اور یہ شرط مذکورہ باپ کی اس عورت کے شوہر کے ساتھ صحیح ہے یا نہیں؟

نقل جواب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

اطاعت والدین کی اولاد پر مطلقاً فرض ہے خواہ متزوج ہو خواہ متغرب، امور مباحہ میں نہ منکرہ میں، لاطلاقاً قولہ تعالیٰ:

وَبِأَلْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا الْآیۃ قَالَ فِی جَلَالِیْنَ: اِیْ بِرًا، اِنْتَهٰی (۱) وَفِی الْبِیضَاوِی (۲) الْبِرُ کُلُّ فِعْلٍ مَرْضٰی اِنْتَهٰی.

قال فی المجموع (۳) فِیْهِ حَدِیْثٌ نَهٰی عَنْ عُقُوْقِ الْاُمَهَاتِ مِنْ عَقِّ وَالدِّه، اِذَا آذَاهُ وَعَصَاهُ فِی حَدِیْثِ الْاِعْتِکَافِ، الْبِرُّ: دَوْنُ الطَّاعَةِ وَبِرِّ الْوَالِدِیْنَ ضِدُّ الْعُقُوْقِ. وَفِی الْقَامُوسِ، الْبِرُّ (بِالْکَسْرِ)، الصَّلٰةُ وَالصَّدَقُ وَ الطَّاعَةُ. (۴)
الحاصل اطاعت امر مشروع کی بڑا احسان ہے اور یہی فرض اولاد پر ہے، اور احادیث و آیات اس میں کثیر ہیں، اور بدون اطاعت کے ہر تمام نہیں ہوتا ہے۔ فقط، واللہ اعلم۔

(۲) زوجہ پر زوج کی اطاعت بھی امور زوجیت میں فرض ہے، اور سوائے اس کے مؤکدہ ہے نہ فرض، لقولہ علیہ السلام:

وَلَوْ اَمْرُهَا اَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ اَصْفَرَ اِلَى جَبَلٍ اَسْوَدَ الْخ (۵)
و لقولہ علیہ السلام: اِذَا دَعَا الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهُ اِلَى فِرَاشِهِ، الْحَدِیْثُ وَغَیْرُهَا مِنْ الْاَحَادِیْثِ (۶)

(۱) جلالین، تفسیر سورۃ بقرہ ۸۳..... ص ۱۳۔ (مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ، علی گڑھ، نور محمد، دہلی، ۶/۱۳۷۱ھ)

(۲) تفسیر بیضاوی (سورۃ بقرہ ۱۷۷: ص ۱۷۷/ج ۱: مطبوعہ مکتبہ مصر) [نور]

(۳) مجمع بحار الانوار، علامہ محمد طایب جوہی، ص ۶۳۳/ج ۳ (دار الفکر، بیروت، ۱۳۹۱/۱۹۷۱) [نور]

(۴) القاموس المحیط محمد الدین قزوینی، ص ۳۷۰/جلد اول، (باب الرءاء، فصل الباء) (مطبوعہ مکتبہ مصر، ۱۳۳۰ھ) نیز القاموس المحیط ص ۱۱۳/مطبوعہ دار الفکر، القاہرہ، ۱۳۶۹ھ/۲۰۰۹ء [نور]

(۵) من جبل اسود الى جبل ابيض كان ينبغي لها ان تفعله..... رواه احمد عن عائشة رضى الله تعالى عنها مقلدة كتاب النكاح باب عشرة النساء

ومسائل واحده من الحقوق الفصل الثالث ص: ۴۸۳ [کتب خانہ رشیدیہ دہلی: ۱۳۷۵/۱۹۵۵ء] نیز مقلودہ باب مذکور رقم الحدیث: ۳۷۷۰

ت: رمضان بن احمد بن علی ص: ۱۲۵/ج ۳ [مکتبہ التوبہ، ۲۰۰۳ء] [نور]

(۶) متفق علیہ، عن ابی ہریرۃ رضى الله تعالى عنه مشکوٰۃ ص: ۴۸۰، کتاب النکاح: باب عشرة النساء الفصل الاول اصح المطابع رشیدیہ

دہلی، ت: رمضان بن احمد بن علی ص: ۱۲۳/ج ۳، رقم الحدیث ۳۴۳۶ [مکتبہ التوبہ]

و لقوله تعالى:

الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ. الآية (۳۴: النساء) واللہ اعلم (۱)

(۳) بعد نکاح کے دختر پر اطاعت والدین کی، مثل قبل نکاح کے باقی ہے، کوئی حصہ ساقط نہیں ہوتا۔ لاطلاقات

الایات و الاحادیث اور وجوب حق زوج کا مانع وجوب حق والدین کو نہیں ہے۔ جیسا والدہ کا حق والد کے حق کو مزاحم نہیں، اور والدین اگر زوج کی خدمت سے مثلاً منع کریں، تو وہ معصیت ہے، اس میں اطاعت جائز نہیں، لہذا کچھ تمانع نہیں۔ حق تعالیٰ کا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا، اور والد کا اور والدہ اور زوج سب کا حق و اطاعت ہے، کوئی ایک دوسرے کا مزاحم نہیں، اپنے اپنے درجہ پر سب فرض ہیں، سقوط کسی حصہ کا نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) والدین کی اطاعت زوج کی اطاعت پر اقدم و اوکد ہے، اگر والدین کسی امر غیر مشروع کا، یا اختلاف دوسرے کے حق کا نہ کرتے ہوں، کیوں کہ یہ معصیت ہے، اور یہ اس واسطے کہ جو کچھ نصوص میں تاکید پر والدین کی ہے، وہ زوج کے واسطے نہیں ہے۔ حدیث:

انت و مالک لایکلفن ترجمہ: تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے۔

اور حدیث:

قال رجل، من أحق الناس بحسن الصحبة؟ قال أمک ثم أبوک، الخ أحق الذاتین۔ ترجمہ: ایک شخص نے حضرت رسول اللہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: انسانوں میں وہ کون ہے جس کا سب سے زیادہ لحاظ و خیال رکھا جائے، فرمایا: تمہاری ماں! پھر فرمایا: تمہاری ماں! پھر تمہارا باپ لوگوں میں سب سے زیادہ بھلائی کا مستحق ہے۔ [ت: نور]

(۱) النساء ۳۴۔۔۔ مرد عام میں عورتوں پر (ترجمہ فتح البند)

(۲) رواہ ابوداؤد بیضاوی: انت و مالک لولدک ت: محمد عامر، کتاب البیوع باب فی الرجل یأکل من مال ولده رقم الحدیث: ۳۵۲۳، ص: ۹۱

ج: ۳ [دار القبلة للتحقیق الاسلامیہ جلد ۵، ۱۴۲۵ھ] وابن ماجہ عن جابر بن عبد اللہ، باب مال الرجل عن مال ولده ت: علامہ شعب الارنؤوط واصحابہ رقم الحدیث: ۲۴۹۱، ص: ۳۹۱، ج: ۳ [مؤسسه الرسالہ دمشق ۱۴۳۰ھ] عن عمرو بن شعيب عن ابیه عن جده مشکوٰۃ ص: ۲۹۱۔

کتاب النکاح: باب النفقات وحق المملوک الفصل الثانی [کتاب عاتہ ورضیئہ دہلی ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۳۵۳ ت: رمضان بن احمد بن علی ص: ۱۲۹۰، ج: ۳ [مکتبۃ التوبہ ۲۰۰۳ء] رواہ ابن ماجہ عن جابر بن عبد اللہ، باب مال الرجل من مال ولده، ابن ماجہ تحقیق علامہ شعب الارنؤوط واصحابہ رقم الحدیث: ۲۴۹۱، ص: ۳۹۱، ج: ۳ [مؤسسه الرسالہ، دمشق: ۱۴۳۰ھ]

(۳) متفق علیہ، عن ابی ہریرۃ۔۔۔ مشکوٰۃ ص: ۳۱۸، باب البر والصلة، کتاب الادب باب البر والصلة الفصل الاول [کتاب عاتہ ورضیئہ دہلی: ۱۳۷۵ھ/۱۴۵۵ء] نیز مشکوٰۃ رقم الحدیث: ۳۹۱۱، ص: ۱۸۳۰، ج: ۳ [مکتبۃ التوبہ، نظر رمضان بن احمد بن علی آل عوف ۲۰۰۳ء، ۱۴۲۳ھ]

میں الف لام داخل کر کے عام بنایا ہے، جو زوج کو بھی شامل ہے، اسی واسطے نووی شرح مسلم میں تحت اس حدیث کے لکھتے ہیں:

أجمعوا على أن الأم والأب آكد حرمة في البر من سواهما (۱)

ترجمہ: ائمہ کرام اور علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ماں اور باپ کی حرمت اور احترام ان جیسوں میں سب سے زیادہ ہے۔ [ت: نور]

و ايضاً فيه: و الحقوق الزوج و الزوجة بالمحارم انتهى (۲)

اور اسی (نووی) میں یہ بھی ہے کہ، زوج اور زوجہ کے معاملات کو محارم کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔ [ت: نور]

اور آیت: اِنَّ الشُّكْرَ لِي وَلِوَالِدَيْكَ (۳) کہ حق ماں میرا اور اپنے ماں باپ کا

اور دیگر آیات و احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ حق والدین زوج سے مقدم ہے، اور عقل کا بھی یہی حکم ہے کہ والدین نے خصوصاً والدہ نے کسی قدر خدمت مشقت اٹھائی ہے، اور زوج کو سوائے حق توام علی النساء ہونے اور مدداری لفظ وغیرہ کے اور کچھ نہیں ہے اور اسباب اختیاری ہے، سوائے ابوین کے۔ مع ہذا والدین کا حق صلہ رحم نہایت اوکد ہے، پس اقدم وارح عند التعارض، امر بروصلہ میں والدین ہی ہیں۔ فقط، واللہ اعلم۔

(۵) عقوق، ایذا و نا فرمانی کا نام ہے، پس اگر کوئی والدین کو ایذا دیوے اور نا فرمانی کرے غیر مشروع، تو خود بگم شارع عاق ہے، والدین کے عاق کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کیا اس کا اثر ہے، اور جو وہ امر معصیت یا کسی کے ائتلاف حق کا امر کرتے ہیں اور اولاد نہیں مانتی، تو اس میں حق بجانب اولاد کے ہے: لاطاعة الخ نص شارع کی ہے، اس پر اگر عاق کرتے ہیں تو شخص بیہودگی اور لغو ہے، بلکہ خود والدین ہی گنہگار ہیں، ہرگز والد عاق نہیں، پس در صورت ثانی تو عاق کا کوئی اثر بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) اگر زوج کسی امر جائز کو زوجہ سے کراتا ہے، جس میں بر شرعی والدین کا فوت نہیں ہوتا، تو زوجہ کو اس کو کرنا چاہئے، اور والدین کے منع کو نہ مانے کہ امر والدین کا معصیت ہے اور علی ہذا اگر والدین امر جائز کرادیں اور زوج کے کسی امر کو مانع نہیں تو کرنا چاہئے، اور زوج کے منع کو نہ مانے (علی ہذا نکس اس کا) کہ منع زوج کا معصیت ہے: لاطاعة الخ، اور جو امر زوج کا ایسا ہے کہ بر شرعی والدین کے خلاف ہے تو بھی نہ کرنا چاہئے۔

(۱) نووی، علی ہامش صحیح مسلم، باب بر الوالدین وانہما حق۔ ص: ۳۱۳، ج: ۲، [مجتہبی دہلی، ۱۳۱۹ھ] [نور]

(۲) نووی، علی ہامش صحیح مسلم، باب بر الوالدین وانہما حق۔ ص: ۳۱۳، ج: ۲، [مجتہبی دہلی، ۱۳۱۹ھ] [نور]

(۳) سورہ لقمان: ۱۳۔

غرض خلاف مشروع اور اختلاف حق میں کسی کا قول نہ مانے، البتہ اگر ایسا امر دائر ہو کہ دونوں کی خدمت (مثلاً ایک وقت میں وارد ہے اور ایک دوسرے سے عاجز ہے، تو ترجیح خدمت والدین کی ہے، بسبب اقدم ہونے پر والدین کے اطاعت زوج پر، چنانچہ جواب سوم میں مذکور ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) اس صورت میں زوجہ کو بخاند زوج رہنا چاہئے، کیونکہ یہ امر حقوق زوجیت میں ہے، کہ زوج جہاں چاہے رکھے، اپنے گھر لگھانے میں نفع ازدواج حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے کے گھر رہنے سے اس کو ضرر یا انقاع، بوجہ اتم نہیں یا دوسری مصلحت ہے۔

قال الله تعالى: الزَّحَّالُ قَوَّامُونَ عَلَى النَّسَاءِ (۱) ترجمہ: مرد حاکم ہیں عورتوں پر (ترجمہ شہباز)
وَأَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ لَكُمْ (۲) ترجمہ: ان کو گھر دو رہنے کے واسطے جہاں تم آپ رہو (ترجمہ شہباز)
کہ بدالۃ النص مثبت مدعی ہے، پس والدین کا خاندان زوج سے منع کرنا، جو حق زوج میں ہے اور معصیت ہے، اس امر کا ماننا عورت کو ہرگز جائز نہیں، بے تامل زوج کا امر قبول کرے اور اس سے ہرگز عقوق بجا نہ زوجہ عائد نہیں ہو سکتا، اور والدین کا اس بوجہ سے عاق کرنا لغو اور زیوں، یہودگی خلاف شرع کے اور یہ شرط بھی ان کی غیر مشروع ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من اشترط شرطاً لیس فی کتاب اللہ فلیس لہ وان اشترط مائة شرط الخ (۳) پس اس شرط کا کچھ اعتبار نہیں، فقط۔ واللہ اعلم

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی ایسی شرط کی، جو کتاب اللہ میں موجود نہیں، وہ باطل [بے حقیقت] ہے۔

نووی نے شرح مسلم میں لکھا ہے:

قال الشافعی و اکثر العلماء، هذا محمول علی شروط لاتنافی مقتضى النکاح الخ اور حنفی بھی مسافرت کے مسئلہ میں ایسا ہی لکھتے ہیں، مگر جو سفر میں ضرر اور فتنہ ہو، تو وفا شرط کو لازم کرتے ہیں نہ بوجہ شرط، بلکہ بوجہ ضرر و فتنہ کے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (۴)

(۱) سورة النساء: ۳۴

(۲) سورة الطلاق: ۶

(۳) الحساری، کتاب الشروط، باب المکاتب و مسالیح من الشروط، صفحہ ۳۸۲/۳۸۱ ج: ۱ [مرآۃ آباد ۱۴۱۵ھ]

بوض: ۱۳۵-۱۳۶ جداول، جزء سوم، رقم الحديث ۳۵۳۵ (الریاض: ۱۳۰۳ھ)

(۴) نووی علی صحیح مسلم کتاب النکاح، باب الوفاء بالشروط، ص: ۳۵۵، ج: ۱۲، مطبع مجاہدی، بی: ۱۳۱۹ھ

(۸) روایات فقہاء اس باب میں مختلف ہیں، مگر اس زمانہ میں جو کچھ مختار اپنے اساتذہ کا ہے یہ ہے، کہ اگر ابوین آ کر مل سکتے ہیں، تو زوجہ بدون اذن کے نہ جاوے۔ البتہ اگر نوبت تقطیع رحم پہنچنے لگے، تو اُس وقت بدون اذن شوہر چلا جا تا درست ہے کہ قطع رحم حرام ہے اور معصیت میں اطاعت درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) اوپر معلوم ہوا کہ اس وقت فساد میں خروج زوجہ بدون اذن درست نہیں، اور اطاعت زوج کی ایسے امر میں ضرور ہے:

و طعیہ اذا امر (۱) ترجمہ: اور اس [شوہر] کی اطاعت کرے جب وہ اس کا حکم دے۔ [ت: نور]

حکم حدیث کا ہے البتہ در صورت لزوم قطع رحم امثال امر نہیں چاہئے، اور ابوین اگر ملنے کو آویں، تو مکان شوہر میں دخول اُن کا بدون اذن شوہر کے درست نہیں، قال علیہ السلام:

ولا تاذن فی بیتہ الا باذنه [شوہر کے گھر میں کسی کو، شوہر کی اجازت کے بغیر، آنے کی اجازت نہ دے، ت: نور]
البتہ باہر سے بات کر سکتے ہیں اور دیکھ سکتے ہیں اور زوج اس ملاقات سے منع نہیں کر سکتا، کہ قطع رحم اور حرام اور معصیت کا ماننا زوجہ کو ممنوع ہے۔ واللہ اعلم۔

(۱۰) اس صورت میں خدمت والدین کی مقدم ہے، خدمت زوج کو مؤخر رکھے، اور والدین کی خدمت کرے، اُن کا

حق مقدم ہے، چنانچہ جواب راجع سے واضح ہو گیا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاقر رشید احمد گنگوہی

جواب دیگر از مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی

اطاعت والدین کی امور مباحہ میں، جن میں کسی کے حق میں جو نہ ہو اور معصیت نہ ہو، سب پر فرض ہے، خواہ مرد ہو خواہ عورت، منکوحہ یا غیر منکوحہ، لقولہ تعالیٰ:

اَنْ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ الْاَيَةُ

اور جس میں حق تلفی زوج کی ناحق ہو وہ حرام ہے، لقولہ علیہ السلام:

لا طاعة للمخلوق فی معصية الخالق (۲) خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

(۱) مشکوٰۃ کتاب النکاح، باب عشرة النساء الفصل الثالث، ص: ۲۸۳ [اصح المطابع رشیدیہ دہلی] نیز مشکوٰۃ باب

مذکور ص: ۱۲۵۸، ج ۳۔ رقم الحديث ۳۴۷۲، رمضان بن احمد بن علی [مکتبہ الترقیہ ۲۰۰۳ء]

(۲) شرح السنہ للبخاری عن النواص بن سمان کتاب الامارة والقضاء باب الطاعة فی المعروف ص: ۳۳ ج ۱۰ [المکتب الاسلامی بیروت ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء] و مشکوٰۃ کتاب الامارة والقضاء الفصل الثاني ص: ۳۲۱ عن النواص بن سمان [کتاب خاتہ

رشیدیہ دہلی ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء]

اور ظلم کرنا حق ذی حق میں بھی معصیت ہے۔ پس بعد نکاح کے دختر کو شوہر کی اطاعت بھی کرنا لازم ہے، مگر حق والدین اور کہہ ہے۔ سو جس صورت میں زوج محتاج اپنی حاجت کا ہو، اور والدین عاجز کسی حال مستغنی خدمت دختر سے نہ ہوں، تو خدمت والدین مقدم ہووے گی، ورنہ شوہر کی خدمت میں حاضر رہے۔

اور عاق کرنا کوئی امر شرعی نہیں لغو اور غلط عوام ہے، اگر اطاعت موافق حکم شرع کے کرتی ہے اور نافرمانی والدین کی غیر مشروع میں کرتی ہے اور زوج کی خدمت شرعیہ کرتی ہے اور اس سے والدین ناراض ہو کر عاق کریں، تو کچھ اصل اس کی نہیں، والدین خود عاصی ہوویں گے اور دختر ہرگز عاق عند اللہ تعالیٰ نہ ہووے گی، بلکہ رضا والدین سے ایسا کام کرنا، موجب معصیت و نافرمانی حق تعالیٰ کا ہووے گا، البتہ اگر نافرمانی والدین کی مباحات، وغیرہ جو حق زوج میں کرے تو عاق ہے من اللہ تعالیٰ، نہ والدین کے کرنے سے، کہ اثر اُس کا عذاب کا ہونا اور دنیا میں سزا کا ملنا ہے، نہ حرمان میراث، جیسا عوام میں مشہور ہے۔

پس اگر زوج اپنی زوجہ کو امر مشروع و مباح کرنے کو کہتا ہے، تو اُس کو اطاعت واجب ہے، لقولہ علیہ السلام: و لو امرها أن تنقل من جبل أصفر إلى جبل أسود و من جبل أسود إلى جبل أبيض كان ينبغي لها أن تفعله. الحديث، كذا في المشكوة. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور اگر شوہر نے بیوی کو حکم دیا کہ وہ (فلاں چیز یا سامان کو) کالے پہاڑ سے چیلے پہاڑ کی طرف اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ پر منتقل کرے تو اس (عورت) کے لئے مناسب ہے کہ وہ ایسا ہی کرے۔

و لقولہ علیہ السلام: و لا تخالفه فی نفسها و لا مالها بما یکره. الحديث (۲) اور والدین اگر ایسے کام سے منع کریں تو نہ مانے، کیونکہ منع والدین کا معصیت ہے اور جو حق زوج میں ہے، اور والدین کے اس امر کو ماننا گناہ ہے اور نہ ماننا عقوبت نہیں، بلکہ والدین خود عاصی ایسے منع سے ہیں۔ علی ہذا، اگر بعد نکاح کے شوہر اپنے گھر لے جاتا ہے، تو عورت پر شوہر کے گھر جانا واجب ہے، اور باپ کے منع کو ہرگز نہ مانے، کہ امر باپ کا خلاف حکم حق تعالیٰ کے ہے۔ قال اللہ تعالیٰ أَسْكُنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ مَسَكُنْتُمُ الْآيَةِ. ان کو گھر دور بننے کے واسطے جہاں تم آپ رہو۔ (ترجمہ البند)

(۱) رواہ احمد عن عائشة، مشکوة المصابيح (الفصل الثالث. باب عشرة النساء) رقم الحديث: ۳۲۷۰ ج ۳ ص ۱۲۵۷ نیز مشکوة باب وفصل مذکور ص: ۲۸۳.

(۲) رواہ النسائی والبیہقی فی شعب الايمان. عن ابی ہريرة. مشکوة ص: ۲۸۳ کتاب النکاح الفصل الثالث (اصح المطابع رشیدیہ دہلی: ۱۳۷۵ھ) نیز مشکوة شریف رقم الحديث: ۳۲۷۲ ت: رمضان بن احمد بن علی ص: ۱۲۵۸ ج ۳

وقال عليه السلام :

ولا تخالفه في نفسها و مالها. (۱) الحديث

پس اس صورت سوال میں کہ والد کسی طرح محتاج خدمت نہیں، اور دختر کو خانہ زوج سے منع کرتا ہے، ظلم کرتا ہے، عورت کو واجب ہے کہ نہ مانے اور زوج کے گھر جاوے۔ باقی شرط کر لینا پادرکا، کہ دختر ہر روز میرے گھر رہے گی، یہ شرط خلاف مقتضائے عقد نکاح کے ہے، قال عليه السلام: كل شرط ليس في كتاب الله فهو باطل الحديث (۲) لہذا اس کا وفا کرنا زوج پر ضرور [ی] نہیں۔ فقط، واللہ اعلم۔
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

نقل جواب استفتاء از علمائے دیوبند

بعد غور کرنے عبارت سوال موجودہ سوال اول و دوم و سوم و پنجم و ششم کا ایک معلوم ہوتا ہے اور چہارم کا جدا، اس لئے دو جواب کافی ہیں۔ جب عورت کا باپ اس کو شوہر کے گھر جانے سے منع کرے، اس میں اطاعت ضروری نہیں ہے، اور نہ ایسی شرائط بروقت نکاح کچھ مؤثر ہیں۔

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ حقوق والدین بڑا سخت گناہ ہے، لیکن اس کے اندر یہ شرط ہے کہ خلاف شرع پر والدین کا اصرار نہ ہو، اس پر اطاعت کرنی ضرور نہیں ہے۔ پس عورت پر جو حقوق شرعاً شوہر کے ہیں، اس میں ماں باپ کی اطاعت ضرور نہیں ہے اور کچھ حقوق والدین ہیں، اس میں شوہر کی اطاعت ضروری نہیں۔ مثلاً شوہر یوں کہے کہ تو اپنے ماں باپ سے مت مل اور مت کلام کر، اس میں شوہر کی اگر نہ مانے درست ہے۔ اور اگر ماں باپ یوں کہیں کہ تو شوہر کے یہاں مت جا، اس میں ماں باپ کی نہ مانے تو درست ہے۔ کیونکہ اصل حق شوہر کا تو یہی ہے کہ اس کے گھر میں بلا حائل دیگر رہے۔ پس جہاں تک کہ خلاف شرع نہ ہو، وہ نیک اطاعت درست ہے، ورنہ وہ اطاعت درست نہیں ہے۔

(۲) عاق کرنے کا اثر بیٹا بیٹی پر کچھ نہیں ہے، یعنی وہ بیٹا بیٹی ہی رہتے ہیں، اور جائداد سے حصہ برابر پائیں گے، اور رسم عوام جہلاء ہے یا ہنود کی ہے، اور شرع شریف میں جیسے کہ دوسرے کی اولاد اپنی نہیں ہوتی ہے، جس کو متبہی کہتے ہیں، ایسے ہی اپنی اولاد سے رشتہ نہیں قطع ہوتا۔

صحیح بندہ محمود عفی عنہ

محمد منفع علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربی دیوبند

(۱) حوالہ نمبر ۳ پر گذر گیا ہے۔

(۲) البخاری. ولفظه كل شرط خالف كتاب الله فهو باطل. وفي رواية من اشترط شرطاً ليس في الكتاب فليس له. كتاب

الشروط، باب المكاتب ومالا يحل من الشروط، صفحة: ۳۸۱/۳۸۲. ج: ۱، باب: ۱، حديث: ۲۶۵۳، (مربع آباد: ۱۳۱۵ھ)

نیز ص: ۱۷۳ جلد سوم رقم الحديث: ۲۷۳۵ | الرياض: ۱۴۰۳ھ

نقل جواب استفتاء از علمائے دہلی

جواب سوال اول: واضح ہو کہ اولاد پر والدین کی اطاعت فرض نہیں ہے، اطاعت والدین کی فرض ہونے پر کوئی دلیل نہیں، نہ کوئی حدیث نہ کوئی آیت۔ ہاں اولاد پر احسان و سلوک والدین کے ساتھ البتہ فرض ہے اور اس بارے میں بہت سی آیتیں اور حدیثیں آئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ۚ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ

اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو (ترجمہ شہباز)

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَٰئِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ ۚ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۚ

اور جب ہم نے لیا اقرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک کرنا۔ (ترجمہ شہباز)

اور حدیث شریف میں آیا ہے: (قال اباحہ) اور دوسری حدیث میں آیا ہے:

رضا الرب فی رضا الوالد و سخط الرب فی سخط الوالد (۲) رواهما الترمذی۔

اور سوالان کے اور آیتیں اور حدیثیں آئی ہیں، جہاں سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے، کہ اولاد پر، احسان و سلوک و صلہ رحمی و رضا جوئی والدین کے ساتھ فرض ہے، نہ کہ اولاد پر اطاعت والدین فرض ہے، اور جس طرح احسان و سلوک فرض ہے، ایسے ہی والدین کو ستانا اور تکلیف دینا اور قطع رحمی حرام و اکبر الکبائر ہے، اور اسی کو شرع میں عقوق کہتے ہیں، اور جو عاق کرنا والدین کا اولاد کو مشہور ہے، اس کے کوئی معنی نہیں، کیونکہ عقوق تو فعل اولاد کا ہے، نہ والدین کا، تو والدین کا عاق کرنا کوئی چیز نہیں ہے، اور عقوق کے حرام ہونے اور اکبر الکبائر ہونے میں بہت حدیثیں آئی ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الا
أحدثکم باکبر الکبائر، قالوا بلی یا رسول
اللہ، قال الإشراک باللہ و عقوق الوالدین
الحديث. (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا ضرور فرمائیں، فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور والدین کی نافرمانی۔

(۱) الترمذی۔ ابواب البر والصلة باب ماجاء فی بر الوالدین صفحہ ۱۱، ج: ۲، کتب حاتمہ رشیدیہ دہلی بیروت ترمذی: ت: کمال یوسف الحوت کتاب البر والصلة، باب: فی بر الوالدین باب التحفة، رقم الحديث ۱۸۹۷، ص: ۲۷۳، ج: ۳

(۲) الترمذی۔ ابواب البر والصلة ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین، ص: ۱۴، ج: ۲، ت: کمال یوسف الحوت، کتاب البر والصلة، باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین باب التحفة، رقم الحديث ۱۸۹۹، ص: ۲۷۳، ج: ۳

(۳) الترمذی ابواب البر والصلة باب ماجاء من الفضل فی رضا الوالدین صفحہ ۱۲، جلد: ۲، حوالہ بالا، ت: کمال یوسف الحوت کتاب البر والصلة باب ماجاء فی عقوق الوالدین باب التحفة، رقم الحديث: ۱۹۰۱، ص: ۲۷۵، ج: ۳

پس اولاد پر احسان و سلوک فرض ہے خواہ ذکر ہوں خواہ اناٹ خواہ شوہر در ہوں، خواہ غیر شوہر در بلا تفاوت، اور ایسے عقوق بھی حرام ہے، اور البتہ زوجہ پر اطاعت زوج فرض ہے:

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لو كنت امرأ أحد أن يسجد لأحد، لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها، رواه الترمذی. (۱)

اور سو اس کے اور حدیثیں آئی ہیں کہ جن سے فرضیت ثابت ہوتی ہے، پس زوجہ پر اطاعت شوہر (فرض ہے؟) (۲) اور اطاعت باپ فرض نہیں، تو در صورت حکم کرنے دونوں کے، کسی امر کو تعمیل حکم شوہر مقدم اور ضروری ہے۔ فقط اور اسی جواب سوال اول سے جواب سوال دوم و سوم و چہارم و پنجم کا بخوبی ظاہر ہو گیا۔ فقط، واللہ اعلم بالصواب۔

جواب سوال ششم: جب قبل نکاح کے باپ نے یہ شرط کر لی تھی، کہ دختر ہمارے گھر میں رہے گی اور شوہر نے اس شرط کو قبول و منظور کر لیا، تو اب اس شرط کا ایفاء ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إن العهد كان مسؤولاً. (اسراء آیت: ۳۴) بیشک عہد کی پوچھ ہوگی۔ (ترجمہ شریف)

اور حدیث شریف میں آیا ہے: عن عقبه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أحق ما أوفيتن من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج. رواه البخاری (۳) اور یہی رائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: إن مقاطع الحقوق عند الشروط ولك ما اشترطت انتهى، واللہ اعلم بالصواب (۴)

حررہ محمد عبدالرحمن عفی عنہ [غالباً مولانا مبارک پوری؟]

سید محمد عبدالسلام عفی عنہ سید محمد ابوالحسن محمد یوسف تاطف حسین سید محمد نذیر حسین

نقل فتویٰ مولانا محمد حسین بٹالوی

الجواب جملہ سوالات میں جواب و تنقیح طلب ایک یہی امر ہے، کہ عورت کو شوہر کے پاس حاضر ہو جانا، جہاں وہ چاہتا ہے ضروری ہے، یا باپ کے حکم سے اس کے گھر میں رہنا، اور کسی کی حکم بدولی سے، وہ گناہ گار ہو سکتی ہے؟

- (۱) الترمذی: ابواب الرضاع، باب ما جاء في حق المزوج على المرأة، صفر ۲۱۹ جلد ۱، تیزت: محمد و عبد الباقی کتاب الرضاع، باب ما جاء في حق الزوج على المرأة، باب التحفة ۱۰، رقم الحديث: ۱۱۵۹، ص: ۳۶۵، ج: ۳
- (۲) ترمذی کی عبارت اصل میں موجود نہیں لیکن اس کی وضاحت کے بغیر بات مکمل اور ابھی ہوئی رہتی ہے اس لئے اس فقرہ کا اضافہ کیا گیا (نور)
- (۳) البخاری، کتاب النکاح، باب الشروط في النکاح، صفحہ ۷۷۳ جلد ۲، حدیث: ۳۹۵، مکتبۃ الإصلاح مراد آباد، ۱۴۱۵ھ / نیز بخاری شریف جلد ۳: ص: ۱۹، جزء ۷، رقم الحديث: ۵۱۵۱ (الریاض: ۱۳۰۳ھ)
- (۴) البخاری کتاب الشروط، باب الشروط في المهر عند عقد النکاح، صفحہ ۳۷۶ جلد ۱: باب ۶: حوالہ بالا، نیز بخاری شریف ص: ۱۶۶ جلد ۱: جز ۳: (الریاض: ۱۳۰۳ھ)

اس کا جواب یہ ہے کہ شوہر کے پاس حاضر ہو جانا ضروری ہے، نہ باپ کے حکم سے اُس کے گھر میں رہنا، اور شوہر ہی کی حکم عدویٰ سے وہ گناہگار ہوتی ہے، اس امر میں وہ باپ کی نافرمانی سے عاق نہیں ہوتی۔

اس پر دلیل جس میں شک و اختلاف کی گنجائش نہیں، یہ ہے کہ حاضر باشی میں باپ کی اطاعت مطلق فرض نہیں ہے، بلکہ اس شرط و قید کے ساتھ ہے کہ اس حاضر باشی میں خدا کا گناہ نہ ہو، جس پر دلیل یہ حدیث نبوی ہے: لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقِ فِي مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ۔ رواه محی السنۃ فی شرح السنۃ (۱)

اور اسی کی طرف آیت قرآنی مشعر ہے:

وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مُفْرَوًّا (ای علی

وجہ یعرف شرعاً و لا ینکر) (نساء، آیت ۵۹)

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

”بالوالدین احساناً“ یعنی پدر و مادر را احسان کردن عظیم کہ جامع انواع آں باشد، و آں سہ نوع است: (اول) آنکہ ترک ایذا قولاً و فعلاً۔ (دوم) خدمت ایصال بہدن و مال۔ (سوم) حاضر بودن در وقتیکہ استدعا حضور نمایند۔ اول نوع واجب مطلق است، لہذا در ترک آں عقوبت شیع لازم می آید، و نوع دوم مشروط است باحتیاج آنہا، و قدرت ایں کس۔ پس اگر آنہما محتاج نباشند، یا ایں کس قدرت ندارد، واجب نیست۔ و نوع سوم نیز مشروط است، بآنکہ در حضور مفسدہ شرعی تحقیق نگردد، و الا واجب نیست۔

و اگر والدین یکے از ایصال بفرماندہ کہ نوافل طاعات را بگذار، و پیش حاضر باش، امتثال ایصال نمودن مقدم است، و اگر فرمایند کہ واجبات را ترک کن یا برائے حج فرض، مرد قبول نکند، و اگر سنن مؤکدہ مثل جماعت و روزہ عرفہ را ترک بکنند، اصح است کہ اگر یک دو بار ترک بکنند اطاعت ایصال نہاید، و اگر معتاد بکنند بایں ترک حکم شان را قبول نکند۔“

یعنی ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا [ایسا احسان اور معاملہ] جو احسان کی تمام قسموں کا احاطہ کرتا ہو، اور اس [احسان] کی تین قسمیں ہیں، اول: ان کو کسی بات یا زبان سے تکلیف نہ پہنچانا۔ دوم: جان و مال سے ان کی خدمت کرنا۔ سوم: ان کے پاس حاضر ہونا، جب وہ آنے کی خواہش ظاہر کریں۔

(۱) شرح السنۃ للبعوی عن النواص بن سمعان۔ کتاب الامارۃ والقضاء باب الطاعة فی المعروف صفحہ ۴۴/ج: ۱۰۔ (المکتب الاسلامی بیروت الطبعۃ الاولی ۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء)

پہلی قسم مطلق واجب ہے، لہذا اس کے چھوڑنے [خلاف ورزی کرنے] میں نہایت نا فرمانی لازم آتی ہے۔ دوسری قسم کی شرط یہ ہے کہ ان کو ضرورت ہو اور یہ شخص اس کی طاقت و صلاحیت رکھتا ہو، پس اگر وہ محتاج نہ ہوں یا یہ شخص اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو یہ واجب نہیں ہے۔ تیسرے: بھی مشروط ہے اس سے، کہ ان کے پاس حاضر ہونے میں شرعی طور پر کوئی نقصان نہ ہو، ورنہ واجب نہیں۔

اگر والدین یا ان میں سے ایک، اس سے فرمائے کہ نفلی عبادتوں کو چھوڑ دو، اور ان کے سامنے حاضر ہو، ان کی بات ماننا مقدم ہے اور اگر فرمائیں کہ وہ اجابت کو ترک کر دو، یا حج فرض نہ کرو، مرد قبول نہ کرے اور اگر سنن مؤکدہ، جیسے جماعت، روزہ اور (وقوف) عرفہ کو ترک کرائیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ اگر، ایک دو بار ترک کرائیں، ان کی بات مان لیں اور اگر متواتر یہی کہیں تو ان کے حکم کو قبول نہ کرے۔ (ت: نور)

اور شوہر کی اطاعت حاضر باشی بغرض حاجت روائی شوہر مطلق فرض ہے، اس میں نہ اجازت والدین کی قید ہے اور نہ کوئی شرط نصوص صریحہ صحیحہ، اس اطلاق کی مثبت ہیں، از آں جملہ یہ حدیث:

اذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت فبات غضبان، لعنتها الملائكة حتى تصبح، (متفق علیہ) وفي رواية لهما قال: والذى نفسى بيده ما من رجل يدعو امرأته إلى فراشه فتأبى عليه، إلا كان الذى فى السماء ساخطا عليها حتى يرضى عنها مشكوة (ص ۲۷۲) (۱) وازال جملہ یہ حدیث اذا دعا الرجل زوجته لحاجته فلتانته و ان كانت على التنور رواه الترمذی (مشكوة ص ۲۷۳) (۲) وازال جملہ یہ حدیث ای النساء خیر قال: التى تسره إذا نظر و تطيعه إذا أمر و لا تخالفه فى نفسها و ماله بما يكره رواه النسائی (مشكوة ص ۲۷۵) (۳)

اور کسی حدیث صحیح یا ضعیف میں یہ قید دیکھی نہیں گئی، کہ عورت کا یہ فرض حاضر باشی بغرض حاجت روائی شوہر، اجازت باپ کی قید سے مقید ہے، باپ نے نکاح کر دیا تو ملک بضع کا مالک شوہر کو بنادیا، اس میں سرموئے اس کا تملک و اختیار باقی نہیں رہا۔ اور جب شوہر کی اطاعت حاضر باشی بلا قید فرض ہوئی اور اس حکم خاص میں اس کی نا فرمانی معصیت ٹھہری، تو اس

(۱) کتاب النکاح، باب عشرة النکاح الفصل الاول، ص: ۲۸۰، نیز مشکوة رقم الحديث: ۳۴۳۶: ت: رمضان بن احمد بن علی ص: ۱۲۴۸، ج: ۳، ت: رمضان بن احمد بن علی آل عوف ۱۳۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء.

(۲) کتاب النکاح، باب عشرة النکاح الفصل الثاني ص: ۲۸۱، حوالہ بالا، نیز مشکوة شریف رقم الحديث: ۳۴۵۷: ص: ۱۲۵۲، ج: ۳، ت: رمضان بن احمد بن علی.

(۳) مشکوة کتاب النکاح، باب عشرة النکاح الفصل الثالث ص: ۲۸۳، حوالہ بالا، نیز مشکوة رقم الحديث: ۳۴۷۲: ص: ۱۲۵۸، ج: ۳، ت: رمضان بن احمد بن علی مکتبة النوبة ۲۰۰۳ء.

سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس امر میں باپ کی اطاعت فرض نہیں ہے، بلکہ معصیت ہے۔ لہذا اس اطاعت کے ترک سے عورت باپ کی عاق نہیں ہو سکتی، شوہر کی اطاعت نہ کرنے سے خدا سے عاق و نافرمان و ملعون بنتی ہے۔

اس جواب میں جملہ سوالات کے جوابات ادا ہوئے، تاہم تسکین سائل کی نظر سے، ان سوالات کے جوابات دو حرفی علیحدہ علیحدہ دیئے جاتے ہیں، جن کے دلائل جوابات مذکور سے مستفاد ہو سکتے ہیں۔ جواب سوال اول فرق، جو جواب سوال دوم سے ظاہر ہوتا ہے۔

جواب سوال دوم: حاضر باشی میں اطاعت شوہر کی رضا سے مشروط ہو جاتی ہے۔ شوہر اجازت نہ دیوے تو ساقط۔

جواب سوال سوم: شوہر کی اطاعت حکم حاضر باشی، باپ کی اطاعت سے مقدم ہے۔

جواب سوال چہارم: عاق کرنا والدین کا فعل نہیں ہے اور جو مشہور ہے کہ باپ نے بیٹے کو عاق کر دیا، محض لغو اور

جاہلانہ بات ہے، عاق ہونا اولاد کا فعل ہے، یعنی امر حق میں والدین کی اطاعت نہ کرنا، اس میں بیٹا بیٹی دونوں برابر ہیں اور جس امر میں بیٹا بیٹی پر، اطاعت والدین فرض نہیں ہے (جیسے شوہر کے پاس نہ جانے کا حکم) اس میں نافرمانی سے، شرعاً عقوبت ثابت نہیں ہوتا۔

جواب سوال پنجم: عورت اپنے شوہر کی اطاعت کرے اور باپ کے حقوق سے نہ ڈرے، وہ اس حکم عدولی سے عاق نہیں ہو سکتی۔

جواب سوال ششم: عورت اپنے شوہر کے گھر میں رہے باپ کی اطاعت نہ کرے، گو شوہر کو لازم کہ وہ اپنی شرط کا ایفا کرے، اگر وہ ایفا نہ کرے گا تو وہ گنہگار ہوگا۔ عورت کو نہیں پہنچتا کہ وہ خاوند کی گنہگاری اور وعدہ خلافی کے بدلے، اس کی نافرمانی کرے اور اس کے گھر میں نہ جائے، ہاں! عورت نکاح کے وقت شوہر سے شرط کر چکی ہو، کہ میں اپنے باپ کے گھر رہوں گی، شوہر کے گھر نہ جاؤں گی۔ تو اب اس کو اختیار ہے کہ خاوند کے نہ جاوے، باپ کے گھر میں اس کی ضرورت پوری کرنے کو حاضر رہے، مگر یہ امر شافعی اور حنبلی مذہب کی رو سے جائز ہے، جو ایسی شرط کو جائز کہتے ہیں، جنہی مذہب میں یہ شرط لغو ہے، اس کا ایفا شوہر کے ذمہ لازم نہیں آتا۔ لہذا حنفی مذہب میں ایسی شرط پر ہی عورت شوہر کے گھر جانے سے انکار نہیں کر سکتی، اس کی تفصیل ہمارے رسالہ اشاعت السنۃ نمبر ۸ جلد ۱۰ وغیرہ میں ہے۔

نمقہ ابوسعید محمد حسین لاہوری۔ مؤلف اشاعت السنۃ

الطلاق

(۴۷۵) الفاظ کنایہ سے، نیت کئے بغیر طلاق کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین

اس مقدمہ میں: کہ ایک شخص نے اپنی عورت سے کہا، کہ ”جاتو اپنے میکے کو، تو ہمارے کام کی نہیں، اور ہمیں تجھ سے کچھ سروکار نہیں ہے“ اور عرصہ دو ماہ تک منہ سے نہ بولا، بعدہ باہر کو نکل گیا۔ عرصہ قریب آٹھ سال کے گزرتا ہے، اس شخص کی کچھ خبر نہیں، یعنی مفقود الخبر ہو گیا۔ اس صورت میں آیا اس عورت کو نکاح کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جرو!!

جواب: یہ دونوں کلمہ کنایہ طلاق کے لفظ ہیں، اور کنایہ میں جب تک طلاق کی نیت نہ ہو، طلاق واقع نہیں

ہو سکتی۔ پس چونکہ زوج بعد تکلم ان کلمات کے گم ہو گیا ہے، نیت پر اس کی اطلاع و شواہد ہے اور وقوع طلاق میں شک ہے، لہذا نکاح جو بالیقین ثابت ہے، شک سے مفتی رفع نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۱۳-۱۱۵)

(۴۷۶) طلاق میں الفاظ کنایہ کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ زید

نے اپنی زوجہ ہندہ کو یہ کہا، کہ تو میرے گھر سے نکل جا، میں تجھ کو نہیں رکھتا، بالکل القط کر دی، جہاں چاہے اور شوہر کر لے، مگر یہاں مت کرنا۔ ہندہ مذکورہ بارہ برس تک اسی جگہ رہ کر، دوسری جگہ چلی گئی، بعد اس کے جانے کے بکرو خالد نے زید کو فہمائش کی، کہ ہندہ کو تو لے آ، زید نے کہا کہ اس کو چھوڑ دی اور القط کر دی۔ ہندہ مذکورہ مطلقہ ہو گئی اور دوسرا نکاح کرنا اس کو جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جرو!!

جواب: اگرچہ الفاظ طلاق صریح کے نہیں، بلکہ کنایات طلاق ہیں، مگر ظاہر حال اور متبادر کلام سے طلاق ہی

[معلوم] ہوتا ہے، پس ایسی حالت میں اس عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۱۴۶-۱۴۷)

(۴۷۷) الفاظ کنایہ سے بغیر نیت کے، طلاق کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و

مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو مدت تک نان و نفقہ سے تنگ رکھا، جب وہ مجبور ہوئی اپنے باپ کے چلی آئی، اس شخص مذکور کو اکثر آدمیوں نے فہمائش کی کہ ایسا امر نہ چاہئے، تو اس شخص نے چند شرائط پیش کی اور یہ کہا، کہ اگر یہ منظور کرے تو میں لے جاتا ہوں، اور اس کے نان و نفقہ کا کفیل ہوتا ہوں۔ اگر منظور نہ کرے تو اس کی یہ

راہ، میری یہ راہ، نہ میں اس کا، اور نہ یہ میری۔ چنانچہ شرائط زوجہ نے منظور نہ کیں، اب اس باہمی گفتگو سے عورت نکاح سے خارج ہوگی، یا نہیں؟ اور اس عورت کا نکاح بعد عدت کے دوسرے شخص سے جائز ہے، یا نہیں؟ بیٹو اتو جروا۔

جواب: اگر یہ کلام کہ اس کا یہ راہ، میرا یہ راہ، نہ میں اس کا اور نہ یہ میری، شوہر نے طلاق کی نیت سے بولے ہیں، تو طلاق واقع ہوگی، کیونکہ اس نے شرائط نہ قبول کرنے پر یہ تعلیق کی تھی، پس بعد عدت دوسرے سے نکاح جائز ہے، اور جو زوج طلاق کی نیت سے انکار کرتا ہے، تو طلاق واقع نہیں ہوئی۔ فقط

(مکتوبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ)

(۲۷۸) طلاق دی یعنی چھوڑ دیا طلاق صریح ہے: طلاق کے باب میں، جس کے عرف میں چھوڑا بمعنی طلاق شائع و ذائع ہو گیا، تو البتہ صریح ہووے گا، ورنہ غلبہ معنی کا و قلیل الاستعمال معنی کو ترک نہیں کر سکتا اور کنایہ سے نہیں نکال سکتا۔ اعتدی کو ہی دیکھو کہ اعتدی کے معنی عدت کے کثیر الوقوع ہیں اور اعتداد نعمۃ اللہ ایک ضعیف معنی ہیں۔ فقط

(مکتوب بنام مولانا خلیل احمد انیسٹروی، قلمی مکتوب ۱۷)

(۲۷۹) طلاق صریح کس کو کہتے ہیں؟ مسئلہ: طلاق صریح اس کو کہتے ہیں کہ ایسے لفظ سے ایقاع کیا جاوے جو عرف میں سوائے طلاق کے دوسرے معنی پر مستعمل نہ ہووے۔ سو لفظ چھوڑا کا، ہمارے عرف میں ترک نکاح اور ترک خبر گیری نان و نفقہ دونوں پر استعمال کیا جاتا ہے، سو اس سے معلوم ہو کہ بائن ہو محتاج نیت پر، پھر اگر نیت طلاق ہووی تو طلاق بائن واقع ہووے۔

(مکتوب بنام خلیل احمد انیسٹروی ص ۳۱)

(۲۸۰) ڈھائی یا پونے تین طلاق کے الفاظ سے کونسی طلاق ہوتی ہے؟ سوال: طلاق اگر یوں کہا، کہ ڈھائی طلاق یا پونے تین طلاق، تو نکاح رہا یا نہیں، اور تین طلاق ہوئی یا دو؟

جواب: ڈھائی اور پونے تین پوری سے طلاق ہوتی ہے، مغلطہ طلاق ہوگئی اور ہمیشہ کو جدا ہوگئی۔

(بدست خاص، سوال ۶۱)

(۲۸۱) اگر دو طلاق، تین طلاق اور پچاس طلاق کہا، تو کتنی طلاقیں واقع ہوگی؟ سوال: اگر یوں کہا کہ دو طلاق، یا یوں کہا تین طلاق، یا پچاس طلاق، تو دو طلاق پڑی یا تین، یا ایک؟

جواب: دو میں دو طلاق، اور تین اور پچاس میں تین طلاق پڑیں گی۔

(بدست خاص سوال ۶۶)

مفتی الیٰ بنش اکیڈمی، کاندھلہ

(۲۶) سب سے پہلے اس کا نام لے کر پڑھو

سب سے پہلے اس کا نام لے کر پڑھو جو اس کا نام ہے اس میں سے جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔
اور یہ جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔

تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔
تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔

(۲۷) سب سے پہلے اس کا نام لے کر پڑھو
سب سے پہلے اس کا نام لے کر پڑھو

تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔
تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔

تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔
تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔

تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔
تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔

تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔
تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔

تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔
تو یہ بھی ہوگا جو کچھ بھی ہوگا وہ سب اس کا نام ہے۔

(۴۸۵) جس وجہ کی طلاق؟ مسئلہ طلاق میں روایت حنفیہ کی بندہ کی نظر میں اس وقت نہیں، مگر دفع ضرر

ضروری ہے، اگر یہ جس وجہ طلاق دلا دی، تو چونکہ زوج مبقر اور محض ہے، جائز معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

(مکتوب بنام مولانا خلیل احمد، مکتوب ۳۲)

(۴۸۶) طلاق سے بغیر گواہوں کے رجوع؟ سوال: اگر کسی شخص نے طلاق کے بعد رجوع

کہا، اور رجوع برگواہ نہ کئے، تو وہ رجوع ہونا صحیح ہوا، یا نہیں، اور وہ شخص گنہگار بھی ہوا، یا نہیں؟

جواب : رجوع قبل گزرنے عدت کے درست ہے، مگر بدون گواہ محل تہمت ہے اور سنت کو ترک کرنا ہے۔

(بدست خاص ص ۱۷۱)

فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴۸۷) حلالہ میں شرط لگانا اور دوسرے شوہر سے قربت کئے بغیر پہلے سے نکاح؟ سوال: اگر

زید اپنی عورت کا نکاح بکر سے کرادے اس شرط پر، کہ بعد چند روز کے طلاق دیدینا اور بکر منظور کر لے، تو زید بعد عدت بکر

کلیاح کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور یہ وعدہ شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ یا بکر قبل صحبت کے طلاق ویدے گا، تو زید کو حلال ہو جاوے گی،

یا بکر سے صحبت کرنے کے بعد درست ہوگی۔ مینو اتو جروا!

نواب: تین حیض عدت ہووے گی اور جو حاملہ ہو تو وضع حمل، [مدت عدت ہے، اس سے پہلے] یہ عورت

(مجموعہ کلاں ص ۱۴۱-۱۴۳)

حلال نہیں ہو سکتی۔ (۱)

(۴۸۸) ظہار کا کفارہ؟ از بندہ رشید احمد عفی عنہ لنگوی بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائندہ آپ کا خط آیا،

سبب کم فرصتی کے جواب میں دیر ہوئی۔

مسئلہ: جس نے اپنی عورت کو کہا، کہ اگر تجھ سے جماع کروں تو اپنی والدہ سے کروں، تو اس کلمہ سے طلاق

واقعہ نہیں ہوتی بلکہ یہ قسم ہوگئی، سو اگر اس نے جماع کر لیا تو کفارہ قسم کا دینا ہوگا، اور کفارہ قسم کا یہ ہے کہ دس آدمی فقیر کو

بڑھاپہ میں گندم پختہ دیوے، کہ مجموعہ پندرہ سیر ہوتے ہیں، یا دس آدمی فقیر کو صبح و شام دس روز تک شکم سیر کھلاوے، مگر جن

لوخ کو کھلا دے، شام کو اینٹیں کو کھلا دے۔ خواہ ڈیڑھ ڈیڑھ سیر گندم کی قیمت دیدے، بہر حال اس کو کفارہ قسم کا دینا ہوگا، اور

یڑھ سیر پختہ بوزن سہارنپور ہوتے ہیں، شاید انبالہ کا وزن کم ہو، فقط۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۱۱)

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۱) یہ مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا کیونکہ یہ جواب سوال سے غیر متعلق معلوم ہوتا ہے۔ (نور)

مفقود شوہر کا حکم

(۳۸۹) جس کا شوہر گم ہو اس کے نکاح کا مذہب امام مالک پر فتویٰ؟ سوال: زید عرصہ

سال سے مفقود واپس ہے، اس کی موت و حیات کی کچھ خبر نہیں ملتی ہے حتیٰ التوابع تلاش کی گئی مگر یہ نہیں ملتا، ہندوستان کی نو جوان ہے، زمانہ کی حالت چارہ کہہ کر اس کے والد صاحب اور بہنوئی صاحب کا کہنا ہے کہ اس کا عقد چلی کسی دوسرے شخص تک بخت کے ساتھ کر دیا ہو، اور فتاویٰ رشیدیہ میں شاید یہ لکھا ہے کہ امام مالک صاحب یا امام شافعی صاحب کے یہاں یہ درست ہے کہ اس قدر مدت کے بعد اس کا عقد کر دیا جائے۔ اور ضرر و ماحضیٰ المذہب بھی اس مسئلہ پر عمل کر سکتے ہیں، لیکن تصدیق ہے کہ حضور اللہ کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے؟ اس کے موافق اس کا عمل دیا گیا ہو۔

(۳۹۰) جس کا شوہر گم ہو گیا ہو اس کے لئے چار سال بعد نکاح کی اجازت؟ ۱۰ حضرت مولانا

اعتراف علی قہانوی نے لکھا ہے کہ یہ فتویٰ اور تحریر مجھے قاضی عہد الحق (عالم باہر و قاضی) سے ملی ہے اور میں حضرت مولانا انگلوہی کی تحریر پہچانتا ہوں۔

”کہ از قاضی عہد الحق حاصل شدہ احقر (یعنی حضرت مولانا قہانوی) کا مولانا جہانگیر“

جس وقت سے کہ خبر زوج کی گم ہے کہ بعد تحقیق اس کا کہیں نہیں ملتا، اس وقت سے کالم چار سال کر کے حاکم مسلمان تفریق کر دے، بعد تفریق کے دس روز اور چار ماہ و دو عورت حدت کرے، اور پھر نکاح دوسرے سے کر دیا جائے، یہ مذہب امام مالک کا ہے، اس پر فتویٰ اس وقت میں دیا جاتا ہے۔ والد قہانوی اعظم کتب احقر رشید احمد علی عوہر (امداد اللہ کی مرید مجاہد مت مولانا اعتراف علی قہانوی ص ۳۷-۳۸ ج ۱)

مرتبہ: مفتی محمد رفیع (شیخ الادب شریف اعظم دہلی)

(۳۹۱) کیا مفقود واپس شوہر کی زوجہ کا نکاح اعلان کر کر کے کرنے کی اجازت ہے؟ سوال: کیا

فرماتے ہیں علمائے دین: نکاح مفقود واپس شوہر میں جائز ہے، یا نہیں؟ اور جو شخص نکاح مذکور کو جائز ٹھکے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر عورت مذکور و سیرت کر سکے اور مستعد نہ ہو، اس صورت میں شرع شریک سے کیا حکم ہے، نکاح کی اجازت ہے یا نہیں؟ بیویات مع سند کتاب حدیث و فقہ تفصیل مذہب تحریر فرمائی۔ خدا تو جود!

جواب: مسئلہ نکاح مفقود میں خلاف علماء کا ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ جب تک اس کے ہم عمر فوت نہ

ہو جائیں، نکاح اس کی زوجہ کا درست نہیں فرماتے اور امام شافعی صاحب اور امام مالک صاحب بعد چار سال کے اور حدت کے

تمام کے [بعد] جائز فرماتے ہیں، پس جس شخص نے بوجہ ضرورت کے کہ وقوع زنا کا خدشہ ہے، بمذہب شافعی صاحب فتویٰ دیا ہے، اس کو برا کہنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی، نہیں چاہئے (۱)

مسائل مختلفہ ائمہ میں تشدد کرنا مناسب نہیں، خصوصاً ایسی ضرورت میں۔ البتہ اگر نفسانیت اور خواہش نفسانی کی قید امر بیجا میں اور خلاف میں پڑے وہ برا کام ہے۔ الحاصل اذن مفقود کا نکاح ایک مذہب ہے، اس کے عمل درآمد پر بوجہ ضرورت نزاع اور طعن نہیں چاہئے، اگرچہ غوغا عمل اپنے مذہب پر کرتا رہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ المراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی غنی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۸)

مسئلہ: مفقود کی عورت نے اگر بھتیجی کسی عالم کے نکاح کیا، تو جب اس کا خاوند رجوع کرے گا، تو زوج اول کو وہ عورت ملے گی، ثانی زوج سے لی جاوے گی، البتہ اگر حاکم نے تفریق وعدت کرا کے نکاح کرایا ہو، تو اب اول کو نہ ملے گی، کہ تطلق حاکم سے افتراق ہو گیا ہے۔ حنفیہ نے موت اقران کو عدت شمار کیا ہے اس کی شرح میں اپنے اپنے زمانہ کے موافق، عمر اقران کو لکھ دیا ہے، کبھی نوے کبھی ستر کبھی کچھ اور شوافع نے چار سال ٹھہرائے ہیں، اگر حنفی بضرورت شافعی کے مذہب پر عمل کر لیوے، تو عجب نہیں، درست ہے۔

(۳۹۲) مفقود کی بیوی نے اگر نکاح کر لیا، پھر شوہر اول واپس آ گیا تو بیوی کس کو ملے گی؟

(۳۹۳) جس شخص کے متعلق یہ شبہ ہو جائے کہ وہ مر گیا، لیکن سوال: جو شخص مر جاوے اور پھر بعد کچھ دیر کے زندہ ہو جاوے، تو اس کی زوجہ سے اس کا نکاح رہا، یا پھر ٹھیک ہو جائے، تو اس کا نکاح اور ملکیت قائم رہتی ہے:

نہیں؟ اسی طرح اور چیزیں جو اس کی ملک تھی، ان کا کیا حال ہے؟

جواب: مر کر کوئی زندہ نہیں ہو سکتا، یہ امر محال ہے، بلکہ سکتے یا غشی ایسی ہو جاتی ہے کہ حیات بالکل معلوم نہیں ہوتی، لہذا نکاح بھی باقی ہے اور ملک بھی قائم ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی غنی عنہ

(بدست خاص ص ۲۰)

(۱) یعنی اس کو برا کہنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی، غلط ہے۔

مہر

(۴۹۴) مہر مؤجل کی صورت میں، عورت کا شوہر کو خود سے روک دینا؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک عورت کا دین مہر سارا مؤجل قرار پایا ہے، اس صورت میں وہ عورت بغیر انفریق کلی، خاوند پر ناش طلب مہر کی کر سکتی ہے، یا نہیں، اور اپنے نفس کو شوہر سے روک سکتی ہے، یا نہیں؟ بینا تو جروا۔

جواب: ہر گاہ کہ تمام مہر مؤجل ٹھہر چکا ہے، ہمارے ملک میں باوجود مہر مؤجل ہونے کے، دخول و خلوت کا ہونا مقرر ہوتا ہے، لہذا گویا دخول و تفویض کرنا عورت کا اپنے نفس کو شرط ہو گیا: لأن المعروف كالمشروط، پس اس عورت کو جس اپنے نفس کا مصاحبت سے اور مطالبہ مہر، قبل حلول اجل معروفہ یا مقررہ کے، ہرگز درست نہیں ہے۔ قال فی رد المحتار:

هذا كله إذا لم يشرط الدخول قبل حلول الأجل، فلو شرطه ورضيت به ليس بها الامتناع اتفاقاً. انتهى (۱)

الحاصل اس صورت میں عورت کا مطالبہ مہر کرنا اور اپنے نفس کو روکنا، ہرگز شرعاً درست نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(مجموعہ کاں ص ۱۲۲)

(۴۹۵) مہر معلوم نہ ہونے کی صورت میں کس طرح ترتیب ہوگی؟ سوال: عورت متوفی و عورت موجودہ کے، مہر نہ معلوم ہونے کی صورت میں، کیا حکم ہے؟

الجواب: عورتوں کا مہر اگر معلوم نہ ہو تو مہر مثل متعارف پر فیصلہ ہووے گا، کہ عرف میں ہر قوم کا ایک مہر مقرر ہے کہ اس میں کم زیادہ نہیں کیا جاتا: المعروف كالمشروط. فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
(مجموعہ رام پور ص ۲)

(۴۹۶) اگر بیوی نے تنہائی میں مہر معاف کر دیا تو؟ سوال: جب زید کا نکاح ہوا تھا تو مہر پانچ سو روپیہ کا مقرر ہوا تھا، مگر زید کی حیثیت اس قدر ادا کرنے مہر کی نہیں تھی، زید نے تنہائی میں عورت سے کہا کہ ادا کرنے مہر کا مجھ میں مقدور نہیں، معاف کر دے، منکوحہ زید نے کہا، کہ معاف کیا۔ پھر ایک عرصہ بعد دو عورتوں اور دو مردوں کے سامنے کہا

(۱) رد المحتار (فی البحر عن الفتح و هذا كله) باب مطلب فی منع الزوجة نفسها لقبض لمهر نیز نہ پندرہ ص ۲۵۹ ج ۳ (مطبوعہ تنہائی دہلی)

(۲۸۸ھ) نیز شاہ ج ۳ ص ۱۴۵، ۱۴۸ھ، ۱۹۶۶ھ، (مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ) نیز شاہ ج ۲ ص ۳۸۹، ۳۹۰ (کتبہ ماچہ یہ کوئٹہ ۱۳۹۹ھ) (نور)

کہ مہر معاف کر دے، اس نے کہا کہ معاف کیا، جب منکوحہ نے معاف کرنے کو کہا، تو نکاح کو تین چار برس گزر چکے تھے،
زید مہر سے بری ہو گیا، یا نہیں؟

جواب: مہر اس صورت میں معاف ہو گیا، اگرچہ زید کے کہنے سے معاف کیا تھا۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۰-۱۲۱)

(۳۹۷) نکاح کے وقت بیوی کو دیا گیا زیور، مہر میں شامل نہیں؟ سوال: اور جو زیور عند

النکاح زوجہ کو دیتے ہیں، وہ مہر میں داخل ہے، یا احساناً دہیہ دیتے ہیں، اگر مہر میں داخل نہیں اور بطور احسان اور ہبہ ہے، تو
زوجہ مالک ہوتی ہے، یا نہ؟ اور زوج کو لوٹانے کا اختیار ہے، یا نہ؟ بیٹو! تو جروا۔

الجواب: اور مہر وہ ہے جو وقت نکاح کے مقرر ہوتا ہے، اگر اس زیور کو مہر میں تصریح کر کے دیوے، تو مہر

میں بحر اہو ہے گا، ورنہ حسب عرف اپنے زیور کے، یہ زیور خارج مہر سے ہو کر، یا ملک زوج کی اور عاریت ٹھہرے گا،
اگر ایسا عرف وہاں کا ہے: المعروف كما المشروط كذا في كتب الفقه. واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۷۵-۱۷۶)

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۳۹۸) جو زیور بیوی کی ملکیت نہیں کیا تھا، وہ شوہر کا ہے؟ سوال: زید نے اپنے باپ کی

مرضی سے اپنی عورت کو دو سو روپیہ کا زیور بنا دیا تھا، مگر ملک عورت نہیں کیا تھا، ہاں بنوایا اس کے نام سے اور زید اپنے باپ
کے شامل رہتا تھا، علیحدہ نہیں ہوا تھا، اور زیور زید اور اس کے باپ کی کمائی سے تیار ہوا تھا، پس اس زیور میں کچھ عورت کو حصہ

پہنچے گا، یا نہیں۔ زیور شادی زید کے تین چار برس بعد تیار ہوا؟

جواب: زیور اگرچہ عورت کے پہننے کو بنایا مگر چونکہ ملک عورت کی نہ کیا تھا، تو زیور واپس زید کو ملے گا،

البتہ زید پر فقہ عدت کا دینا ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۰-۱۲۱)

کتبہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۳۹۹) مہر کی ادائیگی، ترکہ کی تقسیم سے مقدم ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، اس

صورت میں: کہ محمد جعفر فوت ہوئے مسماۃ نادری بیگم زوجہ، و مسماۃ زینب دختر، و مسماۃ ستارہ بیگم والدہ، ہمایان حاجی بیگم و فضل
النساء، و حیدری بیگم، بشیر گان زندہ چھوڑیں، نادری بیگم زوجہ خواستگار دین مہر ہے، اور بقیہ دیگر وراثہ خواستگار حقوق شرعیہ بروئے

وراثت شرعی کے ہیں، باور ماسوا ان وارثوں کے دو برابر عام زاد بھی چھوڑے، پس ادائے دین مہر مقدم ہے، یا توریث، اور مدعیہ مہر
نے مہر اپنا نہیں بخشا۔ بیٹو! تو جروا!

جواب: اول دین مہر تمام وکمال ادا کیا جاوے گا، اگر بعد ادائے مہر کے کچھ باقی رہے، اس وقت فراغت جاری ہوویں، چونکہ ترکہ مہر سے بہت قلیل ہے، لہذا توریت و رش باطل ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الامامی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(مجموعہ نکاح ص ۱۱۸)

(۵۰۰) اگر وارثوں میں متوفیہ کے مہر کی مقدار میں اختلاف ہو؟ سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین متین: کثرہم اللہ تعالیٰ الی یوم الدین۔ اس مسئلہ میں کہ ہندہ منکوحہ زید کی، بقضائے الہی مرگئی، عمر و وارث متوفیہ نے زید سے مہر طلب کیا، بمقدار مہر میں باہم عمرو اور خالد کے خلاف ہے۔ عمرو مہر مثل قبیلہ پدر متوفیہ و مہر مرجعہ قوم طلب کرتا ہے کہ خالد قبول نہیں کرتا، وہ ایسی مقدار ظاہر کرتا ہے کہ نہ مطابق مہر مثل کے ہے اور نہ موافق مہر مرجعہ قوم کے، پس تصفیہ اس کا شرعاً کیونکر ہو؟ کتب فقہ میں جو لفظ خاندان یا قوم واقع ہوا ہے، اس سے کیا مراد ہے اور ہر مثل میں باعتبار مماثلت ہوں کون عورتیں داخل ہیں؟

اور یہ امر بھی استفسار طلب ہے کہ مہر دختران ہم قوم اور ہم عمر اور عرف کا بھی شرعاً اعتبار ہے، یا نہیں، اور ترتیب معاملہ مہر کس طرح پر ہوگی، اور یہ بھی ہے کہ ہمارے قصبات میں مہر شرفاء اور قوم آزادان کا معین ہے، یہاں پر دختران قوم میں حسن و جمال اور عقل و مال اور بکارت و شہادت وغیرہ کا کوئی اعتبار و تفرقہ نہیں، جو مہر باکرہ کا ہوتا ہے وہی شہید کا۔ پس کتب فقہ میں جو فرق و تفاوت لکھا ہے، آیا وہ موافق تقاضائے اسی وقت کے تھا، یا دوام کے لئے تا یوم القیامہ! اور جو یہ صورت ہے تو ہمارے قصبات کے عرف میں جو مہر یکساں اور مساوی ہوتے ہیں، اس کا کیا نتیجہ، جواب اس کا مرحمت ہو۔ بیوقوف چرا! فقط

جواب: ایسی حالت میں مہر مثل پر فیصلہ ہوگا، مگر ہاں جو زوج گواہان عادل سے ثابت کر دیوے کہ مہر مثل نہ تھا، بلکہ حسب دعویٰ زوج کے تھا،..... اور مہر مثل وہی ہوتا ہے، جو عرف و قوم میں شائع ذائع ہو۔ ہمارے دیار میں شرفاء کا اور اراذل کا مہر معین ہے، علی التفرقہ۔ حسن..... بکار و شہادت و عمر و غیرہ امور کے سب کا مہر یکساں ہوتا ہے۔

تحریرات کتب فقہ کی ان کے عرف کے موافق ہیں، نہ ہمارے عرف کے، پس اس صورت میں اگر زوج گواہان عدول سے اپنا دعویٰ ثابت کر دیوے، تو بہتر، و رشہ مہر مثل قوم کا دینا ہووے گا۔ لہذا فی کتب الفقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ [مہر، حضرت مولانا] (فتاویٰ قلم حضرت مولانا جود، ردۃ ضمیرہ نور)

(۵۰۱) بیوی کا اپنے شوہر کے مال پر مہر کے عوض قبضہ کرنا کیسا ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین اس باب میں: کہ ہمارے ملک میں جو یہ رواج ہے کہ عورت بعد مرنے اپنے شوہر کے، اس کی متروکہ پر بدین مہر قابض اور مالک سمجھی جاتی ہے، اور دین مہر ایک قرض ہے عورت کا بذمہ مرد کے، اور کوئی داکن جزویاً کل جائیداد بیویوں پر

مالکانہ طور سے بلا استحصال حق ملکیت، مجرد دعویٰ دین کی وجہ سے مالک اور قابض نہیں ہو سکتا۔

پس اگر وہ عورت متروکہ شوہر کے قبضہ کر لینے سے حقیقتاً اور شرعاً مالک ہو سکتی ہے، تو مثلاً جائیداد متروکہ شوہری ہزار یا آٹھ سو روپیہ کی ہے اور دین مہر دو ہزار روپیہ کا تو ایسی کم قیمت جائیداد پر، اس عورت کے قابض ہو جانے سے، تمامی دین مہر و گئی شوہر [سے] ادا ہو جاتا ہے، یا نہیں۔ اور شرع میں وارثان شوہر کے لئے، ادا دئے دین مہر کی بابت کوئی میعاد مقرر ہے، یا نہیں؟ مثلاً، کوئی عورت بعد مہر نے اپنے شوہر کے بیس برس تک، ایسی جائیداد متروکہ شوہری پر قابض رہی، کہ جس کی آمدنی پچاس روپیہ یا سو روپیہ، سالانہ اس کو وصول ہوئے، اور اس قدر مدت کے بعد وارثان شوہر دین مہر اس کا جو ہوا ادا کرنا اور جائیداد مقبوضہ کا واپس لینا چاہیں، تو ان ورثاء کو ادا دین مہر مذکور کا مجاز اور اس عورت کو عند الشرع لے لینے زر مہر اور واپس کر دینے جائیداد مقبوضہ کا، استحقاق حاصل ہے، یا نہیں؟ اور بعد اس قدر مدت کے اگر عورت منکوحہ مستحق لینے دین مہر کی، وارثان شوہر سے ہو سکتی ہے، تو مدت قبضہ جائیداد کی آمدنی زر مہر میں مجر اور محسوب ہو سکتی ہے، یا نہیں؟ اگر وہ آمدنی لائق مجراء دین مہر کے نہیں ہے، تو وہ محاصل جائیداد شوہری بعد وصول ہو جانے کل زر مہر کے، کس حق میں محسوب اور شمار ہوگی؟

جواب: اگر عورت ترکہ شوہر پر بوجہ اپنے دین مہر کے قبضہ کرے، نیت معاوضہ اور ملک سے، تو بقوتی متاخرین مالک ہو جاتی ہے، اگر اس کی نیت یہ ہے کہ بعض کل دین مہر کے اس کو لیتی ہوں، تو تمام مہر ادا ہو گیا، اب اس کا کچھ دعویٰ زوج پر ثابت مہر کا نہیں رہا۔

اور جو یہ نیت ہے کہ قدر قیمت مثل کے، جو اس نے کوئی قدر معین کر دی ہے، اس میں لیتی ہوں، تو باقی مہر جو زائد قدر قیمت مثل سے ہے، ذمہ زوج کے باقی رہتا ہے، پس بعد اس کے کہ اس نے اپنے مہر میں اس ترکہ کو لیا، خواہ تمام مہر میں یا بعض میں، تو بعد اس کے ورنہ زوج اگر مہر ادا کر کے ترکہ کو واپس لے لیویں، تو عورت پر جبر نہیں ہو سکتا۔ البتہ اگر عورت برضا خود دیدیوے، مختار ہے، کہ عورت اس کو یا بیع کرتی ہے یا اقالہ بیع سابق کا کرتی ہے، تو اس صورت میں آمدنی جو عورت نے اس ترکہ سے حاصل کی ہے، مجر انہیں ہو سکتی، کہ وہ محصول اپنی ملک کا اس نے حاصل کیا ہے۔ کذا یفہم من کتب الفقہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ نکاح ص ۲۲۲-۲۲۳)

حرمِ مصاہرت

(۵۰۲) مس سے حرمتِ مصاہرت کب ثابت ہوتی ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

زید نے اپنی عورت کو ایک عرصہ کے واسطے اپنی والدہ کے پاس بھیج دیا تھا، جس جگہ اس کا باپ نوکر تھا اور خود اپنے مکان پر، ہر عرصہ دو ماہ بعد زید کی خوشدامن بیوہ، اس گاؤں میں کہ زید اپنے مکان میں علیحدہ رہتا تھا، آئی اور رہی ایک روز بارود بڈ، زید اپنے پٹنگ سے اٹھ کر، جس پٹنگ پر خوشدامن سوری تھی آلیٹا، اور دونوں رضائی میں باتیں کرتے رہے، تھوڑی دیر بعد زید نے اس کے شکم و سینہ پر ہاتھ پھیرا اور کس کر آغوش میں پکڑا، لیکن اس وقت دونوں اپنے اپنے کپڑے پہنے ہوئے تھے، یعنی برہنہ نہیں ہوئے تھے، اور نہ بوسہ لیا، صرف حرکاتِ مندرجہ بالا صادر ہوئیں، اس وقت میں زید کو خوفِ خدا آیا، کہ کم بخت کیا کرتا ہے، اس کا مرتبہ بجائے ماں کے ہے، یہ تصور کر کے اس کے پٹنگ سے علیحدہ ہوا اور باہر کو چلا گیا اور صبح کو اپنی خوشدامن کو رخصت کر دیا، یا کہ ایک دور و ز بعد، لیکن اس سے کچھ گفتگو نہ کی۔

اس بات کو عرصہ پانچ سال کا ہو گیا، یا کچھ کم، یا زیادہ ہوا ہوگا، اس عرصہ کے بعد آج بروز بدھ و فروری ۱۸۸۷ء (جمادی الاول ۱۳۰۴ھ) کو زید نے نصیمہ ”مراۃ النساء“ میں صفحہ ۹ پر لکھا دیکھا، کہ جو شخص اپنی خوشدامن کو ازراہ شہوت کے ہاتھ لگا دے گا، تو عورت اس کی اس پر حرام ہو جاوے گی، جب زید نے یہ حرکات کی تھیں، اس کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا، بعد پانچ برس کے آج جو یہ مسئلہ دیکھا، تو وہ فعلِ بد اپنا زید کو یاد آیا، اس واسطے یہ بات من و عن لکھ کر، دریافت کرتا ہے، کہ عورت منکوحہ زید کی، زید پر حلال رہی یا کہ نہیں، یا کہ بوجہ ناواقفیت کے زید کو کفارہ دینا آوے گا۔ مع دلائل فتویٰ تحریر فرمادیں۔

اگر عورت منکوحہ زید کی قابلِ زید کے نہ رہی، تو عورت پر عدت کے ایام کب واجب ہوں گے، زید سے ایک دختر تین سالہ اور فرزند گیارہ ماہ کا ہے، اگر عورت زید لائقِ زید نہ رہی، بنگم شرع شریف یہ دختر و فرزند کس کو ملیں گے، زید کو یا عورت کو؟

جواب: سینہ و شکم پر اگر شہوت سے ہاتھ پھیرا تھا اور پیٹ پر کچھ پکڑا نہ تھا، یا کپڑا بار یک تھا کہ گرمی شکم کی ہاتھ محسوس ہوتی تھی اور ایسا ہی آغوش میں دبا نے میں، گرمی بدن کی بدن لوگی، تو حرمت ثابت ہوگی، اور منکوحہ حرام ہوگی، اور جو گرمی بدن کی محسوس نہیں ہوئی، یا شہوت سے یہ کام نہیں کیا، تو کچھ حرج نہیں ہوا۔ بہر حال شہوت اگر بدونِ حائل یا بار یک حائل سے مس ہوا، تو منکوحہ حرام ہوئی، خواہ ناواقفیت سے ہو، یا کسی طرح۔

اب جس وقت سے عزم عدم قربت کا کرے گا، اس وقت سے عدت تین حیض کی ہو کر افتراق ہوگا، اور کفارہ سے کچھ نہیں ہو سکتا، اور دختر اور پسر عورت کی پرورش میں رہیں گے اگر عورت چاہے، بشرطیکہ کسی نامحرم دختر سے نکاح نہ کرے اور یہ خرچ اولاد کا زید و دینار ہے گا، جب تک ساڑھے سات برس کے ہو جائیں، بعد اس کے زید لے سکتا ہے۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۱۹-۱۲۱)

کتبہ رشید احمد گنگوہی غفری عنہ

(۵۰۳) اپنی دختر کو صرف ہاتھ لگ جانے سے، حرمت مصاہرت کی تحقیق؟ سوال: لکھا

ہے کہ اگر مرد و حالت شہوت میں ہو اور لڑکی کے ہاتھ لگ جاوے تو بیوی ہمیشہ کو حرام ہو جاوے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ آیا نفوذ بالہ مرد و انستہ قصد لڑکی کو ہاتھ لگا دے تب بیوی حرام ہوتی ہے، یا کہ ارادہ بیوی کا کرتا ہے اور لڑکی پاس پڑی ہے اور اندھیرے میں لڑکی کے بلا ارادہ ہاتھ لگ جاوے، یا یوں سمجھ کر کہ یہ بیوی ہے، اندھیرے میں ارادہ سے ہاتھ لگا دے اور جب معلوم کرے کہ لڑکی ہے، ہاتھ اٹھا لیوے تب بھی بیوی حرام ہوتی ہے۔ مفصل تحریر فرمائیں۔

الجواب: اگر لڑکی مشتبہ ہے اور ہاتھ لگ گیا قصد آیا سہو یا نہطاً، اور ہاتھ لگنے سے شہوت پیدا ہوئی، یا غلبہ

شہوت کا ہو جاوے، تو حنفیہ کے نزدیک والدہ اس کی ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے۔ (۱)

(بدست خاص بشوال ۱۲۴)

رشید احمد گنگوہی غفری عنہ

(۵۰۴) کم سنی میں بچی کو شوہر نہیں لے سکتا اور نفقہ بھی اس کے ذمہ نہیں ہے: مسئلہ: تا ایام

حضانہ صغیرہ کو زوج نہیں لے سکتا اور نفقہ بھی زوج کے ذمہ نہیں آتا، (۲) جو آپ سمجھے درست ہے، ہاں مرہقہ کو لے سکتا ہے کیوں کہ ایام مرہقہ حضانہ سے خارج ہو جاتے ہیں، علی الصحیح۔ اس لئے کہ بسبب فتنہ کے اب تا حیض حضانہ نہیں ہونی چاہئے، بلکہ مشتبہ ہوئے تک۔ فقط

رشید احمد

(مکتوب بنام مولانا غلیل احمد انہوہی، مکتوب ۳۹)

(۱) یعنی ہاتھ لگنے وقت شہوت یا غلبہ شہوت ہو، اس لئے کہ جس کے بعد شہوت کا پایا جائے حرمت مصاہرت کو ثابت نہیں کرتا۔ فہی الدر المختار والعبارة للشہوة عند المس والنظر لاعتدالهما، الدر المختار (۱/۱۸۸) (کس تہائی ۱۳۲۲ھ)

[نور]

وقال العلامة الشافعی: قال فی الفتح وقوله بشهوة فی موضع الحال فلیبد الشراط الشهوة حال المس، فلو مس بغیر شهوة، ثم استثنی عن ذالک المس لا تحرم علیہ، رد المحتار (۲/۲۸۰) (تہائی ربی ۱۲۸۸ھ) (کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ص ۳۰۳) (جد ۳، کتبہ ماجدہ کوئٹہ پاکستان ۱۳۹۹ھ) (رد المحتار کتاب النکاح، ج ۳، باب مذکور دار الفکر بیروت ۱۴۸۶ھ) [نور]

(۲) یعنی مختلف بیوی کا نفقہ بائیں کو کہ وہ صغیر کی پرورش کر رہی ہے شوہر کے ذمہ نہیں، البتہ جب تک وہ دودھ پالے مردہ ہوئے کی وجہ سے، اس کا نفقہ بچے کے باپ پر واجب ہے۔ (پان پوری)

رضاعت

(۵۰۵) حرمت رضاعت، صرف دودھ پلانے سے ثابت ہوتی ہے: سوال: کیا فرماتے

ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ زید جس روز پیدا ہوا ہندہ نے اسی روز، گود میں لے کر اپنی چھاتی منہ میں دیدی، اور ہندہ اس روز شیر دار نہ تھی۔ بلکہ اس کو وضع (حمل) کئے ہوئے چار برس گزرے تھے اور یہ ہی بیان ہندہ کا ہے، اور یہی بیان دوسری دودھ مرصعہ اور ہیں وہ بھی بیان کرتی ہیں، اور بعد گزرنے عرصہ دس سال ہندہ کی لڑکی پیدا ہوئی، اس کے ساتھ اس نے سعیدہ کو دودھ پلایا، پس اب سعیدہ اور زید میں اخوت رضاعی ثابت ہوئی، یا نہیں؟ اور نکاح جائز ہے، یا نہیں؟ مینو اتو جرو!

جواب: حرمت رضاعیہ شیر لینے سے ثابت ہوتی ہے، فقط پستان منہ میں لینے سے ثابت نہیں ہوتی۔ پس جس صورت میں کہ ہندہ کے دودھ نہیں، تو زید کی حرمت رضاعیہ ثابت نہیں ہوگی، اور نکاح زید کا سعیدہ سے شرعاً جائز ہووے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۱۲)

(۵۰۶) ثبوت حرمت رضاعت کی ایک صورت: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس

مسئلہ میں: کہ مسماۃ رحیمہ کے دو لڑکیاں مسماۃ کریما و فہیمہ، کریما کے ایک لڑکا سمی خالد [تھا] پانچ، چھ مہینہ اس کو دودھ پلا کر بقضاء الہی انتقال کیا، مسماۃ رحیمہ، خالد کی نانی سے اس وقت کوئی لڑکا شیر خوار اس کی گود میں نہ تھا، اور دودھ اس کا بالکل تودس برس سے خشک ہو گیا تھا، ہر گاہ کہ خالد کو دودھ پلانا شروع کیا، خدا کی قدرت سے دودھ اس کے اُتر آیا، اچھی طرح سے دوبرس تک پلایا، اور مسماۃ رحیمہ خالد کی نانی یہ چاہتی ہے، کہ نکاح خالد کا فہیمہ کی لڑکی کے ساتھ کر دوں۔ پس از روئے شرع شریف کے نکاح خالد کا، فہیمہ کی لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ مینو اتو جرو!

جواب: نکاح خالد اولاد فہیمہ سے ہرگز نہیں ہو سکتا، کیونکہ خالد بھائی رضاعی فہیمہ کا ہو گیا، تو سب اولاد فہیمہ کی اولاد اخت خالد کی ہوئی اور نسب رضاعی حرام ہے۔ کذا فی عامۃ کتب الفقہ

اور شیر میں کوئی قید ولادت کی نہیں، جس طرح شیر عورت کے نازل ہو جائے گا، اس پر مدار حرمت کا ہووے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد گنگوہی (مہر)

الجواب و الی اللہ۔ حررہ محمد رحمت علی غفرلہ اللہ الوافی۔

صحیح جواب و هو الحق و الصواب اللہ سبحانہ اعلم حررہ ابو القاسم تجاوزہ اللہ عن سبائہ (یہ اصل سوال و جواب، مرقع کائنات خاندانی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھنؤ، میں محفوظ ہیں۔)

کرنے سے حد نہ آتی ہو تو اس میں خدا کا شکر بکرا بھی ہوتا ہے، یا نہیں، مثلاً اگر کوئی کسی کی زوجہ سے حرام کام کرے اور خدا کرے تو اس پر حد نہیں، مگر وہ شخص شکر بکرا بھی ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ وہ امت مسلمہ کی بات ہے، حد آتی ہے اور خدا اگر چاہے تو مگر گناہ ہوتا ہے۔ گناہ ہونا دوسری بات ہے اور خدا کا آنا دوسرا امر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(بوست خاص ص ۵۵)

میراث

(۵۱۱) **تقسیم میراث ذکوۃ کی ادائیگی پر مقدم ہے:** سوال: کیا خرماتے میں ملانے والے اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زندگی میں اپنے مال کی ذکوۃ سالانہ اپنے مال سے جدا کر کے رکھی تاکہ مستحقین ذکوۃ پر تقسیم کرے، پھر زید مذکور کو مرض وغیرہ نے اتنی فرصت نہ دی کہ ذکوۃ مستحقین پر تقسیم کرے، اور ذکوۃ اپنے مال کی طمعه رکھے ہوئے چھوڑ کر انتقال کر گیا۔ اب آیا وہ روپیہ جو طمعه رکھا ہے، مستحقین ذکوۃ پر تقسیم کر دے، یا ورثہ کے حصہ میں آوے گا۔ جیسا کہ عظیم شریف ہو، اور امام فرمائیے اور امام عظیم اللہ سے پائے؟

الجواب: روپیہ مذکور اب وارثوں کو بطور ورثہ کے ملے گا، یہ روپیہ ذکوۃ نہیں تقسیم ہوگا، یاں اگر زید مرحوم وصیت کر جاتا کہ اس روپیہ کو مستحقین ذکوۃ پر تقسیم کرو یا جب تو ذکوۃ کے طور پر تقسیم ہو جاتا ہو یہاں زید نے وصیت نہیں کی، وہ جائے اور اس کا ذمہ جانے ناب یہاں تو وصیت مقدم ہوگی ذکوۃ پر، اور بس۔ (مفت محمد امجد علی اعظم)

کتبہ المرحوم دہرہ رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمہ
(مجموعہ فتاویٰ ص ۱۳۹ ص ۱۴۰)

(۵۱۲) **بیوی کو شوہر کے ترکہ میں سے صرف اپنا حصہ لینے کی اجازت ہے:** سوال: زید مر گیا اور اس نے بکرا اپنا لڑکا صغیر بن ہوا اپنی بیوی وارث چھوڑی، تو اگر زید کی بیوی اپنے خاوند کے ترکہ میں سے، کچھ نقد یا بخش وغیرہ نام خدا لے لے اور اس کا ثواب زید مردہ کو بخشے تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اپنے حصہ کے نقد و مال کا جائز ہے اور تقسیم لڑکے کے حصہ میں تصرف جائز، واللہ اعلم (بوست خاص ص ۶)

(۵۱۳) **اگر بیوی شوہر سے پہلے مر جائے تو اس کا باقی نامہ میر کس طرح تقسیم ہوگا؟** سوال: اگر کوئی عورت قبل اپنے شوہر کے وفات پا جائے تو اس کے میر بذمہ شوہر ہوتے، یا نہیں؟

الجواب: عورت فوت ہوئی اس کا میر جو مرد (شوہر) کے ہے، وہ ترکہ ہے، میراث اس میں جاری

(۱۰) کہتے ہیں کہ مال باقی ماندہ فی مہر سے میر کی ذکوۃ میں دخل صرف کرتی ہے جس سے وہ مال باقی ماندہ میر کا حصہ ہے، (پانچویں)

ہوگی۔ نصف پارچہ میر کا زوج کو ملے گا، باقی دیگر عورت کے درجہ کو ملے گا۔ دیگر ترکہ کے اور مطالبہ زوج پر اس قدر میر کا درجہ مقرر کریں گے۔ فقط۔
(مجموعہ مسائل ص ۱۰۱)

(۵۱۳) والد کا قرض ادا کرنا اولاد کے ذمہ واجب ہے۔ سوال: لڑکے کو اپنے والد کے ذمہ کیا قرض، بعد وفات والد کے ذمہ واجب ہے، یا نہیں؟

جواب: والد کا قرض میر پر واجب ہے، اگر ترکہ چھوڑے (تو اولاد ترکہ سے دین ادا کرنا واجب ہوگا اور جو ترکہ نہیں چھوڑا تو واجب نہیں، محض احسان والد پر ہے اگر وہ دے دے۔ فقط۔
(امداد خاص ص ۱۵۵)

(۵۱۵) اگر باپ کے متروکہ مال کے متعلق یقین سوال: مافولکم دام فضلكم کہ باپ نے بذریعہ طلاق یا حرام کچھ مال پیدا کیا یا بیٹوں کو ہے کہ وہ حرام آمدنی کا ہے، تو اس کا ورثہ کو لینا؟ معلوم ہو تحقیق طہر سے کہ ذریعہ حرام سے مال پیدا کیا

ہے، اس صورت میں بیٹوں کو لینا حلال حرام ہے، یا طلاق مگر یہاں یہ بات معلوم نہیں کہ باپ نے کون سے اسباب حرام سے حاصل کیا ہے، یا کس شخص کا مال بطور منوعات شرعی لیا ہے صرف اس قدر معلوم ہے کہ حرام سے حاصل کیا ہے۔ مثلاً تو جروا؟

جواب: اگر ورثہ کو تحقیق ہے کہ ہمارا مال حرام ہے سے حاصل ہوا ہے تو یہ مال ورثہ کے حق میں بھی حرام ہے، اگرچہ اگر باپ حقوق معلوم نہ ہوں، اور نہ وہ خاص حرمت کی تحقیق ہو۔ پس ایسی حالت میں اس مال کو فقراء پر صرف کرے، اس نیت سے کہ قیامت کو اہل حقوق کو دلا جا جائے، اور بعض روایات میں جو جائز نکاح یا ہے، اور روایت صحیح نہیں ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
کتب الاحقر رشید احمد ٹیکوئی مفتی مد

(۵۱۶) جس مال کے والد کا ترکہ ہونے کا یقین نہیں اس میں وارثوں کا حق نہیں۔ سوال: مافولکم دام فضلكم۔ زید کی دو بیٹیاں ہیں، ان دونوں نے زید سے وراثت کا دعویٰ کیا، زید نے ان سے کہا کہ گواہ لاؤ اس امر کے ثبوت میں کہ جو مال میرے پاس

موجود ہے، یا میری ملک میں ہے، یا وہ باپ کا مال ہے۔ وہ دونوں گواہ لانے سے عاجز ہیں، اور زید نے انکار کیا اور حلف کیا کہ جو مال میرے قبضہ میں ہے، میرا ہی ہے، باپ کا نہیں ہے، اگر تم کو دعویٰ ہو تو عدالت میں یا جہاں چاہو استقامت کرو۔ اس حلف کے ساتھ آٹھ برس بعد زید نے انکار کیا، اب ورثہ زید کو اس مال کا دینا واجب ہے، یا نہیں؟ مثلاً تو جروا۔

جواب: ہر گاہ کہ ورثہ زید کو یقین ہے کہ یہ شے ملک ہمارے مورث کی ہے، اور خود مورث کی پیدا کی ہوئی ہے تو حصہ چھان پر واجب نہیں۔ البتہ اگر جہت سے ثابت ہو جاوے کہ زید کو اپنے مورث سے ملحق تھی اور حصہ شراک

زندگیاں اس میں ہے، تو دینا حصہ بقید وراثہ کا واجب ہے، مگر حسب ہوان مسائل ثبوت اس امر کا نہیں ہوا، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
 کتبہ امراقی رحمۃ ربہ رشید احمد ٹنگوٹی علیہ صلوٰۃ

(گورکھ پور میں ۱۳۵۵ھ)

(۵۷)

دو بھائیوں کی مشترک خریدی ہوئی زمین میں میراث کی تحقیق؟ سوال: کیا ارشاد ہے
 علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ کوئی مسکن یا کوئی باغ ملحقہ کسی مقام کا بیع ہوا، جو تمام دو یا دو سے زائد حقیقی کے ہے، اور تازہ کی ان
 دونوں بھائیوں کے اس پر قبضہ مشترک ہوا، ہر ایک بھائی کی دو دختران پیدا ہوئی کہ وہ بیروہ دختران، یکے بعد دیگرے ساتھ ایک
 شخص رشتہ دار بنم ہدی خود کہ وہ بھائے دیگر قیام پذیر ہوا، کچھ کر یا اور دوسرا بھائی لا اولاد با دونوں نے [بہ اتفاق و مشاورت
 باہمی خود، ایک نے اپنے نو اسگان کو اپنا حصہ نکھد یا اولاد دوسرے نے اپنے بیانی اہتمام کو اپنا حصہ نکھد یا مگر یہی اتفاق باہمی اصل
 بیع ہوا اس بھائی کے پاس رہا کہ جس نے حصہ اپنی اہتمام کو نکھد یا اولاد دوسرے کے بھائی کی اولاد یعنی نو اسگان کے پاس فقط
 آخر اس قدر قرار ہوا کہ ان میں مضمون کا ہے کہ اس چیز میں نصف مشاع کے مالک فلاں فلاں اور نصف مشاع کا مالک فلاں فلاں
 ہے تمام دونوں عاریتہ رہتے ہیں اور اس پر قابض ہیں، جب چاہیں وہ ہم دونوں سے اپنی چیز لے لیں، ہم کو عذر نہ ہوگا۔

چنانچہ سبب اتفاق باہمی کے وہ چیز مثلا بھلہ نسل زادہ از صد سال اولاد اور اولاد بی اہتمام کا، ہر طرح پر قبضہ اور تصرف
 رہا، اولاد نو اسگان کا کبھی قبضہ و عمل اس پر نہیں ہوا اور بعد چند برس مدت بعد و اولاد نو اسگان نے خود کو بی تعلیلی خود کیا کہ
 بیع نامہ اس چیز کا خاص ہمارے پرانا کے نام پر ہی ہے اور اقرار نامہ بیروہ پرانا نامے سے، تعلیلی حصہ ہمارے نام ثابت ہوتا ہے،
 اور قس اس بیع نامہ کی جو حسب اتفاق ہوا اولاد نو اسگان کے آگیا، وہ بھی پیش کیا اور کہا کہ ہم اس مقام کے باشندہ اور نہ ہم
 وہاں کے مردمان عدلی و شریف ہندو مسلمان دیرینہ سال یا موجودہ حال سے واقف ہیں، اور نہ ہم ان باہیمان ہندو بی بیع ہمارے
 کو جانتے ہیں [اور نہ ان حدود و قیمرہ سے آگاہ ہیں، اور نہ نام ان شاہد و مہود ہائے مشہور حاشیہ کو جانتے ہیں،
 کیونکہ (کیوں کر؟) اس بیع نامہ کو بیدان گواہوں اور ناموں وغیرہ کے کچھ سکتے ہیں، مگر اولاد بی اہتمام صاحب انکار بیع ہمارا اور
 اقرار نامہ و نیز عدم قبضہ اولاد دیر اولاد نو اسگان سے کرتے ہیں۔ پس اس صورت میں از روئے شرع شریف کچھ کسی طرح سے
 دعویٰ اولاد نو اسگان کا بیروہ فعل موجودہ اقرار نامہ اصل اقراری بیروہ ہوا، ان ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بیجا تو ہوگا

جواب:

اگر کسی نے اقرار کیا کہ یہ شے مقبوضہ میری ملک فلاں شخص کی ہے تو اگر پہلے سے ملک مقرر کا ہوتا
 ثابت ہوتا ہے، تو یہ اقرار ہیہ قرار دیا جاتا ہے، مگر جو فعل اقرار کے ثبوت بیع کا مثلاً ہو جاوے، تو
 اس وقت اقرار ملک بیع کا البتہ ہو جاوے گا۔ اس صورت سوال میں اگر بیع نامہ نکھد یا حدی کا ثابت ہو جاوے تو یہ
 اقرار مفید ملک نو اسگان لا ریب ہے، نصف حدی کے مالک نو اسگان ہو گئے اور قیادی قبضہ خریق یعنی کامقار حق
 نو اسگان کا نہیں ہو سکتا، مگر اس یہ تمام موجودہ میں ثبوت فقط پیش کرنے اور مواہیر کے ہونے سے نہیں ہو سکتا، جب تک
 دلائل خارجہ سے ثابت نہ ہو جاوے کہ یہ بیع نامہ فلاں شخص کا نکھد یا ہوا ہے اور بعد اس کے کوئی فعل درآ و خلاف اس کے

نہیں ہوا، یا یہ کہ فریق ثانی اقرار کریں۔ پس چونکہ فریق ثانی منکر ہیں، تو اب اثبات کے واسطے دوسری جہت کی ضرورت نہیں ہے، اس قبائلاً سے ثبوت حق کا شرعاً نہیں ہو سکتا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۵۱۸) اگر بھائی بہن کا حق نہیں دیتا تو بہن کو سوال: بہن کا حق بھائی نہیں دیتا ہے اور بہن نے اپنے حق کے بقدر، چوری سے لینا کیسا ہے؟ بھائی کی ایک ایسی چیز چرائی، جو اس کے حق کے موافق

ہے تو بہن کو وہ چیز جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر بھائی سے حق مانگتی ہے اور نہیں دیتا تو اپنے حق کے قدر لینا درست ہے، جو زیادہ لیا تو حرام ہے اور جو شرم سے حسب دستور مانگتی نہیں اور پھر اپنے حق میں چوری کرے گی تو حرام ہے، اس کو یہ مال حلال نہ ہوگا۔ (بدست خاص، ص ۹۶)

نوٹ: ایک اور ضروری مسئلہ اگر متوفی نے جائیداد سے بہن یا والدہ کو حصہ نہیں دیا، تو اولاد کو لازم ہے کہ ان کو حصہ دے۔ حضرت کا ایک اور فتویٰ جو یہاں درج نہیں، ضخیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ [نور]
نوٹ: ایک اور ضروری مسئلہ اگر باپ کے ترکہ میں سے بہنوں کو محرم کر دیا، تو اگر یہ قابض اس جائیداد کو رہن کریں، تو کیا حکم ہے؟ یہاں رہ گیا ہے، ضخیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ [نور]

(۵۱۹) بہنوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے کی وجہ سے ترکہ کا حق ختم نہیں ہو سکتا:

سوال: زید کی بہنوں نے زید سے دعویٰ وراثت کیا، زید نے کہا کہ تمہاری شادی بیاہ، تمہارے لڑکے کی شادی بیاہ تمہارا داماد کی تربیت و تعلیم، تمہاری مخلصی اور محسوس

وغیرہ امور میں علاوہ خورش و پوشش کے تمہاری آمدنی سے کسی قدر میرا زیادہ صرف ہوا ہے، وہ تم دیدو اور اپنا ترکہ لے لو۔ ان بہنوں نے یہ بات کہی کہ ہم تمہارے شریک تھے، گو میرے واسطے ہزار روپے خرچ کیوں نہ ہوا ہو، مگر ہم نہیں دیں گے۔ از روئے شرع زید ان خرچوں کو پاسکتا ہے، یا نہیں؟ مینا تو جروا۔

جواب: ترکہ کا حصہ بہنوں کا واجب ہے اور جو کچھ بھائی نے احسان و سلوک کیا ہے، وہ صلہ ہے، پس اس صلہ و سلوک کرنے سے، ترکہ کا حصہ ساقط نہیں ہو سکتا اور نہ صلہ کا حساب ترکہ میں کیا جاوے، ترکہ کا حصہ دینا زید کو واجب ہے، اور عذر صلہ کا بالکل لغو ہے و فضول [ہے] فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۲۱۴)

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۵۲۰) ترکہ کی تقسیم کی ایک خاص صورت کی وضاحت: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے

دین: زید و عمر و سہ ہمشیرہ حقیقی ہیں، زید و غیرہ کے پدر نے اپنی حیات میں اپنا ترکہ میراث اسی صورت پر تقسیم کر دیا، و دو دو سہام پسران کو اور ایک ایک سہام دختران کو دئے اور تقسیم نامہ مع مہر و گواہی کے تحریر کر دی، پس بعد فوت ہو جانے پدر مذکور کے زید و عمر نے ہمشیران کے سہام کی آمدنی نہیں دی، اپنے قبضہ و تصرف میں رکھی، اور عرصہ تک یہ ہی عمل درآ رہا، اور

کاغذ سرکاری میں بھی، کل ترکہ پر مع سہام ہائے بشیرہ کے نام زید، عمرو کا درج رہا۔ بعد ازاں عمرو خود، اور برادران زید بقضائے الی فوٹ ہو گیا، زید نے ہر دو سہام عمرو کے اور یکم سہام منجملہ سہام بشیرہ ہائے سے، بنام اہلیہ عمر کے کاغذ سرکاری میں درج کر دیا، [اہلیہ] عمرو دختر چھوڑا، اب عرصہ دس سال کا ہوا، اہلیہ عمر کی اولد مرگئی، کوئی برادر حقیقی اہلیہ عمر کے نہیں ہے، ایک برادر اور ایک بشیرہ عموی زاد اور چار پسر دیگر برادر عموی زاد کی ہیں، سو یہ ترکہ جو کہ بنام اہلیہ عمر کاغذ سرکاری میں درج ہے برادر عموی زاد کو، بموجب حکم فرائض اللہ کے پہنچا، سو برادر مذکور کو یہ ترکہ لینا درست ہے، یا نہیں؟ اگر یہ ترکہ لیا تو بدمہ برادر مذکور کے عند اللہ وعند الناس، کچھ ضمان تو نہیں آتا، اور لینے میں کچھ مسئلہ معصیت تو نہیں ہوتا ہے؟ بینوا تو جروا!

جواب: زیدہ عمرو کے ورثاء جو چچا کی اولاد ہیں، ان کو اس قدر ترکہ لینا کہ اس کے خاوند کا حق تھا، اور زوجہ عمرو نے بیچہ دین مہر اس کو لیا تھا درست ہے، اور جو حق بشیرہ عمر و ظلم اس کے قبضہ میں تھا، اس کا لینا حرام ہے، اگر بیویں گے تو غاصب اور ظالم ہوں گے اور آخرت میں وبال میں اس ظلم کے ماخوذ ہوں گے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۲)

کتبہ الاحقر رشید احمد غنی عنہ گنگوہی

(۵۲۱) تقسیم میراث کی ایک ترتیب کی وضاحت؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس

مسئلہ میں: کہ مسماۃ آمنہ فوت ہوئی، اس نے دو پسر انور علی و شفاعت و دختر جنت النساء و زوج سلطان علی چھوڑے۔ ترکہ آمنہ متوفیہ کا علی فرائض اللہ تقسیم ہوا، مگر سلطان علی کے پاس آمدنی کل آتی رہی، سلطان علی انور علی کو حسب حصہ دیتا رہا، مابقیہ اپنے اور شفاعت علی کے خرچ میں لاتا رہا، اور دست برداشت بہت قلیل کچھ، جنت النساء کو بھی دیا۔

بعدہ جنت النساء نے انتقال کیا، اس نے ایک پسر سرفراز علی چھوڑا، سلطان سرفراز کو بھی اسی طرح قلت کے ساتھ دیتا رہا، زان بعد سلطان فوت ہوا اور اس نے انور و شفاعت چھوڑے، حق جنت النساء سرفراز کا بابت عدم وصولی بدمہ سلطان و شفاعت چاہتا ہے، اگر سرفراز کسی طور سے شفاعت علی ورثہ سے لے لے، تو عند الشریعہ درست ہے، یا غیر درست ہے؟ بینوا تو جروا۔

جواب: جو کچھ ترکہ و حصہ جنت النساء کا ہے، اس کو سرفراز لے سکتا ہے، مگر جو کچھ حاصل بلا حساب سلطان نے ترکہ و حصہ جنت النساء کا کھایا، اور جنت النساء نے ٹکرا نہ کیا، قبول رکھا، وہ شفاعت علی سے نہیں لے سکتا، اور نہ ورثہ شفاعت سے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵۲۲) جس چیز کیلئے کوئی جائز وصیت موجود ہے، اس کا فروخت کرنا؟ مسئلہ: موسیٰ کا

فروخت کرنا ورثاء موسیٰ کی طرف سے حرام و غصب و ظلم ہے اور اس کی قیمت کا لینا غیروں کو بھی ظلم ہے اور خالو بھی ظالم ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۰)

(۵۲۳) کتابوں کی وراثت میں عالم جاہل کا فرق نہیں: سوال: اگر کوئی شخص اپنے بعد کتابیں

چھوڑے اور اس کی اولاد میں سے بعض خواندہ ہیں بعض ناخواندہ، کوئی پسر کوئی دختر، تقسیم کتب سب پر ہوگی یا بعض پر، در صورت ثانیہ کس پر؟ اگر مورث کا اپنی زندگی میں یہ برتاؤ ہو کہ بعض کو اپنے پاس رکھے ہوئے نسخے اور اسی قسم کے نسخہ دوسرے کو خرید کر دیدے یا اس کا وعدہ کر دے، تو صورت اولیٰ میں دونوں فریق کی کتابوں کی قیمت کر کے تقسیم کی جاوے گی، یا بحال سابق ویسے ہی چھوڑیں گے، صورت ثانیہ میں بعد ممات مورث ہاں کے جملہ مال متروکہ میں سے، خرچ کتب موعودہ کا نکالا جاوے گا، یا نہیں؟

جواب: کتب بھی ترکہ ہیں، اس میں پسر و دختر خواندہ و ناخواندہ سب حصہ میں برابر ہیں، اور جو کتاب صحت میں پسر کو ہبہ کر دی ہے، وہ اس کی ہے، اس میں میراث نہ ہووے گی اور وعدہ کا کوئی اعتبار نہیں، باطل ہو جاوے گا۔ فقط۔

(مجموعہ رام پور ص ۲)

واللہ تعالیٰ اعلم

(۵۲۴) جو پنشن مورث نے وصول کر لی صرف اسی میں میراث سوال: ایک حوالدار نے سرکار جاری ہوگی، بعد میں جو ملے وہ اسی کا حق ہے، جس کو ملے: کا کچھ کار نمایاں کیا، سرکار نے اس

کے ساتھ یہ خاص رعایت کی، کہ پنشن کے وقت اس سے وعدہ کیا کہ، ہاں کے انتقال کے بعد اس کے لڑکوں کو نسل در نسل اور لڑکیوں کو حین حیات، اس پنشن کا حق ملتا رہے گا۔ اب اس حوالدار کا انتقال ہو گیا اور حسب قرار و اس کی تین لڑکیوں کو سات روپے تقسیم ہو کر ملتے رہے، متوفی کی ہمشیرہ نے یہ کہا کہ شرع کی رو سے میرا بھی حق ہے ہر کار سے مجھے بھی ملنا چاہئے ہر کار نے پنشن دینی موقوف کر دی اور کہا کہ اگر شرع کی رو سے اس میں بہن کا بھی حق ہے تو ہم سب کو حصہ رسد دیں گے ورنہ نہیں اور جب تک شرع کا کوئی فیصلہ نہیں معلوم ہوگا، اس وقت تک پنشن دینا ملتوی رکھا جائے گا، اور روپے جمع ہوتے رہیں گے۔ اب عرض یہ ہے کہ اس کا حکم مع دلیل معلوم ہو جائے۔

جواب: میراث ترکہ مملوکہ میں ہوتی ہے، کہ وقت موت، مورث کے ملک مورث میں موجود ہو، اور پنشن محض وعدہ عطا ہے، جس قدر پنشن لے چکا اس میں ملک ہوگئی اور جس کو ہنوز قبض نہیں کیا، اس میں ملک مورث کی نہیں ہوئی۔ پس بعد موت مورث کے مال موجودہ میں تو سب ورثہ، قدر حصہ شریعہ کے میراث پادیں گے اور پنشن موعودہ میں، جس سے وعدہ سرکار نے کیا ہے، وہ ہی مستحق ہے نہ غیر اس کا..... مثلاً اس میں حین حیات دختران کے دختران سے وعدہ ہے، لہذا اس کی مستحق دختران ہیں نہ دیگر وارث۔ پس بوجہ ارث نہ دختران کو یہ پنشن ملتی ہے نہ کسی دوسرے کو، ہاں بوجہ وعدہ کے حق دختران کا ہے اور کسی کا نہیں ہے۔ پس دعویٰ میراث کا ہمشیرہ متوفی کا باطل ہے، کہ پنشن کوئی ورثہ ترکہ مورث متوفی کا

نہیں..... اس میں روایت کی ضرورت نہیں کہ ترکہ حد خود کافی ہے۔ فقط

مکتوب حضرت مولانا گنگوہی، بنام مولانا عبدالرحمن صدیقی امرہوی۔

مشمولہ تصوف نمبر: ماہنامہ نظام کان پور، ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء۔ ص: ۱۱۶، ۱۱۷

(۵۲۵) ترکہ کی تقسیم میں شیعوں کے مسلک پر عمل اور فتویٰ؟

مسوال: اگر زید مدعی اثبات حق فرائض کے لئے عالم باعمل کو عدالت میں طلب کرے، پس اس شخص کو تائید حقیقت مذہب کا چاہئے یا موافق فرائض باطلہ، مذہب مورث شیعہ کی تائید کرے اور اثبات حق مدعی باطل کرے، اور تو یہ نہ کرے یا تو یہ نہ کرے اس کا حق عدالت سے دلائے، جائز ہے یا نہیں؟ بیواؤں جروا۔ جواب: بہت جلد رحمت ہو کیونکہ عدالت میں داخل ہونگے۔

جواب: یہ ہے کہ در صورت مورث کے شیعہ اور وارث کے سنی ہونے میں، مگر حسب روایت دیگر علماء کے کوئی عالم میراث جاری کرے تو بموجب حکم شرع شریف اور مذہب حق کے جواب لکھے مگر حسب مذہب روافض کے لکھے گا تو مورد وَمَنْ لَمْ يَسْخَرْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ. (المائدہ: ۳۷) اتارا اللہ نے سو ہی لوگ ہیں نافرمان (ترجمہ شیخ الہند)

کا ہووے گا اور ضال مضل بنے گا۔ اُفتوا بغیر علم فصلوا و اُصلوا. (۱) ایسا فتویٰ اور ایسا حکم مردود ہووے گا اور مفتی اور حکم فاسق ٹھہرے گا اور حکم اس کا رد کیا جاوے گا، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کماں ص: ۱۷۱-۱۷۰)

(۵۲۶) اس زمانہ کے روافض کا فرہیں، نہ ان کی میراث سنی کو ملے گی، نہ سنی کی ان کو: مسوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہائے مفصلہ ذیل میں:

(ایک) شخص سنی المذہب ترکہ مورث شیعہ میں وارث ہو سکتا ہے، یا نہیں، اور عکس بھی ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ جواب: روافض اس زمانہ کے جو منکر قطعیات نصوص کے ہیں، کافر ہیں، حسب فتویٰ شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کے۔ پس سنی کو میراث شیعہ کی نہیں ملے گی اور علیٰ ہذا شیعہ کو میراث سنی کی نہیں ملے گی، کہ تو ارث مسلمان و کافر میں درست نہیں ہوتا؛ لا توارث بین المسلم والمکافر (۲) یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کماں ص: ۱۶۹-۱۷۰)

نوٹ: اس مسئلہ پر حضرت گنگوہی کا ایک اہم مفصل فتوہ پشت فتویٰ جو یہاں درج ہونے سے رہ گیا، خرید دوم کے آغاز پر ملاحظہ فرمائیں۔ (نور)

(۱) صحیح مسلم کتاب العلم ص: ۳۰۰/ج: ۳۔ (مطبع تہجائی دہلی: ۱۳۰۱ھ) ت: اباحتہ نظر محمد القاریانی، کتاب العلم رقم الحدیث: ۲۶۷۳ ص: ۱۳۳ ج: ۱ دار طبع، بیروت: ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء نیز مشکوٰۃ باب مذکور ص: ۱۳۳/صح المطالع رشیدیہ دہلی: ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء (نور)
(۲) الاشباہ والنظائر لابن النجیم ص: ۱۳۲۶ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء (نور)

نواں باب

کتاب البيوع والمعاملات

(۵۴۷) اقرار نامہ لکھنے سے پہلے معاملہ شرعی کا ہونا ضروری ہے: سوال: اس مسئلہ میں کیا فرماتے

ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شخص نے ایک اقرار نامہ کر جس کی نقل تجھب کی جاتی ہے۔ سو اس قسم کا اقرار نامہ از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں اور شرع شریف کے موافق دیکھنا قابل و نام ہے یا نہیں؟

مکملہ شیخ محمد زکریا علی بن شیخ امام الدین بن شیخ غلام مہدی، اس کی قدیم جہانگیر آباد عرف نوگاہ، پرگنام، جو کہ حقیقت سودائی وغیرہ سودائی، و زرخیز از روئے نفع و اس کے بغیر و مصلحت ذیل واقعہ مسطورہ نامہ متعلقہ ضلع سہارنپور، مشمول دیگر برادری، مسنون شیخ غلام بخش و شیخ کبیر علی وغیرہ خریج کی گئی ہے اور اس میں صرف ایک نام من مقرر کا کائنات است اجازت خریج میں سودائی ہوا ہے اور حقیقت خریج کے نام رسول بخش و نبی بخش و عبدالرزاق برادری حقیقی پسران شیخ امام الدین مذکور کا سبب عدم موجودگی کے نہ کہ اسے ہر ایک برادر روزگار کے حق نہیں کیا گیا تھا۔

اب من مقرر نے باسرا خداداد غوثی بائی کل جائیداد، حقیقت سودائی و خریج حال، کہ جو آج تک قبضہ من مقرر کے رہی، نام رسول بخش و نبی بخش و عبدالرزاق، ہر برادران مذکور کا کل حقیقت قبضہ میں، برادران مذکور ہلا کو حصہ مساوی سبب شرعی مقرر کر دیا ہے۔ اور مبلغ شش سو روپہ خزانہ، بابت خریج اس حقیقت دینی مہاجن، از من مقرر باقی ہیں، اور وہ روپہ بھی سبب حصص ذمہ ہر برادران و نیز ذمہ من مقرر کے (کہ اس وقت برادران مذکور روپہ ہلا کو حسب حصص ادا کریں گے، ہر ایک اپنی حقیقت میں قابض و مشغوف ہوں، اور ہا افضل مبلغ سبب روپہ سالانہ آدنی دیہات مذکور سے بابت نفع رسول بخش کو آئندہ سے دیتا رہوں گا، اور نام برادران اپنے کا وقت ادائی روپہ کے کاغذ سرکار میں مندرج کر دیوں گا، و مبلغ شش سو روپہ پیداداری سے، ہر برادر برادران کو، بعد ازاں زور قرض حسب حصص خود، بابت نفع حقیقت دیہات کے دیتا رہوں گا، اور آج کی تاریخ سے جو حقیقت خریج کی چاہے موافق حصہ اپنے کے تسلیم ادا کیا کرے گا، اور صورت نہ دینے روپہ اس کو کچھ دخلت ہو، حقیقت کے نہیں ہوگی۔ نظیراً اس میں چند کل طریق اقرار نامہ و شہادہ و شد کہ عند الحاحت نکار آید، مقررہ و جواز۔

الحجۃ المعبود: یہ اقرار نامہ درست ہے اور شرعیاً جائز ہے، کیونکہ غلامہ مضمون اس کا یہ ہے کہ مقرر نے اپنی ملوک جائیداد میں اپنے تین برادران کو شرعی کر لیا اور چاروں بھائی حصہ برابر شرعی ہو گئے، اور اس امر کا وثیقہ یہ اقرار نامہ

لکھ دیا، مگر اس اقرار نامہ کی صحت کے واسطے پہلے یہ ہونا ضرور ہے، کہ مقرر اپنے ہر سہ برادران کو یہ کہے، کہ میں نے تم کو اس حصہ پر شریک کیا اور ہر سہ برادران اس کو قبول کر لیں، اور قدر جائیداد اور اس کی قیمت خود معلوم ہے، کہ اس قدر ہے۔ پس بعد اس ایجاب و قبول کے یہ وثیقہ لکھ دیا ہو، جیسا تمام عقود میں بیع اور ہمن اور اجارہ وغیرہ میں، یہی ضرور ہوتا ہے، کہ اول عقد شرعی ہو، پھر اس کا اقرار نامہ لکھا جائے، تو معتبر ہووے گا، اور یہ شریک کرنا حکم متع میں ہوتا ہے، چنانچہ کتب فقہ میں مصرح ہے۔ اور یہ لکھنا مقرر کا آئندہ کو بھی یہی عمل در آمد رہے گا، وعدہ ہے، سو وعدہ کا تحریر کرنا بھی درست ہے۔ بہر حال یہ اقرار نامہ شرعاً درست ہے اور ہر سہ برادر شریک مقرر کے، بوجہ بیع کے ہو گئے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراحمی رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۴۹ تا ص ۱۵۱)

(۵۳۸) زمین کی خریداری اور ملکیت کے معاملہ میں

اصل مالک اور وکیل شراء کے اختلاف کا فیصلہ:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل مفصلہ ذیل میں: کہ زینب نے زید سے کہا کہ میری فلاں فلاں جائیداد کو جو نیلام ہوگئی ہے، اس کو میرے واسطے اپنے نام سے خرید کر لو، تو اس صورت میں زید زینب کا وکیل بالشراء کہا جائیگا، یا نہیں، اور یہ خریداری زید کی ہے، یا زینب کی؟

زید نے حسب سوال اول، انہیں جائیداد معینہ مذکورہ کو، جو زینب کا متروکہ شوہر ہی تھا، خریداران نیلام سے اپنے نام سے خرید کیا، اور بعض کی قیمت بھی اپنے پاس سے ادا کی اور زینب سے کہا، کہ وہ جائیداد تمہارے واسطے میں سے خرید کر لی ہے، جب قیمت دو گئے، لے لینا۔ بعد چندے حسب اجازت زینب، خالد پسر زینب کے نام، اس کا بیع نامہ بعد وصول کرنے زینب کے لکھ دیا، مگر ایک قطعہ راضی کہ جس کا زینب زینب کے ذمہ بنوڑ باقی تھا، اس کی نسبت یہ کہا، کہ بوجہ اطاعت اپنے بڑے بھائی کے، کہ وہ مجھ کو منع کرتے ہیں اور میں مجبورانہ، ان کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا، مصلحتاً اس وقت بیع نامہ میں نہ لکھواؤ، آئندہ کسی موقع سے، میں لکھ دوں گا، چنانچہ بعد چند روز کے اپنی بھانجی کے چہیز کے حیلہ سے، خالد پسر زینب کو، جو زوج اس کی بھانجی کا تھا، دینا چاہا، اس وقت میں بھی وہ ہی برادر بزرگ اس کا خارج ہوا، تب زید کے کہنے سے خالد نے باجائز اپنی والدہ کے، زید کے بڑے بھائی سے گفتگو کی۔ آخر کار اسی وقت زید کے بڑے بھائی مع چھوٹے بھائی محمود خالد پسر زینب کے اسی زمین پر آئے اور زید کو بھی بلایا اور چند اشخاص معتبرین اور بھی وہاں اتفاقاً آ گئے تھے زید نے ان سب کے سامنے خالد پسر زینب سے کہا، کہ یہ زمین ہم نے دیا، مگر ہم کو قیمت لینا منظور نہیں اور دستاویزات پسر زینب کے حوالہ کرنے لگا، برادر بزرگ زید نے، جو کہ پہلے خارج ہوا تھا اور اب راضی ہوا، دستاویزات زید سے لے کر اپنے چھوٹے بھائی محمود کو دیں، کہ دستاویزات کی پشت پر لکھ کر دیدینا، و پسر زینب نے باعتبار ان کے دیانت داری اور راست بازی و قربت کے، ان سے

لکھوائے کی کوئی فکر نہ کی، اور ارضی مذکور پر، بہرہ وجود سولہ سترہ برس سے قابض ہے اور آٹھ نو برس ہوئے کہ زید نے انتقال کیا، اب بکر پسر زید وغیرہ اسے کہ یہ معاملہ بہرہ کا ہے، پس بیعہ میں مشاع ہے اور بہرہ مشاع کا جائز نہیں۔

پس بحکم شرع شریف یہ زمین دینا زید کا (۱)..... زمین وصول کرنے سے انکار کرنا، بہرہ زمین قرار پائے گا، یا بیعہ اس کے کہ زید نے اس..... زمین اس واسطے خرید کیا تھا، کہ بہرہ زمین کا پسر زید کے لئے تھا..... صورت میں

بیعہ جواز بہرہ زمین سے، نہ زمین..... زید متوفی کو پانا چاہئے، یا نہیں۔ یا بیعہ اس کے کہ..... جائیداد کا قیام نامہ خاندان کے نام، یا جائز نہ بیعہ لکھ چکا تھا..... بیعہ مانع ہونے بڑے بھائی کے مجبور تھا جب کہ بڑے..... دینا خالد کو ابراہام

زمین قرار پائے گا۔ بینوا بتعمیق النظر فی السوال، تو جروا من الرب المتعال۔

جواب: اس صورت میں کہ زمین نے زید کو اپنی جائیداد نیلام شدہ کی خرید کو کہا، اور زید نے خرید کیا تو زید وکیل باشراء ہے اور یہ بیع ملک زمین کی ہے، نہ زید کی۔ قال فی الدر المختار:

والمملک یثبت للموکل ابتداءً فی الأصح (۲) انتہی جس جس قطع (زمین) میں بیع نامہ وکیل نے، بنام مؤکلہ کے لکھ دیا، اس میں تو کچھ نزاع نہیں، اور جس کا بیع نامہ نہیں لکھا اور باسقاط ثمن، قبضہ مؤکلہ کا کر دیا، وہ بھی ملک مؤکلہ کی ہی ہے، اور یہ اسقاط ثمن کا ہوا ہے، جو وکیل نے اپنے پاس [سے] دی تھی اور دستاویزات کے دینے نہ دینے پر، کچھ موقوف نہیں۔

قال فی الدر المختار: و للوکیل حبس المبیع بضمن دفعه الوکیل من ماله انتہی (۳) پس یہ معاملہ بہرہ زمین مشاع کا ہرگز نہیں..... خریداران نیلام اس زمین کا مالک ہی نہیں ہوا، اور اسقاط زمین کا، ذمہ زمین سے ہوا ہے، نہ بہرہ زمین کا، پس تمہارے واسطے (خرید کرنی) مبنی خرید کرنے زمین کے ہو۔ قال فی الدر المختار:

تمیلک الدین ممنٰ لیس علیہ الدین باطل (۲) بیع نامہ بعد وصول کرنے زمین کے.... زمین کی ہے، ابتداء خرید سے اور اسقاط ثمن بھی ذمہ زمین سے ہوا ہے، واللہ اعلم۔ کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۰۳ سے ۲۰۴ تک)

(۱) سوال کا جو ضمون غائب ہے وہ اصل جو میں بہت کسرا ہے ہو چکا ہے۔ نور
(۲) در مختار کتاب الوکالۃ ص ۱۰۳۔ (حسن چٹھائی دہلی ۱۳۳۳ھ) نیز شانی کتاب الوکالۃ ص ۵۱۳۔ (دار الفکر بیروت ۱۳۸۲ھ) (کتاب الوکالۃ قبل باب الوکالۃ بالبیع والشراء ص ۳۰۳ ج ۳ مطبع چٹھائی) [نور]

(۳) الدر المختار (۱۰۵/۲) باب الوکالۃ بالبیع والشراء۔ (چٹھائی دہلی ۱۳۳۳ھ) (نور)
(۴) در مختار کتاب الہیۃ فصل فی مسائل متفرقہ ۴۵/۲۔ (چٹھائی دہلی ۱۳۳۳ھ) نیز شانی کتاب الہیۃ فصل فی مسائل متفرقہ ص ۷۸۔ (دار الفکر بیروت) نیز شانی ج ۳ ص ۵۲۱۔ (چٹھائی دہلی ۱۳۳۳ھ) (نور)

(۵۲۹) اگر غصب کی ہوئی جائیداد کو غاصب بیچ دے اور اصل مالکان میں سے کوئی اس کو خرید لے، تو وہ کس کی ملکیت ہوگی؟

سوال: دو شخصوں کی زمین ایک انگریز نے زبردستی سے اپنے قبضہ میں کر کے، اپنی کوٹھی بنائی اور پھر بعد

ایک مدت کے اس کوٹھی کا معزز مین و ملکہ نیلام کیا۔ مالکان آراضی میں سے ایک شخص تو خاموش ہو رہا، اور دوسرے نے اس کوٹھی کو معزز مین و ملکہ خرید کر لیا، کہ جس میں اس دوسرے شخص کی زمین بھی نیلام میں آئی، تو بموجب شرع شریف مشتری نیلام کو وہ جائز ہوا، یا نہیں؟

جواب: جب انگریز حاکم نے زمین چھین کر اپنا مکان بنالیا، تو وہ انگریز مالک زمین کا ہو گیا، اب جو نیلام خرید کرے گا، وہ ہی اس کا مالک ہو جاوے گا، کسی دوسرے کا اس میں سوائے مشتری نیلام کے، حق نہیں ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (بدست خاص ص ۲۰)

(۵۳۰) مسلمانوں کی جو زمینیں قرضہ کی وجہ سے نیلام ہوئی ہوں، ان کا خریدنا؟ سوال: اشیائے منقولہ و غیر منقولہ مسلمانوں کی جو بلا رضامندی ان کی، پابندی قوانین سرکار انگریزی قرق ہو کر، نیلام ہوتی ہیں، تو دوسرے مسلمانوں کو ان کا خرید کرنا، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور یہ اشیاء مجبور مسلمانوں کی ملک سے، بذریعہ اس نیلام کے شرعاً خارج سمجھی جائیگی، یا نہیں؟ بیڑا تو جروا۔

جواب: علیٰ ہذا! جو اشیاء منقولہ یا غیر منقولہ بلا رضامندی مدیون، ذین میں نیلام ہوتی ہیں، یا حقوق مشروعہ میں، وہ بھی نیلام درست ہے، اور خریدنا اس کا جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کماں ص ۱۹۵-۱۹۶)

(۵۳۱) جس چیز کو حاکم جبراً نیلام کرے، اس کا خریدنا کیسا ہے؟ سوال: دیگر اس ملک میں کنجرو باور ہے اور جھلی مارجن کا پیشہ ہمیشہ چوری وغیرہ کا ہے، اور وہ لوگ لوٹ مار بھی کیا کرتے ہیں اور مسلمان بھی نہیں ہیں، اور عیسائی حاکم نے ان کو پکڑا اور مال ان کا نیلام کروا ڈالا، تو مسلمان کو اس مال کا خریدنا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جس چیز کو حاکم جبراً نیلام کروا ڈالے گا، وہ چیز مسلمانوں کو خریدنی جائز ہووے گی، خریدنا اس کا درست ہے۔ فقط۔ رشید احمد گنگوہی غفری عنہ (فیض رشیدیہ ص ۲۶ طبع اول)

(۵۳۲) اپنے آدمی کو مناسب قیمت دلوانے سوال: ایک بھائی اپنا گھوڑا فروخت کرتا ہے، یا سرکار کے لئے، نیلام میں برائے نام حصہ لینا؟ نے نیلام کر لیا، اور دوسرا بھائی کہ جس کو خریدنا تو منظور نہیں ہے، مگر چاہتا ہے کہ بھائی کا مال زیادہ قیمت کو بکے، ارزاں نہ جائے، وہ اس کو بطور مشتری ان کھڑا ہو کر، قیمت میں

بڑھاوے، تو جائز ہے، یا نہیں، یا حرام ہے۔

جواب: اگر قیمت عدل تک پہنچاوے، محض خیر خواہی اور ظلم سے بچانے کو، تو درست ہے، ورنہ منع ہے کہ یہ

(بدست خاص ص ۱۶۰)

دھوکہ اور خیانت ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۵۳۳) اپنے مال کا عیب چھپا کر فروخت کرنا حرام ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے

دین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص مال تجارت عیب اس کا پوشیدہ کر کے فروخت کرتا ہے، اس طور (پر) مال فروخت کرنا درست

ہے، یا نہیں، حرام ہے یا حلال؟ اور اس شخص کا بھائی متقی پرہیزگار ہے، اور اس کا شریک مال تجارت میں نہیں ہے، مگر بھائی اپنا

خیال کر کے، وصولیت مبلغان مال تجارت میں مدد دینی کرتا ہے، اس کو مدد دینا چاہئے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح تجارت کرنا حرام ہے، مگر جو روپیہ اس تاجر کا کسی کے ذمہ پر ہے، اگر اس کا بھائی وصول

کردیوے، درست ہے، ہاں عیب ناک مال اگر ظاہر ہو گیا، اور وہ شخص اس کو رد کرنا چاہے، تو اس وقت قیمت یعنی جبراً

قیمت یعنی، درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ نکلاں ص ۱۳۸)

کتبہ الاحقر رشید احمد غفری عنہ

(۵۳۴) ادھار اور نقد کی قیمت میں فرق جائز ہے، یا نہیں؟ سوال: کسی چیز کا نقد مثلاً دس روپیہ

کو، اور نیسہ (ادھار) بارہ روپیہ کو پہنچنا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے بشرطیکہ مجلس عقد میں محقق ہو جاوے کہ یہ نیسہ (ادھار) خرید ہوا ہے، یا نقد، تاکہ مجلس میں

جہالتِ ثمن نہ رہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ نکلاں ص ۲۱۳)

(۵۳۵) قرض میں کوئی چیز زیادہ قیمت پر پہنچنا بے مروتی ہے: اگر کوئی شخص قرض یعنی ادھار میں

کوئی شے زیادہ قیمت کو دے، تو جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں اور نہ سود ہے، البتہ بے مروتی ہے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۱۷)

(۵۳۶) ادھار کی وجہ سے، بازار کے بھاؤ سے زیادہ قیمت پر مال پہنچنا خریدنا، کیسا ہے؟ سوال: ایک

شخص نے ایک روپیہ نقد کا اتنا ج بازار سے خریدا، ایک من، اور دوسرے کو ادھار دے دیا ۳۵ سیر، یا نقد بھاؤ اتنا ج کا ۳۵ سیر ہے

اور ادھار ایک شخص دیتا ہے، تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟ (۱)

(۱) یہاں ہفت کی بات ہے جب اتنا ج ایک روپیہ کا من یعنی چالیس سیر ہوتا تھا۔ آج کل جب اتنا ج کا بھاؤ بارہ سو روپیہ تک (۱۰۰ روپے گرام) ہے، اس وقت ایک روپیہ کے حامل کا خیال بھی عجیب معلوم ہے۔ (نور)

جواب: بقدر ادھار کے نقد سے کم نرخ [پر] بیع کرنا جائز ہے، اگرچہ مروت کے خلاف اور ترکِ اولیٰ ہے، مگر حرام اور سود کے حکم میں نہیں۔

(بدست خاص سوال ۹)

(۵۳۷) قرض لینے دینے میں مکیلات وموزونات کافرق؟ سوال: بیع مکیلات وموزونات

جو کہ نسیئہ (ادھار) ممنوع ہے، اس میں دین بھی شامل ہے۔ اُغنی کوئی اناج کا بیع کے طور پر لین دین نہ کرے، بلکہ قرض کے طور پر لیویں دیویں اور یوں کہے کہ اسی قدر پھر ہم تم کو دیدیں گے، یا تم سے لے لیویں گے، یا امر جائز ہے، یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو ما بلفرق دونوں کا کیا ہے، حالانکہ علت ربو دونوں میں علی السواء معلوم ہوتی ہے؟

الجواب: قرض مکمل وموزون میں درست ہے باتفاق، کہ قرض بیع نہیں ہوتا بلکہ عاریۃ ہی ہے، اور بیع

میں ربو ہے، نہ قرض میں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی (مجموعہ اہرام پورس ۳)

(۵۳۸) گے ہوں قرض لینے میں، اس کی ادائیگی کی صحیح صورت؟ سوال: ایک نے فصل ربیع

کے وعدہ پر گندم ادھار لئے اور فصل ربیع میں وعدہ پر نہ دیئے، یہاں تک کہ فصل خریف بھی آگئی، اب اگر گندم کی قیمت لے تو نرخ جو ربیع میں تھا وہ لگاوے، یا حال میں جو نرخ ہے وہ لگاوے، یا گندم ہی لیوے؟

جواب: جس نے قرض لیا گندم اور وعدہ پر نہ دیا، تو دوسرے وقت وہی مقدار دینی واجب ہے، مگر

رضامندی کے ساتھ نرخ موجود پر قیمت کر کے، قیمت یعنی بھی درست ہے، اور قیمت ربیع کی درست نہیں۔

(بدست خاص سوال ۱۴)

(۵۳۹) اناج کی بدھنی جائز ہے، یا نہیں؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

کہ بدھنی (۱) اناج کی جائز ہے، یا نہیں۔ در صورت جائز ہونے کے، زید نے عمرو کو چار روپے دیئے، کہ فصل ساونی میں فصل اسارھی میں نرخ سوائیں گے ہوں، یعنی گندم پانچ من لوں گا، عمرو نے اقرار کیا کہ ادا کروں گا۔ جب موسم اسارھی کی آئی تو زید نے عمرو سے موافق وعدہ کے تقاضا کیا۔ عمرو نے یوں کہا کہ میرے پاس (۱) اناج گندم موجود نہیں ہے، آج (۱) اناج گندم کا نرخ بیس سیر کا ہے، میں [روپے فی] سیر کے اعتبار سے، پانچ روپے تمہارے ہوتے ہیں، پانچ روپے لے لو، زید نے چار روپے دیئے تھے، اب پانچ روپے لینا جائز ہے، یا نہیں؟

در صورت جائز ہونے کے عمرو نے زید سے یوں کہا کہ میرے پاس روپیہ بھی نقد نہیں ہے، فصل ساونی میں نرخ بیس سیر کے (۱) اناج زیری (۱) پانچ روپیہ کی ادا کروں گا، روپیہ میرے پاس رہے دو، آیا (یہ) جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) اناج زیری، گھنیا سم کا وہ اناج جو محمودانور کو کھلانے کے کام آتا ہے۔ (نور)

جواب: بیع پھل کی اس وقت کرے کہ بالکل بڑھ چکے اور نہایت کو پہنچ جاوے اور اس سے پہلے بیع فاسد

ہوتی ہے۔ فقط

(مجموعہ کاں ص ۲۳۳-۲۳۴)

(۵۴۳) بہار آنے سے پہلے باغوں کا فروخت کرنا؟ سوال: بہار باغ قبل از آمد بہار فروخت

کرنا، اس وعدہ پر کہ اگر موسم بہار میں تھوڑے انبہ بھی مل جاویں گے، تو یہ روپیہ جو قیمت کا ٹھہرا ہے، سب مالک باغ کا رہا، اور اگر کچھ بھی وصول نہ ہوا، تو روپیہ مشتری بہار کو واپس ہو جاوے (گا) جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح بیع حرام ہے۔

(بدست خاص، سوال ۵۴۳)

(۵۴۵) پھل ظاہر ہونے سے پہلے باغوں کی فروخت؟ سوال: باغوں کی فصل کا درخت پر پہنچنا

فقہ کی کتابوں سے ناجائز ہے، خصوصاً جب کہ بیع پھلوں کے ظاہر ہونے سے پہلے ہو، کیوں کہ بیع معدوم ہے اور منازعت کا احتمال ہے، مگر اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو اس قدر فرصت نہیں کہ اپنی باغوں کی حفاظت کریں، اور معتبر نوکر بھی نہیں ملتے ہیں، جس کو نوکر رکھتے ہیں، وہ پوری حفاظت بھی نہیں کرتا، بلکہ خیانت کرتا ہے، ہمارا بہت نقصان ہوتا ہے، اور فصل کے بیچنے میں جھگڑا نہیں ہوتا، بلکہ ہم اپنے نقصان سے بچتے ہیں اور مول لینے والا اپنی خوشی سے لیتا ہے، لہذا بیع جائز ہونا چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں، فصل کا درختوں پر پہنچنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ہرگز یہ بیع درست نہیں، اور ایسے عذرات سے حکم شرع کا بدل نہیں سکتا۔ فقط

رشید احمد عثمانی عین گنگوہی

(مجموعہ فرخ آباد ص ۳۰)

(۵۴۶) باغ کی فصل فروخت کرتے وقت جن متعین کرنا، کب صحیح ہے؟ سوال: فروخت کرنا

درختان باردار کا اس طرح پر، کہ اس کی قیمت کے ساتھ کچھ جنس اپنے واسطے بھی ٹھہرا لے، مثلاً ایک صد روپیہ و یک صد ٹھہرا نہ وغیرہ ٹھہرا لے، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جس باغ میں بہت بارانہ ہو، کہ قطعاً اس میں سے سوانہ استثناء کر کے، بار باقی رہے، تو ایسا استثناء درست

ہے، ہاں ایسا استثناء مجہول کہ بعد اخراج مستثنیٰ کے، بقاہ متحقق نہ ہو، درست نہیں فقط۔ کذا فی کتب الفقہ

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(نولتی علیحدہ، بدست خاص)

(۵۴۷) نوکروں صندوقوں میں رکھے ہوئے سامان کو، بغیر دیکھے خریدنا؟ سوال: خریدنا نیلام

کہ اکثر شے نوکروں اور صندوقوں میں نیلام ہوتی ہیں، اور پوری حقیقت ان کی معلوم نہیں ہوتی، کہ ان کے اندر کس قدر مال ہے، اور کیا چیز ہے، اور کہاں کہیں کھوٹا یا کھرا ہے۔

جواب: بیع پھل کی اس وقت کرے کہ بالکل بڑھ چکے اور نہایت کو بیج جاوے اور اس سے پہلے بیع فاسد

ہوتی ہے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۳-۲۳۴)

(۵۴۳) بہار آنے سے پہلے باغوں کا فروخت کرنا؟ سوال: بہار باغ قبل از آمد بہار فروخت

کرنا، اس وعدہ پر کہ اگر موسم بہار میں تھوڑے انب بھی مل جاویں گے، تو یہ روپیہ جو قیمت کا ٹھہرا ہے، سب مالک باغ کا رہا، اور اگر کچھ بھی وصول نہ ہوا، تو روپیہ مشتری بہار کو واپس ہو جاوے [گا] جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس طرح بیع حرام ہے۔

(بدست خاص، سوال ۵۴۳)

(۵۴۵) پھل ظاہر ہونے سے پہلے باغوں کی فروخت؟ سوال: باغوں کی فصل کا درخت پر بیچنا

فقد کی کتابوں سے ناجائز ہے، خصوصاً جب کہ بیع پھلوں کے ظاہر ہونے سے پہلے ہو، کیوں کہ بیع معدوم ہے اور منازعت کا احتمال ہے، مگر اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو اس قدر فرصت نہیں کہ اپنی باغوں کی حفاظت کریں، اور معتبر نوکر بھی نہیں ملتے ہیں، جس کو نوکر رکھتے ہیں، وہ پوری حفاظت بھی نہیں کرتا، بلکہ خیانت کرتا ہے، ہمارا بہت نقصان ہوتا ہے، اور فصل کے بیچنے میں جھگڑا نہیں ہوتا، بلکہ ہم اپنے نقصان سے بچتے ہیں اور مول لینے والا اپنی خوشی سے لیتا ہے، لہذا یہ بیع جائز ہونا چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی حالت میں، فصل کا درختوں پر بیچنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ہرگز یہ بیع درست نہیں، اور ایسے عذرات سے حکم شرع کا بدل نہیں سکتا۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۳۰)

رشید احمد غنی عنہ گنگوہی

(۵۴۶) باغ کی فصل فروخت کرتے وقت جس متعین کرنا، کب صحیح ہے؟ سوال: فروخت کرنا

درختان باردار کا اس طرح پر، کہ اس کی قیمت کے ساتھ کچھ جس اپنے واسطے بھی ٹھہرا لے، مثلاً ایک صد روپیہ و یک صد ٹھہرا نہ وغیرہ ٹھہرا لے، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جس باغ میں بہت بارانہ ہو، کہ قطعاً اس میں سے سوانہ استثناء کر کے، بار باقی رہے، تو ایسا استثناء درست

ہے، ہاں ایسا استثناء مجہول کہ بعد اخراج متشی کے، بقاء محقق نہ ہو، درست نہیں فقط۔ کذا فی کتب الفقہ

(فتویٰ علیحدہ، بدست خاص)

رشید احمد گنگوہی عنہ

(۵۴۷) نوکروں صندوقوں میں رکھے ہوئے سامان کو، بغیر دیکھے خریدنا؟ سوال: خریدنا نیلام

کہ اکثر شے نوکروں اور صندوقوں میں نیلام ہوتی ہیں، اور پوری حقیقت ان کی معلوم نہیں ہوتی، کہ ان کے اندر کس قدر مال ہے، اور کیا چیز ہے، اور کہاں کہیں کھوٹا یا کھرا ہے۔

جواب: جب تک کسی چیز کی کیفیت معلوم نہ ہو اس کا خریدنا اچھا نہیں، دلیل اس کی علماء جانتے ہیں، فقط تم کو اس قدر کافی ہے کہ بیع فاسد ہے، جب تک اس کی کیفیت نہ معلوم ہو۔ فقط، واللہ تعالیٰ (اعلم)

رشید احمد گنگوہی (فیوض رشیدیہ ص ۲۵-۲۶ طبع اول)

(۵۸۸) عام خریداروں کے لئے کشمیر و کابل کے پھلوں اور میوہ جات کی شرعی بیع کی تحقیق؟

سوال: علمائے دین شرع متین سے سائل کا سوال ہے: کہ کسی مسلمان کو جس چیز کا علم نہ ہو اور نہ جانتا ہو، اس کے حال کو دریافت کرے، بار بار اس کے چھپے ہوئے حال کو کہ، یہ گندم یا گڑ کہاں سے لایا تھا اور جس سے لیا تھا، وہ شخص بہتر تھا یا بدتر تھا، اور شرع کی خرید و فروخت کو جانتا تھا یا نہیں جانتا تھا۔ کسی کے پوشیدہ حال کو کھو کھو کر دریافت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ کوئی شخص اسے فروخت کرتا ہو بازار میں، ایسے شخص سے خرید کرنا بے تحقیق جائز ہے، یا نہیں؟ خریدار کو اس کا علم نہیں ہے، کہ اس نے بیع شرع کے موافق کی ہے، یا نہیں؟

اور دوسرے کابل سے انار آئے، اب حال اس کا کچھ معلوم نہیں کہ اس نے شرع کے موافق خرید کئے، یا نہیں۔ تیسرے کشمیر سے سیب آئے، اب معلوم نہیں کہ کشمیر میں جو ایک خریدار خرید کے لایا، اس نے شرع کے موافق خرید کئے، یا نہیں کئے اور خریدار یہ کہتا ہے کہ جو چیز کہ غائب ہے، اس کو میں کھو کھو کر دریافت نہیں کرتا۔

جواب: کشمیر و کابل کے میوہ کی کچھ واکرنا ضرور (ی) نہیں ہے، علیٰ ہذا، جو انبہ بازار میں فروخت ہوتے ہیں، اگر کوئی شبہ ہوتا ہو تو پوچھ لیوے، ورنہ کچھ ضرورت تحقیق کی نہیں۔ اور اسی طرح اگر حال ظاہر مسلمان کا اچھا ہے، تو خواہ مخواہ اس کے حال کی تحقیق کرنا، کچھ ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی شبہ حرمت کا ہو تو مضاقتہ نہیں ہے، یا کوئی آمدنی حرام کی غلط ہونے کا قرینہ ہو، یا فاسق آدمی ہونے کی وجہ سے، کوئی احتمال غالب ہو تو تحقیق کر لینا اولیٰ ہے، ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۰۹)

(۵۸۹) بیع سلم کی شرائط اور اس کے احکام؟ رواج بیع سلم کا یہاں پر چند قسم ہوتا ہے:

اول: یہ کہ زید عروسے کہے، کہ یک من گندم دیتا ہوں، فصل میں اس قدر لوں گا، اور حال یہ ہے کہ بوقت و قش گھن کھایا ہو دیتے ہیں اور اچھا لیتے ہیں۔

دوم: یہ کہ عبد اقرار قصد یک من دیتے ہیں اور سو امن لیتے ہیں۔

سوم: یہ کہ نحو دیا شعیر دیتے ہیں اور گندم لیتے ہیں، خواہ وزن میں برابر ہوں، یا کم۔

چہارم: یہ کہ نقد دیتے ہیں یا بیں اقرار، کہ فصل میں ۲۰ ہار مثلاً لیں گے، اگر وقت ٹھہرانے کے بہت کم نرخ ہو۔

چشم: یہ کہ غلہ جو آب یا بھتہ دیتے ہیں، اور فصل ربیع میں گندم یا نخود برابر یا زیادہ، بحسب قرارداد باہمی لیتے ہیں۔
ششم: یہ کہ خراب گڑ یا لاٹ (۱) یا رب دیتے ہیں اور کولہو کے موسم میں عمدہ لیتے ہیں۔

اور کتاب نافع خریداران میں یہ سات شرطیں لکھی ہیں:

اول: بیان جنس، کہ گندم لئے جائیں گے یا جو، سو یہ ضرور ہوتا ہے۔

دوم: بیان نوع مثلاً بارانی ہونگے یا چابی، سو یہ طرفین میں سے کوئی نہیں کرتا، بلکہ بجائے اس کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ جیسے تیرے یہاں ہوں، ویسے ہی دیدینا۔

سوم: بیان صفت، کہ اچھے ہوں یا برے، سو بجائے اس کے یہ اقرار ہوتا ہے کہ نئے لیں گے۔

چہارم: بیان مقدار، کہ ناپ تول میں اس قدر ہوں۔

پنجم: مدت، کہ اتنے دنوں کے بعد لیں گے اور اس کی کتر مدت یک ماہ ہے، زیادہ کا اختیار ہے کہ کبھی بیان ایک ماہ وغیرہ کا کر دیتے ہیں اور گا ہے یہ ٹھہرا دیتے ہیں کہ فصل میں لے لیں گے۔

ششم: راس المال کی مقدار، کتنا دیا جاوے گا، سو یہ ضرور مقرر ہوتا ہے۔

ہفتم: اس جگہ کا نام کہ جہاں مسلم فی ادا کی جائے، بشرطیکہ لیجانے میں کچھ بار برداری پڑتی ہو، ورنہ کچھ حاجت نہیں۔ جہاں معاملہ ہوا ہے وہاں ہی مسلم فی ادا کی جائے۔ (۲)

یہاں یہ دستور ہے کہ جب غلہ تیار ہوتا ہے، پھر (۳) میں یا اپنے یا اس کے آنگن [محنت] میں، بکوا دیتے ہیں، فقط۔
 تفصیل ہر شرط کی مفصل ارشاد ہو اور بدھنی فساق اور کفار سے بھی درست ہے، یا نہیں؟

دوسرا مسئلہ نافع خریداران میں مذکور ہے، کہ نقد کے عوض میں کم کر دینا اور ادھار کے عوض زیادہ کو فروخت کرنا درست ہے، اس کی کیا مراد ہے، جائز ہے، یا نہیں؟ انتہیٰ ملخصاً

الجواب: پہلی صورت سوال کی کہ من بھر گندم دے کر، فصل میں لینا چاہا، قرض کی صورت ہے، اگر دینے والے نے مثلاً خراب جنس دی اور اچھی لینا شرط کرتا ہے، تو یہ حرام اور سود ہو جائے گا، کیوں کہ قرض میں جیسا یوں دیا ہی دینا واجب ہوتا ہے۔ ہاں اگر شرط کچھ نہیں کی اور یہ کہا کہ من بھر کے بدلہ من بھر دیدینا، یا یہ کہا کہ جیسی دیتا ہوں دیدینا، تو قرض درست ہو گیا، دینے وقت اگر اچھی جنس اپنی خوشی سے، بدلہ شرط دے دیوے، تو کچھ حرج نہیں۔

(۱) مختلف چیزوں یا کسی ایک چیز کا ذخیرہ یا اکٹھا ذخیرہ۔ [نور]

(۲) نافع خریداران، مولانا محمد اسحاق نقوی ص: ۱۷۱، ۱۸ [مطبوعہ بیوانی پریس، نول شہر، دہلی، ۱۳۰۰] اگرچہ یہ تمام شقیں نافع خریداران میں درج ہیں مگر بعض اس کے یہ الفاظ نہیں ہیں، اس میں فرق ہے۔ [نور]

(۳) بی (بروزان میر) ۱۸۵ صاف کرنے کی جگہ، بکلیاں، انبار، جہاں کھانا یا کھانا ہو۔ نوراللفاظ۔ مولوی نور الحسن نے کاکوری، ص: ۱۹۸، جلد دوم (دہلی، ۱۹۹۸ء) [نور]

دوسری: صورت کہ من بھر کے عوض سوا من لو لگا، صریح سود و حرام ہے۔

تیسری قسم: کہ گندم کے بدلہ دوسری جنس مقرر کر دیوے، یہ بھی سود و حرام ہے، بسبب نسینہ۔

چوتھی: صورت سلم جائز کی ہے، روپیہ اب دیدیوے اور لینے کی تاریخ مقرر کر دیوے، یوں نہ کہے کہ فصل میں لوں گا، فصل زمانہ معینہ مجہول ہے، بلکہ دن مقرر کر دیوے اور سب شرط جو کہ نافع خریداران میں لکھی ہیں، مذکور ہونا ضرور ہے۔

پانچویں: صورت بھی ناجائز ہے، کیونکہ بیع نسینہ اشیاء ربویہ کی ہے۔

ششم: صورت قند سیاه وغیرہ کی، اس کا حال بھی پہلی صورت کا سا ہے، اگر خراب گڑ دے کر عمدہ ٹھہرا لیا، تو قرض ناجائز ہوگا، اور مطلق گڑ دیا اور لینے والے نے اپنی رضا سے عمدہ دیا، تو درست رہا۔

اور دوسری شرط چاہی بارانی سے یہ غرض ہے، کہ چاہی عمدہ قسم اور موٹا خوش رنگ وزنی ہوتا ہے، اور بارانی ضعیف سب امور میں۔ سو اگر بارانی و چاہی کی قید نہ ہووے، مگر قسم اول جو عمدہ موٹا ہونا بیان کیا جاوے، تو بھی مسلم درست ہو جاتی ہے، مگر یہ شرط کہ جیسی پیدا ہو جاوے وہی دیدینا، یہ شرط مفسد مسلم کی ہے، کہ تعین حق اور تقریر بیع کا نہیں ہوتا، تو یہ شرط نہ کرنی چاہئے۔

اور دوسری بات یہ کہ کھیت اور قریہ کی بھی شرط مفسد مسلم کی ہے، یوں کہے کہ اس قسم (کی) گندم لوں گا، نہ یہ کہ تیرے کھیت، یا اس گاؤں کے، یوں نہ کہنا چاہئے۔

اور اگر چاہی یا بارانی میں کوئی اور فرق ہے، جو اہل زراعت کو معلوم ہے، تو اس شرط کو مصرح کرنا چاہئے۔ اور جدید و قدیم کی صفت بھی ضرور ہے، کہ اس میں بھی فرق ہوتا ہے، اور سرخ و زرد کا بھی ذکر ہونا چاہئے۔ حاصل ان سب کا یہ ہے کہ جنس مسلم کی ایسی بیان ہو جائے، کہ پھر اس میں نزاع نہ رہے، اور ہر طرح متعین ہو جائے، گویا دیکھ رہا ہے، اور وزن سے بھی مسلم کرنا درست ہے اور تین ماہ چار ماہ یا زیادہ مدت بھی روا ہے، مگر مدت جو کچھ ہو تاریخ سے مقرر کی جاوے، اور ایک ماہ سے کم نہ ہو زیادہ کا اختیار ہے، اور جگہ لینے میں یہ ہے کہ اگر کسی قریہ میں مسلم کی اور لینے کے وقت لینے والے نے کہا، کہ میرے گھر پہنچاؤ تو بار برداری کی شے مسلم الیہ کا صرف ہوگا، اس میں تکرار ہوگا، لہذا لینے کی جگہ بار برداری کی شے میں مقرر کر دیوے، تاکہ تکرار نہ ہو۔ [یہ جواب غالباً ناقص ہے اس کے آخری صفحات موجود نہیں۔ نور]

(مجموعہ رام پور ص ۲۷-۲۸)

(۵۵۰) گھی میں بیع مسلم؟ سوال: گھی کی بدھنی یعنی بیع مسلم جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: گھی کی سلم بشرطاً خود جائز ہے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۴)

سوال: مخدوم معظم حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم عاصی بے حد، نظر محمد غنی عنہ تسلیمات مستمندانہ بجالا کر عرض رکھتا ہے، کہ ایک ہندو نے ایک بچہ نصف حصہ پر ایک مسلمان کو پالنے کو دی تھی، کہ جب یہ بچہ جاوے گا اس کی نصف قیمت تجھ سے لے لوں گا، یا دے دوں گا۔ اب وہ ہندو مالک مر گیا ہے اور اس کا کوئی وارث قریبی بھی نہیں ہے، تو بروئے شرع شریف اس گائے کا، واسطے قربانی کے یا واسطے کھانے کے خرید کرنا، اس مسلمان سے جائز ہے، یا نہیں۔ فقط

دیگر عرض آں کہ غلام زادہ کو اب بفضل الہی صحت ہے، لیکن ایک تعویذ مرحمت ہو جائے۔ والسلام

نیازمند: نظر محمد غنی عنہ از آئندہ

جواب: از بندہ رشید احمد غنی عنہ السلام علیکم

وہ گائے تو اس بقال کی ہے اس کے وارثوں کو دینا چاہئے، خواہ کوئی ہو، اور اجرت اس کی پرورش کی اس مسلمان کو ملے گی، وہ مالک نہیں، نہ نصف کا نہ کل [کا] اس کی پرورش کی اجرت کی تخمین کرو، اور اگر کوئی وارث نہ دیوے، تو گائے سے وصول کریں، مگر ایسی مشتبہ شے کو قربانی کے واسطے خرید مت کرو، فقط عزیز کی صحت سے طمانیت ہوئی، تعویذ ملفوف ہے۔ فقط والسلام

(کتوب مینہ و بدست خاص)

(۵۵۲) قرض خواہ مجبوری میں، قرضدار سے عدالت و ڈگری کا خرچ لے سکتا ہے؟ سوال: کیا

فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ عدالت انگریزی میں اسٹامپ و طلبانہ و محتنانہ وغیرہ کا خرچ، جس میں سود بھی شامل ہوتا ہے، ڈگری دار کو محض بہ پابندی قانون، بلا لحاظ شرع شریف کے دلایا جاتا ہے، وہ شرعاً مسلمان کو لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر اس خرچہ میں جائیداد کسی مسلمان کی نیلام کی جاوے، تو دوسرے مسلمان کو اس جائیداد کا خرید کرنا، شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر کسی مدیون نے دائن کو مجبور کیا اور دائن نے بہ ناچاری نااش کی، تو جو کچھ خرچہ وغیرہ عدالت انصاری کا دیا، اگرچہ وہ ظلم اور خلاف شرع ہے، مگر دائن مدیون سے اسے لے سکتا ہے، البتہ سود کا لینا درست نہیں۔ اور پھر اس خرچہ میں سوائے سود کے، جو جائیداد مدیون کی نیلام ہو جاوے گی، اس کا دوسرے مسلمان کو بھی خریدنا درست ہووے گا۔ قال (فی) نور الأنوار:

أفتی المتأخرون بضمائنه لفساد الزمان بالسعي الباطل و كثرة الساء فيه (۱) انتہی۔

اور چونکہ سودی شخص باعتبار دائن ہے اس کا لینا اور اس کے نیلام میں خریدنا [اور] اگر کوئی بیوے تو مالک کو اس کو رد

(مجموعہ کلاں ص ۱۹۵-۱۹۶)

کرنا واجب ہے۔ فقط

[نوٹ: ایک اور مسئلہ بیع احوار میں کا وعدہ کرنا کہ فلاں روزوں کا ضروری ہے یا نہیں؟ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

(۵۵۳) ڈگری دار کا مقدمہ کی پیروی کا بالائی خرچ لینا؟ سوال: ڈگری دار کو خرچہ بالائی لینا، جو

کہ بابت پیروی مقدمہ وکلاء وغیرہ میں صرف ہوتا ہے، درست ہے، یا نہیں؟

(مجموعہ رام پور ص ۶۰۳)

جواب: مظلوم اگر ظالم سے اپنا خرچ لے لیں، تو درست ہے، فقط

(۵۵۴) پرچی کے ذریعہ سامان کی خرید و فروخت؟ سوال: چھٹیاں^(۱) ڈال کر کسی چیز کا

خرید و فروخت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(بدست خاص، سوال ۵۹)

جواب: حرام ہے، کہ اس کو قمار اور جوا کہتے ہیں۔

(۵۵۵) فاسق کا قول تجارت میں معتبر ہے؟ سوال: علمائے دین سے سائل کا سوال ہے: کہ

بعض اشخاص تجارت آرتھ وغیرہ کی کرتا ہے اور اڑھی منڈاتا ہے اور لوگوں سے بیان کرتا ہے کہ کم نہیں تولتا ہوں، یعنی وزن کم

نہیں دیتا ہوں، ایسے اشخاص کا اعتبار کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

اور بعض شخص ایسا ہے کہ وہ تجارت باطلی کی کرتا ہے اور لوگوں سے بیان کرتا ہے کہ میری کوٹھی (۲) دس ہزار روپے کی

ہے اور اس کے یہاں بنگل یعنی انگریزی باجا اور شطرنج اور گھنٹہ بکتا ہے۔ اور بہت چیز حلال بھی فروخت ہوتی ہے اور وہ کہتے

ہیں کہ میں جھوٹ نہیں بولتا ہوں، ایسے شخص کا قول قابل اعتبار ہے، یا نہیں؟

اور بعض شخص ایسا ہے کہ وہ کوٹری سرکاری کرتا ہے اور شرع کے خلاف لکھتا پڑھتا ہے اور کفاروں کو تعظیم دیتا ہے

اور سودی تمسک پر گواہی لکھتا ہے، یا برائے خرید دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ میں نے عہد کیا ہے، کہ رشوت نہ لوں گا اور

جھوٹ نہ بولوں گا۔ ایسے شخص کا اعتبار کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

اور بعض شخص یہ بیان کرتا ہے کہ میں نے پیشہ بہتر اختیار کیا ہے، عطر وغیرہ کا اور پھر فروخت کرتا ہے، رنڈی ڈوم وغیرہ

کو اور پھر کہتے ہیں میں جھوٹ نہیں بولتا ہوں، ایسے شخص کا اعتبار کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں۔ یا کوئی فاسق و فاجر ہو اور گناہ کبیرہ

کرتا ہو، اس کا اعتبار کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں۔

بعض شخص ایسا ہے کہ وہ کسی اپنے نوکر فاسق و فاجر کو، کچھ روپیہ تحویل خرچ میں اس کے سپرد کر دے، کہ میرے کام میں

صرف کرواے فاسق و فاجر کا اعتبار کرنا شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور مالک کہتا ہے کچھ حساب تم سے لینا ضروری نہیں، تمہارے

(۱) چٹیاں ڈال کر ہمارے علاقہ میں آن کل کی معروف اصطلاح میں کھٹی ڈال کر، بلا کسی رقم کے اضافہ اور کسی کے نفع کا واسطہ کم زیادہ کرتے رہنا۔ (نور)

(۲) کھٹی جس میں مختلف لوگوں کے حصے (Share) ہوں۔ (نور)

اور پر اعتبار ہے۔ ایسے شخص فاسق و فاجر پر اعتبار کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اور کوئی شخص دوسرے فاسق و فاجر سے کہتا ہے یہ عدد بے شمار تم کو دیتا ہوں، گھر اپنے میں اس کا شمار کر لی جیو، اور جو

کہہ دو گے اس کا اعتبار ہے۔ ایسے فاسق و فاجر کا قول لائق اعتبار کے ہے، یا نہیں؟ فقط

جواب : ڈاڑھی منڈانے والا، اور بگل باجے ممنوعات کا فروخت کرنے والا، اور نوکری نصاریٰ کی خلاف

شرع کرنے والا، اور سودی تمسک لکھنے والا، اور گناہ کبیرہ کرنے والا۔ ڈوم کنجن کا مال کھانے والا، فاسق ہوتا ہے کہ یہ

سب کام فاسق ہے، اور فاسق کا قول معتبر ہے، اگر ظن غالب صادق ہونے کا اس کے قول میں ہو۔ اور فاسق کی بات کا

قبول کر لینا درست ہے، اگر غالب ظن اس کے جھوٹ بولنے کا نہ ہو، کذا فی کتب الفقہ۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاس ص ۳۱-۳۱۱)

(۵۵۶) جانور کو حصہ پر دینا؟ سوال : مرغ یا بیل وغیرہ یا پھلدار درخت، کسی کو حفاظت کے واسطے

دینا، اس طرح پر کہ تو حفاظت کر اور بیل وغیرہ کو گھاس وغیرہ دے، تیرا اتنا حصہ اور میرا اتنا حصہ، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب : جانور کو حصہ پر دینا درست نہیں ہے، درخت کا پھل محافظت کے واسطے حصہ پر دینا جائز ہے۔ فقط،

واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۶۰)

(۵۵۷) چوری کے سامان کا خریدنا؟ سوال : اگر یوں معلوم ہو کہ یہ شتر چوری کا ہے، تو اس کا خرید

کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب : چوری کے مال کا خریدنا حرام ہے۔ فقط، واللہ اعلم (بدست خاص، سوال ۱۳۶)

(۵۵۸) ہنڈی لفافہ اور اشامپ کی کمی زیادتی کے ساتھ فروخت اور منی آرڈر کا حکم؟ سوال : ہنڈی

کی زیادتی سے لینا دینا، اور لفافہ اور اشامپ کی کمی زیادتی سے فروخت کرنا، درست ہے، یا نہیں، مگر سرکاری دستور لفافہ و اشامپ

پر یہ ہے کہ فیصدی تین روپیہ سے، کمیشن خریدار کو دیا جاتا ہے، اور در صورت عدم فروختگی، سرکار واپس بھی کر لیتی ہے۔ ان کا

فروخت کرنا درست ہے، یا نہیں؟ اور منی آرڈر کا کیا درست ہے، یا نہیں؟

جواب : ہنڈی کی کمی زیادتی درست نہیں، علیٰ ہذا لفافہ اشامپ، کمی زیادتی سے فروخت کرنا، درست نہیں،

اشامپ کی بیع کی، اجرت لینے جائز ہے۔ منی آرڈر کرنا درست نہیں ہے۔ (۱)

(فیوض رشیدیہ ص ۲۱)

(۱) یہ فتویٰ اس وقت کا ہے جب منی آرڈر (MONEY ORDER) کا سلسلہ نیا شروع ہوا تھا، اس کی صحیح نوعیت اور طریق کار واضح اور متعین نہیں

تھا۔ معاملہ کی صحیح نوعیت بعد میں واضح ہوئی، اب اس کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (نور)

(۵۵۹) روپے کے نرخ سے کم یا زیادہ پیسے لینے کا حکم؟ (۱) سوال: روپیہ کے ساڑھے سولہ آنہ

لینے یا ساڑھے پندرہ آنہ دینے، جائز ہیں، یا نہیں؟

(فیوض رشیدیہ ص ۲۱)

جواب: روپیہ کے نرخ سے پیسے، کم یا زیادہ لینا دینا، جائز ہے۔ فقط (۲)

اجارہ

(۵۶۰) کرایہ کے ایک مکان کے معاملہ میں فسخ اجارہ کا حکم؟ سوال: جو زید نے مکان کرایہ پر

خالد کو دیا ہے، وہ پردہ کا جدا مکان ہے، اس مکان کے بہت لینے والے آدمی ہیں، اور یہ مکان دوسرا زید کا بحق مکان زنا نہ کے نشست گاہ ہے، اس کا کوئی لینے والا نہیں ہے، کیونکہ اس مکان میں زنا نہ سکونت نہیں کر سکتی، جو لیتا ہے واسطے سکونت عیال و اطفال کے لیتا ہے اور خالد تنہا رہتا ہے، کوئی عورت اس کی نہیں ہے، وہ اس مکان نشست گاہ میں سکونت کر سکتا ہے۔ اس واسطے زید چاہتا ہے کہ مکان کا تبادلہ خالد سے کر لے، خالد منظور نہیں کرتا ہے اور کرایہ مکان کا جو خالد کے پاس ہے، وہ ایک روپیہ سود کے تین روپے آٹھ آنے ہوتے ہیں، تو ایک روپیہ سود میں مجرا ہو گیا، باقی دو روپے آٹھ آنے کا دائن کی طرف سے احسان ہے، اور احسان کی یہ صورت ہے کہ جس کا قرض دیتا ہے، وہ ہی اپنی ضرورت میں لیکر، دو روپیہ آٹھ آنے سود معاف کرتا ہے، اور ایک روپیہ پر راضی ہوتا ہے، یعنی بمقابلہ ایک روپیہ کے تین روپیہ آٹھ آنے چھوڑتا ہے اور اس مکان کے سوا اور کوئی مکان زید کے پاس ایسا نہیں ہے، کہ قرض دہندہ کو وہ کر سود سے بچے، تو اس صورت میں فسخ اجارہ ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ اور یہ مکان جدا نہیں ہے ایک مکان کے تین ٹکڑے کر کے دو روزانہ ایک مردانہ بنائے گئے ہیں، اس واسطے کہ زید کے دو بیٹے ہیں، تاکہ بعد مرنے زید کے باہم دونوں پسر کے نزاع نہ ہووے، اس واسطے زید اس مکان کو فروخت نہیں کر سکتا، اور نہ فروخت کر کے ادا قرض کا کرتا، لاچار ضرورت رہن کی ہے۔ فقط

جواب: جبراً فسخ کرنا اجارہ کا اس صورت میں صاحب مکان کو درست نہیں، البتہ اگر رضاء سے فسخ کر دیوے تو

(۱) یہ مسئلہ بھی اس وقت کا تھا جب روپیہ یعنی درانہ نامی مستقل کرنسی تھی اور غلوں یعنی پیسے ملکہ کرنسی تھے اور غلوں من جہ سامان اور من جہ جن تھے اس جہ سے کی بیشی جائز تھی مگر اب جب غلوں مستقل کرنسی نہیں رہے، بلکہ روپیہ کے جزا قرار دیئے گئے تھے تو اب روپیہ پر گاری کے عوض کو بیشی بچانا جائز نہیں۔ (پان پوری)

(۲) یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس وقت ایک روپیہ میں چونسٹھ پیسے ہوتے تھے، یعنی اگر ایک روپیہ گھلوا کر دینا چاہتا تھا تو تہا دل میں پورے چونسٹھ پیسے دینے ضروری تھے، ایک پیسہ بھی کم یا زیادہ ہو تو یہ معاملہ صحیح نہ تھا۔ اسی طرح آج ایک روپیہ میں سو پیسے ہوتے ہیں، مگر اب قانوناً تمام پیسے سکون کا چنان بند ہو گیا ہے، آج کل بازار میں نہ ایک پیسے کا سکہ موجود ہے نہ دوکانے کا چانچ کا، اسی طرح پچاس پیسے تک تمام کے خلاف قانون قرار پائے ہیں اور بازار سے غائب ہیں۔ اس وقت صرف پچاس پیسے کا سکہ دستیاب ہے، وہ بھی مغربی قسٹ ہوا چاہتا ہے، اس لئے ایک روپیہ میں سو پیسے کی بات صرف روا جارہ جائے گی، بمثل قسٹ۔ [نور]

مروہ ہے مستاجر کی۔ کذا فی کتب الفقہ، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۲-۲۲۳)

(۵۶۱) کرایہ کا مکان خالی کرانے کے لئے جبر کرنا؟ سوال: اگر اس فتویٰ شرعی سے منحرف ہو اور

قبول نہ کرے، تو زید پر یہ امر جائز ہوگا یا نہیں، کہ کرایہ نامہ کو چاک کر ڈالے اور معاہدہ باہمی سے انکار کر دے، کہ خالد نے حکم شرع کو قبول نہیں کیا۔

جواب: ایسے شخص کا یہ ہی علاج ہے، کہ اس نے فتویٰ شرعی کو نہیں مانا اور زید کو گناہ سود میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ فقط،

محمد مراد عفی عنہ (۱)

[جواب] ہرگز کرایہ نامہ کو چاک کر کے، خالد کو نکال دینا درست نہیں، کہ فسخ اجارہ کا یہاں کوئی عذر شرعی موجود نہیں۔

فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ، جواب مسئلہ مولوی مراد صاحب نے بدون کتاب دیکھے لکھ دیا تھا، چونکہ

بندہ کی فہم میں نہ آیا، جو کچھ معلوم تھا لکھ دیا، معاف فرمادیں۔ آپ کی بیماری سے رنج ہے، حق تعالیٰ آپ کو صحت عطا فرماوے۔

السلام علیکم

مولوی مراد صاحب

اس مسئلہ کو کتاب الاجارہ کے، باب فسخ الاجارہ میں دیکھنا چاہئے، کہ عذر فسخ اجارہ کے مؤجر اور مستاجر کی طرف سے جو

ہیں، ان کو کہتے ہیں، کہ اگر مالک پر دین ہو جاوے، کہ اندیشہ قید کا ہو اور سوائے اس شے کے اور کوئی دوسرا مال نہ ہو، جس کی بیع

سے ادائے دین کر سکے، اس وقت فسخ کا اختیار ہوتا ہے، فقط سوا آپ نے دین میں رہن کرنا عذر قرار دیا ہے۔

اس مسئلہ کو دیکھو اور آئندہ کو احتیاط رہے، کہ جواب [صحیح] ہو۔ ظاہری نفع و نقصان اور ظن و تخمین کو کام نہ ہو، کتاب کو خوب

غور سے دیکھ کر جواب لکھو، اور عبارت کتاب کی نقل کیا کرو، تاکہ دوسروں کو پھر گنجائش نہ ہو اور جب خوب ماہر ہو جاوے، اس

وقت نقل عبارت کی ضرورت نہیں۔ یہ کلمات اپنا دوست جان کر بطور نصیحت لکھے ہیں، بہر خدا تعالیٰ ملال نہ فرمانا، اپنوں کو

نصیحت کرتے ہیں، غیروں سے کام نہیں، فقط، سب کو سلام پہنچے۔

(۵۶۲) سود سے بچنے کے لئے مقررہ مدت سے پہلے مکان خالی کر لینا؟ سوال: کیا فرماتے

ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم در باب مسئلہ ذیل کے: کہ زید نے مکان اپنا میعاد معین کر کے

خالد کو کرایہ پر دیا، بعد اس کے زید کو کہ مدیون ہے، بکراؤن نے کہا کہ مکان میرے پاس رہن کر دے، تجھ کو سود سے

(۱) مولانا محمد مراد، فاروقی، پٹنئی، شاہ گورد رشید حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی و حضرت مولانا گنگوہی، وہابی مدرسہ مراد آباد [حوض ولی مسجد مظفر نگر]

سبکدوش ہو جاوے گی، کرایہ مکان کا معاف کرتا ہوں، عذاب دین سے مجھ کو چھڑا دے۔ خالد اس بات کو قبول نہیں کرتا، حالانکہ اس کا کچھ نقصان نہیں ہے، بلکہ فائدہ ہے کہ کرایہ نہیں دینا پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں زید کو اختیار خالی کرانے مکان کا، اور دوسرا مکان خالی کرایہ دار کو دینے کا ہے، یا نہیں، اور صورت نہ خالی ہونے کے زید عذاب دین میں رہتا ہے۔ عند الحق [یا نہیں؟]

جواب: جواب یہ ہے کہ خالد کو مناسب ہے کہ مکان زید کا خالی کر دے، تاکہ وہ سود سے بچے، جو بہت بڑا گناہ ہے، جس کے لینے اور دینے پر وعید شرعی مرتب ہوتی ہے، اور سود کے گناہ سے بچنا اور دوسرے مسلمان کو بچانا، ہر مسلمان کو ضروری اور واجب ہے۔ اور صورت نہ خالی کرنے مکان کے زید کے، سود دینے کا گناہ خالد کے ذمہ مرتب ہوگا، جب اپنے آپ گناہ میں مرتب ہوا، تو اس گناہ سے اس کو نجات دینی ضروری ہوگی، وہ یہ ہے کہ اس سے مکان خالی کر دیا جاوے اور جو کہ اس سے معاہدہ ٹھہرایا تھا، اس کے بدلہ جو زید اپنا دوسرا مکان دیتا ہے، وہ کافی اور وافی ہے۔ فقط محمد مراد غنی عنہ

(از مولانا محمد مراد فاروقی چٹنی ثم مظفر نگری)

[جواب از حضرت مولانا گنگوہی:] اس صورت میں زید سود مقررہ سے تو خلاصی ہوتا ہے، مگر دین کے سود میں مبتلا ہوتا ہے، کیونکہ انقاع رہن بھی سود ہے اور فسخ اجارہ کا عذر نہیں ہے، پس اگر خالد رضاء سے فسخ اجارہ یا تبدیل کر لے درست ہے، مگر جبر اس پر زید نہیں کر سکتا، اور چونکہ زید کے پاس اور گھر بھی ہے، لہذا اس مکان کے ترک کا عذر اور جبر شرعاً درست نہیں: کذا فی کتب الفقہ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی غنی عنہ
(مجموعہ کلاں ص ۲۱۹-۲۲۰)

(۵۱۳) کیا اپنے جائز حق کی وصولی کے لئے، کذب و توریہ کی گنجائش ہے؟ سوال: ماقولکم دام فضلکم اندر اس مسئلہ کے کہ جو کوئی واسطہ رفع ظلم اور احقاق حق کے فریب صوری کرے، جائز ہے، یا نہیں؟ مثلاً زید کا بڑا روپیہ بکر کے پاس واجب ہے، جس کو اب زمانہ تین برس سے زیادہ کا گزر گیا [ہے] اب بکر روپیہ دینے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تمہاری ہوگئی، اب تمہارا روپیہ کیسا؟ اب اگر زید کوئی کاغذ جعلی، نسبت اسی روپیہ واقعی کے، اندر اپنی میعاد کے بنائے، تو اس پر مواخذہ شرعی ہے؟ یا نہیں؟

یا مثلاً کوئی معاملہ واقعی سچا، درمیان زید و بکر کے ہوا ہو اور کاغذ بھی لکھ دیا گیا، مگر اس کاغذ میں کوئی لفظ ایسا ہے کہ از روئے قانون انگریزی وہ لفظ خلاف شرع ہے، اور موجب حرام ہے، اور بکر اراہ بددیانتی ادا حقوق زید سے انکار کرتا ہے، یا اس پر اور کوئی ظلم سخت تجویز کرتا ہے، جس کا زید قائل نہیں ہو سکتا ہے۔ اب اگر زید واسطہ احقاق حق و رفع اس ظلم سخت کے، اسی مضمون کو حذف کر کے، ایک دو لفظ موافق قاعدہ و قانون انگریزی لکھ کر، مقدمہ سچا دوا کرے، یا وقت دوران مقدمہ

کے کوئی کلمہ جھوٹ، واسطے احقاق حق و رفع ظلم کے، اظہار میں بیان کرے، تو اس پر مواخذہ شرعی ہے، یا نہیں؟

اور اب اس زمانہ میں کوئی مقدمہ کیسے ہی سچے سے سچا کیوں نہ ہو، بوجہ پابندی انگریزی قانون، بلا آمیزش جھوٹ ممکن نہیں ہے، کہ درست ہو جاوے اور اس میں احقاق حق ہو جاوے، تو اب کیا کرنا چاہئے؟ بینوا بسند الكتاب من الفقه و السنة و الكتاب، توجروا عند الله الوهاب.

جواب: محض اپنا حق وصول کرنے کے واسطے، کہ کسی کو اس میں مضرت جان و مال کی دینا نہیں، کوئی صورت پیدا کرنا اور کذب و توریہ سے اپنا حق حاصل کرنا، درست ہے۔ شرعاً اس میں کچھ اثم و ملامت نہیں، کتاب و سنت و فقہ سے سب سے ثابت ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۱۶-۲۱۷)

(۵۶۳) ڈبل پیسے کا منصوری پیسے سے تبادلو؟ سوال: پیسہ ڈبل کو بھنانا، بایں طور کہ ایک

منصوری لے لیا اور باقی کوڑی لے لی، یہ بھنانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: فلوس ڈبل کے بدلہ میں، فلوس منصوری (۱) اور کوڑیاں لینی، درست ہے، علی الاصح فقط۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۰۰-۱۰۳)

رہن

(۵۶۵) رہن کی زمین سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں؟ سوال: رہن کی زمین کی

پیدوار میں سے، جو خرچ بل یا ہتی وغیرہ کی لکڑی کا اور لوہے کا اور مزدور کا، اور بیلوں کا اور حاکمی کا ہوتا ہے، مجرا ہونا چاہئے، یا نہیں؟

جواب: رہن زمین کا تصرف ہی درست نہیں، تو مجرا کیا ہوگا، اور باقی کیا ہوگا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۳۳)

(۱) نوے، سو، سال پہلے پیسے کی بڑی قیمت تھی، تانبہ کے پیسے ہوتے تھے، ایک روپیہ میں چونسٹھ پیسے آتے تھے، اور ہر اک پیسہ میں خود کی رقیں چھٹی ہوتی رہتی تھیں، ہر اک پیسہ کے دو منصوری پیسے آتے تھے، اور ہر اک منصوری پیسہ میں دھڑیاں ہوتی تھیں، اور ہر اک دھڑی میں پانچ کوڑیاں، اور ہر اک کوڑی میں بھی کچھ نہ کچھ آ جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک پیسہ میں سولہ عدد متفرق چیزیں (سامان) خریدی جاسکتی تھیں، دوسری صورت یہ تھی کہ ایک پیسے میں سولہ کنڈے ہوتے تھے ہر اک کنڈہ دو پائی کے برابر ہوتا تھا، پھر اس میں اسی طرح دھڑی اور دھڑی کے بعد کوڑیاں آتی تھیں۔ آج حال یہ ہے کہ بجیک مانگنے والے فقیر بھی ایک دو روپے کا سکہ دیکھ کر، واپس کر دیتے ہیں کہ اس کا کیا آئے گا۔

[نور]

(۵۶۶) شی مرہونہ سے نفع لینے کا حکم؟ اور مسئلہ شاة مرہونہ میں یہ کہنا ہے، کہ جو مرتہبن نے اذن

راہن سے شیر بیا، اس کا ضمان نہیں، عام ہے کہ بشرط انتفاع رہن رکھا تھا اور نفع لینا حرام تھا، یا بلا شرط و عرف رہن رکھا تھا اور پھر اذن انتفاع دیا۔ اس میں حلت و حرمت سے کچھ بحث نہیں۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۱۲۷)

(۵۶۷) رہن سے نفع کے لئے ہدایہ کے ایک مسئلہ کی وضاحت: مسئلہ: ہدایہ میں کچھ خلاف

نہیں۔ اصل یہ ہے کہ نفع جو قرض کے عوض میں بشرط [اضافہ یا نفع] ملے حرام ہے؟ اور اس کو ربوا اور سود کہتے ہیں اور اگر بلا شرط ملے تو وہ درست ہے۔ اور یہ قاعدہ بھی محقق ہے کہ: المعروف کالمشروط۔ پس اب سنو! کہ حاصل اس مسئلہ کا کہ انتفاع باذن درست ہے، یہ ہوا کہ اگر کسی نے رہن کیا اور انتفاع رہن نہ مشروط ہوا اور نہ عرف میں ٹھہرا ہوا تھا، پس بقدر رہن کے اگر بلا وجہ بخوشی خود راہن مرتہبن کو اذن، انتفاع کا دیوے، تو درست ہے۔ پس اس سے جواز انتفاع رہن، جو اس زمانہ میں جاری ہے، ہرگز جائز نہیں ہوتا، کیونکہ یہاں انتفاع معروف و مقرر ہے، سو وہ مثل مشروط کے ہو کر حرام ہے، اور یہ اذن خود مشروط ہے، نہ اذن مباح۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۱۲۶-۱۲۷)

(۵۶۸) کیا رہن رکھی گئی چیز کو مرتہبن فروخت کر سکتا ہے؟ سوال: اگر کسی شخص نے اپنا زیور

گرو [ی] رکھا اور کچھ دنوں کے بعد مرتہبن نے راہن سے کہا کہ اپنا زیور چھڑا لے، اور اس نے کہا کہ میرے پاس تو ابھی چھڑانے کا بندوبست نہیں ہے اور مرتہبن کہتا ہے کہ میں تنگ ہو رہا ہوں، مجھ کو روپیہ کی ضرورت ہے [ہے] تو اس زیور کو فروخت کر دے، اور راہن زیور کو فروخت کرنے سے انکار کرتا ہے تو اس صورت میں مرتہبن، اس زیور کو فروخت کر کے، اپنا روپیہ وصول کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا کسی جگہ دوسرے [کو راہن کر کے، اپنا روپیہ وصول کر لے، تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مرتہبن بلا اذن راہن یا حکم حاکم اس شے کے بیچنے یا رہن رکھنے کا مجاز نہیں، مگر جب بالکل مجبور ہو جاوے اور کوئی صورت وصول کی نہ ہو تو اس وقت بیچ کر، بقدر اپنے دین کے کچھ کر باقی مالک کو دیدے۔ واللہ اعلم (بدست خاص ص ۵)

ہبہ

(۵۶۹) ہبہ کے ایک معاملہ کی شرعی تحقیق؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

اس مسئلہ میں: کہ ہندو لالہ نے زید کو حتمی کر کے کل جائیداد اپنی، نام زید ہبہ بلا عوض لکھ دیا، اور ایک قرار نامہ شرعی زید سے لکھوایا کہ میں مقرر، ہمیشہ اطاعت میں رہوں گا، کبھی بد چلتی و بد اطواری نہ کروں گا۔ اگر تاحیات ہندو کی کبھی قصد انتقال جائیداد ہو، وہ بکا کروں تو ہندو و ہبہ جائیداد ہو، ہبہ مجھ سے واپس کر لے، البتہ بعد وفات ہندو و ہبہ جائیداد ہو، وہ بکا مجھے اختیار ہے۔

ہندہ نے جائیداد موہوبہ پر قبضہ نہیں دیا، بلکہ ڈیڑھ برس کے بعد ایک درخواست دی، کہ میں نے ہبہ نامہ بنام زید لکھ دیا ہے، مگر داخل خارج نام کا بعد میرے موہوب لہ کو اختیار حاصل ہے، اور موہوب لہ نے بھی عرصہ دو برس گیارہ ماہ کے بعد، ایک درخواست دی، کہ میں نے بوجہ دل شکنی ہندہ کے داخل خارج نہیں کر لیا، و نہ ابھی قصد ہے۔ بعد اس کے کئی برس بعد داخل خارج کی کارروائی ہو گئی۔ مگر قابض ذیل متصرف ہندہ رہی، اور واقعی ہندہ نے قبضہ موہوب لہ کو کبھی نہیں دیا، جب مرض الموت میں بیمار ہوا، ہندہ نے اپنا ہبہ ہوش و حواس میں زید سے واپس کر لیا، اور زید نے بلا عذر ہبہ نامہ واپس دے کر، ابراہام نامہ لکھ دیا۔ سوائے تحریر واپسی کے ابراہام نامہ میں یہ بھی لکھ دیا، کہ آج تک نام میرا رجسٹر کرار میں برائے نام رہا، مگر مالک وقابض جائیداد موہوبہ کی ہندہ رہیں، تاریخ ہبہ نامہ اور اقرار نامہ سے، وقت واپسی ہبہ تحریر ابراہام نامہ تک، کوئی شے جائیداد موہوبہ میں تغیر و تبدل نہیں ہوئی۔ ایسی صورت میں ہبہ ناجائز اور رجوع عن الہبہ، جائز ہے، یا دونوں، یا کون ناجائز ہے۔ بیسوا بسند الکتاب توجروا بیوم الحساب۔

جواب: یہ ہبہ اول ہی نام تمام تھا، کیونکہ موہوب لہ کا قبضہ موہوب شے پر نہیں ہوا، لہذا رجوع بھی درست ہوگا:
قال فی الدر المختار: وتتم الہبۃ بالقبض الكامل فی یدہ محرز مفرغ مقسوم۔ انتہی (۱)
چوں کہ ہبہ تمام نہیں ہوا، لہذا رجوع میں اس کے معصیت نہیں ہوئی۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(مجموعہ کلاں ص ۱۵۱-۱۵۲)

(۵۷۰) موہبہ زمین کے ایک معاملہ کی تحقیق؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں: کہ زید نے، ایک جائیداد زینب کی، جو تکمیل عدالت انگریزی نیلام ہو گئی تھی، خریدار نیلام سے خریدا۔ زینب کے واسطے بطور اسم فرضی اپنے نام سے خرید کی، اور زینب سے کہا میں نے تمہارے واسطے خرید کی ہے، قیمت اس کی تمہارا تمہاری اولاد و قفا و قفاوا کروے۔ بعد چند روز کے زید نے، بمقابلہ چند اشخاص معتبرین کے، عبد اللہ پسر زینب سے اسی زمین پر کھڑے ہو کر کہا، کہ اس زمین کو کس طرح پر لوگے، عبد اللہ نے کہا کہ جس طرح چروگے، تب زید نے کہا، کہ زمین [میں] نے دی اور مگر قیمت میں نہ لوں گا، یا یہ کہا کہ قیمت مجھ کو لینا منظور نہیں، پس اس صورت میں زمین کی ہبہ سمجھی جائے گی، یا زمین کی۔ بیسوا بسند الکتاب توجروا بیوم الحساب۔

جواب: زید اس خرید نیلام میں فضولی ہے اور خرید فضولی کی فضولی پر قائم ہو جاتی ہے۔ قال (فی) الدر المختار:

(۱) اصل میں اسی طرح ہے مگر در مختار اور شامی کے مطبوعہ نسخوں کی عبارت میں کسی قدر فرق ہے، اوپر وہ عبارت نقل کی گئی ہے جو اصل قلمی نسخہ میں ہے، عبارت کے لئے ملاحظہ ہو: در مختار: کتاب الہبہ ص ۱۵۹، ج ۲: [کس جتنی] نیز شامی ج ۳، ص ۱۰: [جتنی]، ہی: [بلا سند] شامی کتاب الہبہ ص: ۶۹۰-۶۹۱ ج ۵: [دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ] [نور]

لو اشترى لغیره نفذ علیہ (۱) پس قول زید کا زمین میں نے دی ہے، کہ دینا ہے کہ لفظ ہے، مگر قیمت نہ لوں گا، بوضع احتمال بیع کا ہے، لہذا یہ عقد ہبہ زمین کا ہے، نہ ہبہ شمن کا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کتب ص ۱۵۲-۱۵۳)

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۵۷۱) مرض الموت میں ہبہ کی گئی جائیداد کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین

اندریں باب: کہ کوئی شخص بحالت صحت یا مرض الموت میں، اپنی جائیداد کو، باوجود موجودگی دیگر ورثاء کے، خاص ایک شخص، ذوی القربی یا عصبہ یا ذوالرحم یا اجنبی کے نام ہبہ یا بیع کر دے، تو یہ نافذ ہوگا، یا نہیں؟ بلکہ جملہ ورثاء پر بطور فرائض (تقسیم) کیا جاوے گا۔ بینا تو جروا۔

الجواب: اگر کسی نے حالت صحت میں اپنی جائیداد کسی وارث کو دے کر، تقسیم کر کر، قابض کر دیا، ہبہ صحیح ہو گیا، اب بعد فوت اس شخص کے ورثاء کا کوئی دعویٰ اس میں نہیں ہو سکتا اور جو صحت میں کہا مگر مشاع ہے، یا قبض ہو ہو بل نہیں ہوا، تو ہبہ فاسد ہے۔ بعد موت واپس کے یہ ہبہ صحیح ہو کر، سب ورثاء پر تقسیم ہوگا اور جو بیع کر دی ہے تو کسی حال میں بھی بیع صحیح نہ ہو سکے گی، اگرچہ مرض الموت میں کی ہو، بشرطیکہ محابات نہ ہو بلکہ شمن مثل کو بیع کی ہو، اور ہبہ شمن نہیں تو شمن میں وہی حال ہوگا، جو اصل شے؟ جو آب ہے، اسی صحت میں تام اور مرض میں باطل ہے۔ اور جو یہ ہبہ مرض الموت میں کیا ہے تو بالکل باطل ہے، ہبہ وارث کو مرض الموت میں باطل ہوتا ہے۔ اس میں سب ورثاء برابر میراث پاویں گے۔ فقط بکذا فی سائر کتب الفقہ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجموعہ درام پور ص ۱۱)

(۵۷۲) ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لے سکتے ہیں؟ سوال: ورثاء واپس کو،

شے موہوبہ کا ورثاء موہوب لے سے، جب جبر لے لینا جائز ہے یا نہیں، بصورت عدم جواز ان کی شان میں کیا وعید ہے۔ بینا تو جروا۔

جواب: بعد موت موہوب لے کے حق استرداد ساقط ہو گیا، اب ہرگز ورثاء واپس ورثہ موہوب لے سے، موہوب کو واپس نہیں لے سکتے۔ اگر جبر آویں گے تو غاصب، ظالم، فاسق شرعاً ہو کر، مافوقہذا بظلم و غصب ہوویں گے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کتب ص ۲۳۳)

(۵۷۳) اگر ورثاء موہوبہ چیز کو زبردستی واپس لے لیں تو؟ سوال: اگر ورثاء واپس لے

موہوبہ کو ورثاء موہوب لے سے جبراً چھیننا چاہیں اور ورثاء موہوب لے نہ دیویں اور مزاحمت کریں، اور ان لوگوں کو مار کر

(۱) در مختار کتاب البیوع (فصل فی الفیض) ص ۳۱۶ ج ۲ کتب جمہانی، نیز شاہ باب مذکور ص ۱۰۹ ج ۵ (دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ) نیز شاہ باب مذکور ص ۱۳۷ ج ۳۔ (مطبع مرتضوی دہلی ج ۱) (نور)

نکال دیں، تو ان ورثاء مہربوبہ، پر کوئی ملامت شرعی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو ان کو کیا کرنا چاہئے، اور اگر نہیں ہے تو مزاحمت کیوں کر کی جاوے؟ بیٹو! تو جروا۔

الجواب: ہرگز ورثاء مہربوبہ پر شرعاً واجب نہیں، بلکہ ظالموں کا مار کر نکال دینا اور اپنا مال بچانا درست ہے، ایسی حالت میں اگر ظالم کے ضرب آوے، تو بھی کچھ ضمان و تادان نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلام ص ۲۱۴)

(۵۷۴) ہبہ مشاع میں واہب کے وارث کا رجوع کرنا؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین

و مفتیان شرع متین: اس مسئلہ میں کہ، محمد و حامد و محمود تین بھائی تھے اور ان کے خاندان میں یہ رواج ہے کہ، جو بھائی جس قطعہ زمین پر قابض ہو گیا، دوسرے بھائی نے کچھ تعارض نہیں کیا، اور تینوں بھائیوں کی اولاد میں اب تک یہی دستور چلا آتا ہے۔ حامد نے ایک قطعہ زمین پر باغ لگایا اور ایک زوجہ زینب اور دو پسر ایک دختر کو اس پر وارث چھوڑ کر، حامد نے وفات کی، اس..... کا حق موافق باغ میں نیلام ہو گیا، زید ایک شخص خدا ترس نے، مسماۃ زینب کے واسطے خرید اذنیلام، پس اس شے کو اپنے نام سے بطور فرضی رسم خرید کیا، جب زینب اور اس کے پسر نے زرخش دیکر، اپنے نام لکھانے کا قصد کیا، تو زید کے بڑے بھائی نے زید کو لکھنے سے ممانعت کی، اس وقت میں یہ معاملہ ملتوی ہو گیا۔

عبداللہ پسر زینب کی شادی، آمنہ خواہر زید کے ساتھ ہوئی، تب زید نے بطور حمیزہ دینے کا اس کو قصد کیا، تب بھی برادر زید نے اس کو باز رکھا، بعد اس خصوصیت کے جبہائش زید عبداللہ نے برادر زید سے گفتگو کی، اور بعد رد [و] کد بسیار زید اور ان کے دونوں بھائی اور بعض اشخاص معتبرین اہل برادری، اسی موقع زمین پر آئے اور زید نے عبداللہ سے کہا، یہ زمین ہم نے ہمہ کی، لیکن زرخش لینا ہم کو منظور نہیں، عبداللہ نے اس کو قبول کر لیا اور اسی وقت سے عبداللہ کا قبضہ داخل زمین مذکور پر چلا آ رہا ہے۔

اب بعد فوت زید چند سال کے بعد، ممسی خالد پسر زید کو، بعض معاندین عبداللہ نے ورغلا کر، اس زمین کا دعویٰ کرایا۔ خالد کہتا ہے کہ یہ زمین مشترک ہے اور ہبہ مشاع جائز نہیں، عبداللہ کہتا ہے کہ یہ خریداری زید کی فرضی تھی، اس نے ہمارے واسطے خرید کیا تھا، اب بوجہ خصوصیت شادی کے زید نے اپنی بہن کی مروت سے، زرخش ہم کو چھوڑ دیا ہے۔ یہ معاملہ ہبہ شن کا ہے نہ [ہبہ] زمین کا، پس اس باب میں از روئے شرع شریف، جو احق ہو، پسند تحریر فرمادیں۔ بیٹو! تو جروا۔

جواب: زید نے نیلام، اگرچہ زینب کے ہی واسطے خرید کیا ہو، مگر چونکہ اس میں زینب کا نام لے کر نہیں خرید کیا، بلکہ ایجاب و قبول ہر دو بنام زید ہوئے، تو نیلام بنام زید ہی ہوا، زینب کا اس میں کچھ حق نہیں۔ اس واسطے کہ

زید اس صورت میں فضولی ٹھہرتا ہے، اس لئے کہ توکیل نہ نب کی یہاں..... نہیں معلوم ہوتی، لہذا یہ بیلام ملک زید کا ہوا۔ قال فی الدر المختار: قید بالبیع لانه لو اشترى لغيره نفذ عليه. انتهى (۱)

پس بعد اس کے کہ یہ بیلام ملک زید کا ہوا تو زید کا، یہ کہنا کہ یہ زمین ہم نے عبد اللہ کو دیا، جبہ ہوا، اور یہ قول زید کا کہ زرشن لین منظور نہیں، دفع اس احتمال کا ہے کہ عبد اللہ بیع نہ سمجھ جاوے، جیسا کہ پہلے زرشن دے کر لکھا یا چاہتی تھی۔ بہر حال ظاہر متبادر لفظ دیا سے یہ ہے کہ اور احتمال بیع کو دفع کرنا، دوسرے کلام [سے]۔ پس ہر گاہ کہ یہ جبہ ہوا، تو جبہ مشاع فاسد ہوتا ہے، اور اس میں وارث کو بھی رجوع کرنا درست ہے، علی الاصح! اگرچہ قبض موہوب لہ کا ہو گیا ہو، چنانچہ صاحب رد المحتار نے تصریح ان کی کی ہے:

وفيه و كما يكون للواهب الرجوع فيها يكون لو ارثه بعد موته لكونها مستحقة الرد، و يضمن بعد الهلاك كالبيع الفاسخ (۲)

اور قول عبد اللہ کا کہ اس نے ہمارے واسطے خرید کیا ہے، قابل التفات نہیں شرعاً۔ جیسا اوپر واضح ہو چکا فقط، واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الرازی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۵۳/۱۵۴)

(۵۷۵) جبہ مشاع بیع کی تفصیل میں اختلاف کے ایک معاملہ کی تحقیق: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں: کہ ایک قطعہ زمین میں حصہ زنب کا بحکم عدالت انگریزی، بلا لحاظ شرع شریف بیلام ہو گیا، ایک شخص غیر نے خرید کیا، تب زنب نے احمد کی معرفت خریدار بیلام سے خرید کیا، مگر احمد نے زرشن اپنے پاس سے ادا کیا اور بیع نامہ بھی احمد کے نام لکھا گیا۔ احمد نے، زنب سے کہا کہ میں نے تمہاری زمین تمہارے واسطے خرید کر لی، جب قیمت دینا لے لینا، بعد چندے پا جائز زنب کے احمد نے، پھر زنب عبد اللہ کو جو احمد کی بہن کا داماد بھی ہے، اس زمین پر قبضہ دیدیا اور زرشن لینے سے انکار کیا۔ اب احمد کا انتقال ہو گیا، مسکی خالد پسر احمد اس بیان سے دعویدار ہے کہ زمین مشترکہ ہے اور یہ دینا احمد (کا) جبہ ہے اور یہ مشاع ناجائز ہے اور فیصلہ اس نزاع کا بوجہ گذر جانے، میعاد قانون انگریزی کے، خالد چاہتا ہے کہ از روئے شرع شریف فقہ حنفیہ کے کیا جاوے۔

عبد اللہ پھر زنب کہتا ہے کہ یہ معاملہ جبہ مشاع نہیں ہے، یہ زمین شرعاً احمد کی ملک نہیں ہوئی، کیونکہ اسے زنب کے

(۱) الدر المختار، کتاب بیوع، فصل فی الفضولی (۳۱/۲) بیجہائی دہلی: ۱۳۳۳ھ [نیز رد المحتار علی هامش الدر المختار ج ۳ ص ۱۳۷، بیجہائی دہلی: ۱۳۳۳ھ]

(۲) رد المحتار کتاب الجہد ص ۶۹۶ ج ۵ دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ۔ نیز شامی در باب مذکور ج ۳ ص ۵۱۱ بیجہائی دہلی: ۱۳۳۳ھ۔ [نور]

واسطے خرید کی تھی، احمد کو سوائے زر شمن پانے کے اور کوئی استحقاق نہ تھا اور وجہ احمد نے عبداللہ کو دے دیا، اور نیز انتقال جائیداد زینب کا، جو ابتداءً بحکم عدالت انگریزی، بلا لحاظ احکام شریعت کے ذریعہ نیلام ہوا تھا، وہ بھی شرعاً جائز نہیں ہے۔

پس صورت مسئلہ میں، از روئے شرع شریف مذہب حنفیہ کے، زمین مذکور عبداللہ پر زینب کو ملنا چاہئے، یا زینب کو۔ اور خالد پر احمد کو زر شمن پانے کا استحقاق ہے، یا بعد ہبہ احمد کے زر شمن زینب سے، عبداللہ پر زینب کو ملے گا اور حسب قول عبداللہ انتقال، ابتداءً جائیداد زینب کا، جو بحکم عدالت انگریزی ہوا تھا، وہ اس صورت میں قائم رہ سکتا ہے، یا نہیں۔ بینا تو جروا۔

جواب: ہر گاہ کہ زینب نے بوسیلاً احمد کے نیلام شدہ جائیداد کو خرید کیا ہے، تو احمد وکیل زینب کا ہو اور یہ صحیح ملک زینب کی ہوگئی، اگر [چہ] بیع نامہ احمد کے نام لکھا گیا اور زر شمن بھی احمد نے اپنے پاس سے دیا ہو:

ولو وکله بشراء شیء لایشتريه لنفسه (۱) انتھی اور مختار

پس احمد نے بعد خرید کے بھی زینب سے اقرار کر لیا ہے، کہ یہ شے تمہارے واسطے خرید کی ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ مالک اس بیع کی زینب ہوئی، اور جس رکھنا بیع کا بوجہ زر شمن کے تھا، کہ جب زر شمن زینب سے وصول ہو گیا، اس وقت قبضہ زینب کا کرایا جائیگا اور یہ امر جائز ہے۔ قال فی الدر المختار:

ولو للوکیل حبس المبیع بضمن دفعه الوکیل من ماله الخ (۲)

اس سے بھی معلوم ہو گیا، کہ وکیل اگر اپنے پاس سے شمن دیکر خرید کرے، تو ملک موکل کی ہی ہوتی ہے، پھر جب احمد نے پسر زینب کا قبض بیع پر کر دیا اور شمن معاف کر دیا، تو ہبہ واسقاط شمن کا ہوا، الحاصل یہ ہبہ زر شمن کا نہیں، کیونکہ بیع خود ملک زینب کی ہے، یہ دعویٰ پسر احمد کا خلاف حکم شرع کے ہے اور یہ زر شمن ملک زینب کی ہے۔ فقط

کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد

اس مسئلہ کا جواب پہلے بھی یہاں سے لکھا گیا ہے، مگر اس میں خریدنا مشتری کا باذن زینب نہیں لکھا تھا، بلکہ بدو ان امر بطور فضولی خریدنا لکھا تھا، لہذا اس کے جواب میں یہ لکھا گیا تھا کہ مالک بیع کا مشتری ہے اور بعد قبض پسر زینب وہ ہبہ مشاع ہوتا ہے، پس اس جواب کو اس جواب کے مخالف نہ جانا چاہئے، کیونکہ ہر دو سوال میں مخالفت ہے۔ جواب حسب سوال لکھا جاتا ہے فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۳۰۰ تا ۳۰۲)

[نوٹ: ایک اور مسئلہ: مشاع کا ہبہ جب کہ اپنے شریک کو، کرے جائز ہے، یا نہیں۔ ضمیمہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

(نور)

(۱) الدر المختار، باب الوکالة (۱۰۵/۲) (تجیباً فی دلی، ۱۳۳۳ھ۔)

(نور)

(۲) در مختار، باب الوکالة بالبیع والشراء (۱۰۵/۲) (تجیباً فی دلی، ۱۳۳۳ھ۔)

(۵۷۶) باپ نے اگر اپنی زندگی میں اپنا مال کسی کو ہبہ کر کے قبضہ کر دیا تو اس میں کسی اور کا کچھ حصہ نہیں رہا:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید اپنے پدر کے سامنے دو پسر چھوڑ کر مر گیا، بعدہ زید کے پدر جو عمر و ہے، اس نے زید

کے دولڑکے جو بکرو خالد ہیں، ان دونوں کو اپنا اسباب و مال ہبہ کر دیا، اب وہ مال و اسباب خاص ان دونوں کا ہو چکا ہے، یا غیر کو بھی تقسیم ہو سکتا ہے۔ بیٹو اتو جرو!

جواب: اگر عمر و نے سب اشیاء دونوں پوتوں کو ہی صحیح کر دیا اور قبضہ دونوں کا بھی درست ہو گیا ہے تو اب وہ سب ان دونوں پوتوں کا ہے، کسی غیر کا اس میں حصہ نہیں، نہ حیاتِ عمر و میں نہ بعد موت عمر و کے۔ فقط کذا فی کتب الفقہ، واللہ اعلم

کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۱۱۳)

(۵۷۷) اولاد کے حق میں ہبہ کے معتبر ہونے کی تفصیل: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے

دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ ایک شخص نے اپنی کل جائیداد موروثی و مکتوبہ، اپنی اولاد میں سے دولڑکوں کو، کہ مطیع اور فرماں بردار تھے، بنام ایک کے دولٹ اور بنام دوسرے کے ایک ثلث، ہبہ نامہ لکھ کر قبضہ اور دخل دیدیا، دولڑکوں کو بچہ ان کی بدچلتی اور نافرمانی اور ایذا رسانی کے اس جائیداد سے محروم کیا، اور وہ شخص واہب قریب آٹھ سال تک زندہ رہا اور اشیاء مہو بہہ سے کچھ تعلق اور سروکار نہیں رکھا، کل جائیداد مہو بہہ لہما کے قبضہ میں رہی اور اب تک ہے۔ اب عرصہ تین برس کا ہوا کہ واہب قضا کر گیا، اس صورت میں وہ ہبہ نامہ بموجب شرع شریف جائز ہے، یا نہیں؟ یا کسی صورت میں محروم الارث اولاد کو، اس جائیداد مہو بہہ متبوضہ مہو بہہ لہما سے، بموجب استحقاق شرعی کچھ مل سکتا ہے؟

اور ہبہ مشاع کی تعریف شرعاً ہبہ ہے، کہ کسی جائیداد کا ہبہ کرنا جو غیر منقسم ہو، کیوں کر بچہ نہ ہونے تقسیم کے قبضہ اس جائیداد پر نہیں ہو سکتا اور ہبہ میں قبضہ شرط ہے، پس جائیداد مواضع میں قبضہ از روئے تحصیل وصول کے ہوتا ہے، اور تفریق حصص کی ایک ثلث اور دولٹ سے ہو چکی، اور بموجب اس تقسیم کے جائیداد مہو بہہ پر، قبضہ مہو بہہ لہما کا ہے، اس صورت میں ہبہ مشاع سمجھا جاوے گا، یا نہیں، باقی مکانات مسکونہ پر قبضہ از روئے سکونت کے ہے اور جو زائد سکونت سے ہے وہ حمام وغیرہ کے حکم میں سمجھی جاوے گی، یا نہیں؟

دوسرے یہ کہ بعد نفاذ ہبہ نامہ کے، کل جائیداد مہو بہہ لہما نے برضا مندی اپنی تقسیم کر لی، بلکہ اکثر مکانات جو مخالفوں نے ہجیر گمراہ کئے تھے، از سر نو بنا کر، مع ان مکانوں کے جو گرنے سے محفوظ رہے تھے، تقسیم کر لئے، اب حکم مشاع

میں سمجھے جاویں گے، یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ ایک جز کے ناجائز ہونے سے، کل ناجائز سمجھا جائیگا، یا جز۔ مینوا تو جروا!

جواب: اگر شخص مذکور نے اپنی جائیداد جو کسی میں مشترک نہ تھی، خالص اس کی تھی اور منقسمہ اپنے بیٹوں کو دیدی، اس طرح کہ دونوں کو ٹھلا ٹھاما لک کیا اور دونوں بیٹوں نے اس پر قبضہ و تصرف کیا، تو یہ ہر دو پر حسب حصص مالک اس کے ہو گئے، اب کسی وارث کو بعد انتقال واہب کے اس پر دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ اور یہ جواب حسب روایت صاحبین کے ہے، جس پر بعض کتب میں فتویٰ دیا گیا ہے: قال فی العالمگیریہ:

ذكر الصدر الشهيد إذا وهب من رجلين ما يحتمل القسمة حتى فسدت الهبة عنده، ثم قبضها يثبت الملك ملكاً فاسداً، قال وبه يفتى كذا في الفتاوى العتبية (۱)

اور اگر خود واہب کی جائیداد اوروں میں مشترک ہے اور واہب نے اس میں کے اپنے مملوک حصے بنام ہر دو پر ہبہ کئے ہیں، تو یہ ہبہ فاسد ہے اور مفید ملک نہیں ہے، بعد انتقال زید کے وارثان زید اس میں شریک ہو گئے، اور اپنا اپنا حصہ لیویں گے۔ فی الدر المختار:

ولو سلمه شائعاً لا يملكه فلا ينفذ تصرفه فيه انتهى. (۲)

اور اس صورت میں قبضہ تحصیل وصول کافی نہیں ہو سکتا اور جز میں فساد آنے سے کل میں فساد نہ آوے گا۔ فقط واللہ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۹-۶۰) بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مہر)

(۵۷۸) زکوٰۃ ساقط کرنے کیلئے ہبہ کے حیلہ کی تحقیق اور حکم؟ ہبہ کے حیلہ میں، اگرچہ ہبہ کا مسئلہ

کتب فقہ میں نہیں، مگر یہ مسئلہ لکھا ہے کہ بعد حوالان حول کے صدقہ کرنے سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے، پس جب کسی نے کسی کو ہبہ کیا تو ملک واجب سے نکل گیا، اس پر زکوٰۃ نہ آوے گی۔ جب دو تین سال بعد اس نے رجوع چاہی اور موہوب لہ نے دیدیا تو فقط طلب واہب سے، اس پر ادا ضروری نہیں ہوتا، مگر بقضاء، اگر بیان قضا کی نوبت نہ آئی، اس نے دیدیا، تو یہ دینا اپنی ملک سے اخراج ہے، بحکم صدقہ ہوتا ہے، جب اس نے سب اپنی ملک سے اخراج کر دیا، تو زکوٰۃ ساقط ہو گئی، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حیلہ کے موقع میں موہوب لہ سے قرار ہو جاتا ہے، سو اگر موہوب لہ بہ نیت تصدق دیدیوے، حسب قرار داد، تو زیادہ تر واضح ہو جاوے گا۔ فقط۔

(۱) فتاویٰ عالمگیری فصل فيما يجوز من الهبة و مالا يجوز ص ۵۲۶ ج ۳ (مطبوعہ ہندو گنگوہی مکتبہ ۱۳۲۸ھ) [نور]

(۲) در مختار مع كشف الاستار كتاب الهبة ص ۱۵۹ ج ۲ [عکس چھپائی ۱۳۳۳ھ] [نور]

نیز الدر المختار مع الشامی کتاب الهبہ ص ۶۹۲ ج ۵ (دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ) نیز الدر المختار مع الشامی کتاب مذکور ص ۵۱۱ ج ۳ مطبعہ مصری۔ دہلی باہتمام عزیز الدین [نور]

تیسرا خدشہ جو بہ صغیر کا ہے، جو ظاہر معنی اس کے ہیں کہ مشتری اپنے صغیر کو بہہ کر دیوے، تو یہ حنفیہ کا مذہب نہیں اور ان کے قواعد کے موافق نہیں، سو یا تو کسی دوسرے شخص پر اعتراض ہے، یا اس کی یہ توجیہ ہے کہ بائع ابن صغیر مشتری کو بہہ کر دیوے، اب شفیع دعویٰ کرتا ہے کہ یہ بیع ہوئی ہے، مگر حیلہ اسقاط میرے حق کے واسطے صورت بہہ کی بنائی ہے، تو اس میں حلف صغیر پر آنا چاہئے کہ موبوب لہ ہے، کہ یہ دار تیرے پاس آیا، واقعی بطور بہہ ہے اور دعویٰ شفیع کا غلط ہے، تو یہ ممکن نہیں، مگر یہ نصب مقسوم میں ہو سکتا ہے، نہ مشاع میں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس کی توجیہ سوائے اس کے کبھی بندہ سے نہیں ہو سکی، اگرچہ عقلاً فی دیکھی، مگر بجز اس کے کچھ فہم میں نہیں آیا ہے اور اس وقت اس کے دیکھنے کی حاجت نہیں ہوئی۔

(مکتوبات حضرت گنگوہی بنام مولانا خلیل احمد سہارنپوری مکتوب: ۵)

امانت

(۵۷۹) اگر امانت احتیاط کے باوجود ضائع ہو گئی، تو اس کا تاوان؟ سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص نے ایک چیز مرمت کے واسطے اس طرح سے زید کو دی، کہ تم اس کو اپنے باپ بکر کو دیدینا، کہ وہ مرمت کرا کے بھیج دیں گے۔ اس کے بعد جب بکر سے وہ چیز طلب کی، تو یہ جواب دیا کہ اول تو مجھ کو صحیح طور سے یہ یاد نہیں، کہ زید نے مجھے دی ہو، اور شاید دے دی ہو، تو گم ہو گئی۔ اس صورت میں اس کی قیمت یا معاوضہ اسی قسم کا لینا درست ہے، یا نہیں؟ اور یہ داخل امانت ہے یا نہیں، اور اگر امانت گم ہو جاوے، اس کا عوض لینا شرعاً درست ہے، یا نہیں؟

جواب: زید امانت ہے، اس کے پاس سے، اگر باوجود احتیاط کے وہ شے گم ہو گئی، تو ضمان نہ آوے گا اور جو بے پروائی سے تلف ہوئی، تو ضمان دے گا، مگر اثبات اس امر کا مالک کے ذمہ پر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۶۸-۱۶۹)

(۵۸۰) مال عاریت کے گم ہونے پر ضمان؟ سوال: اگر زید از عمر و چیزے بطور عاریت بوعده

دو روز یا سہ روز گرفت، پس آں چیز بعد از سہ روز گم شد، زید ضامن گردو، یا نہ؟

ترجمہ: اگر زید نے عمر و سے کوئی چیز عاریت کے طور پر، دو یا تین دن کے لئے لی، پھر وہ چیز تین دن کے بعد گم ہو گئی، زید اس کا ذمہ دار ہوگا، یا نہیں؟

جواب: ضمان بر مستغیر نیست، اگر باوجود احتیاط گم شد:

ترجمہ: اگر احتیاط کے باوجود، مستعار چیز گم ہو جائے تو لینے والے پر اس کا بدلہ نہیں ہے۔ لا تضمن باہلاک من غیر تعدد بخار

مگر دریں صورت اگر موقت بسہ روز عاریت بود، پس بلا وجہ در او دیر کرد و فوت شد، البتہ اس تعدی موجب ضمان خواہد شد، اگر تاخیر بلا ضرورت و تاخیر فاحش است، و اگر بجزم ارسال بود، کہ بلا تعدی فوت شد ضمان نیست۔

فلو كانت مؤقتة فأمسكها بعده فهلكت ضمنها . انتهى فقط واللہ اعلم

ترجمہ: مگر اس صورت میں اگر [وہ چیز] تین دن مقرر و وقت کے لئے عاریت تھی، مگر بغیر کسی خاص وجہ کے، اس کے واپس کرنے میں دیر کی، تو اس غفلت کی وجہ سے بدلہ [ضمان] ہو جائے گا، اگر دیر کرنا بغیر ضرورت کے اور فضول تھا اور اگر بھیج دینے کا پکا ارادہ تھا اور وہ سامان بغیر دیر کے ضائع ہو گیا، تو اس میں بدلہ نہیں ہے۔ [ت: نور]

(مجموعہ کلاں ص ۷۷-۷۸)

(۵۸۱) امین اگر امانت کو رکھ کر بھول جائے، تو یہ عذر نہیں! اگر امین امانت کو رکھ کر بھول کر کھڑا

ہو جائے، تو یہ نسیان عذر نہیں، فقط

(نسخہ زام پور ص ۱۶)

سود

(۵۸۲) رشوت دینا اور سود کا رو بار؟ سوال: جو لوگ سود لے کر کھاتے ہیں اور جو کچھ کارسہ کاری

ان کو پڑتا ہے، اس میں رشوت دے کر، اپنا کار جاری کراتے ہیں، اور جو صاحب صوم و صلوة کے پابند ہیں، وہ تمسک لکھتے ہیں، اور گواہی سود کی بھی دیتے ہیں، ان کا کیا حال ہے، اور ان کے مال کا، کیا حکم ہے؟

الجواب: رشوت دے کر اپنے اوپر سے ظلم ملنا نادرست ہے، اگر آدنی جانتا ہے کہ رشوت نہ دے گا، تو قسم اہل کاران میں مبتلا ہوگا، یا اگر رشوت نہ دے گا تو مقدمہ جوتق ہے، بگڑ جائے گا، ایسی حالت میں رشوت دے کر، اگر اپنا کام درست کرائیں، یا ظلم کو رفع کرا دیں جائز ہے، اس میں کچھ گناہ نہیں۔

اور جو روپیہ بلا سود نہ ملے اور ناچار ہو جاوے کہ کچھ کام نہیں چل سکتا، تو ناچار بقدر ضرورت سود دے کر لیوے، تو توقع ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ معاف کر دے، کہ ناچار یہی میں مجبور ہو کر سود دیتا ہے۔ اور شادی غمی کی رسموں کے واسطے سودی

روپیہ نکالے گا، تو البتہ محل لغت بنے گا، اور جو رشوت بلا ضرورت دے گا، یا کسی جھوٹے مقدمہ میں دے کر کسی پر زیادتی کرے گا، تو البتہ سخت گناہ کبیرہ میں مبتلا ہوگا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ ارام پور ص ۲۶، ۲۷)

(۵۸۳) حیلہ سود کے جواز کا فتویٰ؟ سوال: حامداً و مصلیاً و مسلماً، اما بعد! عرض یہ ہے کہ

ان چند مسائل کا جواب تحریر فرمائیے:

ایک زمین دار کہتا ہے کہ ہمارے کاشتکاروں اور سامانیوں پر جو روپیہ واجب الادا ہوتا ہے، وہ اس روپیہ کے دینے میں اس قدر توقف و انکار کرتے ہیں، کہ ہم کو عدالت میں ناش کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور ناش فریاد میں ہمارا بہت روپیہ خرچ ہوتا ہے، پھر ان کاشتکاروں سے اگرچہ روپیہ مع خرچ کے دلویا جاتا ہے، لیکن عدالت کی کارروائی میں بہت اصراف [خرچ] ایسے ہوتے ہیں، جس کا مطالبہ ہم نہیں کر سکتے، مثلاً کاشتکار پر ہمارے پندرہ روپے تھے، عدالت کی کارروائی میں دس روپے خرچ کرنا پڑے، عدالت کے قاعدہ سے یہ ثابت ہوا کہ ہمارے پانچ روپے خرچ ہوئے، تو ہم کو تیس روپیہ دلانے جاویں گے، پانچ روپے کا ہمارا نقصان ہوا، ایسے واقعات ہم کو بہت کثرت سے پیش آتے ہیں۔

اس صورت میں اگر ہم عدالت میں یوں ظاہر کریں، کہ ہم اپنا قرض مع سود کے لینا چاہیں، تو پندرہ کی جگہ مثلاً اٹھارہ کا دعویٰ ہوگا، مع خرچ کے، مثلاً تیس وصول ہو جائیں گے۔ اس صورت میں فقط دو روپیہ کا نقصان ہوگا، مگر بعض اشخاص کہتے ہیں کہ اس صورت میں سود خواری کا گناہ بہت بڑا ہے، اور وہ زمین دار کہتا ہے کہ دنیا میں سود خواری کا الزام تو بے شک ثابت ہوتا ہے، مگر آخرت میں غالباً اس کا مواخذہ نہ ہوگا، کیونکہ ہم سود نہیں لیتے ہیں، بلکہ کاشتکاروں کی شرارت سے جو روپیہ برباد ہوتا ہے اس میں سے ہم کسی قدر سود کے بہانہ سے وصول کرنا چاہتے ہیں، سود خواری ہم کو ہرگز مقصود نہیں، بغیر اس بہانہ کے ہمارا بہت کثرت سے نقصان ہوتا ہے، لہذا یہ مجبوری سود کے بہانہ سے، کچھ وصول کرنا چاہتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے ایسی مجبوری اور نقصان کی حالت میں سود کے بہانہ سے، اپنا وہ روپیہ وصول کرنا، جو مقرض کی شرارت سے برباد ہوا ہے، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ اور قانون شرع کے موافق یہ بہانہ معاف ہے، یا نہیں؟

جواب: بندہ ایسے حیلہ کے جواز کا فتویٰ نہیں دیتا۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۲۸، ۲۹)

رشید احمد عفی عنہ لنگوی

(۵۸۴) سود کے لئے حیلہ کرنا بھی گناہ سے خالی نہیں: سوال: اگر سنا ہو کہ سود پر ناج دیتا ہو

اور قرض خواہ اسی سود کے حساب سے نرخ مقرر کر کے لے، مثلاً زید ایک روپیہ کا چھ مہینہ کے وعدہ پر، ایک من اناج دو آنہ سود کے مقرر کر کے دیتا ہے، تو اگر بکر دس آنہ کا پانچ سیر اناج کاٹ کر، زید سے کہے کہ سود تو میں دینے کا نہیں مگر

بختیس سیرانی ایک روپیہ کا بھرہ جسے سینے کے لٹکا ہوں۔ بعد چھ سینے کے ایک روپیہ کا بھرہ سوڑے روں کا تو یہ جانو ہے یا نہیں؟

جواب: یہ جیلہ بھی غالی گناہ سے نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الامیر رشید احمد گنگوہی

(دست خاص سال ۱۳۲۰)

(۵۹۵) کافر کی سود گریہ حاصل کی ہوئی رقم کا مسلمان کے لئے حکم؟ مسئلہ: کافر جو سود

لیتا ہے اور اس کا مالک ہو جاتا ہے، پھر اگر کسی مسلمان کو سود سے لگاؤ مسلمان کے حق میں وہ مال حلال ہے اور نقد ہو خواہ طعام۔

دوسری صورت: میں [عظام و گوشت] سود کے گھر کا کھانا درست ہے۔ فقط والسلام

رشید احمد گنگوہی مخفی عنہ

(نمبر مکان ۱۳۲۵/۱۳۲۶)

(۵۹۶) نمبر دار کے ظلم سے بچنے کے لئے نہایت مجبوری میں سود کی رقم سے مطالبہ اوکرتا:

سوال: نمبر دار پر سرکار نے نہایت شکوک کیا، احاطی وصول کرنے کے واسطے اور کھیت دار روپیہ نہیں دیتا اور حاکم بے حاشی کرتا ہے، چنانچہ نمبر دار کے بدل کھیت دار کی قرض کرتا ہے اور حوالات میں بھیجتا ہے اور پتا کرتا ہے اس صورت میں اگر نمبر دار روپیہ مانگو گا تو مجبوری کو قرض لے کر سرکاری روپیہ کھیت دار کے خوش کاوا کرے گا اور پھر جب اس کے پاس ہو جائے گا تو مع سود لے کر اواد قرض کرے گا، کیونکہ اگر ایسا نہ کرے تو کشتوں [بھجوتوں] سے غمخیز ہو جائے اور چاکہ لوگسار قرض ہو جائے تو یہ جانو ہے یا نہیں؟

جواب: اگر نمبر دار اپنے پاس سے دے سکتا ہے اور پھر بھی اسے سودی لے کر دیا تو گناہ بڑا اور سود لینا کھیت دار سے اسے درست نہیں ہوگا اور جو مجبور و معذور ہے تو کج روی مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دست خاص سال ۱۳۲۸)

(۵۹۷) دفع ظلم اور اپنی مصلوب چیز کے حوالے سے مجبوری میں سود لینے کا حکم؟ سوال: زید عمرو

سے جاگروہ قرض لیتا ہے اور عمرو کے لئے ایک دستوید لکھ دیتا ہے، جس کے ذریعہ سے وہ اپنا قرض میں یا زمین پر وصول کر سکے زید سود لینے پر بھی راضی ہے، مگر عمرو سود لینا پسند نہیں کرتا، لیکن اس سے پہلے زید نے کچھ مال عمرو کا غصب کر لیا تھا عمرو کے پاس کوئی ایسا ثبوت نہیں ہے جس کے ذریعہ سے وہ اپنا مال مصلوب زید سے واپس حاصل کر سکے۔

اب عمرو کہتا ہے کہ میں ہرگز کسی سے سود لینا پسند نہیں کرتا، مگر ضرورت یا مجبوری کی حالت میں، ظاہر میں سود کا بہانہ کر کے، اپنا مال مغصوب وصول کرنا چاہتا ہے، جب دفع ظلم کے واسطے جھوٹ کا بولنا بضرورت جائز ہے، تو اسی طرح یہ صورت بھی جائز ہونا چاہئے، یا کوئی فرق دونوں صورتوں میں معلوم ہو۔

جواب: اگر کوئی شخص اپنے مال مغصوب کے عوض بنام نہاد سود کے، روپیہ وصول کر ليوے، تو درست ہے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۳۶، ۳۷)

(۵۸۸) مسلمانوں کیلئے شراب کی قیمت حرام ہے: سوال: شرح وقایہ میں لکھا ہے کہ مسلمان اگر

شراب بیچ کر، اس کی قیمت سے دوسرے مسلمان کا قرض ادا کرے، تو قرض خواہ کو اس مال کا لینا درست نہیں۔

یہاں ایک سوال تو یہ ہے کہ اگر قرض خواہ کو اس کے سوا اور مال نہ ملے، تو وہی مال لے لے، یا صبر کرے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ جس کا اکثر مال یا کل مال کسب حرام سے حاصل ہوا ہے، اس سے اپنے مال کی قیمت، یا مزدوری کی اجرت یا نوکری کی تنخواہ لینا جائز ہے، یا نہیں؟ شراب کے مسئلہ سے یہ صورتیں بھی ناجائز معلوم ہوتی ہیں، مگر ان صورتوں کے ناجائز ہونے میں حرج عظیم ہے۔

جواب: شراب کی قیمت مسلمان کے حق میں حرام ہے، اگر وصول نہ ہو..... سے لینا درست نہیں، صبر

کرے، اور مال حرام والے کی ضیافت و اجرت درست نہیں، اگر حرج ہے تو ہو، مسئلہ نہیں بدلتا۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص ۳۵، ۳۷)

(۵۸۹) طوائف اور سود خور کی دعوت قبول کرنی، ان سے اجرت لینی: دعوت کا کھانا رنڈی اور سود

خور کا حرام ہے، اور اجرت تعلیم حرام مال سے جائز نہیں، خواہ رنڈی ہو یا کوئی ہو، البتہ اگر حلال مال سے دیوے، درست

(مجموعہ کلاں ص ۲۲۹)

احکام الاراضی

[عشر اور متعلقہ مباحث و مسائل]

(۵۹۰) عشر کیا ہے اور یہ فرض ہے یا واجب؟ عشر کس کو کہتے ہیں شرع شریف میں، یہ فرض ہے یا

واجب ہے، یا مستحب؟

جواب: عشر کھیتی اور پھل کی پیداوار سے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ دینا ہے اور وہ فرض ہے، مثل زکوٰۃ کے۔

(فتویٰ ۱) فتاویٰ عشر مشمولہ فیوض رشیدیہ (طبع اول میرٹھ۔ ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۹۰۱ء)

واللہ اعلم

(۵۹۱) عشری زمین کون سی ہے جس پر عشر واجب ہوتا ہے؟ سوال: زمین عشری کون سی ہوتی

ہے، جس پر عشر واجب ہوتا ہے، جو زمین وراثتاً قبضہ میں آئی اور اس کی کیفیت سابقہ معلوم نہیں، کہ عشری تھی یا خراجی، اب اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو زمین مسلمان کے قبضہ میں چلی آتی ہے، وہ عشری ہوگی، جب تک تحقیق نہ ہو کہ اول میں خراجی

تھی۔ لہذا سب ملکات مسلمانوں کے عشری ہیں۔ فقط، واللہ اعلم

(فتویٰ ۲) فتاویٰ عشر۔ مشمولہ فیوض رشیدیہ ص ۲

(۵۹۲) ہندوستان کی زمین عشری ہیں؟ سوال: اس زمانہ میں جو زمین مسلمانوں کی ہے، وہ بھی

عشری ہے، یا نہیں، اور عشری زمین کی کیا صفت ہے؟

جواب: مسلمانوں کی ملک زمین عشری ہوتی ہیں، عشری وہ [زمین] ہے، جس میں دسواں حصہ بارانی میں اور

بیسواں حصہ پہنچ کی پیداوار سے دیا جاوے، اور بیان اس کا کہ عشری کس طرح ہو، ہر ایک کے سمجھ کا مسئلہ نہیں۔ اس کی

تحریر کی حاجت نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی غفرلہ عنہ (فتویٰ متفرقہ، بدست خاص)

سوال: کھیت کھانے میں، ہمزوری کٹائی

اسی غلہ میں سے دینا، اور بعد و ماہی وغیرہ کے

مجموعہ کا عشر دینا اور جس قدر مزدور کو دیا ہے،

اس کا تقریبی حساب کر کے دینا جائز ہے، یا نہیں؟..... اور اراضی ہندوستان عشری ہیں یا خراجی، مینواتو جروا!

جواب: کنوئی کی ضروری اس سے دینا جیسی عادت ہے، نا جائز ہے۔ البتہ اگر اجرت مقرر ہو جاوے اور پھر اس قدر اس نذر سے دینا کر کے، یا جاوے تو درست ہے۔ اور جس قدر اس نذر سے ضرور کو دیا ہے اس کا بھی حساب کر کے، مجموعہ کے عشر کا پندرہ سو ہے، اور جس طرح عادت ہے کہ پیش گھڑی سے، ایک گھنٹہ ضروری ضرور کو دیتے ہیں، یا بعض پانچ سیر اجرت کے، گھڑی نذر کی مع جوس کے دیتے ہیں، یہ خود کا سودا جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اور راضی ہندوستان کی بعض خرائی اور بعض عشری ہیں مگر جو راضی قدیم سے اہل اسلام کے پاس ہیں، وہ عشری قرار دی جاویں گی اور جو ایسی ہیں کہ کسی کافر سے مسلمانوں نے خریدی ہیں، وہ خرائی ہوویں گی، بہر حال جس کا کچھ حال معلوم نہیں، وہ مسلمانوں کی ملک میں عشری ہوویں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ اربعی رشتہ رو بہ رشید احمد گنگوہی علیہ رحمۃ اللہ

(مجموعہ کاس ۱۳)

(۵۹۳) ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خرائی؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور دینی

باب: اگر راضی ہندوستان کی زمین کا بعض صواف ہیں، اور بعض پر سرکاری محصول ہے، تو اس میں سے کون خرائی ہوئی اور کون عشری، یا سب خرائی یا سب عشری اور دو صورت خرائی محصول سرکاری دینا، قائم مقام خراج کے ہو جاوے گا، یا نہیں؟

جواب: ہندوستان کی زمین جو متصفہ اہل اسلام ہیں، جس حال میں معلوم ہے کہ کس طرح مسلمانان کے قبضہ میں آئی، اس پر تو اس قسم کا حکم ہوگا۔ مثلاً اگر عطاء سلطانی ہے تو عشری ہے اور اگر کسی کافر سے خریدی ہے تو خرائی ہے۔ حسب مذہب امام ابوحنیفہ۔

اور اگر اس کا حال معلوم نہیں، تو وہ عشری ہوگی، پس اگر وہ عشری ہے تو محصول سرکاری سے عشر ہو نہیں سکتا، کیونکہ سرکار اس کو محل عشر میں صرف نہیں کرتی، لہذا مالکان زمین کو خود اس کا عشر ادا کرنا چاہئے۔ اور اگر خرائی ہے تو سرکار اگر اس کو خراج کے محل پر خراج کرتی ہے تو خراج ادا ہو جاتا ہے، ورنہ مالکان پر پھر خراج دینا آوے گا، مگر میں نے سنا ہے کہ اس محصول کو اگر زمینوں پر خرچ کرتے ہیں مگر یہ بات صحیح ہے تو خراج سے مالک بری ہو جاوے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ اربعی رشتہ رو بہ رشید احمد گنگوہی علیہ رحمۃ اللہ

(مسودہ نامہ ۱۳)

(۵۹۵) بٹائی کی صورت میں عشر مالک کے ذمہ ہے یا بٹائی والے کے؟ سوال: زمین دہانے

اپنے گاؤں یا راضی مختلف کا ضحیکہ کسی شخص کو دے دیا، یا اس نے کا شکار سے بٹائی پر معاملہ کیا، تو اس صورت میں عشر وغیرہ کس کے ذمہ ہوگا، زمین دہانہ یا ضحیکہ دار، یا کا شکار پر؟

جواب: جو زمین کہ مالک نے دوسرے شخص کو زراعت پر دی، اس طرح کہ زمین اس شخص کی اور باقی خرچ دوسرے شخص کا، اور جو کچھ پیدا ہووے، باہم تقسیم ہو کسی حصہ معینہ پر، اس کو زراعت بولتے ہیں، ٹھیکہ نہیں کہتے۔ اس صورت میں عشر و خراج حسب حصہ ہوگا۔

اگر اجارہ پر دی ہے اور اس کو ہندی میں ٹھیکہ کہتے ہیں، تو اس کی یہ صورت ہے کہ مالک زمین نے دوسرے شخص کو زمین دیدی، اور اس کا محصول مقرر کر دیا، کہ ہم تجھ سے اس قدر لیں گے، خواہ نقد روپیہ ہو، خواہ غلہ۔ تو بس اس زمین کے منافع ملک اس شخص کے ہو گئے، اور مالک زمین یہ محصول معین اس سے لے لے گا، خواہ اس میں کاشت کرے، یا نہ کرے، اس میں کچھ پیدا ہو یا نہ ہو۔ ایسی صورت میں اختلاف ہے کہ عشر کون دے گا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک مالک زمین کا دے گا، اس اجرت کا حصہ کہ اس نے دوسرے شخص سے عوض زمین کے لی ہے، اور صاحبین کے نزدیک دوسرا شخص۔ اور اکثر کتابوں میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ رام پور ص ۵۰۴)

(۵۹۶) مشترک زمین کا عشر کون دے گا؟ سوال: زید و عمرو کی ملکیت میں کچھ مشترک زمین تھی، زید نے اپنے حصہ کا ٹھیکہ عمرو کو دے دیا، یا عمرو نے اپنے حصہ (کا) اور نیز اس کے حصہ میں، خود زراعت کی، تو ان دونوں کا عشر وغیرہ دونوں پر واجب ہوگا، یا صرف عمرو پر؟

جواب: تیسرے مسئلہ کا جواب، اوپر کے مسئلہ کے جواب سے ظاہر ہے، کہ ایک شریک اپنے حصہ کا تمام عشر دے گا اور دوسرے شریک کے زمین کا اگر اجارہ لیا ہے، تو اختلافی مسئلہ ہے اور جو زراعت پر دیا ہے، تو شریک کے حصہ میں حصہ رسد دے گا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ رام پور ص ۶۰)

(۵۹۷) کیا کافروں سے خریدی گئی، زمین خراجی ہے؟ سوال: جو زمین کفار سے خریدی جاوے، اس پر بھی عشر آتا ہے، یا نہیں؟

جواب: جو زمین کفار سے خریدی، وہ خراجی ہوگی، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے نزدیک۔ فقط

(جوابات سوالات عشر جواب سوال ۳ مشمولہ فیوض رشیدیہ، طبع اول)

(۵۹۸) عشر کی ادائیگی کس کے ذمہ ہے؟ سوال: عشر مذمہ مالک زمین کے ہے یا مزارع پر یا دونوں پر؟

جواب: جو مالک پیداوار کا ہے وہ عشر دے گا خواہ کوئی ہو، اگر مالک نے بٹائی کی، تو اپنے حصہ سے دیوے گا، کاشتکار اگر مسلمان ہے، وہ اپنے حصہ سے دیوے گا۔

(جواب سوالات عشر، جواب سوال ۵، مشمولہ فیوض رشیدیہ، طبع اول)

(۵۹۹) **عشر کل پیداوار پر ہے یا خرچ نکال کر باقی ماندہ پر؟** جو شخص زمین کو کاشت کرے اور اس کے پونے پر عرصہ ہو، مثل تخم ریزی کے یا پانیوں کو یا تو عشر بذریعہ اس شخص کے کل پیداوار پر آوے گا، یا بعد مہلے خرقہ تخم ریزی وغیرہ کے ساتھ یا پر؟

جواب: عشر کل پیداوار پر ہوگا صرف نکالنے سے پہلے۔ فقط
(حوالہ ۱۰، جواب سوال نمبر ۷)
(۶۰۰) **عشر کے مصارف کیا ہیں اور اس کا کدوہ کے درمیں کی تنخواہ میں خرچ کرنا، کیسا ہے؟**
سوال: مصارف عشر کے کون ہیں، اگر عشر درم اسلام میں دیا جاوے اور مہتمم اس کو تنخواہ درمیں میں صرف کرے تو جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: عشر کا مصرف محل ذکاوت ہے فقر اور مساکین، مگر تنخواہ درمیں میں صرف درست نہیں۔ البتہ طلبہ اگر خرچ خوراک کے واسطے کرے مالک کو دینا تو درست ہے۔
(حوالہ ۱۰، جواب سوال ۸)
(۶۰۱) **مقروض اور طالب کدوہ بھی عشر ہے یا نہیں؟** **سوال:** مقروض یا طالب کے ذمہ عشر واجب ہے یا نہیں؟

جواب: مقروض اور طالب پر عشر واجب ہے۔ فقط
(۶۰۲) **کیا کافر مالکوں کو لگان دینے سے عشر ساقط ہو جاتا ہے؟** **سوال:** اگر کفار حاکم اپنے لگان بلور عشر کے وصول کرے، یعنی کل پیداوار میں سے غلہ بھی وصول کرے، اس صورت میں عشر ساقط ہو جائے گا یا نہیں؟
(حوالہ ۱۰، جواب سوال ۹)

جواب: کفار کے لینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ فقط
(۶۰۳) **کیا مال گداری ادا کرنے سے عشر ادا ہو جاتا ہے؟** **سوال:** حکام کفار یا اہل اسلام جہاں گداری کے طور سے وصول کرتے ہیں، آیا اس کے ذمہ سے عشر ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر ساقط نہیں ہوتا تو ملک زمین پر بعد مہلے مال گداری کے ساتھ یا پر عشر ہوتا ہے یا کل پیداوار پر؟
جواب: کفار کے مال گداری لینے سے عشر ساقط نہیں ہوتا، مجموعہ پیداوار سے عشر یا نصف عشر دینا ہوگا۔

(حوالہ ۱۰، جواب سوال ۱۰)
(۶۰۴) **باش اور کنویں سے سنبھالی کی جانے والی زمین پر عشر ہے یا نہیں؟** **سوال:** زمین بارانی، چابی پر عشر مساوی یا غیر مساوی، اور کسی کسی زمین پر عشر معاف ہے؟

مذکورہ تمام جملہ مسائل عشر اور تصحیحات (فیوض رشیدیہ مرتبہ..... طبع اول، فخر المظاہر، میرٹھ [عائلاً ۱۳۱۰ھ کے ساتھ
جزے ہوئے پہلے چار صفحات پر درج ہیں، جو مولانا نور محمد لدھیانوی کے مرتبہ ہیں اور مطبع حنفانی لدھیانہ سے چھپے
تھے۔ اس کا ایک نسخہ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے۔ (۱) (نور)

(۶۰۵) مخابرہ کی صورت میں عشر کس کے ذمہ ہے؟ سوال: مخابرہ کی صورت میں ماوجب

زمیندار کے ذمہ ہے یا کاشتکار کے، یا حسب حصہ [دونوں کے۔ ذمہ عوام بوجہ عدم واقفیت عشر وغیرہ کے ادا کرنے سے قاصر
ہو رہے ہیں، لہذا وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت ہونا چاہئے]

(مجموعہ راہپور ص ۶۰۴)

جواب: مخابرہ اور زراعت ایک چیز ہے۔ فقط

(۶۰۶) سینچائی کی زمین میں عشر کی ترتیب: سوال: زید نے اپنی زمین کا ٹھیکہ کاشت کرنے کو،

ایک سال کو سورو پیہ کا دیا اور یہ زمین سینچ کی ہے، تو اس میں سے عشر کا دسواں حصہ دیا جاوے گا، یا بیسواں؟

(بدست خاص ص ۴۴)

جواب: اس میں بیسواں حصہ دینا آتا ہے، واللہ اعلم

(۶۰۷) جو زمین ٹھیکہ پر دیدی گئی، اس کا عشر کس کے ذمہ ہے؟ سوال: بکر نے خالہ کو کاشت

کرنے کے لئے اپنی زمین کا ٹھیکہ سورو پیہ کو دیا، ایک سال کا اور خالہ نے اس زمین کو کاشت کیا، تو عشر بذمہ بکر چاہئے، یا بذمہ
خالہ، یا بکر سورو پیہ میں سے، اور خالہ پیداوار میں سے، دونوں عشر ادا کریں۔

(بدست خاص ص ۴۴)

جواب: اس زمین [کا] عشر مالک کو دینا چاہئے، اسی پر فتویٰ ہے۔ واللہ اعلم

(۶۰۸) باغ کا عشر مالک کے ذمہ ہے یا خریدار کے؟ سوال: زید نے بہار باغ، بکر کے ہاتھ بیچ

ڈالی سورو پیہ کو تو زید اس قیمت میں سے عشر ادا کرے، یا بکر اس پھل میں سے وقت توڑنے کے عشر ادا کرے، یا دونوں ادا کریں؟

(بدست خاص ص ۴۴)

جواب: عشر مشتری دینا، جو پھل توڑے گا، واللہ اعلم

(۱) عشر سے متعلق مذکورہ بالا گیارہ سوالات اور ان کے حضرت مولانا تگتوی رحمہ اللہ فتاویٰ کے لکھے ہوئے جوابات، جس کے آخر میں مختلف علمائے کرام کی مفصل

تصدیقات بھی ہیں، دور دوری کے ایک کتابچی کی صورت میں مطبع حنفانی لدھیانہ سے ہاتھام نور محمد لدھیانوی چھپے تھے، اس میں ابن قتادہ کی تحریر جو جواب یا اشاعت کا
مذکور نہیں، مگر یہ صراحت ہے کہ یہ سوال نامہ اس دور کی ایک ممتاز علمی روحانی شخصیت، مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری نے مرتب کر لیا تھا۔ لکھا ہے۔

”یہ مسئلہ فقہی و فکری تعلیمی مولوی حاجی حافظ عبدالرحیم شاہ صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ، رائے پور ضلع سہارنپور نے مرتب کرایا ہے“

یہ کتاب حضرت مولانا تگتوی کی حیات (وفات ۱۳۲۳ھ ۱۹۰۵ء) میں چھپا ہے۔

اور اس پر درج بعض تصدیقات، انہی دنوں سے خیال ہوتا ہے کہ یہ فتویٰ ۱۳۱۰ھ کا مرتب اور اسی وقت کا مطبوع ہے، اس دور کی کتابچے کے جو نسخے راقم سطور کی نظر
سے گزرے ہیں ان میں سب میں یہ درج فیوض رشیدیہ (طبع اول، فخر المظاہر، میرٹھ بلات) کے شروع میں جزے ہوئے ہیں۔ (نور)

(۶۰۹) حکام کے ظلم کی وجہ سے عشر ساقط نہیں ہوتا؟ سوال: یہ تو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی

ملک زمین عشری ہوتی ہیں، لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس ملک میں جو زمین مسلمانوں کی ملک میں ہیں، اور مسلمان اپنی ملک جانتے ہیں اور حاکمی وقت کو دیتے ہیں، ایسی زمینوں میں بھی عشر فرض ہے، یا نہیں؟

اور بیسواں حصہ جو بیخ کی پیداوار میں دیا جاتا ہے، بیخ سے کیا مراد ہے، مثلاً جو پانی رہٹ سے، یا ڈول، یا ڈھیکھی سے دیا جاتا ہے، وہ مراد ہے، یا جو نہر سے، یا تالاب بارانی سے گول (۱) کھود کر دیا جاتا ہے، وہ بھی بیخ کو شامل ہے؟

جواب: مسلمانوں کی زمین یہاں کے لئے عشری ہیں، اور حاکمی ظلم کفار کا ہے، اس سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ رہٹ میں بھی بیل، مزدور کا خرچ پڑتا ہے اور نہر میں بھی دینا پڑتا ہے، محض باران میں عشر آوے گا۔ فقط

(متفرق فتاویٰ۔ بہت خاص)

اراضی کے متفرق احکام و مسائل

(۶۱۰) کسی والی ریاست کی دی ہوئی زمین کی شرعی حیثیت؟ جواب مسئلہ: اگر والی بھاد پور از خود

قابلض و متملك متغلب ہو گیا تھا، تو سب زمین افتادہ غیر مملوک اس کی ہیں، مثل امرا کے، وہ متصرف ملوک کا ہے، تو جب اس ارض موات کے احیاء کی اجازت اس نے کسی کو دی، خواہ کسی کے نام سے دی، مگر جو جی ارض ہے وہی مالک ہے، کوئی بھی شریک اس کا نہیں، اگرچہ دفتر میں کسی کا نام درج ہو، مگر یہ صورت بظاہر ملک بھاد پور کی معلوم نہیں ہوتی، بلکہ نواب بھاد پور کو کسی سلطان سے جاگیر اس ملک محدود کی ملی ہے، تو اس صورت میں نواب مالک تمام ارض منقطع کا ہوا، اب درخواست دینے والا طالب متملك نواب سے ہے، پس یہ تجویز بہہ ہووے گا۔ پس اگر دو برادر نے اجازت دی تھی اور اس نے حسب اجازت ان کے طلب کیا اور اس نے ہر سہ کے نام پر دیا، تو ہر سہ کے نام پر بہہ ہوا، اور وکیل اپنا اصل اور دو کا وکیل تھا، اس نے قبول و قبض کیا، تو بسبب مشاع ہونے کے فساد بہہ تو عند الامام ہے، مگر ملک فاسد بھی ہے۔

پس جب دونوں برادر نے ترک کیا اور کہہ دیا کہ ہم کو حاجت نہیں، اور ایک کے پاس چھوڑا، یہ بھی ان کی طرف سے بہہ ہی ہے۔ لفظ بہہ کا ضرور نہیں، جیسا بہہ تھا ویسے ہی ملک اس واحد کی ہے، اور ان دونوں کی ملک سے خارج ہو گیا۔ بہہ بھی بدون لفظ کے تعاطی سے ہو جاتا ہے، پس اب بعد موت دو برادر کے، اولاد کا دعویٰ باطل ہے اور جو بدون اطلاع دو برادر کے

ہوا تو ان کی ملک ہی اس میں نہیں ہوئی، کیوں کہ قبول ان کی طرف سے ہے (اور) تو انھیں ان کا ہے، لہذا ہر دو صورت میں ملک کا بعض و تصرف کی ہے اور دوسری برابر لوگوں کا لغو ہے، اس کی روایات اگر دیکھو تو باپ یہ ہیں اور امیہ و اموات میں اور باپ عشرہ خراج میں نہیں کی۔ روایتیں دیکھیں اور ہادیہ و مختار میں اضافہ و فقہ

(مجموعہ کتب میں ۱۵۶-۱۵۷)

(۶۱۱) ایک دلی حکومت کی طرف سے عطا کی ہوئی زمین کا حکم؟ سوال: زیہ کو ایک دیہہ سے

تعلق تھا، اس کے صلہ خدمت میں وہاں سے بطور اراضی و غیرہ کے سب کو انعام دیکھلا، بعد ازاں آقا و نوکر کے درمیان تقاضات واقع ہوئی، پس آقا نے جو دیکھ دیا تھا وہاں لے لیا، زیہ بھی تاخوش ہو کر دوسری جگہ چلا گیا۔ بعد مدت و زمانہ کے بعد وہاں کے اسی بہتے میں گئے اور اسی سرکار میں نوکر ہوئے اور من جملہ عطیہ عطیہ مذکورہ بھرنے کو دیا گیا، اب اس میں زیہ کی باقی اولاد و شریک ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور یہ بہت جدید ہے یا قدیم؟

بعد اس کے اس سرکار کی عادت و عوارض میں اس کی رقی، کہ وہاں چار برس کے لئے دو زمین چھوڑ دیا کرتے، اور بھرنے چلا کرتے، پھر نہ وہ زمین بعد چھوڑ دیتے تا آخر کار یہ بات ہوئی کہ ان دونوں بھائیوں میں سے بعد انتقال ایک بھائی کے اور زمین آنکھوں میں دوسرے بھائی کی گھس دی گئی، اب اس کا مالک کون ہے؟ بیٹے اور جڑو۔

جواب: زیہ کو بطور انعام جو اراضی ملی تھی مگر دینے والے کی نیت ملک و قریہ زمین کی تھی، تو وہ وہ ہے تھا، اور نہ تصرف کے واسطے اور انتقال کی غرض سے دیا تھا، تو عاریت تھی۔ بہر حال جب تاخوش ہو کر وہاں لے لے گا تو زیہ کی ملک سے خارج ہو گئی، اس میں کچھ تعلق و ملک نہ چکا نہیں، اب اس زیہ کے دو بھائی کچھ حق اس میں نہیں اور بھروسہ نہ کر سکتے ہیں، تو اس کا وہ ہے کہ کبھی لے لی، بھروسہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ شخص انتقال کے واسطے دیتا تھا، پس جب ایک شخص کے نام پر عوض نکلا، کے نکلی گئی، تو اب بقی اس شخص کے نام پر ہو گئی، لہذا اس زمین کا مالک فقط یہی شخص ہے کہ جس کے نام پر عوض نکلا، کے نکلی گئی ہے۔ فقط و فقط تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کتب میں ۶۱۲-۶۱۳)

کتبہ اراقی رحمت رب و شہداء و شہداء و شہداء

(۶۱۲) ہندوستان میں زمین کے مالک ملان پر قابض افراد ہیں: سوال: مسلمان یا کافر بادشاہ

کے قلم رو میں جو ملک ہوتا ہے، اس کی زمین کے مالک رعایا لوگ ہوتے ہیں، یا بادشاہ و اور بادشاہ جو محصول اراضی پر دیا اور طور سے رعایا سے لیتے ہیں، وہ ان کو جاکر ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب : تحقیق سے معلوم ہوا کہ الکلیہ زمین مقبوضہ ہندوستان کی، تاحض لوگ ہیں اور جو اصول کار پیتے ہیں معلوم نہیں کہاں طرح کرتے ہیں، لہذا اس کا فیصلہ جواب کاغذ میں ہو سکتا اور شرع رہا اس کی طویل ہے۔ کتب فقہ سے دیکھا جائے۔ فتاویٰ اللہ تعالیٰ اعلم

(بسم اللہ الرحمن الرحیم)

(۶۱۳) کھیتی میں شرکت کس طرح کی جاسکتی ہے؟ سوال: اگر کھیتی کی اس طرح کر لیں کہ
کھل اور زمین اور بیج غرض کل خرچ زیادہ کا، اور غل چھ ماہ ہوگا، اور پھر وہاں میں خد میں سے مفہم حصہ ہوگا باقی زیادہ کا، اور
جری گھاس جو پھر اگلا ہوگا، تو یہ جائز ہے، یا نہیں؟

(۶۱۳) کاشفکار اور زمین دار کے معاہدہ کی طرفین کو باہندی ضروری ہے: سوال: ترجمہ

اور لے سکتا ہے۔ مالک کو اختیار ہے جس قدر کرایہ چاہے لیوے، اس میں حاکم کو کچھ اختیار نہیں ہے۔ ہکذا استفاد من الکتب، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کاس ص ۱۷۳ تا ۱۷۴)

(۶۱۵) رعایا کے لوگوں پر جو بیگار مقرر ہے اس کی سوال : رعایا لوگوں پر جو بیگار مقرر ہے اور اور زمیندار کے بعض نذرانوں کی شرعی حیثیت؟ اس کی مزدوری نہیں دی جاتی، اور اسی طرح جو

ان کے یہاں لڑکے کی شادی ہو، تو مبلغ دور و پیہ زمیندار لیتا ہے، گویا کرایہ مکان ہی سمجھا جاتا ہے، یہ جائز ہے، یا نہیں؟ جواب : اس کو بحساب کرایہ اگر مقرر لیوے تو درست ہے، اگرچہ مجہول ہے، مگر بحسب عرف، بہ مذہب بعض

علماء کے درست ہے۔ فقط

(بدست خاص سوال ۸۵)

(۶۱۶) کھیتی کے شرکاء نے اگر کسی زیادتی طے کر لی تو کیا یہ شرکت صحیح ہے؟ سوال : کھیتی میں

دو شریک ہیں، ایک کے تین حصہ اور ایک ایک حصہ کا، اور یہ بھی اقرار ٹھہرا لیا کہ گھاس مثلاً چری و خود [یعنی ہرے جو یا گیہوں] میں حصہ والا، اپنے حصہ سے زائد لے گا اور ایک حصہ والا کم، یہ جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب : اگر کسی زیادتی معین ہو تو جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۵۷)

(۶۱۷) خود رو گھاس پر پابندی یا محصول لگانا صحیح نہیں؟ سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و

مفتیان شرع متین، اندر اس مسئلہ کے: کہ گھاس اور پولہ اور سوختہ اندر جنگلات کے خود رو جو پیدا ہوتے ہیں، حاکم وقت یا زمین دار، چرانا نرگاوان اور سوختہ اور پولہ (۱) اور بینڈ (۲) کا جو محصول لیتے ہیں، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ مفصل جواب مع حوالہ کتاب شریف ارقام فرماویں۔ اور بر تقدیر اگر کوئی جنگلات خود رو سے، دُڑ دی [چوری] کر لاوے، شرعاً ماخوذ ہوگا، یا نہیں؟ بینو اتوجرو!!

جواب : گھاس اور پولہ وغیرہ جنگل غیر مملوک کا، سب لوگوں کی ملک ہے، جس کو حاجت ہووے لیوے۔

پس اس کو روکنا اور اس پر محصول لینا شرعاً درست نہیں، البتہ مملوک زمین کا درخت اور بینڈ (۲) ملک مالک کی ہوتی ہے اور گھاس اور پولہ جس کو جانور کھاتے ہیں، مملوک زمین کا بھی، ملک میں مالک زمین کے نہیں ہوتا۔ قال فی

الدر المختار:

[نور]

(۱) گھاس کا مٹھا۔ کانس یا چھپر کے پھونس کا گڈا۔ نور اللغات ص ۱۳۵ جلد دوم۔

[نور]

(۲) بینڈ (باکسر) یا بے معروف۔ سیٹھوں یا ترکوں کا مٹھا۔ نور اللغات ص ۷۸۱ جلد اول۔

(بیع) المرعى أى الكلاء وإجارتها، أما بطلان بيعها فلعدم الملك لحديث: الناس شركاء فى ثلاث: فى الماء، والكلاء والنار (۱)۔
وفى رد المحتار: والحطب فى ملك رجل ليس لاحد، ان يحتطبه بغير اذنه وإن كان فى غير ملك فلا بأس به (۲)۔
پس اگر کوئی جنگل غیر مملوک سے، بغیر اذن کے لیوے، تو شرعاً گناہ نہیں، مگر ایسا کام نہ کرے، کہ خواہ مخواہ قاعدہ حکام میں ماحوز ہو کر ذیل ہو۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۵۹)

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۶۱۸) خور و گھاس، خشک لکڑی اور بینڈ کس کی ملکیت ہے؟ سوال: مولانا مولوی محمد قاسم

صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں ”گیاه و ہیزم خور و سیدہ ملک کے نیست“ اس میں لکڑی و درخت جو خور و سیدہ اور بینڈ سرپولا بھی شامل ہیں، یا وہ مستثنیٰ ہیں، یعنی وہ بھی ملک زمین دار ہوتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: گیاه (۳) (گھاس) خور و سیدہ کسی کی ملک نہیں، مگر ہیزم خور و سیدہ مملوک زمین کی، مملوک زمین والے کی ہوتی ہے اور بینڈ بھی مالک زمین کی ہوتی ہے، فقط (بدست خاص ص ۲۴)

(۶۱۹) موروثی کاشتکاری کے ناجائز ہونے کی تحقیق: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے

دین و مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں: کہ حاکمان وقت نے ایک حق کاشت کار کا قانونی قائم کر رکھا ہے، وہ حق یہ ہے کہ جس کاشتکار نے زمین ملکیت کسی زمین داری، عرصہ بارہ برس تک، متواتر کسی لگان پر کاشت کر لی، وہ کاشتکار موروثی متصور ہو گیا، اس کو بلا وجہ، کسی قانونی عمل کے بغیر اس اراضی سے بے دخل نہیں کر سکتا، اور نہ بلا ناش عدالت کچھ لگان کا اضافہ کر سکتا ہے، اگرچہ وہ زمین ایسی کامل ہو کہ اگر وہ کاشتکار اس زمین کو چھوڑ دے، تو وہ زمین اور کاشتکار غیر موروثی، اس لگان مقررہ موروثی سے، دو چند بلکہ سہ چند پر بخوشی زمیندار سے لیوے، اور اس کاشتکار کو قانوناً یہ استحقاق بھی حاصل ہے، کہ اپنی طرف سے بلا رضامندی مالک زمین، دوسرے کاشتکار کو اس لگان سے جو زمیندار کو خود دیتا ہے، دو چند اور سہ چند لگان دے، وہ منافع جو زیادہ لگان پر زمین دی ہے، اپنے قبضہ تصرف میں لاوے، اور زمیندار بوجہ حکم حاکم وقت و پابندی قانون، کچھ کم دینی نہیں کر سکتا، اور دل سے اس کاشت کار کی کاشت اور منافع اس کا، سخت اسے ناگوار ہے۔

(۱) در مختار مطلب فی استثناء الحمل ص ۲۵، ج ۲ (عکس مجلہ ص ۱۴۳۴) نیز الدر المختار مع الشامی ص ۶۶، جلد ۵ (دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ) نیز الدر المختار مع الشامی ج ۴ ص ۱۱۰ (مطلب فی استثناء الحمل) [نور]

(۲) شامی نسخہ ہندی ص ۲۴۸، ج ۵ [مجلہ ص ۱۴۳۴] بلاشبہ نیز رد المحتار (فصل الشرب) ص ۴۴۰، ج ۶ (دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ) [نور]

(۳) اصل نمونہ فقہ کا ہے جو کچھ نہیں بلکہ فقہ کا یہ ہوگا۔

اندر یہ صورت ہونے کے شرع شریف وہ مضاف، جو اس کی کاشت سے یا دوسرے حوزہ سے اس کو حاصل ہوتا ہے دوسرے اور جائز ہے یا نہیں اور مفاد مذکور حق اس زمیندار کا ہے، یا اس کاشت کار خود کی، جو بوجہ عہد کا حکمت حاصل کرتا ہے اور جو معاہدہ ہے، وہ کسی قسم سے جبراً یا سحر و جادو یا حرام ہے، جبراً تو مردہ

الجواب : حق مورد بحث شرعاً کوئی شے نہیں ہے اور مالک کو استحقاق اپنی زمین و اس کے لینے کا ہے، اگرچہ کاشت کار نے سو برس تک کاشت کیا ہو اور جو شخص کہ بلا مرضی مالک کے اس کی زمین وغیرہ کو لیتا ہے اور مالک کو قبضہ نہیں کرنے دیتا وہ وہ شخص غاصب اور ظالم ہے اور یہ شخص اس کا حرام ہے اس پر مواخذہ ملت ہوگا اور جس قدر اس زمین کا اجر حاصل ہے، اس قدر کاشت کار کے ذمہ واجب الاداء ہے اور مالک کو اس کا مطالبہ شرعاً پہنچتا ہے۔ مثلاً اگر وہ زمین پندرہ روپے سالانہ کے اجارہ کی ہے اور کاشت کار مالک کو اس روپے سالانہ دیتا ہے اور مالک پندرہ سے کم پر راضی نہیں ہے تو پانچ روپے سالانہ کا مطالبہ پندرہ کاشت کار باقی ہے مگر مالک نے معاف نہیں کیا تو آخرت میں دین دار ہوگا:

قال العلامة الشافعي: فالأرض من الذخيرة قالوا: إن كانت الأرض معدة للمزراعة بأن كانت الأرض في قرية اعتاد أهلها زراعة أرض الغير، وكان صاحبها ممن لا يزرع بنفسه و يدفع لرضه مزارعة، فله ذلك على المزارعة ولصاحب الأرض إن يطالب المزارعة بحصة الدهن كان على ما هو متعارف أهل القرية، النصف أو الربع أو ما تشبه ذلك وهذا ذكر في فتاوى النسفي. عامر شامی نے ذخیرہ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: مثلاً اگر زمین زراعت کے واسطے تیار کی گئی۔ یا اس طور کہ زمین ایسے گاؤں میں ہو جس کے اہل دوسرے کے زمین جو سنے کی عادت رکھتے ہوں اور اس کا مالک ان لوگوں میں سے ہو جو لوگوں کو دیتا ہو اور اپنی زمین زراعت پر دیتا ہو تو یہ زراعت پر معمول ہوگا اور زمین والے کو حق ہوگا کہ حوزہ سے مالک زمین کی حصے کا مطالبہ کرے، جیسا متعارف ہو یا اس قریہ کے نزدیک آدھا یا چھٹائی یا اس کے مثل اور یا اس قدر یا اس میں ذکر کیا گیا ہے۔ (تہذیب)

وهو نظير الدار المعدة للإجارة إذا سكنها إنسان فإنه يحتمل على الإجارة، وكذا ههنا وعلي هذا أدركت مشافخ زعاني. والذى نظرو عدي. و عرضت علي من ألق به أن الأرض إن كانت معدة للمزراعة تكون هذه مزارعة فاسدة، إذ ليس فيها بيان الحدة فيجب أن يكون الخراج كله للمزارع، وعلي المزارع أجر مثل الأرض انتهى.

اقول لكن سيدذكر الشارح في كتاب المزارعة، أن المفتي به صحتها بلا بيان المدة، و تقع على أول زرع واحد فالظاهر أن ما عليه المشايخ، مبنى على هذا (۱)

(انتهی کلام العلامة الشامی)

اور یہ نظیر ہے اس مکان کی جو اجارہ کے لئے تیار کیا گیا ہو، جب کوئی شخص اس میں سکونت کرے گا تو وہ اجارہ پر محمول ہوگا، اور ایسا ہی یہاں پراسی پر میں نے اپنے زمانے کے مشائخ کو پایا ہے۔ اور وہ بات جو میرے نزدیک ثابت ہے، اور میں نے اس شخص پر پیش کیا ہے، جس پر مجھے وثوق ہے، یہ کہ زمین اگر تیار کی گئی ہو زراعت کے لئے، تو یہ زراعت فاسدہ ہوگی، کیونکہ اس میں مدت کا بیان نہیں ہے، پس واجب ہے کہ پیداوار اٹھانے کی کل مزارع کے لئے، اور مزارع کے ذمہ زمین کی اجرت مثل ہو۔ اتنی

میں کہتا ہوں عنقریب شارح کتاب المزارعات میں ذکر کریں گے، کہ مفتی بہ اجارہ بلا بیان مدت کی صحت ہے، جو صرف ایک سال یعنی سال اول کے لئے واقع ہوگا، پس ظاہر یہ ہے کہ مشائخ کا فتویٰ اسی پر مبنی ہے۔

اور جب قدر اجر مثل یا قدر حصہ مالک زمین کا ہوا، تو اس کے رکھ لینے اور مالک کو نہ دینے کی حرمت، احادیث صریحہ و روایات صحیحہ سے خود ثابت ہے، جس کی نقل اور اظہار کی حاجت نہیں ہے۔ فقط، واللہ اعلم

بندہ رشید احمد عفی عنہ

الجواب صحیح فضل الرحمن عفی عنہ دیوبند

[والہ مخیر حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی]

الجواب صحیح حق

بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ

الجواب صحیح ذوالفقار علی دیوبندی عفی عنہ

[والہ مخیر حضرت شیخ البند مولانا محمود حسن صاحب]

الجواب صحیح محمد منصف علی عفی عنہ

مدرسہ عربیہ دیوبند

محمد منصف علی

عزیز الرحمن

شرعاً حق موروثیت کوئی چیز نہیں اور بحق موروثیت بلا رضا مالک، زمین پر قبضہ رکھنا اور نفع اٹھانا حرام ہے۔

حررہ خلیل احمد عفی عنہ

[صدر مدرس و ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور دیوبند]

الجواب صحیح عبدالرحیم رائے پوری

صحیح الجواب صدیق احمد امجدی

الجواب حق صحیح بندہ محمود عفی عنہ

[شیخ البند]

الجواب صواب بلا ارتیاب محمد اشرف علی عفی عنہ

الجواب صحیح غلام رسول علی عفی عنہ

[حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی]

[استاذ الکمل مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی]

هذا هو الحق و الحق احق ان يتبع: نور محمد عفی عنہ سوال صحیح والجواب صحیح: محمد عمر دراز عفی عنہ فتح پوری
مہتمم مدرسہ حقانی لدھیانوی [مؤلف نورانی قاعدہ]

جناب الحبيب العلام محمد حسن عفی عنہ

الجواب صحيح و التحقيق نقيح مغيث الدين ساڈھو روی

[نقل از رسالہ زمیندارہ بل۔ مرتبہ [مولانا] محمد متین خطیب، نائب ناظم جمعیت علماء اسلام دیوبند۔]

(کمال پرنٹنگ پریس دہلی: ربیع الثانی ۱۳۶۶)

از ص ۱۹ تا ۲۲ تصدیقات ص ۲۴

(۶۲۰) موروٹی کاشت کاری شرعاً بے اصل ہے: سوال: جو کاشت کار بارہ سال زمین کو

کاشت کر کے، مزارعہ موروٹی ہو جاتے ہیں، تو ان کو بلا رضا زمیندار مالک کے، اس زمین کو کاشت کرنا اور وہی محصول مقررہ سابق دینا اور اس وقت جو مالک کو دوسرے مزارعہ، اس محصول سے زیادہ دیتے ہیں، اس کے موافق نہ دینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: کاشت کار موروٹی شرع میں کوئی شے نہیں، یہ سب امور ظلم ہیں۔ ہرگز بدون رضا مالک کے

کاشت کرنا، اور کم محصول دینا حلال نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۳۲)

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس رسالہ زمیندارہ بل کے صفحہ ۱۱ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ فتویٰ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے زمانہ میں بصورت اشتہار شائع ہوا تھا، یہ مطبوعہ اشتہار دفتر جمعیت اسلام میں محفوظ ہے۔ نیز یہ فتویٰ جواہر الفقہ تالیف مولانا مفتی محمد شفیع ص ۳۲۴ جلد دوم [مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند: ۱۳۹۰ھ] میں بھی شامل ہے۔
حضرت مولانا کا یہ فتویٰ، فتاویٰ خلیلیہ (فتاویٰ مظاہر علوم) مرتبہ مولوی محمد خالد صاحب ص ۳۹۲-۳۹۴ (سہارنپور: ۱۴۱۷ھ) میں بھی درج ہے۔ [نور]

دسواں باب

کتاب الوقف

(وقف مساجد اور ان کے متعلقہ مسائل)

(۶۲۱) کیا دارالحرب میں بھی مسجد بنانے کا ثواب ملے گا؟ سوال: دارالحرب میں زید نے مسجد بنائی ہے، پس اس کو ثواب مسجد بنانے کا ہوگا، یا کہ بسبب بنانے مسجد دارالحرب میں، ثواب بنانے مسجد کا نہ ہوگا؟

جواب: ثواب مسجد کا ہووے گا، اگرچہ دارالحرب میں مسجد بنائی ہو۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

العبد رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (نقل بقلم مولانا محمد ابراہیم پھلاؤدہ، محفوظ ورز خیرہ خود)

(۶۲۲) جوئے میں جیتی ہوئی رقم سے مسجد بنانے کا حکم؟ سوال: زید جو اٹھلے کرتا تھا، ایک مرتبہ زید نے پانچ سو روپیہ جیت لیا، پھر جوئے سے توپ کی، اور اس پانچ سو روپیہ سے زید نے تمباکو کی دوکان کر لی، اس دوکان مذکورہ سے بہت نفع ہوا، زید نے اس روپیہ کے نفع سے ایک مسجد تیار کروائی، اب اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز (ہے) یا حرام ہے، یا مکروہ ہے۔ مکروہ ہے تو کس وجہ کا ہے، جو حکم خدا رسول کا ہو، تحریر فرماویں۔

جواب: قمار کے روپیہ سے جو نفع حاصل کیا ہے، پھر اس سے مسجد بنائی، وہ بھی مسجد نہیں، اس میں بھی نماز مکروہ تحریمہ ہووے گی، جیسا کہ پارچہ میں (اگر ایک درہم) بھی احرام کامل گیا، تو نماز اس کی قبول نہیں ہوئی، اسی طرح جس زمین میں روپیہ حرام کا ہوگا، اس زمین میں نماز قبول نہ ہووے گی، چنانچہ روایت پارچہ کی مشکوٰۃ سے نقل ہو چکی اور تفسیر مدارک میں لکھا ہے تحت آیات:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا ۖ

اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر۔

(ترجمہ شیخ الہند)

وقبل کل مسجد بنی بمال غیر ذی طیب
فہو لاحق بمسجد الضرار“ انتھی

اور کہا گیا ہے ہر وہ مسجد جو ناپاک مال سے تعمیر کی گئی
ہو، وہ مسجد ضرار کے ساتھ شامل ہے۔ (ترجمہ نور)
(فیوض رشیدیہ ص ۱۳-۱۲)

ملخصاً، واللہ اعلم (۱)

(۶۲۳) جس مسجد میں حرام مال خرچ ہوا ہو، اس میں نماز پڑھنا، کیسا ہے؟ سوال: جس مسجد

کی تعمیر میں اکثر مال حرام صرف ہوا ہو، اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا مکروہ، اور اس مسجد کو باقی رکھا جائے یا اس کو منہدم کیا
جائے؟ سوالات معروضہ کا جواب شافی تحریر فرمائیں اور اپنی خیر و عافیت سے اطلاع دیں۔ عریضہ کاتبِ نظیر حسن۔

جواب: جس مسجد میں اکثر مال حرام لگا ہے، اس میں نماز مکروہ تحریمہ ہووے گی، اس کو توڑ کر حلال مال سے

بنادے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرغ آباد ص ۳۷-۳۶-۳۵)

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

سوال: الف: ایک شیعہ

نے جائے نماز جامع مسجد میں
وقف کر دی، اس پر نماز جائز ہے

(۶۲۴) شیعہ یا ہندو کی وقف کی ہوئی جائے نماز پر نماز پڑھنے، ان

کے بنوائے ہوئے سائبان اور مسجد کے لیے ان کے چندہ کا حکم؟

یا نہیں، اور اس پر نماز پڑھنے سے ثواب نماز مسجد کا ملے گا، یا نہیں؟

اسی طرح اگر ہندو نے جائے نماز مسجد میں وقف کر دی، تو اس کا کیا حکم ہے؟

ب: اگر شیعہ یا ہندو مسجد میں سائبان بنوادے، تو اس کے سایہ میں نماز بلا کراہت جائز ہے، یا نہیں، اگر شیعہ یا
ہندو بنائے مسجد کے واسطے چندہ دیوے، تو اس کا فرش اور دوسری تعمیر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے، یا نہیں۔ دوسرے تعمیر
سے مراد ستون و سقف مسجد ہے، جو مسجد میں داخل ہے۔ در صورت عدم جواز، حیلہ جواز ارشاد ہو۔ فقط۔

جواب: شیعہ کی جائے نماز پر جو مسجد میں اس نے دی ہے، نماز پڑھنا درست ہے، اور ثواب مسجد کا ملتا ہے۔ علی ہذا،

اس کا روپیہ لے کر تعمیر مسجد میں صرف کرنا درست ہے، اور اس مسجد میں ثواب مسجد کا ملتا ہے۔ علی ہذا، کا فرش کا روپیہ لگانا
مسجد کی تعمیر [میں] اور اس کے فرش پر نماز پڑھنا اور اس کے سائبان کے نیچے نماز پڑھنا درست ہے، اور مُقتضی ثواب
مسجد کا نہیں۔ بدلیل اس کے کہ قریش کفار نے مسجد حرام کو تعمیر کیا اور فرش لگایا اور اس پر فرخ عالم علیہ السلام نے نماز پڑھی

(۱) وقبل کل مسجد بنی مباحۃ او ریاء او سعة او بغرض، سوی ابتغاء وجه اللہ، او بمال غیر ذی طیب، فہو لاحق بمسجد

الضرار. (تفسیر مدارک ص ۲۶۲ ج ۱)

اور فضل اس کا فرمایا، اور سقف قریش کی بناء کے سایہ میں نماز ادا فرمائی، لہذا یہ سب امور درست ہوئے اور کچھ حرج مسجد میں نہیں آوے گا۔ فقط

(۶۲۵) اگر ہندو اپنی زمین مسجد کیلئے دے، یا اپنے پیسے سے مسجد بنوادے؟ سوال: اگر ہندو

زمین دار اپنی زمین میں رعایا مسلمان کو اجازت بنائے مسجد کی دیوے، یا خود اپنے روپے سے بنوادے؟ تو وہ حکم مسجد کا رکھتی ہے، یا نہیں، بیوا تو جروا فقط

جواب: اگر زمیندار کافر، رعایا مسلمان کو اپنی زمین میں مسجد بنانے کی اجازت دے، تو یہ معنی ہیں کہ یہ زمین تم کو دی، تم مسجد بناؤ، یا یہ بسبب اس کے کہ ہندو ہند کے، مسجد کو ثواب کا کام جانتے ہیں، خود مسجد بنا کر مسلمانوں کو دیدے، یا وقف کر دے، سب صورت میں مسجد ہو جاتی ہے اور ثواب مسجد کا اس میں ملتا ہے۔ قال فی الدر المختار:

لانه مباح بدلیل صحته من الکافر. (۱)

اس سے دریافت ہوتا ہے کہ اگر کافر ایسی شے کا وقف کرے، کہ مسلمانوں کے نزدیک قربت ہے اور کفار بھی اس کو قربت جانتے ہیں، تو وقف صحیح ہوتا ہے۔ تو پس یہ مسجد کافر کی بنائی ہوئی [بھی مسجد ہوتی ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

(۶۲۶) اگر حلال آمدنی سے طوائف کا مکان خرید کر اس میں مسجد بنائی تو کیا حکم ہے؟ سوال: زید

نے ایک مکان اس کسی سے خریدا، جو کہ خرچی لے کر حرام کراتی ہے، زید نے اس مکان کو تروا کر ایک مسجد شاہراہ میں بنوائی، تاکہ نماز کی نماز پڑھیں اور زید کو ثواب ہو، تو مسجد مذکور میں ہم لوگوں کو نماز پڑھنا جائز ہے، یا حرام، یا مکروہ؟ جو مکروہ ہے تو کس درجہ کا ہے؟ صاف صاف تحریر فرماویں، کیونکہ بعض عالم فرماتے ہیں کہ نماز پڑھنا مسجد مذکورہ میں کچھ حرج نہیں، اس مسئلہ کو مع دلائل عقلی و نقلی کے تحریر فرماویں۔ فقط

جواب: اگر وہ مکان کسی کسی کے پاس حلال مال کا ہے، مثلاً اس کے باپ کا ترکہ، اس کا مال حلال وجہ سے تھا، اس کی میراث کسی کو ملے، اس سے مکان خریدا، یا دوسری کسی وجہ حلال سے، مکان اس کی ملک میں آیا ہے، تو اس صورت میں اس کا خریدنا اور بنانا درست ہوا، کہ اس میں کوئی وجہ حرمت کی نہیں ہے۔ اگرچہ کسی کا خود مال مکسو بہ حرام ہے، ایسی حالت میں وہ مسجد ہے اس میں ثواب بنانے والے کو ہوگا اور نماز میں بھی ثواب مسجد کا ملے گا، کیوں کہ اس میں سب طرح سے مال طیب صرف ہوا ہے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

(۱) الدر المختار ص ۷۷ کتاب الوصف ص ۳۳۳۔ نیز شامی ج ۳ ص ۳۵۸، تہذیبی، فی المصباح ج ۳ ص ۳۳۶، والقریب ج ۱ ص ۱۲۸۱

”لا یقبل اللہ إلا الطیب“ (الحديث: ۱)

اور جو وہ مکان حرام مال کسی سے خرید ا ہوا تھا، یا زمین حرام مال سے خرید ہو کر، حرام مال سے مکان بنایا تھا، تو اب طیب مال سے خرید ہو کر، توڑا کر مسجد بنانے سے یہ حلال نہیں ہوا، بحال خود حرام ہی ہے۔ اس میں نماز مکروہ ہوو گئی، کراہت تحریمہ، اور مسجد بنانے والے کو کوئی ثواب مسجد بنانے کا نہ ہوگا۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام:

مہر البغی خبیث (الحديث: ۲)

بدکاری کی آمدنی [نا پاک، حرام اور] خبیث ہے۔

وعن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال من اشترى ثوباً بعشرة دراهم وفيه درهم حرام، لم یقبل

اللہ لہ صلاة مادام علیہ۔ (الحديث، رواہ فی مشکوٰۃ المصابیح (۳)

حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا: جس شخص نے [بھی] کوئی کپڑا اس درہم میں خریدا اور اس میں ایک درہم حرام کا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا، جب تک اس پر اس کپڑے کا لباس ہے۔

قال فی الدر المختار: أما الخبیث لعدم الملك کا الغصب فیعمل فیہنہ (انہی

یعنی غصب کے روپیہ اور مال حرام کے ذریعہ سے، جو شے خریدی ہوئی ہو حرام ہے، اس کا نفع بھی حرام ہے، علیٰ ہذا، جو

(۱) رواہ البخاری عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: من تصدق بعدل ثمرۃ من کسب طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب، الخ۔ (کتاب الزکوٰۃ،

باب لا یقبل اللہ صدقۃ من غلول ولا یقبل الا من کسب طیب، الحديث: ۱۳۱۰) ص: ۹۳ جلد اول، جزء دوم، مکتبۃ الریاض

الحديث: ۱۹۸۳ (بجز ص: ۱۸۹ جلد اول، رقم الحديث: ۱۳۹۴) [نسخہ ہندیہ ۱۳۱۵ھ] ورواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یقول: قال رسول اللہ ﷺ: ما تصدق احد بصدقۃ من طیب ولا یقبل اللہ الا الطیب، الا اخلاها الرحمن ببیمہ وان كانت ثمرۃ الخ۔ ص: ۳۲۲

ج: ۱ [مطبع محضانی ۱۳۱۹ھ] کتاب الزکوٰۃ، باب قبول الصدقۃ من الکسب الطیب وثر بہنہا ص: ۳۵۰ جلد اول، رقم الحديث: ۱۰۱۳۔

ت: ابوقبیہ نظر محمد قاریابی [دار طیبہ، ریاض ۲۰۰۶ء]

(۲) رواہ مسلم عن رافع بن خدیج قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لمن الکب خبیث ومہر البغی خبیث وکسب الحرام خبیث

(کتاب المساقاۃ، رقم الحديث: ۱۵۶۸، ج: ۲، ص: ۳۷۷) [ابوقبیہ نظر محمد قاریابی ۲۰۰۶ء] نیز دیکھئے مشکوٰۃ کتاب البوع باب الکسب

وطلب الحلال، اللہ ع: ۲۳، ص: ۱۰۸۳، جلد: ۳، [مکتبۃ التوبہ بیروت: ۲۰۰۳ء]

(۳) رواہ احمد فی المسند ۹۸/۴، سند ابی عمر [دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ، نیز ص: ۴۱۹، ج: ۵، ت: احمد محمد شاہ کر۔ رقم

الحديث: ۵۷۳۴] دار الحديث القاہرہ ۱۹۹۵ء ۱۳۱۶ھ والبیہی فی شعب الایمان، باب فی الملابس والاوانی، رقم الحديث: ۵۷۰۵

جلد: ۱، ص: ۱۰۶ [دار السلفیہ ۱۳۱۱ھ] نیز دیکھئے مشکوٰۃ شریف ص: ۴۳۳، ج: ۱، کتاب البوع، باب الکسب وطلب الحلال

(مطبع اصح المطابع دہلی: ۱۳۷۵ھ) نیز مشکوٰۃ المصابیح ص: ۱۰۹۲، جلد: ۳، حديث نمبر: ۴۷۸۹، [مکتبۃ التوبہ بیروت: ۲۰۰۳ء]

(۴) برقیہ ۵۹۷، باب بیع الفاسد (دار الفکر بیروت: ۱۹۶۶ء) نیز مطلب فی تعیین الدراہم فی العقد الفاسد ص: ۱۳۵، جلد چہارم، مکتبہ ماجدیہ،

کوئٹہ پاکستان ۱۳۹۹ھ]

شے غصب و حرام کی ہے، اس کے عوض جو روپیہ کا نفع ہوگا، وہ بھی حرام ہے۔ پس جو مکان حرام مال کا خرید کیا ہو یا حرام ہے، اب اس کو کھال مال سے خریدنے میں حلت اور اباحت حاصل نہ ہوگی، اور مسجد بنانا اس میں درست نہ ہوگا، علی الاصح۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بدائع الجواب صحیح، محمد امیر باز خان سہارنپوری محمد مراد عفی عنہ مظلوم نگری

(فیوض رشیدیہ ص ۱۲-۱۱)

سوال: کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کی کھال کی بیع مکروہ ہے، لیکن اگر بیع کی جاوے تو اس کی اور اس کا مسجد کی تعمیر یا تنخواہ میں استعمال؟ قیمت کو صدقہ کرنا چاہئے، مساکین کی قید ہدایہ وغیرہ

میں نہیں ہے۔ فقط صدقہ کا ذکر ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ قیمت مسجد کی تعمیر میں، یا پھر مدرسین کی تنخواہ میں صرف کی جاوے، تو جائز ہو۔ کیونکہ یہ دونوں صورتیں بھی صدقے کی ہیں، اور اگر یہ صدقہ نہیں ہے، تو جس شخص نے اپنے مال کے صدقہ کرنے کی قسم کھائی، پھر اس کو مسجد کی تعمیر میں یا کتابوں کے وقف کرنے میں صرف کیا، تو وہ کس طرح سچا ہوگا، اور اگر کھال کی قیمت کا صدقہ کرنا، خاص مساکین پر بطور تملیک کے واجب ہے، تو یہ وجوب اور تخصیص کس کتاب سے ثابت ہے؟

جواب: قیمت جلد اضمحیہ کا صدقہ واجب لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ صدقہ واجبہ مساکین و فقاہ کو ہی دے سکتے ہیں، اغنیاء بنی ہاشم کو درست نہیں، لہذا قید مساکین کی نہیں ضرورت ہوئی، کہ امر بدیہی ہے، اور صدقہ واجب میں تملیک شرط ہے، مثل زکوٰۃ و نذر کے، پس تعمیر مسجد و مدرسہ میں درست نہ ہوگی، اور تنخواہ اجرت و بیع کے حکم میں ہے، کس طرح درست ہوگی، تنخواہ ہرگز صدقہ نہیں، بلکہ اجرت ہے، اور مسجد کی تعمیر وغیرہ اباحت ہے نہ تملیک، اور تملیک صدقہ واجب کی، سب کتب فقہ میں مسطور ہے، کتاب الزکوٰۃ جس کتاب کا چاہو دیکھ لو۔ فقط (مجموعہ فرغ آبادی ص ۳۱-۳۹-۳۸)

(۶۲۸) نظریات کے اختلاف کی وجہ سے، الگ مسجد بنانا صحیح نہیں: سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین ایسی حالت میں: کہ اپنی عزت کے بچانے کے واسطے اور اپنی نماز کے، جو جہاں و ناواقفین کے پیچھے صحیح نہیں ہوئی، درست کرنے کی غرض سے نہ بنیال تعلیٰ و تقاضا تفرقہ، اپنے محلہ میں نئی مسجد کا بنانا، عاملان بالحدیث کو شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا!

جواب: تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ یہ سب نزاع و خلاف فریقین کا، سبب جہر آمین و رفیع یدین وغیرہ چند امور کے جو عند قائلہم مستحب ہیں، واقع ہوا ہے۔ یہ پوچھ کسی امر واجب الاداء کے۔ اور سب اہل دین جانتے ہیں کہ

اور اتفاق مسلمین ایک ایسا امر واجب منصوص ہے، کہ کسی عامی کو بھی اس میں خلاف نہیں، پس بحکم آیت:

وَأَعِصُوا بِحِلِّ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَنْفَرُوا
 اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب مل کر، اور بچو نہ
 والآية (آل عمران: ۱۰۳) (ترجمہ شیخ الہند)

اَقْبِسُوا الْبَيْنَ وَلَا تَفْرَقُوا فِيهِ. الآية (الشورى: ۶۳) یہ کہ قائم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں۔ (ترجمہ احمد)

اہل حدیث (پر) لازم و واجب ہے کہ اس امر مستحب کہ جو تفرقہ انداز عوام ہو، کو ترک کر کے، اتفاق منصوص مطلوب حاصل کریں، اور ادائے مستحب کے واسطے، جس کا ترک وقت تفرقہ کے واجب ہے، منہی شرعی اور محرم قرآن کو اور اس کے سبب کو اختیار نہ کریں، اور ظاہر ہے کہ ترک ان مستحبات میں وحشت و دوسرے فریق کی رفع ہو کر اتحاد و اتفاق ہے تو اس کی تحصیل واجب ہے، اور در صورت بناء مسجد جدید کے، اس اختلاف و تنافر استحکام بناء اور تقویت بدیہی ہے، پس اس کا ترک واجب ہے۔ پس محل تامل ہے کہ حاملین حدیث بزم خود اچنی آبرو کے واسطے، تجدید بناء مسجد کر کے، تفرقہ منہی مقرر آئی کو اختیار کرنا پسند کریں اور حق تعالیٰ کے مامور اتفاق کلمہ مسلمین کی حفاظت کے واسطے، اپنے مرغوب عمل مستحب کو، جس کو خود شارع اسی وقت میں منع فرماویں، ترک نہ کریں، حیف صد حیف! کہ لہ تعالیٰ فی اللہ تعالیٰ کوئی عمل کیا جاوے اور رعایت حکم اللہ تعالیٰ کی اس میں اور گنبدداشت حدود اللہ تعالیٰ کی نہ ہو، اور صحاح حدیث اور آثار کرام سے، سب پر ظاہر ہے کہ ترک مستحب حفاظت واجب کے واسطے، ہر روز معمول و مامور رہا ہے، اور اسباب منہیات کے ہمیشہ ممنوع رہے ہیں، جس کے بطل میں تطویل ہے۔ فقط

الی حصل اس حالت میں بناء مسجد جدید کی، حسب حکم شارع علیہ السلام کے درست نہیں، بلکہ ترک مستحب متنازع فیہ کا کرنا اور اتفاق پیدا کرنا واجب ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی غفری عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۹۳-۱۹۵)

(۶۲۹) برادری سے باہر نکاح کرنے والے کو مسجد آنے سے منع کرنا کیسا ہے؟ سوال: جس

نور باف نے قصائی بیوہ سے نکاح کیا، اس نور باف کو قصائی محلہ کی مسجد میں نماز سے روکتا ہے، کہ تو نے ہماری آبرو میں
بہ لگا یا، یا نماز سے منع کر نیوالا قصائی مسجد میں، گنہگار ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب : اس شخص کو نماز پڑھنے سے منع کرنا نہ چاہئے، کہ اس نے کام کوئی ایسا نہیں کیا کہ مسجد سے روکا جاوے، پس نماز سے روکنے والا گنہگار ہوگا، واللہ اعلم
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی

هذا الجواب صحيح محمد مراد مدرس مظفر نگر۔ عبدالحق بکھروی

(فیوض رشیدیہ، طبع اول لدھیانہ۔ سوال ۷ ص ۲۴)

(۶۳۰) شادی یا خوشی کے موقع پر مسجد کے لیے جبراً پیسے لینا کیسا ہے؟ سوال: کیا فرماتے

ہیں علماء دین: کہ ایک قوم نے اپنی برادری میں یہ رسم مقرر کی ہے، کہ ہر شخص کی شادی میں خواہ وہ امیر ہو یا غریب یا یتیم، دو لہا سے دس روپیہ اور ولہن سے چار روپیہ لیتے ہیں، اور اس روپیہ کو مسجد میں صرف کرتے ہیں، سو اس طرح لینا اور لے کر مسجد میں صرف کرنا، از روئے شریعت درست ہے، یا نہیں؟ اور جب تک روپیہ نہیں لیتے، تب تک دو لہا ولہن کی شادی میں شامل نہیں ہوتے، اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے، آٹھ آنے لیتے ہیں، وہ بھی مسجد میں صرف ہوتا ہے۔ بیٹو! تو جروا! فقط جواب: اگر کوئی خوشی سے روپیہ شادی میں یا لڑکا پیدا ہونے میں دیوے، تو مسجد میں لگانا اس روپیہ کا درست ہے، اور جو نا خوشی سے دیوے، تو وہ لینا بھی حرام ہے اور مسجد میں صرف کرنا بھی درست نہیں۔ فقط اور جبراً لینا دباؤ برادری کا ڈال کر شرع میں حرام ہے۔ فقط رشید احمد گنگوہی

(فیوض رشیدیہ طبع اول لدھیانہ۔ سوال ۳ ص ۵)

(۶۳۱) اگر نیچے دوکانیں، ان کے اوپر مسجد بنوائی، تو کیا حکم ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں

علمائے دین مسائل ذیل میں: ایک شخص نے مسجد اس طور سے بنوائی کہ اس کے نیچے مکان یا دوکان وغیرہ ہے اور اس کے اوپر مسجد ہے، اور اس مکان وغیرہ کا کرایہ وہ شخص اسی مسجد میں صرف کرتا ہے۔ ایسی مسجد کے بنوانے والے کو اس میں نماز پڑھنے کا ثواب، مثل ان مساجد کے ہے، کہ جن کے نیچے کوئی مکان یا دوکان وغیرہ نہیں، ملے گا۔ یا کم و بیش، اور اس مسجد کا حکم مثل مساجد مذکورہ یا دیگر مکانات کے ہے؟

جواب: اگر دوکان مسجد بھی وقف ہے، تو مسجد ہوگئی اور ثواب مسجد کا اس میں مثل دیگر مساجد کے ہے اور جو دوکان کو ملک اپنی رکھا ہے اور اوپر مسجد کو وقف کیا ہے، تو یہ مسجد نہیں ہوگی، ملوک بانی کی ہے، ثواب مسجد کا اس میں حاصل نہیں ہوتا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۲۳۱)

(۶۳۲) مسجد کے فائدے کے لئے، اس کی چھت گرانے کا حکم؟ سوال: حامد اومصلیٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس امر میں: کہ ایک شخص نے مسجد کہ نہ کی، جو قریب انہدام تھی تعمیر کرائی، اور لکڑی نئی عمدہ بقدر وسعت اس مسجد کی چھت میں ڈالی اور ہر طرح کی اس کی درستی کرا دی، مگر چوبیس اور خام ہے، موسم بارش میں ہر ہفتہ اور ہر عشرہ میں ضرورت دیکھ بھال کی، پونے چھپنے اور چھیلنے گھاس پھوس کے رہا کرتی ہے، اگر

چھت پختہ کرادی جائے تو بھی ضرورت مرمت کی رہے گی، بلکہ زیادہ خرچ مرمت میں ہو جائے گا اور کوئی مرمت کرنے والا جس کو خیال مسجد کا ہو، نظر نہیں آتا۔ لہذا وہ شخص کہ جس نے تعمیر اور مرمت مسجد کی ہے، چاہتا ہے کہ جو لکڑی اس مسجد کی چھت میں ڈالی ہے، تخمینہ قیمت کا کر کے نکال لیوے، اور اس لکڑی کو اپنے مکان میں اور قیمت اس لکڑی کی اور علاوہ اس کے جو کچھ صرف ہو خرچ کر کے، چھت ڈالت کی لگاد یوے، تاکہ سود و سیرس تک مرمت اور دیکھ بھال کی ضرورت نہ پڑے۔

زید کہتا ہے کہ لکڑی جو مسجد میں پڑ چکی ہے، اب وہ بوجہ عظمت کے مکان میں ڈالنے کی نہیں، دوسری مسجد یا حجرہ مسجد یا خانقاہ یا مدرسہ میں ڈالی جاوے۔ اس مسئلہ کی تحقیق بدلیل قوی و ثبوت واثق منظور ہے۔ یہ کام بہت حصول ثبوت کیا جاتا ہے اور جب خوف عقوبت ہو تو بازار باجاوے۔ حسبہ اللہ جواب تحریر ہو۔ فقط

جواب: اگر اس مسجد کا کوئی اور متولی ہو تو اس سے خرید لے، اور اگر خود ہی متولی ہو تو بھی اس شخص کو یہ تبادلہ اور بیع درست ہے، اگر مسجد کے لئے یہ تصرف مفید ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
بندہ رشید احمد گنگوہی غنی عنہ
(مجموعہ فرخ آباد ۲۳-۲۴)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ آمدنی جامع مسجد سہارنپور کی اس قدر ہے کہ جملہ حاجات ہو اور دوسری مسجد میں اس کی ضرورت نہ ہو تو؟
سے فارغ ہو کر زر کثیر بیچ رہتا ہے، اور شدہ شدہ کی ہزار روپیہ جمع بھی ہو گیا ہے، جامع مسجد پر اس کا صرف ہونا منظور نہیں ہوتا، اور در صورت اوپر کے جمع رہنے کے، غالب گمان اس کے تلف ہونے کا ہے، چنانچہ اسی وجہ سے ٹیکس سرکاری بھی اوپر لگ گیا ہے، اور دیگر مساجد سہارنپور کو بھی حاجت نہیں ہے، کہ سب مساجد کی آمدنی ان کے مصارف کو کافی ہے، پس اس حالت میں اندیشہ تلف غالب ہے، اس روپیہ کو تعلیم دینیات میں صرف کرنا کہ وہاں اشد ضرورت ہے، جائز ہے، کہ نہیں؟ بیوقوفو جرو!

الجواب: کتب فقہ میں یہ مسئلہ بندہ کی نظر سے نہیں گزرا، اس قدر تو ان کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسجد کا غلہ وقف، جب کہ وہاں حاجت نہ رہے دوسری مسجد پر صرف کر دینا درست ہے، خصوصاً ایسی حالت میں کہ اندیشہ تلف غالب ہو، مگر یہ کہ کسی مسجد میں بھی حاجت نہ رہے اور اندیشہ تلف ہو تو، اس شق کو کسی کتاب میں نہیں دیکھا، بلکہ ہر جنس کہ غلہ کو اسی جنس پر صرف کرنے کو لکھتے ہیں، بظاہر فقہاء کو ایسی صورت پیش نہیں آئی۔

لہذا بندہ لکھتا ہے کہ ایسی صورت مذکورہ سوال میں، صرف کرنا اس روپیہ کا مدرسہ پر جائز ہے۔ قال اللہ تعالیٰ واللہ یعلم المفسد من المصلح چونکہ نیت متولیان مسجد کی خیر محض اور محافظت مال وقف ہے، اس میں کچھ حرج نہیں، اور

کمزوریت اللہ جو مدفون بیت اللہ میں ہے اور حاجت بیت اللہ سے زائد ہے، بعض کتاب میں لکھا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام اس کو نکال کر، جہاد میں صرف کریں گے۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ سنائی، مثل اعلاء کلمۃ اللہ لسانی کے ہے، اور حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے میں اس کو نکال کر صرف کرنے کا ارادہ کیا تھا، مگر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ نے اس کو نہیں نکالا تھا، اس لئے انھوں نے بھی نہیں نکالا۔ سو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیقؓ کا نہ نکالنا، بوجہ عدم جواز اخراج کے تھا، بلکہ یہ وجہ ہے کہ اخیر زمانہ میں اس کی زیادہ حاجت ہوگی، اب چنداں حاجت نہیں ہے، اور مسجد نبوی کے ستون جس وقت کے بدلے گئے ہیں اور منبر شریف جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں رکھا گیا، لوگوں پر تقسیم کیا گیا اور کبھی ثابت نہیں کہ بیچ کر کے پھر مسجد پر لگایا ہو، اس سے معلوم ہوا کہ وہ اشیاء کہ مسجد ضرورت میں ان کی تمام ہو گئی ہو، جب مسجد میں اس کی حاجت نہ رہے تو اس کو تقسیم کر دینا دوسری جگہ صرف کر دینا جائز ہے۔

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

فقط، واللہ اعلم بالصواب

نقل از فتاویٰ مظہریہ قلمی ص ۵۵۴ ج ۲ (یعنی مجموعہ فتاویٰ دارالافتاء، مظاہر علوم سہارنپور، غیر مطبوعہ مخزنہ، کتب خانہ مظاہر علوم سہارنپور)

(۶۳۳) جس نے مال صدقہ کرنے کی قسم کھائی مسجد میں خرچ کرے اور دینی کتابیں خرید کر دے تو؟

مسئلہ: جس نے مال صدقہ کرنے کی قسم کھائی، تو تعمیر مسجد میں لگانے سے، یا کتب دین وقف کرنے سے ادا ہو جاتا ہے، اور صدقہ جاریہ وہ ہے کہ جس کا ثواب دیر تک ملے۔ کتاب کا دینا، چاہے بنا نا، تصنیف کر کے چھوڑنا، شاگرد کا چھوڑنا مثلاً خصوصیت وقف کی نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۵-۵۶)

(۶۳۵) مسجد سے ملحق مسجد کی زمین میں مدرسہ بنانے اور اس پر مسجد کی زائد آمدنی خرچ کرنے کا حکم؟

سوال: احاطہ مسجد میں مدرسہ کے لیے مکان بنانا درست ہے، یا نہیں؟ آمدنی مسجد کی اس قدر زائد ہے کہ اس کے خرچ کی اس وقت نہ آئندہ ضرورت معلوم ہوتی ہے اور نہ قریب کی مسجد اس کی محتاج۔ ایسے رویوں کو مدرسہ کے کام میں خرچ کیا جائے، یا نہیں؟ اگر درست نہیں، تو اس قدر وافر روپے کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟

جواب: احاطہ مسجد میں مدرسہ بنانا جائز ہے، کیوں کہ فنا کے مسجد جیسے افتادہ پڑی ہے، ایسا ہی مکان بنا کر اس میں درس دینا درست ہے، مگر وہ مکان مدرسہ متعلق مسجد کے ہی رہے گا۔ وقف جدید نہ ہووے گا۔ اگر فنا کے مسجد میں تعلیم کرنے لگے، تو کیا مانع ہے، ایسا ہی بناے مکان میں کچھ خرچ نہیں۔ اگر آمدنی اس قدر زائد ہے، تو مدرسہ متعلق

مسجد میں خرچ کرنا درست ہے۔ فقط

(مکتوب حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، بنام مولانا عبدالرحمن صدیقی امرہوی)

مشمولہ تصوف نمبر، ماہ نامہ نظام، کانپور، جس: ۱۱/۱۱/۱۳۸۵ھ/۱۹۶۴ء

(۶۳۶) فقارہ بجانے کے لیے وقف شدہ جائداد کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین

اسلام و مفتیان شریعت خیر الاما نام: کہ ایک شخص واسطے بجانے فقارہ (کے) کسی درگاہ بزرگ (پر) کوئی مکان وقف کرے، تو یہ وقف عند الشرع شریف جائز ہے، یا نہیں؟ اور ایسا وقف بعد مرنے واقف کے اس کی اولاد پر، بموجب فرائض وراثت پذیر ہوگا، یا نہیں؟ اور وقف کے واسطے تحریر واقف بھی لازمی ہے، یا زبانی کبھدینا کافی ہے؟ بیٹا تو جروا!

جواب: جو مکان فقارہ بجانے کے واسطے وقف کیا گیا ہے، وہ مکان شرعاً وقف نہیں ہوا اس واسطے کہ (فقارہ)

بجانا قبر پر گناہ ہے اور وقف قربت و طاعت میں صحیح ہوتا ہے، وقف علی المعصیت درست نہیں [وقال فی الدر المختار:

وان یکون قربة فی ذاته النهی (۱) پس یہ جو وقف علی المعصیت ہوا باطل ہے۔ اب اس میں میراث جاری

ہو گی، اور وقف کے اتمام کے واسطے کتبہ تحریر ہونا ضروری نہیں۔ فقط

کتبہ المراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کماں ص ۱۷۲)

(۶۳۷) زمین وقف اور زمین مسجد کی فروخت کسی طرح صحیح نہیں؟ مسئلہ: زمین مسجد کو

بیع نہیں کر سکتے علی الاصح، مگر حالت مذکورہ سوال میں خشت وغیرہ مسجد کی، دوسری مسجد میں صرف کردیوں، اگر ضائع

ہونے کا خدشہ ہو، اور زمین مسجد کے گرد ایک احاطہ بنوادیں، جو محفوظ رہے، اور اسی طرح وقف کی اینٹ لکڑی کا حال

ہے، کہ جب یہاں کارآمد نہیں تو دوسری جگہ صرف کریں، خواہ اس کو یا اس کی قیمت کو، مگر زمین وقف کا بیع درست نہیں،

مگر جب بالکل ازکار رفتہ ہو جائے، گو یا ہلاک ہوگئی۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرغ آہاں ص ۳۸)

(۶۳۸) مسجد یا مسافر خانہ کی تعمیر کے لئے چندہ مانگنا اور اس میں سے اپنا خرچ نکال لینا؟

سوال: ایک شخص مانگ مانگ کر مسجد یا مسافر خانہ بناتا ہے اور جو روپیہ جمع ہوتا ہے، اس میں سے اپنے اہل و عیال

کا اور اپنا خرچ نکال لیتا ہے، اور کہتا ہے کہ جب میں اپنے اوقات اسی کام میں صرف کرتا ہوں، تو اپنا خرچ کہاں سے

چلاؤں، تو یہ کام مانگ مانگ کر کرنا جائز ہے، یا نہیں، اور اس میں سے لے کر اپنے خرچ میں لانا کیسا ہے؟

(۱) شامی ص: ۳۶۰، ج: ۳ (مشیح کمل المطابع، ۱۲۸۸ھ) نیز در مختار ص: ۷۷، ج: ۳، کتاب الوقف (کس تجلی ۱۳۳۱ھ) نیز در المختار ص: ۳۳۱، ج: ۳

کتاب الوقف دار الفکر، بیروت: (۱)۔ [نور]

ملفوظ ابی ہاشم کربلائی کا ترجمہ

(بدست خاص ص ۳۱)

جواب: درست نہیں۔

(۶۳۹) مسجد کی دوکانوں کی رہن کی ایک صورت،

اور اس کی وجہ سے متولی کی معزولی کا حکم؟

سوال: زید نے ایک مسجد تعمیر کی اور زیر فرش مسجد

چار دوکانیں نکالیں اور مسجد کو باستثناء دوکانات مذکورہ

وقف کر دیا، بعد وفات زید دوکانات معلومہ اس کے

ورش کے قبض و دخل میں رہیں، انہوں نے عند الضرورت ان دوکانوں کو مہاجنوں وغیرہ کے پاس رہن کر دی، پھر مدت مدید کے

بعد دوکانات معلومہ قبل از انفکاک بنام مسجد بیع کر دیں۔ بعد اس کے متولی مسجد کو یہ اندیشہ دامن گیر ہوا کہ حسب قانون انگریزی کہ

قبل از انقضاء مدت ساٹھ سال جن میں، چند ہی سال باقی ہیں، اس کا انفکاک نہ ہوا تو دوکانات معلومہ ملک مرتبین ہو جاویں گی، اور

مسجد کے انہدام وغیرہ کا ان کو اختیار حاصل ہوگا، لہذا متولی نے ان دوکانات کو کسی مہاجن کے پاس رہن کر رکھ کر، مرتبینان سابق کا

روپیہ ادا کیا، اور مرتبین ثانی سے قسط وار روپیہ ادا کرنے کا اقرار کیا، اب آیا متولی بیچ ان مصالح کے، اس رہن رکھنے سے قابل

عزل ہے، یا نہیں؟ دراصل حالیکہ متولی عمائد شہر کے نزدیک، ہر طرح سے متدین، نیک نیت باایمان ہے۔

جواب: یہ دوکانیں جو متولی نے خریدی ہیں تو وقف بنام مسجد نہیں ہوئی، بلکہ متولی کی ملک ہو گئیں ہیں، اس واسطے

کہ متولی نے ان کو مال وقف سے خرید نہیں کیا، بلکہ قسط وار ادائیگی اس کی، اور اداء زیر رہن جو ثمن دوکانات ٹھہرا ہے، سب ان

دوکانوں سے ہے، رہن و کرایہ ادا کیا ہے، پس مسجد کے نام پر وقف ان دوکانات کا ہونا نہیں ہو سکتا۔ قال فی الدر المختار:

اشترى المشولى بـمال الوقف داراً للوقف لاتلحق بالمنازل الموقوفة و يجوز بيعها فى

الأصح. انتهى (۱)

اس کی شرح رد المحتار میں لکھا ہے: فلو استدان فى ثمنه وقع الشراء له.

الحاصل اس صورت میں یہ دوکانات وقف نہ ہوئی، کہ مال وقف مسجد سے شراء ان کا واقع نہیں ہوا، پس جب یہ

ملک متولی ٹھہری اور اس میں متولی نے کوئی امر خلاف شرع یا مضر مسجد کا یا خیانت نہیں کی، تو اب رہن کر دینا ان کا بھی

جائز ہوا، جیسا کہ بیع کرنا ان کا جائز ہے، چنانچہ روایت بالا سے واضح ہے، پس متولی سے یہ امر خلاف نہیں ہوا، رہن کرنا

درست اور خریدنا جائز ہے اور یہ امر ہرگز وجہ عزل کی نہیں ہو سکتا۔ اب متولی آمدنی اس کی اگر مسجد پر صرف کرے مختار

ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۵۸-۱۵۹)

(۱) الدر المختار ج ۲ ص ۳۸۸ قس مجاہد ج ۲ ص ۱۳۳

(۲) الفوائد المختار (نور بدیع) ص ۳۰۲ ج ۳ بحث اشترى بـمال الوقف داراً للوقف (اکمل المطابع دہلی)

پ ص ۳۱-۳۲ ج ۳ (مطبوعہ دار الفکر بیت دت ۱۳۸۲ھ) (نور)

(۶۳۰) متولی وقف، ذاتی ضروریات کے لیے، کس قدر رقم خرچ کر سکتا ہے؟ سوال: متولی

اوقاف محاصل وقف سے، با اختیار خود، کسی قدر [رقم] اپنے ذاتی صرف میں لاسکتا ہے، یا نہیں؟

جواب: وظیفہ متولی کا جو کچھ واقف نے یا اہل محلہ نے مقرر کر دیا، یا در صورت عدم مقرر کے اجراءِ عمل کے

قدر لینا درست ہے، اور زائد کو صرف کرنا، ناجائز ہے۔ قال فی الدر المختار:

ليس للمتولى أخذ زيادة على ماقرر له الواقف أصلاً. انتهى وفيه للمتولى أجر مثل

عمله. (۱)

پس زیادہ اگر اس سے لیوے گا، یہ بھی خیانت میں شمار ہو کر قابلِ عزل ہو جائے گا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاضعف رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاس ۱۵۶-۱۵۷)

(۶۳۱) متولی کو معزول کرنے کا حق کس کو ہے؟ سوال: شرعاً عزل متولی کے اختیارات علامہ

اہل شہر کو حاصل ہیں، یا عوام کو جو ہر طرح سے بے علم، ذلیل پیشہ، بازاری آدمی ہیں؟

جواب: عزل کرنا کام اہل فہم وصلاح کا ہے، بشرط وجود (و) اعلیٰ عزل کے نہ ہر کس وناکس کا۔ چنانچہ

عالمگیریہ کی روایت سے مستفاد ہوتا ہے:

قيل هل يفرق الحال بين أن يكون المتصرف واحداً أو اثنين. قال لا بد أن يكون

المتصرف من الأماثل رئيس المحلة ومتصرفها، انتهى (۲)

علی ہذا رجحان کی روایت سے معلوم ہوتا ہے:

و كذا لك إذا كان الواقف على أرباب معلومين يحصى عددهم إذا نصبوا متولياً وهم من

أهل الصلاح، انتهى (۳)

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نصب و عزل کا کام اہل فہم وصلاح کا ہے اور اراذل کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ فقط،

(مجموعہ کلاس ۱۵۷-۱۵۸)

واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۱) رد المحتار ج ۳۹۴ کتاب الوقف (کتاب پنجمی ۱۱۳۳ھ) رد المحتار ج ۳۵۰-۳۵۱ باب مذکور (دار الفکر بیروت) نیز شامی ج ۳ ص ۳۲۶-۳۲۷ مطبعہ نجف دہلی

(۲) فتاویٰ عالمگیری کتاب الوقف الباب الحادی عشر فی المسجد الفصل الثانی ص ۲۶۳ جلد دوم (نورانی کتب خانہ پشاور پاکستان ۱۳۱۰ھ)

(۳) شامی نیز بیروت ص ۳۰۹ فصل مذکور (۱۱) (مطبعہ کتب المطابع دہلی) نیز رد المحتار ج ۳۲۲ ص ۳۲۳ باب مطلب الافضل فی زماننا نصب المتولی،

بالاعلام المفاتیح (مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۹ھ)

(۶۳۵)

مسجد کے لئے وقف سامان، ڈول یا روپے کا کسی اور کے لیے استعمال؟ سوال: مسجد کا روپیہ جو امین کے پاس جمع ہے، اس میں سے امین نے ڈول خرید کر مسجد میں رکھا، تو اس ڈول سے لوگوں کو، اپنے گھر کے واسطے پانی لیجانا حرام ہے، یا مکروہ، یا جائز؟

جواب:

جو مال وقف مسجد کا ہے، اس کو اپنی حاجت میں استعمال کرنا درست نہیں، جو کسی نے روپیہ دیا اس کی نیت کا یا عرف کا اعتبار ہوگا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۶۳۶)

مسجد کا سامان ذاتی استعمال میں لانا؟ مسئلہ: مسجد کی شے اگر چہ زائد ہو، متولی کو اپنے خانگی صرف میں لانا منع ہے اور خیانت۔

(۶۳۷)

مسجد کے تیل یا کسی اور چیز کا ذاتی استعمال کیسا ہے؟ سوال: مسجد کا تیل اگر زخم پر لگا لیا اور اس کا عوض اور تیل مسجد میں دیدیا، اور مسجد کے روشن چراغ سے اپنا کوئی کام کیا، مثلاً کپڑا سیا، یا دنیوی کتاب کا ہی سبق لیا، مسجد ہی میں، یا کوئی خط اس کی روشنی میں لکھا، یا مسجد کے حمام میں سے آگ لی، یا بدن سینک مسجد کی وقف لکڑیوں کی آگ سے، یا مسجد کے ڈول سے اپنے گھر کے واسطے پانی بھر لیا، یا مسجد کے لوٹے یا گھرے میں پانی بھر کر، اپنے گھر میں لایا، یا مسجد کے بورے اور صفیں مسجد یا حجرہ میں بچھا کر سبق پڑھایا، یا مسجد کے کاسٹے سے جو ڈول نکالنے کا ہے اور کسی غیر مسجد کا کوئی گرا ہوا ڈول، یا چرس نکالا تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب:

مسجد کا تیل اگر بدن کو لگایا، تو اس کا بدلہ دیدیوے ادا ہو جاوے گا، مگر اول ہی لگانا جائز نہیں، اگر لگا کر عوض دیا، تو حمام مال کا سا قبط ہوا، معصیت باقی رہتی ہے، تو یہ کرے۔

اور مسجد میں چراغ روشن ہو، اس سے وہیں بیٹھ کر لکھنا، پڑھنا، سینا بدن حرج کسی کے درست ہے۔ مسجد کے حمام کی آگ لیجانا منع ہے (۱) اضافان آوے گا، ہاں جب پانی کی آگ روشن ہے (۱) اس سے سینک لینا درست ہے، کہ کوئی نقصان و حرج کسی کا اس میں نہیں ہوتا۔

مسجد کے ڈول سے پانی گھر کا نہ بھرے، مگر باذن ڈول ڈالنے والے کے، اگر اس نے اس وقت یہ نیت کی ہو اور بعد مسجد میں دینے کے، اس کی نیت کا اعتبار نہیں، اور مسجد کا لوٹا گھر لے جانا بھی منع ہے اور مسجد کا بور یا خارت مسجد میں بچھنا بھی درست نہیں۔ علیٰ ہذا، مسجد کی کوئی شے غیر جگہ استعمال کرنا درست نہیں، مگر کاٹنا مسجد کا اس نیت سے رکھتے ہیں کہ اور لوگ بھی نفع لیں، سو اس سے ڈول اپنا نکالنا درست ہے۔ ہاں! اگر یہ نیت نہ ہو، بلکہ خاص مسجد کا ہی ہو، اس کو نہ برتے۔

(مکتوبہ بدست خاص بجواب سوال ۲۸)

(۱) اصل میں اسی طرح ہے، یعنی وضو کا پانی گرم کرنے کے لئے مسجد کے حمام میں آگ جلی ہوئی ہے۔ [نور]

(۶۴۸) مسجد کا گرم پانی گھر لے جانا کیسا ہے؟ سوال: آب گرم مسجد کے نمازیوں کے واسطے جو ہوا

کرتا ہے، اس میں سے اگر کوئی شخص غسل یا وضو کے واسطے اپنے گھر کے آدمیوں کے لئے پانی لیجاوے تو جائز ہے، یا نہیں۔

جواب: گھر لے جانا درست نہیں، مگر باجائز گرم کرانے والوں کے، اور جو وقف مال سے گرم ہوتا ہے،

تو کسی حال درست نہیں۔ فقط (بدست خاص ص ۱۸)

(۶۴۹) مسجد میں کس قسم کی گفتگو اور کون سے کام کرنے کی گنجائش ہے؟ سوال: کلام

دنیاوی مثلاً یوں پوچھنا کہ بھائی تم کہاں نوکر ہو، کیا تنخواہ ہے یا کیا کام کرتے ہو، کبھی کرتے ہو یا سوداگری، کیا بچت

رہتی ہے، کتنے گھوڑے ہیں۔ مسجد میں کرنا، یا نوشت و خواند دنیاوی کتابوں کی، یا کپڑا سینا، یا طلبہ کو اجرت لے کر مسجد

میں دنیاوی کتابوں کا سبق دینا، مثلاً گلستاں و انشاء وغیرہ کا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: کلام مباح قلیل مسجد میں کرنا، اس طرح کہ کسی نمازی کو حرج نہ ہو مباح ہے۔ ایسا ہی کتاب مباح

کا لکھنا، یا پارچہ سینا درست ہے، اور مزدوری دیکر مسجد میں پڑھانا، بعض کتب میں مکر وہ لکھا ہے اور بدون اجرت بشرط

عدم تلویت مسجد کے، اور نہ حرج ہونے کی نمازی کے، جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص سوال ۲۵)

(۶۵۰) بچے اگر مسجد میں پیشاب کر دیں، تو ان کے والدین کو گناہ ہوتا ہے، یا نہیں؟ سوال: لڑکا

چھوٹا اگر مسجد میں پیشاب وغیرہ کر دے، تو اس کے والد کو جس کے ساتھ وہ مسجد میں گیا تھا۔ کچھ گناہ ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: مسجد میں لڑکوں کا لیجانا بسبب اندیشہ تلویت مسجد کے منع ہے، اس کا اندیشہ ہو اور لیجاوے تو گناہ ہوگا

اور جو طمانیت ہو تو گناہ نہیں، مگر بہتر ہر حال نہ لیجانا ہے۔ (بدست خاص سوال ۳۰)

(۶۵۱) مسجد میں کپڑا وغیرہ ڈال کر جگہ گھیر لینا، کیسا ہے؟ سوال: اول: یہ کہ مسجد میں لوگ

چادر وغیرہ ڈال کر جگہ روک کر، باہر جا کر اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں، اور اگر کوئی اس جگہ پر بیٹھ جاتا ہے اس سے

لڑتے ہیں، یا امر جائز ہے یا نہیں، اور ایسے فعل کرنے والے کا کیا حکم ہے؟

اور دوسرا یہ کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھا ہو، کسی حاجت کے واسطے اٹھا اور اپنا کپڑا اپنی جگہ پر استحقاق باقی رکھنے کو چھوڑ چلا، تاکہ

اور نہ بیٹھے، اس کا کیا حکم ہے، اور نیز متولی اور مہتمم جو کسی حکایت سے روک سکتے ہیں منع نہ کریں، ان کا کیا حکم ہے۔ بینوا تو جروا!

جواب: اس طرح جگہ رکھنا مساجد میں ہرگز درست نہیں، اور یہ کام کرنے والا گنہگار ہے۔ اس واسطے کہ

مساجد سب خاص اللہ تعالیٰ کی ہیں، اس میں کسی کا استحقاق دوسرے سے زیادہ نہیں ہے، سب برابر ہیں۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: اَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کی یاد کے واسطے ہیں۔

(سورۃ جن: ۱۵)

(ترجمہ شیخ الہند)

نے اس کو اپنی ذات خاص کے واسطے پسند نہیں کیا، پھر کسی کی کیا حقیقت ہے۔

دوسرے مسئلہ کا جواب یہ ہے، کہ یہ شخص اگر حاجت ضروری قریب کے واسطے گیا، جیسا وضو کرنا مثلاً تو قریب! یہ

مستحق اس جگہ کا اول ہو چکا تھا، اب بھی وہ ہی احق ہے۔ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم، قال:

إذا قام الرجل من مجلس ثم رجع إليه فهو أحق به، رواه أبو داؤد فی سننہ (۱)

ترجمہ: جب کوئی شخص کسی مجلس سے کسی ضرورت کی وجہ سے اباہر نکل جائے، پھر اسی مجلس میں واپس آ جائے

تو وہ اپنی (پرانی) جگہ کا زیادہ حق دار ہے۔ (ت: نور)

البتہ اگر وہ جگہ کو جس کر کے، اپنے دنیاوی کاروبار کو چلا آیا، تو وہ مستحق نہیں رہا، یہ مثل دیگر غیر حاضرین کے ہے۔

چنانچہ حدیث منی سے معلوم ہو سکتا ہے۔ پس بعد اس کے جاننا چاہئے کہ جب یہ امور منکرہ مساجد میں سرزد ہوتے ہیں، اگر

متولی مسجد یا دیگر کوئی شخص جو قادر اس کے اوپر ہے، جان کر اس کا ازالہ نہ کرے گا، وہ بھی گنہگار ہوگا، اور ماخوذ ہوگا۔

بقولہ علیہ السلام:

ما من رجل یكون فی قوم یُعْمَلُ فیہم بالمعاصی یقدرون علی أن یغیروا علیہ ولا یغیروا إلا

أصابہم اللہ منہ بعقاب قبل أن یموتوا۔ (رواہ ابو داؤد) (۲)

ترجمہ: اگر کوئی شخص کسی قوم میں (موجود) ہو اور کسی خاص گناہ (یا گناہوں) کا ارتکاب کرتا ہو، اور قوم اس کی

صلاحیت رکھتی ہو کہ اس ماحول اور گناہ کے معاملہ کو وہ بدل ڈالیں، مگر (اپنی صلاحیت و طاقت کے باوجود) نہ

بدلیں، تو اللہ کی جانب سے ان پر مرنے سے پہلے اس کی سزا مقرر کی جاتی ہے۔ (ت: نور)

پس ہر بر قادر پر اصلاح اس کی اور ازالہ اس کا واجب ہے، فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲۳۷-۲۳۸)

(۶۵۲) مسجد میں تھوکنے کے لئے برتن رکھنے کا حکم؟ اگر مسجد میں تلویت اور بدیونہ تو تو ظرف تھوک کا

رکھنا درست ہے ورنہ مکروہ اور ذلیل یا نہیں، جو کھولیں۔

(۱) ابو داؤد عن ابی ہریرۃ، کتاب الادب باب من قام من مجلس من مجلس ص ۹۶۶، ج ۲ [دار الاشاعت کلکتہ: ۱۴۰۰ھ] نیز ابو داؤد کتاب الادب باب

من قام من مجلس ثم رجع ص ۲۹۳، رقم الحديث ۳۸۱۸، ج ۵: شیخ محمد عواذ (مکتبہ الریان: بیروت ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)

(۲) برواہ ابو داؤد عن جریر بن عبد اللہ، کتاب الملاحم، باب فی الامر والنہی ص ۵۵، ج ۵: شیخ محمد عواذ (مکتبہ الریان: بیروت ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء)

و ابن ماجہ بسندہ نیز ابو داؤد باب مذکور ج ۲، ص ۵۹۶ [دار الاشاعت کلکتہ: ۱۴۰۰ھ] نیز مشکوٰۃ: کتاب الادب باب الامر

بالمعروف الفصل الثانی ص ۳۳، ج ۳: کتب خاندانیہ ص ۱۱، فی النسخ المطبوعۃ ۱۳۷۵ھ مشکوٰۃ کے نسخہ بدیونہ (بیروت) میں یہ روایت موجود نہیں۔

(۶۵۳) مسجد میں تھوکنے، ناک صاف کرنے کا حکم؟ سوال: حدیث میں جو آیا ہے کہ سخت

گناہ ہے یہ کہ مسجد میں تھو کے اور اس کا بدلہ یہ ہے کہ صاف کرے، آیا یہ حکم تھوک کا ہے یا بلغم کا، یا دونوں کا، اور تھوک اور بلغم پاک ہیں یا ناپاک، اور اگر پاک ہیں، تو گناہ کیوں ہوا؟

جواب: تھوک بلغم اور رینٹ سب پاک ہیں، گھن کی شے کا یہ حکم ہے، گناہ گھن کے سبب سے ہے۔ (بدست خاص، سوال ۸۰)

(۶۵۴) مسجد کی دیوار سے جو تا صاف کرنا؟ سوال: مسجد کے فرش کی دیوار سے یا مسجد کی

دیوار سے جو تا جھاڑنا، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مسجد کی دیوار کا باہر سے بھی ادب رکھنا چاہئے، اس پر جو تا پونچھنا جھاڑنا نہیں چاہئے۔ (بدست خاص، سوال ۸۱)

(۶۵۵) مسجد کی دیوار یا فرش کے ڈھیلے سے استنجا؟ سوال: مسجد کی دیوار یا فرش میں کا

ڈھیلہ ہے، تو اس سے استنجا کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ہرگز درست نہیں، کہ اس کا ادب ہے۔ فقط

(۶۵۶) مسجد میں چار پائی بچھا کر سونا کیسا ہے؟ مسئلہ: چار پائی مسجد میں بچھا کر سونا درست

(مجموعہ کلام، ص ۱۳۴)

ہے، بلا کراہت۔

(۶۵۷) مسجد میں وضو کرنے کا حکم؟ سوال: اندر مسجد کے بارش وغیرہ میں وضو کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مسجد میں وضو کرنا درست نہیں، بے ادبی اور گھناوٹ کی بات ہے۔ (بدست خاص، سوال ۸۱)

(۶۵۸) کھوئی ہوئی چیز کے، مسجد میں تلاش کرنے اور اس کے اعلان کی حدود؟ سوال: جو چیز

مسجد میں کھوئی جاوے، تو اس کا ڈھونڈنا مسجد میں کیسا ہے؟

جواب: تلاش کرنا مفقود شے کا درست ہے، مگر مسجد میں چیخ چیخ کر پوچھنا منع ہے۔ ہاں! مسجد کے باہر کھڑا

(بدست خاص، سوال ۲۶)

ہو کر پکار کے پوچھے تو درست ہے۔ فقط

(۶۵۹) پیاز لہسن کچا کھا کر مسجد میں جانا؟ سوال: پیاز لہسن، خام کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: لہسن پیاز خام (کھانا) درست ہے، مگر مسجد میں بوئے دہن سے جانا حرام ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۹۲)

(۶۶۰) ایسی جگہ حقہ پینا جس سے دھواں مسجد میں آئے؟ سوال: مسجد کے فرش سے جو

فرش دوسرا، ملا ہوا حجرہ کے آگے کا ہوتا ہے، اس پر بیٹھ کر حقہ پینا کیسا ہے؟

جواب: مسجد میں دھواں نہ آوے، تو درست ہے اور جو آوے تو حرام۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، سوال ۹۳)

گیارہواں باب

کتاب الحظر والاباحہ

۱

حلال و حرام یا پاک اور ناپاک چیزوں کا بیان)

(۶۶۱) ناک اور منہ کی رطوبت (سنگ اور بلغم) کا حکم؟ سوال: ناک یا منہ کی رطوبت رقیق یا

غلظت، یعنی سنگ و بلغم پاک ہے، یا ناپاک ہے؟

(بدست خاص، سوال ۱۴)

جواب: دونوں رطوبت بچہ و جوان کی پاک ہے۔ فقط

(۶۶۲) سیہ کے بدن کے تگلوں کا کیا حکم ہے؟ سوال: سیہ (۱) ایک جانور ہے، اس کے

بدن پر تگے سے ہوتے ہیں، وہ تگے جب اس کے بدن سے جدا ہو گئے، پاک ہیں، یا ناپاک؟ بینوا تو جروا۔

جواب: تگے بدن سیہ کے پاک ہیں، مگر تگے کی جڑ میں جو سفید رطوبت ہوتی ہے، وہ ناپاک ہے، اس کو

دفع کر کے استعمال کرے، تو درست ہے۔ فقط

(۶۶۳) سانپ کی کاٹھی کا کیا حکم ہے؟ سوال: سانپ کی کاٹھی پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: پاک ہے۔

(۶۶۴) مرغی کے پروں پر لگی ہوئی رطوبت کا کیا حکم ہے؟ سوال: مرغی کے پر یا آدمی کے

بال کی جڑ میں جو قدرے رطوبت سفید لگی ہوئی ہوتی ہے، اگر معہ اس رطوبت کے پر یا بال چاہ میں گر جاوے، تو وہ پانی

پاک رہا، یا ناپاک؟

جواب: اگر زندہ کا پر ہو تو ناپاک ہو جائے گا اور ایسے ہی میتہ (۲) کا بھی اور اگر مردہ بوج (۳) ہو تو پاک ہے۔

ایسے ہی آدمی کے بال کے نیچے کی رطوبت نجس ہے۔ واللہ (تعالیٰ) اعلم

(بدست خاص، ص ۳)

(۱) سیہ (خارپشت) ایک ہندو نما جانور جو مرغی سے بڑا ہوتا ہے اور اس کے پورے بدن پر بڑے بڑے خونخوار ذہریلے کانٹے ہوتے ہیں۔ (نور)

(۲) مردار۔ (۳) ذبح کیا ہوا۔ [نور]

(۶۶۵) مرغی بگلے وغیرہ پرندوں کی بیٹ کی ناپاکی کا حکم: سوال: پیخال مرغی کی اور بگلے کی

پاک ہے یا ناپاک، اور اسی طرح اور حلال جانوروں کی، مثلاً مور کی یا چڑیا، یا کبوتر یا ڈھید [کوئے] کی پاک ہے، یا ناپاک؟
جواب: پیخال مرغی کی ناپاک ہے اور جس پرند حلال کی عادت پیخال ہوا میں کرنا ہے، وہ نجس نہیں، اور کبوتر اور کج شک کی بھی نجس نہیں۔
(بدست خاص، سوال ۱۳۱)

(۶۶۶) چیل اور اُلو کے پر کا کیا حکم ہے؟ سوال: اُلو اور چیل کا پَر پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: چیل اُلو حرام ہے، اگر ذبح تکبیر سے کرے تو پران کا پاک ہے، مگر کھانا حرام ہے۔ (۱)

(بدست خاص، سوال ۹۵)

(۶۶۷) گھوڑے اور گدھے خچر کا پسینہ اور لعاب پاک یا ناپاک؟ سوال: گھوڑے کا اور

گدھے خچر کا پسینہ اور لعاب دہن اور رطوبت بینی کی پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: گھوڑے کا لعاب اور سنک اور پسینہ پاک ہے، اور خچر گھوڑے کے ولد کا بھی، اور گدھے کا پسینہ

(بدست خاص، سوال ۱۰۵)

پاک اور لعاب مشکوک ہے۔

(۶۶۸) حرام چیزوں کو دوا میں استعمال کرنا کیسا ہے؟ سوال: حرام شے دوا استعمال کرنا،

مثلاً شیر مادہ خریا شراب یا بھنگ خواہ طلا یا شراباً، جائز ہے، یا نہیں؟ فقط

جواب: شراب کا استعمال مطلق حرام ہے، کھانا طلا کرنا، اور شیر خراور بھنگ کو طلا میں استعمال کرنا درست

ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، جلد ۱)

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۶۶۹) جس نجاست خور بھینس کے دودھ میں گندگی کا اثر آ جائے، اس کا پینا؟ سوال: جو گاؤں میں

نجاست خور ہے اور اس کا دودھ نمکین ہوتا ہے تو وہ دودھ پاک ہے، یا ناپاک؟

جواب: جس نجاست خور جانور کے شیر میں مزہ نجاست کا آ جاوے، وہ منع ہے، اس کو ہرگز نہ پیوے اور جو

(بدست خاص، سوال ۱۰۹)

شیر میں مزہ نہ آوے، تو درست ہے۔ فقط

(۱) پرندہ کا پر پاک ہے کیونکہ اس میں حیات نہیں۔ البتہ اگر چیل، الوزندہ یا غیر مذبوح ہوں تو ان کی جڑ کی رطوبت ناپاک ہے۔ درمختار میں ہے: وکذا کل ما لا تحل الحیاۃ

ج: ۱ ص: ۳۸ عکس مجتہبی ۱۳۳۳ھ [اور شامی میں ہے: وھو ما لا یتالم الحيوان بقطعه كالزیش الخ (۱/۱۵۱) باب المیاء] مطلب فی احکام الذبائح

[مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ پاکستان ۱۳۹۹ھ [نیز شامی نسخہ قدیمہ ص: ۳۸ ج: ۱] مطبع مہتابی دہلی ۱۲۸۷ھ [نیز شامی باب مذکور ص: ۲۰۶ دار الفکر بیروت] [پان پری]

(۶۷۰) عورت کا دودھ دوا میں استعمال کرنا یا کان میں ڈالنا کیسا ہے: سوال: عورت کا دودھ

دوا میں استعمال کرنا، یا کان میں ڈالنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: عورت کا شیر پاک ہے، مگر استعمال اس کا درست نہیں، نہ دوا میں، نہ غذا میں۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۱۰۸)

(۶۷۱) شوہر کیلئے بیوی کے پستان کا منہ میں لینا درست ہے، مگر اس کا دودھ پینا؟

سوال: زوج رانی وقت الجماع وغلبہ شہوت بغرض تلذذ، سر پستانہائے زوجہ خود درہن خویش گرفتن، جائز

است یا نہ۔ و اگر شیر زن در دہن زوج درآبدہ باشد در حالے کہ از حلق فرورد یا نرود چه حکم دارد؟ بینوا تو جروا!

ترجمہ: شوہر کو ہمستری اور شہوت کے غلبہ کے وقت، لذت کے لئے، اپنی بیوی کے پستان کو اپنے منہ

میں لینا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر عورت کا دودھ شوہر کے منہ میں آ گیا ہو، اس حال میں کہ اس کے حلق میں

اتر جائے، یا نہ اترے (دونوں صورتوں میں) اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: پستان را در دہن گرفتن جائز است مگر شیر فرو بردن در حلق حرام است۔ اگر بمکیدن پستان

چیزے دردہن آید، آں را بیروں اندازد، و اگر فرو بردا گر چه عاصی شد مگر در نکاح خلل نمی آرد۔ کذا فی

عامۃ کتب الفقہ والہدای العظمیٰ

ترجمہ جواب: (اپنی بیوی کے) پستان کا منہ میں لینا جائز ہے، مگر اس کے دودھ کا حلق میں لے جانا حرام ہے۔

اگر پستان چوسنے سے کوئی چیز منہ میں آئے اس کو باہر ڈال دے اور اگر حلق میں چلا جائے، اس سے اگرچہ گتہ بگاڑ ہوگا،

مگر اس سے نکاح میں خلل نہیں آئے گا۔ فقہ کی عام کتابوں میں یہی لکھا ہے۔ والہدای العظمیٰ۔ [ت: نور]

(بدست خاص، مسئلہ ۱)

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۶۷۲) بعض حرام و حلال چیزوں، کھیلوں اور آداب کا تذکرہ: سوال: دوا کے واسطے

شراب پینا اور کبوتر بازی وغیرہ اور لوگوں کے سنانے کو گلا گایا کرنا، اور چوسنا اور شطرنج وغیرہ بازی باندھے کھیلنا، اور راہ چلتے

میں کھانا اور راہ میں پیشاب کرنا اور ایسے کھیل جیسے لڑکی کھیلا کرتی ہیں، مثلاً لڑکیاں گڑیوں اور لڑکے برجوں (۱) اور کھیل

گیند توڑا بڈی (۲) وغیرہ کھیلنا حرام ہیں، یا کیسا؟

(۱) بچہ سمجھ لکھ ہوتا ہے۔ لڑکوں کا ایک کھیل جس میں مستطیل زمین کے دو مربع حصے کرتے اور ہائی ہائی کوڑیاں پھینکتے ہیں اور حلقی کوڑیاں پھینکتے ہیں دو جھینٹے

دھکیل جاتی ہیں۔ (۲) بڈی بڈی کہتی ہیں اور جوانوں کا ایک مشہور مقبول کھیل۔

(نور)

(نور)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

جواب: شراب و زنا بھی کھانا حرام ہے مگر اگر شراب میں دھیر (مصر) ہو جائے اور طیب مادی تسلیم عادل کہے تو مباح ہے۔ ورنہ نہیں۔

کیونکہ ہانسی اور چوسہ و طہر وغیرہ کھیل مطلقاً حرام ہیں، اگر ہانسی بدعتِ قدس کی دوسری حرمت ہوتی ہے۔ اور راہ میں کھانا مباح ہے، اور راہ میں پیٹاب مگر ستر کھلے یا راہ چلنے والوں کو تکلیف بدعتِ حرام ہے۔ ورنہ درست مگر یہاں کھیتی درست، اگر انتظام خانگی کا طریقہ یہ ہے اور مگر کھیل جس میں سپاہ گری آتی ہو، درست، بشرطیکہ حرج مہادات میں مذکور ہے، باقی سب لعابِ حرام ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دستِ خاص ص ۱۹۸)

(۶۷۳) مرغی ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ سے جھانڈے نکلے مان کا حکم؟ سوال: مرغی کے ذبح کرنے کے بعد جو بیض سخت یا نرم اس کے حکم میں سے نکلے مان کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

(دستِ خاص ص ۱۹۸)

الجواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۶۷۴) ذبح شدہ مرغی کے پیٹ سے کچھ پانڈے نکلے مان کا کیا حکم ہے؟ سوال: مرغی ذبح کی اور اس کے پیٹ سے چھوٹے چھوٹے بیض نرم ہیں، تو وہ کھانے جائز ہیں، یا نہیں؟

(دستِ خاص ص ۱۹۸)

جواب: جائز نہیں، حلال ہیں کھانے سے۔ فقط

(۶۷۵) مری ہوئی مرغی کے پیٹ سے نکلے ہوئے انڈے کا حکم؟ سوال: مرغی مری ہوئی کے حکم میں سے نکلے ہوئے بیض کا کیا حکم ہے؟

(دستِ خاص ص ۱۹۸)

جواب: حلال ہے۔

(۶۷۶) ذبح کے بعد بیض کے پیٹ سے جو بیض نکلے مان کا کیا حکم ہے؟ سوال: ذبح کے حکم میں سے بعد ذبح، جو بیض تھوڑا یا سرد نکلے مان کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

(دستِ خاص ص ۱۹۸)

جواب: مردہ کا کھانا درست نہیں، اور تھوڑا اگر ذبح کر لیا تو درست ہے، یہی ذبح جائز۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(دستِ خاص ص ۱۹۸)

(۶۷۷) مچھلی کے پیٹ سے نکلی ہوئی مچھلی کا کیا حکم ہے؟ سوال: مچھلی کے حکم میں کی نکلی ہوئی مچھلی، اپنی مچھلی کی نکلی مچھلی ہوئی کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

(دستِ خاص ص ۱۹۸)

جواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۶۷۸) مچھلی اگر گرمی یا سردی سے مر جائے، تو کیا حکم ہے؟ سوال: مچھلیاں اگر گرمی یا سردی

سے پانی میں مر جاویں، تو ان کا کھانا کیسا ہے؟

جواب: حلال نہیں۔ (۱)

(بدست خاص ص ۳۸)

(۶۷۹) گرمی یا سردی سے مری ہوئی مچھلی کی، کس طرح تعین ہو؟ سوال: لکھا ہے کہ جو

مچھلی بدون آفت سردی و گرمی کے پانی میں مر جاوے، تو وہ حلال نہیں، تو یہ بات کس طرح معلوم ہو کہ گرمی یا سردی سے مری ہے، یا کیسے مری ہے؟

جواب: گرمی سردی تو ایسی شے نہیں جو معلوم نہ ہو، یہ ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے کہ آج گرمی زیادہ ہے یا سردی۔

(بدست خاص ص ۵۰)

(۶۸۰) طانی مچھلی کی پہچان کیا ہے؟ سوال: طانی مچھلی کوئی کہلاتی ہے، جس کا کھانا منع ہے؟

جواب: جو بلا کسی عذر کے مر کر اوپر آ جاوے، وہ منع ہے۔

(بدست خاص ص ۳۸)

(۶۸۱) مردہ بکری کے پستان کے دودھ کا حکم؟ سوال: بکری مردہ غیر ذبیحہ کے پستان

میں کا دودھ حلال ہے، یا نہیں؟

جواب: حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۵۳)

(۶۸۲) اگر نامعلوم بکتر اپنے بکتروں میں آ جائے تو اس کے پکڑنے اور کھانے کا حکم؟ سوال: اگر

بکتر غیر معلوم جگہ کا، اپنے بکتروں میں آ جاوے، تو اسکو ذبح کر کے غنی کو کھالینا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: اس کا کھانا فقیر غنی دونوں کو درست نہیں، مگر بعد تعریف کے جب مالک کا پتہ نہ لگے، تو کسی فقیر کو

دیدے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص ۳۶)

(۶۸۳) نامعلوم بکتر سے اپنے بکتر کی نسل پیدا ہوگئی، تو اس کا کیا حکم ہے؟ سوال: اگر

بکتر جس کا مالک معلوم نہیں، اپنے بکتروں میں آ جاوے اور اس کا جوڑا کسی بکتر مادہ سے مل جاوے اور اس کے بچے

نکلیں، تو ان بکتر بچوں کو ذبح کر کے غنی کو کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) حال ہے یہ ظاہر بکتریت ہے۔ فی الخانیۃ والأصل ان السمک متى مات بسبب حادث حل اكله، وإن مات حشف لافه لاسبب طاهر، لایحل اكله عندنا لانه طاف. الفتاویٰ الخانیۃ علی هامش الفتاویٰ الہندیہ ج ۳ ص ۵۶ نواری کتب خانہ پشاور، پاکستان بلاسنہ) ولی البدل المختار: ولایحل حیوان ماتی الا السمک الذی مات بافۃ. إلی ان قال: ومما مات بحز الماء أو برده ویرطه فیہ أو لواء شیء فموتہ بافۃ (وہ صافیۃ البدل المختار (۲۰۹/۳) کتاب الذبائح) نکس تجہائی ۱۳۳۳ھ ان مہارات سے ظاہر ہے کہ گرمی یا سردی سے مری ہوئی مچھلی حلال ہے۔ (نور)

جواب: جائز ہے اور حلال۔

(بدست خاص ص ۳۶)

(۶۸۴) کانجی ہاؤس سے خریدے ہوئے جانوروں کا حکم؟ سوال: پھانک (۱) میں جو

لاوارث جانور جاتے ہیں اور بعد پندرہ یوم کے نیلام ہو جاتے ہیں، تو بعد خرید نیلام کے، اگر اس کا مالک اول آ جاوے اور معلوم ہو جاوے کہ یہ جانور فلانے کا ہے، تو مشتری نیلام کو اس کا رکھنا درست ہے، یا مالک اول کو ہی واپس کر دینا چاہئے؟

جواب: اپنی قیمت لے کر مالک پر واپس کرنا چاہئے، مگر جو وہ اجازت دیوے، تو رکھنا درست ہے۔ فقط،

واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص ص ۳۳)

(۶۸۵) لاوارث بھینس کے پالنے اور اس کے دودھ کا کیا حکم ہے؟ سوال: ایک غنی

شخص نے ایک لاوارث بھینس کی کٹری پالی اور خود ہی اس کا مالک بن گیا، تو اس بھینس کا دودھ اس پالنے والے کو، یا اور شخص کو جو اس کو یا اس کے دودھ کو خرید کرے، جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس کا دودھ پینا اور خریدنا درست ہے۔

(۶۸۶) ہندو جو جانور اپنے دیوتاؤں کیلئے نامزد کر کے چھوڑ دیتے ہیں، اسکی تفصیل؟ سوال: کیا

فرماتے ہیں علمائے دین متین اس مسئلہ میں کہ اکثر ہندو گائے بیل وغیرہ، داغ دیکر کسی مردہ کے نام یا دینی وغیرہ کے نام سے چھوڑتے ہیں، اور ان سے اور اولاد پیدا ہو کر، جنگل میں بکثرت ہو جاتی ہیں اور زراعت کا نقصان کرتی ہے، اور بعض آدمی ان کو پکڑ کر کھا لیتے ہیں۔ از روئے شرع شریف کے حلال ہے، یا حرام؟

دیگر بعض آدمی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ، پلی ہوئی گاؤمیش یا گاؤ کے بچے پیدا ہوتے ہیں، یہ بھی انہیں سانڈ کے چھوڑے ہوئے نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے، مینو تو جروا!

جواب: ہندو جو جانور داغ دیکر بنام کسی کے چھوڑتے ہیں، تو وہ جانور ملک اس چھوڑنے والے سے نہیں

نکلتا، اس کی ہی ملک میں رہتا ہے وہ نیت اس کی بیہودہ ہوتی ہے۔ ہاں! اگر اس نیت کے ساتھ اس جانور کو برہمن یا کسی کو دیکر مالک کر دے، تو نیت کا اثر ہوا اور حرام ہو گیا، پس جب تک کسی کو نہیں دیا، جیسا اب کرتے ہیں تو مالک اس کا دہی ہے۔ اب اس کو ذبح کر کے کھانے میں حرمت حق مالک کی ہے، مگر وہ حرمت جو نذر بغیر اللہ کی ہے، نہیں ہوئی۔ اگر مالک اجازت دیوے، تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، ورنہ غصب کا مال ہے، اور جو حاکم پکڑ کر کسی کو دیدے، جب درست ہے۔

اور اس سے جو اولاد ہوئی ہے، اس کا بھی یہی حال ہے، کہ وہ ملک گائے والے کی ہیں، اس کا اذن ہو تو حلال ہے، ورنہ

(مجموعہ نکال ص ۱۲۷-۱۲۸)

غصب کا مال ہووے گا، اور جو حاکم پکڑ کر دیدیوے، جب بھی حلال ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۱) پھانک، ہاڑا، احاطہ موسیقی خانہ۔ نور اللغات ص ۱۴۷ جلد دوم (دہلی: ۱۹۹۸ء) جس کو عام طور پر کانجی ہاؤس (Kanji House) کہا جاتا ہے۔ (نور)

(۶۸۷) طوطا حلال ہے: سوال: طوطا جو جانور ہوتا ہے اور اس کو پالا کرتے ہیں، اس کا کھانا حلال

ہے یا مکروہ، یا حرام؟

(بدست خاص، ص ۵۵)

جواب: حلال ہے۔ (۱)

(۶۸۸) اوجھڑی امتزوی وغیرہ کھانے کا کیا حکم ہے؟ سوال: اوجھڑی اور امتزوی اور کلنتین

(گردے) اور تلی حلال جانور کی کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: سب حلال و جائز ہیں، مگر گردہ کا کھانا اولیٰ نہیں، اگرچہ درست ہے۔ (۲) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، سوال ۱۶۵)

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۶۸۹) کیا شوافع کے نزدیک مور کا کھانا جائز نہیں؟ سوال: طاؤس مذہب شافعی میں بھی

حلال ہے یا نہیں، اور نہیں تو کس وجہ سے حلال نہیں؟

(بدست خاص، سوال ۱۲۰)

جواب: طاؤس حرام ہے عند الشوافع، بعض کتب میں لکھا ہے۔

(۶۹۰) شیر جانور کا زبردستی دودھ نکال لینا؟ سوال: گاؤ میش وغیرہ سے زبردستی کر کے دودھ

لینا، اگر وہ دودھ [ندے رہی] ہو اور شوخی کرتی ہو، جائز ہے یا نہیں۔ مثلاً اس کی ڈیر میں ہاتھ وغیرہ دے کر اور ڈرا کر۔

جواب: شوخ جانور سے زبردستی شیر لینا درست ہے، مگر نش کی حرکت نہ کرے، تو اچھا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، سوال ۱۲۹)

(۶۹۱) جانوروں کے بچے کو اس کی ماں سے علیحدہ کرنا؟ سوال: گھوڑی یا اور جانور کا بچہ حالت

شیر خوارگی میں، یعنی جب کہ وہ کچھ ٹھوڑا گھاس بھی چرنے لگے، یا نہ چرے، اس کی ماں سے علیحدہ کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

(بدست خاص، سوال ۷۶)

جواب: کسی مصلحت کے واسطے، درست ہے۔

(۶۹۲) گھوڑے تیل وغیرہ کا خسی کرنا کیسا ہے؟ سوال: گھوڑے یا تیل کا خسی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(بدست خاص، سوال ۷۸)

جواب: خسی کرنا مصلحت کے واسطے درست ہے۔

(۶۹۳) خچر کیلئے گھوڑے گدھے کو ملانا کیسا ہے؟ سوال: گھوڑی پر گدھا ڈالنا جائز ہے، یا نہیں؟

(۱) کیونکہ طوطا بچہ سے بڑا کرتے والا بچہ نہیں، نہ مرد نہ عورت ہے۔ اس لئے حلال ہے۔ (پان پری)

(۲) گردہ میں کبھی چھری ہو جاتی ہے اس لئے شاید حضرت نے طبعی غلط فہم سے اس کے کھانے کو غیر اونی قرار دیا ہے، ورنہ حیوان کے جو سات اجزاء مکروہ و حرامی ہیں، ان میں گردہ شامل نہیں۔ (پان پری)

جواب: شجر لینا درست ہے، مگر اہت تنزیہیہ۔

(بدست خاص، سوال ۹۰)

(۶۹۴) گائے بھینس دودھ نکالتے وقت، اگر اس میں اپنی دم ڈال دے تو، کیا حکم ہے؟

سوال: گائے اور بھینس دودھ نکالتے وقت، جو دم کو دودھ میں ڈال دیتی ہے تو وہ دودھ پاک رہتا ہے، یا نہیں؟

جواب: (اوپر کا جواب ہی اس کا جواب ہے) اس سے پہلے فتویٰ کے سوال میں یہ الفاظ تحریر فرمائے ہیں:

”پاک رہتی ہے، کیوں کہ جب دم سے اثر نجاست کا جاتا رہا، پاک ہوگئی البتہ اگر دم پر نجاست

لگی ہو تو اس حالت میں پارچہ پنچس ہو جاوے گا۔“

لہذا یہی حکم دودھ میں دم ڈال دینے کا ہے، اگر دم صاف ہے تو دودھ پاک ہے، لیکن اگر دم پر نجاست لگی ہوئی ہو تو دودھ

میں دم ڈال دینے سے دودھ ناپاک ہو جائے گا۔ (نور)

(۶۹۵) کچا لہسن پیاز کھانا صحیح ہے مگر اس کو کھا کر مسجد میں جانا؟ سوال: پیاز لہسن خام کھانا

جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: لہسن پیاز خام درست ہے، مگر مسجد میں بوئے دہن سے جانا حرام ہے۔ (بدست خاص، سوال ۹۱)

(۶۹۶) ٹاپاک لوگوں کے ہاتھ کا بننا ہوا گڑ وغیرہ استعمال کرنے کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے

ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ گاؤں وغیرہ میں جو راب پکتی ہے اور گڑ وغیرہ بنتا ہے، تو اس میں کام کرنے والے

بیمار وغیرہ ناپاک ترین ہوتے ہیں، منکے میں راب یہی قوم بھرتی ہے اور گڑ کی بھیلی بناتی ہیں، غرض یہ ہے کہ ان کے

ہاتھ خوب طرح ڈوبتے ہیں، پس راب و گڑ وغیرہ کھانا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: اس راب و گڑ وغیرہ کا کھانا درست ہے شرعاً۔ اس کی دلیل شرع سے کہ اگر ان کے ہاتھ نجاست

میں ڈوبے ہوں، اور وہ کڑا ہی یا منکے وغیرہ میں [ہاتھ ڈالیں، تو اب یہ ہاتھ اس کڑا ہی یا منکے میں پڑنے سے پاک

ہو گئے۔ اب جس شے میں ہاتھ ڈالیں نجس نہ ہوگی، رہا وہ منکے وغیرہ جس میں نجس ہاتھ ڈالنا تھا، وہ ناپاک ہے، لیکن

چونکہ معلوم نہیں اور تیز نہیں کہ وہ کون منکی ہے، تو اب تمام منکیاں کھانی حلال و درست ہو گئیں۔ ہاں لاریب! جس کو

معلوم ہو کہ یہ وہی ہی منکی ہے، تو اس کو اس کی راب و گڑ درست نہیں ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (جمود کاں، ۱۳۵)

(۶۹۷) حرام آمدنی والے کے ہاتھ اپنا سامان بیچنا؟ سوال: تاجر کو رندہ و دھوم وغیرہ کو

یعنی جس کی روزی حرام کی ہے، کوئی چیز فروخت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور اس مال سے حج و زکوٰۃ و قربانی و صدقہ و نذر

نیاز کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب : تاجر کو حرام مال والے کے ہاتھ فروخت کرنا حرام، اس کا مال حرام ہوتا ہے، ایسے مال سے حج نہ کرے، سب کو صدقہ کر دینا واجب ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(فتاویٰ رشیدیہ، طبع اول ص ۵۵)

تصدیق جواب بالا : فائدہ واضح کہ یہ صدقہ متقی پر ہیزگاروں کو نہ دے، ایسے شخصوں کو جو بالکل محتاج و تنگ دست ہوں مثل کوڑھی و نابینا وغیرہ کو دیدے، یا مسافر کو ٹکٹ ریل یا سواری وغیرہ دلوادے، بے نمازوں کو رمضان وغیرہ بنوادے، عالم و طلباء کی خدمت نہ کرے۔ فقط عبدالمکریم واعظ سڑک (کیرانوی)

(۶۹۸) ناجائز آمدنی والے کے یہاں کھانے سے نہایت احتیاط؟ سوال : اکثر اہل کار سرکاری رشوت لیتے ہیں، بلکہ بعض اہل کار، مثلاً چوکیدار نمبر، یا ملازمان پولیس کی تور رشوت، تنخواہ سے بدرجہا زیادہ آتی ہے، اور علاوہ ازیں دیگر اہل حرفہ بھی اکثر حرام و حلال کی احتیاط نہیں رکھتے ہیں، اور قوت حلال بہت کم بلکہ منفقود ہے، اور ان کے یہاں کے کھانے سے بچنا نہیں ہو سکتا، یا ان یا لایحی و تمباکو وغیرہ تو ضرور [ی] ای لیا دیا جاتا ہے، تو اس صورت میں کیا کرے؟

جواب : احتیاط ضرور چاہئے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
(۶۹۹) حرام مال میں ملی ہوئی حلال آمدنی سے بھی پرہیز؟ سوال : ایک شخص کے پاس کچھ آمدنی حرام طور سے ہے، مثلاً سود وغیرہ کی، اور حلال طور کی بھی ہے، مثلاً کھیتی وغیرہ کی، تو ایسے شخص کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب : حرام حلال سے ملا ہوا مال حرام ہوتا ہے، اس کو نہ کھاوے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۳۰)
(۷۰۰) ناپاک شیرے یا تیل کی فروخت کا حکم؟ سوال : شیرہ میں یا تیل وغیرہ میں چوباکر کر مر گیا، یا اور کوئی چیز ناپاک گر پڑی، تو اس سے اور پاک چیز کا بدلنا، یا اس کو فروخت کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب : اگر منجھد ہے، اس کو اس جگہ سے نکال کر پھینک دے، باقی پاک ہے، اور نجس شے دوسرے کو دینا نہیں چاہئے، کہ وہ اس کو استعمال کرے گا۔ البتہ جس کے مذہب میں وہ ناپاک نہیں، جیسا بھنگی اس کو اطلاع کر کے دیوے، اور جو اندیشہ ہو کہ وہ دوسرے مسلمان کو دھوکا دے گا، تو نہ دے۔

(۷۰۱) جند بیدستر کے دوا میں استعمال کا حکم؟ سوال : جند بیدستر (۱) بقول اطباء، خصیہ حیوان بحری ہیں، اس کا استعمال اور بغیر ذبح و تسمیہ کے قطع کئے جانے سے ظاہر ہے، یا نہیں؟

(۱) جند بیدستر ایک حروف واد ہے جس کا یونانی طب میں کئی امراض، خصوصاً ساروانا امراض میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ (نور)

جواب : استعمال اس کا جائز ہے اور وہ پاک ہے، اگرچہ وہ غیر ماہی ہے مگر دیگر ائمہ کے نزدیک جائز ہے،

ضرورت احناف کے نزدیک بھی جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرغ آہاں ص ۵۱)

(۷۰۲) دواؤں میں نشے والی چیزوں کا استعمال : سوال : اگر کسی مرکب دوا میں بھنگ یا فیون

پڑی ہوئی ہو تو، اس کا کھانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب : نشہ کے قدر سے کم درست ہے، فقط

(بدست خاص ص ۴۰)

(۷۰۳) جو ہر شراب بھی حرام ہے؟ مسئلہ : جو ہر شراب میں حرمت و نجاست شراب کی باقی

ہے، کہ سمیت اعلیٰ درجہ کا سکر کا ہے، اس کا استعمال [حرام] ہے۔ فقط (۱) واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرغ آہاں ص ۵۱)

(۷۰۴) شراب کے ناپاک ہونے کی وجہ؟ سوال : شراب اگر نشہ کی باعث سے ناپاک ہے

تو فیون اور بھنگ کیوں ناپاک نہیں، اور اگر سڑ جانے کے سبب سے ناپاک ہے، تو پانی جو بلا آمیزش کسی ناپاک چیز کے

سڑ جاوے وہ بھی ناپاک ہونا چاہئے۔ غرض موجب نجاست کا تحریر فرماویں اور اس کی وجہ بھی تحریر فرمادیں کہ جب

شراب میں نمک ملا دیں، تو وہ سرکہ بن جاتا ہے، کیوں ناپاک نہیں رہتا، کہ دراصل تو وہ ہی شراب ناپاک تھی؟

جواب : شراب بحکم حق تعالیٰ نجس ہوئی، جیسا کہ پانی اس کے حکم سے پاک ہوا، کہ شراب کو قرآن میں

رجس فرمایا ہے۔

جواب تو ہو چکا۔ اب سنو! کہ ایسی حجت اگر آپ کریں گے، تو کوئی شے پاک و ناپاک نہ رہے گی، مثلاً پوچھو گے

کہ پیشاب کیوں نجس ہے، اگر پتلا ہونے کے سبب تو پانی اور شیر بھی چاہئے نجس ہو، اور جو آدمی کے اندر سے نکلنے کے

سبب، تو تھوک بھی چاہئے ناپاک ہو۔ علیٰ ہذا! اگر تمہارا یہی قیاس ہے تو اس کا سلسلہ بے نہایت ہے، پس آپ کو ایسے

شبہات نہ کرنے چاہئیں، کیا ہم اور تم اور کیا ہماری قیاس اور سمجھ جو احکام میں حجت نکالیں۔

اور سرکہ شراب کا اس واسطے ناپاک نہیں، کہ اس کی حقیقت بدل گئی، دیکھو منی اور علقہ نجس تھا، آدمی [بن کر] پاک

(بدست خاص ص ۳۴)

ہو گیا کہ حقیقت بدل گئی۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۷۰۵) حقہ پینے کا کیا حکم ہے؟ سوال : حقہ پینا جائز ہے، یا نہیں؟

(بدست خاص، سوال ۹۱)

جواب : حقہ مکروہ ہے، بکراہت تنزیہی۔

(۱) یہ جواب اصل نسخہ میں اسی طرح ہے، اعلیٰ درجہ کے سکر کی صراحت سے پہلے، جو ایک لفظ ہے وہ واضح نہیں ہے۔ (نور)

(۷۰۶) تمباکو اور چنے کے استعمال کا کیا حکم ہے؟ سوال: تمباکو کا استعمال کھانے پینے

میں سو گھنٹے میں کیسا ہے چوہا کھانا جیسا کہ پان میں کھایا جاتا ہے، جائز ہے، پائیس؟ اگر اس کو ٹی پی قیاس کر کے منع کیا جائے تو یہ قیاس ایک نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ ٹی پی ممانعت کی وجہ بہت ہیں، جملہ ان کے یہ بھی ہے کہ فائدہ مضرت پہنچاتی ہے چوہا یا مضرت نہیں پہنچاتا، مگر چوکوتا ہے اس کا جز نقصان کچھ اور چھایا ہے جو جاتا ہے اور اصل اشیاء میں امانت ہے۔

جواب: تمباکو کی کراہت پر سب اس کی روکے ہے، جس قدر رو اس کی زائد ہوگی کراہت زائد ہوگی، اور جن لوگوں نے اسے حرام کہا ہے اسے منکر قرار دیتے ہیں اور بخلاف کے نزدیک اس میں منکر نہیں، لہذا حرام نہیں۔ البتہ بوجھانی روکے کر وہ ہے اور جتنی بوجھانی اتنی کراہت ہوگی۔ چوہا پان کے ساتھ کھانا جائز ہے، کیونکہ یہ اس کا صلح ہے، ٹی پی کی حرمت بوجھانی کی مضرت کے ہے اور یہ منکر نہیں۔ فقہاء لہائی رحمہ اللہ

(مجموعہ دسم پیر میں ۱۳)

(۷۰۷) منکر نہری ملازمت اور آب پاشی کی قیمت جائز ہے؟ سوال: ایک مولوی صاحب

فرماتے تھے کہ منکر نہری کو کرنی ناجائز ہے، کیونکہ خود اور آب پاشی سے ملتی ہے اور زراعت پاشی جس صورت میں کہ اس زمین کا محصول تمام زراعت اور حاجی سرکار کے لئے بھی ہے تو وہ پارہ، اس زمین کا محصول، تمام آب پاشی لینا ناجائز ہے اس منکر کی تو کرنی بھی ناجائز ہے، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: نہری کو کرنی جائز ہے اور زراعت پاشی جو لیتے ہیں وہ ظلم نہیں بلکہ پانی کی قیمت ہے وہ ان کا محصول ہے۔ واللہ (لہائی رحمہ اللہ)

(۷۰۸) مقدموں میں وکیل کرنا، کب مناسب ہے؟ سوال: لکھا ہے کہ وکیل کرنا اپنے

جواب سوال کے واسطے حقوق میں طرف دانی کی رضامندی سے درست ہے تو طرف دانی سے کون مراد ہے، وکیل یا جس سے غمزدار ہے۔

جواب: طرف دانی دانی (کا) دانی علیہ ہوگا مگر یہ مسائل یہاں کے نہیں۔ (اللہ اعلم)

(دست نام میں ۱۳۰)

(اللہ اعلم) مکمل کے بعد جتنی دلیل میں غرض ابہ تصریح ہے جس کے کہنا کا مقصد یہ کہ وہ بھی تصرفات میں دوسرے کے ساتھ متوازی کیا ہو، وہ دوسرے کے لئے بھی دانی علیہ کا حق ضرور ہے، کیونکہ مکمل میں صاحب نہیں ہو سکتا، جتنی دانی علیہ کے خلاف کوئی مقدمہ ہے وہ صاحب پر کوئی اصول نہیں ہو سکتا، اس کی صورت میں دانی علیہ صاحب کی طرف سے اب ضرور ہے، وہ مقدمہ کی امانت کیونکہ مکمل میں حاضر ہے گا، وہ جو اصول ہوگا اس سے کہہ سکتا ہے کہ وہ مکمل کے لئے ہے، دانی علیہ دانی علیہ کی طرف سے مقدمہ دانی علیہ دانی علیہ کی صورت ہے، دانی علیہ مکمل کے بارے میں جو یہاں ہے مضرت نہ ہو کہ غمزدار نہ ہو اس مکمل کے بارے میں نہیں ہے کہ مکمل مقرر کر لے میں طرف دانی کی رضامندی ضروری نہیں۔ (پان پوری)

(۷۰۹) نمائش میں سامان رکھنا جائز ہے، اور اگر کسی چیز سوال : ایک شخص نے بلا تعین و تقرر حصہ کے، ایک چوتھی (۱) کسی شخص سے لے کر، میلہ نمائش پر انعام ملے، تو اس کا حقدار اس چیز کا بنانے والا ہے:

بقدر انعام کے مالک چوتھی، حصہ چاہتا ہے، اس کو حصہ دینا چاہئے، یا نہیں؟ اشیاء نمائش کا ایسی جگہ رکھنا کیسا ہے؟ بینو اتو جروا! جواب : انعام نمائش گاہ، کا بنانے والے کے واسطے ہوتا ہے، سو یہ انعام نہ حق مالک چوتھی کا ہے، نہ رکھنے والے کا، (۲) فقط۔ اور نمائش گاہ میں اسباب رکھنا درست ہے، مگر وہاں جو کوئی معصیت ہوتی، ہو تو شرکت اس کی درست نہیں۔

(مجموعہ کلام ص ۲۳۳-۲۳۴)

(۷۱۰) مشرکانہ اور غیر اسلامی کتابیں بیچنا کیسا ہے؟ سوال : تاجر کو بیچنا کتب دین مشرکین کا

جن میں رغبت ہے عبادت غیر اللہ کی اور تعریف اس دین کی، اور قصہ سانگ ہولی دیوالی اور ان کے اوتاروں کے اور پوتھیاں شاستر کی جائز ہیں، یا نہیں؟ اور ان کتابوں کا جو بدعتیوں کی تصنیف ہیں، جن میں بدعت کی ترغیب ہے، مثل عرس مزامیر وغیرہ اور کتب رافضیوں کی، جن میں ان کے مذہب کی خوبیاں اور اکابر دین کی برائیاں ہوں، اور کتب نجوم و رمل و فال و شگون اور بیچنا کتب غزلیات دیوان وغیرہ، مانند قلق، ضامن، ظفر، مؤمن، اور ان کتابوں کا جن میں تصویریں ہوں، یعنی مثنوی میر حسن، و قصہ سپاہی زادہ جائز ہے، یا نہیں؟ فقط

اگر یہ منع ہیں تو کس درجہ کی ممانعت ہے، حرام ہے، یا مکروہ تحریمی، یا تنزیہی وغیرہ، مع حوالہ کتب تحریر فرماویں۔

جواب : کتب مشرکین کے مذہب کی اور حرام امور کی اور اہل بدعت کی بدعات رواج دینے کی کتب، اور شیعہ مذہب کی کتب اور نجوم فال کی کتب کا بیع کرنا حرام ہے، کہ اعانت حرام کام کی ہے اور اعانت حرام کی حرام ہے، اور قصہ کہانی کی کتب اور اشعار کے دیوان مکروہ ہیں، کہ حرام کام کی اس میں اعانت نہیں ہے، مگر عبث وقت ضائع کرنا اور لہو کے امور ہیں اور تصویر کی بیع بھی حرام ہے، بدایہ میں لکھا ہے:

أن سبب الحرام حرام (۳) جو سبب حرام کا ہوتا ہے، وہ بھی حرام ہوتا ہے۔

(فیوض رشیدیہ طبع اول ص ۲۲۲-۲۲۳)

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(نور)

(۱) چوتھی، ایک قسم کا سوتی بستر، جس کو چار تہہ کر کے بچھاتے ہیں۔ نور اللغات ص ۵۰۸۔ جلد دوم۔

(۲) یہ مسئلہ عرف کے تابع ہے، اب عرف بدل گیا ہے، فرم کا مالک چیزیں دیتا ہے، اور یہی نمائش میں بھی رکھتا ہے، پس وہی انعام کا بھی حقدار ہوگا۔ (یاسن پوری)

(۳) بدایہ۔ کتاب الکراہیۃ، فصل فی الاستبراء وغیرہ، ص ۳۶۶ جلد چہارم، مکتبہ تھانوی، دیوبند

مفتی الی بخش اکیڈمی کاندھلہ

(۷۱) مدرس کو ہندو مسلمان شاگردوں سے عیدی لینا؟ سوال: معلم کو متعلم مسلمان یا ہنود

سے عیدی یا آغازی، بطور نقد یا جنس لینا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: عیدی اور آغازی معمولی و عرفی لینا سب سے درست ہے، مگر ہنود کے تہوار میں ایسے مضامین لکھ کر

دینا، جن سے کفار کے تہوار کی تعریف ہو، حرام ہے۔ فقط

(مجموعہ رام پور ص ۷)

(۷۲) فقیر کے مانگے ہوئے پیسے اور سامان کا خریدنا تبادلہ کرنا کیسا ہے؟ سوال: فقیر

لوگ جو غلہ مانگ کر جمع کر لیتے ہیں یا کپڑا، تو ان آج کل کے فقیروں سے وہ غلہ یا کپڑا جو مانگا ہوا ہے، کسی کو خرید کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اس کا خریدنا درست نہیں ہے۔ (۱) واللہ اعلم۔

(بدست خاص ص ۸)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(۱) چونکہ آج کل کے پیشہ ور فقیر اکثر مالدار ہوتے ہیں، جن کو زکوٰۃ صدقات دینا جائز نہیں۔ پس وہ اس بھیک کے حقدار نہ ہونے کی وجہ سے مالک نہیں ہوتے، اس لئے ان سے اس غلہ و قمیض کا خریدنا درست نہیں، لیکن اگر کسی کے بارے میں بالتحقیق معلوم ہو کہ وہ غریب ہے، تو اس سے خریدنا درست ہے، مگر وہ بھیک کا سامان کیوں بیچے گا؟ بیچنے والے تو یہ دولت مند بھکاری ہوتے ہیں۔ (پالن پوری)

کتاب الحظر والاباحہ

۲

(مردوں اور عورتوں کے بعض مسائل)

(۷۱۳) ڈاڑھی کی کیا مقدار ضروری ہے؟ سوال: لازمی ہذا ایک مشت و انگشت رکھی جو مشہور ہے۔

صحیح ہے یا غیر صحیح؟

جواب: ریش ایک مشت ملت ہے، دو انگشت زیادہ جو مشہور ہے، لفظ ہے۔ ایک مشت سے کم کا مانع

(مردوں کا ۳۳۳)

ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷۱۴) ریش بچے کے منڈوانے کا حکم؟ سوال: زیر لب زیریں بروز جانب ریش بچے کے، بالی

منڈوانا جائز ہے یا نہیں؟

(ایضاً ۳۳۳)

جواب: بچہ ریش کا منڈوا بہت نیک (۱)

(۷۱۵) کان کے پاس بڑھے ہوئے ڈاڑھی کے بال تراشنے کا حکم؟ سوال: قنصل کان

کے جو بال ریش کے بڑھ جاتے ہیں، ان کو کھڑوانا جائز ہے یا نہیں؟

(ایضاً ۳۳۳)

جواب: جائز ہے، لفظ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷۱۶) بال کٹوانا محلہ عورتا کس دن افضل ہے؟ سوال: حجامت، ہوا کا بروز جمعرات یا بروز جمعہ

اولیٰ روز جمعہ، یا بعد نماز جمعہ افضل ہے؟

جواب: سب جائز ہے، اس کی کوئی روایت صحیح انصافیت کی نہیں، مگر جمعہ کو سنی قبل نماز اولیٰ ہے، ابتدا افضل

(۱۰۰۰)

ہوتا چاہئے۔

(۱) ریش بچہ کو بالی میں منقطع کئے ہیں ڈاڑھی ہی کے جسم میں ہے، مگر بالی سے عقب کھن کے در سے کھنچا جائے، بالی بالی کے دھڑکھڑ کے بالی سے

(۱) (۱) (۱)

در سے کھنچا جائے، مگر ڈاڑھی کے جسم میں نہیں، مگر کٹوانا وقت بہت ہے۔

حق کی بات کہی کہی کہی کہی

(۷۱۷) مونچھوں کے تراشنے کی مقدار کیا ہے؟

سوال: اندازہ گرفتن موئے لب از عرض و طول بیان فرمائید، پس اگر از حد کم یا بیش کند، چه گناہ است؟

ترجمہ: مونچھ کاٹنے کی لمبائی چوڑائی بیان فرمائیے، پس اگر اس حد سے کم یا زیادہ کرے، تو کیا گناہ ہے۔

جواب: موئے کہ برب (بالا) یا شد آں را شارب گویند، پس ہر قدر مو کہ بردہ بن و لب بالا یا شد آں را

بگیر و قدر آں کہ کنارہ لب ظاہر گردد، اگر کم ازین خواہد گرفت، بوجہ مشابہت بخوس و ہنود گناہ کبیرہ خواہد گشت:

ترجمہ: وہ بال جو ہونٹ کے اوپر ہوں، ان کو مونچھ کہتے ہیں، پس جس قدر کہ بال منہ اور اوپر کے ہونٹ کے اوپر ہوں،

ان کو کات دے، اس قدر کہ ہونٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے، اگر اس سے کم کاٹے گا، تو مجوسیوں اور یہودیوں کی مشابہت

کی وجہ سے، گناہ کبیرہ ہوگا۔ (حدیث شریف) میں ہے:

أحفوا الشوارب خالفوا المحوس. الحدیث فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (۱)

مونچھوں کو گھٹاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم [ت: نور] (مجموعہ کتب ص ۷۷۷، ۷۸۱)

(۷۱۸) گلے کے بال منڈوانے کی حد اور وضو میں ڈاڑھی کی حد؟ سوال: گلے پر سے بال

منڈانے میں یا وضو میں بال ڈاڑھی کے چومنے میں، ڈاڑھی کہاں تک کبھی جاتی ہے، یعنی گلے کے بال منڈانا یا وضو میں نہ

دھونا، کیسا ہے؟

جواب: گلے کے بال داخل ڈاڑھی میں نہیں، اس لئے ان کا منڈانا جائز اور وضو میں دھونا ضروری نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، سوال ۱)

(۷۱۹) سر کے کچھ بال منڈوانے اور کچھ بال رکھنے کا حکم؟ سوال: سر کے بال کچھ منڈانے

اور کچھ رکھنے، مثلاً سر کے بچ میں سے، یا اگر ذی سے جائز ہیں، یا حرام؟

جواب: سر کے بال کچھ رکھنا اور کچھ منڈانے ناجائز ہیں، یا سب بال رکھے یا سب منڈا دیوے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص ص ۶)

(۷۲۰) ابرو اور پلک کے بال کاٹنے کا حکم؟ سوال: بال ابرو کے و پلک کے اور گدی کے اور خلق

کے مونڈنا اور منہ کا رواں نوچنا اور سینہ و پنڈلی وغیرہ کے بال صاف کرنا، کیسا ہے؟

(۱) رواہ مسلم عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال أحفوا الشوارب وأحفوا اللحی. ص ۱۲۹ ج ۱. کتاب الطہارۃ باب

حصول الفطرۃ (مجتہدی دہلی: ۱۳۱۹ھ) نیز: مسلم کتاب الطہارۃ باب حصول الفطرۃ ص ۱۳۳ جلد اول رقم الحدیث: ۲۵۹ ت:

ابو قبیہ نظر محمد الفاریابی (دار طبع ریاض: ۲۰۰۶ء) (۲)

(نور)

جواب: زائد کا کٹنا درست ہے۔ فقط

(بدست خاص ص ۳۷)

(۷۲۱) موئے زیر ناف کا صاف کرنے کا حکم؟ سوال: موئے زیر ناف کا صاف کرنا فرض ہے،

یا واجب، یا مستنون اور کتنے روز میں صاف کرنے کا حکم ہے؟

جواب: موئے زیر ناف کا ازالہ واجب ہے، چالیس دن تک حد ہے۔ فقط

(بدست خاص ص ۳۷)

(۷۲۲) موئے زیر ناف اگر چالیس دن تک صاف نہ کئے تو؟ سوال: موئے زیر ناف اگر

چہل روز تک صاف نہ کرے، تو گنہگار بھی ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: چہل روز تک حد ہے، بعد چہل روز کے گنہ ہوگا۔

(بدست خاص ص ۳۷)

(۷۲۳) موئے زہار کہاں سے کہاں تک ہیں؟ سوال: موئے زہار کہاں سے کہاں تک ہیں، کہ جن

کا حکم صاف کرنے کا ہے؟

جواب: ناف سے لیکر دُبر تک صاف کرنے کا حکم ہے۔

(بدست خاص ص ۳۷)

(۷۲۴) مرد کو بالوں کے ازالہ کے لئے نورہ کا اور عورتوں کو استترہ کا استعمال جائز ہے، مگر؟

سوال: استعمال نورہ کا مرد کو اور استترہ کا عورت کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے، غرض ازالہ موہے، اگرچہ کوئی مصلحت اس کے خلاف ہو، مگر شرع کا گناہ نہیں۔

(بدست خاص ص ۳۷)

سوال: موئے زیر ناف کو مقراض سے

(۷۲۵) موئے زیر ناف کا قینچی سے کاٹنا اور اس سلسلہ

کاٹنا جائز ہے، یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو عدم

میں حضرت شاہ عبدالعزیز کی دی گئی خواب کی تعبیر

جواز کی دلیل کیا ہے اور اگر جائز ہے تو مولانا

شاہ عبدالعزیز صاحب نے کیوں منع فرمایا ہے؟ (۱)

جواب: یہ قصہ خود غلط ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا فرمانا یعنی منع کرنا غلط ہے۔ اس کی درستی سووہ

(۱) یہ حضرت شاہ عبدالعزیز کے ایک مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

”ایک شخص نے آ کر عرض کیا کہ یا حضرت میں نے آج شب کو خواب میں دیکھا ہے کہ میری زوجہ سے دو بچے مہاشرت کرتے ہیں، یا حضرت جب سے کہ خواب

دیکھا ہے، کچھ عرض نہیں کر سکتا کہ مجھ پر کیا عہدہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس قدر کچھ پریشانی کی بات نہیں ہے شاید تمہاری زوجہ سے زہر مقراض سے کوئی ہے اس کو

منع کرو کہ بارگاہِ ایمانہ کرے۔ پس جود یافت گیا کیا تو واقعی ایسا تھا“ کلمات عزیزؒ میں مرتب جواب مبارک علی خان ص ۹-۱۰ (منطق نبیانی میرٹھ ۱۳۹۹ھ)

یہ واقعہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے احوال و خطوط پر اور بھی کئی کتابوں میں ذکر ہوا ہے مگر اس میں نا جائز ہونے کی صراحت نہیں، ناہا صرف اس خواب کی وجہ

سے ان کو منع کیا ہوگا؟ اس طرح کے خواب کی یہی تعبیر، مقدمہ تعبیر سے بھی ماقول ہے۔ (نور)

منطق نبیانی میرٹھ ۱۳۹۹ھ

ہے اور بالوں کا وہ فیہ مقرر اس سے جائز ہے، مگر چونکہ استیصال اچھی طرح نہیں ہوتا، اس واسطے مستحسن بھی نہیں ہے۔ فقط،
واللہ تعالیٰ اعلم
(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۰-۵۱)

(۷۲۶) مونے زہار کو چھپانے کا حکم؟ سوال: مونے زہار کا صاف کر کے پوشیدہ کرنا فرض

ہے، یا کیا؟

جواب: شرم کی جا کے بال کو چھپانا، قریب واجب ہونا چاہئے۔ فقط
(بدست خاص سوال ۲۹)

(۷۲۷) بال اور ناخن کا گندگی میں ڈالنے نیز ان کے متعلق چند احکام؟ سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ بال اور ناخن جائے طہارت و پاخانہ میں ڈالنا مکروہ ہے اور مورث زحمت ہے، اور ناخن و انتوں سے یا

کارو سے کاٹنا برص پیدا کرتا ہے، صحیح ہے یا غلط؟

اور ناخن گیر یعنی تیز نہ سے ناخن کترنا جائز ہے، یا مکروہ؟
جواب: ناخن اور بال کو نجاست کی جگہ ڈالنا مکروہ ہے، اور چھری مقرر اس سے، ناخن کا کاٹنا درست ہے،
وانت سے کاٹنا گناہ نہیں، مگر بہتر نہیں ہے۔ باقی ان روایات کا مجھ کو حال معلوم نہیں کہ کیا زحمت ہوتی ہے۔

(بدست خاص سوال ۱۱۰)

(۷۲۸) مہندی اور سیاہ خضاب کا حکم؟ سوال: علمائے دین شرع متین سے سائل کا سوال ہے:

کہ مہندی لگانی و اڑھی پر مسلمان کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مسلمان کو مہندی لگانا درست ہے، مگر سیاہ خضاب کرنا منع ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی غنی عنہ
(مجموعہ نکاح ص ۲۰۹)

(۷۲۹) تیل کے سیاہ خضاب کا حکم؟ سوال: اور خضاب تیل اچھا ہے، یا نہیں؟

جواب: خضاب سیاہ خواہ کسی شے کی کرے نا جائز ہے، سیاہی کے درست ہے۔
(مجموعہ نکاح ص ۲۳۳-۲۳۴)

(۷۳۰) سرخ رنگ کے کپڑے استعمال کرنا کیسا ہے؟ سوال: سرخ خلل کا استعمال مردوں

کے واسطے کیسا؟ احادیث جواز و عدم جواز دونوں قسم کی موجود ہیں [بائیں ہمہ جواب ہر قسم کی حدیث کا ہو سکتا ہے، کپڑے کے نزدیک مذہب محقق کیا ہے اور حدیث راجح کوئی ہے، فرد کے نیچے اگر استر کے طور پر لگا لیا جاوے، تو شرعاً خرابی ہے یا نہیں؟ در صورت خرابی ہر تکبہ استعمال مخصوص رہے گا یا نماز میں بھی نقصان ہوگا، بیوقوفو جروا۔

الجواب: پارچے سرخ کے بارے میں احادیث مختلف ہیں بعض حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مطلق سرخ منع فرمایا، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ معصر سے منع فرمایا۔ اور بعض حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سرخ خلل

آپ نے پہنا، یہ سب احادیث صحاح ہیں، لہذا علماء کے اس میں دوندب ٹھہرے۔ ایک یہ کہ مطلق سرخ ناجائز، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو سرخ پہنا تھا وہ مخطوط تھا، دوسرا یہ کہ سرخ معصفر حرام ہے، اور جہاں مطلق سرخ آیا ہے وہاں مراد معصفر ہے، اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو سرخ پہنا وہ معصفر نہ تھا، بلکہ دوسری قسم کا سرخ تھا، پہلا مذہب مخطوط ہے اور دوسرے میں وسعت ہے۔ صاحب درمختار اور دیگر بعض فقہاء نے مذہب ثانی کو اختیار کیا ہے، پس بنا بر مذہب ثانی سرخ استر جائز ہے اور پہلے مذہب پر نادرست۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۷۳۱) مردوں کے لئے سرخ رنگ کے کپڑے کا حکم؟ سوال: سرخ رنگ کا کپڑا مردوں کو پہننا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: سرخ معصفر کا تو حرام ہے اور غیر اس کے خواہ سرخ خام ہو یا پختہ بعض علماء جائز کہتے ہیں اور بعض منع فرماتے ہیں، پس تقویٰ ترک اس کا ہے، اور اگر پسینے تو مباح ہے کہ بعض علماء کا فتویٰ کافی ہے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ رام پور ص ۱۳-۱۴)

(۷۳۲) ولایتی چھینٹ کا کیا حکم ہے؟ سوال: اور آج کل کچھ رنگ کی چھینٹیں، لوگ استعمال کرتے ہیں، اس سے نماز جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: السلام علیکم جو چھینٹ (۱) ولایت سے آتی ہے، وہ پاک ہوتی ہے، جب تک تحقیق نہ ہو جائے کہ کچھ نجس رنگ پڑا ہے۔

(از اوراق ثانیہ حضرت مولانا گیسوی، محفوظ بیٹھل میڈیکل کالج، پاکستان)

(۷۳۳) مرد کو سونے چاندی کی بوتام اور گھڑی کی زنجیر لینی کیسی ہے؟ سوال: مرد کو چاندی سونے وغیرہ کی بوتام (۲) و علیٰ ہذا وہ گھڑی کہ جس میں اس قسم کی زنجیر ہو، زیر لباس کرنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: مرد کو چاندی سونے کے مٹن جو کپڑے میں لگے ہوتے ہیں، جائز ہیں، اور چاندی کی گھڑی اور زنجیر گھڑی کی حرام اور یہ گھڑی اور زنجیر عورت کو بھی ناجائز، اگر عورت بغیر گھڑی کے زنجیر ڈالیں تو جائز ہے۔ (۳) فقط۔

بندہ رشید احمد گیسوی عفی عنہ

(۱) رنگ رنگ کے پھول پولوں کا خوش بو کا پھول یا پھول۔ اردو دفت ص ۹۶۳۔ جلد طحا اردو دفت بورڈ کراچی ۱۹۸۲ء

(۲) لوہے، چاندی، سونے کی گھڑی یا کھمبہ۔ نورالافاق مولوی نور الحسن نیر کا کورہ ص ۶۸۳ جلد اول (دہلی: ۱۹۹۸ء) فرہنگ آصفیہ مولوی سید احمد دہلوی، ص ۱۹۱ ج ۱ (دہلی ۱۹۷۷ء)

(۳) جو کپڑے میں لگے ہوئے ہیں یعنی کپڑے میں بڑے ہوتے ہیں وہ کپڑوں کے تابع ہونے کی وجہ سے جائز ہیں، لیکن اگر مٹن ٹیکہ ہو سکتے ہوں تو جائز نہیں۔

قد زعمت کو بھی ناجائز، کیونکہ عورتوں کے لئے سونے چاندی کا صرف زعفران، اور بے زعفران، کیونکہ مرد بھی گھڑی ہاندتے ہیں، البتہ اگر عورت گھڑی کے بغیر سونے چاندی کی زنجیر پہنے تو جائز ہے، کیونکہ وہ زعفران اور بے زعفران ہے۔ (پاکستان چری)

مفتی ابی الخلیفہ اکیڈمی کاغذ

(۷۳۳) مردوں کے لئے گھڑی کی چاندی کی زنجیر کا حکم؟ سوال: گھڑی کو چاندی وغیرہ کی

زنجیر میں، سینہ یا گتے میں لٹکانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ناجائز ہے، چاندی سونے گھڑی وزنجیر سب ناجائز ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۵۳)

(۷۳۵) عورتوں، مردوں کیلئے ایک دوسرے کی مشابہت کا حکم؟ مسئلہ: مردوں کا جو

جب دونوں میں امتیاز ہو تو درست ہے، کیونکہ تھبہ بالرجال نہیں ہے۔ پانچامہ کھلا سفید یا رنگین کا بھی یہی جواب ہے، کہ طرز

پانچامہ مردوں سے جدا ہو، اور بالوں کی چوٹی گونے سے گوندھ کر، اسی طرح اگر نماز پڑھیں تو کوئی حرج نہیں، مگر چونکہ

باندھنا جیسے قوم کچھ کی عورتیں کرتی ہیں، بوجہ شعار کفار کے مکروہ ہے اور نماز میں بھی مکروہ ہوگا۔ فقط۔

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ

(۷۳۶) کسی بیماری کی وجہ سے لوہے کی انگوٹھی پہننے کا حکم؟ سوال: بیماری میں لوہے وغیرہ کی

انگوٹھی خواہ چھلا، پہننا جائز ہے، یا نہیں؟ جیسا کہ سبب گردۃ میں مفید لکھا ہے۔

جواب: اگر کوئی [اور] علاج نہ ہو، تو درست ہے۔ (بدست خاص، ص ۱۴۰)

(۷۳۷) تعویذ کیلئے چاندی یا تانبے کے خول کا حکم؟ سوال: تعویذ کا خول چاندی تانبہ وغیرہ

کا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز نہیں ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۵۹)

(۷۳۸) دانتوں میں سونے چاندی کی میخ لگانے کا حکم؟ سوال: دانتوں میں سونے اور چاندی

کی میخ لگانا کیسا ہے؟

جواب: ضرورت کے واسطے درست ہے، ورنہ ناجائز۔ فقط (بدست خاص، ص ۳۸)

(۷۳۹) انگریزی بوٹ پہننے کا اور اس کی تجارت کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

کہ جوئی منڈی یعنی بوٹ پہننا جائز ہے، یا نہیں؟ اور دوکاندار مسلم کو اس کی خرید و فروخت کا کیا حکم ہے؟

اور ریش نیل کا خضاب جس سے جلد سیاہ ہو جاوے؟

اور مسلمہ عورت کو زیور باجے دار پہننا اور جلا دو کو کتب قصص، جن کا پڑھنا جائز نہیں ہے، اس کی جلد کی مزدوری

جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: بوٹ پہننا مسلمان کو مکروہ ہے، مشابہت نصاریٰ کی اس میں ہوتی ہے، اور دوکاندار کو اس کی بیع کرنا

مسلمانوں کے ہاتھ مکروہ ہے اور کفار کے ہاتھ بیع کرے تو جائز ہے۔

اور خضاب سیاہ بھی منع ہے اور عورت کو باجے کا زیور پہننا بھی مکروہ ہے، اور جو نامحرم اس کی آواز سنے تو حرام ہے۔ اور قصہ کہانی غیر مشروع کی جلد بھی بنانا مکروہ ہے، مگر اجرت اس کی جو [ہے] وہ حلال ہے۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۲۱۸-۲۱۹) کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد غفری عنہ

(۷۴۰) ہر قسم کا موزہ پہننا صحیح ہے؟ مسئلہ: جراب خواہ کسی طرح کی [ہے] درست ہے، مگر اگر

کوئی تشبہ غیر مذہب کا ہوگا تو وہ صورت مکروہ ہو جاوے گی۔ فقط (مجموعہ کلاں ص ۱۳۴)

(۷۴۱) عورتوں کیلئے کون کون سے زیور ناجائز ہیں اور کون سے جائز؟ سوال: عورت کو

گھونگھرو پازیب گو جری وغیرہ پہننا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: پہننے کا زیور نہ پہننا چاہئے، کہ باجا، نا جائز ہے۔ فقط (بدست خاص، سوال ۷۰)

(۷۴۲) عورتوں کے لئے کس قسم کے زیور جائز ہیں؟ سوال: آپ نے عورتوں کے واسطے

ہر قسم کا زیور جائز فرمایا ہے اور بعض کتب فقہ میں پتھر اور پیتل کا زیور حرام لکھا ہے۔ یہ مسئلہ ان کتابوں میں مردوں کے لئے

خاص ہے یا عورتوں کے لئے بھی؟

جواب: فقہ کی کتب میں خاتم [انگوٹھی] کو لکھا ہے، مگر دوسری کتب سے سب قسم کے زیور درست معلوم

ہوتے ہیں، عورتوں کے واسطے، فقط رشید احمد غفری عنہ (مجموعہ فرخ آباد ص ۳۰)

(۷۴۳) عورتوں کو ناک میں زیور پہننا؟ سوال: ناک کان میں گہنا پہننا عورت کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ (بدست خاص، سوال ۷۱)

(۷۴۴) عورت کیلئے مٹی لگانے کا حکم؟ سوال: عورت یا مرد کو مٹی لگانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: مرد کو مٹی حرام عورت کو درست، مگر دانتوں میں جزم مٹی کا نہ جے، اگر جے گا تو غسل سے پاک نہ

ہوگی۔ فقط (بدست خاص، سوال ۵۵)

(۷۴۵) کاجل لگانے کا حکم؟ سوال: کاجل لگانا مردوں اور عورتوں کو آنکھ میں جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر نفع مرض کو دے تو درست ہے مرد کو، اور عورت کو ہر حال درست ہے۔ فقط (بدست خاص ص ۳۴)

(۷۴۶) گلٹ کا زیور پہننا جائز؟ سوال: گلٹ کا زیور پہننا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص ص ۶۰)

(۷۷۷) والدین کی عزت برادری کے اصولوں پر مقدم ہے: سوال: ایک قصائی بیوہ نے

ایک نور باف کے ساتھ نکاح کیا، اس قصائی کی پہلے خاوند سے لڑکا ہے اور برادری کے لوگ اس لڑکے کو یوں کہتے ہیں کہ اگر تو اپنی والدہ سے ملا، یا اس کی خدمت یا تابعداری کی، تو ہم تجھ کو ذات سے نکال دیں گے۔ اس صورت میں اگر لڑکا برادری کا کہنا مان کر اپنی والدہ سے نہ ملے اور کہنا اس کا اور تعظیم (و) تکریم واجب نہ ادا کرے، اور نہ بیماری و تندرستی میں اپنی والدہ کے پاس آوے، آیا وہ گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور جو لوگ لڑکے کو منع کرتے ہیں، وہ گنہگار ہوتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: لڑکے کو اپنی والدہ کی تابعداری فرض ہے، برادری کا کہنا خلاف شرع نہ مانے اور وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔

رشید احمد

(فیض رشیدیہ ص ۳۲۳)

(۷۷۸) بعض برادریوں کی رسومات اور ان کی شرعی حیثیت؟ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس

مسئلہ میں: کہ ایک قوم میں چند چودھری مقرر ہوئے، برادری میں یہ بندوبست کیا گیا کہ جو کوئی غیر قوم کی عورت لاوے، یا ایک عورت کے اوپر دوسرا نکاح کرے، تو اس کے اوپر روپیہ جرمانہ ہو، دیگر جو بھاجی (۱) تقسیم ہو برادرانہ، اس کو جو واپس کرے روپیہ جرمانہ دے، دیگر جو دوبارہ بھاجی اس کی کیا چاہے، چودھری یا اور کوئی برادری کا ۳/۴ روپیہ جرمانہ دے۔

جرمانہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ کھانا سب کے پاس تقسیم نہ ہونے پاوے تھا، جو پہلے سے بعض آدمی کھانا شروع کر دیں تھے، تو ایک طرح کی بدانتظامی تھی، کھڑے ہو کر مانگنے لگا کریں تھے اور بعض آدمی پہلی بیوی کو کسی رنج کے باعث سے نہیں لے جاتے ہیں، اس باعث سے یہ قید جرمانہ کی لگائی گئی ہے۔ جب سے یہ قید لگی ہے برادری کا انتظام اچھا ہو گیا ہے اور جرمانہ کر کے بعد دس پانچ روز کے جرمانہ واپس بھی کر دیا ہے۔ تو اس صورت میں جرمانہ کرنا از روئے شرع جائز ہے، یا نہیں؟

دیگر ایک جگہ بھاجی تقسیم ہوئی، چند جگہ سے واپس آئی عورتوں نے واپس کر دی، مردان کے موجود نہ تھے، بعد ازاں ایک چودھری نے مکرر بھاجی بھیجی، یہ بات قائم ہو چکی تھی کہ جو بھاجی دوبارہ بھیجے گا ۳/۴ روپیہ جرمانہ دے گا، بعد ازاں ان چند آدمیوں کو چودھریوں نے پنچایت کے رو برو بلایا، دریافت کیا کہ تمہارے یہاں سے بھاجی کیوں واپس آئی، انھوں نے حلف سے بیان کیا کہ بروقت پنچایت کے ہم موجود نہیں تھے، صبح کو ہم کو خبر ہوئی، ہم باہر یا بازار چلے گئے بعد میں بھاجی تقسیم ہوئی، گھر میں انھوں نے لاعلمی سے واپس کر دی، ہمارا کچھ تصور نہیں ہے، اور بھائی اگر تصور مندر تصور فرماتے ہیں، تو اللہ کے واسطے ہمارا تصور معاف فرماؤ، آئندہ انشاء اللہ ایسا نہ ہوگا۔ اس کے اوپر چودھریوں نے کچھ غور نہ فرمایا، عمر

(۱) بھاجی: کھانا جو کسی تقریب یا خوشی میں پکا کر، برادری میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ وہ حصہ جو کسی تقریب میں عزیزوں میں تقسیم کیا جائے۔

اردو لکھت، ص ۹، جلد سوم (اردو لکھت پورہ - کراچی ۱۹۸۱ء)

ملفوظات امجدیہ کتب خانہ دار

نے ان کی طرف سے عرض کیا، کہ بھائیو! جب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطا معاف فرمادیتے ہیں، تو بھائی بھی ان کی خطا اللہ کے واسطے معاف کر دیں، تو اس کے اوپر تمام برادری کے سامنے، ایک چودھری صاحب نے یہ فرمایا کہ بیشک اللہ اور رسول معاف کر دیتے ہیں، مگر بیچ معاف نہیں کرتے۔ عمر یہ کلمہ سن کر خاموش ہو رہا۔ اُس وقت اُن آدمیوں پر پی کس ۴ روپیہ جرمانہ کر دیا اور جس چودھری نے دوبارہ بھاجی بھیجی تھی، اس سے چشم پوشی اختیار کی، تو اس صورت میں ان کو ظالم یا نا انصاف کوئی کہہ دے، آیا جائز ہے، یا نہیں، اگر کسی نے کہہ دیا تو اس پر جرمانہ کرنا، یا اس کو جرمانہ دینا جائز ہے، یا نہیں۔ از روئے شرع شریف؟

الجواب: یہ چودھریوں کے قواعدی خلاف شرع ہیں، چودھری اور سب لوگ اس کے قبول کرنے والے بے انصاف اور ظالم ہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
الجواب صحیح۔ حکیم ابوالقاسم محمد عبدالرشید انصاری سہارنپوری عفی عنہ الجواب صحیح۔ ابوالحسن عفی عنہ۔

جواب جو حضرت مولانا مخدوم زمان، جناب مولانا رشید احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے، درست ہے، اور یہ واضح ہو کہ ایک جماعت اہل اسلام کی متفق ہو کر، قواعد خلاف شرع شریف کے تجویز کرے اور برادری کا دستور العمل اس کو قرار دے، نہایت مذموم ہے اور اس گناہ سے زاید ہے کہ ایک شخص اس حرکت کا مرتکب ہوا، اہل اسلام کا خطاوار ہونا کسی امر میں اور بات ہے اور قواعد خلاف شرع شریف ایجاد کرنا اور امر ہے۔ سرکار نے قانون خلاف اسلام ایجاد کیا، وہ جائے تعجب نہیں کیونکہ وہ اسلام کی پابند نہیں، مگر اہل اسلام کی شان سے خلاف شرع قانون ایجاد کرنا بہت بعید ہے۔ احمد علی عفی عنہ
بارغ فیض (تالیف مولانا حشمت علی بنارس شاگرد مولانا محمد مظہر نانوتوی) [در عدم جواز سفر مزارات اولیاء] مطبع ہاشمی بنارس ۱۸۹۳ء/۱۳۱۱ھ

(۷۴۹) بلا نکاحی عورت رکھنے والے سے سلام و تعلقات رکھنا کیسا ہے؟ سوال: زید (جو بغیر نکاح کے عورت کو رکھے ہوئے ہے) کو سلام علیک کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا، اور اس کے ساتھ کھانا پینا مسلمان جان کر کرنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور زید سے یہ امور یعنی سلام علیک وغیرہ خاص برادری زید کو ہی منع ہے، یا کل مسلمانوں کو۔
جواب: زید کے ساتھ سلام علیک کریں، نہ اس کے سلام کا جواب دیں۔ زید سے سب مسلمانوں کو متارکت چاہئے، زید کو مثل چار بھنگیوں کے جانیں، غرض سب مسلمانوں کو زید سے ترک کرنا چاہئے، کچھ برادری پر منحصر نہیں۔

(فیوض رشیدیہ ص ۲۰)
رشید احمد
(۷۵۰) شخص مذکورہ بالا کی حمایت کرنے والے گنہگار ہیں: سوال: ایک شخص نے زید مذکور کی برادری میں سے کل برادری کی دعوت کی، جس وقت کھانا کھانے گئے ایک مہتر نے زید اور اس کی بیوی کو وہاں دیکھ کر کہا، کہ پنچو! یہ برادری کا چور ہے اس کو نکال دو، بعدہ برادری کے لوگوں نے پنچایت کی [کہ] مہتر کو ذات سے ڈال دینا

چاہئے، کیونکہ اس نے زید کی چٹک کی، ہم نے زید کو صرف اپنے قصبہ کی برادری سے خارج کیا ہے، نہ اور کسی جگہ کی، کیونکہ جس نے ہماری دعوت کی ہے، اگرچہ ہماری برادری ہے لیکن پر دیسی ہے، پھر مہتر نے کہا کہ اس نے جو یہ کام خلاف شرع کیا، تو ہمارے کل شہروں کی برادری سے، بلکہ کل مسلمانوں سے خارج ہو گیا۔ اس بات پر برادری نے کچھ خیال نہ کیا۔ زید کے ہمراہ ہو کر، مہتر مذکور کو ذات سے علیحدہ کر دیا، اب اس میں برادری حق پر ہے، یا مہتر؟ فقط

جواب: مہتر نے جو کچھ کہا وہ حق کہا، اور جو لوگ مہتر کو ذات سے ڈالتے ہیں، وہ گنہگار ہیں۔ فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح، محمد مراد عفا اللہ عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ مظفر نگر۔ الجواب صحیح، سید محمد کامند صلوٰی حال مقیم مظفر نگر، راقم عبدالحق عفی عنہ۔ العبد الاثم عبد الکریم، واعظ سڑک (کیرانہ)

(۷۵۱) قبلہ رخ ناپاکی (گندگی) پھینکنے اور استنجے کا حکم؟ سوال: کعبہ شریف کی جانب

باتھ سے ناپاکی پھینکنا حرام ہے، یا مکروہ، اور اسی طرح کعبہ شریف کی جانب پشت کر کے بیٹھنا، یا پیشاب استنجا کرنا کیسا ہے؟

جواب: مکروہ تحریمہ ہے اور کعبہ کی طرف پشت کرنا درست ہے، مگر پاخانہ پیشاب میں پشت کرنا، مکروہ تحریمہ ہے، مگر منہ کرنے سے کم گناہ ہے۔

(بدست خاص، سوال ۱۳)

(۷۵۲) ننگے کو پردہ میں گفتگو کرنا کیسا ہے؟ سوال: ننگے کو پردہ میں کلام کرنا ناجائز ہے، یا نہیں؟ یا

کچھ آیت پڑھنا ننگے بدن؟

جواب: ننگے کو کلام کرنا درست نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۱۴)

(۷۵۳) استاذ سے بغیر پڑھنے کا علاج کرنا: سوال: ایک شخص نے استاد سے حکمت نہیں پڑھی،

مگر از خود طبابت کی کتابیں دیکھ کر جو فہمی فہم میں آ جاتی ہے، اس کا علاج کرتا ہے اور اگر کوئی بیماری سمجھ میں نہیں آتی، تو اس کا علاج نہیں کرتا ہے، تو ایسے شخص کو علاج کرنا ناجائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر موافق قاعدہ کے علاج کرتا ہے، درست ہے۔

(بدست خاص، سوال ۱۴۵)

(۷۵۴) جنابت کی حالت میں کھانا کھانے کا حکم؟ سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ حالت

جنابت میں طعام کھانا حرام ہے اور وہ طعام اس شخص کو اعنت کرتا ہے اور شیطان اس طعام میں بول ملا دیتا ہے، اور اس شخص کے جسم کے بال جلاتے ہیں، اور جو جان کرنا پاک رہے، وہ شخص حشر میں قبر سے ناپاک اٹھے گا۔ یہ صحیح ہے، یا نہیں؟

جواب: سب خرافات غلط، جہاں کی غفوات غلط ہے۔ فقط

(بدست خاص، ص ۱۴۵)

جواب: عمر کے بعد خود بخود شریک کرنے کی کوئی اصل نہیں، بدلتی ہمام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ، ج ۷)

(۷۶۰) جماعت علماء بحیثیت مجموعی مجدد ہوتی ہے؟ مسئلہ: مجدد ایک شخص نہیں ہوتا، اکثر بلکہ عالم فہم میں مجموعہ علماء کا ایک شخص ہوتا ہے، لہذا ہر وقت میں جو علماء مانع بدعت ہوں اور نئی سنت، ان کا مجموعہ مرد ہے۔ جس کو ہاں صفت پادری اس مجموعہ کا ایک جز خیال کریں، اور جن لوگوں نے ایک کو قراہی دیا ہے ان کو سخت مصیبت پیش آئی اور تاویلات کر کے بنایا، تاہم درست نہ ہوا۔ حفظہ اللہ تعالیٰ اعلم۔ (مجموعہ، ج ۷)

(۷۶۱) کیا ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جاتی ہے؟ سوال: بیماری ایک کی دوسرے کو ہو جاتی ہے یا نہیں، بھید تاثیر ہوا کے، اور اگر نہیں ہوتی ہے تو کیا سبب ہے کہ جب گھر میں ایک کو بخار ہوئی، تو سب گھر کے آدمیوں کو ہو جاتی ہے، یا مثلاً باپ کو بخار ہوئی یا دوسری بیماری ہے تو بچے کو بھی ہو جاتی ہے، یا ایک شخص کو بخار آتی ہے تو دیکھنے والے کو یا پاس والے کو بھی بخار آتی ہے؟ کہ فرما رہی آ جاتی ہے، چنانچہ تجربہ سے ظاہر ہے۔

جواب: بیماری کی تاثیر ہوا میں ہو کر دوسرے پر اثر بیماری کا ہو جاتا ہے، یا ذیہ تعالیٰ ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ پانی پر کی ہو سر اور آگ پر کی ہو گرم ہوتی ہے، یا یہی ہی وہائی ہوا کا اثر ہے، مگر یہ حق تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے، کبھی نہیں کبھی ہوتا، بخور مرض نہیں لگ سکتا۔

اور باپ کا مرض بھر میں اس دور سے ہوتا ہے کہ غلط سبب اعضاء سے نکلتا ہے، لہذا اس غلطی کا اثر ہو کر عضو بائیں پیر کا ہو جاتا ہے، مثل عضو چار کے۔ (دست نامہ، ج ۱۰۰)

(۷۶۲) ہفتہ کے دن سفر کرنا اور مکان کی بنیاد ڈالنا کیسا ہے؟ مسئلہ: ہر روز خیرے سطر کرنا اور مکان کی بنیاد ڈالنی درست ہے، شرع میں کوئی دن شخص دشوم نہیں، سب دن اچھے ہیں، ہاں بعض روز میں حق تعالیٰ نے برکت دی ہے، مثل وشنہ، پنجشنبہ، جمعہ، مگر دشوم کسی دن میں نہیں، یقول نجومیوں کا ہے، شرع نے اس کو رد کر دیا ہے، اور شرک کہا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

(الطہورۃ شرک (۱))

(۱) الحسن بن علی بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الطہورۃ شرک، قالہ یحییٰ ومشکوۃ باب النجاسۃ والنجسۃ ج ۲ ص ۳۹۲، وصحیح المطابع النبیہ طبعی ۱۳۵۵ھ، لا یشکوۃ کتاب الطب والفری، باب النجاسۃ والطہورۃ، ص ۲۶۱، اولم الصحیحۃ، ج ۲ ص ۳۰۲، تار معانی بن عبدالمعین علی مشکوۃ الطہورۃ ج ۱ ص ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷

سو کسی زمان یا مکان یا شے میں شوم ماننا بہت بڑا ہے، حق تعالیٰ خالق و مقرر ہے، جس شے کو چاہے کسی کے حق میں حیرک کر دے اور جس کو چاہے شوم بنا دے۔ اگر عرض سفر بروز بخشنید موجب برکت ہے اور سفر بروز شنبہ محرم شوم ہوتا یا نہیں تلا ہے اس کی اصل کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ وہی بذالقیاس، ہذا مکان جب چاہے شروع کرے، شنبہ اور غیر شنبہ کوئی شخص نہیں۔ یہ کلام خارج از شرعیات سے ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کتب ص ۱۰۲ ص ۱۰۳ ص ۱۰۴ ص ۱۰۵ ص ۱۰۶)

رشید احمد گنگوہی مدنی

(۷۶۳) سات ستاروں کی تاثیر کا یقین؟ سوال: ایسے لوگ کہتے ہیں کہ جتنا اگر برستا ہے یا

آندھی آتی ہے، یا کسی کو کوئی مصیبت ہوتی ہے یا ترقی ہوتی ہے، یہ سب باتیں سخی سیارہ کی تاثیرات پر موقوف ہیں۔ یہ بات صحیح ہے، یا غلط ہے؟

جواب: یہ سب باتیں غلط ہیں، سب خدا کی قدرت سے ہوتا ہے۔

جانوروں سے متعلق چند مسائل

(۷۶۴) جانوروں کا نگہداشت کے اہتمام کے ساتھ پالنا؟ سوال: فیور و وحش کو بے

ضرورت فقط تفریح و طبع کے واسطے قید اور قفس میں رکھنا جائز ہے یا قلم ہے؟

جواب: جانور کا پالنا قفس میں درست ہے، اس کے کھانے پانی سے ہوشیار ہے، تکلیف نہ ہو، اور

(مجموعہ کتب ص ۱۰۶ ص ۱۰۷)

قفس میں رکھنا درست ہے۔ فقط

(۷۶۵) جانوروں کو کتے وغیرہ کا، جھوٹا کھانا کیسا ہے؟ سوال: حیوان کو جھوٹا کھانا کیسا اور کسی

طرح، ناپاک کھانا کھانا کیسا ہے؟

(مجموعہ کتب ص ۱۰۷ ص ۱۰۸)

جواب: جائز ہے، ناپاک کھانا کھانا حیوان کو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(۷۶۶) گرم پانی سے کھٹکوں کا مارنا صحیح ہے؟ سوال: چار پانی میں کھٹکوں کی زیادہ تکلیف دیتے ہیں

اور بغیر گرم پانی کے ان کی تکلیف مشکل ہوتی، پانی تکلیف دہ کرنے کے لئے گرم پانی سے کھٹکوں کا جلانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: گرم پانی سے کھٹکوں کا مارنا درست ہے، مابعد آگ میں ڈالنا درست نہیں؟

(مجموعہ کتب ص ۱۰۸ ص ۱۰۹)

(۷۶۷) بلی جو بار بار نقصان پہنچائے، جانوروں کو کھالے، اس کا مارڈالنا: سوال: اگر پالتو جانوروں

کی حفاظت عادت کے موافق کی جاوے، باوجود اس کے بلی کھا جاوے، چند بار ایسا نقصان کرے، تو اس ایذا کے سبب بلی کا قتل جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: بلی جو جانور یا طعام کو مکرر نقصان پہنچائے، تو قتل کرنا اس کا درست ہے۔ فقط (مجموعہ فرغ آبادی ۳۵-۳۷)

(۷۶۸) جان یا مال کی حفاظت کے لئے کتا پالنا؟ مسئلہ: مطلق حفاظت کے واسطے کتا

پالنا جائز ہے، جان ہو یا مال فقط، واللہ اعلم (فرغ آبادی ۵۰)

(۷۶۹) کتا پالنے پر جو وعید ہے وہ کس کتے پر ہے؟ سوال: یہ ہے کہ جب کتا پالنے والے کو عیش

دنیا بھی حاصل ہو اور اکثر اعمال صالحہ کی بھی توفیق ہو تو پھر اس کا کیا مطلب ہے، کہ اس کے گھر میں فرشتہ رحمت کا نہیں آتا۔

فرشتہ رحمت سے کیا مراد ہے اور اس کے نہ آنے میں کیا نقصان ہے۔ اگر ثواب اعمال کا نقصان مراد ہے، تو بقدر

قیراط کے، وہ نقصان ہوتے ہیں، کچھ ثواب کا باقی رہنا بھی ظاہر ہے، تو فرشتہ رحمت کا نہ آنا، کیسے ثابت ہوگا؟

جواب: اس کتے سے وہ کتا مراد ہے، جو موزی اور حفاظت کا نہ ہو۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فرغ آبادی ۵۰-۵۳)

چوری اور حد وغیرہ کے چند مسائل

(۷۷۰) چوری کے سامان کا خریدنا جائز نہیں: سوال: اگر یوں معلوم ہو کہ یہ شتر چوری کا ہے، تو

اس کا خرید کرنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: چوری کے مال کا خریدنا حرام ہے۔ (بدست خاص، سوال ۱۳۶)

(۷۷۱) چوری کی ہوئی چیز کا واپس کرنا واجب ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس

مسئلہ میں: کہ کسی شخص نے سرقہ کیا اور پھر نادم ہو کر اس سے برأت چاہتا ہے، مال مسروقہ مالک تک نہیں پہنچا سکتا ہے، یا تو اس

جگہ سے کہ مثل اس کے دستیاب نہیں ہو سکتا، یا اس کی سرکشی کے باعث، کہ اگر خبر ہو جاوے تو بری طرح پیش آوے [گا، تو] کیا

کرے، اور اگر مال مسروق شخص تک پہنچ گیا اور اس کے پاس متغیر ہو گیا یا متغیر ہوا ہو [آیا، اس کو پہنچا، اب اس کے دینے میں

حرج ہے، تو یہ شخص سارق (صاحب مال) کو اگر قیمت مثل دے دے، یا اس کے عوض بقدر اس کی قیمت کے کچھ دیدے، تو یہ

شخص بری الذمہ ہو سکتا ہے، یا برأت کی اور کچھ نہیں؟

جواب: حق العبد سے سارق بدون مسروق کے رد کرنے، معاف کرنے کے بری نہیں ہوتا، پس اگر مثل مسروق نہیں

ملتا تو قیمت دیوے، اور جو شے ایسی متغیر ہو گئی ہے کہ دوسری شے کہلاتی ہے، جیسا بکری اور گوشت، کہ بکری کو ذبح کر کے گوشت

نکال لیا تو بھی مشکل شے، یا مثل نہ ہو تو قیمت دیوے اور جو تھوڑا فقیر ہوا ہے تو وہ شے ہی دیوے، قیمت دینے سے بری نہ ہوگا مگر جو مالک قیمت پر راضی ہو جاوے تو مضافۃً نہیں، اور جو سرقہ منہ کی اذیت کا اندیشہ ہے، تو کسی حیلہ سے اس کے مکان میں اس شے کو رکھواوے، کہ قبضہ مالک کا اس شے پر ہو جاوے، یہ سارق بری ہو جاوے گا۔

(مجموعہ کتابیں ص ۱۳۳-۱۳۵)

(۷۷۲) چوری کا جانور ذبح ہونے کے بعد کس کا ہے؟ سوال: اگر وہ بے سرقہ ذبح کردہ شود

قبل از حضور مالک باز حاضر شد، پس حق سارق یا مالک و خوردن او، کے راجح است، یا نہ۔

ترجمہ سوال: اگر چوری کا جانور ذبح کیا گیا، مالک کے آنے سے پہلے، پھر مالک آ گیا، تو اس پر مالک کا حق ہے یا چور کا، اور اس کا کھانا ان میں سے کسی کو چاہئے، یا نہیں؟

جواب: جانور سرقہ چوں ذبح شد ملک مالک است نہ سارق، خوردن مالک را و باذن مالک، دیگر اس راجح است۔

(مجموعہ کتابیں ص ۱۳۶)

است۔ وهو المعتمد

ترجمہ جواب: چوری کا جانور چاہے ذبح کر دیا ہو [اس وقت بھی] مالک کی ملکیت ہے، نہ کہ چور کی، مالک کو اس کا کھانا درست ہے اور مالک کی اجازت سے، دوسروں کے لئے جائز ہے، اور اسی پر اعتماد کیا گیا ہے۔ [ت: نور]

(۷۷۳) چوری کی ہوئی چیز کا مالک کے استعمال

میں دیدینا بہتر ہے یا اس کا صدقہ کرنا؟ ضرورت میں آتے ہیں، خرید کر اس کے دفتر میں داخل

کر دیئے گئے تصدق سے بہتر ہوا یا نہیں؟ بیان فرمائیے اور اگر عظیم اللہ سے پائے؟

جواب: اگر یہ کاغذ خود کام کے کام میں صرف ہوتا ہے تو تصدق پر مقدم بلکہ واجب ہے تصدق اس وقت میں کرتے ہیں کہ اہل حق کو اپنا حق نہ مل سکے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کتابیں ص ۱۳۸-۱۳۵)

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۷۷۴) صرف ایک گواہی سے قتل کا حکم؟ مسئلہ: ایک شہادت سے فعل کا ثبوت نہیں ہو سکتا، نہ قصاص نہ دیت، قسامت بھی بسبب بعد از خبر نہیں آتا، مگر ہاں اگر وہ زمین مملوک کسی کی ہووے، تو مالک پر قسامت

(مکتوب نام مولانا خلیل احمد مکتوب ۱۹)

ہووے گا، ورنہ ہر ہوا۔ ایسے قرائن پر قتل کا ثبوت روا نہیں۔

(۷۷۵) واطی بہیمہ کو تعزیر اور بہیمہ کا حکم: واطی بہیمہ کو تعزیر جو مناسبت جانی جاوے دی جاوے اور بہیمہ ملک مالک ہے، اس کی ملکیت میں رہے، اور ذبح وغیرہ جو وارد ہوا ہے، وہ بھی زجر ہے نہ شرعاً فقط

(مکتوب نام مولانا خلیل احمد مکتوب ۱۹)

وعظ و نصیحت کے چند احکام اور متعلقات

(۷۷۶) وعظ مسجد اور بازار دونوں جگہ درست ہے: سوال: ایک شخص کہتا ہے کہ مسجد میں وعظ کہنا ممنوع ہے، برسر بازار تخت بچھا کر، فروش مکلف سے آراستہ کر کے، اس پر وعظ کہنا فرض ہے۔

جواب: اور وعظ کہنا برسر بازار بھی درست اور مسجد میں بھی درست، جناب فخر عالم علیہ السلام نے مسجد میں وعظ فرمایا ہے، احادیث اس سے پر ہیں۔ غرض وعظ سب جگہ درست ہے، امر بالمعروف نہی عن المنکر واجب ہے، خواہ کہیں ہو۔ فقط

(مجموعہ چند یا نوی ص ۸۷-۸۹)

(۷۷۷) وعظ و نصیحت کیلئے صلاحیت اور مطلوبہ قابلیت کیا ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ ایک شخص نو جوان مرد صالح، پرہیزگار متبع سنت و تابع شریعت، یعنی اللہ تعالیٰ کو وحدہ لا شریک لہ جاننے والا، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا تصدیق کرنے والا، نماز پنج گانہ پڑھنے والا، زکوٰۃ کا دینے والا، نیک باتوں پر دھیان نہ کرنے والا، فسق و فجور سے بچنے والا، حتیٰ الوسع مذاہب باطلہ کی تردید کرنے والا، صرف اردو کی کتابوں سے فقط صرف علم اردو بخوبی جاننے والا، احکام ممنوعہ سے بپاقت علم اجتناب کرنے والا، اگر باعث افلاس و تنگدستی کے غریب الوطن جا کر، کتب واعظیہ تدریس: مثلاً ترجمہ اردو کنز الدقائق و مالا بدمنہ، تفسیر عزیزی و فتح العزیز، تفسیر جامع التفاسیر، تصنیف مولانا نواب قطب الدین صاحب مرحوم دہلوی و دیگر تصانیف نواب صاحب مرحوم، مثل تحفۃ الزوجین، و گلزار جنت، و ترغیب الجماعت وغیرہ اور حدیث میں سے مظاہر الحق، مشارق الانوار و مجالس الابرار، و عقائد میں سے تقویت الایمان و صراط مستقیم شرح سفر السعادت، و نصیحت المسلمین، و رسالہ حج مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی و مکتوبات مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نانوتوی و دیگر کتب اردو، مثل مجموعہ سعادت وغیرہ، ایسے موقع پر کہ جہاں لوگ رسومات بدعیہ و شرکیہ میں مبتلا ہوں۔ اس کے لئے کتب مذکورہ کا وعظ و نصیحت خالص اللہ، واسطے قائم کرنے دین کے، کہ وہ لوگ جاہل نماز روزہ وغیرہ سے، درس (و) تدریس کیلئے، دین کی ترقی روشن کرنے کے لئے، کہ وہ لوگ بوجہ جاہلیت کے دین محمدی سے بے بہرہ ہوں، درست ہے، یا نہیں؟ اور قصد اس کا صرف ترغیب و ترہیب ہو، شرعاً درست ہے، یا نہیں، اور علم عربی سے ناواقف [ہے]۔ جواب مع مہر تحریر فرمادیں، اللہ تم کو اجر عظیم دے۔ بیناتو جروا۔

جواب: اس کا کچھ شبہ نہیں کہ آدمی علوم دینیہ نہ پڑھتا ہو، فقط فارسی اور اردو کی استعداد رکھتا ہو اور وعظ (و) درس

کرے مگر یہ ضرور ہے کہ ایسا آدمی ان کتب اور مضامین کو خوب سمجھ لے اور استاد باہر واقف سے تحقیق کر لے اور پھر بیان کرنے میں ہوشیاری سے کجی بھی مضامین بیان کرے، اور جو مسئلہ ابھراحت مذکور نہ ہو، اس میں لب لظہ جواب نہ ہو، جس قدر معلوم و تحقیق ہے اسی قدر جواب دے اور بیان کرے، نقل اشتہار اور اختلاف میں سکوت کرے اور محقق علماء سے تحقیق کر کے یوں لے تو اس شرط کے ساتھ نظر ثبوت اگر حفظ واضح کرے تو درست ہے۔ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

يَلْفُؤْاْ غَنِيًى وَ لَوْ اَيَّدَ الْحَدِيثُ (۱)

اس حدیث میں جو کچھ غدر نے لکھا ہے، سب اشارہ فرما دیا ہے، وال غافل تکفیه الإشارة

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی مفتی اعظم

(گنہگار میں ص ۷۸)

(۷۷۸) جو باضابطہ عالم نہ ہو مگر علماء اور باخبر ہو، اس کو حفظ کہنا صحیح ہے: سوال: ایک شخص نے قرآن شریف کا ترجمہ کسی عالم باعمل سے پڑھا، اور تفسیر الایمان اور مابعد [من] اور روایات اور مسائل ان کے اور رسائل مضبوط عالم باعمل سے پڑھے، اور سوائے ان کے اور مسائل دینی علماء حقانی سے تحقیق کیا کرتا ہے اور جتنا پڑھا اسکائی لوگوں کو وہ حفظ سناتا ہے، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا، اور جو کوئی شخص اس سے مسئلہ دریافت کرتا ہے، اگر اسے معلوم ہوتا ہے تو قائل دیتا ہے اور جو نہیں معلوم ہوتا، تو کہہ دیتا ہے کہ مجھ کو معلوم نہیں، قریش کی اپنی رائے سے یہ کون نہیں کہتا۔ ایسے شخص کا وہ حفظ سنا اور اس کا وہ حفظ کہنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص کو وہ حفظ کہنا درست ہے۔ حفظ

(نقل رشید احمد گنگوہی ص ۷۸)

(۷۷۹) واعظ میں کیا کیا شرائط ضروری ہیں؟ سوال: کون شخص واعظ کا منصب دیکھتا ہے اور

واعظ میں کیا کیا شرائط ہونی چاہئیں؟

جواب: واعظ کہنے کو علم دین اور تقویٰ کا ہونا اور صحت روایات کا تمیز کر کے بیان کرنا اور قائل روایات سے اجتہاد رکھنا اور جہالت خلیق کی نیت سے بیان کرنا اور نفسانیت اور مٹی سے پاک ہونا، شرائط واعظ ہیں، اور واعظ میں لوگوں کا حال رعایت رکھنا، کہ جس معصیت کی کثرت دیکھے اس کو پڑنی لہذا کثرت کرے، اور کسی کا کام خاص کر کے نہ

(۱) یہ لفظ شریف کی حدیث ہے۔ کتاب الصحیحات الکبیر، باب مناقب عن ابی ہریرہ ص ۳۹۰، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۰۱، مشکوٰۃ
طریض الحدیث، الجزء الثانی، شریف، باب مناقب، ص ۳۹۰، ج ۲، رقم الحدیث: ۳۳۰۱، مشکوٰۃ، کتاب العلم، الفصل الاول
ص ۱۳، ج ۱، رقم الحدیث: ۱۹۸، مناقب ابن عبدالمکرم، مناقب النبیؐ، ص ۳۰، ج ۲، مشکوٰۃ، شریف، باب مناقب، ص ۳۰
ج ۱، (رشید، تعلی) نقل صحیح المطابع، ص ۱۳

لیوے، اور اصلاح عقائد و اعمال کی رعایت کر کے مناسب حال لوگوں کے مسائل بیان کرے اور قصہ کہانی فضول بیان نہ کرے۔ اور اس قدر حوصلہ بیان کر لوگوں کو ملال نہ ہو کہ اسے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلام میں ۱۳۲-۱۳۵-۱۳۶)

(۷۸۰) جاہلِ ان پڑھ بے سمجھ کا وعظ کرنا، ناجائز ہے: سوال: ایک شخص بالکل امی یعنی قرآن بھی نہیں پڑھا، کوئی سورت قرآن کی بھی گنجی یاد نہیں، اور زبان سے بھی نکلتا ہے اور اپنے کلاموں کی تصور کرتا ہے، گھروں میں اور بازاروں میں وعظ بھی کرتا ہے اور لوگ اس کے وعظ میں، سب خراب الٹا پی کے تسخر کرتے ہیں، پھر وہ وعظ نہ کران کو گالیاں دیتا ہے اور علاوہ اس کے غلاموں میں اور قصبے، وعظ میں بیان کرتا ہے، چنانچہ ایک جگہ وعظ میں بیان کیا کہ جو کوئی عورت اپنے خاندان کی عزت مانے تو اس کو کڑوے نعم میں باغداد کر مارو۔ ایک مساکن نے وعظ میں دریافت کیا، کہ اگر کڑوے نعم گھر میں نہ ہو تو کیا کریں؟ اور وہ صاحب نے فرمایا کہ مکان سے باہر لا کر مارو، تب لوگوں نے بہت تسخر کیا، ایسے شخص کو وعظ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کا وعظ سننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص جاہل کو وعظ کہنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا بھی درست نہیں، کہ وہ گمراہ کرنے والا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی مفتی مد

(خلاصہ رشیدیہ میں ۱۳۷-۱۳۸)

(۷۸۱) وعظ کہنا کہلا، ہر جگہ ہر وقت، ہر ایک کے سامنے جائز ہے: سوال: ایک شخص جو جی بول فرماتے ہیں، کہ ہمارے مولوی صاحب ایسے عالم ہیں کہ پاسو پاسو کیس تک ان کا کوئی فتویٰ دو نہیں کرتا۔ ہمارے مولوی صاحب بول فرماتے ہیں۔ کہ رات کو کھانا میں وعظ کہلا، ہر گز درست نہیں ہے، کیونکہ جب دعوت کے سامنے لائیں یا چراغ رکھا جاتا ہے تو عورتیں دعوت کو گھورتی ہیں، اور بہت شور برپا ہوتا ہے، وعظ سن کر بھاگ گئی ہیں، اور رات کو جو عورتیں پاؤں پاؤں سات سات ٹھٹھکی مچا ہو کر وعظ سنتی ہیں، یہ بھی ہر گز درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں بہت فساد برپا ہوتا ہے، سوائے اس کے کہ اگر شریعتِ محمدی میں رات کو کھانا میں وعظ کہلانے کی کوئی اصل نہیں پائی جاتی، اور سوائے اس کے مولوی صاحب مذکور نے اور جو بات بھی، رات کے وعظ (کے) ناجائز ہونے کے قائم کئے ہیں، جس کی تحریر کا مطلوب چاہئے۔

اور قصب یہ ہے کہ مولوی صاحب جو ان عورتوں کو صریح بھی کرتے ہیں، اور ان کی مریدان اکثر بے پردہ بھی ہیں، چڑی مارنی وغیرہ، مولوی صاحب کے سامنے بے حجاب آتی ہیں، روٹی وغیرہ پکا کر کھلاتی ہیں، وہاں مولوی صاحب کو فساد کا کچھ خیال نہیں آتا ہے۔

ایک شخص نے جی جی سے دریافت کیا، کیا وہاں سنا باکھل منع ہے، جی جی صاحب نے فرمایا کہ مسجد میں ہونا منع اور بعد نماز مغرب و عشاء مسجد میں جو بھگتوں میں نہ ہوں۔ سائل نے کہا کہ کیا گھروں کو یہی سیکھنا منع ہے جی جی نے کہا کہ وہاں منع ہے، عمرہ مسجد میں بن کر گھروں میں جا کر جان کر وہی سائل نے کہا کہ جو کچھ گھروں میں وہاں کے کہنے کو باقی ہیں وہ وہاں سے کہنے کو نہیں باقی، جی جی نے کہا، اگر تے میں تو آپ جنم میں جائیں گی تم کہہ کر رہی ہو جاؤ۔

دوسری بات سائل نے یہ کہی، کہ ہمارے کہنے اور وہاں کے کہنے کو زمین آسمان کا فرق ہے، پوری طرح سے ہم لوگ نہ عذاب و دوزخ جان کر نکلیں اور نہ خوشخبری، جنت، اور نہ حقوق زمین و فضا کی علم دین عیاں کر نکلیں۔ جی جی صاحب اہم کل پر رگوں سے سختے آئے ہیں، انہیں سے اس طرح تک پچھم خود دیکھتے آئے ہیں، کہ رات کو وہاں گھروں میں ہوتا چلا آتا ہے، اور مولوی لوگ بھی اپنے گھروں میں مسافر، وہاں کا وہاں کہلاتے ہیں، حالانکہ وہ خود مولوی ہوتے ہیں اور اپنی اور محلہ کی گھروں کو وہاں سناتے ہیں، اگر وہاں رات کو مکانات میں ناچا کر ہوتا تو مولوی اپنے گھروں میں کیوں کہلاتے۔

چنانچہ مولوی عبدالرحمن صاحب پانی پتی نے، مولوی فتح محمد (صاحب جلال آبادی) کا رات کو اپنے مکانات میں وہاں کہلا یا، اور کل محلہ کی گھروں کو سنوایا اور مولوی رحیم بخش صاحب نے بھی وہاں کہلا یا، اور مولوی محمد مراد صاحب حدادی منظر گھر نے، مولوی امیر بارخان صاحب سہارنپوری اور مولوی محمد حسین صاحب فقیر خانی کا اپنے گھر میں وہاں سنوایا، اور سوائے اس کے ہم جس ہستی میں، واسطے تہارت کے یا کا ضروری کے پہنچتے ہیں، سب عالم اپنے اپنے گھروں میں مسافر و اہلکوں کو وہاں کہلاتے ہیں، اگر ناچا کر ہونا کوئی نہ کہلاتے۔

جی جی صاحب: میری محفل تافس میں یہ بات آرہی ہے اور سب لوگ اس کو جانتے ہیں کہ پہلے گھروں میں اس قدر کھڑ اور شرک اور بدعت کا رواج تھا، کہ سیتکا و غیرہ پہنتے تھے، اور قبروں اور چنڈوں اور تھریوں کو بچتے تھے، اور بچوں کے سروں پر جیروں کے نام کی چڑیاں اور جیروں میں چڑیاں دیکھتے تھے، اور سوائے اس کے گھروں میں بیکروں خرافاتیں ہوتی تھیں، اب تو یہ ہے کہ گھروں کے وہاں ٹٹے خانے سے یہ بات چھوٹ گئی۔

اللہ تعالیٰ علما و دین کو ہمیشہ ہمیشہ قائم رکھے، کہ جن کی بدولت ہم لوگ ایمان (و) کلمہ میں غرق ہو گئے۔ اب سائل دریافت کرتا ہے کہ گھروں میں رات کو وہاں کہلا نا جائز ہے، یا نہیں اور وہاں اس صورت سے ہوتا ہے کہ رات کو واسطے گھروں کے کپڑے کا پڑو ہو جاتا ہے، کلمہ گھروں میں پڑو نہیں اور بعض بے پرواہی میں بیٹھ کر وہاں خفی ہیں اور بعض عورتیں بچاس قدم دور ہوتی ہیں، اور بعض عورتیں کھڑکی پر بیٹھ کر خفی ہیں۔ غرض، ہر صورت میں مردوں سے دور ہو کر وہاں

سنتی ہیں اور سن کر عمل بھی کرتی ہیں، چنانچہ سیکڑوں عورتیں کفر و شرک سے توبہ کرتی ہیں، اور بے نمازی عورتیں نمازی ہو جاتی ہیں۔ تو اس صورت میں وعظ کہلایا جاتا ہے، اور پانچ پانچ سات سات محلہ سے، عورتوں کو وعظ سننے جانا جائز ہے، یا نہیں؟ اور خاوندوں کو ایسے وعظ میں اجازت دینی جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر خاوندان عورتوں کو وعظ سننے کی اجازت دیں گنہگار ہوتے ہیں، یا نہیں، جو خاوند وغیرہ اس صورت کے وعظ میں عورتوں کے جانے سے منع کریں، گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں؟ اب علمائے دین سے یہ عرض ہے کہ جو حکم خدا اور رسول اُس کے کا ہو، مع دلائل تحریر فرماویں۔

جواب : وعظ کہنا اور کہلانا رات اور دن کو، مساجد میں سب جگہ سب اوقات میں، درست ہے، کوئی خصوصیت نہیں، قال اللہ تعالیٰ :

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ. الآية ترجمہ: اور سمجھاتا رہ، کہ سمجھانا کام آتا ہے ایمان والوں کو۔
(الذاریات: ۵۵)

(ترجمہ شیخ الہند)

کچھ قید زمان و مکان کی وعظ میں حق تعالیٰ نے نہیں فرمائی اور حدیث صحیح ہے:

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً الْحَدِيث. کہ میرے احکام کی تبلیغ کیا کرو، اگرچہ قلیل ہو۔
(رواہ البخاری)

(بخاری نے روایت کیا ہے)

تبلیغ احکام کو آپ نے فرض فرمایا اور کوئی قید کسی وقت اور مکان کی نہیں فرمائی، اور اپنی رائے سے نص کو مقید کرنا منع ہے، پس ہر وقت ہر جگہ وعظ کہنا درست ہوا۔ اور جو مفسد اس شخص نے بیان کئے ہیں، وہ دن میں بھی ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی عورت کی چال و حال سے فتنہ ظاہر ہو، اس کا انتظام کرے، ورنہ خواہ مخواہ اپنے وہم فاسد سے مسلمان عورتوں پر، حکم خداوندی کا سننے سے تنگی کرنا اور منع کرنا سخت بیجا ہے۔ غرض تقریر اس شخص کی عدم جواز وعظ شب میں بیہودہ ہے۔

وعظ سننے سے مستورات کو فائدہ ہوتا ہے، ضرور سننا چاہئے، مگر جس میں کوئی مفسدہ ظاہر ہو، اس کا انتظام کر لیوے، اور بیوہ کا نکاح کرنا چاہئے، کیوں ان کو معطل کرے اور ابہر خیر سے روکے۔ جو وعظ سن کر وہ اپنا چارہ آپ کرے، نکاح بیوہ کا کرنا، والیان کو واجب تھا، جب انھوں نے سنت کام برا جانا، تو یہ بے غیرتی ان کو ہوئی کہ عورتیں خود اپنا نکاح کرنے لگیں، یہ عذر سخت بیہودہ و لغو ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

یہ جواب صحیح ہے: محمد مراد عفی عنہ

بے شک یہ وعظ میں جانا عورتوں کا جائز ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان تقدس میں، عورتیں عید گاہ میں وعظ سننے جایا کرتی تھیں اور وہیں نماز بھی پڑھتی تھیں۔

مجیب، محمد مراد مظفر نگری

کلام مجید میں صاف آیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اقْنُتُوا أَنْفُسَكُمْ وَاهْلِكُمْ
نَاراً (التحریم: ۶)

یعنی اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے
گھر کے لوگوں کو دوزخ سے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آگ سے بچنا مردوں اور عورتوں کو سب کو چاہئے، نہ کہ مردوں کو ہی ضروری ہے، اور
مردوں کو امر کے صیغہ سے تاکید کیا ہے، و اھلیکم فرمایا، کہ گھر کے لوگوں کو بھی بچاؤ۔ اور آگ سے بچنا خدا اور رسول کی
تابعداری سے ہے، اور امر و نواہی میں اور امر و نواہی وعظ سننے سے معلوم ہوتے ہیں، اور سوائے اس کے، رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی جب کوئی دعوت کرتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مکان پر تشریف لے جا کر، کھانا تناول فرماتے
تھے، تو بعد کھانے کے، اس گھر کے سب لوگ، نیز پڑوس کے سب مرد و عورت، آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر،
مسائل دینی دریافت کرتے تھے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں ارشاد فرمایا کہ مرد سنیں، عورتیں نہ سنیں، بلکہ
یوں فرمایا ہے: کہ علم دین کل مرد و عورتوں کو سیکھنا فرض ہے: طلب العلم فریضة علی کل مسلم و مسلمة۔

فائدہ: علمائے دین یوں فرماتے ہیں کہ اگر شوہر خود عالم ہو، تو شوہر پر فرض ہے کہ اپنی بیوی کو علم، یعنی مسائل
دینی سکھلاوے، ورنہ بیوی کو علم دین کے سیکھنے کی اجازت دیوے۔

نہ اذن دے شوہر اپنی بیوی کو مگر سات جگہ، پہلی واسطے عیادت والدین اور ان کی تعزیت کے واسطے، اور دوسری
واسطے ملاقات محارم اور ان کی عیادت کے، اور تیسرے دودھ پلانے کے لئے، اگر عورت قابلہ اور دائی ہو، چوتھے واسطے
غسل میت کے اگر وہ غستالہ ہو، پانچویں واسطے طلب ایک حق کے کہ دوسرے پر ہو، چھٹے واسطے ادائے حق غیر کے کہ اس
پر ہو، ساتویں حج اور طلب علم دین ضروری کیلئے: کذا فی المضممرات فی کتاب النفقات و عین العلم

فائدہ: ان عبارات (کی رو) سے عورت کو وعظ میں جانا اور دین سیکھنا واجب ہے۔ حدیث شریف میں
ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے، کہ قرب قیامت کے ایسے دجال اور کذاب لوگ فتویٰ دیں
گے کہ وہ نہ خود سمجھیں گے، بلکہ لوگوں کو گمراہ کریں گے، اور ایسی ایسی حدیثیں بیان کریں گے کہ جو تمہارے باپ دادوں
نے [بھی] نہیں سنی ہوں گی۔ (رواہ مسلم)

فائدہ: جو شخص وعظ شب کے سننے کو عورتوں کو منع کرتا ہے، وہ بھی انھیں لوگوں میں ہے، جن کی خبر رسول خدا
(صلی اللہ علیہ وسلم) نے دی ہے، کیونکہ جتنے عالم اہل اسلام میں متقدمین سے متاخرین تک ہوئے، ناچ وغیرہ کو منع
کرتے چلے آئے اور وعظ کے سننے سنانے کے فضائل بیان کرتے چلے آئے۔ اور یہ مولوی مانع، خدا اور رسول کا اور کل
اجماع امت کا خلاف کرتا ہے، پس شخص ایسے کے کہنے کا خیال نہ کرے، یہ گمراہ کرنے والا ہے، جو کچھ ضرورت ہو، علماء حقانی

سے دریافت کر لیا کرے اور مرد (و) عورت کو دل و جان سے وعظ سننا چاہئے۔ یہ وعظ سننا ہدایت ہے، اس پر اجماع امت کا ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي أَوْ قَالَ أُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلَى ضَلَالَةٍ وَيُدِ اللَّهُ عَلَى الْجَمَاعَةِ، وَ مِنْ شَدِّ شَدِّ فِي النَّارِ. رواه الترمذی (۱)

ترجمہ: فرمایا نبی علیہ السلام نے ہر گز ہر گز اللہ پاک میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا، اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے، اور جو جماعت سے جدا ہوا، آگ جہنم میں پھینکا جائے گا۔

فائدہ: علماء یوں فرماتے ہیں، کہ امت سے یہاں مراد اہل علم ہیں، یعنی اصحاب اور مجتہدین آنحضرت (ﷺ) نے فرمایا یہ گمراہی کی باتوں پر اتفاق نہ کریں گے، کیونکہ اس جماعت پر اللہ کی رحمت کا ہاتھ ہے، وہ ہمیشہ اللہ کی حفاظت میں رہیں گے اور جو کوئی ان سے جدا ہو کر، خلاف راستہ اختیار کرے گا، گمراہ ہو کر جہنم میں پڑے گا۔

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اصحاب (کرام رضی اللہ عنہم) اور علماء امت محمدی، سب وعظ عورتوں اور مردوں کو سناتے رہے، آج تک کسی عالم حقانی نے منع نہیں کرا، اگر یہ گمراہی ہوتا تو اس پر اجماع کیوں ہوتا اور اجماع اس پر ہے کہ گھروں میں مسجدوں میں، سب جگہ مرد اور عورتوں کو وعظ سناؤ۔ اب جو اس کے خلاف کرتا ہے، قرآن وحدیث و اجماع امت کا خلاف کرتا ہے اور رحمت کے ہاتھ سے نکل کر جہنم میں پڑتا ہے۔ یا اللہ اس مانع کو ہدایت دے اور کل امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہ تیر اور تیرے حبیب کا دل و جان سے ذکر سنا کریں اور ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین! جیسے کہ تو نے اپنے کلام [قرآن شریف] میں فرمایا ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ. (الانفال: ۲)

بے شک وہ لوگ ہیں کہ جب یاد کیا جاتا ہے اللہ ڈر جاتے ہیں دل ان کے، اور جب پڑھی جاتی ہیں اوپر ان کے نشانیاں اس کی، زیادہ کرتے ہیں ان کا ایمان، اور اوپر پروردگار اپنے کے توکل کرتے ہیں۔

فائدہ: افسوس ہے اس مولوی پر کہ اس نے کچھ پڑھا ہے، یا جلاہوں کی طرح مومن کہلاتا ہے کہ، کہتا ہے کہ وعظ سن کر عورتیں بھاگ جاتی ہیں، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن سننے سے (عورتیں) بگڑ جاتی ہیں، اور پروردگار عالم یوں فرماتا ہے کہ شناخت ایمان والوں کی یہ ہے، کہ جب ان کے سامنے یاد کیا جاتا ہے، اللہ اس کے خوف سے ڈرتے ہیں،

(۱) مشکوٰۃ کتاب الايمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثانی من ۱۰۳۰ ج ۱، رقم الحدیث ۱۷۳۰۱، رمضان بن احمد بن علی | مکتبۃ التوبة، دار ابن حزم ۲۰۰۳ء | نیز باب مذکور من ۳۰ ج ۱ | مکتب خانہ رشیدیہ، دہلی | نقل اصح المطابع ۱۳۷۵ھ |

علم اور تعلیم سے متعلق چند مسائل و احکام

(۷۸۳) علم سے مراد علم دین ہے، طلب علم سے اسی کی ترغیب دی گئی ہے: علم (سے) مقصود

مراد و مطلوب علم دین کا ہے فقط، نہ علم دنیا کا:

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ، الآية (الفاطر: ۲۸) سمجھ ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى: يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ. (المجادلة: ۱۱) اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور جن کو علم دیا گیا ہے، درجے بلند کرے گا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

ان دونوں آیات میں، صاف ظاہر ہے کہ علم سے علم دین مراد ہے، کیونکہ خشیت حق تعالیٰ کی علم دین سے حاصل ہوتی ہے، نہ علوم دنیاوی سے، اور رفیع درجات عند اللہ تعالیٰ بھی دین کے علم سے حاصل ہوتی ہے، نہ تحصیل علم دنیا سے۔ بلکہ علوم دنیا سے غفلت اور معصیت پیدا ہوتی ہے اور موجب عذاب کا ہوتا ہے، کما لا یخفی۔

علیٰ نبی! جہاں کہیں تمام قرآن شریف میں ذکر علم مطلوب کا آیا ہے، وہاں علم دین ہی مراد ہے اور بس:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: طلب العلم فريضة على كل مسلم الحديث (۱) فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ، علم کا سیکنا ہر مسلمان کے لئے فرض ہے۔

وقال أيضا: من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله (۲) الحديث نیز فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علم حاصل کرنے کے لئے [اپنے گھر اور وطن سے] نکلا، وہ اللہ کے راستہ میں ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں بھی مراد علم دین کا ہی ہے۔ کیونکہ طلب کا فرض ہونا اور طالب کا فی سبیل اللہ ہونا، دین

(۱) کواد ابن ماجہ ص: ۲۰ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم (مقطع طروفی دہلی) نیز ابن ماجہ ج: ۱ ص: ۱۵۱، رقم الحديث: ۲۲۴
ت: شعب الارونوط الرسالة العالمية ۱۳۳۰ھ نیز مشکوٰۃ ج: ۱ ص: ۳۳ اصح المطابع رشیدیہ دہلی: ۱۳۵۵ھ نیز مشکوٰۃ فصل مذکور ج: ۱ ص: ۱۶۲ رقم الحديث: ۲۱۸ [مکتبۃ التوبہ دار ابن حزم، ت: رمضان من آل عوف ۲۰۰۳ء] [نور]

(۲) یہ حدیث ترمذی اور دارقطنی کی ہے۔ مشکوٰۃ کتاب العلم، الفصل الثانی ص: ۳۳ جلد: ۱، مکتبۃ رشیدیہ اصح المطابع دہلی: ۱۳۵۵ھ نیز مشکوٰۃ فصل مذکور ج: ۱ ص: ۳۳۱ [مکتبۃ التوبہ دار ابن حزم، ت: رمضان بن احمد ۲۰۰۳ء حدیث: ۲۲۰] [پان پوری]

کی وجہ سے ہی ہوتا ہے، نہ بوجہ تحصیل متاع دنیا کے۔ کہ جب متاع دنیا کو شارع نے: رأس کل خطیئۃ فرمایا ہے۔ (۱) پس جو شخص کہ سر جملہ گناہوں کا ہو، وہ کس طرح فرض اور فی سبیل اللہ بن سکتا ہے، اور علی ہذا جس قدر احادیث فضل اور تحصیل علم میں وارد ہیں، سب میں مراد علم دینیات کا ہی ہے، اور بس! اور ہرگز کہیں اس سے علم تحصیل دنیا کا مراد نہیں، اور وہ حدیث جو زبان زد ہے:

اطلبوا العلم ولو کان فی الصين۔ (۲) ترجمہ: علم کو حاصل کرو، چاہے وہ چین میں ہو۔

بشرط ثبوت کے، اس سے بھی علم دین ہی مراد ہے، کیونکہ قدر مایحتاج دنیا تو ہر بلد و قریہ میں حاصل ہے، پس اس قدر مشقت کہ تا بہ چین، اس کی تحصیل کے واسطے مشقت اٹھانا فرض ہو، ہرگز کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ دنیا کے واسطے امر ہووے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود رگوب، بحر کو، بوجہ مشقت کے، تحصیل دنیا کے واسطے نازیبا ارشاد فرماتے ہیں: لقولہ علیہ السلام:

لا یرکب البحر إلا حاج (۳) ترجمہ: حج کرنے والے کے علاوہ کوئی دریا کا سفر نہ کرے۔

پس اطلبوا کا لفظ جو فرض طلب پر دال ہے، بوجہ امر کا صیغہ ہونے کے، تحصیل متاع دنیا کے واسطے مشقت سفر کو کب فرض کر سکتا ہے، سو خلاف عقل و نقل کے ہے۔ بہر حال اس سے مراد وہ ہی علم ہے، جس کو فرمایا کہ:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ترجمہ: علم کا حاصل کرنا ہر اک مسلمان پر فرض ہے۔

جس کو علم دین کہتے ہیں نہ کہ علم دنیہ کا، اور یہ روایت کتب طب کہ:

العلم علمان الخ اولایہ حدیث ہی نہیں۔ (۴) بعد تسلیم فرض اس کے حدیث ہونے کے، وہ خود تفرقہ کرتی ہے

(۱) یہ حدیث بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت حسن بصری سے مسند روایت کی ہے (مشکوٰۃ کتاب الرقاق فصل ثالث ص: ۴۴۲ ج: ۲) [نقل اصح المطابع دہلی: ۱۳۷۵ھ] نیز مشکوٰۃ شریف ص: ۱۹۳۸ ج: ۳۔ رقم الحدیث: ۵۲۱۳۔ رقمان بن احمد [مکتبۃ التوبہ، دار ابن جریر ۲۰۰۳ء] [نور]

(۲) یہ حدیث نہیں کسی کا مقولہ ہے۔ ابن حبان نے اس کو باطل کہا ہے اور ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے اور بیہقی اور خطیب وغیرہ نے اس کو روایت کیا ہے اور مزنی نے اس کو حسن بغیرہ قرار دیا ہے (کشف الخفاء، ص: ۱۳۸، ج: ۱) [دار احیاء التراث العربی بیروت: حدیث ۳۹۷] [نور]

(۳) عن عبد اللہ ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرکب البحر إلا حاج او معتمر او غار فی سبیل اللہ فان تحت البحر نار او تحت النار بحر

بذل المجہود عکس طبع قدیم ص: ۴۰۵، ج: ۳ [سہارنپور: بادل المجہود شرح ابوالؤد، باب مذکور ص: ۲۹ جلد ۱: مولانا تقی الدین الندوی المظاہری اعظم گڑھ: ۲۰۰۶ء، ۱۴۲۷ھ]

ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی رکوب البحر، ص: ۲۰۵، جلد: ۳، رقم الحدیث: ۲۳۸۱، ت: شیخ محمد عواہ [مؤسسۃ الریان، بیروت: ۲۰۰۳ء]

نیز مشکوٰۃ کتاب الجہاد ص: ۱۳۶۳ ج: ۳، رقم الحدیث: ۳۸۳۸ [مکتبۃ التوبہ بیروت: ۱۴۲۳ھ] [نور]

(۴) یہ حدیث ہی نہیں حافظ ابن حجر نے اس کو موضوع کہا ہے اور بیہقی نے کتاب الطب کے شروع میں اس کو امام شافعی رحمہ اللہ کا مقولہ قرار دیا ہے۔ پوری عبارت ہے العلم علمان: علم الأدیان و علم الأبدان (کشف الخفاء ۲۸۱۲ حدیث ۱۷۶۵) [دار احیاء التراث العربی ۱۴۵۱ھ] [نور]

مفتی امین بخش اکیڈمی، کانپور

کہ علم کی دو نوع ہیں اور علم ابدان جو فن طب ہے، علم دین سے جدا ہے۔ کیونکہ ہر نوع دوسری نوع سے متباہن اور ضد ہوتی ہے۔ بہر حال علم ابدان کا علم دین کا غیر اور ضد ہونا، اس سے واضح ہو گیا، اور بالاولیٰ واضح ہو گیا کہ جس علم کی تحصیل کا حکم ہے، وہ علم دین کا ہی ہے۔ فقط

سوامر واضح رہے کہ جہاں علم دین کا اطلاق ہووے گا، وہاں دوسرے کسی علم کا دخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہر نوع متباہن دوسرے کی ہے، پس نصوص قرآن شریف اور احادیث سے واضح ہوا کہ، علم معتبر عند اللہ تعالیٰ و عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عرف شرع شریف میں، علم دین ہی ہے۔ اور عرف عام و خاص اہل اسلام میں قدیم و جدیداً، یہی ہے کہ جب علم کا لفظ بولتے ہیں اور عالم کسی کو کہتے ہیں، تو اس سے مراد علم دین اور عالم علوم دینی کا ہی مراد ہوتا ہے، نہ ریاضی و طب و فلسفہ، کہ ان علوم کو کوئی بھی علوم نہیں جانتا، کہ ان کے واقف کو عالم کہتا ہے۔

خود واضح ہو گیا کہ جو وقف، تعلم علم کے واسطے کسی اہل اسلام نے کیا ہے، تو غرض اس کی حسب اصطلاح شرع و عرف عام و خاص، قوم اہل اسلام کے، علوم دینیہ ہی مراد ہوتی ہے، اگرچہ صراحتاً علم دین کا نام نہ لیا ہو، چہ جائیکہ تصریح ہو، کیونکہ قاعدہ تمام امت کا ہے: المعروف کالمشروط۔ لہذا مصرف اس وقف کا خاص علوم دینیہ کا ہونا، منصوص ہو گیا۔ قال فی الدر المختار:

شرط الواقف کنص الشارع، أى فی المفہوم و الدلالۃ و وجوب العمل بہ (۱)

پس صرف کرنا اس کا، سوائے علوم دینیہ اور مبادی علوم دینیہ کے، کسی علم دنیا میں کسی وجہ سے درست نہ ہوگا، کیونکہ علوم دنیا ضد اور غیر علوم دینیہ کا ہے، اور اب ظاہر ہوا کہ نص واقف کی، مثل نص شارع کے ہے، کہ تبدیلی اس کی ہرگز درست نہیں۔ قال (فی) رد المحتار:

فإذا قال وقفت علی الأولاد الذکور یصرف إلی الذکور، بحکم المنطوق. وأما الاناث فلا یعطى لهن، لعدم ما یدل علی إعطائهن (۲)

اس سے ظاہر ہوا کہ ذکور کی قید سے دوسری نوع اولاد کا رفع ہو گیا، اور اس پر صرف اس وقف کا ناجائز ہوا، اور نیز در مختار میں ہے:

(۱) در مختار کتاب الوقف ج: ۱ ص: ۳۹۰، فصل برامی شرط الواقف فی اجارۃ "فروع مہملہ" (نور)

(۲) شامی کتاب الوقف مطلب لا یعتبر المفہوم فی الوقف ج: ۳ ص: ۳۱۶ (مجتہد دہلی) نیز شامی ج: ۳ ص: ۳۳۳ (دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ) (نور)

وان اختلف احدهما بان بنی رجلا من مسجدين او رجل مسجداً و مدرسة و وقف علیهما اوقافاً لا یجوز له ذلك (۱) و من اختلاف الجهة ما اذا كان الوقف منزلین، أحدهما للسكنی و الآخر للاستغلال، لا یصرف احدهما للآخر. (۲) الخ

ان روایات سے بھی واضح ہو گیا کہ اختلاف جہت میں صرف کرنا درست نہیں، چہ جائیکہ ایک دوسرے کی ضد ہو۔ پس ثابت ہوا کہ [وقف برائے علوم و دینیہ کو، تعلیم زبان انگریزی یا دیگر علوم دنیا میں صرف کرنا قرآن و حدیث کے مقتضی و فہمی سے، اور فقہاء کی عبارات سے ممنوع و ناجائز ہو گیا۔ اب کیسے کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ وقف علوم دینیہ کو تعلیم زبان انگریزی پر صرف کرنا درست ہی نہیں، بلکہ بدلتا معلوم ہوا سخت زیوں اور ناجائز ہے۔ اور یہ تصور کرنا کہ علوم انگریزی پڑھ کر، ترقی مسلمانوں کی ہووے گی اور پھر اس کے ذریعے سے دین حاصل کریں گے۔

اولاً: یہی قاعدہ غلط ہے کہ ترقی دنیا سے، ترقی دین کی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ دنیا و دین باہم دونوں ایک دوسرے کی ضدیں ہیں۔ اشتغال دنیا، باعث خرابی آخرت کا ہے، اور یہ مسئلہ بدیہی مسلم تمام عقلاء کا ہے، کہ اور دنیا غفلت دینے والی آخرت اور علم آخرت کی ہے اور مشغول کرنے والی کمالات و علوم اخرویہ کی ہے۔

ثانیاً: خود ظاہر ہے کہ جب سرکار نے تمام ہندوستان میں مدارس انگریزی جاری کر دیئے ہیں، کہ ہر شریف و وزیل، ہندو و مسلمان، مدارس میں داخل ہو کر، ہزار ہا سے تجاوز کر کے لکھو کھا (لاکھوں) کو نوٹ پیٹنی ہے، کہ پاس مل حاصل کئے ہوئے ہیں، اور اعلیٰ درجہ کے پاس بھی قریب لاکھ آدمی حاصل کئے ہوئے موجود ہیں، چنانچہ اخبارات سے یہ امر واضح ہے اور وہ عہدہ کہ موجب ترقی کا ہو، تمام ممالک مشرقیہ و مغربیہ ہندوستان میں، پانچ چھ ہزار سے زیادہ نہیں اور وہ اب سب مامور ہیں اور قریب لاکھ آدمی کے، ان کے امیدوار ہیں، اور آئندہ کو ہر ہرسال میں دو تین ہزار آدمی دیگر تیار ہوتے جاویں گے۔

اب خیال کرنے کی جائے ہے کہ اس قدر ہندو اور ارازل میں شرفاء مسلمان کس قدر ہیں، اور کیا نسبت رکھتے ہیں، اور مسلمانوں کو کس قدر عہدہ پانے کی نسبت اور امید ہے، آیا ہزار میں ایک کو امید ملے گی ہے، یا نہیں، پھر اس حال پر کیا توقع کوئی مسلمان عاقل کرتا ہے، کہ ہم کو عہدہ انگریزی دانی سے مل کر، ترقی قومی حاصل ہووے گی۔ جو کام انگریزی داں کا سابق ایام میں سو روپیہ میں ہوتا تھا اور بدقت اس کا واقف ملتا تھا، اب پانچ روپیہ میں اس کام کے ماہر صد ہا التجا کر کے، لینے کو موجود ہیں، اور اعلیٰ درجہ کے پاس والے، مزدوری چھ اندرو کو، مارے مارے پھرتے ہیں، ایک چپرا یا پانچ روپیہ کے مشاہرہ پر، سو سو مل

(نور)

(۱) لبر المختار کتاب الوقف ج: ۱ ص: ۳۸۰ [عکس محتاجی: ۱۳۳۴ھ]

(۲) والمختار کتاب الوقف، مطلب فی نقل انقضاء المسجد ج: ۳ ص: ۴۷۲، (مجتبائی دہلی)، نیز شامی ج: ۴،

(نور)

ص: ۳۶۱ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ]

پاس والے امیدوار ہیں، اور سوائے حرمان اور بھوکے مرنے کے کوئی ترقی نہیں ہے۔ آئندہ کو کہ زیادت پاس کنندگان کی ہو دے گی، کیا حال پیش آوے گا۔ لطف یہ ہے کہ بتوقع روزگار ہر ہر قوم و پیشہ والے اپنے گھر کی دولت فیس و خوراک میں صرف کر کے، تعلیم انگریزی کی پائی اور اپنے پیشہ کو ترک کر کے، اس سے نااہل شخص اور محروم رہے، اور بسبب کثرت پاس والوں کے اب روزگار بھی ان کو ملنا کمال ہو گیا، اور دین کی تعلیم سے بھی باستمناء ترقی و دنیا محروم ہوئے۔ تو دیکھو کس قدر خسار الدنیا و الدین کا مصداق وہ ہو رہے ہیں۔ پس افسوس ہے کہ اس امر مشاہد کو کوئی بھی آنکھ کھول کے نہیں دیکھتا اور توقع مبہوم میں کہ ظاہر دھوکہ ہے، خراب ہو کر خواب غفلت میں ہیں اور ترقی و دنیا کا خواب و خیال باندھ رہے ہیں۔

ہاں تعلیم علوم انگریزی میں اب ترقی و ذلت و افلاس مسلمانوں، بلکہ تمام اہل ہند کی واضح ہے، اگر کچھ بھی غور کوئی عاقل کرے۔ البتہ اس میں سرکار کی نہایت ترقی اور فائدہ ہے، کہ دوسروں پر یہ کام ایک روپیہ میں ہو کر، تمام خزانہ بچت ہی بچت رہتا ہے اور آئندہ کو زیادہ امید نفع کی ہے، اور پھر عہدوں کی تخفیف اور ہندوؤں کی کثرت کا بھی معاملہ ظاہر ہے۔ ایسی حالت میں تعلیم انگریزی میں ترقی وغیرہ، مسلمانوں کے دین کا مصرف برباد کر کے پیدا ہونا، عجائب روزگار اور خیال عجیب اور فکر غریب ہے۔ ۱۲ فافہم فقط

(مجموعہ کلاس ص ۱۸۶)

(۷۸۴) منطق و فلسفہ کی تعلیم تاپسندیدہ ہے: مسئلہ: تعلیم صدر را خود ناپسند ہے۔ (۱) انصاف کرنا چاہئے کہ اثبات بیہوشی و صورت، و ابطال جزء لا تقترنی اور اقرار قدم بیہوشی و صورت سے کیا مطلب ہے۔ ابطال قیامت و اقرار قدم و قیامت، عدم اختیار جل علانیہ نہیں کیا ہے؟ ان عقائد فاسدہ کو منہ سے نکالنا، موجب ظلمت ہے۔ اور پھر دلائل سے ثابت کر کے طلبہ کو اس پر قائم کرنا، اور شبہات کو رفع کر کے پختہ کرنا ضروری ہے، گودل میں عقیدہ نہیں، مگر کفار کے عقیدہ کا اثبات ہے۔ اگر اس خیال کی تعلیم پادریوں کے مدرسہ میں کرے اور عقیدہ بطلان تثلیث وغیرہ ہو، تو کیوں برا جانتے ہیں، یہاں بھی وہی ہے۔ پہلے زمانہ میں بضورت ابطال مذہب فلاسفہ اور معتزلہ، اس کو پڑھنے کی ضرورت تھی کہ مطلع ہو کر، مثل ان قواعد کے جواب دیوں، اب کیا ضرورت ہے؟ بالکل غلط ہے، سب حیلہ ہے، لہذا اس نوکری کو جائز نہیں جانتا ہوں۔

(مکتوب بنام مولانا غلیل احمد بک ص ۳۶)

(۷۸۵) عورتوں کو پڑھنا لکھنا سکھانا اور انگریزی اسکول میں پڑھانے کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں اب باب علوم و عقول اور اصحاب تجربہ و شعور ادام اللہ فیو ضہم الی یوم النشور مسائل مفصلہ ذیل میں:

(۱) صدر فلسفہ کی ایک کتاب کا نام ہے۔ حضرت کی بات کا مطلب یہ ہے کہ فلسفہ کی تعلیم بے ضرورت اور مضر ہے۔ البتہ رد فلسفہ کی تعلیم دینی چاہتی ہے کیونکہ جب طالب علم کسی ایک فلسفہ کو نہ سمجھ سکے تو وہ ہر پاس ازہ کو ہی طرح و کر سیکے گا۔ اسلامی مدارسوں کے اعلیٰ نصاب میں شامل فلسفہ کی مشہور کتاب سبزی اس مقصد سے چن چلی جاتی ہے و صنف رسائل نے فلسفہ کے دلائل کو تار تار کر دیا ہے اس کو پڑھنے پر جانے والے اکثر اصحاب کے ذہن و خیال سے یہ مقصد اوجھل ہو گیا ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ سبزی کا مقصد فلسفہ کی تعلیم ہے، حالانکہ کیا نہیں ہے، البتہ صدر فلسفہ کا نہیں ہے۔ (پان پوری)

ملتی اپنی تلاش کا یہی کارہ

(۱) تعلیم کتابت واسطے نساء کے اس زمانہ پُر فساد میں، کہ قبائح اور مفاسد اس کے اہل دانش پر کالمشاہدہ ہیں، مکروہ ہے، تحریم یا نہیں؟

(۲) تعلیم و کتابت وغیرہ مراہقات اور بالغات کا، بغیر حجاب کے، غیر محرم مرد بالغ سے کیا ہے؟

(۳) منع نسوان زمان ہذا کا تعلیم کتابت سے، موافق قول محقق جلال الدین دوانی کے، کما ذکرہ فی اخلاق جلالی (۱) قرین مصلحت ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا

جواب: اس زمانہ میں تعلیم کتابت کا عورتوں کو مکروہ ہے تحریم بے شک، اور مراہقہ اور بالغہ مرد نامحرم بالغ سے بے حجاب ہونا، اگرچہ تعلیم و کتابت کے واسطے ہو حرام ہے، اور منع کرنا عورتوں کو ایسے کام سے ضرور ہے، فقط۔

واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ المراجی رحمۃ ربہ رشید احمد

درجہ بالا فتویٰ یا تصدیق جناب عبدالرحمن (غالباً مولانا قاری عبدالرحمن پانی پٹی) کے فتویٰ کے آخر میں درج ہے، جو صواعق المملک الدیان علی من اباح الكتابة للنساء الزمان ۱۶۵-۱۶۳ تالیف مولوی نجف علی خان ابن مولوی نظام علی خان (مؤلفہ ۱۳۰۵ھ مطبوعہ مطبع احمدی بمبئی ۱۳۰۵ھ) کے حوالہ سے زیر نظر مجموعہ فتاویٰ کے ضمیمہ میں درج ہے۔

(۷۸۶) انگریزی کا سیکھنا پڑھنا اس وقت جائز ہے، جب؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ انگریزی بغیر داخل ہونے کے کسی مدرسہ میں، بقصد روزگار اور فکر معاش کے پڑھنا، یا گورنمنٹ اسکول میں کہ اس میں انجیل پڑھائی جاتی تھی، داخل ہو کر، یا مشن اسکول میں یعنی پادریوں کے مدرسہ میں، کہ اس میں ہر ایک طالب علم کو جبراً انجیل پڑھاتے ہیں، داخل ہو کر، قصد انگریزی اور تبعاً انجیل پڑھنا، ان سب صورتوں میں جائز ہے، یا حرام، یا مکروہ؟ علی التقید الثالث قید تحریری تنزیہی درکار ہے۔ بینوا تو جروا

جواب: انگریزی زبان کا سیکھنا مباح ہے، نفس تعلیم زبان میں کوئی معصیت نہیں، مگر امر مباح اختلاط غیر مشروع سے ناجائز ہو جاتا ہے۔ بقولہم:

إذا اجتمع الحلال و الحرام غلب الحرام (۲)

پس انگریزی زبان کا خارج مدرسہ میں سیکھنا، بشرطیکہ کوئی ممنوع شرعی اس کے ساتھ نہ ہو، مباح ہے، اور اسکول میں داخل ہو کر پڑھنا ممنوع ہے۔ کیونکہ فی زمانہ دخول مدرسہ میں التزام، لباس و زینت انگریزی کا اور اختلاط کفر (و فسق) اور

(۱) علامہ دوانی نے لکھا ہے: ”وہ نہ ہائے لائق آموخت و از خواندن و نوشتن بکلن باید منع کرد اخلاق جلالی ص ۳۱۳ مطبع مثنوی نول کشور بکھنوی ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء

مگر یہ شرعی حکم نہیں ہے اور اس دور میں اس پر عمل کرنا بالکل غلط ہے۔ و بضد ہاتھین الاشیاء۔ [نور]

(۲) الاشیاء والنظر لابن نجیم۔ الفن الاول، النوع الثاني، القاعدة الثانية ص: ۱۰۹ جلد اول (دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۳۰۰ھ/۱۹۸۰ء) [نور]

بدعت فی الدین ضروری ہے، اور یہ امور شرعاً حرام ہیں۔ علیٰ ہذا! جہاں انجیل کا پڑھنا، کیونکہ کلمات کفر کا زبان سے نکلانا، اگرچہ عقیدہ نہ ہو، حرام ہے، قال اللہ تعالیٰ:

فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔ تو مت بیٹھ، یاد آ جانے کے بعد، ظالموں کے ساتھ

(سورۃ النعام آیت: ۶۸)

(ترجمہ شیخ الہند)

و في الحديث: من تشبه بقوم فهم منهم. (١) (الحديث)

ومن کثر سواد قوم فهو منهم. (۲) (الحديث)

قال في رد المحتار: والحاصل أن من تكلم بكلمة الكفر هازلاً أو لاجباً، كفر عند الكل ولا اعتبار باعتقاده، كما صرح به في الخانية.

و من تكلم مخطئاً أو مكرهاً لا يكفر عند الكل، و من تكلم بها عامداً عالماً كفر عند الكل و من تكلم بها اختياراً جاهلاً بأنه كفر ففيه اختلاف، (٣) الخ فقط، والله تعالى أعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ نگاروں میں ۱۱۶ء ۱۱۷ء)

(۷۸) انگریزی پڑھنا برائے روزگار؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں: کہ

انگریزی پڑھنا برائے روزگار، اس طرح کہ اس کے اسکول میں داخل نہ ہو، یہ جائز ہے، یا نہیں؟ اور اگر کوئی ماسٹر ایسا ہو کہ انجیل بھی ضرور پڑھاوے اور اپنے مذہب کی ضرورتا کید کرتا ہو، اس ماسٹر سے پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ بیٹو! تو جروا!

جواب : غیر زبان سیکھنا جائز ہے، تاوقتیکہ کوئی امر حرام عارض نہ ہو، مدرسہ میں اگر سیکھے تو بھی جائز ہے۔ اگر

مدرس یا ماسٹر کا ایسا حال ہو، تو جائز نہ ہوگا، اگرچہ اس کا عقیدہ ایسا نہ ہو۔ لقلولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

من تشبه بقوم فهو منهم. (۴) الحدیث جو کسی قوم کی مشابہت اختیار [اور پسند] کرے، وہ انہی میں سے ہے۔

سو غیر زبان ایسی صورت میں کہ تھپہ ہوتا ہو، کیوں کر چائز ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۶)

(۱) مکتوب: کتاب البیاض، الفصل الثانی، ج ۳۵، جلد دوم۔ رشیدیہ فی ۱۳۵۵ھ/ ۱۹۳۵ء، جلد چہارم۔ رقم الحدیث ۳۳۳، بیت ارمغان، بنی الامین، قی بن آل نوب (حکمت التوبة، دار ابن حزم، بیت ۱۳۲۳/ ۲۰۰۳ء) (نور)

(۲) کتاب الرہدو الفائق، لابن المبارک، زیادات الرہد لبعیم بن حماد، باب اجتماع اللہوی ۱۲۔ علی پریس مبارکوس ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۶ء، نیز یہ روایت مذکور ہے القاطع سے نصب الوابہ للزلیعی میں مروی ہے، ملاحظہ ہو: ج ۳، ص ۳۳۶۔ [مجلس علمی وراثتیں دارالامان القاہرہ ۱۳۵۵ھ] [نور]

(۳) اردوالمحار: کتاب الجهاد، باب المرد، مطلب فی مایشک انه ردة لا یحکم بهن ۲۸۵: جلد سوم، مطبع حیدرآباد، دہلی [نیز شامی ج: ۳، ص: ۲۳۳] دار الفکر، رت ۱۳۸۲ھ [نور]

$$[x^{\frac{1}{2}}]_{-x^{\frac{1}{2}}} = x^{\frac{1}{2}} \ln(x^{\frac{1}{2}}) - x^{\frac{1}{2}} \ln(x^{\frac{1}{2}}) = 0$$

تقلید اور عدم تقلید کی شرعی حیثیت

(۷۸۸) عوام کیلئے کسی ایک امام کی تقلید ضروری ہے: سوال: تقلید ائمہ اربعہ میں سے کسی

خاص کی کرنا واجب نہیں، اور قول کسی امام خاص کا ماننا، گو وہ مخالف قرآن اور حدیث اور قول صحابہ کے ہو اور اعتقاد رکھنا اس پر، کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

جواب: تقلید ایک ایک امام کی درست ہے، اور عوام کو بسبب خلاف اور فساد فقہ کے ایک کی تقلید واجب ہے۔ اور یہ کہنا کہ یہ قول فلاں امام کا مخالف قرآن و حدیث کے ہے، کسی جاہل یا کم پڑھے کا ہے، نہ ماننا چاہئے۔ ائمہ نے جو کچھ فرمایا ہے، قرآن و حدیث و اقوال صحابہ سے ہی استخراج کیا ہے، اس کے فہم کو بھی عقل اور علم کامل درکار ہے۔ ایسی بات کچھ پڑھے ہوئے کہتے ہیں، اہل علم جانتے ہیں کہ سب ائمہ نے موافق قاعدہ شرع مسئلہ فرمایا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عفی عنہ گنگوہی
(مجموعہ کلاں ص ۱۶۷)

(۷۸۹) اس وقت ایک امام معین کی تقلید ضروری ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین

مسائل ذیل میں: [کہ] تقلید معین ایک امام کی، ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے درست ہے یا نادرست، بصورت اول واجب ہے یا جائز۔ بصورت ثانی شرک ہے، یا بدعت؟

جواب: تقلید ایک امام معین کی درست ہے اور جائز بلکہ ترویج اور مامور بہ حق تعالیٰ ہے:

فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ الْخ (النحل-۲۳) ترجمہ: سو پوچھو یا دیکھو رکھنے والوں سے۔ (ترجمہ ش الہند)

اس آیت میں قید نہیں کہ ایک عالم سے معین کر کے مت پوچھو، بلکہ عام حکم ہے، خواہ ایک عالم سے پوچھا کرو، خواہ بہت سے علماء سے، مگر جب بہت [سے] علماء سے پوچھتے ہیں اور جگہ جگہ سے پوچھتے پھرتے ہیں، کوئی فساد اور فتنہ یا نقصان آوے، تو اس وقت ایک عالم سے پوچھنا واجب ہو جاتا ہے، جس کو تقلید ایک کی کہتے ہیں، اس واسطے کہ جو امر موجب فساد کا ہو، اس کا ترک کرنا واجب ہے۔ لقولہ تعالیٰ:

أَنِ اقْضُوا إِلَيْنَا يَدَيْنَا وَلَا تَنْفَرُوا فِيهِ الْآيَة

یہ کہ تم رکھو دین کو اور اختلاف نہ ڈالو اس میں۔

(ترجمہ ش الہند)

(الشوریٰ-۱۳)

پس ایسی حالت میں جو آج کل ہوا ہے، تقلید ایک مجتہد کی واجب ہے، اگرچہ دراصل جائز تھی۔ پس ایسے امر کو کہ دراصل جائز و مامور تھا اور اب بوجہ رفع نزاع کے واجب ہو گیا، ہر کس کہنا سخت بدیہی ہے، حق تعالیٰ ان کو ہدایت فرماوے۔ آمین

کتبہ الاحقر رشید احمد غفنی عنہ لنگوئی

(مجموعہ کلاں ص ۱۹۶)

(۷۹۰) عوام کے لئے تقلید ائمہ اربعہ ضروری ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں دینِ آسان، اسلام

کے علماء اور سہل شریعت محمدی کے فقہاء، کہ عامی مومن جو مجتہد نہ ہوا متثال امر و نہی و تعیل ہدایات شرعی میں، علمائے وقت سے تحقیق کرے، یا فروع و اصول مسائل میں، مذاہب مروجہ سے کسی ایک مذہب پر چلے، اور تقلید اور اتباع دونوں امر واحد ہیں، یا دو، اور انکے کیا معنی ہیں؟ براہِ عنایت چاروں دلائل اسلام میں سے، کسی دلیل سے جواب ملے۔ مینوا تو جروا!

جواب: حامد اومصلیٰ! عامی کو کسی عالم محقق متدین سے پوچھنا کافی اور فرض امر سوال سے ادا ہو جانے کو پس ہے، خواہ ایک ہی عالم سے پوچھا کرے، خواہ متعدد علماء سے، اور خواہ ایک مذہب معین کے علماء سے، خواہ مذاہب متعددہ کے، بقولہ علیہ السلام:

أولم یکن شفاء العی السوال . الحدیث . (۱) ترجمہ: کیا بیماری کی دوا، سوال نہ تھا۔

کہ اس میں سوال مطلق ہے کوئی قید نہیں، اور امتثال مطلق میں جس فرد مطلق پر عمل ہووے گا اداء فرض حاصل ہو جاتا ہے۔ پس اصول عقائد و اخلاق میں تو تمام علماء کا اتفاق ہے، اس میں تو سب متفق ہیں اور فروع مسائل میں جو بات مختلف ہیں، پس فروع میں ہر چند متعدد علماء مذاہب سے سوال کرنا درست ہے، خصوصاً احوط کا اختیار کرنا، مگر حسب مشاہدہ زمانہ موجود کے یہ بھی محقق ہے کہ عامی کو متعدد مذاہب کے علماء سے سوال کرنے میں، ابتلاء مرض تلہی فی الدین کا ہو جاتا ہے اور لا ابالی دین میں بن جاتا ہے، اور یہ ممنوع اور معیوب ملت غزاء میں ہے، ایک روزِ حرم ایک امر کا، دوسرے دن بخلِ اسی کا، تو مصداق قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام:

أیلب بکتاب اللہ . (الحدیث) (۲) ترجمہ: کیا کتاب اللہ (قرآن کریم) سے بھیل کرتے ہو۔

(۱) ابن ماجہ عن ابن عباس ص: ۴۳ باب فی المسجور ح تصبیہ الحنابة (فاروقی دہلی: [یز ابن ماجہ ج: ۱، ص: ۳۶۲، رقم الحدیث: ۵۵۴، ت: شعب الانوار و الرسالة العالمية: ۱۳۳۰ھ] (نور)

(۲) عن محمود بن لیدہ: ایلب بکتاب اللہ عزوجل واتبان اظهر کم . مشکوٰۃ، کتاب النکاح، باب الخلع والطلاق الفصل الثالث ص: ۱۲۶، ج: ۳، رقم الحدیث: ۳۲۹۴، ت: رمضان بن احمد بن علی [مکتبۃ التوبۃ ۲۰۰۳ء] نیز باب مذکور ص: ۲۸۳ جلد دوم [رشیدیہ دہلی نقل اصح المطابع ۱۳۵۵ھ] نیز نسائی: کتاب الطلاق، باب التلث المجموعۃ وافیہ من التعلیظ ص: ۸۱۸، ت: صدیقی جمیل العطار [دار الفکر بیروت ۱۳۲۵ھ] (نور)

بن جاتا ہے۔ لہذا عامی کو مذہب معین سے سوال جملہ مسائل کا کر کے عامل ہونا ضرور ہوگا۔ بہت اشیاء ہیں کہ فی حد ذاتہ جائز اور مباح ہیں، مگر عرض فساد سے ترک کی جاتی ہیں، جیسے: ترک قراءۃ فی سبعة احمر، فقہ بہت نظائر اس کے شرع میں موجود ہیں، اسی واسطے نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

وفی هذا الحديث دليل لقواعد من الأحكام، منها إذا تعارضت المصالح أو تعارضت مصلحة ومفسدة، وتعدّل الجمع بين فعل المصلحة وترك المفسدة بدئاً بالأهم، لأن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أخبر أن نقض الكعبة وردها إلى ما كانت عليه من قواعد إبراهيم صلی اللہ علیہ وسلم مصلحة ولكن تعارضه مفسدة أعظم منه، وهي خوف فتنه بعض من أسلم قريباً الخ (۱)

اور اسی سبب سے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیمہ اللہ بالغم میں فرماتے ہیں:

ان هذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة، قد اجتمعت الأمة أو من يعتد به منها على جواز تقليدها الى يومنا هذا، وفي ذالك من المصالح مالا يخفى (۲)

الحاصل امر جائز کو بوجہ کسی مفسدہ کے ترک کرنا، متفق علیہ ہے اور خصوص سے ثابت ہے، اور ہر شخص عالم سے سوال کرنا اور اختلاف اوجہ بننا، موجب مفسدہ کا ہے، لہذا بایں وہ ایک مذہب کے علماء سے عامی کو سوال کرنا ضرور [ی] ہوا، اور جس نے خلاف اس کے کہا ہے، تو وہ علماء کی نسبت لکھا ہے، ان علماء کی نسبت کی تمیز صحت و سقم کی رکھتے ہیں اور استنباط پر قادر ہیں، نہ عامی کی نسبت، کہ عامی کو تمیز و علم دونوں مفقود ہیں، اور اکثر علماء ہمارے زمانہ کے بھی عامی کے حکم میں ہیں۔ اور اتباع اور تقلید کے معنی مراد ہی ایک ہیں، کیوں کہ اتباع کے معنی کسی کے پیچھے چلنا ہے لغت میں، اور مراد اس سے کسی کے قول و فعل کو ماننا اور اس کے موافق عمل کرنا ہے، اور تقلید کے معنی گروں میں قلابہ و انال اور مراد اس سے کسی کے قول و فعل کو ماننا اور اس کے موافق عمل کرنا [ہے]۔

سو اتباع تو جیسا فقہ میں مطلق کسی کی تابعداری ہے، ایسا ہی اصطلاح و عرف میں بھی مطلق ہے، کہ خواہ وہ شخص متبوع رسول ہو، یا قرآن یا اجماع یا شخص واحد، ہوائے آپ کے، (۳) پھر اس کا قول مدلل ہو یا غیر مدلل۔

(۱) نووی شرح مسلم شریف کتاب الحج باب نقض الكعبة وبنائها ص: ۴۲۹، جلد اول (مطبع مجتہدی دہلی: ۱۳۱۹ھ) (نور)

(۲) جیمہ اللہ بالغم ص: ۱۵۹، ۱۶۰ (طبع اول بریلی: ۱۸۸۶ء) حجة الله البالغة، تہذیب المسائل اللہی جلد اول فی ہواہیہ الألفاظ حکم

التقليد والمرد على ابن حزم ص: ۳۳۱-۳۳۲ جلد اول (ت: مفتی سعید احمد پان پوری، مکتبہ مجازہ دیوبند) (نور)

(۳) قولہ ہوائے آپ کے یہاں استثناء اس لئے کیا ہے کہ شاید مسائل غیر مقلدہ ہے۔ واللہ اعلم۔ (پان پوری)

لیکن تقلید اصطلاح علماء میں خاص ہے اس معنی میں کہ کسی ایسے شخص کے قول پر عمل کرنا کہ اس کا قول حجت نہیں، یعنی کوئی مجتہد، یا عالم ہو، پس اگرچہ تقلید بھی فقہ میں عام تھی مثل اتباع کے، مگر جب اصطلاح خاص ہو گئی ہے کہ عمل کتاب و سنت و اجماع پر اطلاق تقلید کا اصطلاحاً نہیں ہوتا، اگرچہ تقلید لغتاً عام و مطلق تھی، پس حسب اصطلاح اتباع عام ہے اور تقلید فرد خاص اس کی ہے، اور عام و خاص میں مباحث نہیں ہوتی، بلکہ عام اپنے فرد خاص کے ساتھ ہر روز مجتمع رہتا ہے، پس جہاں تقلید ہوگی وہاں اتباع ضرور ہوگا، اگرچہ بعض اتباع میں تقلید اصطلاحی ہوگی، اعمیٰ اتباع (غیر؟) نص میں، مگر تقلید لغوی اور اتباع دونوں ایک ہی شے ہیں۔

پس واضح ہو گیا کہ اتباع اور تقلید اصطلاحی عام و خاص ہیں، کہ تقلید بدون اتباع کے نہیں ہو سکتی اور اتباع حدیث و اجماع پر تقلید کا لفظ نہیں بولتے، پس جس نے ان دونوں میں تناقض لکھا ہے، ہمارے معاصرین میں سے، صحیح نہیں، اور یہ بھی واضح ہے کہ جو عامی کسی عالم سے مسئلہ پوچھتا ہے غرض اس کی حکم حق تعالیٰ کا اس واقعہ میں پوچھنا مراد ہوتا ہے، کہ اس مسئلہ میں کیا حکم شرع کا ہے، خواہ وہ عالم منصوص سے جواب دے، خواہ استنباط سے، اور کوئی سائل ہرگز ہرگز اس عالم کی رائے، غیر مستنبط منصوص کو نہیں پوچھتا۔ اگر عامی کو خبر ہو جائے کہ عالم نے اپنی رائے، محض خلاف نص کہی ہے، تو ہرگز قبول نہیں کرتا، بلکہ اس کی رائے کو مستنبط سمجھ کر ہی، پوچھتا ہے اور مانتا ہے۔

پس یہ امر از قرن صحابہ آج تک چلا آتا ہے، کہ مسئول عنہ نے نفس حکم بتا دیا اور سائل نے قبول کر لیا، اگر دلیل کے ساتھ بتایا اور عمل کیا تو تقلید نہیں کہلاتی، اور جو بلا دلیل بتایا اور عمل کیا تو اس کو تقلید کہتے ہیں، اور بلا دلیل بتانا شائع و ذائع، اس وقت سے چلا آتا ہے، کتب احادیث اسی سے پڑ ہیں، اور کبھی قرن صحابہ سے لے کر آج تک ایسے جواب بلا دلیل دینے پر اور عمل کرنے پر اعتراض کسی نے نہیں کیا۔ البتہ اگر وہ جواب خلاف نص کسی کے نزدیک ہو، تو اس وجہ سے اعتراض کیا ہے، پس یہ عین تقلید ہے اصطلاحاً اور یہی اتباع بھی ہے، اس میں فرق کرنا ہرگز درست نہیں، اور نہ اس سے زیادہ تقلید درست ہے۔

اعنیٰ رائے کسی عالم کی جو محض رائے غیر مستنبط ہو، اس کو مان لیوے، کہ یہ نہ کسی مقلد عالم نے کہا، نہ کسی عامی جاہل کا یہ مقدمہ ہے اور نہ کسی کتاب فقہ میں اس کو جائز لکھا ہے، بلکہ ایسی تقلید کی ذم لکھتے ہیں اور جہاں تقلید کی ذم ہے، یہی معنی ہے، ورنہ تقلید مصطلح ہرگز معیوب نہیں، بلکہ معمول قرون ثلاثہ ہے، اور قیاس کی بھی جہاں ذم ہے، اسی قیاس کی ہے کہ خلاف قواعد شرعیہ کے ہو۔ پس ظاہر ہوا کہ تقلید مذموم ہے وہ شخصی اور غیر شخصی، دونوں قسم ممنوع ہیں، بُرا کام اور شرک

ایک کے ساتھ اور سو کے ساتھ برائی ہے اور محمود علیٰ ہذا ایک اور متعدد کے ساتھ جائز ہے، اور یہ تمام قصہ خلاف و نزاع کا بسبب عدم تحقیق و تامل کے پیدا ہو گیا ہے: واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

والحمد لله رب العالمین، و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و
اتباعہ اجمعین۔ فقط

[نقل فتویٰ بدست مولانا کریم بخش^(۱) پنجابی، شاگرد خاص حضرت مولانا گنگوہی]

(۷۹۱) چاروں مذاہب فقہ برحق ہیں، ان پر طعن صحیح نہیں: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے

دین: کہ زید کہتا ہے کہ مکہ معظمہ میں چار مصلوں کی کچھ حاجت نہیں، ایک مصلی ہونا چاہئے، ان چار مصلے والوں نے فساد ڈال رکھا ہے، آیا یہ کہنا اس کا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: مذاہب اربعہ برحق ہیں، ان پر طعن کرنے والا فاسق مبتدع ہے۔ البتہ قرون ثلاثہ میں ایک جماعت مکہ معظمہ کی مسجد میں ہوتی تھی، جس طرح اب چار جماعت کرتے ہیں، یہ امر مکروہ ہے۔ اگر یہ شخص اس طرح کی چار جماعت پر طعن کرتا ہے تو یہ درست کہتا ہے اور جو اہل مذاہب پر طعن اس کا مقصد ہے، تو وہ فاسق ہے، اور یہ قول اس کا خلاف شرع اور زبوں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(مجموعہ کلاں ص ۱۲۸-۱۲۹)

(۷۹۲) کسی کو لا مذہب یا غیر مقلد کہنا؟ سوال: زید نے عمرو سے کہا کہ تو لا مذہب ہے، یا کہ

غیر مقلد، عمرو نے جواب دیا کہ غیر مقلد اور لا مذہب سوائے اللہ تعالیٰ اور شیطان کے کوئی نہیں، ہر کوئی کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے اور زید و عمرو دونوں مقلد ہیں۔ اس کلام کا بولنے والا عند الشرع شریف کیسا ہے؟ بینو اتوجرو! فقط

جواب: یہ کلمہ گستاخ بظاہر کلمہ کفر کا ہے، کیونکہ لا مذہب اور غیر مقلد کلمہ اہانت کا ہے، لہذا، ایسا کلمہ منہ سے نکالنا نسبت حق تعالیٰ کی بیجا ہے، مگر چونکہ قائل نے ایک توجیہ اس کی کردی ہے (۲) لہذا اس کو کافر نہیں کہنا چاہئے، مگر توبہ کرے اور آئندہ کو ایسا کلمہ منہ سے نہ نکالے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(مجموعہ کلاں ص ۲۳۱)

(۱) مولانا کریم بخش حضرت گنگوہی کے خاص شاگرد، تبحر فقیہ اور حدیث اور معقولات کے بہت بڑے اور بہت مشہور عالم تھے۔ مولانا کریم بخش نے اس تحریر کے آغاز پر لکھا ہے:

”نقل فتویٰ سلطان العلماء، مجدد زمان، حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب مدظلہ“

لہذا اس فتویٰ کا حضرت مولانا گنگوہی سے انتساب بلا شک درست ہے فتویٰ کے بعد مولانا کریم بخش صاحب نے ان الفاظ میں اپنے دستخط بھی ثبت کئے ہیں: ”تمام الحروف
بندہ کریم بخش غفرلہ“ (نور)

(۲) یعنی عمرو کا یہ قول: ہر کوئی کسی نہ کسی کی پیروی کرتا ہے۔

(۷۹۳) مقلدین کو مشرک کہنے والا فاسق ہے: سوال: [اگر کوئی مقلدین کو مشرک کہتا ہے تو

یہ شخص اور حضرت عمر کو بدعتی کہنے والا شخص از روئے شریعت کیسا ہے] (۱) بینو اتو جروا۔

جواب: مقلدین [کو] مشرک کہنے والا خود فاسق ہے، حضرت عمر کو بدعتی کہنے والا رافضی ہے، اس کو اگر کافر

(مجموعہ کلاں ص ۱۲۳)

کہا جاوے [تو] بجائے۔ فقط رشید احمد غفنی عنہ لنگوی

(۷۹۴) غیر مقلد کو مسجد یا نماز سے نکال دینا صحیح نہیں: سوال: ما قولکم رحمکم اللہ

تعالیٰ اندریں باب، کہ امام مسجد جمعہ کہتا ہے کہ جب تک زید کو کہلا ندھب ہے، نہ نکالو گے نماز جمعہ نہ پڑھاؤں گا۔ حالانکہ زید

لانڈھبوں پر تبرا کہتا ہے، بلکہ امام مذکور بسبب تعصب یا بحث دنیوی کے کہتا ہے اور زید عاجزی سے کہے، کہ میں تمہاری جوتیوں

میں کھڑے ہو کر جمعہ پڑھ لوں گا، اور امام صاحب زید مذکور کو نکال کر جمعہ پڑھاؤں، اور جوتیوں میں بھی نہ کھڑا ہونے دیں۔

پس یہ فعل امام صاحب کا موجب ثواب ہے یا گناہ، اور نکال دینا زید کو مسجد سے درست ہے، یا غیر درست؟ اور بالفرض اگر کوئی

لانڈھب ہے اور پیچھے کھڑا ہو کر نماز پڑھے، تو امام کی نماز میں کیا فرق آتا ہے؟

جواب: اگر زید اپنی زبان سے کہتا ہے کہ میں لانڈھب نہیں ہوں، تو پھر تعصب ایسا اور زیادتی سخت گناہ

ہے اور ظلم ہے، اس سے امام کو توبہ کرنی چاہئے۔ اور جو فی الواقع وہ لانڈھب ہے ہی، (۲) تو پھر اس کے نماز میں شریک

ہونے سے کیا نقصان کسی کا ہوا ہے، یہ حرکت امام کی اچھی نہیں، اس سے باز آنا اور توبہ کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ اعلم

(مجموعہ کلاں ص ۱۱۳-۱۱۴)

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد لنگوی غفنی عنہ

(۷۹۵) امت مقبولہ اور معتبر علماء کا اجماع ہر وقت معتبر ہے: سوال: اجماع امت صرف

صحابہ رضی اللہ عنہم پر ختم ہوا، بعد ازاں نہیں؟

جواب: اجماع امت کا ہر روز مقبول ہے، مگر امت سے مراد امت مقبولہ ہے، کہ علماء و اقلیاء ہوں اور حجت

شرعیہ کے موافق اجماع ہو، اور خلاف نص کے اور خلاف اجماع سابق کے نہ ہو۔ جب سب شرائط اجماع کے موجود ہو

جائیں گے معتبر ہوگا، اجماع کا ہونا صحابہ پر ختم نہیں ہوا۔

(۱) اصل مآخذ میں صرف جواب کا اندراج ہے سوال کی نقل موجود نہیں، اس لئے اس جواب کی مطابق مختصر سوال خود لکھا دیا ہے۔ (خود)

(۲) پہلے غیر مقلدین کو لانڈھب کہتے تھے یعنی مذاہب را بدکارانہ ماننے والا مگر غیر مقلدین نے بہت دوا دیا کیا کہ لانڈھب کے معنی ہیں: غیر مسلم تو کیا ہم غیر مسلم ہیں؟

ان کا یہ فتور وقت تھا، اس لئے بعد میں یہ عاودہ ترک کر دیا گیا۔ عربی میں مذہب کے معنی مسلک کے ہیں، کہا جاتا ہے کذا فی مذهب ایسی حقیقہ و کذا فی

مذهب الشافعی و رحمہما اللہ اس لئے عربی کے اعتبار سے یہ استعمال درست ہے مگر اردو میں مذہب کے معنی دین کے ہیں، تعلیم اسلام یا اہل شروع میں

ہے۔ سوال: تم کہتے ہو: یعنی مذہب کے لحاظ سے تمہارا کیا نام ہے؟ جواب: مسلمان! اسی طرح ”مذہب اسلام“ کا استعمال عام ہے، جس اردو کے اعتبار سے غیر مقلدین کو

لانڈھب نہیں کہنا چاہئے، کیونکہ وہ مسلمانوں کا فرقہ ہے۔ (پان پوری)

مفتی امجدی علی گڑھی کا مصلح

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ماراہ المؤمنون حسنا فهو عند اللہ حسن الخ (۱)
مگر ہاں، اب جیسے علماء کا اجماع، کہ اپنی رائے ناقص پر خلاف نص کے اور مخالف ائمہ ہدی کے، کچھ ٹھہر ایویں،
مردود ہے اور غیر معتبر۔ فقط
(چند یا نوی ۹۱، ۸۸-۹۳)

(۷۹۶) مسائل شریعت میں کن لوگوں کا اختلاف جواب: اتفاق و اختلاف قابل لحاظ و

و اتفاق قابل اعتبار ہے اور اہل سنت کا کیا مطلب ہے؟

اعتبار کے وہ ہے، جو مجتہدین میں ہو، یا ایسے
علماء میں کہ درجہ اجتہاد کے قریب ہوں، اور
وہ دونوں طرف نصوص سے مستبیط ہوں اور وجہ خلاف کی یا بنظر قوت و ضعف اخبار کے ہو، یا بنظر قول و فعل صحابہ کے، یا وجہ
علت و اسباب کے، تو مثلاً ایسی حالت میں، ہر دو فریق اہل سنت و اہل حق ہوتے ہیں، جیسا کہ مذاہب اربعہ میں، یا کسی مسئلہ
جزئیہ میں، خلاف علماء ایک مذہب کا ہوا ہے، تو قوت فخر میں یہ بھی وجہ خلاف کی ہے، دونوں نص حدیث رکھتی ہیں۔ (۲)
اور امور جدیدہ کا بدعت ہونا، موافق قواعد سنت و اجماع و قیاس ائمہ کے ہیں، اس کا خلاف علماء کا خلاف نہیں، بلکہ
عوام کا خلاف ہے، مجوز ان امور کے خلاف نص و ائمہ کے کہتے ہیں، کوئی حجت جواز ان کے پاس نہیں، بلکہ مطلق و مقید کے
عدم تفرقہ میں، جہل کے سبب یا عناد کے، مبتلا ہیں، تو اس کو قیاس خلاف سلف پر کرنا نہایت کم فہمی ہے۔ وہ اختلاف موجب
رحمت، یہ اختلاف بسبب فساد و قہر و معصیت، پھر تعجب ہے مقیس علیہ وہ ہو۔ معاذ اللہ!

مگر ہاں! یہ کہنا ان علماء کا کہ اہل بدعت امور جدیدہ کے، داخل اہل سنت میں ہیں، یہ صحیح ہے کہ یہ اہل سنت کامل نہیں،
عاصی ہیں، جیسا فاسق اسلام سے خارج نہیں ہوتا، ایسا ہی یہ فریق اہل سنت سے خارج نہیں، اس معنی اہل سنت سے جو
بمقابلہ اہل اہواء کے ہے اور بمعنی اہل سنت کہ تتبع اعمال سنت کے ہیں، البتہ خارج ہیں، اور یہ کہنا کہ مثل روافض کے خارج

(۱) اخرجه البزار والطبائسي والطبراني و ابو نعیم و البيهقي في الاعتقاد، عن ابن مسعود. وقال الحافظ ابن عبد الهادي مرفوعاً عن

انس باسناد ساقط والاصح وقفه على ابن مسعود، ورواه احمد في كتاب السنة وليس في مسنده، كما في كشف الخفا و مزيل

(نور)

اللباس للعجلوني ص ۱۸۸ ج ۲ رقم الحديث: ۲۲۱۳، [دار احیاء التراث العربی: بیروت: ۱۳۵۱ھ]

(۲) یہاں تک عنوان کے پہلے جز کا بیان ہے یعنی مجتہدین کا یا ایسے علماء کا جو درجہ اجتہاد کے قریب ہوں، ان کا اختلاف معتبر ہے اور وہ رحمت ہے، بشرطیکہ دونوں مائیں کسی نص
سے مستبیط ہوں اور وجہ اختلاف بطور مثال تین ہو سکتی ہیں: اول: حدیثوں کا قوی ضعیف ہونا دوم: صحابہ کے اقوال و افعال میں اختلاف ہونا سوم: علت حکم میں اختلاف ایسی
صورت میں دونوں فریق اہل سنت اور اہل حق ہوتے ہیں، جیسے مذاہب اربعہ کا اختلاف یا جیسے کسی مسئلہ میں ایک ہی کتب فکر کے علماء کا اختلاف۔ مسائل نے غالباً قوت فخر کا
مسئلہ پوچھا ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام احمد فخری نماز میں قوت راتبہ کے قائل نہیں اور امام مالک اور امام شافعی قائل ہیں، پھر امام مالک مستحب کہتے ہیں اور امام شافعی سنت، اور وجہ
اختلاف نصوص کا اختلاف ہے دونوں فریقوں کے پاس حدیثیں ہیں۔
(پان پوری)

ہیں، یہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ رافضی وغیرہ اہل اہواء کی بدعت، انکار ضروریات دین کے سبب سے ہے، مگر چونکہ تاویل بھی مسلم رہے، اگر بلا تاویل ہو کفر ہو جاوے، اور ان امور جدیدہ کے مبتدع، اعمال جزئیہ خلاف سنت کو جائز کہتے ہیں، ضروریات دین میں مخالف نہیں، لہذا اہل سنت سے خارج نہیں۔ الحاصل اہل سنت کے دو معنی ہیں، ایک بمقابلہ اہل اہواء، بایں معنی یہ لوگ اہل سنت میں داخل ہیں اور دوسرے بمعنی اعمال، مثل [اہل] سنت کے کرنا، بایں معنی یہ اہل سنت سے خارج ہیں۔ (۱)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ والسلام

اور ان سوالات کو بسبب گرانی لفافوں کے روانہ نہیں کیا، اور اگر طلب کرو گے مرسل کردوں گا۔

(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۷-۵۸)

(۱) لفظ سنت چار معنی میں مستعمل ہے۔ اول: احکام میں فرض و واجب کے بعد کا درجہ..... اہل سنت میں یہ معنی مراد نہیں دوم: بدعت کے مقابل سنت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ پس اہل سنت اہل اہواء کا مقابل ہے، اہل سنت میں یہ معنی مراد لئے جاسکتے ہیں سوم: سنت بمعنی دینی راہ (الطریقة المسلوکة فی الدین) اہل السنة والجماعة میں یہی معنی مراد ہیں..... اور حدیث اور سنت میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، وہ حدیثیں جو مخصوص یا مخصوص ہیں وہ حدیثیں ہیں، سنت نہیں۔ اور ملک و ملت کی تنظیم سے تعلق رکھنے والی خلفاء راشدین کی باتیں سنت ہیں، حدیث نہیں۔ حدیث علیکم بسنی و سنة الخلفاء الراشدین: میں یہی سنت مراد ہے اور جو حدیثیں معمول بہا ہیں، وہ حدیثیں بھی ہیں اور سنت بھی، چہارم: سنت بمعنی قول و فعل نبوی، پس اہل سنت وہ لوگ ہیں جو اعمال سنت کی پیروی کرتے ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ امور جدیدہ جیسے میلاد و مہجہ کے قائلین خود کو کونسی کہتے ہیں، ان کا یہ قول کہاں تک درست ہے، حضرت رحمہ اللہ نے جواب دیا ہے کہ امور جدیدہ بدعت ہیں، کیونکہ وہ قواعد سنت و اجماع و قیاس کے خلاف ہیں، ان میں عوام کا اختلاف ہے اور وہ نص اور اقوال ائمہ کے خلاف کہتے ہیں۔ ان کے پاس اس کے جواز کی کوئی دلیل نہیں۔ ان امور میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں، پس اہل بدعت کا خود کو کونسی کہنا درست نہیں..... اور عوام ان باتوں کے اس وجہ سے قائل ہوئے ہیں، کہ انھوں نے جہالت کی وجہ سے یا عناد کی وجہ سے، جیسے رضا خانیوں نے مطلق و مقید کے درمیان فرق نہیں کیا، جیسے مطلق (بلا قید) ایصال ثواب ثابت ہے اور مقید جیسے سوم، چہلم وغیرہ بدعت ہیں، پس اس اختلاف کو سلف کے اختلاف پر قیاس کرنا درست نہیں، سلف کا اختلاف موجب رحمت ہے اور یہ اختلاف عوام کے بگاڑ، اللہ کے غصے اور دین اور شریعت کی نافرمانی کا سبب ہے، پس اس کو اس پر کیسے قیاس کیا جاسکتا ہے؟۔ نہیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا!

البتہ یہ اہل بدعت اہل السنۃ والجماعہ میں داخل ہیں، البتہ وہ کامل اہل السنۃ نہیں، گنہ گار ہیں، جیسے فاسق (مرتکب گنہ گار) مسلمان ہے، اسلام سے خارج نہیں مگر وہ گنہ گار ہے، اسی طرح یہ لوگ بھی اہل سنت سے خارج نہیں ہیں، یعنی اس اہل سنت سے جو اہل اہواء کے مقابل بولا جاتا ہے، البتہ چوتھے معنی کے اعتبار سے وہ اہل سنت سے خارج ہیں، کیونکہ وہ اعمال سنت کی پیروی کرنے والے نہیں۔

البتہ روافض کی طرح اہل السنۃ والجماعہ سے خارج نہیں، روافض ضروریات دین کا انکار کرنے کی وجہ سے اہل اہواء ہیں اور اہل السنۃ سے خارج ہیں، مگر چونکہ وہ ضروریات دین کا انکار تاویل سے کرتے ہیں، اس لئے کافر نہیں، اگر بلا تاویل انکار کرتے تو کافر ہو جاتے اور بدعتی ضروریات دین کے منکر نہیں ہیں، بلکہ بعض اعمال جزئیہ جو خلاف سنت ہیں ان کو جائز کہتے ہیں، پس روافض کی طرح یہ لوگ اہل السنۃ سے خارج نہیں (حضرت رحمہ اللہ نے سنت کے دو معنی بیان کئے ہیں، ہم نے تکمیل بحث کے لئے چار معنی بیان کئے ہیں، حضرت نے دوسرے اور چوتھے معنی بیان کئے ہیں)

[پالن پوری]

مفتی الہی بخش اکبر، کاندھلہ

سلوک و احسان

توبہ، سلاسلِ تصوف، بیعت، ذکر کے درجات اور متعلقہ عنوانات
(۷۹۷) توبہ کی حقیقت کیا ہے؟

سوال: مافولکم رحمکم اللہ تعالیٰ: اس مسئلہ میں: کہ توبہ شرعاً چہ معنی دارد، و توبہ کردن ہر مسلمان را، سنت است، یا فرض یا مستحب۔ و شخصے بکھنور محل (کذا؟) توبہ کرده باشد، و دیگر شخص گفت شما توبہ واپس دہد۔ پس ایں شخص بمطابق حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کتب فقہ چہ حکم نافذ خواہد شد، و بر منکر توبہ چہ؟

ترجمہ سوال: آپ حضرات کا کیا فرمانا ہے، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، کہ توبہ شرعاً کیا معنی رکھتی ہے، اور توبہ کرنا، ہر اک مسلمان کے لئے سنت ہے، یا فرض یا مستحب؟ ایک شخص کسی کے سامنے توبہ کرتا ہے، دوسرا شخص کہتا ہے تم توبہ واپس دیدو۔ پس اس شخص پر حدیث شریف اور کتب فقہ کے مطابق کیا حکم جاری ہوگا۔

جواب: توبہ در شرع شریف از گناہ باز ماندن، و ندامت بر فعل بد کردن را گویند، و توبہ کردن بر ہمہ مسلمانان فرض عین است۔ قال اللہ تعالیٰ:

پس توبہ کرانند و امر توبہ کردن بر ہمہ فرض خواہد بود، و ہر کہ از توبہ منع کند یا ہدایت توبہ بخشی نماید فاسق است کہ امر منکر را می گوید۔ حسب حکم حدیث و فقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقط

ترجمہ جواب: توبہ، شریعت میں گناہ سے رک جانے اور برے کام پر شرمندگی کو کہتے ہیں: توبہ کرنا، تمام مسلمانوں پر فرض عین ہے، اللہ نے فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً
نَصُوحًا. (التحريم-۸)

ترجمہ: اس لئے توبہ کرنا اور توبہ کا حکم کرنا سب پر فرض ہوگا، اور جو شخص کہ توبہ سے منع کرے یا توبہ توڑنے کی ہدایت کرے، وہ فاسق ہے، کیوں کہ وہ برے کام کے لئے کہتا ہے، یہ فقہ و حدیث کے حکم کے مطابق ہے۔ (تور)

کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

[جواب] خط مولوی جمال الدین صاحب [غالباً سہنپیوری، بجنوری]

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۳)

شرعاً اور دیناً کہ جب کریمین کو کھانا لایا گیا تو کام کر رہے تھے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی، اور کون ہے گناہ بخشے والا سوا اللہ کے اور انہوں نے نہیں اپنے گناہ پر، اور وہ جانتے ہیں انہی کی جزا ہے۔ (ترمذی صحیح)

وَيَقُولُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: مَا أَصْحَرُ مِنْ اسْتَعْفُو وَلَوْ قَعَلَهُ فِي الْيَوْمِ سِتِّينَ مَرَّةً. (الحدیث)

اور یہ کہنا کہ اس کی تو پدل سے اور خوف خدا سے نہیں، بلکہ کھانہ پیری جلد خوف آدمیوں سے ہے، مگر یہاں ہے۔ بقولہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا هَٰذَا الظَّنَّ إِنَّهُ يَصِيبُ الْإِنْسَانَ أَلْحَقَ بِهِ إِذْ يَقُولُ أَفْتُخَّ مِنْهُ لَمَّا جَاءَ مِنَ الْمَرْءِ مَخِيبَتٌ أَوْ فُجْرَةٌ أَوْ يَصِيبُ مَلَأَةً ۚ إِنَّ الظَّنَّ أَفْسَاسٌ ۚ إِنَّهُ لَا يَجْعَلُ اللَّهُ سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ (البقرة: ۱۰۳) سے مقرر بعضی قسمت گناہ ہے۔ (ترمذی صحیح)

اور یہ دلیل کا کہ خوف حق تعالیٰ سے تو یہ کہتا تو عہد یعنی ذکر کا ماں کوہ کرتی ہے، پہلے جو ذکر ہو قرآن و حدیث سے، پھر حال ایسی صورت میں یہ نام لائق عزال کے نہیں، ہاں اگر وہ فاسق مصر ہے، تو قریب اس کو منصب امامت سے معزول کر کے، کسی صالح کو مامور کرنا مناسب ہے۔ حال فی رد المحتار:

وَأَمَّا الْفَاسِقُ فَلْيُذْهِبْ عَنْكَ لِأَنَّهُ لَا يَهْتَمُّ بِأَمْرِ دِينِهِ، وَإِنَّمَا فِي تَقْدِيمِهِ لِلْإِمَامَةِ تَعْظِيمُهُ، وَقَدْ رَجَبَ عَلَيْهِمْ إِيَّاهُ شَرْعاً، (اصحیٰ)

یہ در صورت اسرار علی المعصیہ، اس کو معزول کر دینا ضروری ہے، اور نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(کتبہ المرقیہ) و لعلہ ربہم و شیدائہم گنگوہی (مجموعہ کتب ص ۶۰)

۸۰۲) جس کام کے صوفیہ مجتہدین ہیں اس میں ان کی تقلید اور سوال: بعض اولیاء کی تقلید سے

جس کے فقہاء مجتہدین ہیں اس میں ان کی تقلید کی جانی چاہئے: عزت کی حدیث میں شامل کرتے

ہیں، وہ لوگ حل حلت میں داخل ہیں یا حل بدعت میں۔ بر تقدیر یعنی امام شافعی کی تقلید حضرت محبوب الہی (یعنی حضرت امام بدین

اولیاء) کی پیروی میں کیا فرق ہے۔ مسائل کا جواب شافعی تقریر فرمایا کہ اولیائی غیریت سے ضرور اطلاع دیتے، فقط

عزیرتہ اوہب: نظیر حسن غنی عنہ از فرخ آباد محلہ صوفی خان

(۱) الترمذی، کتاب الدعوات، رقم الباب: ۱۰۸ ص ۵۳۱، جلد دوم، رقم الحديث: ۳۵۵۹، ت: کمال یوسف الجوزی، دار الکتب العلمیہ بیروت۔ (۲)

(۲) رد المحتار، باب الامامة، مطلب فی تنکر و الجماعۃ فی المسجد ص: ۳۷۹، حوالی: مطبع معینی، دہلی ۱۲۸۵ھ، بیروت ص: ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳،

جواب : جس کام کے لیے مجتہد ہیں، اس میں ان کی تقلید درست ہے، وہ علمِ باطن ہے یہ (بجہ حقیت کے) جواز و عدم جواز کا مسئلہ (علم ظاہر ہے) ایسے لوگ مجتہد نہیں۔ فقط والسلام (بندہ ویسے ہی چار چلا جاتا ہے۔ فقط رشید احمد علی عہد نگار دہلی)

(۸۰۳) بیعت کے چاروں سلسلے ہیں: **سوال :** (ایک شخص) اگر چار خاندان یعنی چشتیہ قادریہ وغیرہ کو خلاف شرع قلاتا ہے، ہلک ان خاندان والوں کو بہت برا کہتا ہے، آپ اس کا کہنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب : خاندان ہر جہتی ہیں اور سب اہل اللہ اور مقبولان اللہ تعالیٰ ہیں، ان کا برا کہنے والا اور خلاف شرع جانتے والا مردود ہے۔ کیوں کہ مطلب ان سب خاندانوں کا تفصیلِ محبت حق تعالیٰ کی، اور اجازت حق کا اور تہذیب نفس اور اصلاح دین کا ہے۔ سو یہ سب مطلب شائع علیہ السلام کا ہے، ویسے اس کو برا کہنا سخت فسق ہے مگر ہاں جو امر خلاف شرع کوئی کرتا ہو وہ برا ہے۔ اس میں کیا خصوصیت ان خاندان والوں کی ہے، اگر کوئی عالم محدث نہ اکام کرے گا وہ بھی نہ اسے۔ یہ حال خاندانی اور شخصِ اجازتِ محدث و شریعت کرنے والے ہیں، ان کو برا کہنا شائع کے احکام کو برا کہنا ہے۔ فقط۔ (مجموعہ مکالمات ص ۱۲۸-۱۲۹)

(۸۰۴) جو شخص کسی بزرگ کے متعلق توہین کے کلمات کہے، اس کا حکم؟

علیہ السلام کا ہر نبی، ہاں صاحبِ سرا، رشید احمد صاحبِ دامِ عظم

بعد اسلام سنتِ اسلام کے عرضِ خدمتِ شریف میں یہ ہے کہ، جو کوئی شخص کسی بزرگ خاص کی نسبت ایسے کلمات کہے نہ پاں سے کہ جس سے اس بزرگ خاص کی توہین ہوتی ہو، مثلاً جیسے کہا کرتے ہیں، کہ فلا تو جوتے پھنکارتا پھرتا ہے۔ اور اس کے بعد جو کسی نے منع کیا، تو اس نے سب بزرگوں کی نسبت یہ فکر کہا، کہ اسی طرح سب بزرگ جوتیاں پھنکارتے پھرتے ہیں، جب کہ پھر اس سے کسی نے بچھا کر کیا یہ فکر تو تم نے کیوں کیا؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں نے برا کچھ کر نہیں کہا، بلکہ طور سحر و جادو کے کہا ہے۔ تو تم نے اس سے کہا کہ تو ایسے شخص کو کہا کرتے ہو کہ بھل اور خود ہوتا پھر اس نے جواب دیا کہ، اچھا میں بزرگ لوگ بھی ذلیل رہے ہیں، مگر پھر تم نے اس سے کہا کہ، بالفرض اگر تم نے بطور فحش کے کہا تو تب بھی تو بے گناہ رہتے، کیونکہ بزرگوں کی شان میں ایسا گلہ نہ لانا چھ نہیں ہے، تو اس نے اس پر بھی صبر کر لیا اور کہا کہ میں نے فقط تھوڑے سی کی ہے، جو جس توہین کوں۔

تو، اب یہ فرمائیے کہ اگر اس نے بھکر خوارت کہا تو کیا اس کا وجہ میں ہوا؟ یا اگر یا کبیر یا سفیرہ گوند کے نام پر پھرتا ہے؟

صبر کرنا کسی وجہ میں ہوا

اسی طرح کوئی شخص خلاف شریعت کام کرتا ہے اور کوئی اس کو منع کرے کہ یہ کام خلاف شریعت ہے، اور وہ شخص اس پر اصرار کرے کہ، یہ یونہی جائز ہے، جیسے آج کل کے فقیر، بعض بعض کہتے ہیں، کہ میاں تم کیا جانو (یہ) کو نچہ ہی اور ہے۔ تو ایسے شخص کو کیا سمجھنا چاہئے؟ اور ایسے شخص سے ملاقات رکھنا، السلام علیکم کرنا کیسا ہے؟

الجواب: جو عام بزرگوں کی توہین کرے، خواہ حق جان کر، خواہ استہزاء و فاسق ہے۔ کیونکہ توہین عام مسلمانوں کی بھی فسق ہے، چہ جائیکہ صلحاء اور اولیاء کی۔ اور پھر اصرار کرنا اس پر گناہ کبیرہ ہے، ایسے شخص سے اگر ترک ملاقات کر دیوے درست ہے، اور اصرار کرنا گناہ پر فسق ہوتا ہے۔ فقط

واللہ تعالیٰ اعلم رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح احمد علی عفی عنہ

[مکتوب حضرت مولانا۔ بدست خود]

(۸۰۵) اپنے پیر کے علاوہ کسی اور سے تبرک بیعت ہونا؟ سوال: بلا ضرورت شرعی،

شرعاً تکرار بیعت دوسری جگہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: دوسری جگہ بیعت کرنا فضل دوسرے سلسلہ کے حاصل کرنے کو، یا برکت دوسرے میں شریک ہونے کو درست ہے، بشرطیکہ دوسرا شخص قابل بیعت ہو، ورنہ کسی حال بیعت درست نہیں، خواہ اول ہو یا دوا بارہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی (مجموعہ کلاں ص ۲۳۳)

(۸۰۶) نسبت سلوک حاصل کئے بغیر کسی کو

سوال: علمائے دین سے سائل کا سوال یہ ہے کہ: جس شخص میں یہ صفات ہوں، تو وہ بہتر ہے، یا نہیں، بیعت کرنا صحیح نہیں، نیز وعظ و نصیحت کے آداب:

ہیں، ایک قوت عقلی ہے، جس کے سبب سے نیک اور بد کو دریافت کرتا ہے، اور دوسری قوت شہوی یعنی خواہش کی ہے، جس کے سبب سے چیزوں کی طرف خواہش کرتا ہے اور تیسری قوت غضبی ہے، جس کے سبب سے اپنے مخالف اور مزاحم کو دفع اور دور کرتا ہے۔ سوا دی کی جب یہ دونوں قوتیں، یعنی شہوی اور غضبی تیسری یعنی عقلی کی تابعدار ہو جائیں اور بے اس کی صلاح کے اور کوئی کام نہ کریں، اور جس چیز کا حکم کریں وہی کام کریں، اور جس سے منع کریں، اس سے دور ہیں، اور جس سے کہیں لڑنے کو تو لڑیں، اور جس کو منع کریں، اس کو روک دیں، اور وہ شخص اپنی قوت عقلیہ کو شرع کے طور سے روشن کرے اور انبیاء کے طریقہ پر چلاوے اور نیک کو نیک اور بد کو بد شناخت کر کے، ان دونوں قوتوں کو کام میں لگاوے، تب مرتبہ تقویٰ کا حاصل ہوتا ہے۔

اور وہ شخص اگر بات کرے فاسق و فاجر سے ساتھ منہ ترش اور ناخلفی کے، اور اگر اس کی قوم کے لوگ گناہ کبیرہ کرتے

جس جیسے دلائی کا چڑھنا مسند وانا یا سونے کی انگشتری کا پہننا یا سوار لہنا یا دینا، یا کوئی گناہ کبیرہ کرنا، جب تک اس گناہ کبیرہ سے توبہ کر کے تائب نہ ہوں تو وہ شخص ہرگز ان سے طلاق نہ کرے اور وہ حسب کو ساتھ ان کے ہوا کرے، یعنی کہوئے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے تم اس کو چھوڑ دو تو تم سے طلاق نہ کرنا ہائے بلور جو کوئی غیر قوم یا مسلمان مل جاوے اور غاہر ہی گناہ کبیرہ ملایا کرتا ہو جیسے کہ ظلم، خلیفہ، یا مستر، بجا اور ہر ایک گناہ کبیرہ جو کوئی غلامیہ کرنے والا ہو، اس کو منع کر دیتا ہو اور وہ شخص رضامندی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السلام کی وضاحت یا بلور ایسا شخص اگر کسی کھیرہ کرے اس نیت سے کہ یہ لوگ گناہ سے توبہ کر کے آخرت کا نفع اٹھانے والے ہو جاویں، اور پھر گناہ کی طرف نہ چلیں، اور فراموش رہے ان لوگوں کو کہ تم اگر گناہ کبیرہ کرو گے تو تمہاری زندگی ٹوٹ جائے گی اور تمہارا ہو جاوے گا اور نیت بھی اس شخص کی جو مرید کرتا ہے، خلاصہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔

الحب لله و البعض لله اور مثل بھی اس میں اسلامیہ ہو اور میں اس کے بڑے فیض غیب سے نواز دے گا، اور چنی خلاف چیزیں ہیں مہ اپنے دل میں نہ رکھتا ہو، اور ذکر کرنے سے خلاف چیزوں کے بیزار ہوتا ہو، اور خدا اس کی تازی اور نیکیاں ہوں، اور وہ شخص مقلد ہو اور قرآن شریف اور حدیث اور اجماع اور قیاس کا تابع اور ہو۔

اور جو کوئی فقیر اور دلی کامل کہلاتا ہو اور وہ شرع شریک کے خلاف کام کرے، یعنی کافروں کے [جان] اور مال کی سلامتی کی دعا کرے، یا فاسق و کافر کی جان کی یا مال کی سلامتی کی دعا کرے، یا مسند و مفسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کرے، اور دعائے فاسق و کافر کی تو اس کو بھی وہ شخص دوست نہیں رکھتا اور یہ غصائیں قلبی ہوں، اور وہ خلاف چیز کو اس قلبی طور سے توڑ دیتا ہو تو ایسا شخص مرید کرے، کسی کو توبہ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: جس میں واقعی یہ صفت ہوں، جو سب کچھ لکھتا ہے اس کو توبہ کرنا اور نصیحت کرنا درست ہے اور ضرور [ی] ہے مگر نیت کرنا جس کو اول سلسلہ اولیاء کہتے ہیں اور مست نہیں، جب تک اس سلسلہ کی نسبت حاصل نہ کر لیتے، اور ایسے شخص کو وہ نصیحت جس کی رعایت رفتی اور میر کی رکھنی لازم ہے، اور تھکد اور صبر کو جو خلاف نظم شریع علیہ السلام کے ہے ترک کرنا اور اختلاف مذاہب اور اقالہ ملایا کی رعایت کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ اراکلی دہ رب رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

(مکتوبہ کلاں میں ۱۳۷۷ھ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کے کہ بعض شخص اس وقت کے لئے ولایت سے خارج ہو جاتا ہے: کہلاتے ہیں یا کمان سے کبیرہ گناہ وہ بدلتے یا بدلتے ہیں یا کمان سے کبیرہ گناہ وہ بدلتے یا بدلتے ہیں؟

جواب: جو گناہ کبیرہ جان کر کرتا ہے، اس وقت ولایت خاصہ سے خارج ہو جاتا ہے، توبہ کرنے کے بعد ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس وقت مسلمان زنا کرتا ہے، کمال ایمان اس کا نکل جاتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت معصیت کے، کمال ایمان نہیں رہتا اور صاحبِ نسبت ہونا، سو یہ ایک علاقہ حق تعالیٰ کے ساتھ ہے، اگر باوجود علاقہ کے جان کر گناہ کرتا ہے، وہ سخت شقی اور نہایت عاصی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ المراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(مجموعہ کلاں ص ۲۳۲)
(۸۰۸) توکل حقیقی کیا ہے؟ سوال: جو شخص کسب سے عاجز ہو، سوال کو حرام اور توکل کو واجب سمجھے، لیکن بغیر طلب اور بلا طمع جو کچھ ملے، من جانب اللہ سمجھے، کہ وہ بلحاظ اسباب ظاہر ایسی جگہ قصد اقیام کرے، جہاں فقراء اور مساکین کے خدمت گزار زیادہ ہوں اور ایسی جگہ اس کا قیام کرنا، توکل کے خلاف ہے، یا نہیں؟ اگر خلاف ہے تو کراہت تخریبی ہے یا تحریمی؟

جواب: اس کا قیام اس جگہ خلاف (۱) ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
(مجموعہ فرغ آباہ ص ۵۲)
(۸۰۹) توکل کی ایک حدیث کا حوالہ: جو لوگ کہ متوکل تام ہیں، کہ منتر نہیں کرتے اور دوع نہیں

دلاتے، ان کا ذکر بخاری اور سب کتب احادیث میں ہے۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
(مجموعہ فرغ آباہ ص ۵۲)

(۸۱۰) تعلیم و تدربیں چھوڑ کر اور اشغال میں مصروف ہونا صحیح نہیں: مولوی منہاج الدین صاحب مدنیوہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! بندہ بعافیت ہے۔ تمہارا خط آیا، حال معلوم ہوا۔

مکرام! آدمی کے ایک قلب ہے اور ایک کام کوئی بخوبی انجام دے سکتا ہے، دو کام متبائن جمع نہیں ہو سکتے۔ درس میں شغل یہ غیر ہے اور رات دن طلبہ اور مستفیضوں کے ساتھ اختلاط اور مضامین علمی میں تفکر اور تردد ہوتا ہے، اور شغل یکسوئی اور فراغ از غیر اور سب تنہا کاف، پھر یہ دو کام کس طرح جمع ہو سکتے ہیں، کہ علم فرض اور اعلیٰ اشغال اور نیابت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام

(۱) مناسبت، بیجا۔ اردو لٹ (اردو بورڈ) ص ۲۵۳ جلد ہفتم کراچی ۱۹۸۷ء

(۲) ایک قول روایت کا ایک فقرہ ہے: ہم الذین لا یسترقون ولا ینظرون۔ وعلی ربہم ینوکلون۔ (رواہ البخاری، رقم الحدیث: ۲۳۷۴ ص: ۸۴، جز: ۸، ج: ۳) [مکتبۃ الریاض الحدیثہ ۱۹۸۳ء] نیز نسخہ ہندیہ ۱۳۱۵ھ ص: ۹۵۸ جلد دوم، کتاب الرقاق، باب ومن ینوکل علی اللہ فهو حسبہ، مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں، "ہم الذین لا یسترقون ولا ینظرون" کتاب الایمان، باب الدلیل علی فصول طوائف من المسلمین الحینہ بغیر حساب ص: ۱۱۸، ۱۱۹ جلد اول، رقم الباب ۹۴ رقم الحدیث: ۲۴۱۸ و ۲۴۲۰ ت: ابوقتیبہ نظیر محمد مغازی باسی [دار طبعیہ ریاض ۲۰۰۲ء] نیز نسخہ قدیم ہندیہ ۱۳۱۹ھ [مطبع مجبانی دہلی] ص: ۱۱۶ جلد اول، [نیز دیکھئے مکتوۃ، باب التوکل والمصر، ص ۱۹۶، رقم الحدیث: ۵۲۹۵ و ۵۲۹۶] [مکتبۃ التوبہ ۱۳۲۳ھ] (تور)

کی ہے مقدم اور ضروری جان کر آپ اس میں مشغول رہیں، اور اس کی تعلیم کو فرض اور وصیت، فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یقین کریں، (اس پر) کاربند رہیں اور سب اوقات اپنے اس میں صرف کرتے رہیں۔ یہ خیال استغراق کا بھی ایک وسوسہ شیطانی ہے، کہ علم سے روک کر آپ کو ایک کام نفل و زائد [میں] لگانا چاہتا ہے، جب تم مستغرق ہوئے، کسی کو کس طرح تعلیم و تدریس کرو گے۔ پس ”فقہہ واحد اشذ علی الشیطان من الف عابد“ (۱) کو دیکھو اور اس خیال سے باز رہو۔

اس واسطے ہی شغل کرنا طالب علم کو مدرس کو، بندہ جائز نہیں جانتا، اور ہمیشہ بیعت و شغل سے انکار کرتا ہے، وہی امر آپ کو پیش کیا۔ پس اب جس قدر ذکر اور شغل بدون حرج تدریس ہو سکے کر لیا کرو، اور فکر ایسی خلوت اور استغراق کا برگزیرگز مت کرنا، کہ یہ وسوسہ ہے اور کسی کے کہنے سننے سے تمام عمر کی محنت کو کہ علم ہے، رازنگاہاں مت کرنا۔ اور حجت اللہ اپنے اوپر قائم کر کے، معصیت میں مبتلا مت ہونا۔ اگر جو روپیچہ کو چھوڑ کر بخیاں درویشی نکلو گے، تو فردا قیامت کو حقوق العباد کا کیا بند و بست اور جواب دو گے؟ اور جو تعلیم درس کو چھوڑ کر نفع متعدی کو ترک اور نفع لازمی کی تحصیل میں جو ہنوز مہووم ہے، مشغول ہو گے، تو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے، کہ فرماتے ہیں:

بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً . الحدیث (۲)

لیبلغ الشاهد الغائب . الحدیث (۳)

اور دیگر احادیث، کہ جس میں تبلیغ کو فرض اور علم کو واجب و عمدہ و شغل اور عبادت فرض اس کو فرمایا ہے، اور شغل و تصوف و ریاضت کہ ادب و مستحب ہے، اس میں منہک ہو کر فرض کو ترک کر کے، کیا نفع حاصل کرو گے، بجز مطالبہ عباد اور شارع علیہ السلام کے۔

پس زہنا زہرا کسی درویش قاطع علاق غافل از فن درس کو دیکھ کر، اور اس کے واردات کو بزم خود پسند مرنج بنا کر

(۱) رواہ الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی فضل الفقه علی العبادۃ . الحدیث: ۲۶۸۱ ص: ۴۷، ج: ۵، ت: کمال یوسف الحوت (دار الکتب العلمیۃ بیروت) نیز نسخہ ہندیہ قدیم ص: ۹۷ جلد دوم کتب خانہ و شبیدیہ (دہلی) و ابن ماجہ . الحدیث: ۴۲۲ ص: ۱۵۰، ج: ۱ (دارالرسالۃ العلمیۃ بیروت ۱۴۳۰ھ) [نیز دیکھئے: مشکوٰۃ . کتاب العلم، الفصل الثانی ص ۳۳ ج ۱ (اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ) حدیث نمبر: ۲۱۷۱] نیز مشکوٰۃ ص ۲۳ (مکتبۃ التوبہ ۱۴۲۳ھ) (نور)

(۲) بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ص: ۱۳۶ جلد دوم رقم الحدیث: ۳۳۶۱ مکتبۃ الریاض الحدیثہ ۱۴۰۴ھ ۹۸۳ھ) نیز نسخہ ہندی باب مذکور ص: ۴۹۱، ج: ۱، ۱۴۱۵ھ [نیز دیکھئے: مشکوٰۃ المصابیح، کتاب العلم، ص ۳۳ ج ۱ (اصح المطابع دہلی ۱۳۷۵ھ) نیز مشکوٰۃ کتاب العلم، الفصل الاول ص ۱۳۳ جلد اول رقم الحدیث ۹۸۱۱ ترمذی، ابن ماجہ، دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۳ھ ۲۰۰۳ھ]

(۳) بخاری، کتاب العلم، باب رب مبلغ او عسی من سامع ص: ۲۰ جلد اول رقم الحدیث: ۶۷۱ مکتبۃ الریاض الحدیثہ ۱۴۰۴ھ ۹۸۳ھ) نیز رواہ البخاری، کتاب العلم، باب یبلغ الشاهد الغائب ص ۲۱ ج ۱، الحدیث: ۶۷۱ نیز بخاری میں متعدد جگہوں پر یہ حدیث وارد ہوئی ہے، دیکھئے: الخ اور کتب الفیصلیہ الخ کے الفاظ ہیں۔ (نور)

اپنے فرض منصب کو ترک مت کرنا اور اپنے کام کو کسی درجہ حقیر اور کم جان کر، دوسرے فن کو کئی الواقع ہر اتب کم تعلیم علم سے بہت لینا، ہاں! جب تم اس تعلیم کے کام میں خوب ماہر ہو جاؤ، اس وقت شغل کو کرو گے تو حرج نہ ہوگا۔

اور پھر یہ سمجھ لو کہ ہر طبع جدا ہے، کسی کو مناسبت شغل سے ہوتی ہے تو اس کو اثر کامل ہوتا ہے، اور جو نہیں ہوتی، تو باوجود کثرت مشغولی کے نفع معتد بہ حاصل نہیں ہوتا، تم نفع معتد بہ حاصل کو، نفع موہوم کے واسطے ضائع و ترک کرتے ہو۔

بہر حال یہ سب وسوسہ ہے۔ کہ تو بہ کر اور تعلیم دین میں خوب سعی کرو اور شغل قدرے قلیل کرتے رہو، اور بس! آئندہ مختار ہو۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۱۳۵-۱۳۶)

(۸۱) ہر وقت کی تسبیح میں کیا، ہر مرتبہ درود و شریف پڑھنا ضروری ہے؟ سوال: چلتے پھرتے

ہوئے، جو آدمی اللہ تعالیٰ کے نام کی تسبیح پڑھتا ہے، یا کلمہ شریف کی، تو ہر نام پر اللہ تعالیٰ کے جل جلالہ یا تغیر علیہ الصلاۃ والسلام کے نام پر درود پڑھا کرے، یا سو پچاس کے بعد میں ایک دفعہ کہا کرے، اور اگر کلمہ لا الہ الا اللہ مثلاً دس دفعہ کہا اور گیارہویں دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا، تو کہنے والے کو پورے کلمے کا ثواب ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: کبھی کبھی کہہ لیا کرے، ایسے متصل پڑھنے میں (۱)۔ فقط

(بدست خاص علاحدہ)

(۸۲) جہری ذکر جائز ہے، اگر معتزاتوں سے خالی ہو: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے راتین و

محققان دین متین اس مسئلہ میں: کہ ذکر اللہ بالجہر کرنا خواہ اکیلا ہو یا مجمع مسترشدین میں، شب کو یا دن کو تنہا مکان میں یا جنگل میں یا مسجد میں، کہ جس سے کسی کا حرج نہ ہو، جائز ہے، یا نہیں؟ بیٹا تو جروا۔

جواب: کتب حنفیہ میں ذکر جہر کے باب میں روایات مختلفہ وارد ہیں، بعض روایات میں مکروہ لکھا ہے اور

بعض میں جائز، اگر خالی شائبہ یا اذیت غیر سے ہو اور اس پر ہی عمل در آمد مشائخ کا ہے۔ پس بناء علی بندہ الروایۃ ذکر جہر میں جو خالی ہو مضار سے، کچھ حرج نہیں۔ اور یہی رائج بندہ نزدیک ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد عثمانی عندہ گنگوہی [مہر رشید احمد]

الجواب صحیح، وفی حاشیۃ الحموی عن الإمام الشعرائی، أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی

استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها، إلا ان یشوش جہر ہم علی نائم أو مصل أو قارئ انتهى۔ رد المحتار۔ (۲) کتبہ ابوالحسن مہتمم جامع مسجد سہارنپور۔

(۱) قول: ایسے متصل پڑھنے میں، یعنی جسے سوال میں ذکر کیا ہے، یعنی مسلسل ذکر کر رہا ہو، تو کبھی کبھی درود و شریف پڑھا لیا کرے، اور نہ ہر مرتبہ نام پاک کے ساتھ درود و شریف پڑھنا مستحب ہے۔ (یا ن پوری)

(۲) رد المحتار علی الدر المختار، مطلب فی رفع الصوت بالذکر، ۳۳۳/۱ (طبع تہجائی، دہلی: ۱۳۸۷ھ) نیز شامی ج ۱ ص ۶۶۰ [دار الفکر بیروت، لبنان ۱۳۸۶ھ] و نیز شامی ج ۱ ص ۳۸۸ [کتبہ ماہدہ یونیورسٹی پاکستان ۱۳۹۹ھ] (نور)

الجواب صحیح، عنایت الہی مدرس مدرسہ اسلامیہ سہارنپور۔

یہ جواب صحیح ہے، محمد رافع اللہ عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ مظفرنگر۔

صحیح الجواب، محمد صدیق احمد کاندھلوی مہتمم مدرسہ اسلامیہ کاندھلہ۔

الجواب صحیح، وقد استنبط الجہر فی الذکر من قوله تعالیٰ: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ فَمَا جَدَّ اللَّهُ أَنْ

يُذَكَّرَ فِيهَا السُّمَّةُ، (۱) الآیہ: عزیز الرحمن دیوبندی مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔

احسن بہذا الجواب، محمد ناظر حسن عفی عنہ دیوبندی مدرس مدرسہ اسلامیہ میرٹھ۔

الجواب صحیح، احمد علی بٹرا ڈوی۔

ذکر میں جہر متوسط جائز ہے اور جہر مضبوط سوائے اذان کے اور ذکر میں جائز نہیں، مکروہ ہے۔ مشتاق احمد سہارنپوری۔

اگرچہ علمائے حنفیہ کثیر اللہ شوکتہم کو در باب ذکر جہر اختلاف ہے، مگر صحیح یہی ہے کہ جب ذکر جہر عوارض

مذکورہ سے خالی ہو، تو بلا شک جائز ہے۔ خادم العلماء غلام محمد ہوشیار پوری مدرس مدرسہ اسلامیہ کرنال۔

ذکر جہر یا ہر حرام ست، وضرر المقتاری والمحدث والتائم والمصلی مکروہ ست، والثنائی عنہا بلاشبہ جائز ست، خصوصاً

در مجمع بیچوا اشخاص افضل ست۔ محکمہ مختلف باختلاف الاشخاص بموجب حدیث: من ذکر نسی الخ (۲) واللہ اعلم

بالصواب۔ کتبہ العبد المذنب عبد الرحمن پانی پتی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ وتابعیہم أجمعین الیٰ یوم الدین

برحمتک یا أرحم الراحمین

منظوم امیر یہ، تالیف: مولانا میر بازا خاں سہارنپوری، ص: ۳۲۲ (مطبوعہ: غالباً ۱۳۳۰ھ)

(۸۱۳) فعل حرام میں مشغولیت کے وقت ذکر کرنا؟ مولوی نذیر احمد صاحب السلام علیکم

آپ کا خط آیا، فی الواقع عالم کا حال ہر روز متغیر اور اہل نظر کو ایسے وقت میں اپنے خاتمہ کا اندیشہ، حق تعالیٰ سب

اہل اسلام کو با ایمان اٹھاوے، آمین!

ذکر اللہ تعالیٰ عمدہ شے ہے، مگر تلبیسات و محرمات سے بے تعظیسی نام الہی کی ہوتی ہے، مثلاً بسم اللہ کا کہنا ہر شے

کے شروع پر مستحب ہے مگر شراب اور حرام طعام پر کفر ہے، گویا کہ استہزاء و اہانت نام پاک ہے اور نہایت بے حیائی۔

(۱) آیت کریمہ: سَکَرٰہً مِّنْ عَرۡسٍ مَّجۡدٰہٍ، تاکہ ذکر جہر ذکر کفر سمجھا جائے، اس کو ذکر کرنے کی صورت میں روکنے کوئی صورت نہیں۔ (پان پوری)

(۲) مسند احمد۔ مسند اسی طریقہ ص: ۳۰۵ جلد دوم (دار الفکر، بیروت، الطبعۃ الثانیہ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) نیز مسند احمد محقق۔ ت: حجرہ

المرکزین۔ ص: ۱۵۳ جلد نجم۔ رقم الحدیث: ۱۹۲۲۶ (دار الحدیث القاہرہ، ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۵ء)

ہاں! اگر یہ ہودہ کلام کرتا ہے اور وقت سکوت کچھ ذکر زبان سے نکالا، تو سکوت سے یہ ذکر فی حد ذاتہ بہتر ہے، اور حالت زنا میں ذکر کرنا سخت تر ہے کہ اندیشہ کفر ہے، عین تلبیس بفعل حرام میں ذکر برا ہے، یعنی مجاورت ذکر بہ حرام، کہ ذکر فی حد ذاتہ عمدہ شے ہے، مگر فی الحقیقت وہ ذکر کر نہیں، بلکہ استہزاء و تحریف ہے اور جب وقفہ امر بد سے ہو، اس میں ذکر اچھا ہے، ایسا ہی دائم تارک اصلوۃ سے گنڈے در نمازی اچھا ہے، مگر عین تلطیح نجاسات میں صلوٰۃ کا پڑھنا، یا پانچا نہ میں نماز پڑھنا سخت مذموم ہے، اندیشہ کفر رکھتا ہے، تو دونوں بات میں فرق ین۔ الغرض! عین حالت حرمت میں ذکر بسبب اہانت ذکر کے زیادہ مضر ہے اور وقفہ میں اچھا ہے اور دونوں میں فرق ہے۔ فقط والسلام

(مکتوبات حضرت مولانا گنگوہی غیر مطبوعہ، بنام مولانا غلیل احمد مکتوب نمبر ۱۰ قلمی)

(۸۱۴) دین داری میں انگشت نما ہونا، کیوں غلط ہے؟ انگشت نما ہونا بھلائی میں موجب ریا اور

تکبر کا ہوتا ہے، اس واسطے برائی ہے، اگر اس شہرت سے اس کو تکبر نہ ہو تو کچھ اندیشہ نہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے برابر کس کو شہرت ہوئی، اور یہ حدیث صحیح ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد ص ۲۱)

(۸۱۵) وحدۃ الوجود کی تحقیق؟ مسئلہ وحدۃ وجود: یہ بات ثابت ہے کہ وجود حقیقی ذات پاک حق

تعالیٰ ہی کے واسطے ہے، اور باقی جملہ موجودات فانیہ موجود بوجود ظلی ہیں اور ظلی بہ نسبت حقیقی کے کالعدم ہوتا ہے، پس مطلب ہمہ اوست کا یہ ہوا، کہ جملہ موجود حقیقی و اصلی وہ ذات پاک باقی ہے اور باقی جملہ موجودات معدوم و فانی ہیں۔ یہ عین توحید ہے اور حق ہے۔ نہ یہ مطلب ہے کہ جملہ موجودات ظلیہ کو اصلیہ حقیقیہ اعتقاد کر کے، سب موجودات عدمیہ فانیہ کو، موجود حقیقی و عین ذات حق تعالیٰ قرار دیں، معاذ اللہ! کہ یہ سخت شرک ہے، مطلب اول و ثانی میں فرق زمین و آسمان کا ہے، اول مراد عارفین ہے اور ثانی طہرین جالبین۔ (۱) فقط رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۸۴)

(۸۱۶) ہمہ اوست کی بحث؟ سوال: ہمہ اوست کے کیا معنی [ہیں] اور ایسا عقیدہ رکھنا کیسا

ہے۔ آج کل اس بدعتی کی ایسی کیفیت ہے کہ ہر کس و ناکس کو اسی کی تعلیم کرتا ہے اور اس پر حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ کے اقوال کی سند لاتا ہے، جو ضیاء القلوب میں لکھے ہیں اور فی الواقع آنحضرت نے ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ ذکر مراقبہ میں ایک موقع پر صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے:

(۱) یہ اور اس کے بعد کا فتویٰ یہ ظاہر ایک ہی ہیں، بعد والے میں کچھ اضافہ ہیں اور چند الفاظ کا فرق بھی ہے، اس لئے دونوں کو لٹل کر لیا گیا ہے۔ (تور)

مراقبہ وحدت و ہمہ اوست، ہو الاول، ہو الآخر، ہو الظاہر، ہو الباطن، ہر زبان گفتہ
باملاحظہ معنی تصور کند کہ بیچ نیست مگر اوست، و در اس مستغرق شود۔ (آئینی) (۱)
ترجمہ: مراقبہ وحدت اور ہمہ اوست یہ ہے کہ: ہو الاول، ہو الآخر، ہو الظاہر، ہو الباطن زبان سے کہہ کر، کسی
صورت کے لحاظ کئے بغیر معنی کا تصور کرے، کہ کوئی نہیں ہے مگر وہ ہے، اور اس خیال میں [بالکل] محو
ہو جائے۔ (ت: نور)

اور بعض مواضع میں فرمایا ہے، اگر یہ مسئلہ اسی طرح سے ہے، تو یہ ثواب و عقاب حرام و حلال اور اکثر کارخانہ عالم
فضول ہو جاوے گا، بخود باللہ!

جواب: یہ امر حقیقی ہے کہ وجود حقیقی ذات باری تعالیٰ کے واسطے ہے اور باقی جملہ موجودات فانیہ موجود ہو جو
ظنی ہیں اور ظنی بہ نسبت اصلی حقیقی کے کالعدم ہوتا ہے، پس معنی ہمہ اوست کے یہ ہوئے کہ موجود حقیقی و اصلی و ذات
پاک باقی ہے اور جملہ موجودات معدوم و فانی ہیں۔ سو یہ تو عین توحید ہے اور حق ہے، نہ یہ کہ جملہ موجودات ظنیہ کو اصل
حقیقیہ اعتقاد کر کے، یہ کہے کہ سب موجودات عدمیہ فانیہ موجود حقیقی و ذات حق تعالیٰ ہیں، معاذ اللہ! کہ یہ معنی سخت شرک
ہیں۔ معنی اول و ثانی میں فرق بین ہے، اول مراد عارفین کی [ہے] اور ثانی فہم ملحدین جاہلین کی ہے۔

رہا حال مراقبات شیخ کا، سو سنو! کہ اصل مقصد ان کا یہ ہے کہ، قلب انسان کا چونکہ اپنے وجود کے اور تمام
مشاہدات کے تصور سے..... پُر ہو رہا ہے، اسی واسطے علم حق تعالیٰ کے قرب و عظمت کا اس کے قلب میں قیام پذیر نہیں
ہوتا اور غفلت میں رہتا ہے۔ جب مرآۃ قلب نقوش غیر سے خالی و صاف ہو جائے، اس وقت نقش..... اس میں
جاگزیں ہو، لہذا اس کی تدبیرات فرمائیے۔

ازاں جملہ یہ بھی ہے کہ سالک اپنے ذہن کو اپنی ہستی اور تمام عالم کی ہستی سے خالی کر کے، سب کو فنا و فراموش
کرے، جس کا خلاصہ بیچ و نیست ہوا، اور بجائے اس کے نقش ہستی حق تعالیٰ کو قائم کر دے، جس کا حاصل ہمہ اوست ہوا۔
سو یہ دونوں تصور، افناء غیر و البقاء حق اس قدر کرے کہ محو ہو جاوے، تا اصل مطلب حاصل ہووے، یہ نہیں فرمایا کہ یہ عقیدہ
کر لیوے کہ سب مشاہدات عین خدا کے ہیں، جو شرک ہو، بلکہ سب کو خبر عدم میں دیتے ہیں، حالانکہ اس کے افناء سے کوئی
شے بھی فنا نہیں ہوتی۔ سب اشیاء اپنے مقام پر موجود ہیں، ہاں اس کے ذہن سے خارج ہوتی ہیں: السرب رب و
العبد عبد، جہلاً ازمانہ کو شیطاں نے دام میں لیکر مشرک بنایا، مشائخ علیہ الرحمہ ایسے وایات سے بری ہیں۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص ۸۰، ۹۱)

(نور)

(۱) ضیاء القلوب حضرت حاجی امداد اللہ۔ فارسی ص ۲۳ مراقبہ (طبع ہول، مطبع پنجابی دہلی: ۱۳۸۳ھ)

ملفوظات امجدیہ کتب خانہ دارالعلوم

(۸۱۷) فی زمانہ تصور شیخ، غیر مشروع ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین مسئلہ

تصور شیخ معمولہ صوفیہ میں: کہ مرید صورت پیر خواہ وہ پیر زندہ ہو یا مردہ، تصور میں حاضر کرتے ہیں اور اس سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ آیا یہ تصور اور حصول فیض شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

دوم اگر کوئی شخص حضرت غوث اعظم کو تصور میں حاضر کر کے: یا شیخ عبد القادر جیلانی شینا اللہ کا تکرار کرے، تو یہ تصور اور پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ لیکن قائل اگر اس کلمہ کو بغرض حصول فیض باطنی پڑھتا ہے، تو شینا اللہ سے: اعطنی شینا اکر اما للہ تعالیٰ مما اعطاک من الفیوض الباطنہ ہے، اور اگر اور کسی حاجت کے واسطے پڑھتا ہے تو شینا اللہ سے امددنی شینا اکر اما للہ بالدعاء من اللہ تعالیٰ غرض ہے۔

جواب: تصور شیخ جو معمول صوفیہ کا ہے، کسی وقت میں صوفیہ نے اس کو اختیار کیا تھا، کسی مصلحت کی وجہ سے، اور اس میں کوئی خدشہ نہیں جانا گیا تھا، مگر اب اس وقت میں اس کی اجازت شرعی نہیں معلوم ہوتی، کہ شائبہ بت پرستی ہو گیا ہے اور اس کی چنداں ضرورت بھی نہیں، ہاں! اگر کوئی مغلوب محبت معذور ہو (تو وہ) معذور ہے، اور فیض من اللہ ہوتا ہے اور بس! فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

[دوم] کسی بزرگ کو ذہن میں حاضر کر کے اس سے اپنا مطلب مانگنا شرک ہی معلوم ہوتا ہے، کیونکہ ہر وقت حاضر ہونے والا حق تعالیٰ ہے، اس سے [طلب] مرادات چاہئے اور احضار صورت شیخ سے شیخ حاضر نہیں ہوتا، پھر اس صورت و تماثل ذہن سے، کچھ حاجت دینی و دنیوی طلب کرنا خود وہی امر ہوا جس سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا۔ اگرچہ بسبب تاویل کے اس کو شرک نہ کہا جاوے، مگر بظاہر صورت شرک کی ہے، لہذا ترک اس کا واجب ہے۔ جو امر مؤہم معصیت کا ہو، اس کو بھی ترک کرنا لازم دینی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں۔ ص ۱۰۲-۱۰۳)

(۸۱۸) من اللہ ومن مشائخی کہنا صحیح نہیں: سوال: زید نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ: ما کان

منہ صواباً فمن اللہ ومن مشائخی، و ما کان خطاً فمنی۔ اس کا بولنا عند الشرع جائز ہے، یا ناجائز، اس لکھوانے والے اور بولنے والے کا کیا حکم ہے، ایسے شخص کو کیا کہنا چاہئے؟

جواب: من اللہ تعالیٰ ومن مشائخی بظاہر کلمہ شرک کا ہے، چنانچہ حدیث میں خود رسول اللہ ﷺ نے

شاء اللہ و شئت (۱) رد فرمایا لہذا ایسا کلمہ مؤہم بولنا و لکھنا نہ چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ کلاں ص ۲۳۱-۲۳۲)

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا تقولوا: ماشاء اللہ و ماشاء فلان، ولكن قولوا: ماشاء اللہ ثم شاء فلان، رواہ احمد ابو داؤد و فی رواۃ

قال: لا تقولوا: ماشاء اللہ و ماشاء محمد و قولوا ماشاء اللہ وحده، رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ کتاب الآداب، باب الاسامی، فصل ثانی)

ج: ۲۰۸ ص ۳۰۸ [رشیدیہ دہلی ۳۷۵ھ] نیز مشکوٰۃ باب مذکور ص: ۱۷۸ جلد چہارم رقم الحدیث: ۳۷۷۸ ت: رمضان بن احمد بن

علی [مکتبۃ التوبۃ دار ابن حزم بیروت ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء]

(۸۱۹) صوفیاء کے بعض اشعار و اقوال میں نامناسب الفاظ و کلمات کی شرعی تحقیق؟ سوال: اگر

کوئی آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و سلم کو، اشعار میں صنم یا بت یا اور ایسے الفاظ کہے، تو آپ [مولانا گنگوہی] نے اس کو کافر اور قاتل قتل تحریر فرمایا ہے۔

پس اللہ جل شانہ کے واسطے ایسے الفاظ کہنا، آپ کے نزدیک بدرجہ اولیٰ کفر ہوگا، مگر اس صورت میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ اکابر صوفیہ میں سے بعض مشائخ نے اشعار میں ایسی باتیں فرمائیں ہیں، جو اس فتویٰ کے موافق کفر ہیں، اور بعض مشائخ نے اگرچہ خود ایسی باتیں نہ کہی ہوں، مگر سماع میں بلا انکار ایسے اشعار سنے ہیں، اور ان مضامین کو جو ظاہر میں کفر ہیں، باطن میں عہد و مطلب ہے، حمد و نعت خیال کر کے گویا ذکر اور درود میں خیال کیا ہے:

خوشر آں باشد کہ ہر دل براں
گفتہ آید در حدیث دیگران

جب یہ حال ہے تو ایسے کلمات کے کہنے والے کی نیت پر اور ظاہری قرائن پر کفر اور ایمان کا پہچانا موقوف ہونا چاہئے، اور اگر فقط ظاہری الفاظ پر کفر کا فتویٰ ہوگا تو یہ لازم آتا ہے کہ ان صوفیوں کی ولایت، بلکہ ان کے ایمان سے انکار کیا جاوے، جن کا حال عرض کیا گیا۔

حضرات صابریہ میں تو بہت مشائخ ایسا مذاق رکھتے ہیں، قطب عالم گنگوہی (۱) اور حضرت مخدوم صابر صاحب (۲) کے اشعار مثال میں پیش ہو سکتے ہیں، بلکہ بعض مشائخ نقشبندیہ بھی اس مذاق سے خالی نہیں ہیں۔

(۱) حضرت شیخ عبدالقدوس بن اسماعیل اردولوی شہر گنگوہی: اردوئی میں پیدا ہوئے، نحو و صرف کی ابتدائی کتابیں ملاحظہ اللہ سے پڑھیں۔ بچے عرصہ تک شیخ احمد بن داؤد کی خدمت میں رہے، پھر میر بات دل میں آئی کہ تعلیم کے بغیر تصوف بے کار ہے، مگر یہ اس وقت دوبارہ تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور شیخ احمد عبدالحمید کے پوتے شیخ محمد سے بیعت ہوئے اور استفادہ کیا، حضرت شیخ عبدالقدوس کو شیخ احمد عبدالحمید سے بے حد عقیدت تھی، اُن سے فیض باطنی ہوا۔ شیخ محمد نے اجازت سے توفیق۔ جب اردوئی میں گانا کا نغمہ ہو گیا اور مسلمانوں کی ہر جہتی ملامت ہو گئی، اس وقت (۸۹۶ھ مطابق ۱۴۹۰ء) میں شیخ عبدالقدوس اردوئی سے شاہ آباد (ضلع کرناٹک) آگئے تھے، وہیں ان کے فیضان کا دریا جاری ہوا۔ پر دہی سر خلق احمد نظامی کے الفاظ ہیں:

”جو شہرت و عظمت ان کو حاصل ہوئی وہ اس سے پہلے صابریہ سلسلہ کے کسی بزرگ کو حاصل نہیں ہوئی تھی۔“

تاریخ مشائخ چشت ص ۲۱۸ (طبع اول، دہلی ۱۳۷۲ھ/ ۱۹۵۳ء)

شیخ عبدالقدوس کے سلسلہ کا رشد و ہدایت کو غیر معمولی اختصاص و شہرت حاصل ہوئی اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کا فیضان بہت دور دور تک پہنچ گیا اور یہ سلسلہ ایسا طاقتور اور مجمع عرفان و کمال ہو گیا تھا کہ اس کے دانشمندی نشان امتیاز سمجھی گئی۔ حضرت شیخ عبدالقدوس اس کی وجہ سے اس کے اثرات بہت دور دور تک پہنچے اور بعد کے لئے ایک رب شاہ ہوا مثل قائم ہو گئی، جس پر مسافر اس بات بھی اعزاز ہے۔

شیخ عبدالقدوس نے تقریباً پچاس برس رشد و تحقیق کا بیگانہ نہ رہا، گناہ پر یاد رکھا۔ آخر عمر میں شاہ آباد سے گنگوہا آگئے تھے، وفات تک نہیں رہے، ۹۳۲ھ (۱۵۳۷ء) میں وفات ہوئی، مرنے سے پہلے شیخ عبدالقدوس کی شہداء اہم اور نہایت عالمانہ تصانیف اور مجموعہ مکتوبات یادگار و معروف ہیں۔ شیخ صاحب کے صاحبزادے سے بھی علم و معرفت میں لیا گیا اور آخر روزگار تھے۔ مزید معلومات کیلئے ملاحظہ ہوں:

بقیہ حاشیہ اکتھ و سلمہ پر

ملفوظات امجدیہ کتب خانہ رحمداد

اگر یہ کہا جاوے کہ اہل سکر معذور ہیں، تو سکر سے کیا مراد ہے، اگر فی الجملہ ذوق اور شوق مراد ہے، تو اپنے مرتبہ کے موافق اکثر مؤمنین میں یہ بات پیدا ہو سکتی ہے، اور اگر بے اختیاری اور بے ہوشی مراد ہے، تو جو شخص دین و دنیا کی خیر و شر میں نظم و نثر میں عمدہ تمیز رکھتا ہو، سماع کی جائز محفلوں میں قصد اشتراک ہو، بہت ادا امر کو اختیار کرے اور بہت منہا ہی سے بچے، ایسے شخص کو بے اختیار اور بے ہوش کہنا، ظاہر میں کسی طرح درست نہیں ہوتا؟

جواب: حق تعالیٰ کی ذات مقدس پر اطلاق الفاظ مکروہہ کا، مثل بت وغیرہ کے حرام و موجب کفر کا ہو سکتا ہے، خواہ کوئی بولے۔ مشائخ کے فعل کی تاویل کرنا چاہئے، اگرچہ بعید ہو، نہ یہ کہ حکم شرع کا ان کے فعل کے سبب بدلنا۔ حق تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں، مثلاً جو ادا حق تعالیٰ پر بولنا درست اور نخی کہنا منع، حکیم درست اور طبیب غیر جائز، پس ایسے مکروہ لفظ کس طرح درست ہو سکتے ہیں، کسی شیخ کے فعل کے سبب۔

پس مسئلہ عقائد کا مجمع علیہ امت کا، اپنے حال پر رکھو، مشائخ کے قول (و) فعل کی کوئی تاویل کرو، یہ ہے حکم ادب شریعت کا۔ نہ یہ کہ مشائخ معدودہ کے فعل کو اصل ٹھہرا کر، حکم شریعت کو منسوخ بناؤ، کہ قواعد شرع کسی شیخ سے رد و رفع نہیں ہو سکتے۔ فقط (مجموعہ فرخ آباد ص ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴

جنت، خواب اور ان کے متعلقات

سوال: سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ، ہڈی پر کے گوشت کو منہ لگا کر دانتوں سے نہ توڑا کرو، سے استنجاء کرنے کی ممانعت کی تحقیق؟

یہ بات صحیح ہے، کہ وہ خوراک ہے تمہارے بھائی جنوں کی۔ یہ بات صحیح ہے، یا نہیں؟ اور اگر صحیح ہے تو منہ لگانے سے کیا نقصان ہو جاتا ہے، جو وہ پھر نہیں کھاتے؟

جواب: یہ غلط ہے، بلکہ دانتوں سے توڑنے کو فرمایا ہے اور استنجاء کرنے کو ہڈی سے منع کیا ہے کہ مسلمان جنت کی غذا ہوتی ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۸۲۱) ہڈی کو دانتوں سے توڑنے اور اس سے استنجاء کرنے کی ممانعت کی تحقیق؟

سوال: علاوہ ہڈیوں کے جنت غلہ و مٹھائی وغیرہ بھی کھاتے ہیں، یا نہیں؟ اور اگر کھاتے ہیں، تو ہڈیوں ہی کی کیا خصوصیت ہے؟

جواب: سب کچھ کھاتے ہیں، مثل انسان کے۔ فقط، واللہ اعلم

(۸۲۲) جنت کیا کیا کھاتے ہیں؟ سوال: علاوہ ہڈیوں کے جنت غلہ و مٹھائی وغیرہ بھی

جواب: جنت کی چوری سے حفاظت کی تدبیر: سوال: خرمن میں سے یا گھر میں رکھے ہوئے غلہ میں سے، جنت بھی چرا لیتے ہیں، یا نہیں؟

اور اگر چرا لیتے ہیں ان کے دفعیہ کی اور غلہ کی حفاظت کی بھی کوئی سبیل ہے، اگر ہو تو وہ بھی تحریر فرماویں۔

جواب: چور سب جگہ سے چراتا ہے، سبیل محافظت کی یہ ہے کہ وہاں ذکر کرے قرآن پڑھے۔ فقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۱۷)

(۸۲۳) شیاطین گمراہ کرنے کیلئے دائیں جانب سے آتے ہیں: سوال: مولانا مولوی محمد

قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں، کہ قلب کے دائیں جانب فرشتہ رہتا ہے اور جانب چپ (بائیں) شیطان، اور سورہ

والصافات میں ہے گنہگار لوگ شیطانوں کو کہیں گے، کہ تم ہم پر آتے تھے دہنے سے۔ تو اس کا کیا مطلب ہے، تحریر فرماویں۔

جواب: دینی جانب خیرات کی ہے، اور شیاطین دینی جانب سے آتے ہیں، تاکہ لوگ جانیں کہ بھلے لوگ

خیر بات بتاتے ہیں، دھوکہ دہی کے واسطے۔ فقط، واللہ اعلم

(بدست خاص، ص ۲۵)

(۸۲۵) جنات آسیب وغیرہ کا اثر اور ان کا علاج برحق ہے: سوال: آسیب جن و شیاطین کا آدمی کو ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اور کلام الہی دم کرنے سے، خواہ تعویذ وغیرہ باندھنے سے رفع ہو جاتا ہے، یا نہیں؟ اور جن و شیاطین گھر میں رہنے لگتے ہیں، یا نہیں؟

جواب: یہ سب امور حق ہیں۔

(بدست خاص، سوال ۵۰)

(۸۲۶) جناب رسول اکرم کی خواب میں، زیارت کے ایک پہلو کی تحقیق؟ سوال: آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم، جو خواب میں یا مراقبہ و مکاشفہ میں، مخلوق کو مشرف بزیارت فرماتے ہیں، تو خود آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی خاص اسی جسم اطہر سے رونق افروز ہوتے ہیں، یا کیا ہوتا ہے؟

جواب: آپ کہیں تشریف نہیں لے جاتے، بلکہ آپ کی شکل مبارک کی مثال، پیش نظر دیکھنے والے کے

ہو جاتی ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص: ۱۹)

(۸۲۷) خواب میں جو مردے نظر آتے ہیں، ان کی حقیقت کیا ہے؟ سوال: مردگان جو

رویاء میں نظر آتے ہیں، ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے، وہ بھی خود ہی آتے ہیں، یا کیا ہوتا ہے؟

جواب: اس خواب کی بھی یہی کیفیت ہے، جو اوپر لکھی گئی۔ فقط واللہ اعلم۔

(بدست خاص، ص: ۱۹)

toobaa-elibrary.blogspot.com

گانے بجانے اور آتش بازی وغیرہ کے احکام

(۸۲۸) راگ بلازمیر کا حکم؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین: کہ راگ بلازمیر، مذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ میں حرام ہے، یا مباح؟ یا اختلاف ہے اگر اختلاف ہے تو پھر فتنی پر روایت کون سی ہے، اور نیز راگ مع مزامیر کا کیا حکم ہے؟ جو بعض لوگ باوجود ادعا اتباع مذہب امام اعظمؒ، و اتباع سنت عرس مروجہ، متضمن غنی مزامیر کے ترویج دیتے ہیں اور شامل ہوتے ہیں، وہ دائرہ تقلید امام اعظمؒ سے باہر ہیں، یا نہیں؟

جواب: راگ بلازمیر مجامع میں ہونا، مذہب امام صاحب میں حرام ہے، علی الراسخ، جیسا اب متعارف ہے، اور مزامیر کے ساتھ بالاتفاق حرام ہے۔

قال فی الہدایۃ: ولا من ینفی للناس لأنه یجمع الناس علی ارتکاب کبیرۃ (۱) انتہی
و فی الدر المختار: دلت المسئلۃ علی أن الملامی کلہا حرام (۲) انتہی
و فی رد المحتار و فی التاتارخانیۃ عن العیون إن کان السماع سماع القرآن و الموعظۃ
یحوز، و إن کان سماع غناء فهو حرام، یا جماع العلماء، و من أباحہ من الصوفیۃ، فلمن
تخلی عن اللہو و تحلی بالتقوی و احتاج الی ذالک احتیاج المریض الی الذواء و لدہ شرائط
ستۃ: أن لا یكون فیہم أمرد و أن تكون جماعتہم من جنسہم و أن تكون نیۃ القوال
الاحلاص، لا أخذ الاجر و الطعام، و أن لا یجتمعوا لاجل طعام او فتوح و أن لا یقوموا إلا
مغلوبین، و أن لا یظہروا و جدلاً إلا صادقین (۳) انتہی

اس عبارت میں غناء، بالمزامیر کے حرمت کو بھی جمع علیہ لکھا ہے، اور صوفیہ زمان کی مجالس کی حرمت خوب صاف بیان کر دی ہے۔ چہ جائیکہ مزامیر بھی وہاں موجود ہوں، پھر تو کچھ بھی شبہ اس کی حرمت میں نہیں۔ کہ احادیث کثیرہ حرمت معازف و مزامیر میں، وارد ہیں۔ پس ایسا شخص تقلید خفی سے کیا، بلکہ کمال اسلام سے ہی خارج ہو جاتا ہے۔

(۱) الہدایۃ کتاب الشهادات، باب من یقل شہادۃ و من لا یقل ص: ۱۶۲ جلد سوم [مکتبہ تھانوی دیوبند] [نور]

(۲) الدر المختار، کتاب الحظر و الاباحۃ (۲/۲۳۸) [نکس چھاپی ۱۳۳۴ھ] نیز الدر المختار مع الشامی کتاب الحظر و الاباحۃ ص: ۲۲۳ جلد پنجم [مطبع چھاپی دہلی: ۱۳۸۸ھ] نیز الدر المعراج الثانی ج: ۲ ص: ۳۳۸ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ] [نور]

(۳) رد المحتار، کتاب الحظر و الاباحۃ (۲۲/۵) [چھاپی دہلی: ۱۳۸۸ھ] نیز شامی ج: ۲ ص: ۳۳۹ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ] (نور)

قال فی الدر المختار: و فی البزازیة استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام، لقوله علیه الصلوة والسلام استماع الملاهی معصية و الجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر أى بالنعمة. (۱) انتهى

الحاصل یہ فعل گناہ کبیرہ ہے کہ مومن کو فاسق بنادیتا ہے، اور گونہی ہے آدمی رہے، مگر اسلام کامل سے بے بہرہ ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رسائلہ فتاویٰ العلماء السحابیہ فی البات حرمة المزامیر ص ۲۳-۲۴

تالیف: مولانا مشتاق احمد۔ [غالباً انیسوی؟۔ مطبعہ حقانی لدھیانہ ص ۱۳۰ھ]

(۸۲۹) ہر قسم کی تصویر بنانے کا ایک ہی حکم ہے: سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین: کہ عکسی

تصویر کا کھینچنا، اور اس کا گھر میں رکھنا درست ہے، یا نہیں؟

جواب: عکسی اور غیر عکسی مثل قلمی و نقشہ کے طور پر، ہر قسم کی تصویر کھینچنی اور لگانا سب نا درست ہے۔ حدیث صریح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کی ممانعت اور اس کے صانع پر، زجر و قلعہ اخروی میںین و مصرح ہے اور اسی طرح ہر قسم کی تصویر گھر میں رکھنا حرام ہے اور جس گھر میں تصویر ہوتی ہے، فرشتہ کا وہاں گزر نہیں ہوتا: کذا فی کتب الحدیث و الفقہ فقط

کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۸۳۰) آتش بازی وغیرہ کا تماشا دیکھنا حرام ہے: سوال: امور ممنوعہ مثل آتش بازی وغیرہ کا

تماشا دیکھنا، مکروہ تحریمہ ہے، یا کیا؟

جواب: حرام ہے۔

(بدست خاص ص ۳۷)

سوال: آتش بازی کی حرمت کی وجہ، یہ آپ نے تحریر فرمائی ہے کہ مال کا ضائع کرنا حدیث میں ممنوع

لباس اور کھانوں کے حرام نہ ہونے کی وجہ؟ ہے، مگر معرض کا شبہ یہ ہے کہ آنکھ اور کان بلکہ دل کو

بھی فرحت حاصل ہوتی ہے، لہذا یہ مال کا ضائع کرنا نہیں ہے بشرطیکہ حد اعتدال سے خارج نہ ہو۔ اور اگر یہ بھی تسلیم کریں کہ مال کا ضائع کرنا ہے، تو لباس اور طعام جو بیش قیمت اور غیر ضروری ہووے، وہ بھی ایسا ہی ہے۔ آتش بازی کا

(۱) الدر المختار ج ۴ ص ۲۳۸ [عکس مجتہبی ۱۲۳۴ھ] نیز الدر المختار علی هامش الرد المحتار ج ۵ ص ۲۴۳ [مجتہبی

دہلی: ۱۲۸۷ھ] (نور)

اور ان چیزوں کا، ایک ہی حکم ہونا چاہئے؟

جواب: شراب سے بھی فرحت ہوتی ہے اور زنا سے بھی۔ اور پھر آمدنی ضائع کرنا ہے، نہ لباس واکل کے جزو بدن بنانا ہے، ایسی فیاضی جہل پر افسوس ہے۔

رشید احمد غنی عنہ

(مجموعہ فرخ آباد ص: ۳۱-۳۲)

(۸۳۲) زمین کے سات طبقوں کی کیوں وضاحت نہیں؟ مسئلہ: ہم کو ہفت آسمان سے

نفع ہے، شمس چہارم آسمان میں، اور زحل ہفتم میں، نزول احکام ہفت آسمان سے ہوتے ہیں، زمین سوائے طبقہ اعلیٰ کے نہ کچھ ہمارے نفع میں ہے نہ وہاں سے کوئی احکام منافع ہم کو ملتے ہیں، نہ کوئی امر محسوس ہوتا ہے، جس سے ہفت طبقہ کا اشارہ ہوتا، سوائے آسمانوں کے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص: ۲۰-۲۱)

سوال: حکماء لوگ [سائنس دان] کہتے ہیں کہ جو بخارات زمین سے اٹھتے ہیں، ان ہی بخارات سے بادل اور بجلی اور کرکڑ اور مینہ اور اولہ پالا اور شبنم

(۸۳۳) بادل بجلی اور کرکڑ وغیرہ کے متعلق

سائنس دانوں کے اقوال خلاف شریعت نہیں ہیں:

ہو جاتی ہیں، تو از روئے شرع شریف ان چیزوں کا جو کچھ حال ثابت ہوا ہو، تحریر فرماویں؟

جواب: شریعت ان امور کا انکار نہیں کرتی، ان میں کوئی بات خلاف قواعد شریعت نہیں۔ فقط

(بدست خاص، ص: ۴۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

قبر، قیامت اور احوالِ آخرت وغیرہ

(۸۳۳) امت محمدیہ کا حساب و کتاب سب سے پہلے ہوگا: سوال: حشر کا اول حساب اس امت

کا ہوگا یا اور کا؟

جواب: اس امت کا پہلے ہوگا۔

(بدست خاص، سوال ۶۳)

(۸۳۵) جنت میں داخلہ حساب کے بعد ہوگا: سوال: مومن اور کافر بعد مرنے کے اسی وقت

بہشت و دوزخ میں داخل ہو جاتے ہیں، یا بعد حشر کے ہوں گے؟

جواب: قبر میں درپچہ دوزخ و جنت کا کھول دیتے ہیں، جس سے راحت و کلفت آتی رہتی ہے، اور دخول،

بعد حساب حشر کے ہوگا۔

(بدست خاص، سوال ۱۳۴)

(۸۳۶) کیا جنت میں اپنے لواحقین کو پہچان لیں گے؟ سوال: جنت میں لوگ اپنے

لواحقین کو پہچانیں گے، یا نہیں؟

جواب: پہچانیں گے۔

(بدست خاص، سوال ۶۵)

(۸۳۷) حضرت مہدی کا عاشورا کدن ظاہر ہونے کی روایت کی تحقیق: سوال: امام موعود

کاشب عاشورا میں ظاہر ہونا اور اس عاشورا کا شنبہ کے دن واقع ہونا، ثابت ہے، یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو وہ حدیث صحیح ہے، یا ضعیف؟

جواب: امام مہدی کا روز عاشورا ظاہر ہونا، کسی روایت صحیحہ میں بندہ نے نہیں دیکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد ۲۵-۲۷)

(۸۳۸) امت نوح سے آج تک دجال سے ڈرانے کی وجہ: از بندہ رشید احمد غنی عنہ سلام علیکم

آپ کا خط آیا، جواب خدشہ کے لکھنے سے اس واسطے کارہ ہوں کہ آپ کو علم نہیں، اگر مولجہ میں ہوتے تو تقریراً

کہہ دیتا، تحریر میں طول ہے، اور اس قدر فرصت و ہمت نہیں، لہذا، اس کے جواب سے اعراض کر کے، آپ کے سوالات

کا جواب لکھتا ہوں۔ فقط۔

است نور علیہ السلام سے آج تک دجال کا زور لانا، شانِ عظیم فقہ و رجال کا بیان کرنا منظور ہے، کہ باوجود بعد کے اسی وقت سے اس کا انتظام و اہتمام شروع ہوا ہے، جیسے بڑے محکمہ ہالٹان کا سامان، برس پہلے سے شروع کر دیا ہے۔
 (محمد قریح آبادی ص ۱۳)

(۸۳۹) گناہوں کی معافی اور چڑ ہے حساب و کتاب اور! سوال: قصہ ایک بزرگ

کا، کہ ان کو بعد وفات کسی نے خواب میں دیکھا، کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں دوستوں کی دعا سے بخلا گیا، اور دوسرے بزرگ کا قصہ ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک مشت خاک میں نے ایک قبر پر ڈالی تھی، اس کے سبب بخلا گیا۔ سن کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے خوشتر بخلا گئے، پھر بعد قیامت حساب کا ہونا اور ان قصوں کا صحیح ہونا، کیسے ہو سکتا ہے؟

جواب: قصوں کا حال معلوم نہیں، گناہوں کی معافی اور چڑ ہے حساب و کتاب اور چڑ ہے۔ نیک لوگوں کا حساب بھر ہوگا، جیسا قرآن شریف میں خود ذکر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 (بہارِ خاص ص ۱۵۹)

(۸۴۰) قیامت میں دو جیس فنا ہو کر دوبارہ زندہ ہوگی: سوال: قیامت میں ارواحیں بھی فنا

ہو جائیں گی یا نہیں؟ یا بعد فنا پھر (زندہ) ہو جائیں گی؟

جواب: فنا ہو کر زندہ ہو جائیں گی۔ فقط
 (بہارِ خاص ص ۱۶۱)

(۸۴۱) روحوں کا جمع ہونا ثابت ہے، مگر قیامت کب نہیں: سوال: بعد مرنے کے مردہ کے

خاندان کے لوگ قبر میں مردہ سے مل کر ذوقِ شب گزرتے ملی کتے ہیں، یا نہیں، یا اس مقام میں ملتے ہیں، جہاں ارواحِ رقی ہیں، یا کہیں نہیں ملتے؟

جواب: حق یہ ہے کہ ارواح کا ثابت ہے، اور یہ کہ قبر میں آتی ہیں یا کہاں، یہ کب روایت میں نظر نہیں آیا اور عقلی کے کلمات بھی بظاہر قائل ہیں، وہاں کس چیز کی قیامت کریں گے اس کو تکلف کی فرحت ہے، اور وہ ذوقی سے کوئی ملتی نہیں۔

(بہارِ خاص ص ۱۶۱)

(۸۴۲) مسلمانوں کی روحوں کا جھوٹی مسئلہ: ارواحِ مؤمنین کا شبِ بعدِ حیرت و کواہنہ گھر شبِ شب اپنے گھروں پر آنا ثابت نہیں: آنا کہیں ثابت نہیں ہوا، سب روایات کا قیادہ ایسا ہیں، مان پر

عقیدہ کہنا ہرگز ہرگز درست نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی علیہ الرحمہ والاچہ علیہ الرحمہ یعقوب نانوتوی
 (محمد قریح آبادی ص ۱۶۱)

(۸۴۳) مردوں کی روحوں گھروں پر نہیں آتیں: سوال: ارواحِ مُردگان اپنے گھروں میں،

بعد وفات، جیسا کہ امام محمد بن محمد الغزالی نے لکھا ہے دقاق الاخبار میں، آتی ہیں، یا نہیں؟

جواب: نہیں آتی، اور یہ روایات قابل اعتبار نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(بدست خاص، علیحدہ)

(۸۴۴) ایسے واقعات صحیح نہیں، جس میں کسی شخص سوال: بعض آدمی جو بظاہر مر جاتے ہیں اور پھر ہوش (میں) آ جاتے ہیں تو ایسا قصہ کہتے ہیں، کہ یوں دو شخص آئے اور ایسے ایسے مکانوں

میں کو لے جا کر، ایسی جگہ لے گئے، جہاں دفتر تھا اور منشی لکھ رہا تھا، اور بعض کہتے ہیں کہ جہاں خدا تھا، پھر اس منشی نے سر اٹھا کر اور نظر کر کے کہا، کہ یہ وہ شخص نہیں ہے، اس کو کیوں لائے ہو، بلکہ وہ شخص اسی نام کا فلاں جگہ ہے، اسکو لاؤ پھر وہ دونوں شخص لیجانے والے دھکے دیکر یہاں چھوڑ گئے۔ یہ بات کیا ہو جاتی ہے اور کیا ہوتا ہے، کہ جتنے شخصوں کو ایسا حال ہوتا ہے، وہ ایسی ہی بات دیکھی ہوئی بیان کرتے ہیں، کیا سب کو یہی ایک خیال ہو جاتا ہے، یا کوئی شیطان کا دخل ہے، یا کیا بات ہے؟

جواب: یہ سب تخیلات ہیں، ان کا اعتبار نہیں۔ واللہ اعلم

(بدست خاص، ص ۷)

toobaa-elibrary.blogspot.com

عیسائیوں اور غیر مسلموں کی ملازمت، ان کے ساتھ کاروبار اور ملک کی سیاست میں تعاون اور شرکت

(۸۴۵) یہود و نصاریٰ کی ملازمت صحیح ہے مگر اس کی

سوال: علمائے دین شرع متین کیا فرماتے ہیں: اس صورت میں کہ کوئی نوکری نصاریٰ یا

یہود کی اور محکمہ اس کا خلاف شرع ہو اور سپرد وجہ سے خلاف شریعت کام انجام دینا، جائز نہیں:

یہود کی اور محکمہ اس کا خلاف شرع ہو اور سپرد کرے، کسی کو پیشہ ڈاکٹری کا اور کہے، اس کو کہ تو حکمت کا علم تحصیل کر، اور تحصیل کرنے والا ڈاکٹری کا مسلمان ہو، اور کہے اس سے کہ اپنی قوم کی لاش کو چیر، اور دیکھ کہ اس کے پیچھے دے پر خون جمع ہوا ہے، یا نہیں؟ یا کون سی رگ کون سے مقام پر ہے، یا توڑ اس کی کھوپڑی کو، کہ اس میں غبار گرمی کا یا سردی کا، یا کون کون رنگیں ہیں، تو اس قدر سے دوسرے مسلمان کی لاش کے ٹکڑے کرے، واسطے طمع نوکری کے، تو اس قدر ٹکڑے کرنے والے لاش کو، کسی قدر گناہ ہوتا ہے، یا نہیں؟

اور اکثر دواؤں میں شراب ڈالی جائے اور یقین (ہے) لوگ مسلمان اور اس کے افسر بالا کا، کہ فائدہ پہنچاتی ہے، ہر بیماری کو اور پلاوے وہ ڈاکٹر مسلمان سب مسلمانوں کو، اور کہے کہ ہماری ڈاکٹری میں ادویات مقرر ہیں، اسی کا استعمال کرایا جاوے گا۔ تو اس مسلمان کو گناہ ہوگا یا نہیں؟ اور یہ بیان کرے کہ دوا کا کرنا سنت طریق ہے، نام سنت کا لینا اور یہ نہ جاننا کہ کون سی چیز حلال ہے اور کون سی حرام ہے، اور حاکم اس کا جو کچھ حکم دیوے حلال اور حرام، دونوں کو حکم دیوے اور بجالاوے، تو اس کے ذمہ کسی قدر گناہ ہے، یا نہیں؟

اور غیر مذہب حاکم کو سلام کرنا اور باادب پیچھے چلنا اور حاکم بنانا، کس قدر گناہ ہوتا ہے؟ فقط

الجواب: نوکری یہود و نصاریٰ اور کفار کی سب کی درست ہے، بشرطیکہ کوئی خلاف شرع اس میں نہ کرنا

ہو، اور ڈاکٹری کی بھی درست ہے، مگر مسلمان کے مردے چیرنے اور شراب کی دوا کا استعمال کرنا گناہ ہے، پس ایسے کام کرنے سے نوکری ڈاکٹری میں کراہیت آ جاتی ہے۔ اور دوا کا کرنا سنت اس وقت ہے، کہ دواء میں کوئی محرم و ممنوع سے مخلوط نہ ہو ورنہ منع ہو جاتا ہے۔

علیٰ ہذا! ایسی تعظیم کرنا کہ ذلت اسلام کی لازم آ جاوے اور خلاف شرع کام کرنا حرام ہے، کسی نوکر کو ایسا نہ کرنا

چاہئے۔ ایسی صورت میں جو دعماً ایسا کام کرتا رہے گا، فاسق ہو جاوے گا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رحمۃ رب رشید احمد غنی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۱۲-۲۱۳)

(۸۴۶) انگریزوں کی، ہندو رئیسوں کی اور عدالتوں کی ملازمت کا حکم؟ سوال: عدالت کی

ملازمت درست ہے، یا نہیں؟ انگریزی و روجاڑے (۱) کی ملازمت کون سی درست ہے اور کون سی نہیں، اگر ملازم سرکاری سودی کاغذات کا خلاصہ، یا صرف نقل یا دوسری قسم کی معاونت کریں، شرعاً جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: نوکری کفار کی وہ درست ہے کہ اس میں خلاف شرع کام نہ ہو، اور جو خلاف شرع کام کرنا ہوگا، خواہ کافر کی ملازمت میں، یا مسلمان کی، وہ سب ناجائز ہیں۔ آپ جس نوکری کا معقود علیہ لکھیں گے، اس کا جواب لکھوں گا، سب کا حاصل یہ تھا، لکھتا ہوں۔ فقط

(مجموعہ راہپور ص ۸)

سوال: یہ ملک ہندوستان، جو سو برس سے زیادہ سے

(۸۴۷) انگریزوں کی حکومت کی شرعی حیثیت

مملوکہ و مقبوضہ حکام مسیحی ہے اور ان کی رعایا میں ہنود وغیرہ مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں اور ہم لوگ مسلمان

بھی زیر حکومت آباد ہیں، تو مسلمانوں کو اس ملک میں رعایا حکام بن کر رہنا چاہئے یا نہیں، اور ہم مسلمانوں کو ان حکام کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے اور نیز ہنود وغیرہ رعایا حکام کے ساتھ، کیا معاملہ کرنا چاہئے؟

الجواب: چونکہ قدیم سے مذہب اور قانون جملہ مسیحی لوگوں کا یہ ہے کہ، کسی کی ملت اور مذہب سے پر خاش اور مخالفت نہیں کرتے، اور نہ کسی مذہبی آزادی میں دست اندازی کرتے ہیں، اور اپنی رعایا کو ہر طرح سے امن و حفاظت میں رکھتے ہیں، لہذا مسلمانوں کو یہاں ہندوستان میں جو کہ مملوکہ و مقبوضہ اہل مسیحی ہے رہنا، اور ان کا رعیت بننا درست ہے۔ چنانچہ جب مشرکین مکہ معظمہ نے، مسلمانوں کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ملک حبشہ میں جو مقبوضہ نصاریٰ تھا، بھیج دیا، اور یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ کسی کے مذہب میں دست اندازی نہیں کرتے تھے۔

۲:- اور جب مسلمان رعایا بن کر ہندوستان میں رہے اور اور حکام سے عہد و پیمان کر چکے، کہ کسی حاکم یا رعایا حکام کے جان اور مال میں دست اندازی نہ کریں گے، اور کوئی امر خلاف اطاعت نہ کریں گے، تو مسلمانوں کو خلاف عہد و پیمان کرنا، یا کسی قسم کی خیانت و مخالفت حکام کرنا ہرگز درست نہیں، اور نہ کسی قسم کی خیانت اور خلاف عہد کرنا، رعایا

[نور]

(۱) ہندو راجاؤں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں۔ جو اس وقت نیم آزاد اور گویا مستقل حکومتیں تھیں۔

ملفوظ الہی بخش اکبری کا ترجمہ

حکام، یعنی ہنود وغیرہ کے ساتھ کرنا درست ہے۔ عہد کے پورا کرنے کی مسلمانوں کے مذہب میں، اس قدر تاکید ہے کہ شاید کسی دوسرے مذہب میں نہ ہو۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا. (بنی اسرائیل-۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عہد کو پورا کرو، کیونکہ عہد کے بارے میں بروز قیامت باز پرس ہوگی۔ عہد شکنی کی سخت ممانعت ہے اور کسی سے عہد کر کے، اس کے خلاف کرنے پر بہت دھمکی دی گئی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِدًا أَوْ انْتَقَصَهُ أَوْ كَلَفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئًا بِغَيْرِ طَيْبِ نَفْسٍ فَأَنَا حَاجِبُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام امت کو فرماتے ہیں، جو کسی غیر مذہب سے عہد کر کے اس پر ظلم کرے یا ان کو کوئی عیب لگاوے اور اس کی بلا وجہ توہین کرے، یا اس پر مشقت زائد ڈالے، یا اس کے مال میں سے کوئی چیز بلا رضامندی لے لے، تو قیامت کے دن اللہ کے رو برو، میں اس سے جھگڑا کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے تابعوں کو عام تعلیم یہ ہوتی تھی: لا تسعدروا۔ یعنی خلاف عہد مت کرو! ایک حدیث میں ارشاد ہے:

ذَمَّةُ الْمُسْلِمِينَ وَاحِدَةٌ يَسْعَى بِهَا أَدْنَاهُمْ، فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فِي ذِمَّتِهِ فَعَلِيهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ لَا يَقْبَلُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صَرْفًا وَعَدْلًا (۲)

یعنی مسلمانوں کا ذمہ اور عہد ایک ہے، اگر ایک مسلمان کسی غیر مذہب والے سے معاہدہ کر لے گا، تو سب مسلمانوں پر اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ اگر کسی مسلمان کے عہد کو، جو اس نے کسی کے ساتھ کیا تھا، کوئی دوسرا

(۱) سنن ابوداؤد کتاب الحجاج والحق والامارة باب فی تعشير اهل الذمة اذا اختلفوا عن حرب بن عبد الله عن جده ابي امه عن ابيه عن ۳۳۳ ق ۳ (مسلم نور مدنی) نیز باب مذکور ص ۳۹۹ ج ۳۰۴۔ رقم الحديث ۳۰۴۵۔ شیخ محمد عواد۔ مؤسستہ اریان، بیروت ۱۳۶۵ھ (۲۰۰۳ء) (نور)

(۲) نیز آخر تذکرہ اس حدیث کے سبکی الفاظ میں ہیں مگر یہ حدیث میں ان الفاظ میں نہیں لی اس کے قریب ترین الفاظ صحیح مسلم کے ہیں، جو یہ ہیں فَمَنْ أَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلِيهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لا يقبل من يوم القيمة صرف ولا عدل وذمة المسلمين واحدة يسعى بها أدناهم، (مسلم کتاب الحج باب فصل المدينة جلد اول صفحہ ۳۰۴)۔ مطبعت تہذیبی دہلی ۱۳۱۹ھ نیز باب مذکور ص ۳۱۹ جلد اول رقم الحديث ۳۱۹۰۔ ابوالکلیلی نظر محمد قاریابی، (دارالطبیعہ، ریاض ۱۴۲۶ھ) نیز بیروت اشاعت الفاطمہ کے ساتھ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں بھی آئی ہے۔ بخاری باب فضائل المدينة جلد اول صفحہ ۲۵۱۔ رقم الحديث ۱۸۳۴، مزاد باد نیز بحاری ضریف ابواب العمرة والمحصر باب حرم المدينة ۱۹/۱۹۰۔ رقم الحديث ۶۸۰۰۔ مکتبۃ الریاض الحدیثہ ۱۹۸۳ء نیز ابوداؤد کتاب المناسک باب تحريم المدينة جلد اول ص ۸۰۸۔ دارالاشاعت الاسلامیہ کلکتہ ۱۴۰۰ھ نیز باب العمرة فی تحريم المدينة ص ۵۳۔ رقم الحديث ۳۰۴۵۔ شیخ محمد عواد۔ مؤسستہ اریان، بیروت ۱۳۶۵ھ (۲۰۰۳ء) (نور)

مسلمان توڑنا چاہیے، تو اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عہد شکن کی کوئی عبادت فرض یا نفل ہرگز قبول نہ کرے گا۔

۳۔ اسی طرح کسی کو بے گناہ اور بلا قتل کر دینا خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلمان حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ (یعنی جس جان کے قتل کو خدا تعالیٰ نے حرام کر دیا، اس کو ناحق نہ مارو۔) (بنی اسرائیل - ۳۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من قتل معاهداً بغیر کتبہ لم یسرح و افحہ (یعنی جس نے کسی کے ساتھ عہد کر کے، اس کو قتل الحجة۔ (۱)) کیا وہ جنت کی بو بھٹی نہ سونگھے گا۔

علیٰ ہذا فقہ کی تمام کتابیں ان مسئلوں اور روایات سے بھری ہوئی ہیں، پس مسلمانوں کو اپنے عہد کے موافق حکام کی تابعداری کرنا، جس میں کچھ معصیت نہ ہو ضروری ہے، اور کسی قسم کی بغاوت اور مخالفت اور مقابلہ اور خیانت جائز نہیں۔

۴۔ اگر کوئی قوم مسلمان یا غیر مسلمان، جو مالک مقبوضہ ہمارے حکام سے خارج ہیں، ان ہمارے حکام کے ساتھ مقابلہ اور لڑائی کرنے اور ان پر حملہ کر کے آویں، تو ہم کو اس قوم کے ساتھ ہونا اور ان کو مدد دینا بھی ہرگز درست نہیں، کیونکہ یہ بھی خلاف عہد ہے:

قال اللہ تعالیٰ: وَإِنْ اسْتَنْصَرُواكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النُّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ

مِثَاقٌ. (سورۃ الانفال - ۷۲)

یعنی اگر اہل اسلام مدد چاہیں تم سے دین کے معاملے میں، پس تمہارے اوپر مدد کرنا ضروری ہے، مگر اس قوم کے معاملے میں، کہ تمہارے اور ان کے درمیان عہد ہو چکا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کا ان لوگوں سے مقابلہ ہو، جن سے تم عہد و پیمان کر چکے ہو، تو مسلمانوں کا ساتھ

(۱) پیش نظر نسو میں بھی الفاظ ہیں، لیکن بعد ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ذیل کی انتہی کے الفاظ قریب ترین ہیں۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ من قتل معاهداً بغیر حق لم یسرح و افحہ الحجة۔ وانہ لیسجد و یحجہا من سیرۃ اربعین عاماً (البیہقی، کتاب القسامۃ جلد: ۸ ص ۳۳) دائرۃ المعارف الاسلامیہ جلد: ۱۳ ص ۱۳۵۴ (۱) کتاب القسامۃ و العقود و الدیات باب تعظیم قتل المعاهد ص ۱۰۱ و المرجع: ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔ ۱۳۶۳۔ ۱۳۶۴۔ ۱۳۶۵۔ ۱۳۶۶۔ ۱۳۶۷۔ ۱۳۶۸۔ ۱۳۶۹۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۷۱۔ ۱۳۷۲۔ ۱۳۷۳۔ ۱۳۷۴۔ ۱۳۷۵۔ ۱۳۷۶۔ ۱۳۷۷۔ ۱۳۷۸۔ ۱۳۷۹۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۸۱۔ ۱۳۸۲۔ ۱۳۸۳۔ ۱۳۸۴۔ ۱۳۸۵۔ ۱۳۸۶۔ ۱۳۸۷۔ ۱۳۸۸۔ ۱۳۸۹۔ ۱۳۹۰۔ ۱۳۹۱۔ ۱۳۹۲۔ ۱۳۹۳۔ ۱۳۹۴۔ ۱۳۹۵۔ ۱۳۹۶۔ ۱۳۹۷۔ ۱۳۹۸۔ ۱۳۹۹۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۰۱۔ ۱۴۰۲۔ ۱۴۰۳۔ ۱۴۰۴۔ ۱۴۰۵۔ ۱۴۰۶۔ ۱۴۰۷۔ ۱۴۰۸۔ ۱۴۰۹۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ ۱۴۱۲۔ ۱۴۱۳۔ ۱۴۱۴۔ ۱۴۱۵۔ ۱۴۱۶۔ ۱۴۱۷۔ ۱۴۱۸۔ ۱۴۱۹۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۲۱۔ ۱۴۲۲۔ ۱۴۲۳۔ ۱۴۲۴۔ ۱۴۲۵۔ ۱۴۲۶۔ ۱۴۲۷۔ ۱۴۲۸۔ ۱۴۲۹۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۳۱۔ ۱۴۳۲۔ ۱۴۳۳۔ ۱۴۳۴۔ ۱۴۳۵۔ ۱۴۳۶۔ ۱۴۳۷۔ ۱۴۳۸۔ ۱۴۳۹۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۴۱۔ ۱۴۴۲۔ ۱۴۴۳۔ ۱۴۴۴۔ ۱۴۴۵۔ ۱۴۴۶۔ ۱۴۴۷۔ ۱۴۴۸۔ ۱۴۴۹۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۵۱۔ ۱۴۵۲۔ ۱۴۵۳۔ ۱۴۵۴۔ ۱۴۵۵۔ ۱۴۵۶۔ ۱۴۵۷۔ ۱۴۵۸۔ ۱۴۵۹۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۶۱۔ ۱۴۶۲۔ ۱۴۶۳۔ ۱۴۶۴۔ ۱۴۶۵۔ ۱۴۶۶۔ ۱۴۶۷۔ ۱۴۶۸۔ ۱۴۶۹۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۷۱۔ ۱۴۷۲۔ ۱۴۷۳۔ ۱۴۷۴۔ ۱۴۷۵۔ ۱۴۷۶۔ ۱۴۷۷۔ ۱۴۷۸۔ ۱۴۷۹۔ ۱۴۸۰۔ ۱۴۸۱۔ ۱۴۸۲۔ ۱۴۸۳۔ ۱۴۸۴۔ ۱۴۸۵۔ ۱۴۸۶۔ ۱۴۸۷۔ ۱۴۸۸۔ ۱۴۸۹۔ ۱۴۹۰۔ ۱۴۹۱۔ ۱۴۹۲۔ ۱۴۹۳۔ ۱۴۹۴۔ ۱۴۹۵۔ ۱۴۹۶۔ ۱۴۹۷۔ ۱۴۹۸۔ ۱۴۹۹۔ ۱۵۰۰۔ ۱۵۰۱۔ ۱۵۰۲۔ ۱۵۰۳۔ ۱۵۰۴۔ ۱۵۰۵۔ ۱۵۰۶۔ ۱۵۰۷۔ ۱۵۰۸۔ ۱۵۰۹۔ ۱۵۱۰۔ ۱۵۱۱۔ ۱۵۱۲۔ ۱۵۱۳۔ ۱۵۱۴۔ ۱۵۱۵۔ ۱۵۱۶۔ ۱۵۱۷۔ ۱۵۱۸۔ ۱۵۱۹۔ ۱۵۲۰۔ ۱۵۲۱۔ ۱۵۲۲۔ ۱۵۲۳۔ ۱۵۲۴۔ ۱۵۲۵۔ ۱۵۲۶۔ ۱۵۲۷۔ ۱۵۲۸۔ ۱۵۲۹۔ ۱۵۳۰۔ ۱۵۳۱۔ ۱۵۳۲۔ ۱۵۳۳۔ ۱۵۳۴۔ ۱۵۳۵۔ ۱۵۳۶۔ ۱۵۳۷۔ ۱۵۳۸۔ ۱۵۳۹۔ ۱۵۴۰۔ ۱۵۴۱۔ ۱۵۴۲۔ ۱۵۴۳۔ ۱۵۴۴۔ ۱۵۴۵۔ ۱۵۴۶۔ ۱۵۴۷۔ ۱۵۴۸۔ ۱۵۴۹۔ ۱۵۵۰۔ ۱۵۵۱۔ ۱۵۵۲۔ ۱۵۵۳۔ ۱۵۵۴۔ ۱۵۵۵۔ ۱۵۵۶۔ ۱۵۵۷۔ ۱۵۵۸۔ ۱۵۵۹۔ ۱۵۶۰۔ ۱۵۶۱۔ ۱۵۶۲۔ ۱۵۶۳۔ ۱۵۶۴۔ ۱۵۶۵۔ ۱۵۶۶۔ ۱۵۶۷۔ ۱۵۶۸۔ ۱۵۶۹۔ ۱۵۷۰۔ ۱۵۷۱۔ ۱۵۷۲۔ ۱۵۷۳۔ ۱۵۷۴۔ ۱۵۷۵۔ ۱۵۷۶۔ ۱۵۷۷۔ ۱۵۷۸۔ ۱۵۷۹۔ ۱۵۸۰۔ ۱۵۸۱۔ ۱۵۸۲۔ ۱۵۸۳۔ ۱۵۸۴۔ ۱۵۸۵۔ ۱۵۸۶۔ ۱۵۸۷۔ ۱۵۸۸۔ ۱۵۸۹۔ ۱۵۹۰۔ ۱۵۹۱۔ ۱۵۹۲۔ ۱۵۹۳۔ ۱۵۹۴۔ ۱۵۹۵۔ ۱۵۹۶۔ ۱۵۹۷۔ ۱۵۹۸۔ ۱۵۹۹۔ ۱۶۰۰۔ ۱۶۰۱۔ ۱۶۰۲۔ ۱۶۰۳۔ ۱۶۰۴۔ ۱۶۰۵۔ ۱۶۰۶۔ ۱۶۰۷۔ ۱۶۰۸۔ ۱۶۰۹۔ ۱۶۱۰۔ ۱۶۱۱۔ ۱۶۱۲۔ ۱۶۱۳۔ ۱۶۱۴۔ ۱۶۱۵۔ ۱۶۱۶۔ ۱۶۱۷۔ ۱۶۱۸۔ ۱۶۱۹۔ ۱۶۲۰۔ ۱۶۲۱۔ ۱۶۲۲۔ ۱۶۲۳۔ ۱۶۲۴۔ ۱۶۲۵۔ ۱۶۲۶۔ ۱۶۲۷۔ ۱۶۲۸۔ ۱۶۲۹۔ ۱۶۳۰۔ ۱۶۳۱۔ ۱۶۳۲۔ ۱۶۳۳۔ ۱۶۳۴۔ ۱۶۳۵۔ ۱۶۳۶۔ ۱۶۳۷۔ ۱۶۳۸۔ ۱۶۳۹۔ ۱۶۴۰۔ ۱۶۴۱۔ ۱۶۴۲۔ ۱۶۴۳۔ ۱۶۴۴۔ ۱۶۴۵۔ ۱۶۴۶۔ ۱۶۴۷۔ ۱۶۴۸۔ ۱۶۴۹۔ ۱۶۵۰۔ ۱۶۵۱۔ ۱۶۵۲۔ ۱۶۵۳۔ ۱۶۵۴۔ ۱۶۵۵۔ ۱۶۵۶۔ ۱۶۵۷۔ ۱۶۵۸۔ ۱۶۵۹۔ ۱۶۶۰۔ ۱۶۶۱۔ ۱۶۶۲۔ ۱۶۶۳۔ ۱۶۶۴۔ ۱۶۶۵۔ ۱۶۶۶۔ ۱۶۶۷۔ ۱۶۶۸۔ ۱۶۶۹۔ ۱۶۷۰۔ ۱۶۷۱۔ ۱۶۷۲۔ ۱۶۷۳۔ ۱۶۷۴۔ ۱۶۷۵۔ ۱۶۷۶۔ ۱۶۷۷۔ ۱۶۷۸۔ ۱۶۷۹۔ ۱۶۸۰۔ ۱۶۸۱۔ ۱۶۸۲۔ ۱۶۸۳۔ ۱۶۸۴۔ ۱۶۸۵۔ ۱۶۸۶۔ ۱۶۸۷۔ ۱۶۸۸۔ ۱۶۸۹۔ ۱۶۹۰۔ ۱۶۹۱۔ ۱۶۹۲۔ ۱۶۹۳۔ ۱۶۹۴۔ ۱۶۹۵۔ ۱۶۹۶۔ ۱۶۹۷۔ ۱۶۹۸۔ ۱۶۹۹۔ ۱۷۰۰۔ ۱۷۰۱۔ ۱۷۰۲۔ ۱۷۰۳۔ ۱۷۰۴۔ ۱۷۰۵۔ ۱۷۰۶۔ ۱۷۰۷۔ ۱۷۰۸۔ ۱۷۰۹۔ ۱۷۱۰۔ ۱۷۱۱۔ ۱۷۱۲۔ ۱۷۱۳۔ ۱۷۱۴۔ ۱۷۱۵۔ ۱۷۱۶۔ ۱۷۱۷۔ ۱۷۱۸۔ ۱۷۱۹۔ ۱۷۲۰۔ ۱۷۲۱۔ ۱۷۲۲۔ ۱۷۲۳۔ ۱۷۲۴۔ ۱۷۲۵۔ ۱۷۲۶۔ ۱۷۲۷۔ ۱۷۲۸۔ ۱۷۲۹۔ ۱۷۳۰۔ ۱۷۳۱۔ ۱۷۳۲۔ ۱۷۳۳۔ ۱۷۳۴۔ ۱۷۳۵۔ ۱۷۳۶۔ ۱۷۳۷۔ ۱۷۳۸۔ ۱۷۳۹۔ ۱۷۴۰۔ ۱۷۴۱۔ ۱۷۴۲۔ ۱۷۴۳۔ ۱۷۴۴۔ ۱۷۴۵۔ ۱۷۴۶۔ ۱۷۴۷۔ ۱۷۴۸۔ ۱۷۴۹۔ ۱۷۵۰۔ ۱۷۵۱۔ ۱۷۵۲۔ ۱۷۵۳۔ ۱۷۵۴۔ ۱۷۵۵۔ ۱۷۵۶۔ ۱۷۵۷۔ ۱۷۵۸۔ ۱۷۵۹۔ ۱۷۶۰۔ ۱۷۶۱۔ ۱۷۶۲۔ ۱۷۶۳۔ ۱۷۶۴۔ ۱۷۶۵۔ ۱۷۶۶۔ ۱۷۶۷۔ ۱۷۶۸۔ ۱۷۶۹۔ ۱۷۷۰۔ ۱۷۷۱۔ ۱۷۷۲۔ ۱۷۷۳۔ ۱۷۷۴۔ ۱۷۷۵۔ ۱۷۷۶۔ ۱۷۷۷۔ ۱۷۷۸۔ ۱۷۷۹۔ ۱۷۸۰۔ ۱۷۸۱۔ ۱۷۸۲۔ ۱۷۸۳۔ ۱۷۸۴۔ ۱۷۸۵۔ ۱۷۸۶۔ ۱۷۸۷۔ ۱۷۸۸۔ ۱۷۸۹۔ ۱۷۹۰۔ ۱۷۹۱۔ ۱۷۹۲۔ ۱۷۹۳۔ ۱۷۹۴۔ ۱۷۹۵۔ ۱۷۹۶۔ ۱۷۹۷۔ ۱۷۹۸۔ ۱۷۹۹۔ ۱۸۰۰۔ ۱۸۰۱۔ ۱۸۰۲۔ ۱۸۰۳۔ ۱۸۰۴۔ ۱۸۰۵۔ ۱۸۰۶۔ ۱۸۰۷۔ ۱۸۰۸۔ ۱۸۰۹۔ ۱۸۱۰۔ ۱۸۱۱۔ ۱۸۱۲۔ ۱۸۱۳۔ ۱۸۱۴۔ ۱۸۱۵۔ ۱۸۱۶۔ ۱۸۱۷۔ ۱۸۱۸۔ ۱۸۱۹۔ ۱۸۲۰۔ ۱۸۲۱۔ ۱۸۲۲۔ ۱۸۲۳۔ ۱۸۲۴۔ ۱۸۲۵۔ ۱۸۲۶۔ ۱۸۲۷۔ ۱۸۲۸۔ ۱۸۲۹۔ ۱۸۳۰۔ ۱۸۳۱۔ ۱۸۳۲۔ ۱۸۳۳۔ ۱۸۳۴۔ ۱۸۳۵۔ ۱۸۳۶۔ ۱۸۳۷۔ ۱۸۳۸۔ ۱۸۳۹۔ ۱۸۴۰۔ ۱۸۴۱۔ ۱۸۴۲۔ ۱۸۴۳۔ ۱۸۴۴۔ ۱۸۴۵۔ ۱۸۴۶۔ ۱۸۴۷۔ ۱۸۴۸۔ ۱۸۴۹۔ ۱۸۵۰۔ ۱۸۵۱۔ ۱۸۵۲۔ ۱۸۵۳۔ ۱۸۵۴۔ ۱۸۵۵۔ ۱۸۵۶۔ ۱۸۵۷۔ ۱۸۵۸۔ ۱۸۵۹۔ ۱۸۶۰۔ ۱۸۶۱۔ ۱۸۶۲۔ ۱۸۶۳۔ ۱۸۶۴۔ ۱۸۶۵۔ ۱۸۶۶۔ ۱۸۶۷۔ ۱۸۶۸۔ ۱۸۶۹۔ ۱۸۷۰۔ ۱۸۷۱۔ ۱۸۷۲۔ ۱۸۷۳۔ ۱۸۷۴۔ ۱۸۷۵۔ ۱۸۷۶۔ ۱۸۷۷۔ ۱۸۷۸۔ ۱۸۷۹۔ ۱۸۸۰۔ ۱۸۸۱۔ ۱۸۸۲۔ ۱۸۸۳۔ ۱۸۸۴۔ ۱۸۸۵۔ ۱۸۸۶۔ ۱۸۸۷۔ ۱۸۸۸۔ ۱۸۸۹۔ ۱۸۹۰۔ ۱۸۹۱۔ ۱۸۹۲۔ ۱۸۹۳۔ ۱۸۹۴۔ ۱۸۹۵۔ ۱۸۹۶۔ ۱۸۹۷۔ ۱۸۹۸۔ ۱۸۹۹۔ ۱۹۰۰۔ ۱۹۰۱۔ ۱۹۰۲۔ ۱۹۰۳۔ ۱۹۰۴۔ ۱۹۰۵۔ ۱۹۰۶۔ ۱۹۰۷۔ ۱۹۰۸۔ ۱۹۰۹۔ ۱۹۱۰۔ ۱۹۱۱۔ ۱۹۱۲۔ ۱۹۱۳۔ ۱۹۱۴۔ ۱۹۱۵۔ ۱۹۱۶۔ ۱۹۱۷۔ ۱۹۱۸۔ ۱۹۱۹۔ ۱۹۲۰۔ ۱۹۲۱۔ ۱۹۲۲۔ ۱۹۲۳۔ ۱۹۲۴۔ ۱۹۲۵۔ ۱۹۲۶۔ ۱۹۲۷۔ ۱۹۲۸۔ ۱۹۲۹۔ ۱۹۳۰۔ ۱۹۳۱۔ ۱۹۳۲۔ ۱۹۳۳۔ ۱۹۳۴۔ ۱۹۳۵۔ ۱۹۳۶۔ ۱۹۳۷۔ ۱۹۳۸۔ ۱۹۳۹۔ ۱۹۴۰۔ ۱۹۴۱۔ ۱۹۴۲۔ ۱۹۴۳۔ ۱۹۴۴۔ ۱۹۴۵۔ ۱۹۴۶۔ ۱۹۴۷۔ ۱۹۴۸۔ ۱۹۴۹۔ ۱۹۵۰۔ ۱۹۵۱۔ ۱۹۵۲۔ ۱۹۵۳۔ ۱۹۵۴۔ ۱۹۵۵۔ ۱۹۵۶۔ ۱۹۵۷۔ ۱۹۵۸۔ ۱۹۵۹۔ ۱۹۶۰۔ ۱۹۶۱۔ ۱۹۶۲۔ ۱۹۶۳۔ ۱۹۶۴۔ ۱۹۶۵۔ ۱۹۶۶۔ ۱۹۶۷۔ ۱۹۶۸۔ ۱۹۶۹۔ ۱۹۷۰۔ ۱۹۷۱۔ ۱۹۷۲۔ ۱۹۷۳۔ ۱۹۷۴۔ ۱۹۷۵۔ ۱۹۷۶۔ ۱۹۷۷۔ ۱۹۷۸۔ ۱۹۷۹۔ ۱۹۸۰۔ ۱۹۸۱۔ ۱۹۸۲۔ ۱۹۸۳۔ ۱۹۸۴۔ ۱۹۸۵۔ ۱۹۸۶۔ ۱۹۸۷۔ ۱۹۸۸۔ ۱۹۸۹۔ ۱۹۹۰۔ ۱۹۹۱۔ ۱۹۹۲۔ ۱۹۹۳۔ ۱۹۹۴۔ ۱۹۹۵۔ ۱۹۹۶۔ ۱۹۹۷۔ ۱۹۹۸۔ ۱۹۹۹۔ ۲۰۰۰۔ ۲۰۰۱۔ ۲۰۰۲۔ ۲۰۰۳۔ ۲۰۰۴۔ ۲۰۰۵۔ ۲۰۰۶۔ ۲۰۰۷۔ ۲۰۰۸۔ ۲۰۰۹۔ ۲۰۱۰۔ ۲۰۱۱۔ ۲۰۱۲۔ ۲۰۱۳۔ ۲۰۱۴۔ ۲۰۱۵۔ ۲۰۱۶۔ ۲۰۱۷۔ ۲۰۱۸۔ ۲۰۱۹۔ ۲۰۲۰۔ ۲۰۲۱۔ ۲۰۲۲۔ ۲۰۲۳۔ ۲۰۲۴۔ ۲۰۲۵۔ ۲۰۲۶۔ ۲۰۲۷۔ ۲۰۲۸۔ ۲۰۲۹۔ ۲۰۳۰۔ ۲۰۳۱۔ ۲۰۳۲۔ ۲۰۳۳۔ ۲۰۳۴۔ ۲۰۳۵۔ ۲۰۳۶۔ ۲۰۳۷۔ ۲۰۳۸۔ ۲۰۳۹۔ ۲۰۴۰۔ ۲۰۴۱۔ ۲۰۴۲۔ ۲۰۴۳۔ ۲۰۴۴۔ ۲۰۴۵۔ ۲۰۴۶۔ ۲۰۴۷۔ ۲۰۴۸۔ ۲۰۴۹۔ ۲۰۵۰۔ ۲۰۵۱۔ ۲۰۵۲۔ ۲۰۵۳۔ ۲۰۵۴۔ ۲۰۵۵۔ ۲۰۵۶۔ ۲۰۵۷۔ ۲۰۵۸۔ ۲۰۵۹۔ ۲۰۶۰۔ ۲۰۶۱۔ ۲۰۶۲۔ ۲۰۶۳۔ ۲۰۶۴۔ ۲۰۶۵۔ ۲۰۶۶۔ ۲۰۶۷۔ ۲۰۶۸۔ ۲۰۶۹۔ ۲۰۷۰۔ ۲۰۷۱۔ ۲۰۷۲۔ ۲۰۷۳۔ ۲۰۷۴۔ ۲۰۷۵۔ ۲۰۷۶۔ ۲۰۷۷۔ ۲۰۷۸۔ ۲۰۷۹۔ ۲۰۸۰۔ ۲۰۸۱۔ ۲۰۸۲۔ ۲۰۸۳۔ ۲۰۸۴۔ ۲۰۸۵۔ ۲۰۸۶۔ ۲۰۸۷۔ ۲۰۸۸۔ ۲۰۸۹۔ ۲۰۹۰۔ ۲۰۹۱۔ ۲۰۹۲۔ ۲۰۹۳۔ ۲۰۹۴۔ ۲۰۹۵۔ ۲۰۹۶۔ ۲۰۹۷۔ ۲۰۹۸۔ ۲۰۹۹۔ ۲۱۰۰۔ ۲۱۰۱۔ ۲۱۰۲۔ ۲۱۰۳۔ ۲۱۰۴۔ ۲۱۰۵۔ ۲۱۰۶۔ ۲۱۰۷۔ ۲۱۰۸۔ ۲۱۰۹۔ ۲۱۱۰۔ ۲۱۱۱۔ ۲۱۱۲۔ ۲۱۱۳۔ ۲۱۱۴۔ ۲۱۱۵۔ ۲۱۱۶۔ ۲۱۱۷۔ ۲۱۱۸۔ ۲۱۱۹۔ ۲۱۲۰۔ ۲۱۲۱۔ ۲۱۲۲۔ ۲۱۲۳۔ ۲۱۲۴۔ ۲۱۲۵۔ ۲۱۲۶۔ ۲۱۲۷۔ ۲۱۲۸۔ ۲۱۲۹۔ ۲۱۳۰۔ ۲۱۳۱۔ ۲۱۳۲۔ ۲۱۳۳۔ ۲۱۳۴۔ ۲۱۳۵۔ ۲۱۳۶۔ ۲۱۳۷۔ ۲۱۳۸۔ ۲۱۳۹۔ ۲۱۴۰۔ ۲۱۴۱۔ ۲۱۴۲۔ ۲۱۴۳۔ ۲۱۴۴۔ ۲۱۴۵۔ ۲۱۴۶۔ ۲۱۴۷۔ ۲۱۴۸۔ ۲۱۴۹۔ ۲۱۵۰۔ ۲۱۵۱۔ ۲۱۵۲۔ ۲۱۵۳۔ ۲۱۵۴۔ ۲۱۵۵۔ ۲۱۵۶۔ ۲۱۵۷۔ ۲۱۵۸۔ ۲۱۵۹۔ ۲۱۶۰۔ ۲۱۶۱۔ ۲۱۶۲۔ ۲۱۶۳۔ ۲۱۶۴۔ ۲۱۶۵۔ ۲۱۶۶۔ ۲۱۶۷۔ ۲۱۶۸۔ ۲۱۶۹۔ ۲۱۷۰۔ ۲۱۷۱۔ ۲۱۷۲۔ ۲۱۷۳۔ ۲۱۷۴۔ ۲۱۷۵۔ ۲۱۷۶۔ ۲۱۷۷۔ ۲۱۷۸۔ ۲۱۷۹۔ ۲۱۸۰۔ ۲۱۸۱۔ ۲۱۸۲۔ ۲۱۸۳۔ ۲۱۸۴۔ ۲۱۸۵۔ ۲۱۸۶۔ ۲۱۸۷۔ ۲۱۸۸۔ ۲۱۸۹۔ ۲۱۹۰۔ ۲۱۹۱۔ ۲۱۹۲۔ ۲۱۹۳۔ ۲۱۹۴۔ ۲۱۹۵۔ ۲۱۹۶۔ ۲۱۹۷۔ ۲۱۹۸۔ ۲۱۹۹۔ ۲۲۰۰۔ ۲۲۰۱۔ ۲۲۰۲۔ ۲۲۰۳۔ ۲۲۰۴۔ ۲۲۰۵۔ ۲۲۰۶۔ ۲۲۰۷۔ ۲۲۰۸۔ ۲۲۰۹۔ ۲۲۱۰۔ ۲۲۱۱۔ ۲۲۱۲۔ ۲۲۱۳۔ ۲۲۱۴۔ ۲۲۱۵۔ ۲۲۱۶۔ ۲۲۱۷۔ ۲۲۱۸۔ ۲۲۱۹۔ ۲۲۲۰۔ ۲۲۲۱۔ ۲۲۲۲۔ ۲۲۲۳۔ ۲۲۲۴۔ ۲۲۲۵۔ ۲۲۲۶۔ ۲۲۲۷۔ ۲۲۲۸۔ ۲۲۲۹۔ ۲۲۳۰۔ ۲۲۳۱۔ ۲۲۳۲۔ ۲۲۳۳۔ ۲۲۳۴۔ ۲۲۳۵۔ ۲۲۳۶۔ ۲۲۳۷۔ ۲۲۳۸۔ ۲۲۳۹۔ ۲۲۴۰۔ ۲۲۴۱۔ ۲۲۴۲۔ ۲۲۴۳۔ ۲۲۴۴۔ ۲۲۴۵۔ ۲۲۴۶۔ ۲۲۴۷۔ ۲۲۴۸۔ ۲۲۴۹۔ ۲۲۵۰۔ ۲۲۵۱۔ ۲۲۵۲۔ ۲۲۵۳۔ ۲۲۵۴۔ ۲۲۵۵۔ ۲۲۵۶۔ ۲۲۵۷۔ ۲۲۵۸۔ ۲۲۵۹۔ ۲۲۶۰۔ ۲۲۶۱۔ ۲۲۶۲۔ ۲۲۶۳۔ ۲۲۶۴۔ ۲۲۶۵۔ ۲۲۶۶۔ ۲۲۶۷۔ ۲۲۶۸۔ ۲۲۶۹۔ ۲۲۷۰۔ ۲۲۷۱۔ ۲۲۷۲۔ ۲۲۷۳۔ ۲۲۷۴۔ ۲۲۷۵۔ ۲۲۷۶۔ ۲۲۷۷۔ ۲۲۷۸۔ ۲۲۷۹۔ ۲۲۸۰۔ ۲۲۸۱۔ ۲۲۸۲۔ ۲۲۸۳۔ ۲۲۸۴۔ ۲۲۸۵۔ ۲۲۸۶۔ ۲۲۸۷۔ ۲۲۸۸۔ ۲۲۸۹۔ ۲۲۹۰۔ ۲۲۹۱۔ ۲۲۹۲۔ ۲۲۹۳۔ ۲۲۹۴۔ ۲۲۹۵۔ ۲۲۹۶۔ ۲۲۹۷۔ ۲۲۹۸۔ ۲۲۹۹۔ ۲۳۰۰۔ ۲۳۰۱۔ ۲۳۰۲۔ ۲۳۰۳۔ ۲۳۰۴۔ ۲۳۰۵۔ ۲۳۰۶۔ ۲۳۰۷۔ ۲۳۰۸۔ ۲۳۰۹۔ ۲۳۱۰۔ ۲۳۱۱۔ ۲۳۱۲۔ ۲۳۱۳۔ ۲۳۱۴۔ ۲۳۱۵۔ ۲۳۱۶۔ ۲۳۱۷۔ ۲۳۱۸۔ ۲۳۱۹۔ ۲۳۲۰۔ ۲۳۲۱۔ ۲۳۲۲۔ ۲۳۲۳۔ ۲۳۲۴۔ ۲۳۲۵۔ ۲۳۲۶۔ ۲۳۲۷۔ ۲۳۲۸۔ ۲۳۲۹۔ ۲۳۳۰۔ ۲۳۳۱۔ ۲۳۳۲۔ ۲۳۳۳۔ ۲۳۳۴۔ ۲۳۳۵۔ ۲۳۳۶۔ ۲۳۳۷۔ ۲۳۳۸۔ ۲۳۳۹۔ ۲۳۴۰۔ ۲۳۴۱۔ ۲۳۴۲۔ ۲۳۴۳۔ ۲۳۴۴۔ ۲۳۴۵۔ ۲۳۴۶۔ ۲۳۴۷۔ ۲۳۴۸۔ ۲۳۴۹۔ ۲۳۵۰۔ ۲۳۵۱۔ ۲۳۵۲۔ ۲۳۵۳۔ ۲۳۵۴۔ ۲۳۵۵۔ ۲۳۵۶۔ ۲۳۵۷۔ ۲۳۵۸۔ ۲۳۵۹۔ ۲۳۶۰۔ ۲۳۶۱۔ ۲۳۶۲۔ ۲۳۶۳۔ ۲۳۶۴۔ ۲۳۶۵۔ ۲۳۶۶۔ ۲۳۶۷۔ ۲۳۶۸۔ ۲۳۶۹۔ ۲۳۷۰۔ ۲۳۷۱۔ ۲۳۷۲۔ ۲۳۷۳۔ ۲۳۷۴۔ ۲۳۷۵۔ ۲۳۷۶۔ ۲۳۷۷۔ ۲۳۷۸۔ ۲۳۷۹۔ ۲۳۸۰۔ ۲۳۸۱۔ ۲۳۸۲۔ ۲۳۸۳۔ ۲۳۸۴۔ ۲۳۸۵۔ ۲۳۸۶۔ ۲۳۸۷۔ ۲۳۸۸۔ ۲۳۸۹۔ ۲۳۹۰۔ ۲۳۹۱۔ ۲۳۹۲۔ ۲۳۹۳۔ ۲۳۹۴۔ ۲۳۹۵۔ ۲۳۹۶۔ ۲۳۹۷۔ ۲۳۹۸۔ ۲۳۹۹۔ ۲۴۰۰۔ ۲۴۰۱۔ ۲۴۰۲۔ ۲۴۰۳۔ ۲۴۰۴۔ ۲۴۰۵۔ ۲۴۰۶۔ ۲۴۰۷۔ ۲۴۰۸۔ ۲۴۰۹۔ ۲۴۱۰۔ ۲۴۱۱۔ ۲۴۱۲۔ ۲۴۱۳۔ ۲۴۱۴۔ ۲۴۱۵۔ ۲۴۱۶۔ ۲۴۱۷۔ ۲۴۱۸۔ ۲۴۱۹۔ ۲۴۲۰۔ ۲۴۲۱۔ ۲۴۲۲۔ ۲۴۲۳۔ ۲۴۲۴۔ ۲۴۲۵۔ ۲۴۲۶۔ ۲۴۲۷۔ ۲۴۲۸۔ ۲۴۲۹۔ ۲۴۳۰۔ ۲۴۳۱۔ ۲۴۳۲۔ ۲۴۳۳۔ ۲۴۳۴۔ ۲۴۳۵۔ ۲۴۳۶۔ ۲۴۳۷۔ ۲۴۳۸۔ ۲۴۳۹۔ ۲۴۴۰۔ ۲۴۴۱۔ ۲۴۴۲۔ ۲۴۴۳۔ ۲۴۴۴۔ ۲۴۴۵۔ ۲۴۴۶۔ ۲۴۴۷۔ ۲۴۴۸۔ ۲۴۴۹۔ ۲۴۵۰۔ ۲۴۵۱۔ ۲۴۵۲۔ ۲۴۵۳۔ ۲۴۵۴۔ ۲۴۵۵۔ ۲۴۵۶۔ ۲۴۵۷۔

مست دو۔ پس مسلمانوں کو ہر حال اپنے عہد کی رعایت کرنی چاہئے، نہ خود مخالفت کریں، نہ کسی مخالف کی اعانت کریں۔ اگر اس کے خلاف کریں گے، تو سخت گنہگار اور مستحق عذاب ہوں گے (۱) واللہ اعلم

[الف: زوداد مؤتمر الانصار۔ اجلاس مراد آباد: ۱۳۲۹ھ ص: ۵۰ تا ۵۲ (مطبوعہ قاسمی، دیوبند)
ب: (نیر الطوائف و الطوائف ص ۳۶، ۳۷۔ اشرف المطابع قحانہ بھون: ۱۹۲۹ء)]

(۸۴۸) عیسائیوں اور دوسری قوموں کے لباس کا حکم؟ سوال: ایک کپڑا جو نیم آستین یا بے

آستین ہوتا ہے اور اس کو کمری یا صدری یا جاکٹ کہتے ہیں، اور دوسرا کپڑا جو آستین دار ہوتا ہے اور انوں تک آتا ہے، اس کو کوٹ کہتے ہیں، اور گول ٹوپی اور انگریزی جوتا، ان کا پہننا تنہا تنہا، یا ایک ساتھ جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: دور سے اگر کر شان (عیسائی) معلوم ہوتا ہو تو ناجائز ہے، ورنہ درست۔ فقط

(بدست خاص ص ۳۶) رشید احمد غفری عنہ گنگوہی

(۸۴۹) یہود و نصاریٰ کو سلام میں بندگی وغیرہ کہنا؟ سوال: مسلمانوں کو اہل ہندو و نصاریٰ

(سے) سلام یا بندگی یا تسلیمات ابتداء کہنا، یا ان کے جواب میں جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ کلمات بدعت وغیرہ شروع ہیں کہ خلاف سنت ہیں، نہ ابتداء نہ جواب میں، کہے جائیں۔ فقط

(مجموعہ رام پور ص ۸)

(۸۵۰) کانگریس میں شرکت اور سرسید احمد خاں کے ساتھ تعاون کا حکم؟ سوال: سرسید احمد

خاں نیچری نے جو ایک جماعت الیوسی ایشن قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ اعلان مطبوعہ ۸ اگست ۱۸۸۸ء یوں ترغیب دے رہا ہے، کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندوؤں کی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ، جو کانگریس کے برخلاف ہیں، شامل ہیں، ہر وہ شخص جو داخل ہو پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام، علی گڑھ یا بنارس میں، راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے، وغیرہ وغیرہ اور اس کی مدد کے واسطے جا بجا الیوسی ایشن انجمن اسلامیہ کے نام سے، لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہے۔ (۲) جو شخص ان کے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے، اس کے ساتھ طرح طرح کا فساد

(۱) یہ فتویٰ حضرت مولانا قحانوی نے اپنی بیاض میں بھی نقل کیا ہے، اس سے پہلے لکھا ہے:

”یہ فتویٰ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے سالانہ جلسہ منفقہ میں مولانا عاتیت اللہ صاحب (مہتمم مدرسہ) نے پڑھ کر سنایا تھا۔“

[الطوائف و الطوائف ص: ۳۸۳ تا ۳۸۵ (مطبوعہ اول، قحانہ بھون: ۱۹۲۹ء)]

(۲) اس خط اور فتوے میں سرسید احمدی، جس کو ایک کانکرہ آیا ہے وہی جو سرنامک الیوسی ایشن (The Paster Mice Association) جو سرسید احمدی نے ۱۸۸۸ء میں قائم کی تھی، اس کا تصدیق کرنی میں رسالے شائع کرنا اور پرنٹ کے ممبروں کو ان ہندوؤں اور مسلمانوں کے نظریات سے عطف کرنا تھا، جو کانگریس کی پالیسیوں سے متفق نہیں تھے۔ حیات جدیدہ الخلف حسین حالی ص: ۳۳۳، حصہ اول ص: ۲۵۵، حصہ دوم (انجمن ترقی اردو، دہلی: ۱۹۲۹ء) نیز سرسید احمد خاں، خلیق احمد نظامی ص: ۱۵۳ (دہلی: ۱۹۷۱ء) نیز مسلمانوں کا روشن مستقبل، مولوی خلیل احمد غفوری ص: ۳۲۹ تا ۳۳۰، دہلی: ۱۹۷۵ء]

[نور]

مفتی امین اعظمی، کاندھلہ

اور فتنہ برپا کر کے اس کو جبراً ملانا چاہتے ہیں۔ آیا ایسی جماعت میں مسلمانوں کو شامل ہونا اور ان کی مدد کرنا، شرعاً درست ہے، یا نہیں، اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں، یا نہیں؟ (علی محمد لدھیانوی، متوطن بمبئی)

جواب : اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع و شراء و تجارت میں کرلیوں، اس طرح میں کہ کوئی نقصان دین میں، یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے، جائز ہے اور مباح ہے۔

مگر سید احمد سے تعلق رکھنا نہیں چاہئے، اگرچہ وہ خیر خواہی قومی کا نام لیتا ہے، یا واقع میں خیر خواہ ہو، مگر اس کی شرکت مال کار مسلمان و اسلام کو سم قاتل ہے، ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے کہ آدمی ہرگز نہیں بچتا۔ پس اس کے شریک مت ہونا، اور ہندو سے شرکت معاملہ کر لینا، اور اگر ہندو کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو، یا مسلمانوں کی ذلت یا اہانت یا ترقی ہندو ہوتی ہو، وہ کام بھی حرام ہے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا، اسی طرح برا ہے اور بس۔ فقط

رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

نصرۃ الابرار مولوی محمد صاحب لدھیانوی ص ۱۳-۱۵-۱۹ (مرتبہ ۱۳۰۶ طبع اول، لاہور: ۱۳۰۶ھ)
فتاویٰ قادریہ (مجموعہ فتاویٰ مولوی محمد لدھیانوی) ص ۳۷-۳۸-۵۲ (طبع اول، لاہور: ۱۳۱۹ھ)

(۸۵۱) کافروں کے گھر کا اور ان کا پکا یا ہوا، کھانا کھانا؟ سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے

دین، در باب کھانا کھانے اہل ہندو کے ہاتھ کا: یا اس کے اہل خانہ کے ہاتھ کا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے گھر کا کھانا پکا ہوا، یا ان کے مردوں کے ہاتھ کا کھایا، یا نہیں؟ اور یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے، یا تابعین، یا تبع تابعین رضی اللہ عنہم نے کھایا یا نہیں؟ بینوا تو جروا!

جواب : کفار کے گھر کا کھانا کھانا اور کافر کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا درست ہے، بشرطیکہ کوئی امر غیر مشروع اس میں نہ ملا ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے گھر کا گوشت پکا ہوا کھایا ہے، اور ہندو عرب میں نہیں تھے، جو اس کا کوئی جواب دیوے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراعی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۱۳۸)

(۸۵۲) ہندوؤں کے تہواروں کے موقع پر، ان سے کچھ لینے دینے کا حکم؟ سوال : ہندو

لوگ جو رعایا ہیں، ان سے کچھ ان کے تہواروں میں، مثلاً دیوالی وغیرہ میں کھیل بتا شہ خواہ پکا ہوا کھانا، پکوان وغیرہ جو ان کے تہواروں میں پکتا ہے، یا کسی ہندو کے مرے پیچھے جو مٹھائی تقسیم ہوتی ہے، لینا، بطور حق و رسوم زمینداری، یا بطور راہ و رسم بدلہ کے، تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب : کفار رعایا جو اپنے تہوار میں زمیندار کو دیویں، لینا درست ہے، علیٰ ہذا، تیرہویں وغیرہ میں جو دیویں درست ہے، مگر بدلی کی طرح معاملہ نہ رکھے، کہ مؤدۃ کفار سے درست نہیں۔ (بدست خاص سوال: ۸۹)

(۸۵۳) مسلمانوں کی ہندو کے تہواروں میں شرکت اور ان کا کھانا کھانے کا حکم؟ سوال: مسلمانوں کو

اہل ہندو کے تہوار میں اور شادیوں میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں، اور ان کا بھیجنا ہواطعام وغیرہ کا لینا، علیٰ ہذا، روافض و نصاریٰ وغیرہم کی شرکت درست ہے یا نہیں؟

جواب : کسی ہندو رافضی، خارجی، اہل بدعت کے تہوار و مجمع میں شریک ہونا، حلال نہیں، بلکہ حرام ہے، مگر جو وہ کھانا دیویں، رعایا ہونے کے سبب تو لینا درست ہے، اور محبت و دوستی کی وجہ سے نہ لیوے۔ کفار سے دوستی رکھنی درست نہیں۔ (مجموعہ راء پر ص ۶)

(۸۵۴) ہندوؤں کے میلوں اور عرس میں دکانیں لگانا صحیح نہیں: سوال: ہم لوگ تجارت پیشہ

(ہیں) مال بساط خانہ کا فروخت کر کے، اپنے اوقات بسر کرتے ہیں، ہجوم نو چندری اور گھاٹ وغیرہ میلہ ہندو اور عرس حیران کلیں اور عرس گنگوہ اور ہنگامہ جبہ جلال آباد (۱) وغیرہ عرسوں میں، ہمارا اسباب زیادہ بکتا ہے اور جتنی زیادہ بکری ہوتی ہے اتنا ہی زیادہ نفع ہمارا ہوتا ہے، ایک جگہ کے بیٹھ رہنے کے بہ نسبت، میلہ ہائے ہندو اہل اسلام کے جانے میں ہمارا دو چندہ چند فائدہ ہوتا ہے، اور ان میلوں اور عرسوں میں جانے سے، کچھ سیر و تماشا کی غرض نہیں ہے، بلکہ مال فروخت کرنے کی غرض ہے اور اپنا نفع حاصل کرنا ہے، تو عند الشرع ان مواضع میں ہمارا جا کر فروخت کرنا، اسباب کا جائز ہے یا نہیں؟

بعض علمائے دہلی وغیرہ کی یہ رائے ہے کہ بعض ہنگاموں میں اور بیٹھیوں اور میلوں جاہلیت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تقریباً سو اور دو سال تک جلال آباد ضلع مظفر نگر میں لے کے باعث فخر رہا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ چہ شریف محمود غزنوی کے دور حکومت تک اصفہان میں تھا، اس کے بعد کسی وقت ہندوستان آیا اور کئی سو برس تک شیعہ موروں جیسی کہ اولاد اسادات موضع براس (ضلع کرناٹ، ہریانہ) کے لئے ذریعہ برکت رہا۔ عالم کیرانی کے عہد میں سن ۱۵۱۱ھ میں (سید اکبر علی جوہی خاندان براس کے ایک فرد تھے) اس کو لنگر موضع جوتی پور میں مقیم ہوئے، وہاں سے ایک زیارت و بشارت کے بعد، جلال آباد کے رئیس نواب دلاور علی خاں سید اکبر علی، اس چہ شریف کو جلال آباد لے آئے تھے۔ اس وقت سے یہ چہ شریف جلال آباد (ضلع مظفر نگر، یو پی) میں تھا۔ یہ تفصیل تاریخ جلال آباد مؤلف محمد علی بن روشن خاں (مؤلف ۱۳۰۳ھ) میں درج ہے (تاریخ جلال آباد کے قلمی نسخہ کا کس ہمارے ذخیرہ میں موجود ہے)۔

سن ۱۳۵۵ھ کے بعد سے جلال آباد میں ماورائے اہل میں اس کی زیارت کا زیور درست جہاں اور مسلمہ ہونے لگا تھا، جس کا درجہ بالا آیتوں میں ذکر ہے، جو سن ۱۹۶۷ء (۱۳۶۷ھ) کے قریب ختم ہو گیا تھا۔ سن ۱۳۷۵ء (۱۹۵۵ء) میں یہ چہ شریف جلال آباد سے لاہور پاکستان منتقل ہو گیا تھا، موجودہ حال معلوم نہیں۔ (نور)

واسطے وعظ کے اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم اجمعین واسطے خرید و فروخت کے گئے ہیں، تو ہم کو بھی ایسے ہنگامہ ہنود میں جانا جائز ہے۔ اب جیسا ارشاد ہو ویسا کیا جاوے، اگر جائز ہو تو ہم لوگ جاویں، ورنہ نہ جاویں اور جو لوگ محض واسطے فاتحہ بزرگان کے، یا سیر تماشا ایسے میلوں میں جاتے ہیں، وہ اچھا ہے، یا نہیں؟

الجواب: عرس مسلمانان اور نوچندی میں اگر وہ کوئی عرس یا تیرتھ ہے اور سب میلہ ہنود میں، جا کر فروخت کرنا حرام ہے۔ اگرچہ سیر کی نیت نہ ہو فقط فروخت ہی کی نیت ہو، کیونکہ وہ مجمع معصیت کا ہے، اس کی شرکت بھی معصیت اور حرام ہے۔

من کثر سواد قوم فهو منهم

حدیث ہے۔ البتہ پیٹھ کی خرید و شراء میں جانا درست ہے، اور اسواق جاہلیت بیع و شراء کے جامع تھے، کوئی معصیت کا ہنگامہ نہ تھا، جس نے ان میلوں کو میلہ معصیت جانا، محض غلط اور خلاف سمجھا، اس کے قول کا ہرگز اعتبار نہیں۔ احادیث میں مصرح ہے کہ وہ مجمع بیع و شراء تھے، نہ مجمع معصیت کے، پس نفع دنیاوی کے واسطے معصیت کے میلوں میں جانا حرام ہے، نص قرآنی و حدیث سے اور بیع و شراء کی پیٹھ اور مجمع میں مباح ہے اور خلاف اس کے قول مردود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ الراجی رشید احمد عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۲۰۷-۲۰۸)

(۸۵۵) غیر مسلموں کے تہواروں کے موقع پر، ان سے ہدیہ قبول کرنا کیسا ہے؟ مسئلہ: اگر

ہنود اپنے تہوار میں، بوجہ ملاقات اہل اسلام کو کھیل (۱) بتا شہ، شرینی وغیرہ لا کر دیں، تو اس کا لینا اور کھانا درست ہے۔

(مجموعہ چند یا نوری ص ۷۲)

(۸۵۶) ہندوؤں کے مذہبی میلوں کی سیر کرنا اور اس کو اچھا سمجھنا: سوال: جو مسلمان میلہ

ہنود میں پاکی یا گھوڑی یا بگھی پر سوار ہو کر، میلے کی رونق زیادہ کرے وہ مردود مصداق من کثر سواد قوم فهو منهم ہوا یا مقبول رہا، اور اس حدیث کا حوالہ تحریر فرمائے۔

جواب: لاریب! تماشائی میلہ عبارت ہنود کا فاسق دائرہ قبولیت سے خارج ہے۔ اگر صرف سیر ہی کرتا

ہے، اور اگر استحسان اس فعل کا کرے اور ملوث بافعال کفار بھی ہووے، تو کافر ہوگا۔ بہر حال مصداق حدیث شریف کا بنتا ہے، خواہ وہ محض و ملوث بافعال اشرار ہو، خواہ محض تماشائی ہو، اور حدیث مذکور کو ابو یعلیٰ نے اپنے مسند میں، اور علی بن معبد نے کتاب الطاعة و المعصية میں، عمرو بن الحارث سے روایت کیا ہے، بایں الفاظ:

(۱) کھیل: بھٹنے ہوئے چاول یا جوار یا لکی، وہ بھٹنا ہوا تاج جو بچوں کو لیا ہو۔ (نور اللغات ۲/۲۱۶، دہلی ۱۹۹۸ء)

”ان رجلاً دعا عبد اللہ بن مسعود الیٰ ولیمۃ، فلما جاء لیدخل سمع لہواً، فلم یدخل، فقیل لہ رجعت، قال: انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: من کثر سواد قوم فهو منهم، و من رضی عمل قوم فکانہ شریک من عمل بہ“ (الحديث)

ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو ایک ولیمہ میں مدعو کیا، جب وہاں پہنچے، تو لہو و لعب کی آواز سنی، تو وہاں داخل نہیں ہوئے، اس وقت عرض کیا گیا، کیوں لوٹ گئے؟ فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، فرمایا: جس شخص نے جس قوم کی تعداد بڑھائی وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ (ت: نور)

اور فردوس میں دلیلی نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور عبد اللہ بن مبارکؓ نے کتاب الزہد والرقائق میں، ابو ذرؓ سے روایت کیا ہے۔ کذا فی امداد الاحساب۔

اور مطلب حدیث مذکور کا یہ ہے کہ جو کوئی کسی قوم کی تکثیر کسی فعل میں کرتا ہے، تو وہ اُس قوم میں بحیثیت اس فعل کے دنیا و آخرت میں شمار اور محصور ہوتا ہے، مثلاً: بولی کے میلے میں، جس نے شرکت و تکثیر کی، تو اگر نفس فعل میں ملوث ہوا کہ مکفر فعل کفر کا ہے، وہ کفر ہے اور اگر احسان اس فعل کا کیا تو بھی کافر ہوا، کہ تحسین کفر بھی کفر ہوتی ہے، اور ان دونوں صورتوں میں عقیدہ اسلام یا اُخفیہ کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ عند اللہ بھی کافر ہوگا، جیسے زکاؤ النبا و صفحہ و عقیدہ کفر لکھا ہے، کتب عقائد و فتاویٰ فقہ میں یہ روایت موجود ہے، اور جو محض تماشا ہی دیکھا اور تحسین اور تلوٹ بافعال اشرار، اس سے سرزد نہیں ہوا، تو تکثیر فقط اجماع کی ہے، تو اہل اجماع میں داخل ہوا، اور مکفر ان لوگوں کا بنا فاسق و فاجر ہوا:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِیْ مَعَ الْقَوْمِ
تومت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ
(الانعام: ۶۸) (ترجمہ شیخ الہند)

کے خلاف کیا ہے، اور مکفر ان لوگوں کا ہوا ہے نہ کہ فعل کفر کا، بہر حال جس قوم میں تکثیر کیا ہے، اُس ہی قوم کا بعض بنا اور اُس ہی قوم میں داخل ہوا، تماشا ہی مکفر اہل تماشا ہے، نہ فعل کفر کا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جوامع الکلم ہوتا ہے، ہر قسم کی رعایت اور معافی اس میں مجتمع ہوتے ہیں، اب کچھ حاجت نہیں کہ تغلیظ پر حمل کریں، بلکہ معنی حقیقی سب شقوں پر موجود ہیں۔

قال فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ناقلاً عن البحر: و (یکفر) بخروجہ الیٰ نیروز المعجوس

(۱) کتاب الزہد والرفیق، ابواب زیادات الزہد، نعم بن حماد، باب استماع اللہ ص ۱۳، مطبع علمی پریس، مایکاؤں ۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۶ء [نیر]

مآخذ: تصب الروایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ ج: ۳ ص: ۳۲۶، مجلس علمی ذوالعقل، دارالماہون، القاہرہ ۱۳۵۵ھ

لموافقته معهم، فيما يفعلون في ذالك اليوم) انتہی۔ فقط محصلہ واللہ تعالیٰ اعلم
اسی طرح محرم کی بھیڑ بھاڑ میں جو حائیکین جاتے ہیں، وہ بھی تحت مصداق حدیث مذکور داخل ہیں۔ فقط
رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(مجموعہ کلاں ص ۵۸-۵۹)

(۸۵۷) غیر مسلموں کے مجمع میں، سیر و تفریح کے سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں : کہ مذہبی مجمع کفار میں اگر کوئی مسلمان بہ نظر سیر و تماشا، یا بغرض خرید و فروخت چلا جائے، اور

اس کو برانہ جانے، یا برا جان کر جائے، تو ان تمام صورتوں میں اس کو کس درجہ کا گناہ ہے، اس کا نکاح باقی رہتا ہے، یا نہیں۔ سیر (تماشا) اور خرید و فروخت کو جاننا دونوں گناہ میں برابر ہیں، یا کچھ فرق ہے، جواب تفصیل تمام عنایت ہو۔ فقط

الجواب : مجمع کفار میں کہ اس کا انعقاد علی المعصیت ہو، شریک ہونا ہر حال حرام ہے، خواہ بوجہ سیر و تماشا جاوے یا بغرض خرید و فروخت کے۔ لقولہ تعالیٰ :

فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِیٰ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ۔ (الانعام: ۶۸)
تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ
(ترجمہ شیخ الہند)
ولقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام :

من کثر سواد قوم فهو منهم (الحدیث) (۲)

پھر اگر اس فعل کو برا اور ممنوع جان کر کرتا ہے، تو فاسق مرتکب کبیرہ کا ہے، کافر نہیں ہوا، اگرچہ قریب کفر کے پہنچا اور نکاح بھی نہیں گیا، اور جو اچھا اور بڑا جان کر کرتا ہے، تو کافر مرتد ہو گیا۔ لقولہ تعالیٰ

بَلٰی مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيئَتُهُ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُوْنَ۔ (البقرہ: ۸۱)
کیوں نہیں، جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے سو وہی لوگ ہیں دوزخ کے رہنے والے، وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

(۱) فتاویٰ عالمگیری۔ کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین منہما متعلق بتلقین الکفر بالارتداد والنشہ بالکفار۔ ص: ۹۵ جلد دوم [مطبع احمدی، امواخاں ۱۲۸۷ھ] نیز باب مذکورہ ۳۸ جلد دوم [مطبع طبعی، بندرہوگی ۱۲۵۸ھ] نیز باب مذکور ج: ۳ ص: ۲۷۶-۲۷۷ [نورانی کتب خانہ بلاسنہ]

(۲) کتاب الزہد والرفائق، ابواب زیادات الزہد، لعیم بن حماد، باب استماع اللہ ص: ۱۳ [مطبع علمی پریس، مالہ گاؤں ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء] نیز ملاحظہ ہو: نصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ ج: ۳ ص: ۳۶۶ [مجلس علمی ڈھانٹیل۔ دارالمأمون، القاہرہ ۱۳۵۷ھ]

قال فی العالمگیریۃ، عن البحر: و(یکفر) بخروجه الی لیروز المجوس لموافقته معهم فیما یفعلون فی ذالک الیوم. انتهى (۱)

پس ظاہر ہو گیا کہ اتباع و شرکت کفار کی کفر ہے، پس جب کافر ہوا تو نکاح بھی جائز رہا۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(مجموعہ کلاں ص ۵۷۔ مجموعہ چندیانوی ص ۱۹)

(۸۵۸) رام لیلا وغیرہ میں چندہ دینا گناہ کبیرہ ہے: سوال: رام لیلا کے ہونے میں اپنی رضا مندی ظاہر کرے، یا چندہ دے، تو اس شخص کے لئے شرع میں کیا حکم ہے، وہ شخص آثم ہوگا، یا نہیں؟ اور کس قسم کے آثم کا سزاوار ہوگا اور کوئی حکم شرع اس پر نافذ ہوگا، یا نہیں؟

جواب: ایسا شخص از روئے شرع شریف کے مرتکب سخت کبیرہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ اِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ. (المائدہ: ۲)
اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر، اور ڈرتے رہو اللہ سے
بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند)
فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔
رشید احمد عفی عنہ گنگوہی مع مہر
(بدست خاص، علیحدہ)

(۸۵۹) غیر مسلم کے گھر میں بیوہ عورت رکھنے کے معاملہ میں گواہی اور شرکت کا حکم؟ سوال: ایک چہمار نے اپنی بھانج بیوہ کو، دوسرے چہمار کے گھر میں زوجہ کر کے بٹھادی، اور اس دوسرے سے کچھ روپے بھی لئے، اور پھر زمیندار کے پاس آیا کہ تم ایک کاغذ اپنی گواہی سے لکھ دو، کہ فلاں عورت فلاں چہمار کے گھر میں بٹھادی، اور اس کا سوائے میرے اور کوئی وارث نہیں ہے کہ جھگڑا کرے، اور مبلغ اس قدر میں نے اس سے خرچ کے لئے لئے ہیں، تو یہ کاغذ لکھنا اور اس کی اجرت تحریر لینا، زمیندار کو جائز ہے، یا نہیں؟

یا اگر روپیوں کا حوالہ نہ لکھا بلکہ صرف یہی لکھا جاوے، کہ اس کا وارث میں ہوں اور میں نے اپنی اور عورت کی رضا مندی سے، فلاں کس کے گھر میں بٹھادی ہے، تو اس تحریر کی اجرت لینی بھی جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: یہ امر اگر کافر اپنے مذہب میں کریں تو خیر، مگر مسلمان کو ایسے خلاف کاغذ کا لکھنا نہیں چاہئے، اس طرح روپیہ لینا حرام ہے، اگر فقط نکاح کر دینے کو لکھے اور لکھائی لیوے، تو بظاہر جائز ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ
(بدست خاص، سوال ۸۶)

(۱) فتاویٰ عالمگیری، کتاب السیر الباب التاسع فی احکام المرتدین، منها ما یتعلق بتلقین الکفر والامر بالارتداد والتشبه بالکفار ص: ۹۵ جلد دوم، [طبع احمدی، امواخان دہلی ۱۲۷۸ھ] نیز عالمگیری باب مذکور ص: ۳۸۰ جلد دوم [طبع طبعی، بندرہ بکلی ۱۳۳۸ھ] نیز عالمگیری باب مذکور ج: ۲ ص: ۲۷۶، ۲۷۷ [نورانی کتب خانہ بلا سٹن]

(۸۶۰) سفید مرغ اور سیاہ گائے کو ہندوؤں کے ہاتھ چنا کیسا ہے؟ سوال: سفید مرغ

اور گائے رنگ کی گائے، ہندو لوگ گرائی قیمت کو خرید کر لیتے ہیں وہاں وہ سے کہ وہ غیر اللہ کے نام چڑھاتے ہیں تو مسلمانوں کو ایسے جانوروں کو، ہندوؤں کے ہاتھ چنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر معلوم ہو چاہے کہ اس فرض سے لیتا ہے تو منع کرے۔ فقط (بہت خاص سوال ۱۰۲)

(۸۶۱) ہندو اگر کسی مسلمان سے عطر وغیرہ کوئی چیز موسیقی پر چڑھانے کیلئے خریدے تو کیا حکم ہے؟

سوال: ہندو اگر مسلمانوں سے کوئی چیز مثلاً عطر مانگے اور مسلمان کھلے، کہ یاں کو گئیں چڑھاؤ سنا اور واقعی یہی بات ہو اور مسلمان عطر دے تو کچھ گنہگار بھی ہوتا ہے، یا نہیں؟

جواب: ایسا ہی عطر کا حال ہے کہ نہ دے۔

(۸۶۲) اگر کسی مسلمان سے ہندو کوئی چیز خریدتا ہے اور وہ اس سوال: زبہ کے پاس سیاہ

رنگ کی گائے ہے یا سفید رنگ کا مرغ ہے اور اس کو ہندو خرید کرتا ہے تو بتوں پر چڑھانے گا تو یہ فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

اور زبہ یہ جانتا ہے کہ ہندو ایسی چیز کو صدق یا چڑھاوے میں دیا کرتے ہیں مگر چونکہ وہ گائے یا مرغ گرائی قیمت کو بکتا ہے، اور مال سے زیادہ اہم ہندو جانتا تھا، اس واسطے زبہ نے قطع گئیں وہ گائے یا مرغ فروخت کر دیا تو زبہ گنہگار ہوا یا نہیں اور یہ بیع جائز ہوئی، یا نہیں؟

جواب: بیع جائز ہوئی اور بیع کرنے والا گنہگار نہیں، امام ابوحنیفہ کے نزدیک مگر صاحبین منع کرتے ہیں، کہ اعانت معصیت کی ہے۔ لہذا بھروسہ ہے کہ خود ایسا کام نہ کرے اور جس نے کر لیا اس کو طعن نہ کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بہت خاص سوال ۱۰۳)

(۸۶۳) غیر مسلم کی نذر کا جانور اللہ کا نام لے کر ذبح کرنا اور اس کی اجرت لینا؟ سوال: ہندو اگر

غیر اللہ کے نام کا جانور مسلمانوں سے ذبح کر دے تو مسلمان کو ذبح کو دینا اور ذبح کرنے کی اجرت لینا درست ہے یا نہیں؟ جواب: ہندو کا بکرا نام اللہ سے ذبح کر دینا درست ہے اور اجرت لینا بھی درست ہے۔ (بہت خاص سوال ۱۰۴)

(۸۶۴) ہندوؤں کے ساتھ شرکت معاملات و سیاست کا کیا حکم ہے؟ اگر ہندو مسلمان باہم

شرکت بیع و شراء و قمارت میں کر لیں، اس طرح میں کہ کوئی نقصان دین میں یا خلاف شرع معاملہ کرے اور سود اور بیع فاسد کا قصہ چلی نہ آوے، جائز ہے اور مباح ہے۔

اگر جنوں کی شرکت سے اور معاملہ سے کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو، یا مسلمانوں کی ذلت، اہانت یا قرنی ضرر

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

ہوتی ہو، وہ کام بھی حرام ہے، جیسا کہ اوپر لکھا گیا، اسی طرح پر ہے اور بس فقط۔

نیچری لوگ شریعت کی رو سے مرتد ہیں، معاملہ دنیاوی ان کے ساتھ کرنا، شرعاً مسلمانوں کو حرام ہے۔ مدد کرنی ان کی کسی امر میں ہرگز جائز نہیں، بلکہ مددگار، ان کا بھی ان میں شرعاً گنا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ یعنی جو کوئی محبت کرے گا، تم میں سے ساتھ ان کے، پس تحقیق وہ انھیں میں سے ہے۔ اور ہنود سے معاملہ دنیاوی کرنا، بشرط حفاظت دین اپنے کے، منع نہیں، فقط اسماعیل عفی عنہ لودھیانوی۔ لاشک فی صحیح

الاجوبۃ، عبدالواحد لدھیانوی

یہ سب تحریر میری نظر سے گذری، اس میں کچھ شک و شبہ نہیں، کہ نیچریوں سے ارتباط و اختلاط موجب مضرت دین ہے، اور ہنود سے معاملہ بیع و شراء یا اور معاملہ دنیا کا کرنا، بشرط عدم نقصان دین، موافق جواب مذکور کے جائز ہے،

فقط ناصر الاسلام محمد شفیع ناصر رامپوری

یہ تمام تحریر جناب مولوی صاحبان کی، بموجب شریعت احمدی نہایت مدلل ہے۔ نظام الدین عفی عنہ لدھیانوی۔ حسب الفہم جوابات کو دریافت کیا، بہت صحیح اور عمدہ موافق قرآن اور حدیث کے پائے۔ الراقم بندہ رکن الدین عفی عنہ سکنہ لدھیانہ۔ کل اجوبہ کو بخوبی نظر غور سے دیکھا صحیح پایا۔ الراقم بندہ محمد اسحاق لدھیانوی، ہوا میر انبالہ۔ الجواب صحیح، عبدالقادر عفی عنہ جو جواب سوالات مذکورہ کے دیئے گئے ہیں، صحیح، اور درست ہیں۔ بندہ توکل شاہ۔ (۱)

جوابات مذکورہ صحیح ہیں کچھ شک و شبہ نہیں۔ بندہ عبدالرحیم خان امام مسجد میاں توکل شاہ۔

ہنودوں کا شمول معاملات میں، بشرط عدم نقصان دین و ترقی مخالفین دین، جائز ہے۔ بندہ ظہور الدین مدرس گورنمنٹ اسکول شاگرد جناب مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری، سہارنپور

[نصرت الابرار ص: ۱۹-۲۰ مطبع صفائی، لاہور، طبع اول: ۱۳۰۶ھ]

حامداً و مصلیاً۔ بندہ رشید احمد گنگوہی (۲) عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ لدھیانہ سے، ایک استفتاء اس مضمون کا آیا

تھا کہ جو شخص ہنود کی اعانت اور مسلمانوں کو ضرر دیوے، وہ کیسا ہے۔ بندہ نے جواب لکھا تھا کہ وہ فاسق ہے، یہ خلاصہ سوال و جواب کا ہے۔

اب وہ فتویٰ بندہ کا طبع ہوا۔ اور اس کے اول تین صفحہ لکھے دیکھے، جس سے معلوم ہوا کہ وہ سوال مولوی عبدالعزیز

(۱) یہ حضرت علم باطنی میں کمال درجے کے مشہور ہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں مسلمان ان کے معتقدین ہیں۔ [حاشیہ مندرجہ نصرت الابرار] [نور]

(۲) آپ کی شہرت علم ظاہری اور باطنی میں کمال درجے کی ہے اکثر عالم ان کے مرید ہیں۔ [حاشیہ نصرت الابرار] [نور]

صاحب لدھیانوی کی نسبت ہے، اور وہ وجوہ اعانت و اضار اس میں مصرح لکھے ہیں۔ لہذا بندہ راست راست کہہ کر مسلمانوں کو مطلع کرتا ہے اور اپنا ذمہ بری کرتا ہے، کہ مولوی عبدالعزیز صاحب، ہرگز ہرگز مصداق اس فتویٰ کے نہیں ہیں۔ اور جو امور ان کی طرف اس تحریر میں منسوب ہیں، اُن کی وجہ سے بندہ ہرگز اُن کو محمل، اس جواب و فتویٰ کا نہیں جانتا، اگر سائل اس تفصیل کو درج سوال کرتا تو بندہ ہرگز یہ جواب نہ لکھتا، جو کچھ اس تحریر میں درج ہے اس کی تاویل صحیح ہے۔ اگر واقعی ان سے یہ امور ایسے ہی سرزد ہوئے ہیں، اور اس عبارت میں جو گستاخ کلام نسبت مولوی صاحب کے ہے، وہ سخت نازیبا ہے۔

بندہ کے نزدیک علماء کی شان میں ایسے کلام، موجب ہتک اسلام و علم ہے، پس جو صاحب اس بندہ کو صادق جانتے ہیں اور جو بندہ کی تحریر کی وجہ سے، مولوی عبدالعزیز صاحب سے بدعقیدہ ہوئے ہیں، ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہرگز مصداق اس فتویٰ بندہ کے نہیں، ان سے معذرت کرنا اور معافی چاہنا اور اتحاد و محبت کرنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

کتبہ الراحمی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی اللہ تعالیٰ عنہ مہر رشید احمد
تحریر جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب کی درست ہے، احمد علی عفی عنہ
جو تحریر جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب نے فرمائی ہے درست ہے۔ پیر محمد عفی عنہ مہر تحریر مولانا صاحب۔
درست ہے عنایت الہی عفی عنہ۔ تحریر مولوی صاحب ممدوح کی درست ہے۔ ثابت علی عفی عنہ۔ الحق ماقال مولانا رشید احمد۔ بندہ محمود عفی عنہ۔ تحریر مولانا صاحب راست و درست ہے، بندہ کے نزدیک مولوی عبدالعزیز صاحب و دیگر حضرات لدھیانوی ہرگز مغرب اسلام نہیں ہیں، بلکہ معاون اسلام ہیں۔ محمد حسن عفی عنہ دیوبندی۔ انا ایضاً احمق، بندہ عبداللہ خان۔
جو کچھ حضرت مرشدنا مولانا رشید احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے، وہ راست اور بے کم و کاست ہے، جناب مولوی عبدالعزیز صاحب ہرگز اس قابل نہیں کہ جیسے ان کی نسبت طبع ہوا ہے، بندہ احمد عفی عنہ

یہ تحریر مولوی رشید احمد صاحب کی درست ہے، اور میں مولوی عبدالعزیز صاحب و مولوی محمد صاحب و مولوی عبداللہ صاحبان کو بخوبی جانتا ہوں، نہایت متقی اور ذی علم ہیں، ان سے بہتر عالم ملک و خباب میں نہیں ہیں۔ جو ایسے عالموں کو ناحق تہمت لگاوے اور جھوٹی تحریر ان کی نسبت طبع کراوے وہ اس وعید کا محمل ہے:

وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدْ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِينًا۔ (سورۃ احزاب: ۵۸)

ترجمہ: اور جو لوگ تہمت لگاتے ہیں، مسلمان مردوں کو اور مسلمان عورتوں کو بدون گناہ کئے، تو اٹھایا انہوں نے بوجھ جھوٹ کا اور صریح گناہ کا۔ (ترجمہ شیخ الہند)

ایسے شخص کو جلد تائب ہونا چاہئے، ایسے گناہ کا وبال بہت برا ہے اور عذاب آخرت سخت ہے۔ حرہ الراجی غفور بہ اکرم محمد فضل عظیم خطیب دیوبندی عفی عنہ اللہ الرحیم۔

عبارت حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب سلمہ درست ہے اور فتویٰ سابق جناب مولوی عبدالعزیز صاحب کے حق میں نہیں ہے، اور نہ وہ اس کے محل ہرگز ہو سکتے ہیں۔ بندہ عبدالقدیر عفی عنہ

تحریر مولانا مولوی رشید احمد صاحب کی صحیح اور درست ہے۔ محمد مراد عفی عنہ ساکن..... مظفرنگر

تحریر مولانا رشید احمد صاحب سے میں اتفاق کرتا ہوں، فقیر کے پاس بھی لدھیانہ سے ایک استفتاء آیا تھا اور اُس پر فقیر نے کچھ عبارت لکھی تھی، جس کو سائل نے مولوی عبدالعزیز و مولوی عبداللہ و مولوی محمد صاحب کی نسبت چسپاں کر دیا، میں تینوں صاحبان سے خوب واقف ہوں، حقیقت میں وہ دیندار ذی علم ہیں، وہ ایسے نہیں کہ خلاف اسلام کوشش کریں۔ واللہ اعلم

نصرۃ الارواح: ۶-۵ (مطبع صحافی لاہور: ۱۳۰۶-۱۸۸۸ء)

فتاویٰ قادریہ ص: (طبع اول، لاہور: ۱۳۱۹ھ)

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا گنگوہی کا ایک مشہور تاریخی فتویٰ

ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

فتوائے دارالحرب

اس فتوے کا پس منظر، اس کے محرکات، اس سوال کرنے والے، اس فتوے کے قلمی نسخے، نئی پرانی طباعتیں اور ان کے متعلقات۔ نیز مکمل فتویٰ کا قدیم اور صحیح ترین متن، فتویٰ کا مفصل سوالنامہ، جو اس تحریر کا محرک بنا تھا۔

مفصل مقدمہ، پس منظر و پیش منظر، اصل فارسی متن اور فتوے کا اردو ترجمہ

ترتیب و تحقیق اور حواشی و تصحیح

نور الحسن راشد کاندھلوی

toobaa-elibrary.blogspot.com

حضرت مولانا گنگوہی کا تاریخی فتویٰ

[ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے.....؟]

پس منظر، محرکات، اس فتوے کے مستفتی، قلمی نسخے، طباعتیں متعلقات

نیز اس موضوع پر حضرت مولانا گنگوہی کے اور فتاویٰ

ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے، اس کو فقہائے اسلام کی اصطلاح میں دارالاسلام کہا جائے گا یا دارالحرب، یا ایک نہ پہنچنے میں، کیا حالات و محرکات کا رفرما ہے اور کس کس دور میں کون کونسے علماء نے کیا رائے ظاہر فرمائی۔ نیز حضرت مولانا گنگوہی کے، اس موضوع پر مشہور فتوے اور رائے کا پس منظر کیا ہے، اس اہم فتوے کے محرک کون صاحب ہوئے تھے، اس فتوے اور اس موضوع پر، حضرت مولانا گنگوہی کی بعض اور تحریرات میں کیا مناسبت و اختلاف ہے، اس سے واقفیت کے لئے، چند معروضات ضروری ہیں۔

برصغیر ہند میں اسلامی حکومت کا قیام: برصغیر ہند میں پہلی اسلامی حکومت محمد بن قاسم (۱) کی فتوحات کے نتیجے میں قائم ہوئی تھی، جس کی حدود دریاۓ سندھ کے کناروں یا پنجاب کے، بعض سرحدی علاقوں تک محدود تھیں۔ چوتھی صدی ہجری کے آخر اور پانچویں صدی کے آغاز میں، محمود غزنوی کی ملک گیر فتوحات سے اس کا دائرہ وسیع ہوتا ہوا، برصغیر کے اکثر حصوں تک جا پہنچا، مگر اس کے نتیجے میں برصغیر میں باقاعدہ مسلم حکومت یا ایسا نظام مملکت قائم نہیں ہو سکا تھا، جس کو باقاعدہ حکومت یا اسلامی نظام کہا جاسکے۔ سلطان شہاب الدین محمد غوری پہلے حکمران ہیں، جن کی تراوڑی (کرناٹ، ہریانہ) کے میدان میں تاریخ ساز جنگ اور فتوحات سے، اس ملک میں اسلامی مملکت اور نظام حکومت کی بنیاد استوار ہوئی، غوری کے مفتوحہ علاقہ کو غوری کے برگزیدہ نمائندے [قطب الدین] ایک نے بہت شان اور وقار کے ساتھ سنبھالا اور غوری کی قائم مقامی کا فرض پوری طرح ادا کیا، غوری کی طہدین کے ہاتھوں (۷۱۷ھ / ۱۳۱۶ء) کو شہادت کے بعد ایک باقاعدہ تخت نشین ہوا، اس وقت سے برصغیر میں مسلم حکومتوں کا جو آغاز ہوا تھا، وہ مختلف قسم کے حالات،

(۱) مشہور ہے کہ سندھ میں قیادت کے وقت محمد بن قاسم صرف ستر سال کے تھے مگر یہ روایت و اطلاع صحیح نہیں، محمد بن قاسم سنہ ۶۲ھ (۶۸۱ء) میں تولد ہوئے، سندھ سنہ ۹۳ھ میں فتح ہوا، اس طرح فتح سندھ کے وقت محمد بن قاسم کی عمر تقریباً آٹیس سال ہونی چاہئے۔

اور حرکات سراسر اسلام دشمنی پر مبنی اور عملاً غیر اسلامی حکومتیں ہیں، ان دونوں کے عہد میں اہل اسلام اور مذہب اسلام دونوں پر، جو براہ وقت آیا تھا وہ عالم آشکارا، اور ہماری تاریخ کا ایک ایسا المناک باب ہے، جس کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

چراغ آخرب، اور نگ زیب عالمگیر: اکبر کی موت کے بعد خصوصاً حضرت مجدد الف ثانی کی کوششوں اور شیخ فرید بخاری کی دانش مندانہ حکمت عملی سے آغل خاندان کے ارباب حکومت و اقتدار کو، ہدایت نصیب ہوئی، انہوں نے ایک مرتبہ پھر ہندوستان کے پچھلے حکمرانوں اور اجداد کی روایت کے مطابق، اسلام سے وابستگی اختیار کی اور متحد و کزوریوں اور خامیوں کے باوجود، صراطِ مستقیم اور تعلیماتِ دین سے ایک حد تک وابستہ رہے۔ اس کیفیت کو عملی استحکام اس وقت حاصل ہوا، جب اورنگ زیب عالمگیر نے زمامِ سلطنت سنبھالی، اور اپنی مملکت میں نظامِ شریعت نافذ کرنے اور مملکت کو پوری طرح، اسلام کے راستے پر لانے کی تدبیر کی، ہر چند کہ اورنگ زیب کے دور میں یہ ملک گویا گہوارۃ اسلام بن گیا تھا، اور خود بادشاہ بھی اتنی بڑی مملکت و حکومت کا تاجدار ہونے کے باوجود، سادگی کا مرقع اور اسلامی احکام و نظام کا ایک نمونہ تھا، مگر اورنگ زیب کے تقریباً تیس سال تک، اپنے پایہ تخت دہلی سے دور رہنے کے سبب، اس علاقہ پر اس کے وہ اثرات نہیں پڑے، جس کی توقع کی جاسکتی تھی۔

اورنگ زیب کے اخلاص، سادہ دینی مزاج و حکومت کے پورے اعتراف کے باوجود، اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں، کہ اگر اورنگ زیب نے ان ریاستوں کی بیخ کنی کرنے کے بجائے، دہلی اور اطرافِ دہلی میں اپنی حکومت کو مستحکم کیا ہوتا، دشمنوں سے حفاظت کی تدبیر کی ہوتی، ملک کو فوجی لحاظ سے ناقابلِ تسخیر بنانے کا اہتمام، اور مستقبل کی طویل منصوبہ بندی کی ہوتی، نیز اپنے خاندان اور اولاد کی صحیح تربیت پر توجہ کی ہوتی، تو اس کا فائدہ اس سے کہیں زیادہ اور دیر پا ہوتا، جو ان ریاستوں کو فتح کرنے سے ہوا۔

مغلیہ تخت سلطنت کے نااہل وارث اور ان کا عہدِ ابتلاء: اورنگ زیب کے دہلی سے مسلسل دور رہنے کی وجہ سے، اطرافِ دہلی اور شمالی ہندوستان میں موجود ان طاقتوں اور قوتوں کو پھر اکٹھے ہونے اور ان کے موقع مل گیا، جو طاقتور مسلم دورِ حکومت میں، بے دست و پا اور ناقابلِ تذکرہ ہو گئی تھیں، ان برادر یوں اور گروپوں نے، شاید اورنگ زیب کی زندگی میں ہی اپنے ہتھیار تیز کرنے اور اپنے اپنے علاقوں سے قدم باہر نکالنے کے ارادے کر لئے تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر کی وفات کے بعد وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا، اورنگ زیب کے وارث، اپنے باپ کی صلاحیتوں سے عاری اور ان کمالات سے محروم تھے، جو اقتدار و جہاں بانی کا حرف آغاز ہوتی ہیں۔ حکومت و فرمانروائی کی تمام صلاحیتوں سے محرومی اور قوتِ خواہشات کی زیادتی نے ان کو ایسے اقدامات پر اکسایا، جو نہ صرف ان کی ذات، بلکہ اس خاندان کی حکمرانی کے لئے براہِ شگون اور زوال کا نشان ثابت ہوئے۔

اور تکذیب کا ٹکڑا کر کے رکھ دیا۔ (ذاتی قصہ) اٹھارہ سو سیڑھیوں کے بعد ان کے پاس میں منت منتی ہو رہا تھا۔
 کی جنگ، ہزاروں شہداء کی قہقہے، مسلمانوں میں شدید انتشار، طاقتور فرقہ پیدواران ملکیت کی آبرورہ حقیت سلطنت کی عظمت ختم
 ہوئی اور ان لوگوں کو اپنی حسرتیں پورا کرنے کا موقع ہوا۔ انہوں نے جو غلامان، غلامی کا زوال اور مسلم حکومت کی جبریہ دیکھ چکے تھے۔
 یہ تمام افراد اپنے حیرت انگیز نیکر میدان میں آئے تھے، جو زور آزمائی اور علم و حکم کے بل پر حکومت و اقتدار کو بے بس کر
 دینا چاہتے تھے۔ ایسے تمام سازشیں نے اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لئے، مصلحت حکومت اور اس کے علاقوں پر حملے شروع
 کئے، اپنے علاقوں میں اپنے اپنے نیرزوں کی تیزی آزمائے کے بعد ان کا رخ دوسرے علاقوں کی مسلمان آبادیوں اور زمینیں کی
 جانب ہوا اور جن علاقوں، زمینوں میں ان کے ہنر قدم پہنچے، وہاں وہاں سے انسانیت و شرافت، شرمندہ ہو کر رخصت ہو گئی۔ ان
 کے حملوں اور شہر بندی کی وجہ سے، ہر مسلم سنی ایک عقل میں تبدیل ہو گئی تھی، ہر خطہ سے خون کے فوارے بلند ہو رہے تھے
 اور ہر ایک گلی کوچہ میں موجود مسافر گھات و گناہات، ظلم و بربریت کی ایک عظیم و استعجاب مندانہ ہے۔ جسے ہر مسافر کے مسلمانوں
 نے اپنے گھروں، علاقوں میں بلوہی کی فریادیں اور اہلسیت کا ایسا سراپاں دیکھا اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

یہ کسی ایک جماعت یا گروہ کے ظلم و تکبر کی بات نہیں تھی، بلکہ اس وقت موجودہ کی اسلام اور مسلم دشمن قوتوں اور
 گروہوں نے، ایک ہی انداز سے سوچا تھا، ایک ہی انداز سے اقدام کیا۔ بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانے، ان کے
 گھروں کو تاخت و تاراج کرنے کی، ایک ایسی بھانپاں حکمت تھی۔ جس نے شمالی ہند کے اکثر حصوں کو بے دریغی حملوں،
 لوٹ مار، قتل و غارتگری، ظلم و جبر، بربریت و سفاکی سے بچنے کا موقع بنا دیا تھا۔ اس وقت مصلحت حکومت بے جس تھی، اس
 کی طاقت، حقوق و استحکام متزلزل تھا اور جاہ و منزلت دور ماضی کی بات، ان بچی تھی۔

حال یہ تھا کہ جس کا بھی چاہتا رہی، چن چن کر ہوتا، جو چاہتا اس کے اطراف میں لوٹ مار کرتا اور رخصت ہو جاتا، جو
 چاہتا خون مسلم کی ہولی کھیلتا، ان کی بے کسی کا تماشا کرتا، ان کی آبروؤں کو پامال کرتا اور ان کو گرفتار کر کے لے جاتا۔ نہ
 کوئی اس مصیبت کا دور کرنے والا تھا، نہ ان طاقتوں کا مقابلہ کرنے والا۔ یہ ایسے حالات تھے جس میں صاف نظر آ رہا
 تھا کہ اگر کوئی خاص بات پیش نہ آتی، اور ایسا سرمدیان سامنے نہ آ جاتا، ظالم و جبر دست قوتوں سے پلچہ آزمائی کر کے،
 ان کو بے دست و پا کر کے رکھ دیتا تو اس ملک میں اسلام اور مسلمانوں کا وجود خطرے میں ہے۔ اگر ان اسلام دشمن قوتوں کو
 تاخت و تاراج، قتل و خون ریزی اور خاک و خون کا مشغلہ جاری رکھنے کی، ایسی ہی آزادی دینی ہے (بھی اس وقت
 تھی کہ اس ملک میں مسلمانوں کی آبرو و مندانہ زیست کا تصور بھی باقی نہ رہے گا۔ جس ملک میں مسلمانوں کے لئے
 ایسے حالات ہوں، جہاں اہل ایمان کے لئے زندگی اور ترقی و کامرانی کے سب راستے بند اور چابی و پر جہاں کی ہر قوت
 آزار دہ ہے مہار ہو، اس ملک اور علاقہ کو دارالحرب کے علاقہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔؟؟؟

حضرت شاہ ولی اللہ کا ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فیصلہ یافتہ اور دور رس تدبیریں:

حالات کی یہ گرفت، یقیناً تمام مسلمانوں خصوصاً علمائے کرام اور اہل دانش و ارشاد کو بے چین کئے ہوئے تھی، مگر زمانہ کاران کے ہاتھ میں نہیں تھی، اس لئے یہ حضرات دن رات کی بے چینی، اضطراب اور کڑھن کے علاوہ غالباً زیادہ کچھ نہ کر سکے۔ اس کشمکش اور سخت انتلاء کے دور میں، حضرت شاہ ولی اللہ پہلے عالم اور مقتداۓ عصر تھے، جنہوں نے غلط ایام کی اس سیاہ چادر کو چاک کر کے، روشنی اور امید کا آفتاب طلوع کرنے کی کوشش فرمائی تھی، سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب نے، اس ملک کو دارالحرب قرار دیا، یہاں جہاد کی ضرورت اور مسلمانوں کی آبرومندانہ زندگی گزارنے کے لئے، ہر طرح کی کوششوں کی نہ صرف حوصلہ افزائی کی، بلکہ اس کی بڑی دور رس، ہمہ جہت اور نتیجہ خیز منصوبہ بندی بھی فرمائی۔

حضرت شاہ صاحب، پایہ تخت دہلی میں جلوہ افروز تھے اور دہلی کے چاروں طرف مختلف سیاسی، علاقائی، مذہبی تنظیموں گروپوں کے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو حملے اور یلغار ہو رہی تھی، اور اس کے نتیجہ میں ہر لمحہ جو آفت و بربادی آرہی تھی، اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، معتبر بلکہ ان حوادث کے شکار افراد سے اس کی تفصیل بھی سن رہے تھے، اور اس کی وجہ سے نہایت آزرده خاطر اور پریشان بھی تھے۔ اگرچہ حضرت شاہ صاحب ان افراد میں سے تھے، جن کے لئے عملی اقدام بہت مشکل نہیں تھا، اگر حضرت شاہ صاحب چاہتے تو خود میدانِ حرب و ضرب میں اتر سکتے تھے، لیکن اس وقت مغل خاندان میں بے دانشی اور نفسا نفسی کی جو کیفیت عام تھی، اس میں امید نہیں تھی کہ اس اقدام سے کچھ بڑا فائدہ ہوگا، اس لئے حضرت شاہ صاحب نے اس کا ارادہ نہیں کیا۔ تہماتِ الہیہ کی ایک تفہیم میں (ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب اس سے اپنی ذات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں) فرماتے ہیں:

”فلو فرض أن یکون هذا الرجل فی زمان واقضت الاسباب أن یکون إصلاح الناس بإقامة الحروب، ونفث فی قلبه إصلاحهم، لقام هذا الرجل بأمر الحرب أتم قیام وکان إماما فی الحرب“ (۱)

تاہم حضرت شاہ صاحب نے خود کوئی جنگی تنظیم قائم نہیں فرمائی، لیکن ہندی ملت اسلامیہ کو، حوادث کی اس چٹکی سے بسلا مت نکالنے کے لئے، کئی پہلوؤں سے نہایت مفید اور نتیجہ خیز اقدامات کئے۔

حضرت شاہ صاحب نے سب سے پہلے اپنے مکتوبات کے ذریعہ، اس فساد و بگاڑ اور ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کی، حضرت شاہ صاحب کے، متعدد گرامی نامے اس کی تصدیق کر رہے ہیں، کہ ان حالات سے حضرت شاہ صاحب کس

دو چہل گرفت اور نچوڑ تھے، اس کے لئے کسی طرح سوچا رہے تھے اور وہ میری فرما رہے تھے۔

اگرچہ اس وقت بھی بظاہر مغل حکومت کا نام موجود تھا، مگر حاکم الملک شاہ وقت تھے، مگر قلعہ سے باہر کی دہائیاں کیا ہو رہی تھیں، اس پر بادشاہ کی گرفت تھی، نہ قلعہ کے درباب اقتدار کی۔ بادشاہ خود ایسے پس منظر پر بیٹھ گئے کہ دعا، حضور اور تسکین قلب کے لئے حضرت شاہ صاحب اور دوسرے علماء اور بزرگوں کی خدمات میں حاضر فرمادیتے اور دعاؤں کی درخواست کرتے تھے۔ حالات کی ستم خیزی دیکھتے، کہ بادشاہ وقت، شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہتے ہیں: غلبہ کفر و تفریق رحمت بدوچہ رسیدہ است، اگر معلوم است، چنانچہ خواب و خود پر منی تخیل شدہ است، و دریں باب دعا مطلوب است۔

کفر کا غلبہ اور دعا کا اختلاف اس حد کو پہنچ گیا ہے، اگر معلوم ہے، جس کی وجہ میرے لئے کھانا چاہا حرام ہو گیا ہے، اس کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔

بادشاہ وقت خود کہہ رہا ہے، کہ کفر کا غلبہ ہو گیا ہے مگر میں ملایا ہے، میں ہوں اس وقت خود حضرت شاہ صاحب کی کیا کیفیت تھی، اور وہ مسلمانوں کو اس عذاب و آفت سے نکالنے کے لئے، کس قدر بے چین و مضطرب تھے، اس کا حضرت شاہ صاحب کے مکتوبات گرامی سے اندازہ ہو جاتا ہے، ان میں حضرت شاہ صاحب، اس ملک کو نہ صرف دارالغرب، بلکہ دارالکفر لکھ رہے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کی اس رائے یا فتوے کا سبب وضاحت سے، حضرت احمد شاہ ابدالی کے نام خط سے اظہار ہوتا ہے۔ اس خط میں شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے:

”وہ ملک ہندوستان غلبہ کفار بائیں صورت است کہ درمیان آندہ صاحب مسلمانان بائیں صفت، و دریں زمانہ بادشاہ ہے کہ صاحب اقتدار و شوکت بادشاہ و قادیان و کشت لکھنؤ کفار، و در اندیش جنگ آزادی، و غیر از طرز مابین آنحضرت موجود نیست“

ترجمہ: ملک ہندوستان میں کافروں کا غلبہ اس حد تک ہے، جو سامنے آیا ہو مسلمانوں کی کھڑکی کی یہ حالت اس زمانہ میں کوئی ایسا بادشاہ، جو شوکت و اقتدار والا بھی ہو کافروں کے لشکر و کشت بھی اسے سکا ہو اور اندیش بھی ہو۔ جناب والا کے علاوہ موجود نہیں ہے۔

اسی خط میں مزید فرماتے ہیں: ”نہت باہمت را بہ جانب جہاد کفار را نوازی مصرولی فرمایند“ (۱)

ترجمہ: اپنی حالی اقتدار و ملی ہمت کو اس علاقہ کے کافروں سے جہاد کی طرف مشغول فرمائیں۔

اور یہ بالکل واضح ہے، کہ جہاد یا مسلم حکومت و ملک سے نہیں ہو سکتا، جہاد کے لئے اس ملک کا دارالغرب و دارالکفر ہونا

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ کے پاس لکھا، حضرت علی رضا علی صاحب اس، ۱۱۷۸ھ و ۱۱۷۹ھ

ضروری ہے۔ اس مکتوب کے ابتدائی سطور بھی اہم اور بڑی معنی خیز ہیں، تحریر ہے:

”جب بادشاہان اسلام نفع است بغایت عظیم، بموجب نصیب بادشاہان، دو چیز است، یکے سر شوکت کفار و ظہور ملت اسلام۔ تا وقتے کہ بادشاہان اسلام جہاد تکلفند و بجنود اسلام دولت کفار بر زمین خداے تعالیٰ دارالاسلام نگرند، کفار برضعفائے مسلمین ناخستہ، جان و مال ایشان بر باد فنا دہند“ (۱)

ترجمہ: عالی مرتبت بادشاہوں کی موجودگی بہت بڑی، نہایت عظیم نعمت ہے اور بادشاہوں کا مرتبہ بلند کرنے والی دو چیزیں ہیں، کافروں کی شوکت و قوت کو توڑنا اور ملت اسلام کو نمایاں کرنا، جب کہ سلاطین اسلام جہاد نہ کریں اور اسلامی لشکروں کے ذریعہ سے کافروں کا غلبہ ختم نہ کریں، اللہ کی زمین دارالاسلام نہیں ہو سکتی۔ قاتل کفر و مسلمانوں پر حملے کر کے، ان کے جان اور مال فنا کی نذر کر رہے ہیں۔

راقم سطور کا خیال ہے کہ حضرت شاہ صاحب کا یہ گرامی نامہ سنہ ۱۷۴۲ھ تا ۱۷۵۸ھ (۱۷۵۸ء) کا لکھا ہوا ہے، کیوں کہ ۱۷۵۹ء (۱۷۴۲ھ کے نصف ثانی) میں، احمد شاہ ابدالی ہندوستان آ گیا تھا۔ اسی سے ضمنیہ بھی معلوم ہو گیا، کہ حضرت شاہ ولی اللہ سنہ ۱۸۵۷ء سے، سو سال پہلے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فیصلہ فرما چکے تھے۔

حضرت شاہ صاحب نے نواب عبید اللہ خاں کشمیری کے نام، گرامی نامہ میں بھی (جو بظاہر، مذکورہ بالا خط کے بعد لکھا گیا ہے) اس وقت کے ہندوستان، کو صاف دارالکفر لکھا ہے۔ تحریر ہے:

”رقیمہ سامیہ رسید، و استفسار کے کہ از اقامت در دیار جٹ کردہ بودند، معلوم شد

عزیز القدر! از غیب بردل جمع مکرر داعیہ دعا باستیصال ہر دو فریق فرودی آید۔ نہ بہار و درمیان ایشان نہاید بود، خبر شرط است، اگر دریں ایام عزم حج کنند از ہمہ بہتر، ہم در دنیا وہم در آخرت، اگر میسر نشود، انتقال از دارالکفر خود ضرور است“ (۲)

ترجمہ: گرامی نامہ پہنچا اور سوال جس میں جانوں کے علاقہ میں قیام کے متعلق دریافت کیا ہے، معلوم ہوا۔ میرے عزیز! غیب سے ان دونوں فریقوں کے خاتمہ کی، اہتمام سے دعا کا دل پر بار بار تقاضہ ہوتا ہے، اس لئے ہرگز ہرگز ان کے بیچ میں نہ رہنا چاہئے، اطلاع ضروری ہے۔ اگر ان دونوں میں حج کا ارادہ کر لیں، تو سب سے بہتر ہے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اگر حج کے لئے جانے کا موقع نہ ہو، تو دارالکفر سے نکل جانا خود بھی ضروری ہے۔

(۱) یہ کلمات حضرت شاہ صاحب کے مکتوب نام ابدالی کی ابتدائی سطور ہیں ملاحظہ ہو، مکتوبات حضرت شاہ ولی اللہ حصہ دوم، نسخہ مؤلف مرتبہ و مکتوب شاہ محمد عاشق چلبلی۔ مگر معلوم نہیں کیوں، یہ فقرے اور کلمات نظامی صاحب نے سیاسی مکتوبات میں شامل نہیں کئے۔

(۲) سیاسی مکتوبات صفحہ ۷۲ (دہلی ۱۹۶۹ء) پر یہ فقرہ نظامی نے سیاسی مکتوبات میں دارالکفر کا ترجمہ ہی نہیں کیا، سیاسی مکتوبات میں صرف یہ بہتر ترجمہ ہے، اگر ممکن ہو سکے تو وہاں سے نقل ہوتا ضروری ہے۔۔۔ صفحہ ۱۵۸۔

حضرت شاہ صاحب اور ہندوستان کے چند، اور بڑے علماء کی گذارشات پر، احمد شاہ ابدالی نے خاطر خواہ توجہ کی اور حضرت شاہ صاحب کے متوسلین نے بھی، ان ہدایات و خطوط کی تعمیل میں فخر و مسرت محسوس کی، احمد شاہ ابدالی حضرت شاہ صاحب کے مکتوب نیز علمائے ہند کے چند اور مکتوبات اور دعوت ناموں کی وجہ سے ہندوستان آیا، اور پانی پت کے میدان میں، ایک طاقتور اور بھرپور حملہ کر کے، ان قوتوں کے ہندوستان پر قبضہ اور حکومت کے منصوبہ پر ایسی کاری بھرپور ضرب لگائی اور ان طالع آزمائوں کو ایسا کمزور اور بے دست و پا کر دیا، کہ وہ سر اٹھانے کے لائق نہ رہے۔

ابدالی ربیع الاول سنہ ۱۱۷۳ھ (یکم نومبر ۱۷۵۹ء) کو پانی پت کے میدان میں پہنچا اور تقریباً ڈھائی مہینہ تک جنگ کے بعد، اواخر جمادی الاول (۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء) مرہٹوں کو شکست فاش دی۔

حضرت شاہ صاحب کی، یہ تدبیر بلاشبہ نہایت کارگر ثابت ہوئی، اگر ابدالی کی تاریخی کامیابی کے بعد، ہندوستان کی سیاسی قیادت اور وزارت عظمیٰ، حضرت شاہ صاحب کے معتمد افراد میں سے، نواب نجیب الدولہ [جو اپنے جنگی تجربہ، دورانہدیشی، بے مثال دانش مندی اور حوصلہ کی وجہ سے، احمد شاہ ابدالی کے لئے بھی ایک دریافت کی حیثیت رکھتے تھے] کے سپرد کر دی جاتی، تو بعد کے حالات اس سے بہت مختلف ہوتے، جو سامنے آئے، ممکن تھا کہ اس سے مغل خاندان اور حکومت کی عمر میں بھی، خاصا اضافہ ہو جاتا، ابدالی کی بھی یہی رائے تھی، لیکن درباری سازشوں، مغل خاندان اور امراء کے باہمی سخت اختلافات اور عہدہ و منصب کے خواہشمندوں کی، شاطرانہ چالوں نے، اس انتظام کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ نجیب الدولہ کی جگہ ایک اور، وزیر اعظم منتخب کر لیا گیا، جس کا انجام معلوم ہے۔ مغل خانوادہ کے ارباب اقتدار کی بے دانشی اور صبر و اعتماد کے فقدان کی وجہ سے، بات بھر دیں آگنی جہاں سے چلی تھی، کہ نہ حاکم کو استحکام حاصل تھا، نہ حکومت کو۔ جو دیانت و انصاف، دورانہدیشی و استحکام کی بات کرتا، اس کو خود غرض و مطلب پرست کہا جاتا، اہل غرض اور خوشامدیوں کو حکومت و امراء کا مخلص و مددگار سمجھا جاتا تھا۔ اس خود غرضی اور افراتفری کی وجہ سے، بادشاہ اور سربراہان حکومت ایک تماشہ بن کر رہ گئے تھے، کبھی کسی کو حکومت سپرد کی جاتی، کبھی کسی اور کو! آج ایک شہزادہ تخت پر بیٹھا کل دوسرا، اس کی جگہ لے لیتا، یوں حکومت کا اعتبار اور مغل خاندان کی رہی سہی سا کھ بھی خاک میں مل گئی تھی۔

انگریز بہت دنوں سے اس کھیل کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا، اور اس سے صحیح وقت پر بھرپور فائدہ اٹھانے کی فکر میں تھا۔ اپنی شطرنج کی بہت عیاری کے ساتھ بساط بچھا چکا تھا، اس کے مہرے حرکت میں تھے، لال قلعہ پر قبضہ ان کی بنیادی ترجیحات میں شامل تھا، بالآخر، انگریزوں نے سنہ ۱۸۰۳ء میں دہلی پر باقاعدہ قبضہ کر لیا۔ اکبر، جہاں گیر اور شاہ جہاں کی عظمتوں کے نام لیوا اور تخت سلطنت کے دعویدار، انگریزوں کی ماہانہ پیشن پر گزارہ کرنے لگے اور ان کے اشارہ چشم و ابرو کے محتاج ہو کر رہ گئے۔ وہ بھی دیکھا یہ بھی دیکھ!

شاہ ولی اللہ کے معاصر بڑے علماء اور ان کے وابستگان کے فتاویٰ: حضرت شاہ ولی اللہ نے اپنے دور کے حالات دیکھ کر، اس ملک کی مذہبی شرعی حیثیت کے متعلق، جو رائے ظاہر فرمائی تھی، تقریباً وہی رائے حضرت شاہ صاحب کے نامور معاصر، حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی بھی تھی۔ ان دونوں کی وجہ سے، بلکہ حالات کی اس گرفت کی وجہ سے، جس کے اثرات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے، ان دونوں کے بڑے طاقتور جانشینوں اور نمائندوں کی بھی، یہی رائے اور فتویٰ تھا کہ موجودہ حالات کی وجہ سے، ہندوستان قطعی طور پر دارالحرب ہے۔ ان حضرات میں سے جو اس رائے کے قائل علم و بردار تھے، ان میں حضرت مرزا مظہر کے نمائندہ اور علمی جانشین، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور حضرت شاہ ولی اللہ کے برگزیدہ اختلاف کرام شامل تھے۔ جس میں حضرت شاہ عبدالعزیز، حضرت شاہ رفیع الدین، نیز اس خاندان کے مہر منیر، حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید، مولانا عبدالحی بدھانوی اور مولانا شاہ محمد اسحاق کے علاوہ، حضرت مفتی الہی بخش کاندھلوی، مفتی شرف الدین رام پوری (۱) وغیرہ کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔ ان ہی فتاویٰ اور نظریات کی وجہ سے اور خاندان ولی اللہی سے وابستہ، مختلف خطوں میں مقیم درجنوں علماء اور اہل ارشاد و معرفت نے بھی، اسی قسم کے فتاویٰ تحریر فرما کر، اپنے اکابر کی راہ پر چلنے کا عہد کیا اور اپنے عملی اقدامات سے، ان فتاویٰ کی توثیق و تصدیق کی۔ ایسے فتاویٰ کی خاصی تعداد ہے، جن کے فوائد و اثرات مختلف حیثیتوں سے ظاہر ہوتے رہے۔

کیا یہ فتوے صرف انگریز کے لئے تھے؟ یہاں یہ عرض کرنا ضروری ہے، کہ جب علماء کے ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے کے، ابتدائی فتاویٰ کا تذکرہ آتا ہے اور برصغیر ہند کی دینی علمی سیاسی تاریخ پر، ان کے اثرات کا مطالعہ کیا جاتا ہے، تو عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ، ان حضرات کی یہ جدوجہد اور کوشش، انگریزوں اور صرف انگریزوں کے خلاف تھی، اور یہی ان حضرات کے سیاسی نظریات کا بنیادی نقطہ اور مقصد تھا، مگر اس خیال کے لئے کوئی علمی بنیاد موجود نہیں۔ ان حضرات کے فتاویٰ دراصل ان تمام طالع آزمائوتوں، اور ظلم و جبر کی ایسی تمام طاقتوں کے بڑھتے اثرات کی وجہ سے صادر ہوئے تھے، جنہوں نے انگریز کے اس خطے میں آنے سے پہلے، یہاں مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا تھا، جن کی وجہ سے مسلمانوں کی آبرو اور جان مال کو ہر وقت خطرہ رہتا تھا، جب جس کا جی چاہتا ان کے مردوں کو قتل کرتا، ان کی عورتوں کو بے آبرو کر کے، ان کے مکانات کو نذر آتش کر دیتا تھا، ان حضرات کے پہلے اور بنیادی فتوے، ان ہی لوگوں کی وجہ سے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں کی تحریروں میں اس کی صراحت ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز کے فتاویٰ میں بھی، اس کے اشارات مل جاتے ہیں، اس لئے ان تمام فتاویٰ کو صرف انگریزوں کے حکومت و اقتدار سے وابستہ کرنا، دیانت و انصاف نہیں، لیکن صحیح ہے کہ شمالی ہندوستان، خصوصاً دہلی پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد، ان فتاویٰ کا رخ انگریز کی جانب ہو گیا تھا، کیوں کہ وہ

(۱) ان میں چند فتاویٰ معلوم و مطبوعہ ہیں لیکن اکثر غیر معارف اور غیر مطبوعہ ہیں جس میں سے چند کی اصل باقی کے فتووانیٹ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہیں۔

مگر مزاج میں ان قوتوں سے کسی طرح مختلف نہیں تھے جنہوں نے انگریزوں کے آنے سے پہلے مسلمانوں پر امر و نہی جاری رکھا کیا ہوا تھا۔ انگریزوں کے بھی ملک گیری کے وہی منصوبے تھے، وہ بھی مسلمانوں کو زیر کر کے، جتنا کہ آہم، کتنا ہمارے تھے، جس کا انگریزوں سے پہلے یہاں موجود مسلمانوں سے معرکہ آرا قوتیں، اہلکد و قہر، کراہتی تھیں۔ مگر اس وقت برصغیر کے مسلمان اور مملکت ہند جن مسائل و مشکلات کا شکار تھی اس کا حل صرف قوت سے ممکن نہیں تھا اس کے لئے ضروری تھا کہ مسلمان میدان میں آ کر قلمی جدوجہد کریں۔ یہی وہ خیال بود منصوبہ تھا، جو ابلاغاً ایک سید احمد شہید کی صورت میں ۱۸۵۷ء کی جدوجہد میں پوری شان سے ظاہر ہوا۔

انگریزوں کی تحریکات کے جنگی میدان میں منصوبے کا سرچشمہ ان سے دو مقاصد حاصل نہیں ہوئے جن کے لئے ان کا انتظام کیا گیا تھا۔ لیکن ان کے معنوی فوائد بے شمار ہیں اس وقت سے آج تک ان تحریکات کے رخصتوں اور مقاصد سے دلچسپی برقرار ہے اور ان کے انحصار و رضا تو دولت کے لئے نشانِ راہ کی حیثیت سے، جانے پہچانے جاتے ہیں۔ مگر یہ بھی ایک ناقابل تردید تاریخی حقیقت ہے کہ اس جدوجہد، منصوبہ ۱۸۵۷ء کی تحریک سے، جو نقصان ہوا تھا، ناقابل تلافی ہی رہا۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک سے بھی قوتوں کا استحکام تو کیا بلکہ انکی اشخاص مسلمانوں یا غیر مسلم ان حقوق و مراعات سے بھی محروم ہو گئے، جو ان کو انگریزوں کے ۱۸۵۷ء سے پہلے کے نظام میں حاصل تھیں۔ ۱۸۵۷ء کی تحریک کے بعد مطلقاً کاہرائے نام اقتدار اور قلعہ معنی کی عسکرانی بھی گزر رہی تھی کہ اس وقت کی داستان، اور ملک کی تاریخ کا ایک المیہ ناکِ باب بن گیا۔ ملک و ملت کی جہاں ویر پڑی جو کجلیک ہوئی، وہ تباہ کیا جان نہیں۔ لاکھوں لاکھ افراد کو گمراہ موت ہوئی، پانسیاں دی گئیں، یہاں سے ہزاروں لاکھوں افراد کو ہجرت کرنی پڑی، ہجرت، جلا وطنی، کالے پانی کی سزائیں برداشت کیں، تاحیات قید کی ذخیرہ ہونے والی ذہنت اس کے علاوہ تھی اور

مگر میرا جو جہا تھا کچھ لوگ یہ کہتے تھے
کیا آگ سنہری ہے، کیا آگ سہانی ہے
۱۸۵۷ء کے بعد کے دورِ استبداد کے عجیب تجربات: ۱۸۵۷ء کی تحریک کے بعد، مگر اس جدوجہد سے برصغیر پر قابض ہو گئے تھے، ان کی حکومت ہر سیاہ و سفید کی مالک اور جبرِ استبداد کے انحصاروں سے سبک، ایک ایسی جہاد اور قابضانہ قوت تھی کہ اس کے خلاف آواز لگانا، بلکہ دم مارنا بھی آسان نہیں تھا، اس لئے اس بڑے معرکہ ملک و ملت کے لاکھوں افراد کی جانوں کی قربانی اور بے شمار آلام و مصائب برداشت کرنے کے باوجود بھی، امتحان باقی رہا اور اس ملک کی شرعی حیثیت میں کچھ تبدیلی نہیں آئی، برصغیر ہند ۱۸۵۷ء کی تحریک سے پہلے جس طرح دارالحرب تھا اب بھی

اسی طرح رہا، بلکہ ان حالات و حوادث نے، اس کی شدت اور قہر ناک میں کچھ اضافہ ہی کر دیا تھا۔

فکر و عمل کا ایک اور میدان: یہ بھی ایک واضح حقیقت ہے کہ ۱۸۵۷ء کی مسلح جدوجہد کے بعد علماء نہ عوام،

اس لائق نہیں رہ گئے تھے، کہ حکومت کے سامنے دوبارہ اڑ سکیں، اور اپنے حقوق اور معاملات کے لئے، کوئی بڑا میدان منسوبہ عمل میں لائیں، لیکن جہاں تک رائے اور نظریہ کی بات تھی، اس میں کچھ تبدیلی نہیں آئی تھی، اس لئے اکثر علمائے ہند، خصوصاً خاندان حضرت شاہ ولی اللہ سے وابستہ اور اس دینی علمی اصلاحی کارواں سے منسلک، علماء کی وہی رائے رہی، جو ۱۸۵۷ء سے پہلے تھی۔ حضرت شاہ محمد اسحاق کے متعدد شاگردوں، مولانا اب قطب الدین دہلوی، مولانا عبد القیوم بڑھانوی، مولانا مفتی محمد ایوب پھلتی اور اس خانوادہ علم و عمل کے بڑے دینی علمی نمائندوں میں سے، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہ کا بر علماء کا، اس پر اتفاق تھا کہ یہ ملک اب بھی اسی طرح دارالحرب ہے، جس طرح اس سے پہلے دور میں تھا۔

لیکن ان حضرات کو ۱۸۵۷ء کے تجربہ نے بتا دیا تھا، کہ اب جدوجہد کا میدان بدل گیا ہے، موجودہ حالات میں ہتھیار اٹھانا، ملک میں مسلمانوں کے ٹوٹے پھوٹے بکھرے وجود، اور ان کے رہے سہے دینی کام، علماء اور ذمہ داران کو ختم کرنے، اور اجتماعی خودکشی کے مترادف ہوگا۔ اس لئے ہتھیار، جنگ کے نظام اور ارادہ کو، وقتی طور پر فراموش کر کے، ملی تعمیر و ترقی کے اور کاموں کو اولیت دینی چاہئے، اس کے لئے پہلی بنیادی ضرورت، عوام کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے، ایک مرتب و مسلسل نظام اور ایک متعین فکر و مزاج کی تشکیل کی تھی، جس کی روشنی میں آئندہ نسلیں بہترین دینی تعلیم و تربیت، معاملات و معاشرت کی درستی و رہنمائی، مستقبل کی بہتر نشو و نما اور اعلیٰ ترین منصوبوں اور دماغوں کی تشکیل کر سکیں، اس مقصد کے لئے ان علمائے کرام نے جو طریقہ اپنایا، واقعہ یہ ہے کہ ان حالات میں، مسلمانوں کی سرفرازی کے لئے، اس سے بہتر تجویز و انتخاب ممکن نہیں تھا۔

یہ اسلامی دینی تعلیم کے لئے، ایسے مدرسوں کا آغاز تھا، جو حکمرانوں اور ارباب دولت و ثروت کی نگاہ کرم کے منتظر و پروردہ نہ ہوں، بلکہ ان کی اساس، حق تعالیٰ کے اعتماد اور توکل علی اللہ پر رکھی جائے، ان کا سفر عام مسلمانوں کے تعاون سے آگے بڑھے، اور منزل مقصود تک پہنچے۔ یہ کوشش کچھ ایسی کامیاب ہوئی، کہ اس کے جلو میں دو چار نہیں، پچاسوں سینکڑوں مدرسوں کا جال بچھ گیا، اور یہ مدارس نہ صرف اس خطہ، بلکہ پورے برصغیر اور بعد میں پوری دنیا کے لئے، ایک نمونہ اور ایسی مثال ثابت ہوئے، جس کی اسلامی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں تھی۔

اگرچہ یہ مدرسے اپنے قائم کرنے والوں کی زندگی میں ہی، تناور درخت بن کر سایہ دینے لگے تھے، اور اہل دین کا ایک بڑا طبقہ، ان کی ٹھنڈی چھاؤں میں، دنیا و آخرت کی نعمتوں سے ہمکنار ہونے لگا تھا، مگر اس سب کے باوجود، ان

دارالحرب کے منصوبہ ساز، اپنے بیاداری مقاصد سے کبھی بھی (کسی) پہلو غافل نہیں ہوتے، انہوں نے اس ملک کے حال اور مستقبل کے نقشہ میں رنگ بھرنے، اس کے دارالحرب ہونے اور اتحاد کے متوقع سیاسی اقدام کے حقیقی مافیہ راز کا تذکرہ جاری رکھا، وہ اس کو اسی طرح دارالحرب کہتے اور لکھتے رہے، جس طرح اس سے پہلے کہتے تھے، ان حضرات میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے بعد، سب سے ممتاز نام حضرت مولانا گنگوہی کا ہے۔

حضرت مولانا گنگوہی کے مکرر حکمرانوں کی شرعی حیثیت اور اس کی طاعت و اطاعت کے حوالے سے کم سے کم تین فتوے دریافت ہیں، ان میں سب سے پہلا متصل اور جامع فتویٰ وہ ہے، جو مولانا مطلق محمد شلیخ عثمانی نے ترمذیہ کے ۱۳۵۲ھ (۱۸۳۳ء) میں دیوبند سے شائع کیا تھا اور فتویٰ دارالحرب کے نام سے متعارف ہے۔ اس فتوے کا ہندوستان کی دینی علمی تاریخ، خصوصاً ۱۸۵۷ء سے ۱۹۰۷ء تک کے، سیاسی احوال اور ان کے متعلقات میں بار بار تذکرہ آتا ہے، مگر جب یہ فتویٰ شائع ہوا اس وقت اس کا سہول اور تاریخ تحریر دریافت نہیں ہوئی تھی، اس لئے ان معلومات و متعلقات کے لئے تلاش و جستجو کی جگہ قرآن و اقیانوس پر عمارت کھڑی کی گئی، جس کی وجہ سے اس فتوے پر، جو تبصرے ہوئے اور اس کی جو تحقیقات کی گئیں، ان میں کئی راہیں اور اطلاعات ایسی بھی شامل ہو گئی تھیں، جو صحیح نہیں۔ اس لئے اس کے متن کی نہ قدیم نقل کی جستجو، اس فتوے کی تحریر کا سبب و فتویٰ دریافت کرنے والے عالم کا نام ہمارا اس کا تذکرہ معلوم ہونا بھی بے حد ضروری تھا۔ ان پہلوؤں کی دریافت کے بعد ہی اس فتوے کی حقیقی سیاسی تاریخ سے وابستگی اور اس پر اس کے اثرات کا صحیح علم ہو سکتا ہے۔

زیر نظر فتویٰ اور اس کے متعلق چند مباحث: آئندہ صفحات میں اس فتوے کا سوال ہمارا اس فتوے کا مکمل قدیم ترین معلوم متن پیش کیا جا رہا ہے، مگر اس فتوے اور اس کے مفصل سوال نامہ کے مطالعہ سے پہلے اس موضوع پر حضرت مولانا گنگوہی کے، تینوں معلوم فتوؤں کے متعلق ضروری معلومات اور ان کے حوالے سے نقل بعض غلط اور سبب اصل اطلاعات کی تحقیق و تصحیح ضروری ہے، متعلقہ معلومات یہ ہیں، جس پر آئندہ صفحات میں کچھ گفتگو ہوگی:

- (۱) اس فتوے کا زمانہ تحریر اور اس کی تاریخ ۱۸۵۷ء سے وابستگی کی روایات کی حقیقت؟
- (۲) حضرت مولانا گنگوہی سے یہ فتویٰ دریافت کرنے والے عالم کون تھے ان کے حوالے اور متعلقہ اطلاعات پر نظر
- (۳) اس فتوے کے قلمی نسخے، ان کے کاتب اور ان کے مندرجات
- (۴) اس فتویٰ کی پہلی طاعت، اس کا ترجمہ، حاشیہ اور توضیحات نگاروں کا تعارف

(۵) حضرت مولانا گنگوہی کے اس موضوع ہندوستان کی انگریزوں کے دور میں شرعی حیثیت پر معلوم چند اور فتوے۔

(۶) زیرِ نظر نسخہ اور اس کی ترتیب

آئندہ صفحات اسی اجمال کی تفصیل پر مشتمل ہیں۔

اس فتوے کے سنہ تحریر اور اس کے ۱۸۵۷ء سے وابستہ ہونے کی اطلاعات پر ایک نظر: حضرت مولانا گنگوہی کا یہ فتویٰ، انگریزوں کے دورِ حکومت میں، ہندوستان کے دارالخبر ہونے کے موضوع پر، برصغیر کے معروف ترین، چند فتوؤں میں سے ایک ہے۔ بعض اہل قلم اور مورخین نے اس کا سنہ ۱۸۵۷ء کے واقعات اور تحریک کے مباحث اور اس کے مآخذ میں بھی شمار کیا ہے۔ مثلاً مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے لکھا ہے:

”ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مولانا گنگوہی اکابرِ ہندوستان کی زبانِ فارسی، و شائع کردہ مفتی محمد شفیع صاحب، یا تو ۱۸۵۷ء کی

جنگِ آزادی سے پہلے کا ہے، یا اس کے فوراً بعد کا، جب کہ پکڑ و حکم بڑے پیمانہ پر جاری تھی“ (۱)

لیکن یہ خیال اور اطلاع صحیح نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی غالباً اس وجہ سے ہوئی، کہ اب تک اس فتوے کا سوال نامہ اور اس کی تاریخ تحریر و سوال معلوم نہیں تھی، صرف یہ معلوم تھا کہ اس کے مصنف مفتی حضرت مولانا گنگوہی، ۱۸۵۷ء کی تحریک کے قائدین و عمائدین سے تھے، لہذا یہ خیال کر لیا گیا کہ حضرت مولانا نے، یہ فتویٰ اس تحریک کے دوران، یا اس کے بعد لکھا ہوگا، لیکن اب جب کہ اس کے سوال اور جواب دونوں کی تاریخیں اور سن تحریر صحیح طور پر معلوم ہو گئے ہیں، اس غلط فہمی کی کوئی وجہ نہیں۔

یہ فتویٰ تحریکِ سنہ ۱۸۵۷ء کے (سن عیسوی کے حساب سے) پورے چھتیس سال بعد، وجود میں آیا تھا، اس کے محرک مولانا سعید الدین بن وحید الدین رام پوری (رام پور منہیاران ضلع سہارنپور یوپی) تھے۔ مولانا سعید الدین نے، جو اس وقت سعید آباد، متھرا میں ملازم و مدرس تھے، حضرت مولانا کی خدمت میں، رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ میں ہندوستان کی اس وقت کی شرعی حیثیت کے متعلق، ایک مفصل سوال نامہ ارسال کیا تھا، حضرت مولانا نے اس کا مفصل جواب لکھا، جو ۷ شوال ۱۳۱۰ھ (۲۴ مارچ ۱۸۹۳ء) کو مکمل ہوا اور یہ عجیب حسنِ تواضع، کیوں کہ ۱۸۵۷ء کی تحریک کا بھی ۲۴ مارچ کو آغاز ہوا تھا۔

لہذا اس فتوے کا ۱۸۵۷ء کی تحریک اور اس کے واقعات دونوں سے کچھ تعلق نہیں، اس کو ۱۸۵۷ء سے وابستہ کرنا اور اس ضمن میں، اس کا تذکرہ، درست نہیں۔

(۲) اس فتوے کا مولانا سعد الدین کشمیری سے کچھ واسطہ نہیں: اس کے پہلے مرتب و ناشر، مولانا مفتی

محمد شفیع صاحب مثانی کو نہ اس کا سوال نامہ ملا، نہ ہی حضرت مفتی صاحب نے اس کا کسی رخ سے کچھ تذکرہ کیا، کہ حضرت

(۱) الفلح المصنوع..... اور..... ہندوستان کی شرعی حیثیت..... مجموعہ مقالات ص ۳۳ (طی گدھ: ۱۹۶۸ء)

مولانا گنگوہی سے یہ سوال کس نے کیا تھا اس موضوع پر سب سے پہلے مولانا سید محمد میاں صاحب دہلوی نے لافانی تائید کیا ہے جن اور ان کے بھائی بھانڈا کے نام سے ہمیں (۱) وضاحت کی ہے اور لکھا ہے کہ:

”چنانچہ مولانا سعد الدین صاحب کشمیری اور مولانا امام احمد صاحب کشمیری نے، دہندہ تہذیب کے وارطرب ہونے کے متعلق حضرت مولانا گنگوہی سے استفسار کیا (۲)

لیکن مولانا کاظمی میاں صاحب کے اس فقرہ میں شامل دونوں اصطلاحات غلط اور بے ثبوت ہیں۔ دہندہ عالم جنہوں نے حضرت مولانا گنگوہی سے دہندہ تہذیب کی شرعی حیثیت کے سوال سے، ”فصل سہیل کا تھا اور جس کے جواب میں حضرت مولانا نے یہ مشہور فتویٰ تحریر فرمایا تھا، ان کا نام سید عبداللہ بن قحطہ سعد الدین نہیں اور ان کا وطن سہیل آباد کا ایک قریبی قصبہ، امام پور منشیہاں (ضلع سہیل پور، اوج پٹی) تھا۔ اس لئے اس فقرے کا مولانا سعد الدین کشمیری سے استفسار بے جا ہے۔ اگرچہ مولانا امام احمد کشمیری اور مولانا سعد الدین کشمیری دونوں، حضرت مولانا گنگوہی کے شاگرد تھے (۳) مگر جہاں تک معلوم ہے ان دونوں کا اس فقرے سے کچھ تعلق نہیں، مگر ان دونوں کی علمی و دینی شہرت تھی، شاید اسی شہرت کی وجہ سے مولانا کاظمی میاں صاحب کو یہ عقائد وارد

(۱) لکھائے جن اور ان کے بھائی بھانڈا کے نام سے، موصوفہ، مفسرین، ہے، پہلے صدر کے تحت یہ عبارت کی تاریخ اپریل ۱۹۳۹ء (۱۰ جون ۱۹۳۹ء) اور (۲) وہی ہے۔ ص ۳۰۳، جلد اول (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰) (۱۰۰۱) (۱۰۰۲) (۱۰۰۳) (۱۰۰۴) (۱۰۰۵) (۱۰۰۶) (۱۰۰۷) (۱۰۰۸) (۱۰۰۹) (۱۰۱۰) (۱۰۱۱) (۱۰۱۲) (۱۰۱۳) (۱۰۱۴) (۱۰۱۵) (۱۰۱۶) (۱۰۱۷) (۱۰۱۸) (۱۰۱۹) (۱۰۲۰) (۱۰۲۱) (۱۰۲۲) (۱۰۲۳) (۱۰۲۴) (۱۰۲۵) (۱۰۲۶) (۱۰۲۷) (۱۰۲۸) (۱۰۲۹) (۱۰۳۰) (۱۰۳۱) (۱۰۳۲) (۱۰۳۳) (۱۰۳۴) (۱۰۳۵) (۱۰۳۶) (۱۰۳۷) (۱۰۳۸) (۱۰۳۹) (۱۰۴۰) (۱۰۴۱) (۱۰۴۲) (۱۰۴۳) (۱۰۴۴) (۱۰۴۵) (۱۰۴۶) (۱۰۴۷) (۱۰۴۸) (۱۰۴۹) (۱۰۵۰) (۱۰۵۱) (۱۰۵۲) (۱۰۵۳) (۱۰۵۴) (۱۰۵۵) (۱۰۵۶) (۱۰۵۷) (۱۰۵۸) (۱۰۵۹) (۱۰۶۰) (۱۰۶۱) (۱۰۶۲) (۱۰۶۳) (۱۰۶۴) (۱۰۶۵) (۱۰۶۶) (۱۰۶۷) (۱۰۶۸) (۱۰۶۹) (۱۰۷۰) (۱۰۷۱) (۱۰۷۲) (۱۰۷۳) (۱۰۷۴) (۱۰۷۵) (۱۰۷۶) (۱۰۷۷) (۱۰۷۸) (۱۰۷۹) (۱۰۸۰) (۱۰۸۱) (۱۰۸۲) (۱۰۸۳) (۱۰۸۴) (۱۰۸۵) (۱۰۸۶) (۱۰۸۷) (۱۰۸۸) (۱۰۸۹) (۱۰۹۰) (۱۰۹۱) (۱۰۹۲) (۱۰۹۳) (۱۰۹۴) (۱۰۹۵) (۱۰۹۶) (۱۰۹۷) (۱۰۹۸) (۱۰۹۹) (۱۱۰۰) (۱۱۰۱) (۱۱۰۲) (۱۱۰۳) (۱۱۰۴) (۱۱۰۵) (۱۱۰۶) (۱۱۰۷) (۱۱۰۸) (۱۱۰۹) (۱۱۱۰) (۱۱۱۱) (۱۱۱۲) (۱۱۱۳) (۱۱۱۴) (۱۱۱۵) (۱۱۱۶) (۱۱۱۷) (۱۱۱۸) (۱۱۱۹) (۱۱۲۰) (۱۱۲۱) (۱۱۲۲) (۱۱۲۳) (۱۱۲۴) (۱۱۲۵) (۱۱۲۶) (۱۱۲۷) (۱۱۲۸) (۱۱۲۹) (۱۱۳۰) (۱۱۳۱) (۱۱۳۲) (۱۱۳۳) (۱۱۳۴) (۱۱۳۵) (۱۱۳۶) (۱۱۳۷) (۱۱۳۸) (۱۱۳۹) (۱۱۴۰) (۱۱۴۱) (۱۱۴۲) (۱۱۴۳) (۱۱۴۴) (۱۱۴۵) (۱۱۴۶) (۱۱۴۷) (۱۱۴۸) (۱۱۴۹) (۱۱۵۰) (۱۱۵۱) (۱۱۵۲) (۱۱۵۳) (۱۱۵۴) (۱۱۵۵) (۱۱۵۶) (۱۱۵۷) (۱۱۵۸) (۱۱۵۹) (۱۱۶۰) (۱۱۶۱) (۱۱۶۲) (۱۱۶۳) (۱۱۶۴) (۱۱۶۵) (۱۱۶۶) (۱۱۶۷) (۱۱۶۸) (۱۱۶۹) (۱۱۷۰) (۱۱۷۱) (۱۱۷۲) (۱۱۷۳) (۱۱۷۴) (۱۱۷۵) (۱۱۷۶) (۱۱۷۷) (۱۱۷۸) (۱۱۷۹) (۱۱۸۰) (۱۱۸۱) (۱۱۸۲) (۱۱۸۳) (۱۱۸۴) (۱۱۸۵) (۱۱۸۶) (۱۱۸۷) (۱۱۸۸) (۱۱۸۹) (۱۱۹۰) (۱۱۹۱) (۱۱۹۲) (۱۱۹۳) (۱۱۹۴) (۱۱۹۵) (۱۱۹۶) (۱۱۹۷) (۱۱۹۸) (۱۱۹۹) (۱۲۰۰) (۱۲۰۱) (۱۲۰۲) (۱۲۰۳) (۱۲۰۴) (۱۲۰۵) (۱۲۰۶) (۱۲۰۷) (۱۲۰۸) (۱۲۰۹) (۱۲۱۰) (۱۲۱۱) (۱۲۱۲) (۱۲۱۳) (۱۲۱۴) (۱۲۱۵) (۱۲۱۶) (۱۲۱۷) (۱۲۱۸) (۱۲۱۹) (۱۲۲۰) (۱۲۲۱) (۱۲۲۲) (۱۲۲۳) (۱۲۲۴) (۱۲۲۵) (۱۲۲۶) (۱۲۲۷) (۱۲۲۸) (۱۲۲۹) (۱۲۳۰) (۱۲۳۱) (۱۲۳۲) (۱۲۳۳) (۱۲۳۴) (۱۲۳۵) (۱۲۳۶) (۱۲۳۷) (۱۲۳۸) (۱۲۳۹) (۱۲۴۰) (۱۲۴۱) (۱۲۴۲) (۱۲۴۳) (۱۲۴۴) (۱۲۴۵) (۱۲۴۶) (۱۲۴۷) (۱۲۴۸) (۱۲۴۹) (۱۲۵۰) (۱۲۵۱) (۱۲۵۲) (۱۲۵۳) (۱۲۵۴) (۱۲۵۵) (۱۲۵۶) (۱۲۵۷) (۱۲۵۸) (۱۲۵۹) (۱۲۶۰) (۱۲۶۱) (۱۲۶۲) (۱۲۶۳) (۱۲۶۴) (۱۲۶۵) (۱۲۶۶) (۱۲۶۷) (۱۲۶۸) (۱۲۶۹) (۱۲۷۰) (۱۲۷۱) (۱۲۷۲) (۱۲۷۳) (۱۲۷۴) (۱۲۷۵) (۱۲۷۶) (۱۲۷۷) (۱۲۷۸) (۱۲۷۹) (۱۲۸۰) (۱۲۸۱) (۱۲۸۲) (۱۲۸۳) (۱۲۸۴) (۱۲۸۵) (۱۲۸۶) (۱۲۸۷) (۱۲۸۸) (۱۲۸۹) (۱۲۹۰) (۱۲۹۱) (۱۲۹۲) (۱۲۹۳) (۱۲۹۴) (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) (۱۲۹۷) (۱۲۹۸) (۱۲۹۹) (۱۳۰۰) (۱۳۰۱) (۱۳۰۲) (۱۳۰۳) (۱۳۰۴) (۱۳۰۵) (۱۳۰۶) (۱۳۰۷) (۱۳۰۸) (۱۳۰۹) (۱۳۱۰) (۱۳۱۱) (۱۳۱۲) (۱۳۱۳) (۱۳۱۴) (۱۳۱۵) (۱۳۱۶) (۱۳۱۷) (۱۳۱۸) (۱۳۱۹) (۱۳۲۰) (۱۳۲۱) (۱۳۲۲) (۱۳۲۳) (۱۳۲۴) (۱۳۲۵) (۱۳۲۶) (۱۳۲۷) (۱۳۲۸) (۱۳۲۹) (۱۳۳۰) (۱۳۳۱) (۱۳۳۲) (۱۳۳۳) (۱۳۳۴) (۱۳۳۵) (۱۳۳۶) (۱۳۳۷) (۱۳۳۸) (۱۳۳۹) (۱۳۴۰) (۱۳۴۱) (۱۳۴۲) (۱۳۴۳) (۱۳۴۴) (۱۳۴۵) (۱۳۴۶) (۱۳۴۷) (۱۳۴۸) (۱۳۴۹) (۱۳۵۰) (۱۳۵۱) (۱۳۵۲) (۱۳۵۳) (۱۳۵۴) (۱۳۵۵) (۱۳۵۶) (۱۳۵۷) (۱۳۵۸) (۱۳۵۹) (۱۳۶۰) (۱۳۶۱) (۱۳۶۲) (۱۳۶۳) (۱۳۶۴) (۱۳۶۵) (۱۳۶۶) (۱۳۶۷) (۱۳۶۸) (۱۳۶۹) (۱۳۷۰) (۱۳۷۱) (۱۳۷۲) (۱۳۷۳) (۱۳۷۴) (۱۳۷۵) (۱۳۷۶) (۱۳۷۷) (۱۳۷۸) (۱۳۷۹) (۱۳۸۰) (۱۳۸

بہر حال یہ تو طے ہے کہ اس فتوے کے مستفتی، مولانا سعد الدین کشمیری نہیں، بلکہ مولانا سعید الدین رام پوری تھے، مگر کون سے سعید الدین؟ کیونکہ اس وقت رام پور میں بھی سعید الدین نام کے دو فاضل تھے، دونوں جید عالم تھے، دونوں فقہ و فتاویٰ سے وابستگی رکھتے تھے، ان میں سے ایک حضرت مولانا گنگوہی کے خاندانی عزیز، حدیث میں شاگرد، مرید و منتسب اور خاص نیاز مند تھے۔ دوسرے تھانہ بھون کے فاروقی خاندان کے فرد تھے، مولانا مفتی عبدالقیوم بڈھانوی سے بیعت اور صاحب درس و افتادہ شخص تھے۔ اس لئے حتمی اور متعین طور پر یہ معلوم نہیں، کہ ان میں کس نے حضرت مولانا گنگوہی سے، ہندوستان کی شرعی حیثیت کے متعلق سوال کیا تھا، لیکن قرین قیاس یہی ہے، کہ مولانا سعید الدین خلف مولانا وحید الدین رام پوری نے دریافت کیا ہوگا؟ وہ حضرت کے معتمد اور قریبی اصحاب میں سے تھے، انہی کی حضرت سے خط و کتابت تھی اور دوسرے صاحب کا مستفتی ہونا بھی غیر متوقع نہیں، ان کو بھی دارالحرب کے موضوع سے دلچسپی تھی، اس لئے یہاں دونوں صاحبان کا مختصر تعارف تحریر ہے، ممکن ہے کہ آئندہ کسی ذریعہ سے ان میں سے، کسی ایک کی تعیین ہو جائے، تاہم راقم سطور کا خیال ہے کہ یہ مولانا سعید الدین بن وحید الدین رام پوری ہی تھے۔ فتویٰ دارالحرب کے سوال نامہ، یا مکتوب مولانا سعید الدین کے آغاز پر، حضرت مولانا گنگوہی کے لئے جواشعار و کلمات درج ہیں، ان سے بھی یہی تاثر ملتا ہے، کہ یہ تحریر و سوال مولانا سعید الدین (بن حافظ وحید الدین) کا ہوگا، اس لئے ان کے تعارف کو اولیت دی گئی ہے۔

مولانا سعید الدین بن وحید الدین رام پوری: رام پور منہیاران، ضلع سہارنپور (مغربی یوپی) کا ایک پرانا قصبہ ہے، یہاں ایک انصاری خاندان اکبر بادشاہ کے دور میں سہارنپور سے آ کر آباد ہوا تھا، جس میں علم کا سلسلہ بریک چلا (۱) اس خاندان کے ایک فرد، مولانا حافظ وحید الدین رام پوری تھے، جو حکیم ضیاء الدین رام پوری کے غالباً چچا زاد بھائی بھی تھے۔ حافظ وحید الدین ذکر شغل اور با خدا شخص اور حضرت حاجی امداد اللہ سے بیعت تھے، حضرت مولانا گنگوہی سے بے تکلف روابط رکھتے تھے اور حضرت سے استفادہ باطنی بھی کیا تھا، ان کے حضرت مولانا کے نام خطوط سے، حافظ صاحب کی رفعت پر داز کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک خط میں لکھا ہے:

اب سنو! کہ بندہ تم کو اپنے سے عمدہ جانتا ہے، خصوصاً یہ حال جو آپ نے اپنے لکھے، اس سے توصاف ظاہر ہو گیا، کیوں کہ یہ احوال نصیب بندہ نہیں ہوئے۔ حق تعالیٰ مبارک فرمائے اور بندہ کو بھی حاصل جائے۔ آمین! (۲)

(۱) اس خاندان کے ہندوستان آنے اور سہارنپور میں آباد ہونے نیز اس خاندان کے چند اہل علم و ارشاد کا مختصر احوال ”مرآت ہنرمنا“ (تذکرہ مولانا محمد شفیع ہنرمنا پوری) تالیف شاہ فیضان احمد، حصہ اول (بریلی ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۷ء) میں ہے۔

(۲) مکتبہ رشیدیہ، ج ۲، صفحہ ۱۰۷، حاشیہ الہی عمری، مکتوب ۱۳۷۷ء، ص ۹۸ (طبع اول میرٹھ) مکتبہ رشیدیہ میں حضرت گنگوہی کے حافظ وحید الدین صاحب کے نام چار گرامی نامے شامل ہیں مکتوب ۹۳-۹۴ء۔

ایک ہر مفصل گرامی نامہ میں فرماتے ہیں:

”اور وہ کیفیت یہ ہے، کہ اپنے آپ کو دیرینہ مالک مسموم کے جانے اور شرم و مایوسی ہو جائے اس کا نام حضور اور پاداشت ہے مای کو لسان شرع میں اسان کہتے ہیں اور یہی نسبت مستحکم ہے کہ جلی آتی ہے۔

جب اس کا ملک خوب ہو جائے، تو یہی امر ہے کہ قابل اجازت تھکن کے جانی جہاں اس کا ہی نام نہ کر سکی ہے، اور اس سے پہلے سب مقدمات اس کے ہیں۔ مبارک ہو سیکر مبارک ہو! حق تعالیٰ اس میں ترقی فرمائے اور ممکن فرماوے بہت شکر کی جگہ ہے، بہت بہت شکر کہ وہ اب ہے“ (۱)

حافظ و سعید الدین صاحب کے احوال و تاریخ و وفات و غیرہ معلوم نہیں۔

مولانا وحید الدین رام پوری نے حضرت حلی امداد اللہ کے کتبیات کا ایک مجموعہ ۳۴۴ (۱۹۱۶ء) میں لکھنؤ میں مرتب کیا تھا۔ حضرت تھانوی نے اس کو اور ترجمہ مختصر جوائی اور ضروری معلومات کے ساتھ مرتب کر کے، مرقیات امدادیہ کے نام سے امداد اللہ المتوفی کے ساتھ شامل کر کے ۳۴۵ (۱۹۱۷ء) میں شائع کر دیا تھا۔ حافظ صاحب کے فرزند مولانا سعید الدین تھے۔

ولادت اور تعلیم: مولانا سعید الدین کی تاریخ ولادت معلوم نہیں، تاہم مری سے ترقی تعلیم کا آغاز ہوا، جب حضرت حلی امداد اللہ کو اس کی خبر ملی تو اس پر اظہار مسرت کیا کہ وہ اس سے نوازا اور ترقی فرمایا کہ:

”برخوردار احمد و سعید و غیرہ کے عربی پڑھنے سے بھی فقیر کو فخر ہوئی، بلکہ تعالیٰ ان کو علم نافع اور عمل صالح نصیب کرے اور عمر و دار و زاد اور صاحب قدر کرے“ (۲)

حضرت کی دعا یا رکاوہ الہی میں منظور ہوئی، اور مولانا سعید الدین کو وہ تمام نعمتیں حاصل ہوئیں، جن کے لئے حضرت حلی امداد اللہ صاحب نے دعا فرمائی تھی۔

مولانا سعید الدین، حضرت مولانا گنگوہی کے ممتاز شاگرد اور چچا فاضل تھے، مولانا سعید الدین کے اساتذہ و اجداد حدیث شریف کا ۳۴۱ (۱۹۰۳ء) (جولائی ۱۸۸۸ء) میں آغاز ہوا تھا، خانہ شعبان ۳۵۵ میں درس مکمل ہوا، ہنگام (۳) تعلیم سے فارغ ہو کر متعدد رسائل سے وابستہ رہے، ۳۶۰-۳۶۵ (۱۹۱۶ء) میں بھوپال چلے گئے تھے، بھوپال میں عمر کی حیثیت سے مقرر ہوا، محنت و ریاضت کی وجہ سے تجزی سے ترقی ہوئی رہی، آخر میں مہتمم سارنگل، کے اعلیٰ ترین عہدہ تک

(۱) لکھنؤ رسالہ یہ جرحہ مولانا حلی امداد اللہ کی جرحہ میں ۳۵۵ (۱۹۱۶ء) میں شائع ہوا۔

(۲) مرقیات امدادیہ (معلومات امداد اللہ کی کتاب) ۳۵۵ میں ۳۴۴ مرتبہ حافظ و سعید الدین کے نام سے مولانا سعید الدین نے رام پوری

(۳) آپ اپنی بیٹی کے ساتھ مولانا گنگوہی کے کاندھلوی میں داخلہ ہوئے، ۳۵۵ (۱۹۱۶ء) میں

پہنچے۔ ریاست میں بہت عزت و وقار کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ہر طبقہ کے افراد میں پذیرائی حاصل تھی۔

اگرچہ ملازمت کی مصروفیات بہت رہتی تھیں مگر مولانا نے کہیں بھی قیام ہوا، اور کسی بھی ملازمت و خدمت پر فائز رہے ہر جگہ درس حدیث کا معمول بلا ناغہ جاری رکھا، طلبہ کی مالی معاشی سرپرستی فرماتے، ان کی ضروریات کا بھی بہت خیال کرتے تھے، دو چار طلبہ کو اپنے ساتھ کھانے میں شامل رکھتے تھے۔ معروف اہل قلم، محمد امین زبیری نے (جنہوں نے مولانا کو قریب سے دیکھا تھا) لکھا ہے:

”وہ دورے میں ہوں یا مقیم، صبح کے وقت دو چار طلباء کو حدیث و فقہ کا درس، ان کا لازمہ زندگی تھا، ان کے دسترخوان پر چند طلباء خصوصاً ناشتہ اور شب کے کھانے کے وقت، ضرور ہوتے تھے، وظیفہ یاب ہونے کے بعد بھی یہی نظام اوقات تھا“ (۱)

مولانا وحید الدین کے، حضرت مولانا گنگوہی سے جو روابط تھے، مولانا سعید الدین میں اس کا پورا اثر آیا، اور مولانا بھی ہمیشہ حضرت مولانا کے دامن فیض سے وابستہ رہے۔ مولانا سعید الدین کے نام حضرت مولانا کے مکتوبات سے ان روابط اور اعتماد کا اندازہ ہوتا ہے، جو حضرت مولانا کو مولانا پر تھا۔ حضرت مولانا کے گرامی ناموں سے یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ مولانا، حضرت کو اپنے تمام حالات و مسائل سے باخبر رکھتے تھے اور حضرت مولانا حسب ضرورت ہدایت و رہنمائی بھی فرماتے رہتے تھے، حضرت مولانا کے مکتوبات کے بعض مندرجات سے، مولانا کے روحانی کمالات و مرتبہ کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت مولانا نے ایک خط میں تحریر فرمایا ہے:

”اگرچہ تم کو ایسی حالت میں کہ اسباب ظاہری پر نظر نہیں، کچھ لکھنا لغو ہے، مگر تاہم بحکم: الدین النصیحۃ لکھتا ہوں، کہ بار بار زیارت وطن اور بہانہ دلداری خفنی، تدبیر کے خلاف ہے، اگر حق تعالیٰ نے سامان رزق مقرر کر دیا ہے، اس کو متغیر متکثر بنانا اور پر خاش عباد کا سبب ٹھہرانا، قرین مصلحت نہیں، آئندہ جو مناسب جانو“ (۲)

دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن: مولانا سعید الدین صاحب کو، حضرت مولانا گنگوہی کی نسبت اور

خاندان حضرت مولانا قاسم نانوتوی سے قرابت کی وجہ سے، دارالعلوم دیوبند سے والہانہ ساقط تھا، دارالعلوم میں، حضرت گنگوہی کے سرپرستی کے آغاز کے وقت سے، معمول چلا آ رہا تھا کہ رامپور گنگوہ وغیرہ سے خانوادہ کا، کوئی فاضل مدرسہ کی شوریٰ کا رکن بنایا جاتا تھا، سب سے پہلے ممبر، مولانا حکیم ضیاء الدین رامپوری تھے، پھر ان کے بھتیجے، مولانا حافظ احمد رامپوری اس کے لئے نامزد کئے گئے، مولانا احمد کی رکنیت شوریٰ کے، (۳) چار سال بعد، ۱۳۲۲ھ میں مولانا سعید الدین بھی مجلس شوریٰ کے لئے

(۱) ہوپال کا مئی جائزہ۔ مضمون احمد امین زبیری۔ شہداء ہوپال نمبر۔ قمر آگئی، دہلی۔ مرتبہ ضیاء حامد صاحب: ۶۹۱ (طبع اول: ۱۹۹۶ء)

(۲) مکاتیب رشیدیہ ص: ۹۶ (۳) دارالعلوم کی صد سالہ زندگی، تالیف مولانا قاری محمد طیب صاحب ص: ۱۰۳ (طبع اول دیوبند: ۱۳۸۵ھ)

منتخب کر لئے گئے تھے، جو اس وقت سے وفات تک، بہت دلچسپی اور اہتمام سے، مدرسہ کی بھرپور خدمت کرتے رہے۔ شوریٰ کے اجلاس کا وقت آتا، تو کئی دن پہلے دیوبند پہنچتے، مدرسہ کے معاملات کو دیکھتے، کاغذات کو جانچتے اور مجلس شوریٰ میں رکھنے کے لئے، ان کی ترتیب و تکمیل فرماتے۔ مجلس کی تجاویز، لکھنا اور اس کے متعلق تحریری کام انجام دینا، اپنی سعادت سمجھتے تھے اور کئی دن تک اس میں مشغول، وقت گزارتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی روداد میں، مولانا کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

”دارالعلوم کی خدمت میں شغف کا حال یہ تھا، کہ مجلس شوریٰ کے ہونے سے چند روز پیشتر، آپ تشریف لاتے تھے، اور وہ تمام کاغذات، جو شوریٰ میں پیش ہونے والے ہوتے تھے، آپ ان کو مرتب فرمایا کرتے تھے۔ جلسہ کے دوران میں، تمام روداد شوریٰ کا لکھنا، تجاویز کا مسودہ بنانا اور بعد میں ان کا صاف کرانا، یہ سب کچھ آپ نے اپنے ہی ذمہ لے رکھا تھا، آپ ان تمام کاموں کو عبادت عظمیٰ خیال فرماتے تھے اور اکثر تحدیث بالعمہ کے طور پر، اس کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے، اپنا بیشتر وقت دارالعلوم کی ان ہی خدمات میں گزارتے تھے“ (۱)

اخلاق و عادات و مزاج: علم و فضل، دیانت و سچائی اور خوش خلقی میں ممتاز و معروف تھے، وسیع القلب تھے، ہر اک فکر و خیال کے افراد سے بے تکلف ملتے اور ضرورت ہوتی، تو نہایت نرمی سے بحث و گفتگو کرتے، تعصب اور شدت مزاج سے بہت دور تھے۔ نصیحت و گفتگو نہایت مؤثر تھی، دینی و دنیاوی وجاہت سے بہرہ ور تھے۔ محمد امین زبیری صاحب نے، بھوپال کے ممتاز علماء میں مولانا کا ذکر کیا ہے، جو لائق مطالعہ ہے۔ لکھتے ہیں:

علماء کے زمرہ میں، مولوی سعید الدین کو بھی شامل کرنا چاہئے، جو دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ بھوپال میں ان کی پوزیشن، ایک سیویلیین افسر کی تھی، انہوں نے محرری سے ترقی کی اور ذمہ دارانہ عہدوں پر مامور رہے۔ وہ دورے میں ہوں یا مقیم، صبح کے وقت دو چار طلباء کو حدیث و فقہ کا درس، ان کا لازماً رُندگی تھا۔ ان کے دسترخوان پر چند طلباء، خصوصاً ناشتہ اور شب کے کھانے کے وقت ضرور ہوتے تھے، وظیفہ یاب ہونے کے بعد بھی یہی نظام اوقات تھا۔

نہایت وجیہ خوش لباس اور نفیس طبع تھے۔ ایسے پیرایہ میں نصیحت کرتے تھے کہ مؤثر ہو جاتی تھی، وسیع القلب تھے، ہر خیال کے آدمی سے مخلصانہ و بے تکلفانہ ملتے تھے اور نرمی سے بحث کرتے تھے، متعصبانہ ذہنیت کا پتہ نہ تھا۔ شرعی پانچامہ (جس کا کمر بند گلے میں ہوتا یا اس میں پتلون کی گیش لگے ہوتے) قمیص، شیروانی اور ترکی ٹوپی پہنتے تھے، کبھی کبھی مولویانہ عمامہ اور قبّا بھی، بلیرڈ اور کرو کے کھیلوں میں مشاق تھے (۲)

(۱) روداد، دارالعلوم دیوبند ۱۳۳۷ھ

(۲) بھوپال کا علمی جائزہ۔ مضمون از محمد امین زبیری۔ مشمولہ بھوپال نمبر۔ فکر و آگہی، دہلی۔ مرتبہ رضیہ حامد صاحبہ۔ ص ۶۹۱ (طبع اول: ۱۹۹۶ء)

مولانا کا مرتبہ حاشیہ مکتوبات امدادیہ: مولانا کی ایک مختصر علمی تحریری خدمت، حضرت حاجی امداد اللہ کے مجموعہ مکتوبات (مرقومات امدادیہ) میں درج اشخاص کا تعارف ہے۔ یہ مجموعہ مکتوبات، مولانا کے والد، مولانا حافظ وحید الدین رام پوری نے مرتب کیا تھا، حضرت مولانا تھانوی نے مولانا سعید الدین سے، اس میں مذکور شخصیات و علماء وغیرہ کی تعیین کرائی اور مولانا عبدالحی حیدر آبادی سے، ان مکتوبات گرامی کا ترجمہ کرا کے، مرقومات امدادیہ کے نام سے، امداد المصنف کے ساتھ شائع فرمایا۔ مولانا شبیر علی تھانوی نے اس خدمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”ان مکتوبات میں بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی اس طرح آئے ہیں، کہ فہم مضامین، ان کے حالات معلوم ہونے پر موقوف ہے، بناءً علیہ، جناب مولانا سعید الدین صاحب ابن مولانا محمد وحید الدین صاحب، جامع مکتوبات سے، ان حضرات کے مختصر حالات تحریر فرمانے کی استدعا کی گئی، مدد و ح نے نہایت خوشی سے اس کو منظور فرمایا (۱)

وفات: مولانا سعید الدین کی بھوپال میں ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ (۳ مئی ۱۹۱۹ء) کو وفات ہوئی (۲) وہیں دفن کئے گئے۔ علمی دینی حلقوں میں مولانا کی وفات کا گہرا صدمہ ہوا، مولانا سے جو ایک فیض جاری تھا، اس کے ختم ہونے پر تاسف ظاہر کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند نے، جس کی مجلس انتظامیہ کے، مولانا تقرر کیا چوتھائی صدی تک رکن رہے، مولانا کی کمی کو بہت محسوس کیا۔ دارالعلوم کی روداد میں مولانا کا تذکرہ ہوا، اور مولانا کی وفات سے مدرسہ کے لئے، جو خلا پیدا ہو گیا تھا، اس کا خاص اہتمام و تدبیر کیا گیا۔ روداد کا مفصل اقتباس درج ذیل ہے:

اس حادثہ [مولانا احمد نانوتوی، مہتمم دارالعلوم دیوبند کی وفات] کے چند ماہ بعد ہی، حضرت مولانا سعید الدین صاحب مرحوم، رامپوری مشیر المہارباست بھوپال، کی وفات ہو گئی، جس سے مجلس شوریٰ کے کاموں میں، زبردست کمی اور نقصان اہل بصیرت نے محسوس کیا۔ مولانا سعید الدین صاحب مرحوم رامپوری، دارالعلوم کے ان قدیم ممبران میں سے تھے، جو حضرت گنگوہیؒ کے خاص تلامذہ میں سے تھے۔

آپ کی تمام عمر، مدرسہ کی جان نثاری و ہمدردی و خیر خواہی میں گذری۔ اسی کے ساتھ آپ کا علم و فضل، راستبازی، وجاہت دینی و دنیوی، خوش خلقی و مروت، ایسے اوصاف تھے، جن میں آپ یگانہ روزگار سمجھے جاتے تھے۔ اگرچہ آپ کا تعلق بچہ ریاست بھوپال میں ہونے کے، بظاہر شغل درس و تدريس خاطر خواہ نہ تھا، مگر باوجود اس کے، اس

(۱) حاشیہ صفحہ ۵، مرقومات امدادیہ (نکس طبع اول، ۱۳۳۷ھ)

(۲) تاریخ کبیر (مفصل تاریخی یادداشت نامہ) تحریر: تالیف: شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی، فوٹو اسٹیٹ منسٹر سولائف۔ مملوکہ راقم سطور

زمانہ میں بھی آپ اس مشغلہ سے خالی نہ رہے، ایک دو طالب علم آپ کے مکان پر حاضر ہو کر، حدیث و تفسیر، اصول فقہ اور فقہ وغیرہ کی، بڑی بڑی کتابیں آپ سے پڑھتے رہتے تھے۔

دارالعلوم کی خدمت میں شغف کا یہ حال تھا، کہ مجلس شوریٰ کے ہونے سے چند روز پیشتر، آپ تشریف لاتے تھے، اور وہ تمام کاغذات، جو شوریٰ میں پیش ہونے والے ہوتے تھے، آپ ان کو مرتب فرمایا کرتے تھے۔ جلسہ کے دوران میں تمام روداد شوریٰ کا لکھنا، تجاویز کا مسودہ بنانا اور بعد میں ان کو صاف کرانا، یہ سب کچھ آپ نے اپنے ہی ذمہ لے رکھا تھا، آپ ان تمام کاموں کو عبادت عظمیٰ خیال فرماتے تھے، اور اکثر تجدید بالعمتہ کے طور پر اس کا اظہار بھی فرمایا کرتے تھے، اپنا بیشتر وقت دارالعلوم کی ان ہی خدمات میں گزارتے تھے۔ فقہ اختلاف ۱۳۳۲ھ میں آپ نے جس سرگرمی سے دارالعلوم کی حمایت و اعانت میں، غیر معمولی حصہ لیا، اس کے لئے القاسم والانصار شورائے مقالی شاہد عدل ہیں، اسی لئے مولانا کی وفات کا سدمہ، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ و دیگر ارکان مدرسہ، اور تمام جماعت دارالعلوم نے، غیر معمولی طور پر محسوس کیا اور واقعہ یہ ہے کہ آپ کی وفات سے، مدرسہ کی اور مجلس شوریٰ کی قوت انتظامیہ، وہیست ترکیبیہ کو جو نقصان عظیم پہنچا، اس کی تلافی آج تک نہ ہو سکی، فی زمانہ ایسے مخلص کارکن کہاں۔ حق تعالیٰ آپ کی مغفرت فرما کر، آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

دارالعلوم میں جب آپ کی وفات کا تاریخ ہو نچا، طلبہ و مدرسین و ملازمین نے ملکر قرآن خوانی و کلمہ طیبہ کا ختم کر کے آپ کے لئے ایصال ثواب کیا^(۱)۔

مولانا سعید الدین بن علیم الدین رامپوری: مولانا سعید الدین کے عہد میں، رام پور میں اسی نام کے ایک اور عالم بھی تھے، جو مولانا علیم الدین، بن شیخ احمد بخش کے فرزند، اور تھانہ بھون کے اس معروف فارقی خاندان کے فرد تھے، جس سے تھانہ بھون کے، مشہور علماء اور مشائخ وابستہ ہیں (۲) یہ خاندان سنہ ۱۸۵۷ء کے معرکہ میں، تھانہ بھون کی بربادی کے بعد، رامپور آ کر آباد ہو گیا تھا۔

مولانا سعید الدین کی نسبت مولانا کی تحریروں سے چند مختصر سی نا تمام معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ مولانا سعید الدین، مفتی عبدالقیوم بڈھانوی سے بیعت تھے (۳) غالباً کچھ دنوں بھوپال میں بھی قیام رہا تھا، مولانا سعید الدین کو ہندوستان کی

(۱) روداد، دارالعلوم دیوبند، سنہ ۱۳۳۷ھ، ص: ۱۷۔

(۲) مولانا سعید الدین فاروقی کا، دادھیالی میہالی نسب نامہ ان اوراق پر مفصل درج ہے، جو مولانا کی ملوکہ شامی [حاشیہ و مختار] کے ساتھ شامل ہیں۔ یہ نسخہ مدرسہ مظاہر علوم قدیم سہارنپور میں محفوظ ہے۔

(۳) مولانا عبدالقیوم سے بیعت کا واقعہ، اور مفتی عبدالقیوم صاحب کی عنایت کی ہوتی ایک مفصل سند بیعت بھی، مولانا سعید الدین نے اپنی تحریرات میں نقل کی ہے۔ مولانا کی مذکورہ تمام تحریروں کے فوٹو اسٹیٹ ہمارے ذخیرہ میں موجود ہیں۔ (نور)

شرعی حیثیت کے مباحث سے دلچسپی تھی، مولانا نے مولانا قاضی محمد ایوب پھلتی کا، رسالہ دارالحرب بھی ۱۳۰۰ھ میں نقل تھا، [یہ نسخہ مظاہر علوم سہارنپور کے کتب خانہ میں موجود ہے۔] ۱۳۲۲ھ (۱۹۰۴ء) تک حیات تھے۔

مولانا کو فقہ حنفی سے ذوق تھا، شامی پر مولانا کے مختصر اشارات و افادات درج ہیں۔ مولانا کے تعلیم و تلمذ وغیرہ کے متعلق کچھ معلوم نہیں اور مولانا کے حضرت مولانا گنگوہی سے، کسی رابطہ کی بھی ہنوز کوئی اطلاع دستیاب نہیں، اس لئے قرین قیاس ہے کہ، حضرت مولانا گنگوہی کے نام سوال اور مکتوب، مولانا سعید الدین خلف مولانا وحید الدین کا ہے۔ بہ ظاہر موخر الذکر، مولانا سعید الدین (بن علیم الدین) کا اس فتوے سے کچھ تعلق نہیں۔

اس فتوے کے قلمی نسخے: اس فتوے کی اگرچہ تحریر کے فوراً بعد، نقلیں شروع ہو گئی تھیں، خود حضرت مولانا گنگوہی نے اپنے فتوے کے آخر میں تحریر فرمایا ہے: میں یہ مسودہ بھیج رہا ہوں امید کہ اس کی نقل لینے کے بعد، اصل تحریر یہاں واپس بھیج دیں گے، کیوں کہ یہاں بھی کچھ لوگ اس نقل کا ارادہ رکھتے ہیں:

”اس مسودہ راروانہ کی کم، امید کہ بعد نقلش، روانہ این صوب فرمائند کہ بعض مردم این جا، ہم قصد نقلش می دارند“
حضرت کے تلامذہ اور متوسلین کا معمول بھی یہی تھا، کہ وہ حضرت مولانا کی اکثر اہم تحریروں اور فتاویٰ کی نقل محفوظ کرنے کی، کوشش کرتے تھے، بہ ظاہر اس پر بھی، متعدد حضرات نے توجہ فرمائی ہوگی، یہی وجہ ہے کہ حضرت کی وفات کے ایک عرصہ بعد تک، اس کی متعدد نقلیں موجود تھیں۔ مولانا مفتی محمد شفیع نے مطبوعہ نسخہ کی تمہید میں لکھا ہے:

”حضرت کے اقارب و تلامذہ میں، دوسرے متعدد حضرات کے پاس بھی، اس کی نقلیں موجود ہیں“
مگر افسوس کہ اب ان میں سے اکثر نقلیں معدوم اور بے نام و نشان ہو چکی ہیں، صرف دو قدیم و معتبر قلمی نسخے معلوم ہیں، پہلا حضرت مولانا گنگوہی کے ایک پرانے شاگرد اور مجاز طریقت، مولانا صادق الیقین صاحب کرسوی (۱) کی باقی ماندہ

(۱) مولانا صادق الیقین خلف مولانا سراج الیقین۔ کرسی ضلع بارہ بکنی میں ولادت ہوئی، مولانا حکیم محمد حسین سے متوسلات، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے مدرسہ جامع العلوم کانپور میں درسیات کی اکثر کتابیں اور مقالات پڑھیں۔ کانپور سے کا ندھلہ آئے، مولانا حکیم صدیق احمد کا ندھلوی نے یہاں ایک مدرسہ قائم کیا تھا، اس میں پڑھا، (مولانا صادق الیقین کے اپنے والد کے نام خطوط میں اس کی تفصیلات لکھی ہیں، جو راقم نے پڑھے ہیں اور ان کے فوٹو اسٹینٹ میرے پاس موجود ہیں۔) مولانا صدیق احمد کا ندھلوی کی رہنمائی میں، حضرت مولانا رشید احمد کی خدمت میں گنگوہ میں حاضر ہوئے، حضرت مولانا سے حدیث شریف مکمل کی۔ حضرت مولانا گنگوہی، مولانا کی لیاقت و ذہانت کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔

اول اپنے والد سے بیعت ہوئے، سنہ ۱۳۱۰ھ میں حج کے لئے حاضر ہوئے حضرت حاجی امداد اللہ سے شرف بیعت حاصل کیا، مکہ مکرمہ میں قرأت و تجوید میں کمال حاصل کیا۔ مدینہ منورہ میں شیخ طاہر علی و تری سے اجازت حدیث اور سند کی۔ مولانا فضل رحمان گج مراد آبادی سے بھی اجازت و سند حاصل کی۔ حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے، یہ سفر اصلاح باطن بیعت اور استفادہ کے لئے ہوا تھا، لے عرصہ تک حضرت مولانا سے استفادہ کیا اور اجازت و خلافت حاصل فرمائی، اتباع سنت میں نہایت کامل تھے۔

شوال سنہ ۱۳۳۳ھ (ستمبر ۱۹۱۵ء) میں ہجرت کے ارادے سے مکہ معظمہ پہنچے، حج کے فوراً بعد ۳ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ (نومبر ۱۹۱۵ء) کو مکہ معظمہ میں وفات ہو گئی۔ معلومات کے لئے مولانا کے والد مولانا شاہ سراج الیقین کی موفات: شمس العارفین ۹۳-۹۵ (افضل المطابع ہردوئی) ۱۳۳۳ھ اور سراج و ہاج (سفر تلمذ حج، خدا بخش لاہوری جریل (شمارہ ۷۵-۷۷) نیز مولانا پیر، راقم سطور نور الحسن راشد کا ندھلوی کا مضمون مندرجہ ماہی احوال و آثار کا ندھلہ۔ شمارہ محرم الحرام ۱۴۱۵ھ/ اگست ۱۹۹۴ء ملاحظہ ہو۔

چند کتابوں میں شامل ہے، دوسرا نسخہ جو علامہ انور شاہ کشمیری کے قلم سے ہے، خانقاہ رحمانیہ مونگیر (بہار) میں محفوظ تھا، اس نسخہ کا عکس مولانا منت اللہ مونگیری نے ”ہندوستان اور دارالحرب“ کے نام سے شائع کر دیا تھا۔ دونوں کا تعارف درج ذیل ہے:

نسخہ کرسی، مکتوبہ ۱۳۲۲ھ: اس فتوے کا خانقاہ نجاتیہ کرسی (ضلع بارہ بنکی) میں موجود نسخہ قدیم ترین معلوم نسخہ ہے۔ یہ ایک مجموعہ [تحریرات و رسائل] میں شامل ہے جو تمام حضرت مولانا گنگوہی کے چند اہم ترین جوابات و مکتوبات پر مشتمل ہے، اس مجموعہ کا تصوف، اصطلاحات تصوف اور مشائخ و صوفیاء کے متعلق، خلیفہ ابو محمد محی الدین کے ایک مفصل سوالنامے اور اس کے نہایت جامع جواب سے آغاز ہوا ہے، اس کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی، حضرت مولانا سے وہ اہم خط و کتابت نقل کی ہے، جو بعد میں تذکرۃ الرشید میں شائع ہوئی تھی۔ بعد ازاں یہ فتویٰ اور اس کا سوال نامہ نقل کیا گیا ہے، جو [صفحہ ۳۵ کے نصف آخر سے صفحہ ۴۶ کے اختتام تک] ساڑھے آٹھ صفحات پر مشتمل ہے، آخری ڈیڑھ صفحہ میں مجدد غیر اللہ کے سلسلہ میں، مولانا احمد حسن مراد آبادی کے ایک سوال کا جواب نقل ہے، گویا یہ مجموعہ کل سینتالیس صفحات میں ہے۔ تحریر پختہ مگر رواں ہے، ترقیمہ کاتب درج نہیں، لیکن صفحہ ۷ کے حاشیہ پر یعنی خلیفہ ابو محمد محی الدین کے سوال کے جواب کے اختتام پر، کاتب نے اپنا نام اور سنہ کتابت لکھا ہے۔

”بقلم ناچیز محمد احمد عفی عنہ..... المرقوم، ۲۷ ذوالقعدہ ۱۳۲۲ھ یوم پنجشنبہ وقت ۷ بجے صبح“

فی صفحہ سترہ سے بیس تک سطریں ہیں، پہلے سترہ صفحات کے حواشی پر، خلیفہ ابو محمد محی الدین کے سوالات کا جواب نقل ہوا ہے، درمیان سے دو تین کے علاوہ اکثر صفحات کے حاشیے سادہ ہیں۔

نسخہ مونگیر، مکتوبہ بدست حضرت علامہ انور شاہ کشمیری: اس فتوے یا رسالہ کا ایک عمدہ صاف نسخہ، شہرہ آفاق جلیل القدر عالم اور محدث، علامہ انور شاہ کشمیری کے قلم سے، خانقاہ رحمانیہ مونگیر، کے ذخیرہ میں محفوظ تھا، اس ذخیرہ کا یہ نسخہ مولانا عبدالماجد صاحب (کراؤں ضلع دربھنگہ، بہار) کی خانقاہ کی لائبریری کو عنایت کی ہوئی، کتابوں میں شامل ہے۔ مولانا منت اللہ رحمانی صاحب نے اس نسخہ کا عکس، خانقاہ مونگیر سے سنہ ۱۳۸۳ھ (۶۴-۱۹۶۳ء) میں، عمدہ آرٹ پیپر پر شائع کر دیا تھا۔ یہ طباعت صرف آٹھ صفحات پر مشتمل ہے، پہلا صفحہ سرورق کا ہے، دوسرے پر کتب خانہ رحمانیہ کا نوٹ ہے، تیسرے چوتھے صفحہ پر، مولانا منت اللہ رحمانی کے قلم سے، اس نسخہ کی وجہ اشاعت اور اس کا تعارف: ”تقریب“ کے عنوان سے درج ہے۔ تین صفحات پر حضرت شاہ صاحب کا مکتوبہ نسخہ، یا فتویٰ آیا ہے، آخری صفحہ سادہ ہے۔ مگر تعجب ہے کہ مولانا منت اللہ رحمانی نے اس کو، حضرت شاہ صاحب کی تالیف سمجھا ہے اور اسی حیثیت سے شائع بھی کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”میری خوش نصیبی ہے کہ حضرت (علامہ انور شاہ کشمیری) کی ایک علمی تحریر جس کا تعلق ہندوستان کے دارالحرب

ہونے سے ہے، آپ کے ایک لائق شاگرد، جناب مولانا عبدالمجید صاحب کراؤں ضلع درہنڈہ کے ذریعہ حاصل ہوئی اور الحمد للہ، کہ آج اس کی اشاعت کی سعادت نصیب ہو رہی ہے

حضرت شاہ صاحب نے اپنی اس تحریر میں، سب سے پہلے، کسی ملک کے دارالاسلام یا دارالحرب ہونے کی، اصل و بنیاد بیان کی ہے

سمجھ میں نہیں آتا، کہ مولانا منت اللہ رحمائی صاحب جیسے جید فاضل اور باخبر عالم کو، اتنا بڑا مغالطہ کس طرح ہوا، یا تو مولانا رحمائی صاحب، حضرت مولانا گنگوہی کے اس فتوے سے واقف ہی نہیں تھے، یا اس کا مطبوعہ نسخہ دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، ورنہ ایسا دعویٰ نہ فرماتے، جس کا ثابت کرنا ممکن نہیں۔ بلاشبہ یہ تحریر یا فتویٰ، حضرت علامہ انور شاہ کے قلم سے ہے، مگر یہ حضرت علامہ کی اپنی تالیف یا افادہ نہیں ہے، بلکہ حضرت علامہ نے، ان صفحات میں حضرت مولانا گنگوہی کا وہی معروف فتویٰ نقل کیا ہے، جو بعد میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے ذریعہ سے، شائع ہو کر عام ہو۔ مولانا رحمائی کی اس فروگزاشت پر، مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے متوجہ اور متنبہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ:

”اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں، کہ یہ تحریر لکھی ہوئی حضرت الاستاد کے ہاتھ کی ہی ہے، لیکن ساتھ ہی اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت الاستاذ اس کے صرف ناقل ہیں، مصنف نہیں، کا تب ہیں، صاحب تحریر نہیں، اس بنا پر اس تحریر میں جو کچھ درج ہے، اس کو شاہ صاحب کی رائے یا فتویٰ قرار دینا، قطعاً غلط ہے (۱)

نسخہ مونگیر اور نسخہ مرتبہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب میں، کوئی بڑا بنیادی فرق نہیں ہے، بلکہ کئی مرتبہ یہ خیال آتا ہے کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو جو نسخہ ملا تھا، وہ غالباً حضرت علامہ کے مکتوبہ نسخہ، یا ایسی کسی کا اصل پوٹنی ہے، جس سے دونوں نسخے نقل کئے گئے ہیں۔ بہر حال یہ نسخہ جو مولانا منت اللہ نے شائع کیا ہے، نہ حضرت علامہ کشمیری کی تالیف ہے، نہ حضرت مولانا گنگوہی کے مذکورہ فتویٰ کے علاوہ، کوئی اور یہ تحریر یا یہی فتویٰ ہے جو حضرت مولانا گنگوہی نے، مولانا سعید الدین کے سوال کے جواب میں، تحریر فرمایا تھا۔ مولانا اکبر آبادی نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

”اب آپ حضرت شاہ صاحب کی تحریر کو، حضرت گنگوہی کی تحریر کے ساتھ ملا کر پڑھئے، تو معلوم ہوگا کہ اول الذکر مؤخر الذکر کی حرف بحرف نقل ہے، فرق اگر ہے تو صرف اس قدر، کہ فتوے کے ناقل، چوں کہ حضرت شاہ صاحب خود ہیں، اس لئے املا اور کتابت کے اغلاط سے، یہ تحریر بالکل پاک و صاف ہے“ (۲)

نسخہ مطبوعہ دیوبند اور مطبوعہ مونگیر کے مقابلہ سے، یہ حقیقت بالکل بے غبار ہو جاتی ہے کہ دونوں کی اصل ایک ہے اور

(۱) لفظ المصذور — اور — ”ہندوستان کی شرعی حیثیت“ مولانا سعید احمد اکبر آبادی ص ۳۲ (طی گدھ: ۱۹۶۸ء)

(۲) ہندوستان کی شرعی حیثیت ص ۳۳

ان دونوں میں جو جزوی اختلاف ہے، وہ راقم سطور کے مرتبہ نسخہ کے حاشیہ میں درج دونوں کے اختلافات سے واضح ہو جائے گا۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ مولگیر سے شائع رسالہ: ”ہندوستان اور دارالحرب“ کا، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے کتابت کے علاوہ کسی اور پہلو سے انتساب درست نہیں، یہ حضرت مولانا گنگوہی کا وہی معروف فتویٰ ہے، اس لئے نسخہ مولگیر کو بھی اس فتوے کے بنیادی نسخوں میں شمار کیا جانا چاہئے۔

طبع اول، دیوبند، ۱۳۵۲ھ: اس فتویٰ کی پہلی اشاعت وہ ہے، جو مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندی کے ترجمہ اور حاشیہ کے ساتھ اول مفتی صاحب کے رسالہ، ماہ نامہ المفتی دیوبند میں مضمون کی صورت میں چھپی تھی، اس کے بعد، ”فیصلۃ الاعلام فی دار الحرب و دار الاسلام..... المعروف بہ..... کیا ہندوستان دارالحرب ہے؟“ کے نام سے، دارالتبلیغ دیوبند سے ۱۳۵۲ھ (غالباً جمادی الاولیٰ، اگست و ستمبر سنہ ۱۹۳۳ء) میں، کتابی صورت میں شائع ہوئی۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اس فتویٰ کا اردو ترجمہ کیا، حوالوں کی مراجعت کی، چند توضیحات اور اضافے، مولانا مفتی محمد سہول بھاگلپوری (۲) صدر مفتی دارالعلوم دیوبند نے بھی کئے۔ یہ اس نسخہ کی اب تک کی واحد کتابی اشاعت ہے، اگرچہ اس رسالہ یا اشاعت سے نقل ہو کر، یہ فتویٰ اور جگہ بھی چھپا ہے، مگر ان متاخر اشاعتوں پر اعتماد صحیح نہیں۔

مفتی محمد شفیع صاحب کا چھاپا ہوا نسخہ سولہ صفحات کا ہے، پہلا صفحہ سرورق کا ہے، دوسرے پر، مولانا محمد شفیع کی مرتبہ تمہید ہے، صفحہ ۲ سے ۱۴ تک فارسی فتویٰ اور ترجمہ اور حاشیہ درج کئے گئے ہیں۔ اب اس طباعت کے نسخے بھی کم یاب ہیں، تاہم ہمارے ذخیرہ میں، اس طباعت کا صاف ستھرا ایک عمدہ نسخہ موجود ہے (۲)

اس طباعت کے متعلق، مولانا محمد میاں صاحب کی اطلاعات درست نہیں: مولانا محمد میاں صاحب نے اپنی کتاب، ”علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارناموں“ میں اس فتوے (مطبوعہ دارالاشاعت دیوبند) کا ذکر کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے، وہ غلط فہمی ہی نہیں بلکہ تہمت کے زمرہ میں آ سکتا ہے۔ مولانا نے لکھا ہے:

(۱) یہ اختلافات نسخہ ہر نظر طباعت میں درج نہیں کئے گئے، ان کے وہ اشاعت ملاحظہ ہو، جو صرف اسی نسخہ اور اس کے متعلقات پر، مع اس متن اور ترجمہ کے علیحدہ شائع ہوئی ہے۔ (نور)

(۲) مولانا محمد سہول عثمانی بھاگل پوری سنہ ۱۸۷۴ء (۱۲۹۲ھ) سن ولادت ہے ۱۳۶۷ھ ۲۳ مئی سنہ ۱۹۴۸ء کو وفات ہوئی، مفصل حالات کے لئے دیکھیے حیات مولانا محمد سہول عثمانی بھاگل پوری مؤلفہ محمد تقیم الدین فیروز (کراچی: ۱۹۷۶ء)

(۳) یہ نسخہ میرے والد ماجد غلطہ کے ایک ہم سبق اور خاص دوست، مولانا محمد عاقل آبادی (سابق آغا گنا زور، جمعیتہ علمائے ہند) کا مملوکہ ہے، مولانا عاقل صاحب کے قلم سے اس کے آخری صفحات پر مفصل حاشیہ لکھے ہوئے ہیں۔

”حضرت امام ربانی نے نہایت مبسوط اور مدلل فتویٰ فارسی زبان میں تحریر فرمایا، جس کی اشاعت کا گھر کسی وزارتوں سے پہلے ناممکن رہی، اور جیسے ہی (۱۹۳۳ء میں) کانگریس وزارت قائم ہوئی، تو بازار کے چلنے والی چیز تصور کر کے، اس کو ایسے بزرگ نے شائع فرمایا، جن کا مسلک اس فتوے کے خلاف ہے۔ پھر آخر میں شمس الہدیٰ پٹنہ کے سابق پرنسپل نے، ایک صفحہ کا بے معنی فتویٰ لگا کر جھلم میں ناٹ کا پیوند لگا دیا“ (۱)

افسوس کہ مولانا محمد میاں نے اس میں جو کچھ لکھا ہے وہ سراسر ناانصافی اور زیادتی ہے، اس میں جو باتیں کہی گئی ہیں بلاشبہ وہ سب غلط ہیں:

الف: یہ فتویٰ کانگریس کی وزارت بننے سے چار سال پہلے، سنہ ۱۳۵۲ھ غالباً جمادی الاولیٰ (اواخر اگست/ستمبر ۱۹۳۳ء) میں شائع ہو چکا تھا، کانگریس کی یو پی میں پہلی وزارت، وسط سنہ ۱۹۳۷ء (وسط ۱۳۵۶ھ) کے بعد قائم ہوئی تھی، (۲) اس لئے مفتی صاحب کی اس خدمت و اشاعت کو کانگریسی وزارتوں سے جوڑنا ناواقفیت اور بے خبری، یا شاید مسلم لیگ اور اس کی جدوجہد سے وابستہ علماء سے، کھلی نفرت اور صاف تعصب پر مبنی ہے۔

ب: مولانا مفتی محمد شفیع نے اس فتوے کو اس کے دینی ملئی مفادات کی وجہ سے نہیں، بلکہ بازار کی چلنے والی چیز سمجھ کر شائع کیا تھا۔ حالاں کہ اگر دیکھیں تو اس سولہ صفحہ کی مختصری، کتاب کی اشاعت سے مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کو (بشرطے کہ یہ کتاب بہت جلد اور تیزی سے فروخت ہوگئی ہو) زیادہ سے زیادہ دس بارہ روپے کی بچت ہوئی ہوگی، جو مفتی صاحب کے لئے کوئی بات نہیں تھی، لہذا یہ بات بھی بے جا اور نامناسب ہے۔

ج: یہ بھی سراسر الزام ہی ہے، کہ اس فتوے کے مرتب و ناشر (مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) کا عمل اس فتوے کے خلاف تھا، بلکہ جس کسی نے حضرت مولانا گنگوہی کے اس موضوع کے فتاویٰ کو توجہ سے پڑھا ہے، وہ جانتا ہے کہ حضرت گنگوہی کا مسلک ہی وہی تھا، جس پر مفتی شفیع وغیرہ کا عمل تھا، حضرت مولانا گنگوہی، اس وقت سیاسی تحریکات کے حق میں اور ان کے ہم نوا نہیں تھے۔ بعد میں حالات نے کیا رخ اختیار کیا، اس کی کیا وجوہات و اسباب تھے، وہ ایک الگ بحث ہے۔

د: مولانا محمد میاں صاحب نے، مولانا مفتی محمد سہول صاب کا تعارف بھی اس طرح کرایا ہے، جس سے مفتی صاحب کے لئے غلط تاثر پیدا ہوتا ہے، اس فتوے کا حاشیہ لکھتے وقت مولانا محمد سہول دارالعلوم کے اعلیٰ درجہ کے مدرس اور صدر مفتی تھے۔ نیز مولانا محمد سہول، مولانا طائف اللہ علی گدھی، مولانا محمد حسن کانپوری اور محمد فاروق چڑیا کوٹی کے علاوہ، شیخ الہند مولانا محمود حسن کے بھی خاص شاگرد تھے، حضرت مولانا گنگوہی سے تلمذ کی بھی ایک روایت ہے، کثیر استفادہ تو بہر حال ثابت ہے۔ مولانا

(۱) علمائے حق اور ان کے پیچھا ہانڈا کا نام صفحہ ۹۶۔ حصہ اول

(۲) بعض معلومات کے لئے دیکھئے: یاد ایام (آپ بقی) نواب سعید احمد خاں (نواب پختاری۔ جو اس وقت یو پی کے گورنر تھے) (حصہ دوم) علی گڑھ: بلاستان۔

نیراچی کینی (آپ بقی) (اکثر چاند چاند چاند۔ سابق صدر جمہوریہ ہند۔ دہلی: ۱۹۶۱ء)

دارالعلوم میں مدد کے لیے اس کے بعد حضرت شیخ الہند کے سب جہات اور مختلف مقامات پر دس دہاؤں مولانا مفتی احمد کی جہات پر مدد و معاونت کا یہ ہوتا ہے بلکہ جس الہدیٰ ہند کے پرنسپل کے لئے انتخاب ہوا، پھر دارالعلوم ہند کے بلاتے پر وہ بار بار دعوت گئے تھے لہذا مولانا سہول صاحب کو صدر مطلق دارالعلوم مقرر کیا گیا۔

مولانا محمد سہول صاحب نے اس تقریر میں صرف یہ لکھا ہے کہ میں نے خود حضرت مولانا گنگوہی سے جابجہ کہ ”ہندوستان دارالامان ہے“ مولانا سہول نے ساتھ ہی اپنی رائے بھی لکھ دی ہے کہ ہندوستان ہجرت کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ صراحت نہیں لی، مگر قرآن سے واضح ہے کہ ہندوستان کی شرعی حیثیت کے متعلق حضرت مولانا گنگوہی کی جس زبانی روایت کا، مولانا محمد سہول نے ذکر کیا ہے، وہ دراصل حضرت مولانا گنگوہی کے اس مفصل فتوے کا حاصل اور تصدیق ہے جو قادیانی مجلس الانصار (دارالعلوم دیوبند) کے پہلے سالانہ جلسہ مشفقہ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ (اپریل ۱۹۴۸ء) میں چار ماہوں کا تھا، بعد میں مجلس الانصار کی دوروں میں بھی شائع کیا گیا تھا، اس وقت تک اگر ہم لکھتے ہند کی مشفقہ رائے تقریباً ایسی تھی، جس اس فتوے میں درج ہے اس میں جو تبدیلی آئی وہ بعد کے حالات کا اثر تھا، اس لئے مولانا محمد سہول کی اس رائے اور حاشیہ پر تاہماری ہے کل معلوم ہوتی ہے۔

میرے خیال میں اس حدود کے ساتھ ہی مولانا محمد سہول صاحب کو یہ اعتراف بھی فرمایا جائے تھا کہ مولانا محمد سہول کی ہجرت نہ کرنے کے متعلق رائے بالکل درست تھی، مگر ہجرت سے ہندوستان کے مسلمانوں کو جو فائدہ پہنچا، جو فیضانِ اسلامی اور اقبالِ اسلامی نقصان دہ اور اس ہے مقصد ہجرت کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو مسلمان نوجوان جس طرح منافقانہ دہرائے ہوئے ہیں کہ برصغیر کی ملی جلی طرح کا ایک لپیٹا ہوا کھانا ہے اس لئے مولانا محمد سہول کی اس رائے اور حاشیہ پر تاہماری ہے۔

ہندوستان کی شرعی حیثیت کے حوالہ سے ذرا بحث، فتوے دارالحرب اس موضوع پر حضرت مولانا گنگوہی کا پہلا اور آخری فتویٰ نہیں ہے یہ اسی سلسلہ میں حضرت مولانا کے کم سے کم دو فتوے اور معلوم ہیں جو فتوے دارالحرب کے بعد لکھے گئے ہیں، یہ دونوں فتوے مفصل فتوے سے خاصے مختلف ہیں، ان میں پہلا فتویٰ جو مذکورہ مختصر ہے اس میں حضرت مولانا نے اپنی سابقہ مفصل رائے سے کسی قدر رجوع فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ:

”یہ ظاہر تحقیق ہند کو خوب نہیں ہوتی۔ اور لکھا ہے کہ: اور ہند کو بھی خوب تحقیق نہیں کہ کیا کیفیت ہندی ہے۔ یہ مختصر فتویٰ مذکورہ رشید یہ کی اپنی تمام مشاماتوں میں شامل ہے۔ فتاویٰ رشید یہ کی کوئی دوسری حیثیت میں صراحت ہے کہ حضرت نے یہ فتویٰ، صافاً اللہ دیہ صاحب مقیم کسی کو، طبع بخیر کے، جملہ بیس سوالات میں سے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ یہ سوالات ایک جاتھے، حضرت نے اس کے معمول کے مطابق ان کے جوابات بھی، ایک وقت

تحریر فرمائے اس فتوے کی تحریر کی تاریخ حضرت کے قلم سے ۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ (۷ اکتوبر ۱۸۹۴ء) درج ہے، اس لئے مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی کا یہ خیال درست نہیں کہ:

”قیاس کہتا ہے کہ یہ اگر واقعی حضرت گنگوہی کی تحریر ہے بھی تو فتوائے ثانی پر یقیناً برسوں مقدم ہوگی (۱) لہذا یہ کہنا ثواب درست نہیں، کہ یہ فتویٰ معروف مفصل فتوے کے بعد کا ہے۔ اس سے صرف یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت نے دارالحرب ہونے کی، اپنی رائے پر جلد ہی نظر ثانی فرمائی تھی، اس خیال یا نظر ثانی کا آغاز اسی مختصر فتوے سے ہوا تھا۔ اس فتوے کے الفاظ یہ ہیں:

سوال: ہند بقول امام یا صاحبین، کیا دارالحرب ہے، اگر نہیں، تو مولانا محمد اسماعیل صاحب دہلوی نے صراط مستقیم میں کس وجہ سے، عصر ماضیہ میں اکثر کی نسبت ایسا لکھا ہے اور فقہ سابقہ میں، اکثر اکابر، اعلاء کلمۃ اللہ کی طرف کیوں مائل تھے۔ (۲) اگر متینین قرار دیکر ارتفاع امان کو علت کہا جاوے، تو یہ بھی محل تامل ہے۔ بینو اب التفصیل۔

الجواب: ہند کے دارالحرب ہونے میں اختلاف علماء کا ہے۔ بہ ظاہر تحقیق حال ہندہ کو خوب نہیں ہوئی، حسب اپنی تحقیق کے سب نے فرمایا ہے اور اصل مسئلہ میں کسی کو خلاف نہیں اور ہندہ کو بھی خوب تحقیق نہیں، کہ کیا کیفیت ہند کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

رشید احمد غفری عنہ گنگوہی (۳)

(۱) ہندوستان کی شرعی حیثیت ص: ۳۵

(۲) شاہ محمد اسماعیل شہید نے صراط مستقیم میں فرمایا ہے:

دریں ایام دارالحرب گرویدہ صراط مستقیم فارسی ص: ۱۰۵

ہندوستان کا حال اس وقت جز ۱۳۳۳ھ (۱۸۸۸ء) ہے، یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ دارالحرب ہو گیا ہے۔

(۳) ملاحظہ ہو: فتاویٰ رشیدیہ مرتبہ حافظ عزیز الدین مراد آبادی۔

الف طبع اول ص: ۳۱، حصہ دوم، مطبع فضل الطباع (مراد آباد: ۱۳۲۲ھ)

ب طبع دوم ص: ۳۱، (مراد آباد: ۱۳۲۷ھ)

ج طبع سوم ص: (ہندوستانی پرچم و کس دلی۔ برائے مطبع قادیان ہند ۱۳۳۳ھ)

د شمع چہارم (موسم بہار مولانا مفتی کاظمی صاحب شاہجہان پوری کتاب اشاعت) ص: ۱۵۵، (کتاب خانہ رشیدیہ، دہلی: ۱۳۳۸ھ)

مذکورہ بالا طبعی ترتیب پر مرتب نہیں، سب سے پہلے مولانا مفتی کاظمی صاحب شاہجہان پوری کی کتاب اشاعت میں فتاویٰ رشیدیہ کی تدوین ترتیب ہوئی تھی اس ترتیب میں جملہ فتویٰ الگ الگ کر کے ابواب فقہی ترتیب پر درج کئے گئے تھے، اس لئے اس میں درج تمام فتوؤں کی ترتیب بھی بدل گئی اور یہ بھی معلوم نہ پا کہ کونسا فتویٰ کس نے اور کب دریافت کیا تھا۔ یہ سب مجموعہ فتاویٰ سب سے پہلے کتاب خانہ رشیدیہ، سہری، پیر چرامچر مسجد دہلی سے ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۰ء) اور ۱۳۴۲ھ (۱۹۲۳ء) میں شائع ہوا تھا۔ اس ترتیب و اشاعت میں مذکورہ بالا فتویٰ دوسرے حصہ کے آخر میں باب متفرقات کتاب اشاعت میں درج ہے۔ ملاحظہ ہو: ص: ۱۵۵، حصہ اول (دہلی: ۱۳۳۸ھ)

اس مختصر فتوے کے بعد حضرت نے اپنے گزشتہ فتوے پر متصل نظر ثانی کی بعض عملی اشارات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا نے اپنے ایک اہم معمول کے مطابق اس فتوے کا اشتہار کی صورت میں شائع کر کے تقسیم کر دیا تھا۔ یونانی اس کے بعد کم سے کم دوسرے بار اور چھپا تھا۔ دوسری اشاعت جو پہلی اشاعت کی طرح اشتہار کی صورت میں تھی اس پر مولانا مولانا (شیخ الہند) حضرت مولانا محمود حسن کے بھی تائیدی ملاحظہ تھے۔ مولانا سید صفحہ حسین دہلوی نے مولانا شیخ الہند میں لکھا ہے کہ:

”حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے ہم سے ایک زمانہ میں ہمدردت شری، جو ان کی عدم جواز تھ۔

با معاہدین اور حرمت حلق معاہدین کے شائع ہوئے۔ وہ حضرت مولانا (شیخ الہند) کے تصدیق فرمودہ اور صحیح سے مزین تھے“ (۱)

اس فتویٰ کی اہمیت کا اس سے اندازہ کیجئے کہ اس کا حضرت شیخ الہند کی رضامندی میں قائم دینی ہند کی مسترد دینی مجلس عظیم، مؤتمر اقتصاد کے، پہلے سلاطین جلسہ ۱۳۲۹ھ (۱۹۱۱ء) کی رد وائیں یہ فتویٰ ایک معتد مشرقی و مغربی کے طور پر شائع کیا گیا تھا۔ اس کی آخری معتبر اشاعت ہے (۲)

حضرت گنگوہی کا یہ آخری فتویٰ غالباً ۱۳۱۰ھ (۱۹۰۰ء) سے پہلے کا ہے۔ اس وقت تک برطانوی حکومت اپنے ان معاہدوں اور اطلاعات کی پابندی تھی، کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گی اور مسلمان اپنی حکومت کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔

جب تک برطانوی حکومت نے اس کی پاسداری کی، مسلمان بھی اس کے پابند رہے۔ یہ سب خود اصل فرقہ نے اس کی پہلی الا اعلان خلاف مذہبی شروع کر دی، اپنے طے کئے ہوئے تمام وعدوں کا اہتمام کرتے ہوئے تمام مسلمانوں اور معاہدوں کو توڑ دیا اور خصوصاً مسلمانوں کے مقدس مقامات پر دست درازی شروع کر دی، اس وقت علما نے ہند نے بھی اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کی ضرورت سمجھی، اس وقت انگریز کے خلاف تحریروں و بیان کے علاوہ، لادنی اور ملی میڈیا کی جدوجہد کی بھی دوبارہ ترتیب تشکیل کی گئی۔ یعنی علماء کرام نے یہ دینی اصول پیش نظر رکھا تھا کہ:

إِنْ أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لَا تَغْلِبُكُمْ وَإِنْ أَسَافْتُمْ
أَخْسَنْتُمْ
اگر بھلائی کی تم نے بھلا کیا، پھر اور اگر بھلائی کی تو
اپنے لئے
(ترجمہ شیخ الہند)

فَلْيَا أَمْسِ اسرائیل (۳)

مگر حضرت مولانا گنگوہی، ان معاملات سے برسوں پہلے ۱۳۱۰ھ (۱۹۰۰ء) میں وفات پا چکے تھے اس لئے اس کے بعد اس موضوع پر حضرت کے قلم سے کوئی دہ فتویٰ نہیں آیا۔ یہی فتویٰ اس سلسلہ میں حضرت مولانا کی آخری رائے ہے۔

(۱) ملاحظہ فرمائیے: سید صفحہ حسین دہلوی، ص ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷،

نیز اس فتوے کی وجہ سے، حضرت مولانا گنگوہی پر جلد رائے بدلنے کا اعتراض بھی بے محل ہے، یہ فتاویٰ کے تضاد یا عدم اطمینان و استقلال کی بات نہیں، بلکہ درحقیقت یہ اس وقت کے سیاسی حالات اور برطانوی حکومت کے قول و عمل کا تضاد تھا، جس کی وجہ سے متعلقہ مسائل اور احکام بھی متاثر بلکہ تبدیل ہو گئے۔

حضرت مولانا کے فتوؤں کے اس اختلاف کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے جو کچھ لکھا ہے، وہ بھی یہاں پیش نظر رہنا چاہئے۔ مولانا کہتے ہیں:

”جب حالات ذرا بہتر ہوئے مگر مطلع بالکل صاف نہیں ہوا تھا، تو مولانا کو اب پہلی رائے پر اصرار تو نہیں رہا، لیکن ساتھ ہی کھل کر دارالحرب ہونے کی نفی بھی نہیں کر سکے اور جیسا کہ فتویٰ رشیدیہ میں ہے کسی قطعی بات کے کہنے سے معذرت فرمادی۔ پھر جب حالات اور زیادہ بہتر ہوئے، امن و امان مکمل طور پر بحال ہو گیا اور مذہبی فرائض و معمولات بلا خوف و خطر ادا ہونے لگے، تو اب حضرت گنگوہی نے اس کو دارالامان ہی قرار دیا“ (۱)

حضرت مولانا گنگوہی کی پوری زندگی، اس کی گواہ ہے کہ حضرت مولانا مسائل شرعیہ کی تحقیق و تحریر میں، صرف اور صرف، حکم شریعت کو سامنے رکھتے تھے، اگر کسی مسئلہ پر کسی بھی وجہ سے رائے تبدیل ہوتی، تو اس کا بھی اظہار و اعلان فرمادیتے تھے۔ اگرچہ حضرت مولانا نے برطانوی نظام حکومت میں، اسیر مملکت ہند کے دارالحرب ہونے کا مفصل فتویٰ صادر فرمادیا تھا، مگر غالباً حالات کے نسبتاً وسیع مطالعہ اور ملک میں جاری حکومت کے اعلانات و قوانین کی وجہ سے، جلد ہی یہ خیال ہو گیا تھا کہ اس ملک کی واقعی حیثیت اب وہ نہیں رہی جس کا اس فتوے میں اظہار ہوا ہے، اس لئے حضرت مولانا کو اپنی تازہ رائے کا اعلان و اظہار کرنے میں ذرا بھی تاثر نہیں ہوا، کیوں کہ نہ وہ پہلا فتویٰ کسی دنیاوی مقصد و منافع پر مبنی تھا نہ ہے۔ حضرت مولانا کا اصول یہ تھا کہ جو مسئلہ معلوم ہے اس کی وضاحت شرعی مجھ پر ضروری ہے، ایک فتوے کے ضمن میں اپنے اس نظریے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

”بندہ مفتی ہے، مسئلہ حق جو اپنے نزدیک ہوتا ہے، اس کو بتانا فرض ہی جانتا ہوں“ (۲)

اس فتوے کا ذکر آیا ہے، تو یہ صراحت بھی ضروری ہے کہ، مجلس الانصار کے اجلاس، مراد آباد (۱۳۲۹ھ-۱۹۱۱ء) کو زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ ہندوستان کے سیاسی حالات میں یکذلت غیر متوقع تبدیلی آ گئی، اس اجلاس کے وقت تک ہندوستان میں ایک متوازن اور گویا غیر جانبدارانہ نظام حکومت کا رفرما تھا، جس کے تحت مذہبی معاملات میں ہر اک کے لئے کامل آزادی، تعلیم ملازمت اور ترقی کے موقعوں پر، سب کے لئے یکساں ضوابط اور کسی بھی قوم کے مذہبی معاملات میں، مداخلت نہ کرنے کے اصول بنیادی حیثیت رکھتے تھے، جس کی وجہ سے ہر اک طبقہ، اس وقت برطانوی حکومت کو ایک ناگزیر آفت سمجھ کر،

(۱) ہندوستان کی شرعی حیثیت ص ۴۳

(۲) درجواب سوال ذکر جو کئی حد سے ثابت ہے، اسرسلیمان علی عبدالرحمن (نشیہ رطلع یکتوریہ بی) شمولہ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۰ (طبع اول مراد آباد ۱۳۲۳ھ)

اور اپنے مذہب اور دوسرا ملک معاش کی طرف سے ایک حد تک مطمئن ہو کر سیاسی معاملات و مسائل سے نظر ہٹا کر یوں کیا تھا کہ ہر موقع پر موقع سرکار سے اپنی دکانداری کا اظہار کرتا رہتا تھا یہاں تک کہ برصغیر کے عام باشندوں کی تردیدیں سمجھی جانے والی تنظیم کانگریس بھی اسی راہ کی مسافر تھی، وہ بھی اپنی طرح اگر یہ حکومت کی ہمنوا اور دکاندار تھی اور ہر موقع پر دکاندار کی سرکار کے اعلان میں خوش پیش رفتی تھی (۱)۔

اگرچہ کانگریس صرف ۱۸۸۵ء (۱۳۰۳ھ) میں قائم ہوئی تھی مگر کانگریس کے کئی اہل اس میں برطانوی حکومت کے حالات پر کھلا تبصرہ کیا بعدوستانوں کے سیاسی معاملات کے لئے آزاد آواز دیں، کانگریس کے قائم ہونے کے تقریباً پانچ سال بعد، ۱۹۰۷ء (۱۳۲۵ھ) میں پہلی مرتبہ نئی گئیں گئیں لیکن اس جہت بھی کانگریس کے ایک طاقتور حصہ نے اس انداز تبصرہ کی مکمل کفریافت کی تھی، جس پر کانگریس دو گروہوں میں تقسیم ہوئی تھی (۲) کانگریس کے قیام کے تین سال کے بعد تقریباً ۱۹۱۰ء میں اس پر اتفاق رائے ہوا تھا کہ کانگریس کو ملک کے باشندوں کے لئے آزاد آواز اٹھانی چاہئے۔ جب ایسے باخبر اور انہی مقاصد کے لئے قائم تنظیم (کانگریس) کا یہ حال تھا کہ وہ لیے عرصہ تک سیاسی حقوق کے لئے کوئی آزاد بلند نہ کر سکتا تھا جو ملک سیاسی میدان میں موجود ہی نہیں تھے ان سے اس وقت ایسے سیاسی اقدامات کی امید نہیں کرنی چاہئے۔

اور اگرچہ شروع سے کچھ مسلمان بھی، کانگریس کے ہم فرائض تھے اور اس سلسلہ میں حضرت مولانا کشمیری کا ایک فتویٰ بامکتوب بھی شائع ہو چکا تھا مگر ہندوستان کے مسلمانوں میں ۱۸۵۷ء کی ہائی مائدہ جنگاریاں، اس جہت شعلہ بن کر سو رہی ہوئیں، بسبب ہندوستان پر قابض حاکم طبقہ نے، اپنی دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری اور خلافت اسلام پر ترکی کو بار بار دہا کرنے کے لئے بڑے بڑے اقدامات کئے اور ہندوستانی قائدین اور مسلمانوں کو مگر یوں کی اسلامی دشمنی میں کی گئی جہاں جہاں سازشوں کا چند چلا اور برطانوی حکومت نے مانہ پناہ قاعدہ معاہدوں کی مکمل خلاف ورزی شروع کی اور خلافت عثمانیہ سے کٹے گئے تمام معاہدوں کو ایک طرف تھوڑا کر دیا۔

یہ بلقان کی دوسری جنگ تھی جس کی حرارت سے مسلمانان عالم کے دل بولتے اور مضطرب تھے اس کی وجہ سے مسلمان رہنما بھی، اپنے تمام پرانے معاہدوں اور معاملات پر نظر پڑتی کر کے یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو رہے تھے کہ اس جہت پہلی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کا برطانیہ سے براہ دشمنی کوئی نہیں جس کے یہاں نہ کسی معاہدہ کا پاس ہے نہ خاندانی زبانیں اور قبول و قرار کا خیال بالکل ایسے ہی حالات تھے جیسے آج کل ہیں کہ پورا عالم اسلام بھر مسلم دنیا ہر ایک کے مطالعہ کی بجلی میں مسلسل پس رہی ہے مگر اس

(۱) کانگریس کا سربراہ ۱۸۸۶ء میں شکست میں شکست ہو گیا اس میں ایک گروہ چاہی حکومت کی گئی کہ

"مکہ معظمہ اور مدینہ کوئی کام نہ کرے اور وہاں کے رہنے والے کو ہرگز کوئی دولت کے لئے دکان نہ کرے" (مکتوبہ ۱۸۸۶ء)

(۲) ۱۹۰۷ء میں کانگریس کے دو گروہوں نے کانگریس کے قیام کے تین سال کے بعد تقریباً ۱۹۱۰ء میں اس پر اتفاق رائے ہوا تھا کہ کانگریس کو ملک کے باشندوں کے لئے آزاد آواز اٹھانی چاہئے۔

کی کہیں کوئی دادر فرائڈ نہیں ہے۔ ایسے وقت میں یہی ہوتا ہے کہ کمزور سے کمزور قومیں، بڑی سے بڑی طاقت کے خلاف اٹھ کھڑی ہوتی ہیں، بزن! بول دیتی ہیں اور کہہ دیتی ہیں کہ جنگ آمد بہ جنگ آمد! ایسے ہی حالات میں یہ فیصلہ بھی کیا جاتا ہے کہ:

کنجشک فرومایہ کو شاہیں سے لڑاؤ

بہر حال حضرت مولانا کے ان دونوں فتوؤں کے، برصغیر ہند کے مسلمانوں اور یہاں کی ملی تاریخ پر، گہرے اثرات محسوس کئے گئے۔ حضرت مولانا گنگوہی کے شاگردوں اور مشفقین کی، ایک جماعت نے حضرت مولانا گنگوہی کی وفات کے عرصہ کے بعد، سیاسی امور و معاملات میں، پہلے فتوے [دار الحرب] کو اپنا رہنما بنایا، دوسری جماعت نے، دوسرے کو۔ یہ اختلاف رائے جو اس وقت پہلی مرتبہ سامنے آیا تھا، آج تک اسی طرح جاری ہے۔ اس میں کس نے کیا کھویا کیا پایا، یہ ایک لمبی اور پرتج بحث ہے، جی چاہتا ہے کہ اس کا مفصل تذکرہ ہوز بر نظر صفحات اس کا محل نہیں (۱)

حضرت مولانا گنگوہی کے قلم سے شرکت کا نگرلیس کی شروط اجازت: ہندوستان کی شرعی حیثیت کے حوالہ سے، حضرت مولانا گنگوہی کے اس وقت تک صرف یہی تین فتوے معلوم ہیں، جن کا تذکرہ ہوا۔ تاہم حضرت کی ایک تحریر یا فتویٰ اور ہے، جس میں اگرچہ ہندوستان کی شرعی حیثیت یا برطانوی نظام حکومت سے، اتفاق و اختلاف کا کچھ تذکرہ نہیں، مگر ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے تذکرہ میں، اس کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، یہ تذکرہ مسلمانوں نے بھی کیا ہے اور غیر مسلموں نے بھی، جس میں کانگریس کے بڑے قائدین اور برصغیر کے ممتاز سیاسی رہنما بھی شامل ہیں، اس لئے یہاں اس کو نظر انداز کرنا صحیح نہ ہوگا۔

کانگریس، جو بعد میں ایک بڑی اور جاندار سیاسی جماعت، کے طور پر افاق پر نمودار ہوئی اور اس وقت سے آج تک برصغیر کی سیاسی زندگی اور سرگرمی کے ہر اک دور، ہر پہلو پر اثر انداز رہی ہے، ایک ایسی تنظیم کے طور پر قائم کی گئی تھی، جس کا مقصد، انگریز حکومت کو، ہندوستانیوں کے نظریات و خیالات سے آگاہ کرنا اور ان کی ضرورتوں اور مطالبات سے واقف رکھنا تھا۔ یہ تنظیم اس وقت بمبئی کے انگریز کمشنر ہیوم (HUME) (۲) نے قائم کی تھی، جس کے بنیادی مقاصد اور اصول میں یہ بات بھی شامل تھی، کہ ایسے امر کی بحث سے گریز کیا جاوے، جو خلاف سرکار ہو۔

اس تنظیم نے مقبولیت حاصل کی، اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوستانیوں نے اس کا خیر مقدم کیا، مسلمان بھی اس میں شریک ہوئے، لیکن بعض مسلمانوں کو اس کی شرکت سے اختلاف بھی تھا، ان کے کچھ سوالات اور شبہات بھی تھے۔ اس وقت مولانا محمد لدھیانوی نے (جو کانگریس کے پرزور حامی اور بعد کے ایک نامور سیاسی قائد، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے دادا تھے)

(۱) سن ۱۸۵۷ء میں ملایہ سلسلہ کی قیادت میں جو جنگی معرکہ یوڈھ شالی واقعہ بمبھون برپا ہوا تھا، اس کی مفصل تاریخ مختلف قرام پبلوئس اور تفصیلات کے ساتھ رقم مسٹر گوڈہا ہے ایک اور کتاب سن ۱۸۹۷ء سے سن ۱۹۰۷ء تک برصغیر کی مسلم سیاست پر بھی لکھے گئے کوئی جانتا ہے۔ اگر مذکورہ طور پر واقعات، شائد اللہ تعالیٰ ایک ایسی کتاب جس میں تمام مباحث و فتوآت پر مکمل کر لکھو، ہو اور جو کسی جمیعہ و جماعت کی کسی ایک تنظیم ہو، کہ کانگریس اور مسلم لیگ کی تاریخ نہ ہو کسی ایک کا قصیدہ ہو کسی ایک کا سرشیدہ ہو بلکہ ہندی ملت اسلامیہ کے اصول و الفاظ و مضامین و معاملات کی معتبر و پائیدار تصویر ہو، جس میں ہر ایک کا بے ادگ نہ مضافان تجزیہ متوقع ہے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

کا مگر یس میں شرکت کے متعلق، ہندوستان کے چند بڑے علماء کی رائے اور پابندی کی جس میں حضرت مولانا گنگوہی بھی شامل تھے۔ اس کے سوال نامہ میں (جو مغللی مجسم کے نام سے بھیجا گیا تھا) دو سوال تھے، کا مگر یس میں شرکت اور سید احمد کی عظیم سے وابستگی کا شرعی حکم! حضرت مولانا گنگوہی نے دونوں کا حسب معمول مسالحتی جواب لکھا۔ کا مگر یس میں شرکت کے متعلق سوال اور اس کا جواب یہ ہے:

سوال: ایک جماعت تو یہ مسمیٰ پہ پھٹل کا مگر یس، جو ہندو اور مسلمان و غیرہ ملکنائے ہند کے واسطے رخ نکالیات و جلب منافع دنیا و دینی چند سال سے قائم ہوئی ہے اور اس کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث انبیاء و امور میں ہر کل جماعت ہائے ہند پر مؤثر ہوئی، اور ایسے امر کی بحث سے گریز کیا چاہوے، جو کسی ملت یا مذہب کو مستزہد یا خلاف سرکار ہو۔۔۔ تو ایسی جماعت میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

جواب: اگر ہندو مسلمان یا ہم شرکت فی شر و تہمت میں کر لوں اس طرح میں کو کوئی نقصان دین میں، یا خلاف شرع معاملہ کرنا اور سوریہ کا سد کا قصہ پیش نہ آوے، ہرگز ہے اور مہربان ہے۔

اس کے بعد سید احمد کے متعلق، چند سطور تحریر ہیں (سید احمد اور ان کی تحریک کے متعلق سوال و جواب دونوں اپنے موقع پر درج ہو چکے ہیں) اس لئے یہاں ان کے علاوہ کوئی ضرورت نہیں لکھ کر رکھا ہے۔

”ہندو سے شرکت معاملہ کر لینا یا اور اگر ہندو کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی، کوئی خلاف شرع امر لازم آتا ہو، یا مسلمانوں کی دولت یا پابندی یا ترقی یا ہونہ موتی ہو، وہ کام بھی حرام ہے، جیسا کہ لوہ لکھا گیا، اسی طرح یہ ہے اور یس۔“
بندہ شید احمد گنگوہی رضی اللہ عنہ (۱)

بہر حال یہ بھی اس سلسلہ کا ایک ضمنی فتویٰ یا تحریر ہے، جس سے ہندوستان کے مذاہب اور قوموں کے افراد میں اشتراک مفادات کے معاملات میں، حضرت مولانا گنگوہی کی رائے ایک دید میں سامنے آ جاتی ہے۔ لیکن اس فتوے یا تحریر کے یہاں پیش کرنے کا مقصد ہے۔

نسخہ کی تدوین میں راقم سطوح کی خدمت: جیسا کہ ذکر ہوا، حضرت مولانا گنگوہی کے فتوائے دارالطرب کے اس وقت تک صرف تین نسخے معلوم ہیں۔ جس میں دو جو بنیہ متاخر ہیں، مثلاً، اوپر لکھے ہیں، جو اس وقت تک زیریں معلوم ہے، وہ اب تک شائع نہیں ہوا تھا، آئندہ صفحات میں پیش کیا جا رہا ہے۔

(۱) حضرت علامہ سر سید احمد خان مدظلہ العالی (۱۸۶۲ء تا ۱۹۰۷ء)

فتوئیٰ کاغذ: سر سید احمد خان مدظلہ العالی (۱۸۶۲ء تا ۱۹۰۷ء)

حضرت علامہ مولانا گنگوہی مدظلہ العالی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون پر حضرت مولانا گنگوہی کا ایک مفصل فتویٰ بھی تھا، جو مولانا مدظلہ العالی کے کمرہ میں موجود تھا، مگر مولانا کی کتب میں اس کا جواب تک اس کا سراغ نہ ملا۔

(۸۶۵)

ہندوستان دارالحرب ہے، یا دارالاسلام؟

سوال و مکتوب مولانا سعید الدین صاحب رام پوری

بنام محدث عصر، فقیہ جلیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

اے بیش از ان کہ در قلم آید ثنائے تو ☆ واجب بر اہل مشرق و مغرب دعائے تو
اے در بقائے ذات تو، نفع جہانیاں ☆ باقی بباد ہر کہ بخوابد ببقائے تو
السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ! الحمد للہ تا حال بعافیت ہستم وعافیت سامی، از دل و جاں خواہاں می باشم۔
بعض اعلام، فتویٰ بہ نبودن ہندوستان دارالحرب، بدلیل مسائل و روایات فقہیہ مرقومۃ الذیل، دادہ اند۔ چوں ایں
روایات بنظر احقر گذشتند و احقر در اں ایام، کہ برائے تحصیل شرف قدم بوسی بخدمت حاضر شدہ بود، از زبان مبارک سامی شنیدہ
بودم، کہ ایں بلاد مطابق رائے بندہ دارالحرب ہستند۔ آں وقت بمشاہدہ ضعف سامی، جرأت استفسار و دریافت وجہ حکم و روایت
فقہیہ نکردم۔

لہذا حالاً عرض میدارم، کہ اگر با قدرے تفصیل روایات فقہیہ، کہ از ان بودن ہندوستان دارالحرب مستنبط میشود، تحریری
فرمایند، و از طریق استنباط نیز اطلاع بخشند، از اخلاق نبویہ سامی بعید نخواہد بود۔ ایں روایات ایست۔ خزائنہ المفتین میں ہے:
دارالاسلام لا تصیر دارالحرب إلا باجراء احکام الشرک فیہا، وأن یکون متصلاً
بدار الحرب، لا یکون بینہا و بین دار الحرب مصرّ آخر للمسلمین، وأن لا یبقی فیہا مسلم
وذمی آمنًا بالأمان الأول، فمالہم توجد هذه الشرائط، لا تصیر دار الحرب.
ومعنی قولنا: أن لا یبقی فیہا مسلم أو ذمی آمنًا بالأمان الأول، أن لا یبقی فیہا مسلم
أو ذمی آمنًا علی نفسه إلا بأمان المشرکین.

وقالا اذ اجروا فیہا احکام الشرک، فانہا تصیر دار الحرب، سواء کانت متصلة
بدار الحرب اولم تکن، بقى فیہا مسلم أو ذمی آمنًا بالأمان الاول اولم یبق.

ودار الحرب تصير دار الاسلام باجراء احكام الاسلام فيها، وإن زال غلبة أهل الاسلام كذا في شرح السير.... لأبي السير.

أن دار الاسلام لا تصير دار الحرب عالم يظل جميع ماصرات به دار الاسلام، لأن الحكم ذاتية بعلّة، فما بقى من العلة شيء بقى بقلّة.

وفي المتنور: دار الاسلام باجراء احكام الاسلام، فما بقى علة من علائق الاسلام، يرجع جانب الاسلام. وفي الزانية: قال السيد الامام: والبلاد التي في أيدي الكفرة اليوم، لا تشك انها بلاد الاسلام، بعد أن لم يظهر فيها احكام الكفرة بل القضاة مسلمون.

وأما البلاد التي عليها آل من جهنم، فيجوز به إقامة الجمعة والأعياد وأخذ الخراج، وتقليد القضاة وتزويج الأيتام، وأما البلاد التي عليها ولاية كفار، فيجوز فيها أيضاً إقامة الجمعة والأعياد، والقاضي فاضل مراضى المسلمين.

وقد تقدّر أن بقاء الشيء من العلة يفي الحكم، وقد حكمنا بأن هذه الذبارة قبل استيلاء السار كانت من ديار الاسلام، وبعد استيلائهم إعلان الجمع والجماعات، والحكم بطلان الشرع، والتفويض والتفويض شائع بالانكير من ملوكهم، فالحكم بأنها من دار الحرب لأجبهه له، أي دواية ورواية.

وإعلان بيع الخمر وأخذ الضرائب والمكوس، والحكم من رسم الطر (هو) كإعلان في قبضة يطلب الطاغوت، ومع ذلك كانت بلدة اسلام بالأرب.

وذكر أنه إنما يصير دار الحرب باجراء احكام الكفر، وأن لا يحكم فيها بحكم من الاسلام، وأن يحصل بدار الكفر وأن لا يبقى فيها مسلم أو نبي إنما بالأمان الأول، فإذا جدت الشرائط كلها صارت دار الحرب. وبعد تعارض الدلائل والشرائط يبقى ما كان، أو يرجع جانب الاسلام احتياطاً.

وفي شرح الزبائد المتعالي: دار الاسلام إنما يصير دار الحرب بثلاث شرائط، أحدها: إجراء احكام الكفار على سبيل الاستهزاء.

والثاني: أن تكون متاعمة أي متصلة بدار الحرب، لا يتخلل بينهما بلدة من بلاد الاسلام.

والثالث: أن لا يبقى فيها مسلم أو ذمی آمن بالآمان الأول، فشرط هذه الشرائط ليكون علما تاما على تمام القهر والإستيلاء، اذ دار الاسلام يحتاط لإرتباطه لها، وعندهما يصير دار الاسلام دار الحرب، بإجراء أحكام الكفر فيها.

و در طحاوی، حاشیہ در مختار اینکے:

قوله باجراء احكام الشرك أى على الاشتهار، وأن لا يحكم فيها بحكم اهل الإسلام. (وفى) الهنديه وظاهره إن أجريت أحكام المسلمين وأحكام اهل الشرك لا يكون دار حرب. انتهى.

پس ایں بلاد نہ بمذہب امام صاحب ونہ بمذہب صاحبین رحمہم اللہ، دار الحرب تو انہیں، چہ موقوف و معطل شدن، احکام اسلام بالکلیہ شرط متفق علیہ معلوم میشود، وفقدان ایں شرط ظاہر! چہ بسیارے از احکام اسلام، تا ہنوز باقی و جاری اند۔
و اگر ایں بلاد مطابق رائے حضور دار الحرب باشند، پس دریں بلاد حکم گرفتن سود و رہن از کفار چہ باشد، و نیز از منشأ و ماخذ ایں روایت کہ از کتاب و سنت باشد، ایمائے زیب رقم فرمایند۔

درصورت دار الحرب دار الاسلام، اگر جریان بعض احکام اسلام کافی تواند بود، پس ظاہر اتمامی روے زمین دریں زمان دار الاسلام خواهد بود۔۔ والسلام خیر ختام۔۔ فقط

۱۷ شعبان ۱۳۱۰ھ [۷ مارچ ۱۸۹۳ء]

سعد آباد ضلع متھرا

toobaa-elibrary.blogspot.com

جواب استفتاء مولانا سعید الدین رام پوری

از حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفا عنہ

عنایت فرمائے بندہ، مولوی سعید الدین صاحب، دام اشفاقہم

بعد سلام مسنون الاسلام، مطالعہ فرمائیں۔ خط ایشال بمابہ رمضان در باب تحقیق مسئلہ دار الحرب رسید، از آنجا کہ طبع خود مضحل از مدت شدہ، و در رمضان زیادت برآں شد، از تحریر جواب قاصر ماند، اکنون آنچی می توانم، می نگارم۔

باید شنید کہ مدار بودن، حکم بلدے و ملکہ مدار الاسلام و بدار الحرب، بر غلبہ مسلماناں و غلبہ کفار است و بس! لہذا ہر موضع کہ مقہور حکم مسلمین است، آں را بلاد اسلام گفتہ خواہد شد، و ہر محلے کہ مغلوب حکم کفار است، دار الحرب نامیدہ خواہد شد۔ قال فی جامع الرموز:

دار الاسلام ما یجرى فیہ حکم امام المسلمین، و کانوا فیہ آمینین۔ و دار الحرب ما خافوا فیہ من الکافرین، انتہی۔

و قال فی رد المحتار:

سئل قاری الہدایۃ عن البحر الملح، أمن دار الحرب أو الاسلام؟ أجاب انه ليس من احد

القبيلتين، لأنه لا قهر لأحد علیہ انتہی۔ (۱)

غرض از نقل ایں عبارت آنست، کہ مدار بودن دار کفر و اسلام، بر غلبہ کفر و اسلام است و بس! اگرچہ در بحر ملح راجح قول بدار حرب بودن باشد بوجہ دیگر، و ہر مقامیکہ مقہور ہر دو فریق باشد۔ آں را حکم الاسلام یعلو ولا یعلی ہم دار الاسلام خواہند گفت، مگر بہ ہمیں شرطکہ غلبہ و قہر، بعض وجوہ اہل اسلام در آنجا باشد، نہ آں کہ نفس مقام مسلمین در آنجا بود، یا اظہار بعض شعائر اسلام باذن کفار، در آنجا بودہ باشد، کہ نفس کون اہل اسلام در دارے، و اظہار شعائر اسلام باذن کفار در بلدے، قابل اعتبار نیست۔ و علی ہذا بودن کفار در دار الاسلام، و اظہار شعائر کفر باذن حکام اسلام، یا بغفلت ایشال، در آنجا دار الاسلام بودن را ضررے نمی کند۔ چہ در ہر دو شق غلبہ یافتہ نمی شود، و حکم غلبہ را است، نہ نفس وجود و ظہور را۔

(۱) شامی ص ۲۳۳، ج ۳..... باب استیلاء الکفار (مطبع اکمل المطابع دہلی: ۱۲۸۸ھ) ب: مطابق نسخہ ک

ازینست کہ اہل ذمہ در دارالاسلام، قیام باذن اسلام می کنند، و شعار خود را ظاہری نمایند، مگر در اسلامیت بحال خودی ماند، و مسلمین در دار کفر باسن می روند، و شعار خود را آنجا ظاہری نکنند۔ و اس ہمدار کفریت دار دفع نمی کند۔ نہ بینی کہ کفر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام، جمیع کثیر در عمرۃ القضاء بمکہ شریف بر دند، و جماعت نماز و غیرہ شعار اسلام و غیرہ ہمدار باعلان بجا آور دند، و اس قدر جمع داشتن کہ کفار را مقہور فرمایند، چنانچہ یہ ہمیں قدر لشکر در حدیبیہ، عزیمت تاراج کردن، مکہ می فرمودند۔ مگر چون اس ہمدار ظہار، باذن کفار بود، و در اس سہ ایام مکہ دارالاسلام نکشت، بلکہ دارالحرب ماند۔ چرا کہ اس قیام و اظہار اسلام باذن بود، نہ بغلیہ۔

الحاصل اس اصل کلی قاعدہ کلیہ ہست، کہ دارالحرب مقہور کفار است و دارالاسلام مقہور اہل اسلام۔ اگر چہ در یک دامن ریز دیگر ہم موجود باشند، بلاغلبہ و قہر، و آنجا کہ قہر ہر دو فریق باشد ہم دارالاسلام خواہد بود۔ [ص ۲۰] اس اصل را خوب ذہن نشین باید کرد، کہ جملہ مسائل از ہمیں اصل می بر آید، و ہمہ جزئیات اس باب، بر ہمیں اصل دار ہستند۔

بعد از اس امرے دیگر باید شنید، کہ ہر موضع کہ دار کفر باشد و اہل اسلام بر اس غلبہ کردند، و حکم اسلام در اس جاری کردند، آں را جملہ علماء می فرمایند، کہ دارالاسلام گشت۔ چرا کہ غلبہ و قہر مسلمانان یافتہ شد، اگر چہ بعض وجوہ غلبہ کفار ہم در آنجا باقی باشد، مگر تا ہم بتکم: الاسلام یعلو ولا یعلی با اتفاق دار اسلام شد کما وضح سابقاً۔

مگر باز واضح کردہ می شود، کہ اگر اس دخول و اظہار اسلام بغلبہ شدہ باشد، بیخ تغییر در دار حریت نخواہد شد، و نہ جرمن و روس و فرانس جملہ ممالک نصاری، و چین و غیرہ ممالک کفار دارالاسلام می شوند۔ و نشانے از دار حرب در دنیا پدید نخواہد شد، زیرا کہ در جملہ ممالک کفار، اہل اسلام باذن کفار احکام اسلام جاری می نمایند و ہذا ظہار البطلان۔

بہر حال اجرائے اس احکام بغلبہ و قہر معتبر است، و بس۔ و ہر مقامے کہ دار اسلام بود و کفار بر اس غلبہ کردند، اگر غلبہ اسلام بالکل رفع شد، آں را حکم دارالحرب شد، و اگر غلبہ کفار شد و بعض وجوہ غلبہ اہل اسلام ہم باقی ماندہ باشد، آں را دار اسلام خواہند داشت، نہ دارالحرب، و در اس مسئلہ اتفاق است۔

اما اینکه غلبہ اہل اسلام بالکلیہ رفع شدن، در اچہ حد است، و در اس خلاف واقع شد و در میان ائمہ ما علیہم الرحمۃ۔ صاحبین می فرمایند، کہ اگر ہر دو فریق احکام خود را جاری بالا اعلان کردہ باشد، غلبہ اسلام ہم باقیست، و نہ در صورت اعلان احکام کفار، و عدم قدرت اہل اسلام بر اجرائے احکام خود بغلبہ خود الا باذن الکفار غلبہ اسلام بیخ قدر باقی نمی ماند و ہو القیاس۔ چرا کہ ہر گاہ کفار چنان مسلط شدند، کہ احکام کفر علی الاعلان و بغلبہ جاری کردند، و اہل اسلام آں قدر عاجز و مغلوب گشتند، کہ احکام خود جاری کردن، نمی توانند، و در حکم کفر کہ شین و عار اسلام است، قدرت ندارند، پس کدام درجہ غلبہ اسلام باقی ماند، کہ آں را دار اسلام گفتہ شود، بلکہ تسلط و غلبہ کفار را بکمال پیدا شد، و دار حرب گشت بالفعل۔ و بعد از اس ہر چہ خواہد شد، خواہد شد، مگر الحال در دار حرب شدن بدقیقہ نماند، و مثل دار حرب قدیم متسلط کفار شد کما هو الظاہر۔

وامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، بنظر خفی استحسان فرمودہ، ودار اسلام را بنحکم دار کفر وادان احتیاط کردہ، کہ تا چہرے از آثار غلبہ اسلام یافتہ شود، ویا در استیلاء کفار وھن یافتہ شود، کہ [ص ۳] دفع آن بر مسلمانان سخت دشوار نیاید، حکم بدار کفر ناید کرد۔ پس دو شرط دیگر زائد فرمود: یکے آن کہ آن دیوہ وبلد مستولی علیہ کفار، متصل بدار کفر گردد، چنانچہ در میان این قریہ مستولی ودار حرب، موضع از دار اسلام حاصل نہماند، کہ باین اتصال القطاع، از دار الاسلام بآن پیدا می شود کہ با حراز کفار واید، وغللبہ وفتح کفار بقوت شد، واستخلاص آن از دست کفرہ دشوار گردد، و مقبوریہ مسلمین سکان آنجا بکمال رسید، واین بمشابه آنست کہ کفار بر مال اہل اسلام استیلاء یابند، اگر با حراز دارشان رسید بملک ایشان ورا ید، و اگر احرار ایشان بدار خود نشدہ، انقطاع ملک مالک مسلم نمی شود۔ کما هو مقرر فی سائر الکتاب۔

قال فی الہدایۃ: وإذا غلبوا علی أموالنا وأحرزوها بدارهم ملکوها... الخ (۱)

وقال فیہ: غیر أن الاستیلاء لا یحقق إلا بالاحراز بالدار، لأنہ عبارة عن الاقتدار

علی المحل حالا وما لا... الخ

پس ہم چنین اگر اراض وعتقار بلدے مثلاً مستولی کفار شد، اگر استیلاء تمام گشت کہ محرز ببلد کفر گشت، وآن احرار با اتصال اوست بدار کفر، وانقطاع اواز دار الاسلام، پس مقبور ایدی کفرہ گشت، ورنہ هنوز استیلاء اہل اسلام باقیست، اگرچہ ضعیف باشد، پس بنحکم: الاسلام یعلو ولا یعلی دار اسلام باید کہ بماند۔ پس حاصل این شرط ہمہ منون غالبیت کفار و مغلوبیت اہل اسلام است، کہ اصل کلی اولایان شد۔

شرط دوم آنکہ، امانے کہ حاکم اسلام، بسبب غلبہ حکومت خود، مسلمانان را بسبب اسلام، وکفار را بایار، بوجہ عقد مدادہ یوز، مرتفع گردد، کہ بآن امان کسے بر نفس و مال خود مامون نہماند۔ یعنی چنانکہ بسبب امن وادان حاکم اسلام، ہمیشہ مامون شدہ یوزند، کہ کسے را بسبب خوف حاکم، امن و پندہ محل نبود، کہ تعرض بجان و مال مسلم و ذی نمایند، واین نبود مگر بسبب قوت و شوکت و غلبہ حاکم مسلم، پس ایں امان باقی نہماند، کہ کسے بوجہ ایں امان بے خدشہ از تعرض جان و مال خود نبود، بلکہ ایں امان بیکار محض گردد۔

وامانے کہ مشرکین مستولی وادند، آن موجب امن گردد، پس ظاہر است کہ تا بسبب امن حاکم مسلم، خوف موذی را خواہد یوز، غلبہ و شوکت امن مسلم بنوعے باقی ماندہ باشد، و ہر گاہ آن چیزے نہماند، بلکہ ایں مشرک متسلط محل نظر [ص ۴] گردد، امان اول رفع شد۔ پس نزد امام علیہ الرحمۃ ہر گاہ کہ بعد اجرائے احکام نقلی الاستیبار، ایں دو شرط ہم یافتہ شد، غلبہ کفر من کل الوجوہ ثابت شد، و غلبہ اسلام من کل الوجوہ مرتفع گردد بیکون تیج از حریت ناچار حکم کردہ خواہد شد۔

(ب) مطابق (ن) کہ

(۱) پدیدار: ۵۸۱: ج ۲، باب استیلاء الکفار (مکتبہ فتاویٰ دہلوی ۱۳۶۱ھ)

ملتی ائی بخش ایکیتی بکندہ

اہل و انصار را ازیں ہم معلوم میشود، کہ مداریں قول ہم بر قہر و غلبہ است و بس، کہ اول در اصل کلی واضح کرده شد۔
بعد ازیں تقریر، روایات فقہاء را باید شنید کہ بتخل بعض آنها سند تقریر ایں بندہ، حاصل خواهد شد، و بد کہ بعض حال کل روایات، ایں باب دریافت خواهد شد، قال فی العالمگیریہ:

قال محمد فی الزیادات: انما تصیر دار الاسلام دار الحرب عند ابي حنیفة بشرائط ثلاث. احدها: اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتہار، وان لا یحکم فیہا بحکم الاسلام. الثاني: ان تكون متصلة بدار الحرب، لا یتخلل بینہما بلدة، من بلاد الاسلام. الثالث: ان لا یسقی مومن ولا ذمی آمنا بالامان الاول، بامانہ الذی کان ثابتا قبل استیلاء الکفار، للمسلم باسلامہ، وللذمی بعقد الذمة.

وصورة المسئلة علی ثلاثة اوجه: اما ان یغلب اهل الحرب علی دار من دورنا، أو ارتد اهل مصر، وغلبوا واجروا احکام الکفر، او نقض اهل الذمة العهد، وتغلبوا علی دارهم، ففی کل من هذه الصور. لاتصیر دار الحرب الا بثلاث شرائط. وقال ابو یوسف ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ: بشرط واحد لا غیر، وهو اظهار احکام الکفر وهو القیاس انتہی (۱)

قال فی جامع الرموز: واما صیورتها دار الحرب، فعندہ بشرط، احدها: اجراء احکام الکفر اشتہاراً، بان یحکم الحاكم ولا یرجعون الی قضاة المسلمین کما فی البحر.

والثانی: الاتصال بدار الحرب، بحيث لا یكون بینہما بلدة من بلاد الاسلام، ما یلحقہم العدو منها..... الخ

ازیں روایت جامع الرموز دو امر واضح شد:

یکے آنکہ: مراد از اجراء حکم اہل اسلام، اظہار حکم اسلام است، علی سبیل الغلبہ، نہ مطلق ادائے جماعت و جمعہ مثلاً، چرا کہ فی گویہ بحکم بحکمہم ولا یرجعون الی قضاة المسلمین یعنی قضاة مسلمین را بیچ شک و وقت نمائند، کہ بایشان رجوع شود، و ہم چنان از حکم مسلمین در دار الحرب، حکم بغلبہ کردن مراد است۔ کما هو الظاهر۔ بہر حال حکم اسلام و حکم کفر، ہر دو علی سبیل القوۃ والغلبہ مراد است، نہ محض ادایا ظہار۔

دوم: ایں کہ غرض از شرط اتصال و انقطاع، ہموں قوت است، کہ در صورت اتصال بدار الحرب، مدد بقریہ مفلو بہ نمی رسد۔ بخلاف صورت انقطاع از دار الحرب کہ لحوق مدد می تواند، پس ہنوز قوت اسلام باقی است۔

(۱) عالمگیری ص ۲۳۲، ج ۲، مطلب فیما تصیر دار الإسلام دار الحرب [مکتبہ نورانی، پٹنار، پاکستان۔ فاسنہ] نیز شامی ص ۲۵۳، ج ۳، (اکمل الطالع، دہلی: ۱۲۸۸ھ)

وفي خزانة المفتين: [ص] دار الاسلام لاتصير دار الحرب، إلا باجراء احكام الشرك فيها، وان يكون متصلا بدار الحرب، لا يكون بينها وبين دار الحرب مصر آخر للمسلمين، وان لا يبقى فيها مسلم أو ذمی آمن بالآمان الاول، فمالم توجد هذه الشرائط، لاتصير دار الحرب.

ومعنى قولنا: ان لا يبقى فيها مسلم أو ذمی آمن بالآمان الاول، ان لا يبقى فيما مسلم أو ذمی آمن على نفسه، إلا بآمان المشرکین..... الخ
وفي البزازية، قال السيد الامام: والبلاد التي في ايدي الكفرة اليوم، لاشك انها بلاد الاسلام بعد، لانه لم يظهر فيها احكام الكفرة بل القضاة مسلمون، انتهى.

پس باید دید، کہ دلیل بودن آن دیار بلاد اسلام می آرد، بقوله: بل القضاة مسلمون کہ حکم اسلام بطور اول باقیست، نمی گوید لان الناس يصلون ويجمعون، چرا کہ مراد اجراء احکام بطور شوکت و غلبه است، نه اداء مراسم دین خود، برضاء حاکم غالب۔
در رد مختار (۱) گوید۔

في معراج الدراية عن الميسوط: وبلاد الاسلام التي في ايدي الكفرة، بلاد الاسلام لبلاد الحرب، لانهم لم يظهر وافيها حكم الكفر والقضاة مسلمون، والملوك الذين يطيعونهم ففساق عن ضرورة مسلمون ولو كانت عن غير ضرورة منهم أو بدونها. وكل مصرفيه وال من جهتهم، تجوز فيه اقامة الجمعة والاعیاد واخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الايامی لاستيلاء المسلم عليه، وأما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمعة والأعياد ويصير القاضي قاضياً بتراضى المسلمين فيجب عليهم أن يلتمسوا والياً مسلماً..... انتهى.

وفيه ايضا: قلت، وبهذا يظهر ان ما في الشام من جبل تيم الله وبعض البلاد التابعة له كلها بلاد الاسلام، لانها وان كانت لها حكام ذرؤز او نصارى ولهم قضاة على دينهم، وبعضهم يعلنون بشتن الاسلام، لكنهم تحت حكم ولاة امورنا، وبلاد اسلام محيطة ببلادهم من كل جانب، وإذا اراد ولي الامر تنفيذ احكامنا فيهم، نفذها. انتهى.

(۱) شامی نسخہ ہندیہ ص: ۳۰۸، ج: ۴ فی کتاب القضاء مع تقدم وتأخر (مطبع مرتضوی) نیز شامی ج: ۵ ص: ۳۲۸-۳۲۹ دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ

ازیں ہر دور روایت واضح شد کہ، برائے بقاء دارالاسلامیت، بعد غلبہ کفار، بقاء قوت و شوکت حکام مسلمین و انفاذ امور بقوت و غلبہ مراد می شود، و ہم چنان در دار حرب، اجراء حکم اسلام، اگر بقوت باشد، رافع دار حربیت می شود، نہ ادائے محض شعار اسلام، باذن و رضاء حاکم، مخالف دین۔

الحاصل، غرض ازیں شروط ثلاثہ، نزد امام صاحب و از شرط واحد کہ اجراء حکم اسلام است، نزد صاحبیہ ہموں وجود غلبہ و قوت اہل اسلام است، اگر چہ بعض وجوہ باشد، و بیچ اہل فقہ [ص: ۸۰] نمی گوید کہ در ملک کفار، اگر کسے باذن ایشان صراحت یا دلالت، اظہار شعار اسلام کند، آں ملک دارالاسلام می شود، حاشا و کلا کہ ایں دور از تفقہ است۔

چوں ایں مسئلہ منقح شد، اکنون حال بند را غور فرمایند کہ اجراء احکام کفار نصاری، دریں جا بچہ قوت و غلبہ است کہ اگر ادنی کلکثر ہم حکم دہد، کہ در مساجد نماز جماعت ادا کنند، بیچ کس از امیر و غریب قدرت ندارد، کہ ادائے آں نماید۔ و ایں ادائے جمعہ و عیدین و حکم بقواعد فقہ کہ می شود، محض بوجہ قانون ایشانست، کہ در رعایا حکم جاری کردہ اند، کہ ہر کس حسب دین خود عمل نماید، سرکار را مزاحمت بوئے نیست۔ و امن سلاطین اسلام کہ بود، از اں نامے و نشانے نماندہ، کہ دام عاقل قائل خواہد شد، کہ امنے کہ شاہ عالم دادہ بود، اکنون ہموں امن، مامون نشستہ ایم، بلکہ امن جدید از کفار شدہ، و بہ ہموں امن نصاری جملہ رعایا، قیام ہندی کنند۔ و اما اتصال، پس آں در ممالک و اقالم شرط نیست بلکہ در قریہ و بلد ایں شرط کردہ اند، کہ مدد رسیدن از اں بسہولت مراد است۔ و کسے می توان گفت کہ اگر مدد کابل یا شاہ روم آید، کفار را از ہند خارج کند، حاشا و کلا! بلکہ اخراج ایشان بسیار اصعب است و مستقل جہاد و جنگ با سامان کثیری خواہد۔

بہر حال تسلط کفار بر ہند بذاں درجہ ہست، کہ در بیچ وقت کفار را بردار حرب زیادہ ازیں نہ بود۔ و ادا مرا اسم اسلام از مسلمانان، محض با جازات ایشانست، و از مسلمانان عاجز ترین کسے از رعایا نیست، کہ ہنود را ہم قدرے رسوخ است مگر مسلمانان را چیزے وقعت نیست۔ البتہ در ٹونک و رامپور و بھوپال کہ حکام آنجا، با وجود مغلوب بودن کفار، احکام خود جاری دارند، و ارا اسلام تواناں گفت، چنانچہ از روایات رشتار و غیرہ مستفاد می شود، فقط

اکنون بعد سلام مسنون آنکہ، اگر بایں تحریر طمانینت شما حاصل شود، فہو المراد، ورنہ بندہ را معذور دارند، مگر چونکہ از تحریر طویل عاجزم، ایں مسودہ را روانہ می کنم، امید کہ بعد نقلش روانہ ایں صوب فرمایند، کہ بعض مردم ایں جا ہم قصد نقلش می دارند۔

فقط والسلام

۷۷ شوال (۱۳۱۰ھ/۲۴ اپریل ۱۸۹۳ء)

آن ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۲۶ھ بروز پنجشنبہ، تینوں نسخوں کے مقابلہ اور اختلاف نسخ کی تحریر و ترتیب مکمل ہوئی۔

فلحمد للہ علی ذالک

نورالحسن راشد کاندھلوی

ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

ترجمہ مکتوب واستفتاء

مولانا سعید الدین رام پوری (رام پور ضلع سہارنپور)

بنام محدث عصر، فقیہ جلیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوٹی

اے اس سے یاد کر کہ قلم پر تیری تعریف آئے * اہل شرق و مغرب پر تجھے لئے دعا و دعا ہے

اسعد کہ جس کے بانی رہے میں بھی دیا کلام ہے * ہر وہ شخص باقی رہے جو تیری دعا کا حتمی ہے

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اچھی تک غور و فکر سے ہوں، اور جناب عالی کی خیر و سعادت کا دل و جان سے طلب

گار رہتا ہوں۔

بعض بڑے علماء نے مسائل اور روایات فقہیہ کی مدد سے، جو بچے نقل کر رہے ہیں، ہندوستان کے دارالحرب نہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ یہ روایتیں انظر کی نظر سے گزری ہیں اور ان دنوں، جب یہ انظر قدم بڑی کی سعادت حاصل کرنے کے لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا، میں نے ان مبارک سے سنا تھا کہ یہ بلاد شہر اور علاقے ایشیہ کی رائے کے مطابق، دارالحرب ہیں۔ اس وقت جناب عالی کے ضعف کو دیکھتے ہوئے سوال کرنے کی صحت نہ کی، اور اس رائے کی وجہ اور اس سے ملحق فقہی روایات معلوم نہیں کیں۔

اس لئے اب گزارش کرتا ہوں، کہ اگر ان روایات فقہیہ کی کسی قدر تفصیل، کہ جن سے ہندوستان کا دارالحرب ہونا معلوم ہوتا ہو تو فرما لیں، اور ان روایات سے اس استدلال کے طریق کی بھی اطلاع بخشیں۔ اطلاق عالی سے (جو اخلاق نبوی کا گویا ایک نمونہ ہیں) بغیر متوقع نہ ہوگا۔

اور دعا و احوال یہ ہیں:

عنونہ السیفین میں ہے دارالاسلام دارالحرب نہیں ہوتا مگر اس میں شرک کے ارتکاب جاری ہونے سے، یا جو

ہو کہ وہ شہر دارالحرب سے اس طرح مل جائے، کہ اس شہر اور دارالحرب کے بیچ میں مسلمانوں کا کوئی شہر باقی نہ ہو۔

اور اس علاقہ میں کوئی مسلمان یا ذمی، پہلے معاہدہ کے مطابق، محفوظ و مامون نہ رہے۔ پس جب تک یہ شرطیں نہ پائی جائیں گی، تو یہ شہر دارالحرب نہ ہوگا۔

اور ہمارے اس قول کا، کہ اس میں کوئی مسلمان یا ذمی پہلے معاہدہ اور دستاویز امن کے مطابق، امن سے اور محفوظ نہ رہے، مطلب یہ ہے کہ اس کو اپنی ذات کی حفاظت کا یقین نہ ہو مگر مشرکین کی امان سے۔

اور [صاحبین نے] کہا ہے کہ جب دارالاسلام میں شرک کے احکام جاری ہو جائیں، تو وہ دارالحرب ہو جاتا ہے، چاہے وہ دارالحرب سے ملا ہو، یا نہ ہو، اس میں مسلمان اور ذمی پہلے امن اور امان کے معاہدہ کے مطابق ہوں یا نہ ہوں۔ اور دارالحرب دارالاسلام ہو جاتا ہے، اس میں اسلام کے احکامات جاری ہونے کے ذریعہ سے، اگرچہ پہلے وہاں سے اسلام کی شوکت ختم ہو گئی ہو۔ یہی شروح سیواسی السیر میں لکھا ہے۔

بلاشبہ دارالاسلام دارالحرب نہیں ہوتا، جب تک اس میں موجود وہ سب باتیں، جن کی وجہ سے دارالاسلام ہوا تھا، ختم نہ ہو جائیں۔ کیوں کہ حکم جب کسی علت کی وجہ سے ثابت ہو، تو جب تک یہ وجہ باقی رہے گی یہ حکم بھی باقی رہے گا۔

اور منشور میں ہے کہ: دارالاسلام، احکام اسلام جاری ہونے سے ہوتا ہے، جب تک اس میں اسلام کی علامتوں میں کوئی علامت باقی رہے گی، اس کی اسلام کی جانب نسبت کو ترجیح رہے گی۔

اور بزاز یہ میں ہے: سیدالامام نے کہا کہ وہ شہر جو آج کل کافروں کے قبضے میں ہیں، اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ بلاد اسلام ہیں، کیوں کہ ان میں اہل کفر کے احکامات جاری نہیں، بلکہ مسلمان قاضی مقرر ہیں۔ اور وہ شہر جن پر غیر مسلم حکام کے نمائندے، بڑے افسر کی حیثیت سے متعین ہیں، تو ان میں بھی جمعہ کی نماز قائم کرنا، عید کی نماز پڑھنا، ٹیکس لینا، قاضیوں کی بیروی کرنا، بیواؤں کے نکاح کرنا اور ست ہے، اور وہ علاقے جس میں کافر حکام مسلط ہوں، تو ان میں بھی جمعہ قائم کرنا اور عیدین کی نمازیں پڑھنا جائز ہے۔ اور مسلمانوں کی باہمی رضامندی سے قاضی مقرر کر لینے سے، قاضی ہو جاتا ہے۔

اور یہ واضح ہو گیا، کہ اگر کسی چیز کے حکم کی کوئی علت باقی ہو تو وہ حکم بھی باقی رہے گا، اور [ہمارے علماء نے] یہ بھی فیصلہ کیا ہے، کہ یہ علاقے تا تاریخوں کے قبضے سے پہلے، دیار اسلام میں سے تھے، اور ان کے قبضہ کے بعد بھی جمعہ، جماعت کی نماز اور شریعت کے تقاضے اور فیصلے کے متعلق فتوے، کتابوں کی تعلیم ان کے کسی سربراہ کے کسی اعتراض کے بغیر چل رہی ہے، اس لئے یہ فیصلہ صادر کرنا کہ وہ دارالحرب ہیں، اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے، نہ درایت نہ روایت۔

اور نشہ والی چیزوں کی بر ملا خرید و فروخت، روپیہ چنگی اور ٹکیس وصول کرنا اور تاتاریوں کی قومی رسموں کے مطابق احکامات جاری ہونا، ایسا ہی ہے جیسا کہ بنی قرینہ کا، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی مورتی (رکنے) کی اجازت مانگنا، حالاں کہ وہ (مدینہ منورہ) اس کے باوجود بھی بلا شک و شبہ دارالاسلام تھا۔

اور کہا گیا ہے کہ (علاقے اور شہر) کفر کے احکامات جاری ہونے کی وجہ سے، دارالحرب ہو جاتے ہیں، جب کہ ان (شہروں) میں اسلام کے احکامات کے مطابق، کوئی حکم جاری نہ ہو، اور یہ کہ اس میں کوئی مسلمان اور ذمی مسلمانوں کے پہلے معاہدہ (اور اعلان) کے مطابق محفوظ نہ رہے۔ لہذا جب بھی یہ شرطیں پائی جائیں گی، تو وہ سب دارالحرب ہو جائے گا، لیکن اگر ثبوت اور شرائط میں اختلاف ہو، تو وہ دارالاسلام، اسی حکم (دارالاسلام ہونے) پر باقی رہے گا، یا اسلام کے پہلو کو احتیاطاً ترجیح دی جائے گی۔

اور عثمانی کی شرح زیادات میں ہے: دارالاسلام دارالحرب ہو جاتا ہے، تین شرطوں (کے پائے جانے) سے: [اول] اس میں کافروں کے احکامات، علی الاعلان جاری ہو جائیں۔

[دوم] یہ ہے کہ یہ علاقہ دارالحرب سے ملا ہوا ہو، اور اس شہر اور دارالاسلام کے بیچ میں، مسلمانوں کے شہروں میں سے کوئی شہر واقع نہ ہو۔

[سوم] یہ کہ، اس میں کوئی مسلمان اور ذمی، پہلے امن (مسلمانوں کے دئے ہوئے معاہدہ کے مطابق) محفوظ اور مطمئن نہ ہو۔

پس یہ شرطیں اس لئے مقرر کی گئی ہیں، تاکہ (غیر اسلامی قوت اور غلبہ) کی مکمل اور اصل حیثیت معلوم ہو جائے۔ کیوں کہ دارالاسلام کے ان دونوں (پہلوؤں) سے جڑنے میں احتیاط کی جاتی ہے۔

طحطاوی کے حاشیہ در مختار میں، یہ ہے کہ:

(فقہاء کا قول) شرک کے احکامات بر ملا جاری ہوں، اور ان میں کوئی حکم اہل اسلام (کے اصول اور شریعت) کے

مطابق، (یا اس کی روشنی میں) نہ ہو۔

ہندیہ (فتاویٰ عالمگیری) میں ہے:

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ، اگر اس میں مسلمانوں کے احکامات (قوانین) جاری ہوں، اور اہل شرک

کے (قوانین و ہدایات) جاری نہ ہوں، تو وہ دارالحرب نہیں ہوگا۔

پس یہ شہر امام صاحب کی رائے کے مطابق، نہ صاحبین کی رائے پر دارالحرب نہیں ہوں گے، کیوں کہ (دارالحرب ہونے کے لئے) احکام اسلام کا بالکل ختم یا بے اثر ہونا ایسی شرط ہے، جس پر سب کا اتفاق معلوم ہوتا ہے، اور اس شرط کا (اس وقت) موجود نہ ہونا، ظاہر ہے۔ کیوں کہ ان علاقوں میں (مسلمانوں بادشاہوں کی ہدایات و قانون کے مطابق) بہت سے اسلامی ہدایات و احکامات، اب بھی (قانوناً) باقی اور جاری ہیں۔

اور اگر یہ شہر جناب والا کی رائے کے مطابق دارالحرب ہوں، تو ان شہروں میں غیر مسلموں سے سود لینے اور کافروں سے رہن، لینے کا کیا حکم ہوگا؟ اور ان روایتوں کا شریعت کے قانون کے مطابق جو مقصد ہو، تحریر فرمائیں۔ اور دارالحرب کے دارالاسلام میں بدل جانے کی صورت میں، صرف چند اسلامی احکامات کا نفاذ ہونا، کافی ہو، تو بہ ظاہر اس زمانہ میں پوری دنیا دارالاسلام ہوگی؟

والسلام خیر ختام

سعد آباد ضلع متھرا

۱۷ شعبان ۱۴۱۰ھ (۷ مارچ ۱۸۹۳ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ہندوستان کی شرعی حیثیت کیا ہے.....؟ ترجمہ فتویٰ [یا مکتوب گرامی] حضرت مولانا رشید احمد گنگوٹی

ترجمہ از نور الحسن راشد کاندھلوی

بندہ رشید احمد گنگوٹی کی جانب سے

میرے کرم فرما مولوی سعید الدین صاحب آپ کی عنایت ہمیشہ باقی رہیں۔ بعد سلام سنوں
مطالعہ فرمایا کہ ہمارے مضاف الہیادک میں آپ کا خط مسئلہ دارالحرب کی تحقیق کے لئے پہنچا تھا۔ یوں کہ میری صحت
ایک عرصہ سے کمزور چل رہی ہے اور رمضان الہیادک میں اس میں اضافہ ہو گیا تھا اس لئے جواب لکھنے سے کاصرہ پاس
وقت جیسے بھی بن چڑے جواب لکھتا ہوں۔

سنئے! کسی شہر (یا کسی ملک) کے دارالاسلام یا دارالحرب ہونے کا دارومدار مسلمانوں کے غلبہ (قوت قہر) یا
کافروں کے غلبہ پر ہے اور اس اعتبار سے جو مسلمانوں کے احکامات کے مطابق ہے اس کو دارالاسلام کہا جائے گا اور ہر وہ
جگہ جو کافروں کے احکامات کی پابندی ہے اس کو دارالحرب کا نام دیا جائے گا۔ جامع الرموز میں کیا ہے:
دارالاسلام وہ ہے جس میں امام المسلمین کے احکامات جاری ہوں اور وہاں مسلمان امن کے ساتھ رہتے
ہوں۔ اور دارالحرب وہ ہے جس میں مسلمان غیر مسلموں سے خوفزدہ رہتے ہوں۔

روایتی اور شاہی میں ہے۔

"قاری الہدیہ سے دریافت شد کہ حقیقی سوال کیا گیا کہ دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟ جواب دیا کہ وہاں
دووں سے جدا ہے اس لئے کہ اس میں کسی کو بھی غلبہ حاصل نہیں ہے۔
اس عبارت کے نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کسی مقام کے دارالاسلام یا دارالحرب ہونے کا قیام تو دارومدار کفر و اسلام
کے غلبہ پر ہے اور اس لئے اگرچہ دیگر وجوہات کی بنا پر دریافت شد کہ حقیقی دلیل قول اس کے دارالحرب ہونے کا
ہوگا۔ اور ہر وہ جگہ جو دونوں فریق کی مقیم ہو اس کو

اسلام غالب رہتا ہے غلبہ نہیں ہوتا۔

[الاسلام بعلو ولا یصلی]

کے اصول کے مطابق، دارالاسلام کہیں گے، مگر اسی شرط پر کہ یہاں بعض پہلوؤں سے اہل اسلام کا غلبہ اور تسلط ہو، نہ صرف یہ کہ وہاں مسلمان رہتے ہوں، یا بعض شعائر اسلام کی کفاری اجازت سے بجا آوری کی اجازت ہو، اس لئے کہ کسی خطے میں مسلمانوں کا آباد ہونا، یا وہاں غیر مسلموں کی اجازت سے شعائر اسلام کی بجا آوری کی اجازت ہونا، لائق اعتبار نہیں ہے۔ اسی طرح غیر مسلموں کا دارالاسلام میں (موجود) ہونا، اور وہاں کفریہ رسومات پر، اہل اسلام کی اجازت، یا ان کی کوتاہی و غفلت کی وجہ سے عمل پیرا ہونا، اس جگہ کے دارالاسلام ہونے کو، کچھ نقصان نہیں پہنچاتا۔ کیوں کہ دونوں میں سے کسی صورت میں بھی (دوسرے فریق کا) غلبہ نہیں ہوا، اور (دارالاسلام یا دارالحرب کا) فیصلہ، غلبہ کی وجہ سے ہے، نہ صرف موجود رہنے اور احکام اسلام یا کفر ظاہر کرنے کی وجہ سے۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ، ذمی، دارالاسلام میں مسلمانوں کی اجازت سے قیام پذیر رہتے ہیں اور اپنے مذہبی طور طریق کو برملا انجام دیتے ہیں۔ اس کے باوجود (اس خطے کا) دارالاسلام ہونا، جوں کا توں باقی رہتا ہے، اور مسلمان دارالکفر میں کافروں سے، معاہدہ امن کی وجہ سے اطمینان سے آتے جاتے ہیں، اور اپنے اسلامی شعائر کو دارالکفر میں بے حجبک سرانجام دیتے ہیں، (مگر یہ امن) اس علاقے کے دارالکفر ہونے کو ختم نہیں کرتا۔

کیا آپ ملاحظہ نہیں فرماتے، کہ فخر عالم حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھ، عمرہ القضاء کے لئے مکہ معظمہ تشریف لے گئے، اور جماعت نماز وغیرہ جملہ شعائر اسلام کو وہاں کھل کر ادا فرماتے تھے، اور باوجود اس قدر وسیع جماعت کی موجودگی کے، کہ اس کے ذریعے مکہ میں کافروں کو خوف زدہ فرما سکیں، چنانچہ حدیبیہ میں رفقاء کی کثیر تعداد کی بنیاد پر، مکہ معظمہ پر غلبہ کا ارادہ فرمایا تھا، مگر کیوں کہ یہ سب کافروں کی اجازت کی وجہ سے تھا، اس لئے ان تینوں دنوں کے لئے مکہ دارالاسلام نہیں ہوا، بلکہ دارالحرب باقی رہا۔ اس لئے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں یہ قیام اور اظہار شعائر اسلام کا، فران مکہ کی اجازت سے تھا، مسلمانوں کے اپنے غلبہ اور طاقت کی وجہ سے نہیں۔

بہر حال یہ طریقہ کولہ بالا ایک قاعدہ کلی ہے، کہ دارالحرب، کافروں کے زیر تسلط علاقہ ہے اور دارالاسلام مسلمانوں کے تابع فرمان مملکت!۔ اگرچہ ایک کے علاقے میں دوسرے فریق کے افراد بھی، بلا کسی ظلم و زیادتی کے، آزادی سے رہتے ہوں، اور جس مقام پر دونوں فریقوں کو یکساں اختیارات اور قوت کا کمہ حاصل ہو، وہ بھی دارالاسلام سمجھا جائے گا۔

اس اصول کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہئے، اس لئے کہ اس موضوع کے جملہ مسائل اسی سے نکلتے ہیں، اور اس باب کی تمام جزئیات اسی اصول کے تابع ہیں۔ اس کے بعد ایک بات اور سن لیجئے، کہ ہر وہ جگہ جو دارالکفر ہو اور اہل اسلام اس پر اقتدار حاصل کر لیں، اور وہاں احکام اسلام جاری فرما دیں، اس کے متعلق علمائے اسلام ہی فرماتے ہیں، کہ وہ دارالاسلام

ہو گیا، کیوں کہ مسلمانوں کا اقتدار اور تسلط نافذ ہو گیا ہے اگرچہ بعض صورتوں میں وہاں کافروں کا عروج و اقتدار باقی ہو مگر ہم بھی الاسلام بعلو و لا یغلبی الاسلام غالب رہتا ہے، مغلوب نہیں ہوتا، کے اصول کے مطابق وہ جگہ باخلاق حکمرانے اسلام دار الاسلام ہو گئی ہے، جیسا کہ وہ پر وضاحت کر دی گئی۔

مکرر وضاحت کی جاتی ہے کہ مانگنا اس غلطی میں مسلمانوں کا داخلہ اور اسلام کا اعتبار، مسلمانوں کے تسلط اور اقتدار کا کل کے ذریعے نہ ہوا ہو، تو اس علاقے کے دارالحرب ہونے کے حکم میں کوئی تبدیلی نہیں آنے کی۔ ورنہ اس طرح صرف (مسلمانوں کی موجودگی سے) تو جرمیں، روس (۱) فرانس وغیرہ جیسا نہیں کی تمام حکومتیں، اور چین وغیرہ کافروں کے ملک دار الاسلام ہو جائیں گے، بلکہ دنیا میں بھی کہیں دارالحرب کا نام دشمنان باقی نہیں رہے گا۔ اس لئے تمام غیر مسلم ملکوں میں مسلمان غیر مسلم حکومتوں کی اجازت سے احکام اسلام پر عمل پیرا رہتے ہیں، مثلاً ایسے ملکوں کو دار الاسلام کہہ کر، جب بھی خود پر تسلط ہے۔

بہر صورت دار الاسلام اور دار الحکومت کی تعیین میں، تسلط اور اقتدار معتبر ہے، اور اس کا اور ہر وہ جگہ جو دار الاسلام تھی پھر غیر مسلموں نے وہاں تسلط حاصل کر لیا، تو اگر وہاں اسلام کا حکم اور اقتدار باطل قائم ہو گیا ہو، تو وہ علاقہ دارالحرب ہو جائیگا، اور اگر کافروں کا تسلط ہو، لیکن بعض حیثیات سے مسلمانوں کو بھی غلبہ اور اقتدار حاصل ہو اس کو دار الاسلام کہیں گے۔ نہ کہ دارالحرب اس مسئلہ پر اتفاق ہے مگر غلبہ اور اقتدار باطل قائم ہونے کی کیا حد ہے اس میں ہمارے اختلاف کے دو میدان اختلاف ہے۔

صاحبین فرماتے ہیں، اگر اردوؤں فریق (اہل اسلام اور غیر مسلم) اپنے اپنے احکامات اور فصول کو اپنی اہل خانہ جاری کر سکتے ہوں، تو غلبہ اسلام بھی باقی ہے، اور اگر اہل اسلام اپنے احکامات کے خلاف کی طاقت نہ رکھتے ہوں اور اس میں غیر مسلموں کی اجازت کے پابند ہوں، تو کچھ بھی غلبہ اسلام باقی نہیں رہلا یعنی یہ ملک دارالحرب شمار ہوگا۔

کیوں کہ جب کافراں طرح مسلط ہو گئے، ان کافران احکامات پورے طور اور طاقت سے جاری کرنے لگے، اور اہل اسلام اس قدر عاجز اور مغلوب ہو گئے، کہ اسلامی احکامات نافذ نہیں کر سکتے، اور کافران احکامات جو اہل اسلام کے لئے موجب شرمندگی اور عیب ہیں، ان کو قائم کرنے اور رفع کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، پس اسلام کا غلبہ کس وجہ میں باقی رہا، کہ اب بھی (اس کو دار الاسلام کہا جائے؟ بلکہ کفار کا تسلط اور اقتدار پوری طرح ظاہر ہو گیا، اس لئے (وہ) اس حالت دارالحرب ہو گیا ہے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا سو ہوگا، اس وقت اس کے دارالحرب ہونے میں کوئی کمی باقی نہیں رہی، اور یہ اس دارالحرب کی طرح ہو گیا، جس پر پرانے زمانے سے کافر مسلط ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے۔

(۱) یاد ہے کہ حضرت سیدنا انصاریؓ کا یہ قول، اہل اسلام اور کفار کے درمیان میں جو اختلاف ہے، اس اختلاف میں، یہ بات کہ کسی قوم کو اپنی حکومت میں اور اس میں کسی کی عمرانی تھی اس کے کچھ دن بعد، ۱۱۰۰ھ میں کہیں نہ انتخاب ہوا۔

اور امام ابوحنیفہؒ نے باریک بینی اور احتسان کے طور پر فرمایا ہے کہ دارالاسلام کو دارالکفر کا حکم دینے میں، اس وقت تک احتیاط کرنی چاہئے، جب تک کہ وہاں غلبہ اسلام کے نشانات میں سے، کچھ بھی اثر باقی ہو، یا کافروں کے قبضے اور تسلط میں کچھ کمزوری پائی جاتی ہو، اور ان کے تسلط (واحکامات) کو رد کرنا، مسلمانوں پر زیادہ مشکل نہ ہو۔ مگر اس پر دو شرطیں اور اضافہ فرمائی ہیں۔

ایک تو یہ کہ وہ شہر اور بستی، جس پر کفار قابض اور متسلط ہیں، دارالحرب سے اس طرح ملا ہوا ہو، کہ اس علاقے اور دارالحرب کے درمیان دارالاسلام کا کوئی علاقہ، اس طرح حائل نہ ہو، کہ اس علاقے اور دارالحرب سے ملنے کی وجہ سے، اس کو دارالاسلام سے دوری ہو جائے، اور کافروں کے حلقہ میں آ جائے۔ نیز کافروں کا غلبہ اس مضبوطی کے ساتھ ہو کہ اس کا کافروں کے ہاتھ سے خالی کر لینا سخت دشوار ہو جائے، اور اس مقام کے رہنے والے مسلمانوں پر، کافروں کا تسلط کمال کو پہنچ جائے۔ اور اس کی مثال یہ ہے، کہ جیسے کہ کافر مسلمانوں کے مال پر قبضہ کر لیں، مگر وہ مال ان (کافروں کے ملک یا علاقے) میں پہنچ گیا، تو ان کی ملکیت ہو گیا، اور اگر اس قبضہ کے بعد (بھی) ان کے خاص علاقے میں نہیں گیا، تو اس کو اصل مالک کی ملکیت سے نکل جاتا، تسلیم نہیں کیا جاتا، جیسا کہ فقہ کی تمام کتابوں میں یہ مسئلہ طے شدہ (واضح) ہے۔ ہدایہ میں کہا ہے:

اور جب (غیر مسلم) ہمارے مال پر، قابض ہو جائیں اور اس کو اپنے علاقہ میں بیجا نہیں، تو وہ اس کے مالک ہو جائیں گے۔

اسی [ہدایہ] میں یہ بھی ہے:

لیکن یہ قبضہ تسلیم نہیں ہوتا، جب تک وہ اس دولت کو اپنے علاقہ میں نہ بیجا نہیں، کیوں کہ قبضہ کا حاصل یہ ہے کہ اس چیز پر اس وقت بھی قبضہ ہو اور وہ قبضہ آئندہ بھی باقی رہ سکے، پس اسی طرح کوئی زمین یا علاقہ، مثلاً کافروں کے تسلط میں آ گیا، اگر ان کا یہ قبضہ اور تسلط ایسا مکمل ہو گیا، کہ وہ شہر یا علاقہ بلاد کفر میں مل گیا، اور یہ قبضہ اس زمین کے دارالحرب سے، علاقائی طور پر بھی ایک ہو گیا اور دارالکفر سے مل گیا اور دارالاسلام سے کٹ گیا، تو گویا یہ شہر غیر مسلموں کے ہاتھوں میں مکمل دب گیا، اور بے حیثیت ہو گیا، تو [یہ دارالحرب ہے]؟ ورنہ دارالاسلام باقی ہے۔

اگرچہ اس کا دارالاسلام ہونا کمزور درجہ کا ہے، لیکن الاسلام یعلو ولا یغلب علیہ (اسلام سر بلند رہتا ہے، پست اور کمزور نہیں ہوتا) کی ہدایت کے مطابق یہ دارالاسلام ہونا چاہئے، اس شرط کا حاصل بھی وہی اہل کفر کا غالب ہونا اور اہل اسلام کا مغلوب ہونا ہے، جو شروع میں بنیادی اصول اور کلیہ بیان کیا گیا ہے۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ وہ امان جو مسلمان حاکم نے، مسلمانوں کو ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے، اور غیر مسلم

رہا یا کوڑھتی کے معاملہ کی وجہ سے دینی فتنہ ہو جائے اس طرح ختم ہو جائے کہ کسی بھی شخص کا اپنے مال اور ذات کی حفاظت کا اطمینان باقی نہ رہے۔ یعنی جیسے کہ مسلمان حاکم کے امن دینے (اعلان کرنے) کی وجہ سے یہ محفوظ تھے کہ حاکم کے امن کی وجہ سے یہ خیال نہیں کہ کسی مسلمان یا دینی کی جان یا مال کو کوئی خطرہ ہوگا یہ خطرہ اس وقت ہو سکتا ہے جب مسلمان حاکم کو حکومت اور طلب حاصل نہ ہو جب یہ امن باقی نہ رہی کہ کوئی شخص بھی اس امن کی وجہ سے محفوظ نہ رہا یعنی یہ امن سب اوقات اور سب اثر ہوگی اور جو امن کہ غیر مسلموں نے دی ہے وہی امن یہ اطمینان کا ذریعہ ہے۔

پس ظاہر ہے کہ جب تک مسلم حاکم کے ذاتی وجہ سے تکلیف پہنچانے والے کوڑھ رہے گا تو مسلمانوں کے امن کا غلبہ اور اس کی شکست (کسی قدر باقی رہے گی اور جب یہ چیز ختم ہوگی بلکہ مسلمان حاکم کا دوا لاسی مکتور ہو جائے گا، پہلا (اسلامی) امن ختم ہو جائے گا۔

لہذا حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک جب کسی علاقہ میں کافروں کے علی الاعلان اندکامات جاری ہونے کے بعد یہ دونوں شرطیں پائی جائیں گی، کفر کا ہر پہلو سے غائب ہونا ثابت ہو جائے گا اور اسلام کا ہر پہلو سے غلبہ ہو جائے گا اس وقت آزادی میں سے کچھ باقی نہیں رہا لہذا اس علاقہ کے دارالحرب ہونے کا حکم ہو جائے گا۔

ظن دانش کو اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس بات کا دارالحرب قیرو غلبہ پر ہے اور نہیں ایسا کہ شروع میں اصل نگی میں واضح کر دیا ہے۔

اس تقریر کے بعد روایات فقہاء کو سننا چاہئے کہ ان میں سے بعض کے نقل کرنے سے اس بات کی تقریر کی سند حاصل ہو جائے گی اور بعض کے معلوم ہونے سے اس سلسلہ کی تمام روایتیں معلوم ہو جائیں گی۔

قبولی جائیگا یہ میں لکھا ہے کہ امام محمد نے روایات میں فرمایا ہے:

یا شبہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین شرطوں کے پائے جانے سے دارالاسلام دارالحرب ہو جاتا ہے۔

اول یہ ہے کہ عام طور سے (علی الاعلان) کفر کے اندکامات جاری ہو جائیں اور اس میں اسلام کے مطابق کوئی

قانون وضابطہ جاری نہ ہو اور کفری ٹول نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اس طرح دارالحرب سے ملتا ہو کہ ان دونوں کے بیچ میں، دارالاسلام میں سے کوئی سختی اور شرط

واقع نہ ہو۔

تیسرے یہ کہ اس علاقہ میں کوئی مسلمان اور دینی پہلے معاملہ اور معاملہ کے مطابق محفوظ رہا ہوں اور باہر اس

معاہدہ کے مطابق، جو (اس علاقہ پر) کافروں کے غلبہ سے پہلے، مسلمانوں کو مسلمان ہونے کی وجہ سے اور ذمیوں کو عہد و پیمان کی وجہ سے حاصل تھا۔ اب مسئلہ کی ترتیب تین طرح سے ہے:

الف: حربی ہمارے شہروں میں سے کسی شہر پر غالب آجائیں۔

ب: اہل شہر اپنے دین سے پھر جائیں، اور اس شہر میں اہل کفر غالب ہو جائیں، اور ان کے احکامات جاری ہو جائیں اور ان ہی کا غلبہ ہو جائے۔

ج: یا اہل ذمہ اپنے معاہدہ کو توڑ دیں، اور ہمارے شہروں پر غالب ہو جائیں۔

تو ان تمام صورتوں میں سے کسی ایک شکل، یا تمام (معاملات پائے جانے کے بعد بھی) یہ شہر دارالحرب نہیں ہوں گے، مگر تین شرائط کے ساتھ: امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے، کہ صرف ایک شرط کے ساتھ، اس کے علاوہ کوئی شرط نہیں ہے، وہ احکام کفر کا ظاہر وغالب [و نافیذ] ہونا ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں، اور یہی قیاس بھی ہے۔

جامع الرموز میں کہا ہے: اور اس (دارالاسلام) کا دارالحرب ہو جانا (امام ابو حنیفہؒ) کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ ہے۔

ایک کھل کر بر ملا احکامات کفر کا جاری ہونا، ایسا کہ حاکم کفر کی طرف رجوع کرنا ہو اور مسلمان قاضی سے کوئی معاملہ نہ ہو [جیسا کہ بحر الرائق میں ہے]۔

دوسرے: اس کا دارالحرب سے، اس طرح ملا ہوا ہونا، کہ ان دونوں دارالحرب اور دارالاسلام کے شہروں کے بیچ میں کوئی اور ایسا اسلامی شہر واقع نہ ہو، جو دارالاسلام کو دشمنوں کے حملے سے بچائے اور حفاظت کرے۔

جامع الرموز کی اس عبارت سے دو باتیں واضح ہوئیں:

﴿الف﴾ ایک تو یہ کہ اہل اسلام کا حکم جاری ہونے کا مطلب اظہار حکم اسلام ہے، غلبہ کے طور پر، نہ صرف جماعت اور جمعہ [وغیرہ] کی اجازت ہونا۔ کیوں کہ مصنف جامع الرموز کہتا ہے: کہ، غیر مسلموں کے احکامات کے مطابق فیصلے کئے جائیں اور مسلمان قاضیوں کی جانب رجوع نہ کیا جائے، یعنی مسلمان قاضیوں کی کچھ شوکت اور وقعت باقی نہ رہے، کہ ان سے رجوع کیا جائے۔ اور اسی طرح مسلمانوں کے لئے دارالحرب میں حکم جاری ہونے کا مطلب، ان کے حکم کا غلبہ ہونا مراد ہے، جیسا کہ ظاہر ہے۔ بہر حال حکم اسلام ظاہر ہونے اور حکم کفر ظاہر ہونے سے مراد قوت اور غلبہ ہے۔ نہ صرف [بعض معاملات کے] ادا کرنے کی اجازت، اور ان کے ظاہر کرنے کی گنجائش پر، یہ فیصلہ نہ ہوگا۔

﴿ب﴾ یہ کہ اتصال اور انقطاع کی شرط کا حاصل بھی، وہی قوت ہے کہ جس کی وجہ سے دارالحرب کے اتصال کی

صورت میں، عربوں سے مطلوب شہر کو دینے پہنچے۔ بخلاف دارالحرب سے اصرار کے (کہ اس وقت اس اسلام سے) مدعا پہنچنا ہو سکتا ہے، پس (گویا) کبھی قوت اسلام پائی ہے۔

حضرة الفاضلین میں ہے: دارالاسلام دارالحرب میں (تجدیل) نہ ہوگا مگر اس میں شرک کے حکام جاری ہونے کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ وہ (دارالاسلام) دارالحرب سے اس طرح مل جائے، کہ اس دارالاسلام اور دارالحرب کے بیچ میں مسلمانوں کا کوئی شہر واقع نہ ہو اور اس میں کوئی مسلمان ہندو یا مانا دل (یہ پہلے حاکم مسلم سے حاصل تھا) کے ذریعہ محفوظ اور پر امن نہ ہو۔ پس جب تک یہ شرائط نہ پائی جائیں اس وقت تک دارالاسلام دارالحرب میں (تجدیل) نہ ہوگا۔

اور ہمارے ان الفاظ لایضیٰ لہا مسلمہ اودعیٰ انما بالاعیان الاولیٰ کا مطلب یہ ہے، کہ اس حلقہ میں کوئی مسلمان اور عوامی مافیہ تک محفوظ نہ ہو مگر مشرکین کے دیئے ہوئے امن و امان کی بنیاد پر۔

اور بزرگ میں ہے سیدالہام (ؑ) نے فرمایا: وہ شہر اور علاقہ جو کافروں کے ہاتھوں میں ہے اس میں شک نہیں کہ وہ دارالاسلام ہے۔ کیوں کہ اس میں کافروں کے احکامات نافذ نہیں، بلکہ مسلمان قاضیوں کے احکامات پر عمل ہے۔

پس دیکھنا چاہئے کہ ان شہروں کے دارالاسلام ہونے کے ثبوت میں، یہ لائے ہیں: اصل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں ان قاضیوں کی ہدایات اور اسلام کے احکامات، اسی طرح نافذ ہیں، جس طرح شروع میں تھے۔ یہ نہیں کہا کہ وہاں نے دارالاسلام ہیں، کہ وہاں لوگ نماز پڑھتے ہیں اور جمعہ کی نماز (جماعت سے) ادا کرتے ہیں۔ کیوں کہ انہوں نے احکام سے شوکت و غلبہ حاصل ہے، نہ سرکاری ملازمین و حکام کی اجازت سے، نہ اس میں کوئی ممانعت۔

اور عقائد میں کیا ہے

مصریح المدادیہ میں مبسوط سے نقل کیا ہے کہ وہ شہر جو کافروں کے تسلط میں ہیں، وہ دارالاسلام ہیں، دارالحرب نہیں ہیں، کیوں کہ ان میں کلر کے احکامات نافذ نہیں ہوتے، بلکہ وہاں (بدستور) قاضی اور مسلمان حکام ہیں، لوگ اپنی ضرورتوں اور اس کے علاوہ معاملات میں بھی ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور وہ شہر جس میں عربوں کی طرف سے حاکم مقرر ہوں، وہاں حاکم مسلم کے لئے بعد و عیدین قائم کرنا اور اجراء و حد و قاضی کا تقرر جائز ہے۔ ان عربوں پر بھاری چڑنے کی وجہ سے۔ پس اگر حاکم غیر مسلم بھی ہوں تو مسلمانوں کے لئے بعد قائم کرنا جائز ہے اور قاضی مسلمانوں کے مقرر کرنے سے قاضی ہو جاتا ہے، اور مسلمانوں کے لئے واجب ہے، کہ وہ مسلم حاکم کے لئے کوشش کریں۔

اور اسی (درمختار) میں ہے۔ میں کہتا ہوں، اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ملک شام میں، جبل تیمم اللہ اور اس سے ملحق بعض علاقے، سب بلا واسلام ہیں، کیوں کہ اگرچہ ان شہروں کے حاکم دروز اور نصاریٰ ہوتے ہیں، اور ان کے فیصلے اپنے مذہب کے مطابق ہوتے ہیں، اور ان میں سے کچھ علی الاعلان اسلام کو برا بھلا کہتے ہیں، لیکن وہ (عموماً مجموعی طور پر) ہمارے حکام کی ماتحتی میں ہیں، اور اسلامی شہرانہ کی بستیوں کا، ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہیں، اور مسلم حکام جب ان کے متعلق، اپنے احکامات نافذ کرنا چاہیں، کر سکتے ہیں۔

ان دونوں روایتوں سے واضح ہے، کہ کسی علاقہ پر کافروں کے غلبہ کے بعد، اس کا دارالاسلام کی حیثیت سے باقی رہنا وہاں مسلمان حکام کی قوت و شوکت کا باقی رہنا، اور اسلامی قوانین اور احکامات کا غلبہ اور قوت کے ساتھ نافذ ہونا، مراد ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر دارحرب میں، اسلامی احکام اگر قوت (وطاقت) سے جاری ہوں، تو یہ اس کے دارحرب ہونے کو ختم کرنے والا ہوگا، صرف ان غیر مسلموں کے مخالف اسلام، حاکم کی اجازت اور خوشنودی سے، شعائر اسلام کے ادا کرنے کی اجازت سے، دارالاسلام نہ ہوگا۔

حاصل یہ کہ مقصد ان شروط مذکورہ بالا سے، امام صاحب کے نزدیک اور شرط واحد اجراء حکم اسلام سے، صاحبین کے نزدیک وہی اہل اسلام کا غلبہ اور قوت و شوکت ہے، اگرچہ یہ قوت و شوکت جزوی طور پر ہو۔ کوئی فقیہ نہیں فرماتے کہ کافروں کے ملک میں، اگر کوئی شخص ان (کافروں) کی صراحتہ یا دلالتہ اجازت سے، شعائر اسلام ظاہر کرتا ہے، [ان پر عمل کرتا ہے] تو اس سے وہ ملک دارالاسلام ہو جاتا ہے، ہرگز نہیں! اس لئے یہ بات فقہ و فتنہ سے دور ہے۔

جب یہ مسئلہ واضح ہو گیا، اب ہندوستان کے حال پر غور فرمائیں، کہ یہاں کافروں اور عیسائیوں کے احکامات کس قوت اور غلبہ کے ساتھ ہیں! اگر کوئی کلکٹر بھی حکم دیدے، کہ مسجدوں میں جماعت کی نماز ادا نہ کریں، کوئی شخص غریب امیر اس کی ہمت نہیں رکھتا، کہ نماز ادا کر سکے۔ اور یہ جمعہ اور عیدین کی نمازوں کا ادا ہونا اور فقہی طور پر، ان کی ادائیگی کا حکم ہو جانا، صرف ان (انگریزوں وغیرہ) کے قانون کی وجہ سے ہے، کہ انہوں نے رعایا کے لئے یہ حکم جاری کر رکھا ہے، کہ ہر شخص اپنے دین کے مطابق عمل کرے، سرکار کو اس سے کچھ لینا دینا نہیں، اور سلاطین اسلام کا دیا ہو، جو امن تھا، اس کا ثواب نام و نشان بھی باقی نہیں۔ کون عقل مند اس کو ماننا ہوگا کہ وہ امن (اور اجازت) جو شاہ عالم نے دیا تھا، ہم اب بھی اس معاہدہ امن کے تحت آرام سے بیٹھے ہیں، بلکہ یہ (ایک) نیا ضابطہ امن ہے، جو کافروں سے حاصل ہوا ہے، اور اسی امن (و انتظام) کے تحت، تمام قومیں ہندوستان میں قیام پذیر ہیں۔

جہاں تک (ایسے علاقے کا) دارالاسلام سے ملے ہوئے ہونے کا تعلق ہے، تو یہ ملکوں اور بڑے علاقوں میں شرط نہیں،

بلکہ چھوٹی بستیوں اور شہروں کے لئے یہ شرط کی گئی ہے۔ اور مدد ملنے سے سہولت سے مدد مانا مراد ہے، اور کون کہہ سکتا ہے کہ اگر کابل کے حکمران کی یا خلیفہ مسلمین [ترکی] کی مدد آجائے، تو مسلمان کافروں کو ہند سے نکال دیں گے، ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کا نکال دینا بہت دشوار ہے، مستقل جہاد و جنگ، اور بہت سامان (وائنظامات) کو چاہتا ہے۔ بہر حال کافروں کا ہندوستان پر تسلط اس درجہ کا ہے کہ، کسی وقت بھی کافروں کو دارحرب پر، اس سے زیادہ تسلط (اور قبضہ) نہیں ہوا [جیسا یہاں ہے] اور یہاں مراسم اسلام کا ادا کرنا، صرف ان کی اجازت سے ہے، اور (ہندوستان میں) مسلمانوں سے زیادہ کمزور بے بس، ان کی رعایا میں کوئی نہیں ہے، کہ ہندوؤں کو بھی کسی قدر اعتبار حاصل ہے، مگر مسلمانوں کی کچھ وقعت نہیں ہے، ہاں البتہ ٹونک، رامپور اور بھوپال وغیرہ میں، کہ وہاں کے حاکم [نواب] کافروں کے احکامات سے دبے ہوئے ہونے کے باوجود، اپنے احکامات جاری رکھتے ہیں۔ اس لئے ان ریاستوں اور مقامات کو، دارالاسلام کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ رشتہ دار وغیرہ کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔

اب بعد سلام مسنون! یہ ہے کہ، اگر اس تحریر سے آپ کو اطمینان حاصل ہو جائے، تو مراد حاصل ہے، ورنہ بندہ کو معذور سمجھیں۔ چوں کہ میں لمبی تحریر سے معذور ہوں، (اس لئے) اسی مسودہ کو (آپ کے پاس) بھیجتا ہوں، امید کہ نقل کے بعد اس کو (واپس) بھیج دیں گے، کیوں کہ بعض لوگ یہاں بھی اس کی نقل کا ارادہ رکھتے ہیں۔

فقط والسلام

۷ شوال ۱۳۱۰ھ (۲۳ اپریل ۱۸۹۳ء)

toobaa-elibrary.blogspot.com

بارہواں باب

کتاب العلم والتحقیق

تجوید و قرأت اور متعلقات قرآن کریم

(۸۶۶) رِزْقُهَا اللّٰهُ مِدَّہ، یا نہیں؟ (۱) رِزْقُهَا کے بعد جو حمزہ اللّٰہ کا واقع ہے، تو قاعدہ مد

کا یہاں موجود ہے، مگر بسبب وقف کے مد نہیں لکھتے۔ سو اگر یہاں وقف نہ کرے تو مد ہونا چاہئے، ورنہ نہیں۔ شاید اس ہی وجہ سے مد کا لکھنا بعض مصاحف میں ہوا ہے، ورنہ یہاں کسی مصحف میں بندہ نے نہیں دیکھا۔ فقط

(مکتوب ۳۲، بنام مولانا خلیل احمد صاحب قلمی)

(۸۶۷) لا یلف میں لام کے بعد الف کیوں نہیں لکھا گیا؟ سوال: لا یلف میں جو سورہ

قریش میں دو آیت ہیں، اس لفظ میں لام کے بعد الف کیوں نہیں لکھا جاتا، اکرام و ایمان وغیرہ میں جب الف لکھا گیا، تو ایلف میں کھڑی زیر پر کیوں اکتفاء کیا؟

جواب: قرآن کی رسم خط موافق قاعدہ مقرر کے نہیں ہے، لہذا مصحف عثمانی میں جس طرح مرقوم ہے، اس طرح لکھا جاتا ہے، اور اس کے خلاف کو مکروہ [کہا گیا ہے] پس تمام قرآن شریف کے رسم خط کو ایسا ہی سمجھنا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (مجموعہ فرغ آباد ص ۵۰)

(۸۶۸) سورہ کہف میں شئیء شایء کیوں لکھا جاتا ہے؟ سوال: لفظ شئیء تمام

قرآن میں بیائے تختانی موجود ہے، سورہ کہف کے چوتھے رکوع کے اول [وَلَا تَقُولُنَّ لِّشَیْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ] میں بجائے یائے تختانی کے، چند مصاحف میں الف لکھا گیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اس کی وجہ بھی اوپر معلوم ہو چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرغ آباد ص ۵۰)

(۱) سورة العنکبوت آیت ۲۰: ہے "وَمَا یَسْمَعُ مِنْ دَابَّةٍ لَّا یَحْمِلُ رِزْقُهَا اللّٰهُ بِرِزْقِهَا وَاِیَّاکُمْ وَهُوَ السَّمِیعُ الْعَلِیْمُ" اگر (رزقها) پر وقف کیا جائے اور اللہ سے الگ پڑھا جائے تو مد نہیں ہوگا، ورنہ ہوگا۔

(پان پدی)

(۸۶۹) سورہ فتح کے پہلے رکوع میں عَلَیْہِ پُرپیش کیوں ہے؟ مسئلہ: یہ کہ سورہ فتح کے

پہلے رکوع کے آخر میں، عَلَیْہِ (۱) کے ہائے ضمیر کو پیش کس واسطے پڑھا جاتا ہے، حالانکہ اور سب مثالوں میں زیر موجود ہے۔

جواب: یہ قرأت اور وَمَا أَنشَأْنِي إِلَّا الشَّيْطَانُ الْخ کی قرأت حفص کی ہے قراء کے قاعدے میں کسی کو دخل

نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۲)

(۸۷۰) ضاد کا صحیح مخرج اور تلفظ کیا ہے؟ سوال: ضاد مجملہ مشتبہ الصوت خاء مجملہ ہے، یا

دال مجملہ، صحیح تلفظ کیا ہے؟

جواب ہر دو مسائل (۳) کا مدلل بدلائل شرعیہ ایسا ارقام فرمایا جائے، تاکہ کسی کو جائے اعتراض معقول باقی نہ

رہے۔ بینوا تو جروا۔

جواب: ضاد مجملہ نہ دال پڑ ہے اور نہ ظا ہے، بلکہ جدا حرف ہے، کہ سننے [سمجھنے] سے آتا ہے۔ پس جو لوگ اس

کو ظا پڑھتے ہیں غلط کرتے ہیں، اور جو دال پڑھتے ہیں وہ بھی اس لفظ کے ادا کرنے میں خطا کرتے ہیں، مگر بہر حال حرف

بنسبت دال کے ظا سے قریب ہے۔ پس جو شخص استادوں [کذا] قرأت سے درست کر لیوے، بہتر ہے، اور نہ اس طرح

پڑھے کہ ظا نہ ہو جائے، اور دال بھی نہ ہو، سننے والا جان لیوے کہ ضاد پڑھتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ کلام ص ۱۹۷-۱۹۸)

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

[نوٹ: ایک ضروری مسئلہ: ض، و، ظ۔ ہر سہ حروف جدا گانہ ہیں، پس؟ ضمیر دوم میں ملاحظہ ہو۔ نور]

(۸۷۱) تحقیق قرأت ضاد: سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارے میں: کہ دو

شخص عامی ہیں، ایک حرف (ض) کو (ظ) پڑھتا ہے اور ایک (د) منظم پڑھتا ہے، اور جو بجائے ضاد، ظا، پڑھتا ہے، یہ کہتا

ہے کہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ [نے] کیمیائے سعادت کی چوتھی فصل میں لکھا ہے:

ترجمہ: ضاد اور ظا کے درمیان فرق ظاہر کرے،

کہ فرق میان ض و ظ بجا آورد، اگر نتواند، روا

اگر نہ کرے تب بھی جائز ہوگا۔ (ت نور)

باشد (۴)

(۱) وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَيَسُئِرْهُ أُخْرًا عَظِيمَةً (الفتح: ۱۰)

(۲) ”ہو“ اور ”ہ“ ایک ضمیر ہیں اور ضمہ پڑتی ہیں، کیونکہ تمام ضمیریں مثنیٰ ہیں، مگر ”ہ“ سے پہلے زیر آئے جیسے۔ یا ساکن آئے تو وہ زیر آتا ہے، مگر اس قاعدہ

سے یہ دو آیتیں مستثنیٰ ہیں، ایک علیہ اللہ دوسری انسانیہ۔ ان دونوں جگہوں میں حفص کی قرأت میں واصل اعراب ہے۔ دونوں صورتوں میں و سے پہلے

ساکن ہے، پھر پہلی صورت میں ی سے پہلے زیر ہے اور دوسری صورت میں ی سے پہلے زیر ہے۔

(۳) میں دو مسئلے مذکور تھے، یہاں ایک مسئلہ سوال میں سے لیا گیا ہے۔ دوسرا مسئلہ اپنے موقع پر علیحدہ آئے گا۔ (نور)

(۴) کیمیائے سعادت ص ۵۷ فصل چہارم در نماز (مطبع احمدی دہلی ۱۳۶۹ھ)

اور تفسیر کبیر میں ہے:

فبت بما ذکرنا ان المشابهة بين الصاد والطاء شديدة وأن التمييز عسر، وإذا ثبت هذا فنقول لو كان هذا الفرق معترا لوقع السؤال عنه في زمان رسول الله ﷺ وفي أزمنة الصحابة، لاسيما عند دخول العجم في الإسلام، فلما لم ينقل وقوع السؤال عن هذه المسئلة البتة، علمنا أن التمييز بين هذين الحرفين ليس في محل التكليف انتهى بلفظه (۱)

ترجمہ: جو ہم نے ذکر کیا اس سے ثابت ہو گیا، کہ ضاد اور طا میں بہت زیادہ مشابہت ہے اور دونوں کا یا ہی امتیاز دشوار ہے، اور جب یہ ثابت ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ فرق معتبر (اور لائق توجہ) ہوتا، تو اس کے متعلق عہد نبوی میں سوال کیا جاتا، خصوصاً عجمیوں کے اسلام میں داخل ہونے کے وقت۔ پس جب ان کا اس قسم کا کوئی سوال نقل نہیں، اس سے صاف معلوم ہوا کہ ان دونوں حروف میں فرق اور تمیز کرنے کا مکلف نہیں بنایا گیا۔ (ت۔ نور)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عامی کے واسطے ضاد کو یمن ظا کر دینے کی اجازت ہے، جب نکال نہ سکے اور فرق نہ کر سکے، اور دال مٹمہ والا، کوئی دلیل بجز رواج عام کے نہیں دے سکتا، کہ جو اکثر جہلا میں واقع ہے۔ اور ظا والا کہتا ہے کہ دال مٹمہ والے کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، کیونکہ جب اس حرف کا کہ ضاد ہے [اشتباہ ظا کے ساتھ ثابت ہوا، جیسا کہ درمختار میں مفسدات الصلوٰۃ میں ہے:

الا ما يشق تمييزه كما الصاد والطاء فاکثرهم لم يفسدها الخ (۲)

ترجمہ: مگر وہ جن کی پہچان اور (ان میں یا ہم) امتیاز مشکل ہو، جیسے ضاد کی ظا کے ساتھ، تو اکثر علماء کی رائے میں اس سے نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت۔ نور)

اور عالمگیری میں زلۃ القاری میں ہے:

وان كان لا يمكن الفصل بين الحرفين الا بمشقة كالطاء مع الصاد والصاد مع السين (۳)

ترجمہ: اور اگر دونوں حروف میں فرق ممکن نہ ہو مگر مشقت سے، جیسے ظا کا ضاد سے اور صاد کا سین سے۔ (ت۔ نور)

(۱) تفسیر کبیر ص ۶۳ ج ۱ مقدمہ سورہ فاتحہ (طبع ثالث، ادار احیاء التراث العربی، بیروت) پیش نظر قلمی نسخہ اور مطبوعہ میں چند الفاظ کا فرق تھا، جس کو مطبوعہ کے مطابق کر دیا ہے۔ [نور]

(۲) درمختار ج ۱ ص ۹۱ [طبع مطبع کتبہائی ۱۳۳۱ھ] نیز الدرر الباشی ص ۶۳۳ ج ۱ مطلب مسائل ذلۃ الفسادی [ادار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ] نیز الدرر الباشی مطلب مسائل ذلۃ القاری ج ۱ ص ۴۳۵ [طبع کتبہائی دہلی ۱۴۰۱ھ] [نور]

(۳) عالمگیری ص ۱۹۰ ج ۱ باب ذلۃ القاری (مطبوعہ مکتبہ دار الفکر ۱۳۵۹ھ) نیز عالمگیری ص ۹۰ ج ۱ الفصل الخامس فی ذلۃ القاری (کتب خانہ نورانی، پشاور)

[نور]

ملفوظات امین خاں کاشانی کا ترجمہ

اور اسی طرح کی عبارت فتح القدیر وغیرہ (من کتب الفقہ) میں واقع ہے، تو ان سے معلوم ہوا کہ ضاد اور ظ میں بہت مشابہت ہے، اسی واسطے ان دونوں میں فرق کرنے میں بہت مشقت ہے، ورنہ اگر دال منجمہ کہا جائے، تو فرق میں کیا مشقت ہے، بلکہ بہت سہل ہے، جیسے ج اور ص میں سہل ہے اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر فتح العزیز کی جلد اخیر میں لکھا ہے:

قراء این دیار چنین خوانند، کہ نہ بجائے ض، غض اس علاقہ کے قاری اس طرح پڑھتے ہیں، کہ نہ ضاد کی معلوم می شود و نہ بجائے ظ، غظ۔ انتہی بحاصلہ (۱)

جگہ ضاد معلوم ہوتا ہے، نہ ظ کی جگہ ظ۔ (ت۔ ن)

اور مفتی عنایت احمد صاحب نے ”البيان الجزيل“ (۲) میں لکھا ہے، کہ ایک بلائے عظیم اس زمانے میں پھیلی ہے کہ ضاد کو دال منجمہ پڑھتے ہیں، اور مولوی محمد یعقوب صاحب ابن مولوی مملوک علی صاحب نے فتویٰ دیا، اس پر کہ یہ حرف مشابہ ساتھ ظ کے ہے، نہ دال کے، تو جب اس حرف کا کمال اشتباہ ظ کے ساتھ ثابت ہوا، اور عامی کے واسطے شارع کی جانب سے اجازت و رخصت بوقت عجز کے، اداء اصل سے ظ پڑھنے کی ثابت ہوئی، جیسا کہ تفسیر کبیر سے معلوم ہوا، تو جو کوئی قصد غلط پڑھے گا، اس کی نماز نہ ہوگی! تو فرمائیے کہ حق پر کون ہے؟

جواب : مکرما! اس فضول بحث میں بندہ پڑنا نہیں چاہتا، مگر آپ کا اصرار ہوا، تو اپنا عندیہ ظاہر کرتا ہوں، کہ ضاد کو اپنے مخرج کے ساتھ ادا نہ کرنے سے خراب ہونے والے دو فریق ہیں ایک وہ جو بجائے ضاد کے ظ پڑھتے ہیں، تو یہ صاف ظاہر اور مسلم آپ کا ہے، کہ تبدیل حرف بجائے حرف اس میں ہوتی ہے، پس اگر یہ امر معذور سے بلا اختیار ہوتا ہے، کہ ارادہ ضاد کا اپنے مخرج سے کرتا ہے، مگر ادا نہیں ہو سکتا، تو تا تعلیم معذور ہے، اس میں بحث نہیں۔ اور جو عمد الیسا کرتا ہے تو لاریب! تحریف و تبدیل کلام اللہ کی ہے، کیونکہ ضل کے معنی مبائن غل کے ہیں، اور ظفر کے معنی مخالف ضفر ا ض ف۔ ا کے پس اگر تبدیل معنی سے تحریف نہ ہووے گی، تو کیا ہووے گی؟ پس نہ معلوم کہ کس طرح کوئی مجوز اس کا ہووے گا، تو لازم ہے کہ نماز فاسد ہووے۔

دوسرا فریق جو ضاد کو دال پڑھتا ہے، تو واضح ہے کلام عرب میں، دال منجم کوئی حرف نہیں، اور حرف، بجا آتیس میں، کوئی حرف دال پر نہیں، اور نہ دال پر خود حرف دال ہے، کیونکہ دال سے یہ دال پر جدا لگانہ ہر طرح سے ہے، پس دال پر محض تعبیر ہے، اس ضاد سے کہ کنارہ زبان کا اضر اس سے نہ ملا، اس کے ادا میں اور زبان اطباق میں، تا لو کے ساتھ شدت لگ گئی، پس یہ فی الحقیقت دال

(۱) تفسیر عزیزی پارہ ۴۴ تحت قولہ تعالیٰ وما ہو علی الغیب بضمن (سورۃ التکویر آیت ۲۴) (مطبع محمدی لاہور ۱۲۹۳ھ) [نور]

(۲) مولانا مفتی عنایت احمد صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

”ایک بلائے عام اس زمانہ میں یہ ہو گئی ہے کہ ضاد کو بصورت دال کے پڑھتے ہیں، مشتبہ اصوات دال کا اسے گردیا ہے کہ دال نہیں، وہ پر ہے۔ سو یہ بات جملہ کتب قرأت اور تفسیر فقہ کے خلاف ہے۔ سب کتابوں میں ض کا مشتبہ اصوات ہوتا ظ سے ثابت ہوتا ہے، نہ دال سے۔

البيان الجزيل و مقصود القاری وغیرہ (چهار مسائل قرأت) ص ۵۰۳ (مطبع بہار کشمیر، لاہور ۱۲۹۹ھ) نیز شامل بست رسالہ قرأت ص ۳۰۳ (مطبع قیومی کان پور ۱۳۱۵ھ)

نہیں، بلکہ ضاد ہے، کہ نقصان کے ساتھ ناقص خارج سے نکلی ہے، ہوسا دی ہوا۔ اور دال پُر محض تعبیر یہ بیان ہے، کیونکہ دال پُر کوئی حرف نہیں، کہ تبدیل حرف و تحریف کلمہ کا اطلاق درست ہووے، یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی ظا کو ذال پُر کہے بلا تفاوت، کیونکہ نہ دال پُر کوئی حرف ہے نہ ذال پُر محض تعبیر ہے۔ لہذا دال پُر پڑھنے [سے] ہرگز تحریف کلام اللہ کی نہیں ہوئی، البتہ نقصان ادا ہوا ہے، سو جان کر ایسا پڑھنا بے شک نازیبا ہے، کہ نقصان ادا و خراب ہے، مگر یہ نہیں کہ تحریف ہو اور نماز کا فساد ہو، اور تغیر معنی کا پیدا ہو کر خرابی لاوے، جیسا کہ ضاد کو ظا پڑھنے میں یہ خرابی آتی ہے۔

کیونکہ ضل کے ظل پڑھنے میں، ہر متکلم و سامع جانتا ہے کہ کلام بدل گئے، معنی بدل کر کلام خراب ہو گیا اور ضل کو دل پڑھنے میں بھی ایسا ہی حکم ہے، مگر ضل کو بے دال پڑھنے میں ہر سامع جانتا ہے کہ متکلم نے ضل ہی کہا ہے مگر نقصان ادا ہوا ہے، تو کس طرح فساد معنی ہوا، اور کیوں کر نماز فاسد ہوئی، اور نقصان ادا سے بھی نماز جاوے، تو تمام حروف میں یہی حال ہوگا اور سوائے کمال تجوید کے کسی کی نماز نہ ہووے گی، حسب تحریر آپ کے۔ کہیں غمی کو ایسا حکم شرع میں نہیں دیا گیا، پس کمال ادا اور سب کا دشوار، اور نفس ادا کہ جس سے اشتراک حرفین کا رفع ہو جاوے، کہ فلاں [لفظ] کہا ہے، ضروری ہے، سو یہ ضاد کو دال پُر پڑھنے میں موجود ہے اور ہرگز تبدیل حرف نہیں ہوئی، کیونکہ دال پُر کوئی حرف ہی نہیں، اور ظا پڑھنے میں ہرگز یہ امر نہیں، کیوں کہ تبدیل حرف ہے اور ضاد و ظا مشترک ہو کر تغیر معنی اور اشتباہ معنی دیتا ہے۔ ہر گاہ کہ انعام کو ظا کی اجازت ہے ہر علم سائل، تو دال پُر کی بطریق اولیٰ اجازت ہوئی، کیونکہ تبدیل سے نقصان ادا سہل ہے، جیسے تمام حروف میں ایسا ہی ہے۔ پس یہ رائے بندہ ہے، غالباً اگر بغور و انصاف کوئی دیکھے تو قبول فرماوے، اور جو خدشات اس میں پیدا ہوتے ہیں، وہ اس ہی مجمل کے غور سے رفع کر سکتا ہے۔

اب سائل کے استدلالات کا جواب ضرور (ی) نہیں، مگر تھوڑا سا اشارنا لکھتا ہوں، کہ فرصت تطویل نہیں، اور شعب میں مفید نہیں، انصاف میں حاجت نہیں۔

کیسے عبادت میں فرق ضاد و ظا کو کہتے ہیں اور عاجز کو معاف کرتے ہیں، یہ درست ہے، کہ گو تخرج ضاد و ظا کا جدا ہے مگر اشتراک صفات سے تمیز دشوار ہے، معذور کو معذور لکھا، دال پُر بھی اول تو سہل نہیں، عوام سے ادا کر کے دیکھنا چاہئے، پھر اسکی تصریح نہ کرنے سے کہ دال پُر کا کیا حال ہے، نفی جواز صلوات در صورت دال پُر لازم نہیں آتی۔ اور وجہ نہ ذکر کرنے کی یہ ہے کہ دال سے اس کو بے شک ہر طرح تعد ہے تخرج میں بھی، صفات میں بھی، اس واسطے دال پُر پڑھنے کا اس وقت حدود نہ تھا اور یہ نقصان انکے ذہن میں نہ آیا تھا، بسبب عدم وقوع کے۔ سو یہ بھی مسلم ہے کہ دال سے ضاد کو بعد ہے اور ظا سے بسبب اتحاد اکثر صفات کے قرب ہے، مگر نفی دال پُر کی ہونے کے بسبب، بسبب نقصان ادا کے لازم نہیں آتی۔

نہیں، پھر کہا کہ وفی القواء یری بالتحتانیۃ اور اس قرأت پر اگر فاعل ضمیر سامع کی ہو، تو بھی رویت بصری ہے اور سب معنی مثل سابق کے ہوں گے، اور جو الذین ظلموا کو فاعل بناویں، تو اب رویت علمی کہتا ہے، اگر جانتے، ظالموں اور اَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ کو قائم مقام و مفعول کا اور اذیرون العذاب کو ظرف مثل سابق کے، بمعنی رویت بصری۔ پس معنی یہ ہوئے اگر جانتے ظالمین، کہ قوت سب حق تعالیٰ کو ہے، وقت دیکھنے عذاب کے اور جواب محذوف۔ پس اذیرون العذاب کا ظرف ہونا دشوار ہے اور یہی اس میں اشکال ہے۔

سو اگر اذیرون العذاب کو مبدل منہ اور ان القوة کو اس کا بدل کر دیا جاوے، تو معنی درست ہو جاتے ہیں، اس طرح اگر جانتے ظالم وقت دیکھنے عذاب کو، اس کو کہ قوت سب حق تعالیٰ کو ہے اور اس کا عذاب شدید ہے، تو اور لسو کا جواب محذوف ہے، اب کچھ حد نہیں اور دوسری توجیہ بھی ممکن ہے، نہیم کو یہی کافی ہے۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۷۹-۱۸۰)

(۸۷۴) ذَلِك تَلْوَهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ اِذَا رَحَلَ نَطْلُوهُ كِي ضَمِيرٍ سے واقع ہوگا، تو عامل ذلک پر گز نہیں ہو سکتا، لہذا بالضرور یہاں عبارت حذف ہو کر رہی، اور غلطی کا تب ہوئی۔ سو اس طرح عبارت ہے

من الآيات حال اور نطلوه حال وعامله مافی ذلک من معنى الإشارة، الخ (۱)

(۸۷۵) عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ مِثْلَيْنِ مَفْرُودَيْنِ شَائِلٍ جَمْعُ كَيْفٍ هِيَ؟ اور آیت ینفئو!

الخ میں وجہ جمع شائل و افراد یمین کی، تفسیر کبیر میں مذکور ہیں (۲) کہیں سے طلب کر کے دیکھ لیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ یمین جانب مشرق کو قرار دیا ہے، سو مخرج قیل واحد ہے اور پھر مغرب کی طرف جانے میں، بدلتا چلا جاتا ہے، لہذا شائل کو جمع فرمایا ہے۔

اور پوری تقریر آیت شہادۃ بینکم (۳) کی لکھ نہیں سکتا ہوں، اور حق یہ ہے کہ یہ بھی جو لکھا ہے خوب بسط اس کی زبانی ہو سکتی ہے تحریر میں بسبب عدم فرصت نہایت قاصر ہوں، لکھنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ فقط والسلام اور سب احباب کو سلام مسنون فرما دیوں۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۸۰)

(۱) (آل عمران- ۵۸) الْعَالَمِينَ ص ۵۲

(۲) ینفئو، ظلال عن الیمین والشمال للہ وھم دعوون (آل- ۲۸) تفسیر کبیر ص ۲۳۲ ج ۳۶ ص ۲۰۰ (نکس طبع قدیم۔ دار احیاء

الترت العربی ج ۱ ص ۱۰)

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهِادَةُ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ (البقرہ- ۱۰۶)

[نور]

(۸۷۶) بسم اللہ قرآن کریم کا جز ہے، یا نہیں؟ سوال: بسم اللہ الرحمن الرحیم جو ہے چھٹی

جیسے دو سو قوں کے درمیان میں آجہ کے بعد وہ دونوں سو قوں چھٹی ہیں قرآن میں یا قرآن میں جہاں ہے یا نہیں جہاں کو کثیر الامانی میں ہے کہ بسم اللہ جز قرآن نہیں ہے بلکہ اسے فرق کرنے دو سو قوں کے ہے جب قرآن وادو جز صحتی جائز نہ ہو اور سنا گیا ہے کہ پانی پت اور کتاں وغیرہ میں بسم اللہ جو ہے پڑھتے ہیں۔

جواب: بسم اللہ کے جز قرآن ہونے میں اتفاق متفق و متنافی کا ہے البتہ جز صحت ہونے میں خلاف ہے، متفقہ جز و صورت نہیں کہتے، جس متفقہ اس واسطے اس کا جز نہیں کرتے۔ اگر کوئی غلطی یہ تھوڑا، امام مام قرآن کی کج کے پڑھے تو ہو سکتا ہے، صورت اصل مذہب متفقہ میں پڑھنا صحت نہیں ہے۔ اہل پانی پت بعد قرآن امام مام پڑھتے ہیں۔
فقہ اللہ تعالیٰ اعظم

(۸۷۷) سورہ ملک کا توریت میں نازل ہونا کی حدیث میں ہے؟ سوال: سورہ ملک کا

توریت میں نازل ہونا حدیث میں کن کن الفاظ سے منقول ہے اور حدیث کی کتاب میں ہے؟

جواب: بخیر کیا نہیں ہے۔ (۱) فقہ اللہ تعالیٰ اعظم

(۸۷۸) آیت شریفہ یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ کا کیا مطلب ہے؟ سوال: قرآن

شریفہ میں آیت: یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وقَدْ خُوِّنَ لَی السَّخِرَۃُ (۲) اس کا کیا مطلب ہے، عمر پڑنی کی عمر ہے؟

جواب: ساق کا لفظ متکلمات میں سے ہے، کہ اس پر ایمان لانا چاہئے اور کیفیت کو علم حق تعالیٰ پر

(۸۷۹) اِنْ تَبْغِضْ الظَّنَّ اِنَّهُ یَبْغِضُ اِلَیْكَ میں بعض کی قید کیوں لگائی ہے؟ سوال: سورہ غرات

میں جو آیت: نَبَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَحْسِنُوْا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَی یُبْغِضُ اِلَیْكَ (۳) ہے، دو گمان بد تو سارے ہی

بر سے ہوتے ہیں، بعض گمان بد سے کیا مراد ہے؟

(۱) سورہ ملک کا آیت میں ہے: اَحْسِنُوْا اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَی یُبْغِضُ اِلَیْكَ (۳) ہے، دو گمان بد تو سارے ہی

(۲) سورہ غرات میں ہے: اِنْ تَبْغِضْ الظَّنَّ اِنَّهُ یَبْغِضُ اِلَیْكَ (۳) ہے، دو گمان بد تو سارے ہی

(۳) سورہ غرات میں ہے: اِنْ تَبْغِضْ الظَّنَّ اِنَّهُ یَبْغِضُ اِلَیْكَ (۳) ہے، دو گمان بد تو سارے ہی

جواب : اگر کوئی دیکھ میں بیٹھا ہو تو زنا کا گمان کرنے والا گنہگار نہیں، کہ دلیل بدکاری اس پر موجود ہے۔ گمان بدوہ برا ہے کہ وہم سے اختراع کرے، ورنہ ظاہر خراب پر گمان ہوتا ہی ہے، کہ ظاہر برائی ہے، ایسا گمان اثم نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۴۰)

(۸۸۰) وَحَمْلُهُ وَفَصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا کا کیا مطلب ہے؟ سوال : سورہ احقاف میں

آیت **حَمْلُهُ وَفَصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا** (۱) کا کیا مطلب ہے، آیا تیس مہینے حمل کے، دودھ چھڑانے کے ہیں، یا علاوہ حمل کے۔

جواب : اس آیت میں چھ ماہ اوئی مدت حمل کی ہے اور دو سال مدت رضاعت کی، اور یہی رائے مفتی بہ ہے۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۱)

(۸۸۱) حمای مسنون میں عناصر اربعہ کیسے پیدا ہو گئے؟ سوال : انسان حمای مسنون

سے بنا ہے (۲) تو پھر چار عنصر کہاں سے اور کیوں کر، ہو گئے ہیں؟

جواب : حمای سے بننے کے یہ معنی ہیں کہ یہ جزو اعظم ہے اور اول جز ہے حمای بدون پانی کے نہیں ہوتا، دو یہ ہوئے اور دو بعد ضمیر کے باذن تعالیٰ پیدا ہوئے، چار رکھ ہو گئے۔ (اور) اگر کوئی کہے کہ یہ زانی و زانیہ (۳) کی ہے تو یہ معنی نہیں ہوئے، کہ اس میں گوشت روئی اور دھاسے نہیں۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۵۶)

(۸۸۲) ہاروت و ماروت کا قصہ کس حد تک صحیح ہے؟ سوال : قصہ ہاروت و ماروت کے عاشق

ہونے اور چاہ بائبل میں معذب ہونے کا سنا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عزیزی میں لکھا ہے، کہ صحیح ہے۔ آنجناب کے نزدیک بھی صحیح ہے، یا نہیں؟

جواب : جس قدر شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۴) نے لکھا ہے کہ وہ صحیح ہے اور جس قدر لوگوں نے بڑھایا ہے وہ غلط ہے، مگر بعض مفسرین نے مثلاً بیضاوی نے مطلقاً اس قصہ کا انکار کیا ہے، (۵) اس کو شاہ عبدالعزیز و دیگر بعض محققین نے رد کیا ہے۔ (۶) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص، ص ۵۶)

(۱) ترجمہ اور مثل میں رہتا اس کا اور دودھ چھڑانے میں مہینہ نہیں ہے (الحقاف - ۱۵ ترجمہ شیخ ابیہند)

(۲) وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَلٍ مُسْنُونٍ (نجر - ۲۶)

(۳) ایک معمولی قسم کا سوئی کپڑا اور اگر کتا بھی لفظ زانیہ سے گرد و گیس زبان زہرا سے۔

(نور)

(۴) تفسیر عزیزی تحت آیت ما تقول علی المملکین بامال ہاروت و ماروت سورہ بقرہ ص ۲۵۸ سے ۲۶۳ تک۔ ۱۲۲۶ طبع محمدیہ۔ (نور)

(۵) تفسیر بیضاوی و ماروی انہا متلا بشرین و رکبا فیہما الشہوۃ فعرضا لامرأۃ یقال لہا الزہرۃ فحمینہما علی المعاصی والشرک ثم صعدت السماء بما تعلمت منہما فمحکمی عن الیہود ولعلہ من رموز الاوائل وحلہ لایحیی علی ذوی الصائر ص ۵۵ (مطبع مبینہ، مصر)

(نور)

جواب: کراہت کسی حدیث میں ثابت نہیں، بلکہ یہ ہے کہ (اکثر) ایسے پڑھنے میں فہم تام حاصل نہیں ہوتا اور پھر اس میں ثواب [نہیں] بلکہ کراہت ہے۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
(مجموعہ فرخ آباد ص ۵۱)

(۸۸۵) قرآن پاک پڑھاتے ہوئے تسبیح اور ذکر میں مشغول ہونا؟ سوال: قرآن پڑھاتے ہوئے تسبیح و تہلیل، اگر پڑھے جائیں جائز ہے، یا نہیں؟ بینوا تو جروا

جواب: معلم قرآن پڑھانے میں مشغول (ہو) دوسرے کام میں نہ ہو۔ قرآن سے بہتر کوئی ذکر نہیں۔ فقط۔
واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراعی رحمۃ اللہ شہداء احمد گنگوہی غفری عنہ
(مجموعہ کلاں ص ۱۳۳-۱۳۶)

(۸۸۶) اگر قرآن شریف ہاتھ سے گر جائے تو اس کے بدلہ میں صدقہ کرنا؟ سوال: قرآن مجید اگر ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر جائے تو اس کے بدلے اس کے برابر غلہ صدقہ کرنا، کیسا ہے؟

جواب: قرآن شریف کے زمین پر گر جانے کا کفارہ، غلہ مساوی دینا کہیں مذکور نہیں، جہلاء کا قاعدہ تراشیدہ ہے۔ البتہ اپنی غلطی پر توبہ کرنا، کچھ صدقہ کر دینا، بلا قید بہتر ہے۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۳)
(۸۸۷) قرآن کریم کی جلد کسی اور کتاب میں لگانا؟ سوال: بعض شخصوں نے قرآن مجید بوسیدہ اور دستی بیکار سمجھ کر، یا یوں سمجھ کر کہ شاید کوئی پڑھے، مسجد میں رکھ دیئے ہیں، اور فی الواقع وہ قرآن مجید ایسے ہی ہو گئے ہیں کہ بیکار رکھے ہو گئے ہیں، اگر ان کی جلد کچھ کام کی ہو تو اس کو ان سے علیحدہ کرنا اور کسی کتاب میں لگالینا، غنی (المالدار) کو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: قرآن شریف کی جلد کو باجائز مالک، قرآن شریف میں لگا دینا جائز ہے اور کتاب میں لگانا، نادرست۔
واللہ تعالیٰ اعلم
(بدست خاص، ص ۷۷)

(۸۸۸) قرآن شریف پر سادہ ورق رکھنا؟ سوال: قرآن مجید پر کتاب یا کاغذ سادہ رکھنا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: کچھ نہ رکھے بے ادبی ہے، مگر قرآن کا ورق رکھنا درست ہے۔ بس
(بدست خاص سوال ۵۷)

(۱) روی عن عبد اللہ بن عمرو عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لم یبق من قرأ القرآن فی لیل من ثلاث رواہ الترمذی فی کتاب القرات رقم الباب ۱۳ باب ماجاء ان القرآن أنزل علی سبعۃ أحراف من: ۱۸۰ جلدہنجم رقم الحدیث: ۳۹۹۹ ت: کمال یوسف الحوت۔ [دار الکتب العلمیہ، بیروت] نیز ترمذی کتاب مذکور باب مذکور ص ۱۲۳ ج ۳ [کتاب خاندن رشیدیہ، دہلی، بندہ جاسٹ]، [نور]

(۸۸۹) اجرت دے کر ایصالِ ثواب کے

لئے یا تراویح میں قرآن شریف پڑھوانا؟

سوال: حافظ یا مولوی کا قرآن پڑھانے یا سنانے، یا پڑھوا کر مردوں کو ثواب بخشوانے کے واسطے، نوکر رکھنا یا کچھ دینا، کیسا ہے؟

جواب: قرآن شریف جو اجرت دیکر، ثواب کے واسطے پڑھنا پڑھانا، جائز نہیں ہے نہ پڑھنے والے کو ثواب ہوگا، نہ پڑھوانے والے کو ثواب ہوگا۔ اسی طرح تراویح میں دینا، لینا، ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص، ص ۵۹)

(۸۹۰) تراویح میں قرآن سننے میں بہر حال ثواب ہے: سوال: یہ کہ جب نماز میں

قرآن پڑھنے پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، تو ایسے شخص سے مقتدیوں کو قرآن سننے کا ثواب کس طرح ہوگا، کیونکہ وہ اگر اس طرح سننا موقوف کریں، تو قاری اس فعل حرام سے محفوظ رہے، پس گویا وہ لوگ اس گناہ کے کرنے میں، اس کی مدد کرتے ہیں؟

جواب: قرآن کا سننا بہر حال ثواب ہے، اس پر اجرت دینا برا ہو تو ہو، مگر اجرت لے کر پڑھنے پر ثواب نہیں،

(مجموعہ فرخ آباد، ص ۲۳-۳۱)

(۸۹۱) ہندو کو آیات قرآنی کا تعویذ دینے کا حکم؟ سوال: اگر ہندو کو کوئی آیت قرآن مجید کی

لکھ کر تعویذ کر دے، تو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب: اگر بے ادبی کا اندیشہ نہیں تو درست ہے اور جو اندیشہ ہو تو درست نہیں۔

(بدست خاص، سوال ۱۵۲)

(۸۹۲) جس قرآن مجید پر کپڑے کی چولی

چڑھی ہوئی ہو اس کو بے وضو ہاتھ لگانا؟ سوال: جس قرآن مجید پر کپڑے کی چولی چڑھی ہوئی ہو، اس کو بے وضو ہاتھ لگانا جائز ہے، یا نہیں؟

(بدست خاص سوال ۳۱)

جواب: درست نہیں۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(۸۹۳) قرآن شریف کی منسوخ اتلاوة آیتوں اور احادیث

قدس کی وجہ سے حالت میں، یا بغیر وضو کے، چھونے کا حکم؟ سوال: عرض یہ ہے کہ احقر کے عریضہ کا جواب جو آپ نے شدت مرض میں تحریر فرمایا تھا، پہنچا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرما دے۔ اب اپنی خیر وعافیت سے اطلاع دیجئے، غالباً اب تو صحت کامل ہو گئی ہوگی، میرا

عریضہ اگر خدا نخواستہ کبھی زیادہ پریشانی کی حالت میں پہنچے، تو تحریر جواب کو تخفیف اور اطمینان پر موقوف فرمایا کیجئے۔ میں آپ کی اس تکلیف کا بہت ممنون اور مشکور ہوں کہ آپ میرے ہر عریضہ کا جواب بہت جلد تحریر فرمایا کرتے ہیں۔

اب چند مسائل پھر عرض کرتا ہوں، اور بشرطِ خیریت جواب شافی کی تکلیف دیتا ہوں:

سوال : اول وہ آیتیں جو منسوخ و اتموۃ ہیں اور وہ حدیثیں جو سوائے قرآن شریف کے، بغیر علیہ السلام نے خدا سے نقل کی ہیں۔ ان آیات اور حدیثوں کو اور قرآن شریف کی آیت کے ترجمہ کو، بے وضو ہاتھ لگانا اور جنابت میں پڑھنا جائز ہے، یا نہیں؟ اور ایسی حدیثوں کے مطالب خدا کی طرف سے ہیں، یا الفاظ بھی خدا کی طرف سے ہیں۔ جیسے یہ حدیث شریف ہے: یا عبادی کلکم ضال الامن ھدیتہ (۱) اور تجدہ کی آیت کا ترجمہ پڑھنے سے تجدہ واجب ہوتا ہے، یا نہیں اور تفسیر کا چھونا بے وضو جائز ہے، یا نہیں؟

جواب : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! قرآن منسوخ و اتموۃ کا مس بلا وضو اور قرأت جنابت میں ناجائز ہے، کہ کلام اللہ وہ بھی ہے، اور حدیث قدسی کا حکم حدیث کا حکم ہے، قرآن کا حکم نہیں، الفاظ اس کے فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔ تفسیر کا مس بلا وضو مکروہ ہے، اور ترجمہ آیت تجدہ پڑھنے سے تجدہ واجب ہوتا ہے۔ (مجموعہ فرخ آباد ۳۸، ۴۰، ۴۱)

(۸۹۳) جس کا غنڈہ قرآن شریف کی آیت لکھی ہوئی ہے، اس کو بلا وضو ہاتھ لگانا؟ سوال: جس کتاب یا تفسیر میں اکثر آیات قرآنی ہوں، اس کو ہاتھ لگانا جائز ہے، یا نہیں، بے وضو؟

رشید احمد گنگوہی

جواب : بلا وضو اس کو ہاتھ لگانا مکروہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(بدست خاص ص: ۶۹)

(۸۹۵) جس کا غنڈہ قرآن شریف کی آیات یا حدیث لکھی ہوں، ان کا جلانا؟ سوال: جس

کا غنڈہ قرآن و حدیث لکھی ہو، اور اس کی بے ادبی ہوتی ہو، تو اس کا جلانا جائز ہے، یا نہیں؟

جواب : اس طرح جلاوے ادب کے ساتھ کہہ اس کی محفوظ رہے، اس کا کھوکھاری پانی میں ڈال دیوے، یا دفن کر دیوے۔

(بدست خاص، سوال ۱۲۲)

(۸۹۶) سجدہ تلاوت میں طہارت شرط ہے! سجدہ تلاوت میں طہارت کا شرط ہونا درمختار (۲) وغیرہ کتب

فقہ میں ہے، اور زرقانی شرح موطا میں، ابن عبد اللہ سے طہارت کا شرط ہونا سجدہ تلاوت کے واسطے، باجماع صحابہ لکھا ہے۔

(۱) قول حدیث قدسی کا ایک کترا ہے۔ عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما روی عن اللہ تبارک و تعالیٰ انہ قال: یا عبادی انی حرم علیکم الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محروما فلا تظلموا یا عبادی کلکم ضال الامن ھدیتہ فاستہدونی اھدکم۔ الحدیث روہ مسلم فی کتاب السو الصلوٰۃ، باب تحريم الظلم (۱۹۸/۴) رقم الحدیث: ۲۵۷۷، دار طبع الویاض، (۵/۱۳۲۷/۲۰۰۴م) نیز مسلم شریف کتاب مذکور باب مذکور ج: ۲ ص: ۱۹۰ محتاجی دہلی: ۱۳۱۹ھ

(نور)

(۲) درمختار میں ہے بشرط الصلوٰۃ المغضیہ خلا التحریمة ونیۃ العین وبسببھا ما یفسد شئ من شئ۔ (عجائی، بی) اس کی شرح کرتے ہوئے علامہ شافعی فرماتے ہیں: لعلہ: [بشرط الصلوٰۃ] ولأنھا جزء من أجزا الصلوٰۃ فكانت معبرۃ بسجدة الصلوٰۃ۔ ولہذا لا یجوز لأحدنا بالنیعم، الا ان لا یجد ماء ک رد المحتار ص: ۵۵۵ ج: ۳۔ (عجائی، بی) نیز شافعی ص: ۶۷۷ مکتبہ المدینہ (کند) ۱۳۹۹ھ (نور شامی ج: ۳ ص: ۴۰۲ دار الفکر بیروت ۱۳۸۲ھ)

(نور)

ملفوظ ابی بکری عینی کا ترجمہ

(۹۰۲) حالتِ جنابت میں ذکر کی نیت سے اور تلاوت

کی نیت سے قرآن شریف پڑھنے میں کیا فرق ہے؟

سوال: حالتِ جنابت میں جو لکھا ہے کہ اگر ذکر کی نیت سے قرآن کی کوئی آیت پڑھی، تو درست ہے، اور اگر تلاوت کی نیت سے پڑھی، تو

درست نہیں، اس کا کیا مطلب ہوا؟ یعنی ذکر کی نیت کس طرح ہوتی ہے، اس کی تشریح چاہئے۔

جواب: ذکر کی نیت اُس آیت میں ہوتی ہے کہ تبرک کے واسطے ہو، جیسا کہ بسم اللہ، یادِ دعا، کے واسطے پڑھتا ہے، جیسے رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(بدست خاص سوال ۱۵۰)

(۹۰۳) فرشتوں کو قرآن پاک کے سننے کا شوق؟ سوال: یہ جو لکھا ہے کہ فرشتگان آدمیوں

سے مشتاق سننے قرآن مجید کے ہوتے ہیں، کیونکہ ان میں یہ صفت نہیں ہے، حالانکہ جبریل علیہ السلام دور کرتے تھے، ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے؟

جواب: اس مشہور کی کوئی اصل نہیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ قرآن کا ملائکہ کو شوقِ استماع ہے کہ اس کی برکات سے وہ خوب واقف ہیں۔ فقط

(بدست خاص سوال ۳۱)

(۹۰۴) لوح محفوظ کا عرش سے اوپر ہونا ثابت نہیں! سوال: حامداً ومصلياً ما بعد!

عرش یہ ہے کہ بہت دنوں سے آپ کی خیریت معلوم نہیں ہوئی، آپ اپنے مزاج کی کیفیت سے اطلاع دیجئے اور چند سوالات کا جواب تحریر فرمائیے۔ اور امیدوار ہوں کہ مرے سوالات کا جواب علیحدہ ورق پر تحریر فرمایا کیجئے، جیسے آپ پہلے تحریر فرمایا کرتے تھے، کیوں کہ میں ناچینا اور معذور ہوں، اور یہاں میں جن لوگوں سے لکھنے پڑھنے کا کام لیتا ہوں، وہ کم استعداد ہیں، طریقہ جدیدہ میں ان کو پڑھنا دشوار ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ صحیح حدیثوں میں ثابت ہے کہ لوح محفوظ عرش کے اوپر خدا کے پاس ہے (رواہ الشیخان) (۱) اور تمام قرآن کا لوح محفوظ میں ہونا سورہ بروج کی آخر آیت سے ظاہر ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سورہ فاتحہ جو ام القرآن ہے اور آیت انکری جو آیتوں کی سردار ہے، یہ دونوں چیزیں بھی بدرجہ اولیٰ لوح محفوظ میں عرش کے اوپر ہیں، مگر آیت انکری کی فضیلت میں

(۱) اس کے آثار یہ ہیں: لما قضی اللہ الخلق کتب کتاباً عنده: غلت۔ اوقال۔ سبقت۔ رحمی غصبی فهو عنده فوق العرش رواہ

البحاری فی کتاب التوحید، صاب قولہ تعالیٰ: بل هو قرآن مجید فی لوح محفوظ، ص: ۱۱۲ ج: ۲، نیز جلد ۳

جزء: ۹/ص: ۲۸ رقم الحدیث: ۵۵۳ مکتبة الرياض الحديثية، الرياض ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۱م.

(نور)

امام احمد نے روایت کیا ہے کہ وہ اس خزانہ میں سے نازل ہوئی ہے، جو عرش (۱) کے نیچے ہے اور اسی طرح سورہ فاتحہ اور سورہ کوثر اور خاتم سورہ بقرہ کے فضائل میں منقول ہے۔ اس فضیلت کو پہلے مضمون کے ساتھ ملانے سے، بظاہر عجیب تعارض معلوم ہوتا ہے، لہذا جواب ثانی کی ضرورت ہے۔

جواب : از بندہ رشید احمد غفی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط آیا، بندہ اب بعد مدت کے صحت یاب ہوا ہے۔

جواب سوال یہ ہے کہ بخاری و مسلم میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ لوح محفوظ بالائے عرش ہے، (۲) نہ معلوم آپ کو کس نے یہ سنا دیا ہے۔ پس جب لوح کا بالائے عرش ہونا ثابت نہیں، تو کوئی تعارض نہیں، نہ جواب و توجیہ کی حاجت ہے۔ فقط

(مجموعہ فرخ آباد ص: ۳۳-۳۶)

(۹۰۵) فرشتوں کو سہو و نسیان ممکن نہیں: سوال: فرشتوں میں سہو اور نسیان کا جائز یا ممتنع ہونا،

شریعت میں ثابت ہے، یا نہیں، اور ثابت ہے تو ثبوت کیا ہے؟

جواب: نسیان مرض ہے، مادہ ضعف دماغ کے سبب اور ملائکہ اس سے پاک ہیں:

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ۔ نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے ان کو، اور

وہی کام کرتے ہیں جو ان کو حکم ہو۔ (ترجمہ شہید)

(الآیۃ التحریم: ۶۱)

کا لفظ اس کو خود بیان کرتا ہے۔

(مجموعہ فرخ آباد ص: ۳۹-۴۱)

(۱) یہ روایت مسند احمد کے حوالہ سے راقم کو نہیں ملی، مسند احمد کی روایت میں خواہیم سورہ بقرہ اور دوسری آیتوں کا ذکر ہے۔ مگر مذکورہ سوال میں جس طرح چاروں آیتوں کا یکجا ذکر کیا گیا ہے وہ طبرانی اور ابوالشیخ کی روایت ہے، جس کو ضیاء نے بھی حضرت ابوامامہ سے نقل کیا ہے، کثر افعال میں ہے: اربع انزلت من کثر تحت العرش ام الكتاب وآیۃ الکوسی و خواتیم البقرۃ و الکوتر۔ رواہ الطبرانی و ابوالشیخ و الضیاء، عن ابی امامہ۔ کثر العمال ص: ۵۵۸ ج: ۱۔ رقم الحدیث ۲۵۰۴۔ (بیروت: ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵م) [نور]

(۲) صحیحین کی جو روایت سائل نے ذکر کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: لما قضی اللہ الخلق کتب کتاباً فیہ عندہ فوق عرشہ: ان رحمۃ سبقت غضبی (مشکوٰۃ کتاب الدعوات ص: ۷-۲۰۶ جلد اول [عکس اصح المطابع رشیدیہ دہلی] البیض: ۹۳۲ جلد دوم رقم الحدیث: ۲۳۶۲ ت: رمضان بن احمد بن علی، باب سعة رحمة اللہ۔ الفصل الاول [مکتبۃ النبوة، دار ابن حزم بیروت: ۱۴۲۳ھ/ ۲۰۰۳ء] اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے لکھا ہے: عندہ ای عندیة المکانة لا عندیة المکان، لتزہ عن سمات الحدیث، ج: ۵ ص: ۱۵۱، [مکتبۃ امدادیہ، ملتان مغربی پاکستان بلاسٹنہ] یعنی عرش کے اوپر ہونے کا مطلب بلند مرتبہ میں ہونا ہے، جگہ کے اعتبار سے عرش پر ہونا مراد نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی صفات سے منزہ ہیں اور حضرت گنگوٹی نے کتاب سے لوح محفوظ مراد نہیں لی، بلکہ ایک پرچہ مراد لیا ہے جس میں ان رحمۃ سبقت غضبی لکھا ہوا ہے، جیسا کہ آگے صفحہ نمبر ۳۰ پر آ رہا ہے۔ پس لوح محفوظ عرش کے نیچے ہوگی۔ (پان پوری)

(۹۰۶) عشاء کے بعد سورہ دُخان اور سورہ ملک سوال : بعد نماز عشاء اگر سورہ سجدہ، دُخان، (و) ملک نماز میں یا بغیر نماز کے پڑھنا، کیا بہتر ہے؟ بہ نسبت وظیفہ نوافل میں پڑھے تو افضل ہے، یا نہیں؟

جواب : نوافل میں سورہ دُخان و سورہ ملک کا پڑھنا بعد عشاء کے افضل ہے، خارجِ صلوة پڑھنے سے بھر بدیں وجہ کہ ان سورتوں کا پڑھنا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خارجِ صلوة ثابت ہوا ہے، بایں وجہ خارجِ صلوة پڑھنا اولیٰ ہے، اتباعاً بفعله علیہ الصلوٰۃ والسلام فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (۱) (مجموعہ کلاں ص: ۱۳۳-۱۳۵)

(۹۰۷) اعراف کی حقیقت؟ سوال : سورہ اعراف میں آیت:

وَيَسْأَلُهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ
أُوْهُمْ مَرَدُّهُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ
أُوْهُمْ مَرَدُّهُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ هُمْ
يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ.

(۱۱۱ اعراف: ۳۶) نشانی سے (ترجمہ شیخ الہند)

ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ یعنی جب کہ اعراف ایسی جگہ ہے کہ جہاں بہشت کی بہار اور دوزخ کی نار، دونوں پہنچتی ہیں، کیونکہ دونوں کے درمیان ہے، تو وہاں کے ساکنان خود تو عذاب سے مامون نہیں اوروں کو کیوں کر پہچانیں گے، کہ یہ بہشتی ہے اور وہ دوزخی ہے؟

جواب : ہمارے گھر میں اور پڑوسی کے گھر میں دیوار حائل ہے، ایک گھر کا حال دوسرے کو معلوم نہیں، مگر جو دونوں گھروں کے مابین ایک ایسا اونچا مکان ہو یا دیوار ہو، کہ دونوں طرف دونوں کا حال دیکھ سکے، تو کون اشکال ہے۔ ایسا ہی مابین جنت و دوزخ کے اعراف دیوار بلند ہے۔

(۹۰۸) ساکت وناطق میں تعارض نہیں ہوتا، مثبت و نافی میں ہوتا ہے: مسئلہ: ترمذی (۲)

نے سورہ طلاق کی تفسیر کی نہیں لکھی، البتہ سورہ حدید کی تفسیر میں ذکر کیا ہے، کہ سات زینبیں آپ نے شام فرمائیں، اور سات تو ہیں (۱) یعنی دو زینبیں ہیں اور ہر بہت کے اعتبار سے فضیلت ہے، ایک نماز میں ہونے کی جہت ہے، اس اعتبار سے نماز میں پڑھنا افضل ہے، دوسری اتباع سنت کی جہت ہے اس اعتبار سے خارجِ صلوة پڑھنا افضل ہے، جیسے دونوں کے بعد یہ نفس بیخبر کہ پڑھنا افضل ہے یا کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، یا کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، یا کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے، اور چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نفس بیخبر پڑھی ہیں، اس لئے اتباعاً بفعله علیہ السلام بیخبر پڑھنا افضل ہے اور دھرت گنگوہی نے ایک موقع پر فرمایا ہے کہ اگر کوئی بیخبر پڑھے گا تو اس کو دو ثواب ملیں گے، ایک بیخبر پڑھنے کا ثواب دے گا اور ایک دوسرا اتباع سنت کا ثواب اور یہ دونوں مل کر ممکن ہے کھڑے ہو کر پڑھنے سے کمال ثواب ہے، چاہے جس کی طرح یہاں بھی سمجھنا چاہئے۔ (پان پوری)

(۲) ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الحدید، ولم الباب، ص: ۵۷، ص: ۳۷۲، جلد پنجم، رقم الحدیث: ۳۴۹۸، ت: کمال یوسف الحوت، [دار الکتب العلمیہ، بیروت] نیز باب مذکور ص: ۱۸۰، جلد دوم۔ [مطبع احمدی، میرٹھ ۱۴۲۴ھ]

(۹۱۰) صحیح مسلم کی حدیث کالذی قال الاول کا مطلب؟ سوال: حدیث غزوہ ذی قرد

(واقع صحیح مسلم) میں ہے کہ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کو آپ نے ڈھال دی تھی، انہوں نے اپنے چچا کو دیدی، آپ نے فرمایا انک کالذی قال الاول اللھم ابغنی حبیباً ہو احب الی من نفسی) یہ الذی کون ہے اور الاول ترکیب میں کیا ہے، غرض اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب: بقلم مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی: انت کالذی قال الاول یا تو اس الذی میں وضع مظہر (مقام) مضمر ہے۔ ای انت مصداق ماقال (ای قاتل) تو قاتل قاتل کی جگہ اول اس لئے رکھ دیا کہ اس قاتل کا زمانہ اول میں ہونا مخصوص ہو جاوے۔ پس معنی یہ ہوئے انت کالذی قال قاتل یا یہاں فیہ مقتدر ہو تو، ضمیر الذی محذوف ہوئی اور قاتل کا قاتل اول بلا تکلف ہوگا۔ (۲)

الطرف والظرف (بیاض حکیم الامت فتاویٰ) ص ۳۲۔ (طبع اول اشرف المطابع قناتون۔ ۱۹۲۹ء)

(۹۱۱) اساف و نائلہ کے متعلق روایت کی تحقیق؟ سوال: حدیث اسلام ابو زر غفرانی (۳) میں

(۱) حضرت یاس بن ابی سلمہ کی اپنے والد سے طویل روایت ہے جس کا ایک فقرہ یا سطر وہ ہے جو اوپر نقل ہے۔ صحیح مسلم ص ۱۳ ج ۲ کتاب الجہاد باب غزوہ ذی قرد (مطبوعہ مہتابی، دہلی، ۱۳۱۹ھ) نیز کتاب الہجر باب غزوہ ذی قرد ص ۸۳ جلد دوم رقم الحدیث ۸۷۰۷، ابوقحیفہ نظر محمد فارابی۔ (دارطیبہ بیاض ص ۲۰۰ ج ۲ نور)

(۲) حضرت سلمہ سے متعدد یہ کہ منوع پر تین مرتب بیت جہاد تھی ایک سب سے پہلے پھر درمیان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا سلام کیا تم بیت نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں سب سے پہلے بیت کر چکا ہوں، آپ نے فرمایا: اور بھی، جب انہوں نے دوسری مرتب بیت کی تو آپ نے دیکھا کہ ان کے پاس ڈھال نہیں ہے، چنانچہ آپ نے ایک ڈھال نکالتی کی، پھر جب سب لوگ بیت کر چکے تو آپ نے فرمایا: سلام کیا تم مجھ سے بیت نہیں کرتے؟ انہوں نے عرض کیا: میں نے سب سے پہلے ہی بیت کی ہے اور درمیان میں بھی کی ہے، آپ نے فرمایا: اور بھی، جب وہ تیسری مرتب بیت کرنے لگے تو آپ نے دیکھا کہ ان کے پاس وہ ڈھال نہیں ہے، آپ نے فرمایا: سلام وہ ڈھال کہاں لگی جو میں نے تمہیں دی تھی؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بچے عامر مجھ سے ملے ان کے پاس ڈھال نہیں تھی اس لئے میں نے وہ ڈھال ان کو دیدی، آپ مسکرائے اور فرمایا: انک کالذی قال الاول: اللھم ابغنی حبیباً ہو احب الی من نفسی تمہاری مثال اس شخص جیسی ہے جس کے بارے میں اگلے کسی آدمی نے کہا ہے: اسے اللہ آپ میرے لئے کوئی ایسا دوست مقدر فرمائیں جو مجھے میری ذات سے زیادہ محبوب ہو یعنی تم نے اپنے چچا کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم کر دیا، اس قدر جرات ہے۔ انک کالرجل الذی قال فیہ الاول یا الاول قال کافضل سے اور فیہ مقتدر ہے اور "نائلہ" تشریح ہے اور الرجل الذی وصف صفت ہیں، پھر ان کی خبر ہیں (مسلم کتاب الجہاد باب: ۲۵ حدیث: ۱۸۰۷) [پان پوری]

تکمیلہ فتح الملہم، کتاب الجہاد والسیر، باب غزوہ ذی قرد ص: ۲۳۲، ۲۳۳ جلد دوم [المکتبۃ الاشرفیہ، دیوبند ۱۹۹۹ء]

(۳) حضرت ابو زریٰ ایک طویل روایت کا حصہ ہے: قال فبينا اهل مكة في ليلة قسروا اضحيان اذا ضرب علي اسمهم فما يظوف بالبيت احد وامر اثنين منهم تدعوان اسفاً وتائلة، قال فتاتا علي في طوافهما، فقلت انكما احدهما الاخرى... الخ صحیح مسلم، ص ۲۹۵-۲۹۶ ج ۲ باب من فضائل ابی ذر [مجتبائی دہلی ۱۳۱۹ھ] نیز کتاب فضائل الصحابة ص: ۱۱۵۵ جلد دوم، رقم الحدیث ۲۳۷۳ [ابوقحیفہ نظر محمد فارابی]

(دارطیبہ بیاض ص ۲۰۰ ج ۲)

جواب : اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جیسا دین موسیٰ علیہ السلام کا واحد تھا، انبیاء بنی اسرائیل اس کی اشاعت و تائید کرتے تھے، ایسا ہی میری امت کے علماء کرتے ہیں، درجہ انبیاء علیہ السلام سے علماء امت کو کوئی مناسبت و قرب نہیں۔

(بدست خاص سوال ۳۳)

(۹۱۳) وَالنَّخْلُ بَسِطٌ لَهَا كَمَعْنَى؟ والنخل بسطت (۱) میں یہ ہے کہ باسقات کے معنی

میں قطبہ [ابن عامرؒ] کو ترود تھا کہ باسقات کے کیا معنی ہیں، بہت لغت ہے کہ اہل لغت نہیں جانتا، یا کسی وقت ذہن میں عبور نہیں ہوتا تو جس وقت یہ آیت پڑھی قطبہ اس لفظ کو بار بار اپنے ذہن میں تکرار کرتے تھے، اور معنی سمجھ میں نہیں آتے تھے: ولا ادری (۲) ما قال ای لا افہم ما معنی قولہ باسقات۔

جیسا سب لوگ جب کوئی لفظ مفہوم نہیں ہوتا تو بار بار زبان یا دل میں تکرار کر کے سوچتے ہیں، کہ کیا معنی ہیں، ایسا ہی قطبہ اس لفظ کو دل میں تکرار کر کر کے معنی سوچتے تھے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، کہ کیا معنی اس کے ہیں۔ فقط

(مکتوب حضرت گنگوہی بنام مولانا ظلیل احمد صاحب، مکتوب نمبر ۴)

(۹۱۵) سجدۂ شمس تحت العرش کی حدیث کا مفہوم کیا ہے؟ سوال : یہ کہ ہر روز عرش کے نیچے جا کر

آفتاب کا سجدہ کرنا، غالباً اخبار احاد سے ثابت ہوگا، اور خبر واحد سے عقیدہ کا وجوب ثابت نہیں ہوتا، خصوصاً جب کہ وہ امر مشاہدہ کے خلاف ہو، مگر جب کوئی ایسی تطبیق معلوم ہو جس سے تعارض رفع ہو جائے تو اس امر کا اعتقاد جائز ہو سکتا ہے۔

جواب : حدیث سجدہ تحت عرش کے صحیح ہے، نہ مشاہدہ کے خلاف، نہ عقیدہ کے خلاف، مگر تحریر سے فہم دشوار ہے۔ آپ صحیح حدیث کو صحیح جانو اور یہ عقیدہ ایسا نہیں جس پر بننا ایمان کی ہو، ایسے عقیدہ کو دلیل قطعی درکار ہے، یہ امر زمانہ ہے اس کا عقیدہ فرائض میں نہیں، اس کو علیٰ مواد الشارح قبول کرنا چاہئے، اگر کچھ سمجھ میں نہ آوے (۳) اور مشاہدہ تو اس کا آج تک کسی بیٹا کو

(۱) والنخل باسقات لھا طلع نصید سورہ ق۔ ۱۰ اور مجبوریں کسی ان کا خوش ہے نہ پرت (ترجمہ فتح البند)

(۲) کتاب الصلوٰۃ، باب القرآۃ فی الصبح ص ۲۱۳ ج ۱/ رقم الحدیث ۳۵۷۷۔ ت: الاصحیح نظر محمد فارابی۔ (دارطبع وریض ۲۰۰۶ء) نیز مسلم شریف باب نہ کو ص ۱۸۶ ج ۱/ (مطبوعہ مکتبہ دہلی)

(۳) قول: ایسے عقیدہ کو صحیح جس پر ایمان کا دار و مدار ہو اور وہ قاطعاً ہیں جن کا ذکر حدیث، خبر نیکل میں آیا ہے جن کو ایمان مطلق میں لیا گیا ہے اور وہ سات بنیادی عقیدے ہیں ان کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی درکار ہے۔ ان کے علاوہ دیگر وہاں جس جن پر ایمان کی بنا نہیں جیسے گری کی شدت کا جنم کے پھیلاؤ سے وہ نامائیں جائیں خبر واحد سے بھی ثابت ہو سکتی ہیں غروب کے بعد جس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنا اور طلوع کی اجازت طلب کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔ اور اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ذہن کو لے کر اس لئے ہر آن طلوع و غروب ہوتا رہتا ہے، پھر اس حدیث کی کیا صورت ہوگی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہر آن طلوع و غروب ہو سکتا ہے تو ہر آن سجدہ کرنا اور طلوع کی اجازت مانگنا کیوں تحقیق نہیں ہو سکتا۔ بات درحقیقت یہ ہے کہ جو محسوسات کا ایک ظاہری پہلو ہوتا ہے جو ہمیں نظر آتا ہے، دوسرا اس کا باطنی پہلو ہے جو ہمیں نظر نہیں آتا، اس کے بارے میں خبر صادق (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی خبر پر ایمان کرنا ضروری ہے، جیسے گری کی شدت کا ظاہری پہلو سورج کا سر سے قریب آنا ہے جس کو ہر کوئی جانتا ہے اور اس کا دوسرا پہلو جس کو ہم نہیں جانتے سورج جتنے جتنے ہیں وہ یہ کہ کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ ان شدۃ الحر من فیح جھم یعنی گرمی کی تیزی جنم کے اثرات کے پھیلاؤ سے ہے۔ اسی طرح اس مسئلہ کو بھی سمجھنا چاہئے۔

(پانچویں)

ملفوظ امین علی گڑھی کا نمبر ۱۵

نہیں ہوا کہ کہاں تختِ عرش ہے اور کہاں مسجدِ نبویؐ ہے نہ پتہ نہ عیاں۔

1992-1993

(۹۱۶) صفت خشکی کی حدت کا مطلب؟ تقریباً ۱۰۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ہوا کی رفتار ۱۰۰۰ میل فی گھنٹہ سے زیادہ ہو جائے تو اسے خشک کہتے ہیں۔

ہے وہ کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات ہی ذات ہے صفت خدا کوئی اس کی نہیں، یہاں واسطے ان لوگوں سے العزائم کہتے کہ تعدد قدما کا لازم۔ محدثین ان کا رد کرتے ہیں اور وہ حدیث جس میں کسی صفت خدا تعالیٰ کا ذکر ہے روایت کرتے ہیں اور حدیث صفحہ حکم رسولؐ میں بھی ذکر خلک ہے، کہ وہ بھی ایک صفت ہے، یہی واسطے اس کو اس باب میں لایا ہے اور حق اس کے یہ ہیں کہ حق تعالیٰ بندوں کے باطن ہونے سے حق تعالیٰ کی طرف سے، اور فیوض کے اقرب حاصل کرنے سے، عجب کرتا ہے کہ کیسے [۶] فہم ہیں کہ قادر تعالیٰ شانہ قادر کر کے، عاجزوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ فقط

1992

(۹۷) سورج چاند گرہن کے متعلق ہر قسم کی ایک حدیث کی تحقیق: سوال: حمداؤ

مصلیٰ و مسلماً ابعدا عرض ہے کہ میری ذات مجتہدہ مسائل میں بحر غلب ثانی کا حامی ہوں۔

اول یہ کہ مولوی رفیع الدین صاحب دہلوی اور بعض علماء نے مصنفان کے کسوف اور خسوف میں جرح نہیں لکھی
ضمیمہ کی چہاں اور پنجابی زبان میں ایک رسالہ ہے اور خسوف کی تہہ میں اور کسوف کی ستائیسویں تاریخ لکھی ہے اور سنا
جاتا ہے کہ وہ رسالہ شاہ ولی اللہ صاحب کے کسی رسالہ کا ترجمہ ہے اور لو اب صدیقی مسن خان مرحوم کے کسی رسالہ میں
سچا اور جرح وصریح کا ایک روایت نقل کر کے یہ مضمون لکھا ہے کہ شیخ مرفی (کنڈا ۱۶۱) نے اس قصہ کا اظہار کیا ہے۔

ان وجوہ سے یہ امر ضرور قابل تحقیق معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث دارقطنی کی صحیح ہے یا ضعیف اور اگر ضعیف ہے تو ضعیف کس وجہ سے ہے، اور تخریجوں اور متنازعوں کی کسی حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب : از بنده رشید احمد نقشبندی مراد السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

کوفہ خسوف کی تاریخ بعض جگہ سے مطلق معلوم ہوتی ہے اور بعض جگہ سے معین معلوم ہوتی ہے جیسا کہ انواب

صدقہ حسن نے لکھا ہے۔ اس روایت کی تصدیق بخاری نے کی۔ واللہ اعلم (۱)

(continued)

(2) $\frac{1}{2} \log 2$

[illegible]

1998

اغفر لی ان شئت کے یہ ہوتے ہیں کہ اگر تو چاہے تو بخش، اور یہ تعلیق دو معنی میں آتی ہے، یا یہ کہ میں یا کوئی اکراہ نہیں کرتا، اگر تیری خوشی ہے تو یہ امر کر دے، اور دوسرے معنی یہ کہ، مجھ کو کوئی ضرورت نہیں، تو چاہے دیدے، ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ پس فرمایا کہ اس طرح کے کلام مت بولو، کیونکہ اکراہ کا تو وہ محل ہے ہی نہیں، پس یہ شرط لغو ہے اور بے معنی، مگر موہم دوسرے معنی کی ہو کر، تیری بے رغبتی پر دال ہو جاوے گی اور تو شدت سے محتاج ہے، کہ بدون غفران کوئی چارہ ہی نہیں، تو تو جزا معرض کر، کہ بالضرور بخش!

سو حاصل یہ ہوا کہ وہاں کوئی اکراہ نہیں کر سکتا، تو ناچار بہ مشیت ہی وقوع تیری عرض کا ہوگا، تو شرط کا کہنا لغو ہوا اور تیری طلب میں وہم عدم حاجت کا پیدا ہوا، تو ایسے کلام دعاء میں کرنا اچھا نہ ہوا۔ فقط

(مکتوب حضرت گنگوہی بنام مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری مکتوب نمبر ۴۴)

(۹۲۰) حدیث میں کعبہ کی بے حرمتی کرنے والے مینڈھے سے حجاج مراد ہے: سوال: ایک

کتاب (۱) میں لکھا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مینڈھے کے سبب سے بے حرمتی کعبہ کی ہوگی، اگر یہ بات صحیح ہے، تو وہ مینڈھا کون ہے؟

(بدست خاص، ص ۳۵)

جواب: عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے، حجاج آیا تھا۔ فقط

(۹۲۱) کیا اثر ابن عباس کی صحت پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے: اثر ابن عباس فی کل ارض آدم

کاد مکم الخ بعد تشہید آن بآیت۔

ترجمہ: جس نے بنائے سات آسمان (ترجمہ شیخ الہند)

الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ الْآيَةِ (الملک-۳)

آیا قابلیت آں دارد کہ بر آن اعتقاد کردہ آید، و جمیع اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را کہ از حشر و انبیاء و اسماء شان آمدہ محمول بایں طبقہ کردہ آید، و بمجموع آنہا لای ظن کردہ آید، یا چگونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خبر دادند از یک آدم و یک موسیٰ و یک ابراہیم و غیرہ دادہ، امتیاز و اقبال ایشان را دیدہ و بیان فرمودہ۔ اگر تعداو آدم و غیرہ در واقع ثابت بود، سکوت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم برائے چیست؟ و نیز اعتقاد از نص قطعی حاصل می شود، و نیز ہر کہ ایں اثر حکماً مرفوع می فرمایند، دلیل آں چیست؟

از ابن عباس اکثر ایں چنین اقوال در تفاسیر می آیند کہ ما خود از اسرائیلیات یا از فقہ و تدبر خود می باشند، ایں ہم

(۱) یہ مسند احمد کی حدیث ہے، حضرت عثمان سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے کہ مکہ میں قریش کا ایک مینڈھا کج روی کرے گا۔ (پالن پوری) مسند احمد تحت مسند عثمان بن عفان ص ۶۳ جلد اول دار الفکر ۱۳۹۸ھ نیز مسند احمد ص ۳۶۳ جلد اول، رقم الحدیث ۳۶۱۱: شیخ احمد محمد شاہ، دار الحدیث القاہرہ ۱۹۹۵ء (نور)

اگر ازاں قبیل باشند چہ مانع۔ و از ابن کثیر نقلاً عن ابی ہریرۃ آمدہ: و هو محمول ان صح نقلہ عن ابن عباس، علی انہ اخذہ من الاسرائیلیات و ذلک و امثاله اذالم یصح سندہ الی المعصوم فهو مردود علی من قالہ۔

غرض اس فقیر را، در اعتقاد کردن بدین اثر یا حکما مرفوع گفتن تردد با است، و تاویل احادیث ظاہرہ عامہ ببحر احتمال بعیدی بیند۔ امید کہ از تحقیق جناب رفع تردد گردد۔ و ما ذلک علی اللہ بعزیز! ترجمہ: اثر ابن عباس: ہر اک زمین میں آدم ہیں، تمہارے آدم (علیہ السلام) جیسے۔ اس آیت شریفہ کی گواہی کے بعد (جس نے بنائے سات آسمان)

کیا اس کی قوت و صلاحیت رکھتا ہے، کہ اس کا یقین کیا جائے، اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اطلاعات کو جو کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے مبارک ناموں کے متعلق آئی ہیں، صرف اسی طبقہ زمین کے لئے سمجھا جائے، اور اس (روایت) کے ہونے کا خیال نہ کیا جائے۔ یا جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہ خبر دی ہے، ان کے امتیاز اور بلند مرتبہ ہونے کو دیکھا جائے اور ذکر کیا جائے۔

اگر آدم (علیہ السلام) وغیرہ کا ایک سے زائد (متعدد ہونا) ثابت تھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے خاموشی (اختیار فرمانا) کس وجہ سے ہے۔

نیز عقیدہ نص قطعی سے متعین مقرر ہوتا ہے اور جو حضرت کہ اس اثر کو حکما مرفوع بھی فرماتے ہیں، اس کی دلیل کیا ہے؟ حضرت ابن عباس سے منقول، ایسے اقوال اکثر تفسیروں میں آتے ہیں، جو کہ یا اسرائیلی روایتوں سے لئے گئے ہیں، یا اپنی سمجھا اور غور و فکر سے ہوتے ہیں۔ یہ بھی اگر اسی طرح کا ہو، اس میں کیا الجھن ہے؟

(تفسیر) ابن کثیر میں حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے آیا ہے کہ: اگر اس کی نقل حضرت ابن عباس سے صحیح ہو، تو یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے اسرائیلی روایتوں سے لیا ہے۔ نیز یہ اور اس جیسی روایتیں جب ان کی سندیں صحیح نہ ہوں، تو مردود (نا قابل اخذ و استغاثہ) ہیں۔

غرض اس فقیر کو اس اثر کو عقیدہ ماننے، یا اس کو حکما مرفوع کہنے میں شک و شبہ ہے، اور اس کی وجہ سے عام ظاہر احادیث کو (صرف اس احتمال کی وجہ سے) (بعید ترین احتمالات سے دیکھنا ہوگا؟)۔ امید کہ جناب کی تحقیق سے شبہ دور ہو جائے گا۔

جواب: اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو رد کرنا اور موضوع اور اسرائیلی ہونا باوجود تاویل کے مناسب نہیں، اس

واسطے اس کی شرح لکھی گئی ہے (۱) مع ہذا اس پر اعتقاد کرنا ضرور [ی] بھی نہیں، کہ نص قطعی الدلالہ وصریح اس پر کوئی نہیں اور عقائد [میں] قطعی صریح ہونا نص کا ضروری ہے۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۶۲-۱۶۳)

(۹۲۲) جنین کی خلقت کتنے روز میں تام ہوتی ہے؟ سوال؛ حدیث میں جو مضمون وارد ہوا

ہے کہ رحم میں چالیس روز نطفہ اور چالیس روز علقہ اور چالیس روز مضغہ رہتا ہے، وہ بدعتی اس کے معنی یہ کہتا ہے کہ مراد اس سے صرف چالیس روز ہیں، کہ کل کیفیت نطفہ وعلقہ و مضغہ وغیرہ اس ایک چلہ میں ہو جاتی ہے، متعدد و جہل مراد لینا غلط ہے، اس لئے کہ یہ امر خلاف مشاہدہ ہے، مشاہدہ سے یہ معلوم ہوتا کہ اگر اسقاط حمل ایک ہفتہ میں ہوتا ہے، تو بشکل نطفہ ہوتا ہے اور جو دو ہفتہ کا اسقاط ہوتا ہے، تو بشکل علقہ ہوتا ہے، وعلیٰ ہذا۔

اب یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول خلاف مشاہدہ ہو، ورنہ بدوین اس پر اعتراض کریں گے کہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول خلاف ہے۔ یہ سب تقریر بدعتی کی ہے۔

(۱) حضرت مولانا گنگوہی نے یہاں تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس کی جانب اشارہ کیا ہے۔ اثر ابن عباس [رضی اللہ عنہما] کی ایک معرکہ آرا بحث ہے، اسی گفتگو اور موضوع کی وجہ سے، بریلی کے ایک عالم [فاضل بریلوی، مولانا احمد رضا خاں کے والد مولوی تقی علی خاں نے، بریلی میں مقیم اور شہر بریلی کے مفتی امام اور مذہبی طور پر ایک غیر متنازعہ اور معتمد شخصیت، مولانا محمد احسن نانوتوی کے کفر کا اعلان کیا تھا، یہی بحث بریلوی فرقہ کے آغاز اور احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے علمائے سلسلہ ولی الہی [دیوبند] کے خلاف، اس لمبی کوشش کی ابتداء بنی تھی۔ جس نے پورے ہندوستان اور بعد میں اور بھی ملکوں کو بھی اپنا نشان و نشان بٹایا، ملت میں بڑے اختلاف کا راستہ کھول دیا۔ اس لئے اس سلسلہ کی چند ضروری معلومات عرض ہیں۔

اس بحث و قضیہ کا بنیادی طور پر دیوبند کے اکابر علماء سے کچھ تعلق ہی نہیں تھا، ایسا لگتا ہے کہ مولوی تقی علی صاحب اور ان کے نو عمر فرزند، علمائے دیوبند کے خلاف ایک بہت بڑی جارحانہ تحریک کا غائبانہ برسوں سے ارادہ کر رہے تھے [اگرچہ وہ اس سے پہلے حضرت مولانا گنگوہی کے نہایت مداح اور معتقد تھے] اور اس کے لئے کسی موقع کی تلاش میں تھے کہ ایسے دو علماء کے مناظرے نے، جن کا علمائے دیوبند سے کوئی راستہ رابطہ نہیں تھا، اس کے لئے موقع فراہم کر دیا۔

ہوایوں کہ بدایوں کے قصبہ شیخوپورہ میں، امکان و امتناع نظیر کے موضوع پر [۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں] مولانا عبدالقادر بدایونی [۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء] اور مولانا امیر احمد ہوسوانی کے درمیان مناظرہ ہوا، اس مناظرہ کی مفصل تحریریں ہوسوان کے ہی ایک اور عالم مولوی محمد نذیر نے مرتب کر کے مناظرہ احمدیہ کے نام سے شائع کرادی تھیں [اس اشاعت کا ایک نسخہ ہمارے ذخیرہ میں ہے] اس مباحثہ میں اثر ابن عباس پر بھی گفتگو ہوئی اور مرتب رسالہ نے جو اس نواح میں مولانا احمد حسن نانوتوی کے مقام و مرتبہ سے واقف تھے، یہ بھی لکھ دیا تھا کہ مولانا محمد احسن نے بھی اثر ابن عباس کی صحت کے قائل ہیں۔ بس یہی فقرہ مولوی تقی علی کے منصوبوں کے لئے شتابہ بن گیا، مولوی تقی علی نے اس کو بنیاد بنا کر مولانا محمد احسن کے خلاف نہایت شور و شر اور ہنگامہ شروع کر دیا، مولانا نے اس اختلاف سے بچنے اور اس سلسلہ میں متعلق علماء کی رائے جاننے کے لئے، فخر الحسن خاں حضرت مولانا عبداللہ فرنگی بھلی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کو خطوط لکھے، دونوں نے مفصل جوابات سے نوازا اور اس میں مولانا محمد احسن کی تائید کی مولانا محمد احسن نے ان تحریروں اور جوابات کو ان حضرات کے علم و اطلاع کے بغیر [تحذیر الناس فی انکار اثر ابن عباس] کے نام سے اپنے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کر دیا، مگر اس کی اشاعت سے بات کیا بنتی، جب باقاعدہ ایک فتہ اور غریب بندی کا ارادہ تھا، چنانچہ حدیث پر محدثانہ کلام اور اس کی توجیہ مولوی تقی علی کی سمجھ میں نہیں آئی اور پھر بات بڑھتی ہی چلی گئی، جو علمائے دیوبند کے خلاف بریلی سے پہلی آواز تھی، جس نے بعد میں ایک مستقل نظریہ "بریلویت" کا روپ اختیار کر لیا۔ (نور)

جواب: بحر الرائق میں بروایت صحیحہ ثابت کیا ہے کہ یا لیس روز میں خلقت تمام ہو جاتی ہے (۱) اور قول حکماء کا بھی یہی ہے، موحیث جس میں چالیس چالیس روز میں تبدیلی ہے اس کی تاویل ممکن ہے، (۲) کہ بعض افراد بشر میں ایسا بھی ہو جاتا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اعلیٰ و نہایت مدت تبدیل بیان فرمائی ہے، کہ گاہے بعض فرو میں ہو جاتی ہے۔ فقط رشید احمد غنی عنہ

(۹۳۳) **مامن مولود یولد لإلعلی الفطرة کا مفہوم:** سوال: حدیث مامن

مولود یولد لإلعلی الفطرة (۳) اس کے برخلاف کیوں ہوتا ہے کہ بعض آدمی جوان ہو کر دین سے گمراہ ہو جاتے ہیں، اور بعض آدمی جوان ہو کر کفر سے اسلام قبول کرتے ہیں؟

جواب: حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جب [آدمی] پیدا ہوتا ہے، اس وقت اس میں کفر نہیں ہوتا، بعد عقل کے کفر سیکھتا ہے۔ یہ معنی نہیں کہ وہ کافر نہ ہوگا، یا مسلمان ہو کر کافر نہ ہو سکے گا، جو شبہ کمال ہو۔ فقط

(بدست خاص، سوال ۳۲)

(۱) بحر الرائق میں مختلف مقامات (باب العدة اور باب ثبوت السب) میں صاحب بحر الرائق کی بروایت صحیحہ بحث میں نہیں لی، لیکن ہے حضرت مصنف نے یہ بحث کی اور جگہ فرمائی ہو۔ ان ابواب میں جن روایات کا ذکر ہے (ص ۳۸۰) باب العدة اور ص ۳۸۱ باب ثبوت السب) دونوں میں چالیس چالیس دن کے تین مرحلوں کا ذکر ہے:

وفی المسحوط ایضاً تروج بامراء فاجاء بسقط بعد اربعة اشهر الا یوما لم یجز النکاح، ان کان استبان خلقه لانه لا یستبین خلقه الا فی مائة وعشرين یوماً، اربعین یوماً لطفه و اربعین علقه و اربعین مضغه ثم ینفخ فیہ الروح، بحر الرائق ص: ۱۸۸، باب العدة جلد دوم.

وفی النوا السجدة رجل تزوج بامراء فاجاء بسقط لد استبان خلقه، فان جالت به لاربعة اشهر جاز النکاح و ثبت السب من الزوج الثانی، وان جالت به الاربعة اشهر الا یوما لم یجز النکاح، لان الوجه الاول للولد للزوج الثانی و فی الوجه الثانی من الزوج الاول، لان خلقه لا یستبین الا فی مائة

وعشرين یوماً، فیکون اربعین یوماً لطفه و اربعین علقه و اربعین مضغه، البحر الرائق ص: ۱۸۹، (باب ثبوت السب) دار المعرفۃ بیروت (بلاسنہ) (تور)

(۲) مسلم شریف میں حضرت رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوعاً آئی ہے کہ جب خلقہ پانچ دن گذر جاتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتے ہیں: فخصورها و خلق سمعها و بصرها و جلدھا و لحمھا و عظامھا الخ کتاب القدر باب کتفیه خلقی الوری بنو بندریہ ص ۳۳۳ جلد دوم مطبعہ لبنان دہلی ص: ۱۲۲۱ جلد دوم۔ ثم الحدیث ۳۶۳۵: اتحیہ فخر محمد قاری، (دار الفکر، ریاض) ۲۰۰۰ء اور حضرت ابن مسعود کی روایت میں چالیس چالیس دن کے تین مرحلوں میں تخلیق مکمل ہونے کا ذکر ہے، متفق علیہ۔ مشکوٰۃ باب القدر: حضرت نے اس تضاد کو رفع کیا ہے کہ یہ اختلاف افراد بشر کے اختلاف ہے بے کسی کی تحقیق چالیس دن میں مکمل ہوتی ہے اور کسی کی ایک سو سوس دن میں، نیز اس طرح بھی تخلیق دی جا سکتی ہے کہ تخلیق کا مرحلہ چالیس دن کے بعد شروع ہوتا ہے اور ایک سو سوس دن میں مکمل ہو جاتا ہے (ابن مسعود کی حدیث متفق علیہ ہے اور مشکوٰۃ باب القدر میں آئی ہے۔ اور محدث رضی اللہ عنہ کی روایت سے مسلم شریف کتاب القدر باب اول میں آئی ہے۔ حدیث ۳۶۳۵)

(پانچویں)

(۳) اگرچہ یہ حدیث فطرت اسلامی پر بیاد ہوتا ہے مگر اس کے مابین آپ اس کو یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، جیسے چوپایہ صحیح سالم بنا جاتا ہے، کیا تم میں کوئی کان نہ دیکھتے ہو؟ یعنی ہر بچہ کی فطرت میں خالق کی پچکان اور اس کی بنیادی گانہ بہ موجود ہوتا ہے اور اس کا نام فطرت ہے، پھر بچہ جن باتوں میں کور میں ماحول میں پیدا ہوتا ہے، وہ ماحول اس کو فراب کر دیتا ہے، اس وقت وہ فطری علم جہالت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس طرح کبھی موانع اور ماحول اور جو جاتے ہیں تو وہ فطرت کی طرف لوٹ آتا ہے اور فطرت کو اس اسلام ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کے لئے دیکھیں نزہۃ اللہ اور نزہۃ ۸۶۳ شرح تفسیر اللہ جل جلالہ۔ تالیف مولانا مفتی سعید احمد پانچویں)

(۹۲۳) نگلھا کرنے سے متعلق چند اصل روایتوں کی حقیقت؟ سوال: اسی کتاب میں

لکھا ہے کہ کھڑے ہو کر نگلھا کرنے سے مقررہ حد ہے مگر ہے یا خلاصہ اور یہ بھی لکھا ہے کہ موئے غلک میں شاذ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ان روایات کی صحت نہیں۔ فقہ (دست خاص، ص ۱۰۰)

(۹۲۵) حجام کا آئینہ نہ دیکھنے کی روایت کبھی ہے؟ سوال: عن انس رضی اللہ عنہ

قال النظر الى مرآة الحجام ذلالة (رواہ الدیلمی ص ۱۰۸) یہ روایت اس روایت کے آئینہ حجام کا دیکھنے، یا نہیں؟

جواب: یہ روایت بھی صحیح نہیں۔ فقہ (دست خاص، ص ۱۰۳)

(۹۲۶) طیب الرجال ماضیہ و غفی لولہ کا مطلب؟ سوال: عن ابی ہریرۃ

رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طیب الرجال ماضیہ و غفی لولہ،

وطیب النساء ماضیہ لولہ و غفی ریحہ۔ (۲۱) اس روایت کے بموجب رنگ ماضیہ کا مردوں کو جائز ہوا یا نہیں؟

کیوں کہ اس میں رنگ ظاہر ہے اور خوشبو بھی ہے؟

جواب: طیب الرجال ماضیہ الخ کے یہ معنی ہیں کہ مرد کو اس رنگ سے اجتناب چاہئے، جو عورتوں کو اہانت

سے اور مردوں کو ناجائز و مکر خوشبو لگائی۔ جس سے باہم ریاضت ہو، کبھی کو کبھی سے تکلیف پہنچنے کی نہ ہو، خوشی و ریاضت

سے منع ہو، اور عورتوں کو ایسی خوشبو نہ لگانی چاہئے کہ بموجب فقہ کا ہے۔ بلکہ رنگ لگائی کہ اس کو ریاضت دے سے جھنڈی

بکسہ و عفران کہ محرم کے سامنے ظاہر ہو اور پردے کسی کو معلوم نہ ہو تا کہ شوہر کو بموجب ریاضت ہو اور ریاضت ہو۔

رہا یہ کہ اگر خوشبو میں رنگ مشروب ہو، جیسا ماضیہ و غفی لولہ میں ہے، بلکہ جائز ہے اور خاص غلوت میں اور بعد غیر محرم

میں و عفران عورت کو لگاتا، کہ خوشبو جو رنگ ہے بھی جائز ہے۔ پس حدیث میں مصلحت و احسان حال بیان فرمایا ہے نہ کہ

مرد کو رنگ حرام ہے اور عورت کو خوشبو حرام ہے۔ (دست خاص، ص ۱۰۵)

(۱) یہ روایت حضرت انس کے عہد سے پہلے کی ہے، لہذا اس کی تصحیح و تصدیق ۳۳۱۲ھ تک نہیں ہو سکتی تھی۔ (۲) یہ روایت حضرت انس کے عہد سے پہلے کی ہے، لہذا اس کی تصحیح و تصدیق ۳۳۱۲ھ تک نہیں ہو سکتی تھی۔

(۳) یہ روایت حضرت انس کے عہد سے پہلے کی ہے، لہذا اس کی تصحیح و تصدیق ۳۳۱۲ھ تک نہیں ہو سکتی تھی۔ (۴) یہ روایت حضرت انس کے عہد سے پہلے کی ہے، لہذا اس کی تصحیح و تصدیق ۳۳۱۲ھ تک نہیں ہو سکتی تھی۔

(۵) یہ روایت حضرت انس کے عہد سے پہلے کی ہے، لہذا اس کی تصحیح و تصدیق ۳۳۱۲ھ تک نہیں ہو سکتی تھی۔ (۶) یہ روایت حضرت انس کے عہد سے پہلے کی ہے، لہذا اس کی تصحیح و تصدیق ۳۳۱۲ھ تک نہیں ہو سکتی تھی۔

(۷) یہ روایت حضرت انس کے عہد سے پہلے کی ہے، لہذا اس کی تصحیح و تصدیق ۳۳۱۲ھ تک نہیں ہو سکتی تھی۔ (۸) یہ روایت حضرت انس کے عہد سے پہلے کی ہے، لہذا اس کی تصحیح و تصدیق ۳۳۱۲ھ تک نہیں ہو سکتی تھی۔

(۹) یہ روایت حضرت انس کے عہد سے پہلے کی ہے، لہذا اس کی تصحیح و تصدیق ۳۳۱۲ھ تک نہیں ہو سکتی تھی۔ (۱۰) یہ روایت حضرت انس کے عہد سے پہلے کی ہے، لہذا اس کی تصحیح و تصدیق ۳۳۱۲ھ تک نہیں ہو سکتی تھی۔

(۹۲۷) کیا ”اِنَّا بفرافک“ لوح میں شامل نہیں؟ سوال: لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے وقت انتقال حضرت ابراہیم صاحبزادے اپنے کے، یہ کلمہ فرمایا اور آنسو بہائے: اِنَّا بفرافک یا ابراہیم لمحمز و نون) تو اگر یہ کلمہ لوح میں داخل نہیں ہے، تو جو فرق لوح کرنے میں اور اس کلمہ میں ہو، وہ تحریر فرمائیں، کہ لوح میں یہ الفاظ داخل ہیں اور ایسے الفاظ لوح میں داخل نہیں۔

جواب: لوح روناد لانے کے الفاظ بولنے کو کہتے ہیں، اور یہ کلمہ جو منقول ہے، داخل لوح نہیں۔

(بدست خاص، ص ۹)

(۹۲۸) منافقین کے آستینوں میں بت رکھ کر نماز پڑھنے کی روایت؟ سوال: منافقوں کا

آستین میں بت رکھ کر نماز پڑھنا، اور پھر، حالت نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہونا، کہ ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھو، غلط ہے، یا صحیح؟

جواب: یہ قصہ بھی سراسر غلط ہے، جہلاً، وروافض کی گھڑت ہے۔ فقط

(۹۲۹) بخاری شریف کی حدیث میں کتاب فوق عرش کا مفہوم؟ بخاری میں جو کتاب فوق العرش

وارد ہے، وہ: اِنَّ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ (۲) کی چٹھی ہے، جس میں یہ لکھا ہے کہ اس سے بخاری و مسلم وغیرہا جیسی کتاب مراد نہیں، کتاب کے معنی مکتوب کے ہیں، مکتوب پر چوکھی کہتے ہیں، یہاں پر چمر مراد ہے۔ (۳) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم

(مجموعہ فرخ آباد، ص ۵۵)

(۹۳۰) مقاتلہ کے معنی کی تحقیق؟ مقاتلہ کے معنی اقت میں ضرب شدید کے بھی آتے ہیں، یہاں ائمہ

نے مقاتلہ کے معنی ضرب شدید کے لئے [ہیں] دوسرے نصوص قطعہ کی وجہ سے تو حدیث کے مقابلہ میں قیاس نہیں کیا، بلکہ حدیث کے معنی دوسرے نصوص کے مطابق کر دیئے، بحکم نصوص، اس کو قیاس نہیں کہتے، اس میں اجمال کی تصریح اور تاویل ہے، مگر

(۱) بخاری کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّا بک لمحمز و نون، رقم الحدیث ۱۳۰۳، مکتبۃ الریاض الحدیثہ [بخاری شریف باب مذکور ص ۱۴۳، ج ۳، مکتبۃ اصلاح الالباب، ص ۱۵۵] باب مذکور، رقم الحدیث ۳۳۰۳، ج ۳، ورواہ مسلم کتاب القضا، باب رحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم علی الصبیان والعیال ونواضعہ وفضل ذلک ص ۱۰۹۵، جلد دوم۔ ت: البیہقی فی تاریخ الدیث: ۳۳۱۵، دار طبعہ ۱۳۲۵ھ [بخاری شریف ص ۲۵۳، جلد دوم۔] [بخاری دبی ۱۳۱۹ھ] یہ متفق علیہ روایت ہے، مشکوٰۃ کتاب الجنائز، باب البکاء علی المیت ج: ۱ ص: ۱۵۰ [اصح المطابع و شیلہ دہلی: ۱۳۵۵ھ] نیز مشکوٰۃ باب مذکور ص ۲۱، ج ۲، مکتبۃ ائوب [حدیث ۱۴۲۴۔

(۲) عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لما قضی اللہ الحلق کتب کتابا فیہ عہدہ فوق عرشہ، ان رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ، وفی رواۃ غلبت غَضَبِيْ۔ متفق علیہ۔ مشکوٰۃ شریف، باب الفصل الاول عن ابی ہریرۃ، ج: ۱ ص ۲۰۶، رقم الحدیث ۱۳۰۳، دار طبعہ ۱۳۲۵ھ [

الفصل الاول ص ۹۳۳، جلد دوم، رقم الحدیث ۲۳۲۳، رمضان الثانی، مکتبۃ النوبہ، دار ابن حزم ۱۳۲۳ھ/۲۰۰۳ء] [نور]

(۳) یہ مسئلہ تفصیل سے صفحہ نمبر ۱۶۰ پر مذکور گیا ہے۔

یہ تاویل نہ کرتے تو بہ سبب معارضہ دوسرے نصوص کی یہ حدیث متروک ہو جاتی، اس توجیہ سے سب نصوص اس کے موافق ہو گئے۔ (۱) فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مجموعہ فرخ آباد، ص ۵۶)

(۹۳۱) تیسرے طبقہ کی وہ احادیث، جن کے راوی

طبقہ ثالثہ کی وہ احادیث کہ جن کے راوی صحیحین کے راوی ہوں، مثل صحیحین کے ہوتی ہیں، اگرچہ صحیحین

صحیحین کے راوی ہوں، مثل صحیحین کے ہوتی ہیں:

کی روایت کو ترجیح بوجہ روایت ہو، مگر مجتہد جب اس کو

ترجیح کر دیوے وہ ترجیح ہو جاوے گی اور وہ روایت کہ راوی اسکے غیر ان کے ہوں، وہ معتبر نہیں ہوتی۔ یہ قاعدہ یہ معنی رکھتا ہے۔

اور جمع اگر ہو سکیں تو بھی اس کو مخالف نہیں کر سکتے (۲) اور یہ جمع و ترجیح میرا تمہارا کام بھی نہیں (۳) بلکہ علماء اہل حدیث تمام فہم کا

کام ہے۔ اسی واسطے خود شاہ عبدالعزیز نے ہدایہ کی روایت کو غیر معتبر نہیں لکھا، کہ وہ اسکو جانتے تھے۔ فقط والسلام

اب بعد سلام مسنون کے یہ ہے، کہ بندہ مسلوب الحواس سا ہو گیا ہے، ہر کام سے دل میں گجراہٹ اور کم ہمتی ہوتی

ہے، کچھ عمر کا تقاضہ کچھ ضعف، تو اردامراض اور کچھ مصائب اموات۔ دو سال سے درس حدیث بھی بند ہے، بندہ کی یہ تحریر بھی

غنیمت جانیں، زیادہ بسط کیا کر سکتا ہوں، اسی قدر توفیق ہوئی ہے۔

(مجموعہ فرخ آباد، ص ۳۵)

(۹۳۲) حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل کا

مولوی نظیر حسن صاحب سلمۃ السلام علیکم
آپ کا خط آیا، چونکہ بندہ کو فرصت ہرگز نہیں ہوتی،

درجہ اور ان سے بعض بدعات پر استدلال کا حکم؟

جمعہ کو بھی ایک سبق ہے، لہذا جواب بدشواری لکھا

جاتا ہے، چونکہ آپ نے تاکید لکھا تھا، لہذا چند کلمہ پر قناعت کرتا ہوں، کہ سب مسائل اس سے مستنبط ہو جائیں گے۔

حدیث ضعیف اگر سبب سوء حفظ راوی کے یا مرسل ہونے کے، یا تدلیس ہونے کے ہے، مگر راوی عادل ثقہ ہے تو اس

پر عمل کرنا درست ہے، اگرچہ اثبات حکم اس سے نہیں ہو سکتا، جب تک جبر اس ضعف کا نہ ہو جائے، اور جو بسبب فسق اور کذب

راوی کے، یا بسبب اتہام وضع کے ہو، تو اس پر فضائل اعمال [میں] بھی عمل کرنا ناجائز ہے۔

شدید الضعف، یہ قسم آخر ہے اور پہلی قسم میں ضعف ادنیٰ ہے، یہ مسئلہ منجہ وغیرہ کتب اصول حدیث میں مذکور ہے۔ پس

جو احادیث کہ اہل بدعت نے وضع کی ہیں، وہ موضوعات میں ہیں، کہ ہرگز ان پر عمل روا نہیں۔ فقط

(۱) معلوم نہیں کہ یہ کس سوال کا جواب ہے، ممکن ہے نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کے سلسلہ میں جو متفق علیہ روایت آئی ہے۔ فان اسی فلیقتلہ فانہ

شیطان کے معنی دریافت کئے ہوں۔ واللہ اعلم (پان پوری)

(۲) اصل میں اسی طرح ہے۔ شاید نقل میں غلطی ہوئی ہے، ممکن ہے صحیح عبارت اس طرح ہو: "اگر جمع نہ ہو سکیں تو بھی اس کو مخالف نہیں کہہ سکتے" (نور)

(۳) یہ بحث بھی نہ معلوم کس موقع کی گئی ہے تیسرے طبقہ سے مراد وہ طبقات ہیں جو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ میں بیان کئے ہیں، پہلے طبقہ کی کتابیں منوطاً،

بخاری اور مسلم ہیں اور دوسرے طبقہ کی کتابیں ابوداؤد، ترمذی اور نسائی ہیں۔ اور تیسرے طبقہ کی کتابیں مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور ترمذی اور بخاری وغیرہ کی

کتابیں ہیں، تفصیل کے لئے دیکھیں: رحمۃ اللہ الواسعہ (۲: ۳۳۳-۳۸۸) (پان پوری)

علیٰ ہذا جس امر کے التزام سے عوام اس کو واجب جانے لگیں، تو اس کا ترک بھی ضرور [ی] ہوتا ہے، چنانچہ عالمگیریہ کے باب الحدیث میں ہے:

و ما یفعل عقبی الصلوٰۃ مکروہ، لأن الجہال یعتقدونها سنة او واجبة، و کل مباح یؤدی الیہ فمکروہ (۱) انتہی
ترجمہ: اور جو کچھ نماز کے بعد کیا جاتا ہے وہ مکروہ ہے، اسلئے کہ جاہل لوگ اس کو سنت اور واجب سمجھ لیتے ہیں اور ہر وہ مباح چیز جس کو ضروری (یا سنت واجب) سمجھا جانے لگے، وہ مکروہ ہے۔ (ت: نور)

اس سے بھی یہ امر واضح ہے، کہ یہ سب امور اگرچہ فی حد ہا مباح و مندوب ہوں، مگر بسبب التزام کے جب عوام ان کو ضروری جانتے ہیں، کہ مانع و تارک کو برا کہتے ہیں، ملامت کرتے ہیں، تو ضروری ترک اور مکروہ ہے۔

(مجموعہ فرخ آباد ص ۳۶، ۳۷، ۳۸)

(۹۳۳) ائمہ محدثین مروان ابن الحکم کی روایات کیوں لیتے ہیں؟ سوال: از بندہ عزیز الرحمن

بخدمت بابرکت حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب

بعد سلام مسنون، بصد آداب! آں کہ اشتیاق قدم بوی و شرف صحبت شریف بار بار و باز دیادی نہد، اما بطمع آں کہ شاید برائے ایں کار وقتے دیگر مقرر باشد، و آرزوئے دیرینہ ظہور پیوند و صبر کردہ می آید! از حال پریشانی خود چیزے گفتن رونمی بندد، و بعض اوقات بخواستم کہ چیزے اظہار کنم، بجز خاموشی چارہ ندیدم، اکنون بجز ایں کہ خواستگار دعا و توجہ کنم، چیزے دیگر مناسب نمی نماید، امید کہ آنجناب از ایں نابکار غافل نباشند۔

بعض مسائل قابل استفسار معروض ہستند، امید کہ از جوابات شاں مفصلاً معزز و مطمئن فرمایند۔
ترجمہ: بندہ عزیز الرحمن کی طرف سے حضرت مولانا مولوی رشید احمد گنگوہی کی خدمت بابرکت میں: سلام مسنون! اور آداب کے بعد عرض ہے، کہ قدم بوی کا اشتیاق اور صحبت شریف میں بار بار حاضری کی تمنا دہراتا اور یاد رکھتا ہوں، لیکن اس لالچ کی وجہ سے شاید اس کام کے لئے کوئی اور وقت مقرر ہوگا اور پرانی تمنا ظہور میں آئے گی، اس لئے صبر کرنا پڑ رہا ہے۔

(۱) عالمگیری، باب مسائل سجدة الشکر (۱۹۰/۱) (مطبوعہ ہندو کی مکتبہ: ۱۲۵۸ھ) [عالمگیری (۱۳۶/۱) الباب الثالث عشر مما یصل بدالک

[نور]

مسائل سجدة الشکر [مکتبہ ماجدیہ کوئٹہ ۵۶۴۰۳]

مفتی الہی بخش اکینمی، کاندھلہ

اپنے پریشان حال کے متعلق کچھ عرض کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ کسی وقت چاہتا ہوں کہ کسی بات کے لئے درخواست و اظہار کروں مگر خاموشی کے علاوہ کوئی چارہ نہیں دیکھتا، اب اس کے علاوہ کہ دعا اور توجہ کی درخواست کروں کوئی اور بات مناسب نہیں دیکھتا۔ امید ہے کہ آنجناب اس نالائق کی طرف سے غافل نہ ہوں گے، چند مسائل قابل تحقیق پیش ہیں، امید کہ ان کے مفصل جوابات سے معزز اور مطمئن فرمائیں گے۔ [ت-نور]

سوال : مروان ابن الحکم کہ ذکر آں در کتب صحاح می آید، و در بعض مواقع از اقوال او استدلال کردہ می آید، چنانچہ امام مالک در مؤطا فرمودہ:

مالک اَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ، كَانَ يَقْضِي فِي الرَّجُلِ إِذَا آلَى مِنْ امْرَأَتِهِ، أَنَهَا إِذَا مَضَتْ الْأَرْبَعَةُ الْأَشْهُرَ فَهِيَ تَطْلِقُهُ، بَوْلُهُ عَلَيْهَا الرَّجْعَةُ مَادَامَتْ فِي عِدَّتِهَا. قَالَ مَالِكٌ وَعَلَى ذَلِكَ كَانَ رَأْيُ ابْنِ شَهَابٍ (۱)

و در ہمیں مؤطا بجائے دیگر پسندیدن اکابر برائے اورا، در بعض مسائل دیدیہ نقل ساخته۔ و نجمن در کتب دیگر ذکر او آمدہ، و در تقریب ہم اورا بد نوشتہ، بلکہ لفظ لم یثبت لہ الصحبۃ آورده کہ ایں ہم در پردہ توشیح است۔ چہ کہ در صحت او خلاف باشد اگر چہ اصح عدم صحت باشد، اورا بد گفتن چگونہ صورت بند؟

بالجملہ، باوجود اسمہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ در تحفہ نسبت او نیک نوشتہ، بل بالفاظ مروان شیطان یا علیہ الملعن یا سرگروہ جماعت شقاوت، بزمہ خار جیان یا دفرمودہ، و ایں ہر سہ الفاظ احقر بچشم خود در تحفہ دیدہ، تحقیق ایں چیست و در بارہ او چہ اعتقاد باید داشت، اورا خارجی گفتن صحیح است یا نہ، و آخر حال او چگونہ گذاشتہ است؟

سوال : مروان ابن الحکم کہ جس کا ذکر کتب صحاح میں آیا ہے اور بعض موقعوں پر اس کے اقوال سے استدلال بھی کیا گیا ہے، چنانچہ امام مالک مؤطا میں فرماتے ہیں:

”ان کو یہ بات پہنچی ہے کہ مروان بن الحکم ایسے معاملہ میں، جب کوئی اپنی بیوی سے ایلاء کرتا تھا تو یہ فیصلہ کرتا کہ جب چار مہینہ گزر جائیں تو وہ مطلقہ ہے، اور شوہر کے لئے حق رجوع اس وقت تک ہے جب تک وہ عدت میں ہے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ یہی ابن شہاب کی بھی رائے تھی، اور اسی مؤطا میں دوسری جگہ اکابر

(۱) رواہ الامام مالک فی موطاء فی کتاب الطلاق، باب ما لا یسین من التملیک ص: ۲۰۳ (مجتبائی دہلی: ۱۳۲۰ھ)

تیزاب الایلاء۔ رقم الحدیث: ۱۷۱۰-۱۷۱۱ تحقیق: محمود امجدی ص: ۴۱۱-۴۱۲ (موسسہ المداء۔ لاہور: ۱۳۲۳ھ-۲۰۰۴ء)

کالان (مروان) کی رائے کو پسند کرنا اور بعض دینی مسائل میں اس (فتویٰ) کا نقل کرنا بھی آیا ہے۔

دوسری کتابوں میں بھی اس کا ذکر آیا ہے اور تقریب (الہندیہ) میں بھی ان (مروان) کو برا نہیں لکھا، بلکہ لفظ ان کے لئے صحبت ثابت نہیں آیا ہے یہ بھی ڈھکی چھپی توثیق ہے۔ وہ شخص جس کی توثیق میں اختلاف ہو، اگرچہ زیادہ صحیح اس کی توثیق نہ ہونا ہے، اس کو برا کہنا کس صورت میں ہوگا؟

اس سب کے باوجود شاہ عبدالعزیز نے تحفۃ الثنا عشریہ میں اس کے متعلق اچھے الفاظ نہیں لکھے، بلکہ بالفاظ مروان شیطان یا لعن اللعن یا جماعت شقاوت کا سردار اور اس کو خارجیوں میں یاد کیا ہے، اور یہ تینوں الفاظ میں نے خود اپنی آنکھ سے تحفہ میں دیکھے ہیں، اس کی کیا تحقیق ہے، اس کے متعلق کیا یقین رکھنا چاہئے اس کو خارجی کہنا صحیح ہے یا نہیں، اور اس کا آخری حال کس طرح گذرا؟ (ت۔ نور)

جواب: از بندہ رشید احمد غنی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائند:

آپ کا خط آیا جواب مختصر لکھتا ہوں، کہ فاسق و مبتدع کی خبر کا اعتماد اس واسطے نہیں ہوتا، کہ وہ بسبب عدم مبالغہات دین کے کذب کہہ دیوے، تو عجب نہیں، اور ہر گاہ کہ کسی مبتدع پر یہ احتمال رفع ہو جاوے، تو پھر قبول اس کی خبر میں تردد نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مبتدع کی خبر میں اختلاف ہوا ہے، کہ بعض نے مطلقاً عدم قبول کہا اور بعض نے مطلقاً قبول، بعض نے تفصیل داعی الی البدعت کی [اور] غیر داعی کی کی [ہے] اور علیٰ ہذا۔

پس مروان بن الحکم ہر چند [کہ] مبتدع فاسق تھا، مگر ائمہ کو اس کی روایت پر اعتماد تھا، اسی واسطے عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما اس کو صدق [و] فی الروایۃ فرماتے ہیں اور اسی وجہ سے بخاری نے اس کی روایت بخاری (۱) میں نقل کی اور امام مالک نے اس کے قبول کو لکھا ہے۔

مع ہذا [مولف] فتح الباری عذر کرتا ہے، کہ یہ روایات اس کی عبداللہ بن زبیر وغیرہ رواۃ نے قبل ظہور ابتداء اس کی اخذ کی تھی، (۲) بعد تکمیل کے وہ بگڑا ہے، یا ظہور اس کا ہوا ہے، لہذا ان روایات میں قدح نہیں، اور فعل قبل اس کے ہوا وہ بتاویل۔ لہذا اس کا خارجی ہونا اور بد ہونا خلاف روایت کے نہیں، اسی کو اگر بد بھی لکھتے ہیں، مع ہذا روایت اس کی

(۱) صحیح البخاری کتاب الاذان باب القراءة فی المغرب ص ۱۰۵ ج ۱ [مطبع احمدی میرٹھ: ۱۲۸۲ھ] نیز بخاری شریف ج ۱

[نور]

ص ۱۲۶۔ رقم الحدیث: ۷۶۳ [مکتبہ ریاض ۱۴۰۳ھ]

(۲) مقدمہ فتح الباری الفصل التاسع فی سیاق اسماء من طعن فیہ من رجال هذا الكتاب "المیم" ص ۳۳۳ [مکتبہ دار الفیحاء، دمشق] قال: وهو لا (یعنی سہل بن سعد وعروہ وغیرہما) اخرج البخاری احادیثہم عند فی الصحیح، لما کان امیراً عنہم بالمدينة قبل أن یلقوا عند فی الخلاف علی اس

[نور]

الزبیر مابدا واللہ اعلم۔۔ اور تکمیل کے معنی ہیں اس سے حدیثیں لینا

(مجموعہ کلاں ص ۱۶۱-۱۶۲)

معتبر ہیں۔ فقط

سوال: جمعہ یا جمعرات یا پیر کے روز یا رمضان المبارک میں جمعہ کو اور رمضان المبارک میں جو شخص مرجاتا ہے، تو اس کو کچھ تخفیف عذاب المبارک میں، مسلمان کو عذاب قبر نہیں ہوتا: میں یا حساب میں ہوتی ہے، یا نہیں، اور اگر ہوتی ہے، تو کیا ہوتی ہے؟

جواب: جمعہ کی شب اور جمعہ کے روز اور رمضان میں مسلمان کو عذاب قبر نہیں ہوتا، اور پیر کی روایت کوئی معلوم نہیں فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بدست خاص ص ۲۳)

(۹۳۵) اگر مستحق عذاب ہے تو رمضان المبارک کے بعد عذاب ہوتا ہے: سوال: لکھا ہے کہ جو کوئی رمضان میں مرجاتا ہے تو اس کو عذاب قبر نہیں ہوتا، آیا وہ شخص ہمیشہ کے لئے چھوٹ جاتا ہے یا بعد رمضان پھر عذاب قبر ہوتا ہے؟

جواب: بعد رمضان عود کرتا ہے، اگر مستحق عذاب ہے۔ فقط (بدست خاص ص ۴۲)

(۹۳۶) حضرت مولانا خلیل احمد انیسٹروی [شارح سنن ابوداؤد] کے چند شبہات و اعتراضات کے جواب:

سوال نمبر (۱) مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۱ مطبوعہ احمدی ان الشیطان قد یسّس ان بعدہ المصلون فی جزیرۃ العرب الخ بالغ وجوہ، عدم وقوع شرک پر عرب میں دلالت کرتی ہیں، کیونکہ یاس شیطان کی بنی آدم کے شرک سے، باوجود اس کے کہ وہ اصل جبلت سے آگاہ ہے قریب حال ہے، باوجودیکہ دوسری جگہ اس کی مؤید مذکور ہے، صفحہ ۴۲۷: قال: قلت یا رسول اللہ! اشرک اعدک من بعدک؟ قال: نعم! اما انہم لا یبعدون شمساً ولا قمرأ ولا حجراً ولا وثناً الخ۔ صفحہ ۵۳۸: وانی لست اُحشی علیکم ان تشرکوا بعدی صرحت عدم وقوع شرک پر دلالت کرتی ہیں، پس قولہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۴۷۳: لا تقوم الساعة حتی تضطرب آلیاٹ نساء دوس حول ذی الخصلة بظاہر روایات سابقہ کے مخالف ہے؟

الجواب: شیطان نے جو قوت اسلام و رسوخ مسلمین کا دیکھا تو مایوس ہو گیا، کہ مسلمون ہرگز شرک نہ کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ابلغ وجوہ اس کو ثابت کیا، کہ ایمان اسلام اعلیٰ درجہ کا محقق ہو گیا، کہ شیطان جیسے طویل الامل کو یاس ہو گئی، مگر کس سے یاس ہو گئی: مصلین یعنی مسلمین سے نہ کفار سے۔ دیکھو حضرت ابلغ ابلغاء کے کلام کو کہ مسلمانوں سے یاس شیطان فرمائی، نہ وجود شرک (سے) اور شیطان کی بقاء توقع کفار میں باقی رکھی۔ اول تو ظاہر ہے کہ

یاس کو عدم الوقوع لازم نہیں، سب کو یاسِ صحت قریب الموت ہو جاتی ہے اور پھر تندرست صحیح ہو جاتا ہے، تو کیا ضرور (ی) ہے کہ شیطان کی یاس کو عدم الشکر لازم ہو، کمال قوت دیکھ کر مایوس ہوا، مگر انجام میں وہ قوت نہ رہے، رفتہ رفتہ وہ نوبت پہنچی کہ لفظ کلمہ بھی باپ دادا کے سنی سنائی پر نہیں، کوئی نہ جانے کہ کیا چیز ہے: کسم اور دفی الحدیث تو اس وقت ظہورِ شرک ہو تو کیا معارضہ ہوا، اور شیطان اگر بقول آپ کے اصل جبلت سے واقف ہے، تو اصل فطرت سے بھی واقف ہے کہ اسلام ہے، اور بالفرض جو جبلت آدمی کی شرک ہے، خود فخرِ عالم علیہ السلام کا بیان قوتِ ایمان عرب بابلغ وجہ ہوا، کہ بیان واضح آپ سے غیر جلی جلی بھی ہو گیا۔

اب رہا: حدیث اُتشرک اُمتک الکخدشہ: سو اس کا بیان یہ ہے کہ امت کے دو معنی ہیں، کبھی امت دعوت مراد ہوتی ہے، جس میں یہود اور سب کفار داخل ہیں، تو یہاں یہ تو مراد ہرگز نہیں ہو سکتا، کیوں کہ شرک امت دعوت تو خود حیات میں بھی موجود تھی، اس کے سوال کا کیا محل تھا، دوسری امت اجابت کہ فقط مسلمان ہیں، صالح اور فاسق اس میں داخل ہیں، کافر خارج، یہاں یہی مقصود ہے۔

جب سائل نے قوتِ اسلام و وضوحِ دلائل اس کے دیکھے، تو پوچھا، کہ بعد آپ کے ایسا ہی حال رہے گا، یا مثل یہود اور نصرانیوں کے آپ کی امت اجابت میں شرک ہو جاوے گا، تو حضرت نے (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا کہ شرک جلی تو نہ ہوگا، البتہ خفی آجاوے گا۔ اور جو شخص مرتد ہوا، اجابت کی شان سے نکل گیا، اس کا بھی خدشہ رفع ہوا، اور جب رتج چلے گی جس سے سب مسلمان مر جاویں گے، اس کے بعد بت پرستی عرب میں شروع ہووے گی، تو وہ لوگ بھی امت اجابت نہیں، ہاں! امت دعوت ہیں کہ سوال سے خارج ہیں، ہاں اہل اہواء کا خدشہ رہا، سو یا بطور محدثین ان کو کافر کہو، یا بطور متکلمین فاسق، پس خدشہ رفع ہو گیا۔ فقط۔

اور شرک امت کی کیفیت اوپر بیان کر چکا ہوں حسب حدیث اور حدیث: لست אחشی علیکم الخ میں صحابہ خاص مخاطب مراد ہیں، سیاق و سباق حدیث کو دیکھو، نہ قیامت کے قریب کے مسلمان، پس کچھ بھی اشکال نہیں۔

[تذکرۃ الرشید۔ تالیف مولانا عاشق الہی میرٹھی۔ ص: ۱۶۱۔ ۱۶۰ جلد اول عکس طبع اول، میرٹھ]

(۹۳۷) جب جانور مکلف نہیں، تو قیامت کے دن اقتصاص کیسا؟ سوال نمبر: (۲) قولہ

صلی اللہ علیہ وسلم ”حتى يُقَادَ لِلشَّاةِ الْجِلْحَاءِ مِنَ الشَّاةِ الْقِرْنَاءِ“ [یہاں تک کہ بغیر سینگ کی بکری کو سینگ والی بکری سے بدلہ دلوا یا جائے گا (نور)] جب کہ بہائم مکلف نہیں، تو باہم اقتصاص کی کیا وجہ ہے، صد ہا جانور ایک دوسرے کی خوراک ہیں، انسان پر لحوم حلال کئے گئے، تو کیا سب کا معاوضہ ہوگا (اور تخصیص جنسیت کی بظاہر کوئی وجہ نہیں؟)

جواب: قصاص بہائم میں بوجہ تکلیف نہیں، بلکہ بوجہ مساوات ہے۔ مکلف کو عذاب بالنار ہوتا ہے، بہائم میں

بدلہ دیکر معدوم کئے جاویں گے، اور یہ قصاص اس امر میں ہے کہ خلاف حکم کے ہو۔ گوشت کھانے کی جہاں اجازت ہے، وہ عین عدل و امتثال امر ہے، وہاں کیا ظلم تھا اور جس جانور کو قطعہ دوسرے جانور کا بنایا گیا، وہ بھی بر محل ہوا۔

یہ قصاص ایسے امر میں ہوگا جیسا ایک نیل نے دوسرے کو، سینگ خواہ تھوہ مار دیا، یا دو جانور باہم لڑے اور ایک کے سینگ ہیں، دوسرے کے نہیں، تو بلا سینگ کے زیادہ چوٹ لگ گئی۔ بہر حال یہ مقاصات بوجہ تکلیف نہیں، مکلف کی سزا دوزخ وغیرہا سے ہے، جو مصرح نصوص ہے، فقط

(تذکرۃ الرشید ص: ۱۶۱-۱۶۰/جلداول)

سوال: (۳) ولا یتکلمن یومئذ إلا

الرسل، و کلام الرسل یومئذ: اللہم

سلم سلم اس کے بعد مذکور ہے

صفحہ ۲۸۶: شعار المؤمنین یوم القیمۃ

(۹۳۸) ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن

رسولوں کے علاوہ کوئی نہیں بولے گا، دوسری روایت سے

مؤمنین کا بولنا بھی ثابت ہے، اس تعارض کا جواب:

علی الصراط: رب سلم سلم پس ہر دو روایات بظاہر متعارض ہیں؟

جواب: وہ کلام کہ غیروں کے باپ میں ہو، سوائے رسل کے کوئی نہ کر سکے گا، کیونکہ نفسی نفسی کا قصہ ہوگا

اور اپنی اپنی حالت میں مدہوش، دوسرے سے بالکل بے خبر ہوویں گے۔ خلاف رسل کے کہ امت کے لئے دعا کرتے

ہوویں گے اور خود مطمئن ہوویں گے اور مؤمنین کا کلام اپنی ذات خاص میں ہے کہ عبور کے وقت اپنے حال پر ہر اس سلم

سلم کہتے جاویں گے۔ غرض کلام کے ہر دو جا ایک معنی نہیں، مکاشح۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(تذکرۃ الرشید ص: ۱۶۳/جلداول)

سوال نمبر: (۴) جلد لہم الانسان کی نجاست

کی علت ہدایہ، مصطفائی ص: ۲۴ پر کرامت قراردی

ہے، حالانکہ یہ علت نجاست کی علت نہیں ہو سکتی،

(۹۳۹) جلد انسان کی نجاست بوجہ کرامت نہیں

ہے بلکہ کرامت انسان، مانع نظمیر از دباغت ہے:

البتہ اگر ہے تو حرمت کی علت ہے، اگرچہ اعلیٰ درجہ کی حرمت نجاست کو مستلزم ہے، لیکن اس کی حرمت کو حرمت لعینہ کا قائل

ہونا، بحیثیت استدلال بعید ہے، کیونکہ مثل خنزیر منصوص نہیں ہے، دار و مدار ظنیا پر ہے، پس اس کی نجاست کے قائل ہونے

کی، کوئی وجہ نہیں۔ بہت اشیاء ایسی ہیں کہ حرام ہیں اور نجس نہیں، ہاں اگر متامل کیا جاوے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرامت کے

ساتھ نجاست کا قائل ہونا، اجتماع متضادین ہے، اس مقام کے علاوہ شرعاً کوئی جزئی مکرم و نجس پائی نہیں گئی۔

ظاہر و باطن میں آگے بڑھ کر صاحبِ ہدایہ طہارت مؤرخ انسان کا قائل ہوا ہے، اور اس کی علت جان کی ہے، بالاسد منو لد من لحم طاهر، (۱) ایسی بظاہر یہ صریح تھاقت ہے، کیونکہ اول دلیل سے نہایت ثابت کی اور یہاں اس کی طہارت بیان فرمائی، پس اگر جلدِ کلمہ میں جس بات کو سور کی طہارت کی کوئی جہ نہیں، اور اس کی علت لکوت فی معنی قرآنی بناوے تو سوائے خیر سب سہاں میں جاری کرنا چاہئے اور وہاں بھی سور کی طہارت کا حکم کیا جائے، اور یہ دوسرا تعارض ہوا کہ نہایت اپنے معدن میں فی الاصل کلمہ طہارت، راقی ہے تو پھر سہاں کا کلمہ ان کی نیات میں لکھو نہ لکھو، معذرت حکم ظاہر ہوا تو سور بھی ظاہر ہوگا: لکھو نہ منو لد من لحم طاهر، حالانکہ وہ نہیں ہے، پس قضیہ منکسر ہو گیا۔ اور اگر انسان کی طہارت و نہایت کا مدار (۲) اور ہا تعباری و میت کے کیا جائے تو یہ حکم بھی جام سہاں میں مشترک ہو جاتا ہے غرض بیچ و بیچ شہادت میں منکسر خاصہ عرض کر دیا ہے۔

(الجواب: از بندہ رشید احمد غفری عن) مولوی ظہیر احمد صاحب مدظلہ العالی

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط آیا، شہادت دہا یہ آپ نے کیا لکھی، اجتہادات کی لم کا اختصار ہے، بھلا یہ کس طرف کی سی سے مجھے گی۔ اگر مہارت دہا یہ پر غور ہو تو اس کا جواب سہل مگر قطعاً کے کلام اور قدامت کی روایات کے سطل پر چھتے ہو۔ خیر خاطر عزیز کے لئے یہ توجہ لکھتے ہوں۔

ہدایہ صفحہ ۴۴ میں کہیں تصریح نہیں کی، کہ کرامت علت نہایت ہے، آپ نے خود ہی تراش لیا، اور اعتراض کئے۔ یہ شہید یہ ہوا کہ ماتن نے کیا:

مکمل اجاب ذیل طہار و جلوت فضلوۃ لہ و الوضوء (۱) جلد الحیر و الاخصی ص ۴۲

تو متن سے دریافت ہوا کہ جلدِ آدمی دیا علت سے پاک نہیں ہوتی، اور پھر شارح نے آدمی کی جلد کی حد کرامت بیان کی تو آپ سمجھے کہ چون کہ جلدِ آدمی بعد کرامت نہیں تھی، پاک نہ ہوتی اور شبہ قائم کر دیا، اور فی الحقیقہ یہ عبارت متن حدیث کی عبارت ہے مگر استہزاء حدیث میں نہیں۔

(۱) ایسا ہیں مہارت و لد تولد من لحم طاهر ہے، حدایہ کتاب الطہارت، فصل فی الاستاء و غیرہ ص ۴۱، جلد اول، (مطبع مصطفائی)
 مصحف مصطفائی، ح ۱ (۲۰۰۵ء)
 (۲) حدایہ کتاب الطہارت، ص ۲۳، جلد اول، (مطبع مصطفائی، محدثہ مطبعہ ح ۱۹۹۵ء)

سودھ ریت کی شرح میں طول ہوتا ہے، گولطف اور علم بھی ظاہر ہوتا ہے، تو اس سے تو اعراض کرتا ہوں، اور اصل شارح کا مطلب بیان کرتا ہوں، کہ جلد آدمی جب انسان سے ریت کی چاؤے کی، تو یادہ مردہ ہوگا، یا زندہ! اگر مردہ کی کھال ہے، تو بوجہ موت نجس حکمی ہوئی تھی، اور جو زندہ سے جدا ہوئی، وہ بوجہ حدیث: مَا یَسِیْنُ عَنِ الْحَیِّ فَهُوَ مِیْتٌ نَجَسٌ ہوئی، بوجہ میتہ ہونے کے، اور جو اتار تے اتار تے آدمی مر گیا اور پھر جلد الگ ہوئی، وہ بھی نجس بوجہ موت ہوئی، ”کیونکہ انسان مردہ میتہ اور نجس ہوتا ہے مثل دیگر حیوانات میتہ کے، مگر یہ شرافت انسان کی ہے کہ غسل سے پاک ہوتا ہے، یہ خلاف دیگر حیوانات کے“ سو یہ نجاست بوجہ موت جو (اصل) حاصل ہوئی تھی، اس کو (صاحب) ہدایہ کہتا ہے یطہر الا جلد الا دمی فانه لا یطہر اور اس کی وجہ کرامت بیان کر دی، کہ اگر یہ بھی حکم طہارت کا پیدا کرتی، تو لوگ اس کو استعمال کرتے مہمان بناتے، شارح نے اس کی طہارت کو منع کر دیا، سو اس میں کوئی خدشہ نہیں۔

کرامت نجس نجس نہیں، نجس موت ہے اور کرامت مانع طہارت ہے، کہ طہارت موجب اہانت ہے جو کرامت کے خلاف ہے۔ غرض شارح کرامت کو مانع طہارت ٹھہراتا ہے تاکہ بچہ اس کے اہانت کو رفع کرے، نہ موجب نجاست، جیسا آپ کو شبہ ہو۔ اگر اس پر طمانیت نہ ہو تو سنو! کہ استثناء فقط طہر سے نہیں بلکہ طہر و جواز سے ہے، کہ مجموعہ سے جواز استعمال مستفاد ہوتا تھا، تو گویا یہ معنی ہوئے: اِذَا دَبِغَ حُلُّ اسْتِثْنَاءِ اس سے استثناء کیا، اور وجہ حرمت استعمال کی خنزیر میں نجاست العین اور آدمی میں کرامت بیان کر دی، سو یہ تو جیہ از سر رافع خدشہ ہے، اور عموماً ہر دو روایت کے موافق رہے گی، کہ جلد آدمی کو اگر دباغت دیویں، تو بعض طہارت کے قائل ہوتے ہیں، مگر استعمال کے محرم ہیں، اور بعض طہارت کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ خنزیر اور آدمی کی کھال بدن سے جدا ہوئی نہیں سکتی، اور جو جھلی اتار دیں وہ دباغت پذیر نہیں ہوتی، بعض مسائل فقہاء کے محض بوجہ فرض ہوا کرتے ہیں، اور حدیث سے قید صلوح دباغت واضح ہے، معنی یہ ہیں۔

كُلُّ اِهَابٍ یصلح للذباغة اذا دَبِغَ فَقَدْ طَهَرَ الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تذکرۃ الرشید ص: ۱۴۷-۱۴۹۔ جلد اول)

(۹۴۰) یتیم سوتے ہوئے پانی پر سے گذرے تو یتیم ٹوٹ جاتا ہے اور پانی سامان میں بھول جائے تو یتیم سے نماز درست ہو جاتی ہے۔ وجہ فرق کیا ہے جبکہ یتیم کا عذر قوی ہے؟

ہو جاتا ہے، (پھر ص: ۳۸ مصطفائی و ص: ۱۹ علوی میں) ناسی الماء فی الرحل پر لکھا کہ اعادۃ صلوة نہیں، حالانکہ عذر یتیم فوق الناس ہے، نوم مستزئم نسیان کو ہے من غیر عکس، تو یتیم کا عدم قدرت بہت زیادہ ہے۔ پس باقتدار دیل کے یتیم کا انقضاء غیر معقول ہے اور با یتیم ہر دو امر متعارض، اگرچہ روایت صحیحہ عدم انقضاء ہے، لیکن تعجب ہے کہ صاحب ہدایہ نے اس کو

ترک فرما کر متعارضین روایات جمع کردی ہیں، پس اول توجیہ علت انتقاض تیمم ہونی چاہئے، کہ کس بناء پر اس روایت کا دار (و) مدار ہے، پھر تقریر رفع تعارض کی فرمائی جاوے۔

الجواب: فرق نسیان اور نوم کے مسئلہ میں یہ ہے کہ نسیان باختیار العبد نہیں، سو ایسی حالت میں کہ اصل عدم الماء ہے اعمیٰ سفر نسیان مانع قدرۃ ہوا، اور کوئی امر مذکر بھی نہیں، جیسے حالت صلوٰۃ میں معتبر نہیں ہوتا، خلاف نوم (۱) کے کہ وہاں معتبر ہو کر ناقض نہ ہوا، سو بوجہ قوت اصل کے کہ عدم ماء ہے، اور بذل سعی طلب ماء کے کہ ظن عدم الوصول ہے، تیمم درست ہوا، اور نائم میں بعد تیمم کے نوم مثل اختیاری کے ہے۔ اور حالت نوم میں امر ضروری بقاء کا جو بذل سعی ہے، اور ظن عدم الحصول دونوں مفقود، لہذا اس کو حکم قادر کا دیا، کہ اپنی غفلت سے سو یا اور قدرت کو ضائع کیا۔

اب رہا یہ کہ یہ روایت قوی ہے یا ضعیف، اس سے کیا بحث ہے، صاحب ہدایہ کو یہ روایت معلوم نہ ہو، آخر بشر تھا، یا اس کے نزدیک یہ روایت قوی ہو، بایں وجہ یا بوجہ دیگر، سو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ پچھلے لوگوں کو دوسری روایت کی قوت معلوم ہوئی۔ فقط رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(تذکرۃ الرشید ۱۵۰/۱۵۱ - جلد اول)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے اس جواب پر بھی چند شبہات کئے تھے، جس کا حضرت مولانا گنگوہی نے مفصل جواب دیا تھا، جہذا تذکرۃ الرشید میں بھی موجود ہے، مگر غلطی سے یہاں درج ہونے سے رہ گیا، اس لئے اس جواب کو ضمیم ثانیہ کے بالکل آخر اختتام پر ملاحظہ فرمائیں۔ (نور)

(۹۴۱) سند کے تفرد کے باوجود امام ترمذی کا حدیث کو "حسن" قرار دینا؟ سوال نمبر: (۷) ترمذی

صفحہ ۲۰: حدیث حسن: یہاں اطلاق حسن خلاف اصطلاح ہے، کیونکہ شرط حسن تعدد طرق ہے اور اس روایت کی نسبت کہا ہے کہ عبد الرحمن منفرد ہوا، پس اس کا حسن کس اعتبار سے ہے؟

الجواب: روایت حسن اصطلاح میں وہ ہے، کہ راوی اس کا ضبط میں صحیح کے درجہ سے کم ہو، لیکن مدفوع نہ ہو، تعدد طرق اس میں شرط نہیں، کیونکہ یہ تعریف حسن لذاتہ کی ہے۔

تعدد طرق کی وہاں ضرورت ہوتی ہے کہ حسن لغیرہ ہو، یہ معنی کہ روا (یت) ضعیف تھی، دوسرے طرق سے جو اس کو قوت ہوئی، وہ حسن لغیرہ ہو گئی، اور ترمذی کے باب العلل میں جو تعریف حسن میں تعدد طرق لیا ہے، تو حسن لغیرہ میں ہی لیا ہے، نہ حسن لذاتہ میں۔

(اس واسطے قواعد اصول حدیث نخبہ سے یا مقدمہ، شرح مشکوٰۃ سے دیکھنا ضروری ہے) اور (اول صفحہ پر ترمذی کے

(تذکرۃ الرشید ص ۱۶۳، ج ۱)

اس خدشہ کا ذکر بھی کیا ہے، واللہ اعلم۔

(یہ سب جوابات اور تحریریں اس مجموعہ اوراق میں شامل ہیں جو نیشنل میوزیم، کراچی، پاکستان۔ میں محفوظ ہے)

(عکس بشکریہ ڈائریکٹر صاحب نیشنل میوزیم۔ کراچی، پاکستان)

(۱) اصل میں بجائے نوم کے صوم لکھا ہوا ہے جو کہ ہو کا تب ہو سکتا ہے۔

(۹۴۲) حنفیہ کے یہاں حدود و اجازتیں نہ کہ سائر! سوال: حنفیہ کے یہاں حدود و اجازتیں نہ

کہ سائر، البتہ سرگناہ استغفار سے ہوتا ہے۔ دوسرے علماء نے اس حدیث صحیحین کو سائر کہا ہے، تو تطبیق کی کیا ضرورت ہے، البتہ حنفیہ نے اس جانب کو ترجیح دی کہ اجماع ہو چکا ہے کہ کبیرہ بجز توبہ دفع نہیں ہوتا، اور اس حدیث کو مقتدی مع التوبہ ہی کر دیتے ہیں کہ مسلمان ندامت سے خالی نہیں ہوتا فقط۔

(۹۴۳) نص کی تخصیص در حقیقت تخصیص نہیں ہوتی: تخصیص نص کی تخصیص نہیں ہوتی، بلکہ

بوجہ علت کے عام ہوتی ہے، چونکہ یہ قاعدہ اصول کا ہے، لہذا یہ قاعدہ وقول کسی عمل میں ہونے سے، مقتدی اسی عمل کے ساتھ نہیں ہوتا، اہل فقہ اس سے علت سمجھ کر، عام جانتے ہیں۔ شارع کو اس عمل کی فضیلت بیان کرنا مراد تھا، اس کی نسبت بیان کر دیا، مگر اس سے تخصیص نہیں ہوئی۔ (۱)

(۹۴۴) دفع حرج کے معنی: دفع حرج کے یہ معنی ہیں کہ اس امر کے سبب عام دشواری خلق کو ہو، اور بچنے میں سخت تنگی ہو، تو ایسے موقع پر تخفیف موافق قاعدہ شرعیہ کے اس طرح کرتے ہیں، کہ خلاف نص کے نہ کیا جاوے، اور اگر نص کے خلاف ہو یا حرج خاص شخص کا ہو، اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ پس حرام مال لینا اور استعمال کرنا نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اور نقصان ایک شخص کا ہے، پس کوئی حرج نہیں جس کو قیاس کیا جاوے، سو یہ ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ حرج میں اور نقصان مال میں یوں بعید ہے، اور حرج و دشواری سے اور نہایت تنگی سے اور تکلیف سے، کسی کام کا کرنا ہے:

لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وَسْعَهَا۔ ترجمہ: اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے۔ (ترجمہ شیخ الہند)

(البقرہ ۲۸۶)

کے قریب جا لگتا ہے، خلاف نقصان مال کے، کہ مال خود مبتذل شے ہے، اگر نہ ملا کیا دشواری ہے۔ فقط (۲)

(۹۴۵) واجب لعینہ وغیرہ کا مفہوم کیا ہے؟ اس وقت مجھ کو کسی قدماء کی تصریح کہ واجب لغیرہ

والعینہ کیا ہے، یاد نہیں آتا، اور نہ ضرورت تحقیق اس لغو امر کی ہے اور یہ ان کافر مانا کہ یہ اطلاق لغیر نہایت عجیب امر ہے، کیونکہ

(۱) نص کی تخصیص جسے حدیث رہا میں اشارت کی تخصیص تخصیص نہیں ہے بلکہ بوجہ علت کے عام ہے، اور جیسے حصص من الفطرۃ میں پانچ امور کی تخصیص تخصیص نہیں ہے، کیونکہ ہر کسی حدیث میں عسشر من الفطرۃ ہے ایسے مواقع میں کہا جائے گا کہ بوقت بیان پہلے پانچ امور کی فضیلت بیان کی گئی، پھر دوسرے وقت میں اس میں اضافہ ہوا تو اس چیز کو امور فطرت میں شمار کیا، ہر حال نص میں درحقیقت تخصیص نہیں۔ (پانچویں پارہ)

(۲) قولہ بقاعدہ نص بوجہ علت عام ہوتی ہے لہذا قاعدہ ہے الحرج ملحق عینی جہل گئی ہوتی ہے اس شرط سے سنی کرتی ہے اس لئے کہ لعنہ بنو سہمہ سے عبادت اس قاعدہ کا عمل کیا ہے حضرت نے یہ بات سمجھی کہ عام دشواری ہوئے تو تکلیف کے لئے شرط ہے کہ وہ نص کے خلاف نہ ہو، مگر کسی نے مال حرام کے لئے ہر مسئلہ کے لئے اس میں سہولت کیا ہوگا اور ان کی دشواری کا مزا کیا ہوگا حضرت نے جواب دیا کہ یہ عام دشواری نہیں ہے بلکہ ایک شخص کا نقصان ہے نیز اس میں گنجائش نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔ (پانچویں پارہ)

بن الخسف لا یلہ، چنتے احکام ہیں سب شرعی ہیں، اور کون حکم ہے جو غیر شرعی ہو، محض کو دخل ہے اگر اصل مذمت میں نہیں، گو حکم حسن و قبح میں اختلاف ہو، مگر مذمت میں غیر مذمت الحرام ہے اور اصل مال مجذول ہے، اور اصل حاصل واجب الحرام ہے، اور نہ اصل مذموم ہے، تو یہ حرام و واجب بہ سبب غیر کے شروع ہوا، اور نہ اصل خلاف تھا، حالانکہ کوئی حکم مذمت سے خالی نہ ہوگا۔ اتنی جو غیر واجب ہو، قطع نظر از غیر لو بھی مشروع تھا، مذمت سے خالی نہ تھا، کیوں کہ کوئی وجہ اہانت و احتیاب و کراہت ہے، یہ بھی مذمت سے خالی نہیں، اہانت میں کہ کلام اصولی کریں، مگر اصل مذمت اس میں بھی موجود ہے، بلکہ وہ کون حکم عالم میں ہے کہ خالی از مذمت ہے، تو کوئی شے غیر مشروع نہیں پایا، اہانت و کراہت و غیرہ، بلکہ کیا صحیح کہ غیر مشروع کو شروع نہ ہوا، اور نہ ہو گیا۔ اور یہ امر کہ ایک صفت مشروع دوسرے امر کے سبب متبدل ہو جائے، کفر احکام میں موجود ہے، بلکہ کفر احکام ایسے ہی ہیں۔ صلواتی نفسا مستحسن، موقوفہ میں بہ سبب مشابہت کفار کے شروع، ذکر جبر مستحب، بہ سبب اذیت مصلیٰ وغیرہ کے مثلاً، کفر و بدیہ کی وجہ سے حرام، علیٰ ہذا بعد اسماں یا سوان کا یہ فرمانہ خدا کے خیال میں سراسر بے وجہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(مکتوب حضرت گلگویی داماد صاحب اہل بیت علیہم السلام مکتوب ۱۰)

(۹۳۶) اصطلاحات کو جان لو جو کہ نظر انداز کرنا غلط ہے: سوال: جو کسی ایسے لفظ پر جو حالت

و اصطلاحات والوں نے دو طرح لکھا ہو، ایک قول کے قائل کو، جو بدو جزو حال و دعویٰ و واقعیت، دوسرے قول والا کسی عقلی اور دھرم میں کچھ ٹٹا اور جاہلی کہہ دے، تو یہ بھلا یا برا؟

جواب: فرقی اصطلاحات میں دیکھو، اور اندیشہ نہایت جمل کرنا گناہ ہے، مسئلوں کو ایسے لکھا منع ہیں۔ غلط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ المراقبہ رحمہ اللہ رشید احمد گلگویی مفتی مدظلہ العالی

(۹۳۷) فقہی کتابوں کے ایجاب کی ترتیب یا ہم تلف کیوں ہے؟ الجواب: کتب فقہ میں سب ایجاب فقہ کا جمع کرونا غلط نظر ہے، اور ترتیب کوئی اہم بالانتان نہیں، اس واسطے قدرتی کی ترتیب اور ہے، مگر وقایہ کی کچھ اور، وقاضی خان کی کچھ اور، ہدایہ کی ترتیب اور۔

سو صاحب ہدایہ نے اہم کو صحت نہیں بتایا، کہ اہانت و مصدقہ نہیں اور گوشت خورد الک کھانا ہے چاہے کسی کو سے۔

چاہے ہندو سے۔ لہذا صیاد و ذبح کا مسئلہ اور طہ و جہیزت حیوانات کی مناسبت دیکھ کر سب ایجاب جمع کرے ہیں۔

یہ سب ایجاب معاملات یا بھی نہیں اور نہ عبادات ہیں، بلکہ قسم مباحات سے ہیں۔ علیٰ ہذا شرکت میں اعانت ایک دوسرے کی ہوتی ہے، اس کو وقف و حقوق و واقف کے مساں میں نہ کہد یا، اور کوئی مناسبت کو کافی جانا اور ترتیب کوئی ضروری شے

نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

عقابی علی نقی نقی صاحب

سیرت پاک اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق چند سوالات کے جوابات

(۹۴۸) حضرت ادریس علیہ السلام کیا آسمان پر اٹھائے گئے؟ سوال: حضرت ادریس علیہ

السلام بھی قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں، یا نہیں؟ اگر زندہ اٹھائے گئے ہیں، تو ان کی وفات کب ہوگی؟

جواب: بعد انتقال کے اٹھائے گئے اور جنت میں داخل کئے گئے، پھر زندہ کئے گئے، اب وہ یہاں نہ آویں گے۔

جنت میں ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۱۹)

(۹۴۹) کیا برادران یوسف علیہ السلام نبی تھے؟ سوال: برادران یوسف علیٰ نبینا وعلیہ السلام

نبی تھے یا نہ، اور اگر تھے تو ان کی نزالت کا کیا حکم ہے؟

جواب: اخوة یوسف اس وقت نبی نہ تھے، پس صدور ذنب کا منافی نہیں۔ فقط۔ (مجموعہ کلاں، ص ۴)

(۹۵۰) جملہ انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں: سوال: جب کل انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں، تو

خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حیات النبی (کذا) کہنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب: کوئی خصوصیت آپ کی نہیں ہے، اور آپ کو حیات النبی کہنے سے دوسروں کی حیات کا انکار نہیں لازم

آتا۔ اگر کوئی کہے کہ نذر محمد خاں پٹھان آئندہ کے ہیں، کہو! تمام گاؤں کے افغانان کے پٹھان ہونے اور سکونت آئندہ کی نفی کس

طرح کوئی سمجھے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (بدست خاص، ص ۲۰)

(۹۵۱) انبیاء علیہم السلام کی خطا کا مقصد خیر ہوتا ہے: نبیوں سے جو خطا ہوتی ہے، اس میں ان کا

مقصد خیر ہوتا ہے، مقصد خطا کا ہرگز نہیں ہوتا، اس لئے اس کو ”زلہ“ کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا مقصد بھی خیر ہی تھا،

کہ ہمیشہ جنت میں جو رضاء الہی ہے ان کا مقصد تھا، ارشاد جناب باری کو بھول گئے تھے، لہذا مرتکب ہو گئے۔ جلیل القدر

ہونے کی وجہ سے ان کو سزا دی گئی، اگرچہ یہ گناہ چھوٹوں کے حق میں قابل عفو تھا، لیکن بڑوں کے حق میں قابل مواخذہ ہے۔

حسنات الابوار سینات المقربین ترجمہ: خواص کی نیکیاں بھی مقررین بارگاہ کیلئے

خامی شمار کی جاتی ہیں۔ (ت، ن)

اگرچہ بظاہر یہ فعل اجتہاد کے ساتھ مقابلہ میں نفس کے صادر ہوا، لیکن حضرت آدم علیہ السلام کا نفس یہ نہیں رہی جس: قسبی اذم (۱) (کلام اللہ تعالیٰ) اس پر دل ہے۔ اگرچہ اس کی توجہ دوسری بھی ہو سکتی ہے لیکن اسی کو کافی سمجھو۔

(continued)

(۹۵۲) تہجد وغیرہ کی پڑھت ہے مگر صورت مسئلہ میں یہی نہیں؟ سوال: ایک شخص

کی عادت ہے کہ جب کسی ولی کا نام لیتا ہے تو عقلی نیسا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتا ہے۔ زیادہ کہتا ہے کہ اس نے اپنے حقوں کو عظیم کے برابر کر دیا، اور عمرو کہتا ہے کہ اگرچہ یہ فقیر و لایہ کے واسطے عبادہ کے خلاف ہے مگر ظہیر کی بھاری ثابت نہیں ہوتی، بلکہ فقہاء نے انبیاء اور ملانگ کے سوا دوسرے پر جہد بھیجنا جائز رکھا ہے مگر تمہا اس واسطے یہ کہنے والا اپنے ظہیر کا ذکر شامل کر کے، حق کی جمعیت کے لایہ پر جہد بھیجنا چاہتا ہے اس سبب سے یہ اتفاق کہتا ہے اس میں کچھ بڑی کمی ہے۔ صورت مذکورہ میں زیادہ کا قول صحیح ہے یا عمرو کا۔ بیوا اللہ جو را عریضہ اب ظہیر حسن۔

جواب : سبھا صلوٰۃ فہرہ پر درست ہے اور بظاہر یہ بھی سچ ہے مگر فی الحقیقت یہاں اختلاف ہے، کیوں کہ ذکر ولی پر یہ فقط کہتا ہے تو مقصود شوق صلوٰۃ سے ولی ہوئے، اس وجہ سے بعد عام نبی کے ذکر کیا ہے، لہذا درست نہیں۔
لیکن زہد درست کہتا ہے۔ فقط
رشید احمد گنگوہی رضی اللہ عنہ

El -pharag

پیشہ ورانہ تعلیم

Correspondence: Dr. M. J. Griffin, School of Mechanical Engineering, The University of Southampton, Highfield, Southampton, SO9 5NH, UK. Tel: +44 (0)2380 593100. Fax: +44 (0)2380 593101. E-mail: m.j.griffin@soton.ac.uk

(۹۵۳) صدور ذلوع از انبیاء علیہم السلام کی تفصیل؟ سوال: کے لئے ہے

اور ثبوتی کا بیان کرتا ہے، بلکہ حضرت آدمؑ کو علیہ السلام کی یہ نسبت جو انکل شجرہ وغیرہ سے ہے ان سب مضمون سے یہ مراد لیتا ہے کہ حضرت آدمؑ علیہ السلام نے حضرت حوا سے محاسنت کی تھی، شجرہ وغیرہ کچھ نہیں کھایا تھا، لہذا شجرہ صرف بطور تلبیہ استعارہ رکے ہے۔

جواب : کتب و مذاکرہ میں ہیں کہتے تھیں کہ انبیاء علیہم السلام کذاب سے معصوم ہیں مگر تو بلا جہل اور سبوت نزدیک اکثر کے داور باقی ذنوب سے عصمت میں تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ کفر و قتل وحشی اور بعدوئی ہر گز نہیں جاتا بلکہ صلح و عہد و معاہدہ ہو کر نہیں ہوتا مگر سمجھاؤ اکثر علماء تجویز کرتے ہیں داور صغیرہ کا صدور جمہور کے نزدیک ہمارا بھی ہو سکتا ہے، ہوا اب کے نزدیک ممکن ہے مگر وہ صغیرہ کی عصمت پر دال نہیں ہو سکتا مگر فوراً صحیح کیا جاتا ہے یہ حال بعد نبوت کے ہے اور قبل نبوت صدور کچھ ہی کوئی

المجلس الأعلى للدراسات والبحوث

(c) $\mathcal{O}(n)$ وقتت عھدکا ہر n سے قبل کسی

دلیل اشتراک کی نہیں۔ یہ ترجمہ خلاصہ علی قاری کی شرح کا ہے (۱) اور شرح عقائد نشی (۲) میں بھی اس کے ہی قریب ہے۔

مگر جو یہ کہا جاوے کہ انبیاء علیہم السلام سے قبل نبوت اور بعد نبوت صغیرہ اور کبیرہ [کا صدور] ہوتا ہے، تو یہ بھی عمدہ رائے ہے جیسا کہ بعض نے کہا، مگر سہو اور معصیت اس کو کہتے ہیں کہ خلاف امر کے عمدہ ارتکاب کرے، اور جو سہو اور نسیان یا خطا، اجتہادی سے صادر ہو تو وہ معصیت نہیں ہوتا ہے۔ خلاف رضا امر کے ہوا، کیوں کہ عاصی خلاف کرنے والے..... (۳) اور مخالف رضا امر کے مرتکب ہونے والا اور اپنے نفس کو مقابل امر کے بنانے والا..... (۴) کو مخالف کا خیال بھی نہیں، بلکہ موافقت کی ہی شب و روز فکر ہووے اور پھر خطا، قیام سے یا نسیان سے کچھ ہو جاوے، اس کو عصیاں سے کیا علاقہ۔ پس آدم علیہ السلام سے جو کچھ ہوا وہ خطا اور نسیان سے ہوا، بقولہ:

فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ ترجمہ: پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے اس میں کچھ

(طلہ-۱۱۵) بہت۔ (ترجمہ شیخ الہند)

پس نسبت عصیاں و غواہت جو وہ بلحاظ آدم کے ہے، جانب امر میں، لا ریب خلاف رضا ہے، اگر چہ آدم (علیہ السلام) نے خلاف جان کر نہیں کیا، سو بہر حال یہ نسبت عصیاں بلحاظ جانب رضا و امرِ حق کے ہے، نہ بلحاظ آدم کے۔ البتہ ایسے (با) کمال کو ایسی ذلت اور خطا، اجتہادی پر سرزد کر دیتے ہیں کہ حسنات الابوار سینات المقربین مقرر ہیں، اور عوام ایسے امور سے، یک قدم معاف ہیں۔

دیکھو خطا، اجتہادی میں مجتہد کو ایک اجر ملتا ہے، معٰذ! یہ امر قبل نبوت کے سرزد ہوا ہے، سو اہل عقائد کو کچھ مضر نہیں کہ وہ قبل نبوت صدور کبیرہ کو بھی ممکن کہتے ہیں، بندہ کا عقیدہ آخر کا ہے۔ اور جو افعال حضرت آدم سے صادر ہوئے مع اس کے قبل نبوت ہیں، نسیان اور خطا، اجتہادی ہیں، اس کو معصیت نہیں کہتے۔ علیٰ ہذا دیگر انبیاء کی نسبت بعض احوال میں کہا جاوے گا۔ فقط رشید احمد عفی عنہ (مجموعہ کلاں ص ۲، ۳، ۴)

(۹۵۴) تابوت سیکنہ کیا چیز ہے؟ سوال : تابوت سیکنہ کیا چیز تھا اور کہاں گیا؟

جواب : تابوت سیکنہ صندوق تھا، کہ اس میں تبرکات انبیاء علیہم السلام کے تھے، نعل و کلاہ وغیرہما، اس کی برکت سے فتح اور دیگر منافع ہوتے تھے، اب نہ معلوم کیا ہوا اور کہاں گیا۔ فقط (بدست خاص، سوال ۲)

(۱) وفی شرح العقائد: ان الانبیاء علیہم السلام معصومون عن الذنب فيما يتعلق بما رواه الشرع وتبلیغ الاحکام وارشاد الامۃ، اما عمدًا فی الاجماع، واما سہوًا لعد اکثرین۔ وفی عصمتہم عن سائر الذنوب تفصیل: وهو انہم معصومون عن الکفر قبل الوحی وبعدہ بالاجماع، وکذا عن تعدد الکفر عند الجمهور، خلافاً للحنویۃ، واما سہوًا فیجوزہ اکثریون۔ واما الصدقات فیجوز عمدًا عند الجمهور، خلافاً للحنویۃ واتباعہ ویجوز سہوًا بالانفائی۔ شرح فتاویٰ کرامی علی شرح عقائد نشی ص ۱۰۲ (طبع قادیانی، کان پور، ۱۳۳۷ھ) [نور]

(۲) حاشیہ: شرح عقائد نشی ص ۱۰۲ (طبع قادیانی، کان پور، ۱۳۳۷ھ) [نور]

(۳، ۴) یہ عبارت بہت کر ضائع ہو گئی ہے۔ [نور]

(۹۵۷) سرور کائنات ﷺ کی اولاد مبارک کی تفصیل: سوال: آنحضرت ﷺ کے

صاحبزادوں کے نام، اور کتنی صاحبزادیاں تھیں اور ان کے نام اور یہ تفصیل کہ اتنی اولاد پر دو دختر فلاں قبیلہ سے اور اتنی فلاں قبیلہ سے اولاد ہوئی، مشرح تحریر فرمائیں۔

جواب: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے شکم سے، تین پسر: طیب، طاہر، قاسم اور چار دختر: زینب، کلثوم، رقیہ، فاطمہ، اور ماریہ قبطیہ جو حرم [باندی] تھیں، ان سے ایک پسر ابراہیم رضی اللہ عنہم جمعین۔ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(بدست خاص، ۵۶)

(۹۵۸) لفظ آل اور اہل کی تحقیق؟ از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم

خط آپ کا آیا اور حال معلوم ہوا۔ جواب آپ کے سوالات کا لکھتا ہوں:

اہل اور آل ایک لفظ ہے (۲) اس کے معنی شجرہ اور زوجہ اور اقرباء کے ہوتے ہیں اور امت مطیع کے بھی ہوتے ہیں۔ پس جس نے معنی آل کے گروہ کے کہے، وہ بھی درست کہتا ہے اور جس نے ازواج کے کہے، وہ بھی بجا ہے اور جس نے حسن و حسین و فاطمہ علی کہا، وہ بھی صحیح ہے اور ہر چہار بیٹی اور ہر سرفرزد آل میں داخل ہیں، کوئی بھی خارج آل سے نہیں۔ اور اہل بیت قرآن شریف میں جو مذکور ہے اس سے ازواج مراد ہیں، مگر یہ لفظ فرزندان اور اقرباء پر بھی بولا جاتا ہے، اگرچہ قرآن میں فقط ازواج ہی مراد ہیں۔ اوپر لکھا ہے کہ اہل اور آل ایک لفظ ہے اور سب معنی اس کے درست ہیں۔ فقط

(مجموعہ کلاں ص: ۲۲۸-۲۲۹)

(۹۵۹) آنحضرت ﷺ کا سایہ مبارک نہ ہونے کی روایت صحیح نہیں: سوال: آنحضرت ﷺ کے قد کا سایہ مبارک تھا، یا نہیں؟ ہوتا تو سر دست طاہر ہوتا، برہان طلب ہے۔

جواب: سایہ نہ ہونے کی روایت احادیث مشہورہ میں نہیں۔ دیگر کتب کی خبر نہیں اور اقوال مشہورہ قابل اعتبار نہیں ہیں، (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص: ۱۳۷-۱۳۸)

(۱) اولادہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابن اسحاق: فولدت لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولدہ کلہم (من عبدیۃ) الا ابراہیم۔ القاسم وہ بہ کان یحیی صلی اللہ علیہ وسلم، و الطاہر، و الطیب، و زینب و رقیہ، و ام کلثوم، و فاطمہ۔

(الروض الانف ص ۲۱۴ ج ۱۔ دار المعرفۃ بیروت: ۱۳۹۸ھ)

اور اکرام کی تفصیل اور اس سلسلہ میں علماء سیرت اور محدثین کے اقوال علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں نقل فرمائے ہیں، ملاحظہ ہو:

زرقانی علی المواہب ص ۱۹۳-۱۹۴ ج ۳ الفصل الثانی فی اولادہ الکرام۔ [نور]

(۲) لیکن قرینی دور کے ایک بڑے محقق عالم مولانا محمد موسیٰ روحانی یازی (وفات

۱۹۳۵ء) کی تحقیق یہ ہے کہ آل اور اہل دونوں علیحدہ ہیں، یہ قول کہ دونوں ایک ہیں، بیوقوفانہ اور بصرہ کے تجویز کا ہے، امام کسائی دونوں کو علیحدہ مانتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لطائف الباقی فی الفروق بین الاہل والاہل مولانا محمد موسیٰ روحانی یازی (۱۱ جون ۱۳۱۵ھ)

[نور]

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر.....

ضمیمہ

فتاویٰ گنگوہی یا

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

اس ضمیمہ میں وہ فتوے درج ہیں جو اگرچہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے لکھے ہوئے نہیں ہیں، لیکن یہ سب فتوے، حضرت مولانا کے فتاویٰ کے ان قلمی نسخوں میں، متفرق جگہوں پر درج تھے، جن کی مدد سے زیر نظر مجموعہ مرتب ہوا ہے۔ یہ فتاویٰ مختلف علماء کے لکھے ہوئے ہیں، مگر ان سب میں ایک قدر مشترک یہ ہے، کہ یہ تمام فتاویٰ حضرت مولانا گنگوہیؒ کی نظر سے گزرے ہوئے ہیں، حضرت مولانا نے ان سب کی، علیحدہ علیحدہ، تصدیق، تحسین و توثیق فرمائی ہے۔ اس وجہ سے ان کو بھی حضرت گنگوہیؒ کے ثانوی فتاویٰ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ ایک دو کے علاوہ، یہ تمام فتاویٰ غیر مطبوعہ ہیں، اس لئے ان کو ضمیمہ باقیات فتاویٰ رشیدیہ کے طور پر، یہاں شامل کیا جا رہا ہے۔

(نور)

(۹۶۳) اولیاء اللہ میں تقدیر الہی کو الٹ دینے کی صلاحیت نہیں ہوتی: سہ ماہی: علامہ ابن

ہے یہ کہ: ایک شخص مسافر و اعلا..... یہ کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ سے یہ قدرت حاصل ہے کہ تقدیر الہی کو جس کے واسطے چاہیں ملت دیتے ہیں اس کلام سے گھر پرست (بدعتی) لاکھوں کہتے غرضی ہوئے کہ اولیاء اللہ سے اپنی حاجات طلب کرنی جائز ہے، مگر جب انھوں نے تقدیر الہی کو ملت دیا تو ان کو کس کام سے جو ان سے ہو سکے یہ قدرت اولیاء کو حاصل ہے یا نہیں؟

جواب : الجواب والحمد للہم بالصواب : تلمذ بر صدق بیان مستغنی وہ شخص جو کہتا ہے کہ اولیاء اللہ برائی کو الٹ دیتے ہیں، یہ قول اس کا غلط اور جھوٹ ہے، وہ شخص مسائل دینیہ سے جا مل ہے، اور اللہ اور جاننا اللہ پر کا، صفات شخصہ پر روزگار عالم سے ہے :

يَسْعُوا لِلَّهِ مَا يَشَاءُ وَفِيكَ وَعِنْدَهُ اَمَّ

الكتاب (الرعد ۳۹) یہاں اصل کتاب۔ (ترجمہ فتح البہار)

اور اس کی شان ہے اور کسی کا یہ مقدر نہیں کہ مقدر صالحی کو بدل دے۔ لالہ اللہ تعالیٰ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ الْمَمْنُونِ ۖ

(الرحمة، ١١) (رحمة الرحمن)

اور صفتِ غلبہ: ذاتِ کبر ہائیں ہاس کے ہندگان مقبول کو شریک کرنا کفر ہے اور اعدائے اللہ من ذلکے افراد

انجیاءِ عظیمہ اسلام ہوں، یا اولیاءِ کرام ہوں، ایسا یہ ان کا منصب ہے، کہ جو جنابِ پادری میں چغڑو ڈال دیا کریں، یہ بھڑا کر مظلوم عقیدہ و عاقلانہ فرائض اور اگر مظلوم ہوتو قبول نہ فرمائے۔ دیکھو حضرت ام روکھ کا کات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا کہ:

تو ان کے لئے تعلق ایک جدا ایک کون کے لئے

۱۸۰

یعنی نکرہ کی جاگیر اٹلی فرمائی کہ یہ دعا قبول نہ ہوگی، اس واسطے کہ وہ شخص مغفرت کے لائق نہ تھا اور حضرت چاہتے تھے کہ چچا کو طالب ایمان لاوے، لیکن ایمان نہ لایا اور حکم ہوا کہ اسے رسول کی قم-جس کو چاہوں اس کو بدلتے نہیں کر سکتے بغیر ہمارے راز رکھے۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی دعا مانگنے کے والد کے حق میں قبول نہ ہوئی۔ حضرت محبوب سبحانی سید عہد اتحاد و جہاد فی رحمۃ اللہ علیہ کے عمدة الاولیاء ہیں، کتاب النوح العلیب کے یونیسویں (۱) اہل حقہ میں یہ حدیث حضرت امیر مومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

(۱) اصل میں یہ کتاب دو کتابوں پر مشتمل ہے۔ پہلی کتاب کا عنوان ہے "فتوح النہج" کا شرح فارسی ۱۳۵۱ھ کی تصانیف حضرت مولانا

1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 26

جف القلم بما هو کائن، ولو جهد العباد أن یفعلوا بشئ لم یقضه الله لک، لم یقدروا علیه، ولو جهد العباد أن یضروک بشئ لم یقضه الله علیک، لم یقدروا. الحدیث یعنی تمام بندگان الہی کا یہ مقدور نہیں، کہ خلاف تقدیر کے نفع یا نقصان پہنچا سکیں۔ تو اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس باب کا بالکل بند ہونا، بیان فرمایا، کہ خلاف تقدیر الہی کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا ہے، خدا تعالیٰ نے یہ قدرت تقدیر اللہ کی کسی بندے کو عطا نہیں فرمائی۔ ایسے شخص سے کنارہ کرنا لازم ہے اور نماز اس کے پیچھے پڑھنا نہ چاہئے، کہ درست نہیں۔ اگر اس نے تقدیر اللہ نامراد اجابت دعا سے کہا ہے، تو سب مسلمان تقدیر اللہ والے ٹھہرے، کیونکہ عام مسلمانوں کی بھی دعا قبول ہوتی ہے۔ نعوذ باللہ من هذا الکفر۔

(مجموعہ کلاں ص ۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵)

الجواب صحیح، رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۹۶۳) اولیاء اللہ یا شیخ سدو کی نذر ماننا حرام اور باطل ہے: اگر کوئی نذر اولیاء اللہ کی مانے، کہ اگر

میرا کام یہ ہو جائے تو میں ان کے نام کا، یا شیخ سدو وغیرہ کا ایک بکرا ذبح کروں، اس بکرے کو حلال کہتا ہے، کہ ذبح تو تکبیر کے ساتھ ہو، اس میں شیخ سدو وغیرہ کہاں گھس گئے، شرعاً وہ بکرا حرام ہے یا حلال، اور نافرمانی ہے، یا کافر؟

جواب: جو جاہل لوگ نذر اولیاء کی، یا شیخ سدو کا بکرا جو کرتے ہیں، واسطے تقرب کے با اتفاق علماء باطل و حرام ہے، اگرچہ ساتھ تکبیر کے ذبح ہوا ہو، اور نذر غیر اللہ کرنے والا کافر ہو جاتا ہے:

فی التفسیر الکبیر: أجمع العلماء علی أنه لو أن مسلماً ذبح ذبیحة وقصد بذبحها التقرب إلى غیر الله، صار مرتداً، و ذبیحته ذبیحة مرتد. (۱) انتہی۔

و هكذا فی البحر مع البسط. و مثل هذا فی تفسیر النیشابوری وغیرہ

ہاں اگر نذر خالص اللہ تعالیٰ کی قبولی، اور مصرف اس کا محتاجین اور خادمان مزار اولیاء کو، گروانے تو درست ہے۔

هكذا فی البحر. خاکسار سید محمد عماد الدین قادری عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۸۳-۱۸۵)

مہر مولانا الجواب صحیح، رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(۹۶۴) انگریزی صابن پاک ہے یا ناپاک؟ سوال: ۱- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان

شرع متین: در بارہ سوالات مندرجہ ذیل، صابون جو انگریزوں کی ولایت سے آتا ہے، اس میں ناپاک تیل اور مردار وغیرہ مذہب کی، چربی پڑتی ہے، اس صابون کا شرعاً استعمال درست ہے، یا نہیں؟ اور وہ پاک ہے، یا ناپاک؟

(۱) التفسیر الکبیر للإمام الرازی (۱/۵) [۵] احیاء التراث العربی، بیروت

سوال: ۲- کپڑا اگر ناپاک رنگ میں رنگا جائے اور بعد رنگنے کے اس کو تین مرتبہ دھولیا جائے اور رنگ بدستور باقی رہے، کپڑا پاک ہو جائے گا، یا نہیں؟

جواب: ایسا صابون پاک ہے اور استعمال اس کا شرعاً درست ہے۔ درمختار باب تطہیر انجاس میں لکھا ہے:

و يطهر زيت تنجس بحعله صابوناً به يفتى للبلوى (۱)

اور فتاویٰ شامی میں اس قول کی شرح میں لکھا ہے:

قد ذكر هذه المسئلة العلامة القاسم في فتاواه، و كذا ماسياتى متناً و شرحاً من مسائل التطهير بانقلاب العين و ذكر الأدلة على ذلك بما لا مزيد عليه، و حقق و دقق، كما هو دأبه رحمه الله تعالى فليراجع (۲)

اور طحاوی باب انجاس میں، درمختار کے اس قول کی شرح میں لکھا ہے:

وذلك لاستحالة العين، و استحالة العين يستتبع، زوال الوصف المترتب عليها (۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ، ناپاک تیل اگر صابون میں پڑا ہو، تو وہ صابون پاک ہے، اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

جعل الدهن النجس في الصابون، يفتى بطهارته، لأنه تغير. كذا في الزاھدی (۴)

اور طحاوی (نے) الدر المختار کے قول کی شرح میں لکھا ہے: ومثله الدهن النجس اذا جعل في

الصابون (۵) اور مجتبیٰ میں لکھا ہے:

جعل الدهن النجس في الصابون يفتى بطهارته، لأنه تغير و التغير يطهر عند محمد و يفتى به

للبلوى (۶)

اور صاحب ردالمحتار نے یہ عبارت مجتبیٰ کی نقل کر کے لکھا ہے:

و ظاهره أن دهن الميتة كذا نك لتعبيره بالنجس دون المتنحس (۷)

(۱) درمختار۔ باب الانجاس ص ۵۳۰ ج ۱۔ [عکس چٹھائی دہلی نیز الدر مع الشامی ج ۱ ص ۳۱۵] دار الفکر بیروت ۱۴۸۶ھ (نور)

(۲) شامی، رد المحتار باب الانجاس صفحہ ۲۱۰ ج ۱ (مطبع چٹھائی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج ۱ ص ۳۱۶ [دار الفکر بیروت ۱۴۸۶ھ] (نور)

(۳) حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار، باب الانجاس (۱/۱۵۹) [دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵م] (نور)

(۴) عالمگیری، الباب السابع فی النجاسات و احکامها (۲۰/۱) [المطبع الطبی بندرہو کلی ۱۲۳۸ھ] نیز فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۵۔

[نورانی کتب خانہ پشاور بلا سند] (نور)

(۵) حاشیہ الطحطاوی، باب الانجاس (۱/۱۵۹) [دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵م] (نور)

(۶) مجتبیٰ کی یہ عبارت رد المحتار ج ۱ ص ۲۱۰ پر موجود ہے، نیز شامی ج ۱ ص ۳۱۶ [دار الفکر بیروت ۱۴۸۶ھ]

(۷) رد المحتار صفحہ ۲۱۰ ج ۱ باب الانجاس (مطبع چٹھائی دہلی ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج ۱ ص ۳۱۶ [دار الفکر بیروت] (نور)

اور شرح المیہ کی عبارت شامی میں نقل کی ہے:

لو وقع إنسان أو كلب في قدر الصابون فصار صابوناً ليكون ظاهراً لتبدل الحقيقة (۱)
اور فتاویٰ شامی میں اخیر اس مقام پر لکھا ہے:

ثم اعلم: أن العلة عند محمد هي التغير و انقلاب الحقيقة، و أنه يفتى به للبلوی كما
علم مما مر. و مقتضاه عدم اختصاص ذلك الحكم بالصابون فيدخل فيه كل ما كان فيه
تغير و انقلاب حقيقة و كان فيه بلوی عامة. (۲)

اور واضح ہوا کہ لفظ ذہن نجس جو ان روایات میں ہے، یہ میت اور غیر مذہب اور غیر ماکول اللحم سب کی چربی کو شامل ہے،
اور علت بھی سب میں مساوی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اگر صابن میں مردار یا غیر مذہب کی چربی پڑے، تو وہ صابن پاک
ہے اور استعمال اس کا درست ہے۔ فقط

جواب سوال دوم: وہ کپڑا جو ناپاک رنگ میں رنگا جائے، تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ خزانة
الروایات میں بحوالہ عتاییہ لکھا ہے:

المختصوبة بالحناء النجس و الثوب المصبوغ بالصبغ النجس، يطهر بالغسل ثلاثاً. (۳)
اور فتاویٰ عالمگیریہ میں لکھا ہے:

و إن كانت شيئاً لا يزول أثره إلا بمسقة بأن يحتاج في إزالته إلى شيء آخر، سوى الماء
كالصابون لا يكلف بإزالته. هكذا في التبيين و كذا لا يكلف بالماء المغلي بالنار. هكذا
في السراج الوهاج. (۴)

اور فتاویٰ خزانة المفتیین باب الانجاس میں لکھا ہے:

إذا صبغ الثوب بالنيل النجس و غسل ثلاث مرات، طهر.

اور در مختار باب تطہیر الانجاس میں لکھا ہے:

ولا يضر بقاء أثر كلون و ریح لازم فلا يكلف في إزالته إلى ماء حار أو صابون ونحوه بل

(۱) بیضاؤی حوالہ ج ۱ ص ۲۱۰/۱ باب الانجاس (مطبع نجف دہلی: ۱۳۸۷ھ) نیز شامی ج ۱ ص ۳۱۲ دار الفکر بیروت: ۱۳۸۹ھ

(۲) رد المحتار ص ۲۱۰/۱ باب الانجاس (مطبع نجف دہلی: ۱۳۸۷ھ) نیز شامی ج ۱ ص ۳۱۲ دار الفکر بیروت۔

(۳) رد المحتار باب الانجاس صفحہ ۲۱۹ ج ۱ (مطبع نجف دہلی: ۱۳۸۷ھ)

(۴) فتاویٰ عالمگیری، الباب السابع فی النجاسات و احکامها (۱/۵۵)۔ (المطبع الطبی بندرہ کلبی ۱۴۳۸ھ) نیز فتاویٰ عالمگیریہ ج ۱ ص ۴۲

[نورانی کتب خانہ پشاور]

یظہر ما صبغ أو خضب بنجس بغسلہ ثلاثاً، و الاولیٰ غسلہ الیٰ أن یصفو الماء. (۱)

اور طحاوی میں لفظ لازم کی شرح میں لکھا ہے: ای یشقّ زوالہ، اور لفظ بغسلہ ثلاثاً کی شرح میں لکھا ہے:

هو المذهب.

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ، اگر ناپاک رنگ میں رنگ کر تین مرتبہ دھویا جائے، تو کپڑا پاک ہو جائے گا مگر بہتر یہ ہے کہ اس قدر دھویا جائے کہ پانی صاف نکلے لگے۔ واللہ اعلم بالصواب
اسمائے گرامی ان صاحبان کے کہ ان ہر دو فتویٰ پر جن کے دستخط ہیں:

مولوی محمد گل صاحب مہتمم مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مولوی عماد الدین صاحب، مولوی کفایت اللہ صاحب شاہجہاں پوری، مولوی ارشد حسن صاحب رامپوری، مولوی اسماعیل صاحب مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مولوی عبدالقادر صاحب مفتی رام پور، مولوی سراج الدین احمد صاحب رامپوری، مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی، مولوی لطف اللہ صاحب خلف مولوی سعد اللہ صاحب مفتی رامپور، مولوی احسان علی صاحب مدرسہ امدادیہ مراد آباد، مولوی سلیم اللہ صاحب رامپوری، مولوی عبدالہادی صاحب۔ فقط
(مجموعہ پریس ۲۰ ص ۲۲)

(۹۶۵) آنحضرت ﷺ کی حاضرو غائب، ہر صورت میں یکساں تعظیم واجب ہے: سوال: خاص
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم حاضر اور غائب برابر ہے، یا نہیں؟ اگر برابر نہیں، تو اس باب میں کوئی حدیث یا فقہی روایت ہو تو بیان کرنی چاہئے۔ فقط

جواب: حرمت و تعظیم و توقیر جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی، در حالت حیات و بعد ممات برابر و یکساں لازم ہے، مگر حرمت و تعظیم میں وہ امور ہوں، کہ جو صحابہ کرام و سلف عظام یا وجود کثرت محبت و علم، بفضل اعلیٰ الصلوٰۃ والسلام و اتقاء و زہد کیا کرتے تھے، اور جن کو وہ نہ کرتے تھے، ان کا ترک پُر ضرور [نہایت ضروری] ہے، نہ یہ کہ ان کو سنت جان کر کیا کریں، کہ مباح کو سنت جانا بھی بدعت ہے۔ فقط
حسنہ مولانا رشید احمد گنگوہی
(مجموعہ کلاں ص ۸۹)

(۹۶۶) تکبیر میں اذان کے کلمات بلا وقفہ کیوں کہے جاتے ہیں؟ سوال: اذان میں تکبیر تین یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر، کو ساتھ ساتھ کہنا اور سکتہ نہ کرنا، بحسب الرواج کیسا ہے، چاہئے، یا نہیں؟
الجواب: تکبیر تین کے درمیان سکتہ نہ کرنے کی، شرعاً اصل ثابت ہے، شامی میں درمختار کے قول کی شرح

میں مرقوم ہے:

و هذه السكتة بعد كل تكبيرتين لا بينهما. كما افاده في الامداد، اخذاً من الحديث و به

صرح في التاتار خانيه. (۱)

یعنی وہ سکتہ، جو بین کلمتین ترسیل کی غرض سے کیا جاتا ہے، اور اس کا ترک مکروہ ہے اور اعادہ مستحب ہے۔ دونوں تکبیروں کے درمیان میں نہ چاہئے، جیسا کہ اس کا اعادہ امداد میں اخذاً من الحدیث اور تاتارخانیہ (۲) میں بھی، اس کی تصریح موجود ہے۔ فقط

اخرجه الرازي عبد الغفور غفرله

الجواب صحیح۔ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ رام پور ص ۱۰۱)

(۹۶۷) مسجد کے جنوبی حصے میں اذان کہنے کی کیا وجہ ہے؟ سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے

دین اندر اس باب: کہ اذان، جنوب کی طرف کھڑے ہو کر کہنا، صرف رواج کا مرتبہ ہے، یا اس کی کوئی اصل شرعاً موجود ہے، اگر ہے تو کہاں ہے؟ حالانکہ احادیث مطلق معلوم ہوتی ہیں۔ بنیاد تو جروا!

الجواب: جنوب کی طرف خاص کر لینا شرعاً ثابت نہیں، ہے تو صرف اتنا ہے، کہ اذان کے واسطے مکان

بلند ہونا چاہئے، اور ایسی جگہ ہو کہ پڑوسیوں کو وہاں کی آواز خوب سنائی دے، اور مؤذن کی آواز اچھی طرح بلند ہو اور

اس کو مشقت نہ جھیلنی پڑے۔ قیہ میں مذکور ہے: وَيُسْنُ الْأَذَانَ فِي مَوْضِعٍ عَالٍ (۳)

اور سر اجیہ میں مرقوم ہے:

و ينبغي للمؤذن أن يؤذن في موضع يكون اسمع للجيران، و يرفع صوته ولا يجهد

نفسه، لانه يتضرر.

ہاں اگر اتفاقاً ایسا موضع جنوب کی جانب ہو، تو مضائقہ نہیں۔ مگر فرض و واجب اس کو بھی نہ سمجھیں۔ فقط، واللہ

تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

اخرجه عبد الغفور سيو باروي غفرله

الجواب صحیح۔ رشید احمد غفرله

(مجموعہ رام پور ص ۱۰۱)

(۱) شامی (رد المحتار) باب الاذان صفحہ ۲۵۹ ج ۱/ (مطبوعہ دہلی: ۱۲۸۷ھ) نیز شامی ج ۱ ص: ۳۸۷ دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ [نور]

(۲) الترسل أن يقول الله اكبر، الله اكبر، ويقف ثم يقول مرة أخرى مثله، وكذلك يقف بين كلمتين إلى آخر الأذان، فتاویٰ تاتارخانیہ،

كتاب الصلوة، الفصل الثاني بيان الأذان، ص: ۵۱۸ جلد اول۔ سنن الصلوة، ت: قاضی محمد حسین۔ [دائرة المعارف العثمانیہ، حیدرآباد ۱۹۸۳ء]

(۳) پیش نظر آئے جس یہ عبارت اسی طرح ہے، فتاویٰ سراجیہ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"والأفضل للمؤذن أن يجعل أصبعه في أذنيه ويرفع صوته ولا يجهد نفسه"

[فتاویٰ سراجیہ بر حاشیہ فتاویٰ قاضی خاں، كتاب الصلوة، باب الأذان ص: ۳۰ جلد اول] [مطبوعہ مدینہ منورہ: ۱۳۱۰ھ]

(۹۶۸) کفن کے لوہے قرآن کی آیت وغیرہ لکھنا: سوال: کفنی پر میت کے نگہ شریف یا آیت

شریف لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: میت کے کفن پر نگہ شریف یا آیت شریف لکھنا جائز نہیں، نہ اس میں اہانت گمہ شریف یا آیت شریف کی ہے۔ ثنائی وغیرہ نے اس کو منع لکھا ہے۔

واللہ اعلم، کتبہ الاحقر عز الدین (۱) علی منہ دایہندی

الجواب سچ، بخیل احمد (بندہ محمود علی منہ الجواب سچ)

تحقیق المسائل مولانا دایہندی علی منہ دایہندی۔ ص ۳۹

(۹۶۹) حیلہ اسقاط بے اصل و بدعت ہے: سوال: اسقاط یعنی قرآن شریف اور کچھ نقدی،

اہل میت کی طرف سے لے کر چند ملاؤں کو حلقہ باندھ کر، اس میں قرآن شریف مع نقدی دست بدست، ٹہن مرتبہ کیلواتا اور اس عمل کو میت کے گناہوں کا کفارہ لکھنا، جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اسقاط کبھی کبھار بدعت ہے، گناہوں کا کفارہ اس کو لکھنا حق ہے واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عز الدین (۱) علی منہ دایہندی

الجواب سچ، بخیل احمد (بندہ محمود علی منہ الجواب سچ)

تحقیق المسائل مولانا دایہندی علی منہ دایہندی۔ ص ۳۹

(۹۷۰) دفن کے بعد مردہ کے مکان پر دایہ آنا اور فاتحہ کا پڑھنا: سوال: بعد از میت اس

کے مکان پر دایہ آنا اور فاتحہ کا پڑھنا؟

جواب: یہ بھی داخل رسم ہے اور بدعت ہے۔ واللہ اعلم

الجواب سچ، بخیل احمد (بندہ محمود علی منہ الجواب سچ)

کتبہ الاحقر عز الدین (۲) علی منہ دایہندی

الجواب سچ، بخیل احمد (بندہ محمود علی منہ الجواب سچ)

تحقیق المسائل مولانا دایہندی علی منہ دایہندی۔ ص ۳۹

(۹۷۱) قبر میں مٹی پڑھ کر رکھنا بے اصل ہے: سوال: مردہ کو قبر میں رکھا کر ایک ایک مٹی خاک

پڑھ کر بلعنی مٹی پڑھ کر ہر ہاؤں کا قبر کے اندر پڑاؤ اس میت کے رکھنا بعد قبر کا بند کرنا۔

(۹۷۲) اصل میں شریف ہے، نہ کچھ اور دایہندی۔ (۱)

مولانا علی شاہ قادری رحمہ اللہ

جواب : اس فعل کی بھی شریعت میں کچھ اصل نہیں، وارد اس قدر ہے کہ حاضرین آیت کریمہ : ﴿مَنْ هَذَا﴾ خَلَقْنَاكُمْ الْآیۃ پڑھ کر، اپنے ہاتھوں سے قبر میں مٹی ڈالیں۔ فقط، واللہ اعلم کتبہ عزیر الدین دیوبندی غفری عنہ
الجواب صحیح، رشید احمد غفری عنہ

[تحقیق المسائل مولانا سید یدار علی الوری۔ ص ۳۹]

(۹۷۲) قبر کو چادر اڑھا کر اور اس پر شیرینی رکھ کر، فاتحہ پڑھنا بدعت ہے: سوال: بعد تیاری قبر، قبر پر چادر اڑھا کر اور شیرینی اس کے اوپر رکھ کر، فاتحہ پڑھنا؟

جواب : چادر اور شیرینی رکھ کر، فاتحہ پڑھنا بھی خلاف سنت ہے، اس وجہ سے بدعت و ممنوع ہے۔ واللہ اعلم کتبہ الاحقر عزیر الدین غفری عنہ۔ الجواب صحیح، بندہ رشید احمد غفری عنہ
الاجوبہ صحیحہ، محمد منفع علی مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند الجواب صحیح، خلیل احمد غفری عنہ (بندہ محمود غفری عنہ الجواب صحیح)

[تحقیق المسائل مولانا سید یدار علی الوری۔ ص ۳۹]

(۹۷۳) حیلہ اسقاط بے اصل اور خلاف شریعت ہے: سوال: ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ، ان دریں کہ: در بعض امصار و اقطار این دیار، بکثرت مروج است، کہ شخصے از اولیاء میت، بعضی فرائض و واجبات متروکہ میت، چند کلام مجید خریدہ، علی وجہ الخصوص ہنگام تدفین، چند اشخاص مخصوصہ را از حجاب و حفاظت بخواندہ می دہد، و بآں از جائین این چنین اقوال مع عقائد قویہ، مسموع آیند، کہ تا حین حیات این متوفی، ہر چہ صوم و صلوٰۃ وغیرہا، عمدتاً سہواً، قضا و ترک کرد، آں معطی بجرم اجز او اسقاط طلبائش، آں قرآن مذکور می دہد، و آخذ آں ہم بآں چنان عقیدہ، عطیاء قبول نمایند۔ و بر آں ہر خاص و عام چنان معتقد و متیقن اند، کہ ایں مردہ با عطاء چندیں کلام مجید، باروزہ و نماز ہائے خود برگردن گیرندگان آں عطیات انداختہ، بری الذمہ شد، و بعضے علما، ہم با عطاء ہم چنین اسقاطات مروجہ، مع عقائد مذکورہ، عوام الناس را تا کید بلیغ و ترغیب تام می دہند، تا عقیدہ آخذ و معطی بدال قوی ماند۔ پس ایں چنین اسقاط، حکم جواز و صحت و اجزاء دارد، یا نہ؟ مینو اتو جروا۔

ترجمہ سوال : کیا فرمانا ہے آپ حضرات کا، اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے: کہ اس علاقہ کی بستیوں میں یہ بات کثرت سے ہوتی ہے کہ مرنے والے کے پسماندگان میں سے کوئی شخص، مردے کے ذمہ جو فرائض اور واجبات رہ گئے تھے، چند قرآن مجید خرید کر، خصوصاً اس مردہ کی دفن کے وقت، حاجیوں اور حافظوں کو پڑھنے کے لئے دیدے، اور ان [دینے والوں] کی طرف سے، اس طرح کی باتیں، پختہ یقین کے ساتھ سننے میں آتی ہیں کہ اس مرنے والے نے، اپنی پوری زندگی میں، جو بھی روزہ نماز وغیرہ، جان کر یا بھول کر، قضا کر دی تھی، یا چھوڑ دی تھی، وہ دینے والا، اس پختہ خیال سے یہ قرآن مجید [ان لوگوں کو] دیتا ہے، کہ اس دینے کی وجہ سے، اس [مرنے والے] کے ذمہ سے وہ نماز اور روزوں وغیرہ [کا

گناہ [اسقاط اور کالعدم ہو جائے گا، اور لینے والے بھی اسی نظریہ اور خیال کی وجہ سے، ان تحفوں [قرآن مجید] کو قبول کرتے ہیں، اور اس بات کو خواص اور عوام اس قدر مانتے اور اس کا یقین رکھتے ہیں کہ، یہ چند قرآن مجید دینے کی وجہ سے، مرنے والا اپنے چھوٹے ہوئے نماز روزہ کا بوجھ، ان قرآن مجید دینے والوں کی گردنوں میں ڈال کر، اپنی ذمہ داری سے بری [اور محفوظ] ہو جائے گا۔ بعض علماء بھی، اس طرح کے تحفہ دینے کے معمول کی، لوگوں کو اس کی بہت تاکید و تبلیغ کرتے رہتے ہیں، تاکہ یہ دینے والوں کا خیال خوب مضبوط ہو جائے، پس اس طرح کے اسقاط کا حیلہ کی صحت ہے، اور یہ صحیح ہے، یا نہیں۔ (ت نور)

الجواب: آں اسقاط حکم جواز و صحت ندارد، لما فی الدر المختار فی ذکر الفدیۃ: ولو قضاها ورثته بأمره لم یجز، لأنها عبادة بدنية بخلاف الحج لأنه يقبل النيابة، وفيه أيضا: ولو فدى عن صلواته في مرضه لا يصح، بخلاف الصوم، (۱) وكذا في الشامي: أن الصلوة لا تسقط عن الميت بذلك، وكذا الصوم. نعم لو صام أو صلى وجعل ثواب ذلك للميت صح، لأنه يصح أن يجزى ثواب عمله لغيره عندنا.

قولہ، أى الدر المختار: لأنه يقبل النيابة، لأنه عبادة مركبة من البدن و المال، فإن العبادة ثلاثة أنواع مالية و بدنية و مركبة منهما، فالعبادة المالية كالركوة، تصح فيها النيابة حالة العجز، والقدرة. والبدنية كالصلوة و الصوم لا تصح فيها النيابة مطلقاً. و المركبة منهما كالحج ان كان نفلاً، تصح فيه النيابة مطلقاً، و ان كان فرضاً لا تصح الخ. (۲) و فيه أيضاً؛ ثم اعلم أنه إذا أوصى بفدية الصوم يحكم بالجواز قطعاً، لأنه منصوص عليه و أما إذا لم يوص ففتووع بها الوارث، فقد قال محمد في الزيادات، إنه يجزيه إن شاء الله تعالى، فعلق الأجزاء بالمشية لعدم النص.

و كذا علقه المشيئة فيما إذا أوصى بفدية الصلوة، لأنهم الحقوها بالصوم، احتياطاً لاحتمال كون النص فيه معلولاً بالعجز، فتشتمل العلة الصلوة، و ان لم يكن معلولاً تكون الفدية برا، مبتدأ يصلح ماحياً للسيئات، فكان فيها شبهة. كما إذا لم يوص بفدية الصوم، فلذا جزم محمد بالأول ولم يعجزم بالآخرين. فعلم انه إذا لم يوص بفدية الصلوة، فالشبهة اقوى. (۳)

(۱) الدر المختار باب قضاء الفوائت ج: ۱ ص: ۱۰۱ [مطبع مجبائی دہلی] الدر مع الشامی باب قضاء الفوائت ص: ۴۹۳ ج: ۱/ [مطبع مجبائی دہلی ۱۳۸۷ھ]

نیز شامی ج: ۲ ص: ۷۴ [دار الفکر بیروت] (نور)

(۲) شامی [رد المحتار] باب قضاء الفوائت ص: ۴۹۳ ج: ۱/ [مطبع مجبائی دہلی ۱۳۸۷ھ] نیز شامی ج: ۲ ص: ۷۴ [دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ] (نور)

(۳) شامی [رد المحتار] باب قضاء الفوائت ص: ۴۹۳ ج: ۱/ [مطبع مجبائی دہلی ۱۳۸۷ھ] نیز شامی ج: ۲ ص: ۷۴ [دار الفکر بیروت ۱۳۸۶ھ] (نور)

و فيه ايضاً قوله ولو فدى عن صلوته في مرضه لا يصح؛ في التارخانية: عن التهمة مثل الحسن بن علي، عن الفدية عن الصلوة في مرض الموت، هل تجوز فقال لا! و سئل ابو يوسف عن الشيخ الفاني، هل تجب عليه الفدية عن الصلوة، كما تجب عليه عن الصوم وهو حي، فقال لا. وفي القنية: ولا فدية عن الصلوة حالة الحياة بخلاف الصوم ومقتضاه ان غير الشيخ الفاني ليس له ان يفدى عن صومه في حياته، لعدم النص، ومثله الصلوة بخلاف الشيخ الفاني، فانه تحقق عجزه قبل الموت، عن اداء الصوم وقضائه، فيفدى في حياته، ولا يتحقق عجزه عن الصلوة، لانه يصلي بما قدر، ولو موماً براسه، فان عجز عن ذلك سقطت عنه اذا كثرت وبما قررنا، ظهر ان قول الشارح، بخلاف الصوم؛ اي فان له ان يفدى عنه في حياته، خاص في الشيخ الفاني تأمل (۱) وفي كتب الاصول: ان الفدية في الصوم للشيخ الفاني، لما كانت ثابتة بنص غير معقول ينبغي ان تقتصر او عليه، ولم تقيسوا عليه من مات وعليه صلوة. پس ازيں اولہ کثیرہ کتب معتبرہ چون معلوم شد کہ عبادات بدنیہ، بجز شخص مخصوص اعطاء اموال سابقہ و کافی نمی شود، تا ہم بطریق اولی آنچنان اسقاطات مرجحہ، مع خصوصیات ممنوعہ و عقیدہ مذکورہ عوام این زمان، اخذ و اعطاء او جائز نہ خواہند، بلکہ اولیت آن است کہ اولیاء میت روزہ داشته و نماز گزار درہ، بروحش ایصال ثواب نمایند، چنانکہ عبارت شامی سابقہ معلوم شدہ است۔ ترجمہ: لہذا، ان کثیرہ دلائل اور معتبر کتابوں کی عبارتوں سے معلوم ہوا کہ عبادات بدنیہ کا گناہ کئی خاص شخصوں کے علاوہ، مال دینے سے ساقط اور کافی نہیں ہوگا، اور زیادہ واضح بات یہ ہے کہ اس قسم کے مروج حیلے، اپنی خاص ممنوع باتوں اور عوام کے اس عقیدہ کی وجہ سے ہیں، کہ اس سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس زمانہ میں اس کا لینا دینا [بالکل] جائز نہ ہوگا، بلکہ بہتر یہ ہے کہ میت کے پسماندگان، روزہ رکھیں، نماز ادا کریں اور مرنے والے کو ثواب پہنچائیں، جیسا کہ شامی کی پہلی عبارت سے معلوم ہوا ہے۔

(ت: نور)

المستحق محمد امین الدین عفی عنہ

میر محمد عبدالمطلب

میر محمد اسد علی

میر محمد وسم الدین

میر عبد الوہاب

میر رشید احمد

میر سید محمد نذیر حسین

ایں جنس اسقاط حکم جواز و صحت ندارد

فتاویٰ نذیریہ: ص ۳۹-۴۰ جلد اول [طبع اول، دہلی ۱۳۳۳ھ]

(۱) شامی (روح المعانی) باب قضاء الفرائض صفحہ ۳۹ ج ۱/ (مطبع نجف دہلی: ۱۳۸۷ھ) نیز شامی ج ۲: ص ۴۰ [دار الفکر بیروت: ۱۳۸۶ھ]

ملفوظی امین الدین کا ترجمہ

(۹۷۴) نفاس کے دنوں میں صحبت: نفاس کی حالت میں جماع کرنا شرعاً درست ہے، یا نہیں؟ اگر جائز

ہے تو محل استدلال کیا ہے، حالانکہ جو علت ممانعت جماع حیض میں پائی جاتی ہے، وہی یہاں معلوم ہوتی ہے۔ بینوا تو جروا۔

جواب: نفاس کی حالت میں جماع کرنا درست نہیں۔ درمختار میں مذکور ہے:

حکمہ کال حیض فی کل شئی إلا فی سبعة (۱) یعنی نفاس کا حکم حیض کا سا ہے، مگر سات چیزوں میں،

اور ان سات چیزوں میں جماع نہیں ہے۔ فقط، واللہ اعلم

اخرجہ عبد الغفور غفرلہ

الجواب صحیح (مہر) بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ رام پورس ۱۱)

(۹۷۵) مقدار نصاب کی تحقیق؟ جواب: مسئلہ از مولوی عزیز الرحمن صاحب، در بارہ تحقیق نصاب

زیور و نقرہ۔ مولوی صاحب السلام علیکم، خط آپ کا تحقیق نصاب زر و نقرہ پہنچا، باعث عدیم الفرستی جواب میں تاخیر

ہوئی، جو شبہات آپ نے وزن نصاب معروف پر لکھے ہیں اور بھی بعض علماء کو پیش آتے ہیں، اور چند بار لوگوں نے

یہاں سے بھی اس کو دریافت کیا ہے، اور ایک صاحب نے ایک رسالہ اسی تحقیق میں لکھ کر بھیجا تھا، جس کا حاصل بھی یہی

تھا جو آپ نے لکھا، کہ نصاب معلوم زیادہ ہے، قرائط و شعیرات کے حساب سے کم نکلتا ہے، اور مولوی عبدالحی صاحب

مرحوم نے بھی حواشی شرح وقایہ (۲) میں، معروف کو غلط ثابت کر کے یہی مقرر کیا ہے، جو آپ نے لکھا ہے۔

مگر اس کو کیا کیجئے، کہ علمائے ہندی خصوصاً علمائے دہلی نے، تحقیق کتب فقہ درمختار، شامی، و ہدایہ وغیرہ کو تسلیم فرما کر،

پھر نصاب چاندی ساڑھے باون تولہ و نصاب سونا ساڑھے سات تولہ قرار دیا ہے، حالانکہ اس کو بھی وہ مانتے ہیں کہ درہم ستر

جو کا اور مثقال سو جو کا ہے۔ چنانچہ شیخ الاسلام کی عبارت سے بھی جو آپ نے نقل کی ہے، واضح ہے۔ پس اب لامحالہ یہ کہا

جائے گا کہ رتی کو چار جو کے برابر کہنا صحیح نہیں، اہل تجربہ کو اس کے خلاف ثابت ہوا ہے۔ اسی لئے انھوں نے مثقال یعنی سو

جو کو، ۴ ماشہ (ساڑھے چار ماشہ) کا قرار دیا ہے اور یہ امر یعنی مثقال کا مساوی ۴ ماشہ (ساڑھے چار ماشہ) کے ہونا، ایسا

معروف ہوا کہ سب اہل لغت وغیرہ نے یہی لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ مدار اس کا تجربہ پر ہے، جب کہ انھوں نے تجربہ سے

معلوم کیا، کہ سو جو مساوی ۴ ماشہ (ساڑھے چار ماشہ) کے ہیں، تو اس کی تسلیم میں تردد نہیں ہو سکتا۔

غایت یہ کہ، یہ کہا جاوے گا کہ جس وقت اور زمانہ میں فقہاء نے، مثقال کو بیس قیراط اور قیراط کو پانچ جو کا تجربہ کیا،

اُس وقت اُس جو کی مقدار و وزن اُس جو سے زیادہ تھا، جس کو ربع رتی کے برابر کہتے ہیں، بلکہ اُس جو کے حساب سے

وزن رتی تین جو سے بھی کچھ کم ہوگا۔ پس سو جو برابر ۳۶ چھتیس رتی، یعنی ساڑھے چار ماشہ (۰۴) کے ہوں گے۔

(۱) درمختار، کتاب الطہارۃ، باب الحيض ص: ۵۲ ج: ۱۱ [نکس مکتبائی دہلی] نیز الدر مع الشامی ج: ۱ ص: ۱۹۹ [مکتبائی دہلی]

(۲) شرح وقایہ مع حاشیۃ للعلامة اللکوی، کتاب الزکاة نصاب الذهب و الفضة ص: ۲۸۴ حاشیہ ج: ۱ ص: ۱/ [مطبع مکتبائی دہلی، کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۱۹۰۹ء]

بناء اس تمام اشتباہ کی یہ ہے کہ آپ نے رتی کو چار جو کا قرار دیا، اس حساب سے مثقال کسی طرح ساڑھے چار ماشہ کا نہ ہوگا، بلکہ سو جو برابر پچیس رتی کے، وہ برابر تین ماشہ ایک رتی کے ہوں گے۔

اور جب تجربہ ان حضرات کا، جنہوں نے مثقال ۴۰ ماشہ کا قرار دیا، بعد اس کے کہ مثقال کو برابر سو جو کے ہونا بھی تسلیم کر لیا، مانا جاوے اور قول ان کا اس بارے میں معتبر سمجھا جائے تو پھر حساب نصاب معروف میں، کچھ اشتباہ نہیں اور جس وقت ان حضرات نے مثقال کو ۳۶ رتی، یعنی ۴۰ ماشہ ثابت کیا، تو بالاحوال ان کے تجربہ میں رتی برابر چار جو کے نہ تھی۔

اس زمانہ میں یا اس سے کچھ پہلے، اگر فرض آتی چار جو کے برابر ہو بھی جائے، تو اس سے پہلے تجربہ کو باطل نہ کہا جائے گا۔ آخر تغیر منزل ہر چیز کا ہر زمانہ میں معلوم ہے، پھر تجربہ سابقہ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ اور جب یہ معلوم ہوا تو درہم کا وزن، بوزن سبھہ تین ماشہ..... رتی ہوگا، کیونکہ سات مثقال برابر ساڑھے تین ماشہ، اور یہی وزن دس درہم کا۔ تو ایک درہم تین ماشہ..... رتی کا ہوا۔ اب دو سو درہم چھ سو تیس ماشہ کے (برابر) ہوئے۔ جس کے ساڑھے ہاون تولہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح (تیس) ۲۰ مثقال ۹۰ (نوے) ماشہ کے ہوئے۔ جس کے ساڑھے سات تولہ ہوتے ہیں، سو اس حساب میں کوئی خطا نہیں۔ عجب ہے کہ مولوی عبدالحی صاحب وغیرہ نے کیونکر اس کی تعلیل کی ہے۔

رتی کا چار جو کے برابر ہونا، اگر انھوں نے خود تجربہ بھی کیا ہے، تو بمقابلہ تجربہ سابقہ کیونکر معتبر ہو سکتا ہے، خصوصاً جب کہ ظن غالب وقوع اختلاف بوجہ اختلاف زمان و بلدان متحقق ہے۔ اب رہی بات کہ رتی کا بوزن چار جو ہونا، اگر ایسا ہے جیسا ایک ماشہ بوزن آٹھ رتی، اور بارہ ماشہ بوزن تولہ۔ تو پھر کیا وجہ کہ اور سب میں، تو قول ان اہل اوزان کا معتبر ہو اور رتی کی مقدار میں معتبر نہ ہو۔ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ اہل اوزان صاحبان تجربہ ہی نے اس کو تسلیم نہیں کیا، کہ رتی برابر چار جو کے ہے، ورنہ مثقال، جس کو سو جو کے برابر کہتے ہیں، بوزن ساڑھے چار ماشہ کتب لغات میں نہ لکھتے۔

اب مناسب یہ ہے کہ آپ بھی خود تجربہ کر لیں، کہ آیا رتی چار جو کے برابر ہے، یا کچھ فرق ہے، اگرچہ اس وقت کا تجربہ بمقابلہ سابق قابل اطمینان و اعتبار نہیں ہو سکتا۔ بندہ کے خیال میں اس زمانہ میں بھی، ملک عرب و شام و مصر کے جو، گہیوں اور ہند کے جو اور گیہوں کی مقدار میں فرق ہے، وہ سو جو اگر چھتیس رتی، یعنی ساڑھے چار ماشہ ہو جائیں تو مستبعد نہیں، اور جب کہ قول علماء اور اہل لغت و اوزان ان کا مؤید ہو، تو پھر جائے انکار نہیں۔

حاصل اس تقریر کا یہ ہے کہ تحقیق فقہاء سب مسلم، اور درہم ۷۰ جو، اور مثقال سو جو ہونا بھی مقرر، اب کلام اس میں ہے کہ سو جو کے کس قدر ماشہ ہونے چاہئیں، سو محققین ہند و علماء دہلی وغیرہ کے تحقیق و تجربہ سے، سو جو ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہیں، اس بناء پر حساب قائم کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہم احکم کبئہ عزیز الرحمن غفری عنہ (مہر)

[یعنی حضرت مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند]

(مجموعہ رسام پارس ص ۷۰)

”تَزَوُّج (رسول اللہ) صلى الله عليه وسلم امرأة من نسائه فنشروا على راسها تمر عجوة“۔

ابن طاہر مثنیٰ نے اپنے تذکرہ میں (۱) اور شوکانی نے اپنی کتاب موضوعات (۲) میں لکھا ہے کہ، یہ حدیث باطل ہے اور اس کے اسناد میں سعید بن سلام کذاب ہے اور تنزیہ الشریعہ میں (سعید بن سلام کے متعلق) مذکور ہے:

”قال احمد و ابن معين كذاب، وقال البخاری يذکر بوضع الحديث“ (۳)

اور حدیث لسم انھم عن نهبة الولاہ بھی موضوع ہے۔ اس کے اسناد میں بشر بن ابراہیم ہے کہ روایت کرتا ہے موضوعات کو۔ ایسا ہی ذکر کیا ہے ابن طاہر مثنیٰ اور شوکانی نے (۴) اور تنزیہ الشریعہ میں مرقوم ہے:

قال ابن حبان وغيره، كان يضع الحديث. (۵) واللہ تعالیٰ اعلم

انتہاب بلاشبہ باعث فساد ہے، اگر یوں ہی تقسیم کرے بغیر اعتقاد سنیت تو شیوع اور قرینہ اباحت میں ہے۔

حررہ ملا قطب الدین۔

(مجموعہ کاس ص ۱۰۹)

(۹۷۷) ایک جاہل واعظ کی بیان کی ہوئی سات بے اصل باتوں کی حقیقت: سوال: از زید نے

وعظ میں بیان کیا کہ حضرت بلالؓ کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعوض حضرت امام حسینؓ کے خرید کیا، برضا مندی ان کے والدین کے۔ یہ قصہ صحیح ہے یا غلط، اگر غلط ہے تو زید پر کیا حکم شرعی نافذ ہوگا اور بلال ایک ہی تھے، یا کئی، عمر واس کو باطل کہتا ہے۔

سوال: ۲- زید نے وعظ میں بیان کیا کہ ابو ہریرہؓ کا نکاح ہوا اور ان کی زوجہ نے کھانا پکا کر، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے، کو کہا، ابو ہریرہؓ کا نکاح ہوا یا نہیں، اور ابو ہریرہؓ ایک ہی شخص تھے، یا چند صحابیوں کا نام تھا۔

سوال: ۳- زید نے وعظ میں بیان کیا کہ شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حور کا نور پھیلا ہوا

(۱) بخذکرہ الموضوعات، باب فضل النکاح وجہ الیہ ﷺ، ص: ۱۲۶ (اشن ریج: بیروت)

(۲) الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب النکاح ص: ۷۶ (فخر المطابع دہلی) تحقیق مجدی فتحی

سید، ص: ۱۱۶، ۱۷۱ رقم الحديث: ۳۳۴ [مکتبہ الوفیقیہ، قاہرہ بلاسنہ] [نور]

(۳) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشیعۃ الموضوعۃ (لفصل) فی سرد اسماء الموضوعین صفحہ ۷۳ (دار الکتب العلمیۃ بیروت الطبعة الثالثة ۱۳۰۱ھ/۱۹۸۱م) (نور)

(۴) تذکرۃ الموضوعات (۳۶)، بیروت والفوائد المجموعۃ (۷۶) (نور الطائف دہلی) ”وفی اسنادہ سعید بن سلام کذاب والحديث باطل“

(۵) التنزیہ الشریعۃ للعراقی (۴۱/۱) (دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳۰۱ھ/۱۹۸۱م) (نور)

دیکھ کر اس کو ہمدہ کیا تو خدا کی حمد کہ جو نے کیا کیا تو عارفی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو محو کوار میں جوروں۔ یہ قصہ صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو ایسا عقیدہ رکھنے والا کون ہے، عمرو کہتا ہے یا عمرو یہ ہے اور خوف قرآن ہے۔

سوال: ۳- زید نے دھڑ میں بیان کیا کہ: میں تم کو بروز شب برات طویل کائنات کو گھسیٹیں کرتا، اگر چہ وہ جارت نہیں، مگر میں تم کو ایک طریقہ صحت کا بتاتا ہوں، وہ یہ ہے کہ تم چاند بدی، شہد شب برات کو پکاؤ، مردوں کی روح کو ثواب پہنچاؤ اور باہم تقسیم کرو، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے شب برات کو پکا دیا ہے، اسے مفتی صاحبو اس کی کچھ صلیت ہے، یا نہیں، عمرو کہتا ہے کہ یہ اصل ہے۔

سوال: ۵- زید نے دھڑ میں بیان کیا کہ شب برات میں تین غسل کرنے چاہئیں، ایک اول شب میں ایک آدمی رات کو ایک اخیر رات کو اسے مفتی صاحبو اس کی کچھ صلیت ہے، یا نہیں، عمرو کہتا ہے، یہ اصل ہے۔

سوال: ۶- عمرو نے لوگوں نے پوچھا کہ شب برات کو طویل چاند بدی یا بدی یا شہد پکاؤ کیا ہے، عمر نے کہا خصوصیت ایام محفل باطل ہے، مردوں کو ثواب جب چاہو پہنچاؤ، کسی دن اور کسی طعام کو خاص مت کرو۔

(۹۷۸) ارشاد اہل اللہ میں درج چند بے اصل باتیں: سوال: ۷- زید نے چاند بدی شہد و تین غسل پہ شب برات، بحوالہ کتاب ارشاد اہل اللہ میں بیان کئے تھے، عمرو نے کہا صحیح ہے کہ کتاب ارشاد اہل اللہ میں دیکھو، عمرو نے دیکھا تو ارشاد اہل اللہ کے خارجہ، چہرہ کے بعد لکھا ہے:

کہ دریں ارشاد اہل اللہ میں بیچ مسئلہ از موضوعات و انفعاست کے شعلہ مستند بجانب چپ فراموشی۔ دوم آنکہ ہر وقت در وضو شانہ و ریش زدن۔ سوم آنکہ ہر کہ از کس زچہ او فرو کند و او از ان بھندہ اور ہم افندہ نماید، پس ایسی افندہ بھولہ قطع فی شوق۔ چہارم آنکہ حیلہ و جواز کفاح مطلقہ بطلاق خلق، ہے تحصیل آنست کہ قاضی از مطلقہ مذکورہ ہر سبب حقیقت ایمان نماید، کہ تصدیق بدل و اقرار بزبان است کہ یکندہ نہیں اگر آں زن بیان نکرد جائز است، از وجہ اول و کفاح او بغیر تحصیل یا بھم آنکہ جواز کفاح از ان خامسہ یا از نہ واجبہ۔

سورہ محمد: اس ارشاد اہل اللہ میں باغی مسئلہ شہدوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔ ایک سلامتہ شعلہ یا نہیں طرف چھوڑ، دوسرے ہر اک وضو کے بعد از محفل میں نکلتا کرنا، تین بروز، محفل میں سے اس کی دینی دور ہے، بعد از روزہ نے مالی عورت اس مرد کی رقم میں سے ایک درہم لادہ ہے کے چھوٹی حد کے برابر بھی حصہ لے لے تو یہ پچھلے لیس اس شوہر سے خلق لینے کے برابر ہو جائے گا۔ چہ تھے وہ عورت جس کو تین مطلقہ ہو گئی، بغیر حوالہ کے، اس کا کفاح جائز ہونے کی

صورت یہ ہے کہ اس مطلقہ عورت سے حقیقت ایمان کا سوال [تحقیق] کرے، جو دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کا مجموعہ ہے۔ پس اگر عورت یہ بیان نہ کرے، تو پہلے شوہر کے لئے اس عورت سے بغیر طلاق کے نکاح، جائز ہے۔ پانچویں: چار بیویوں کی موجودگی میں پانچویں عورت سے، چوتھی کی اجازت سے نکاح۔ [ت: نور]

عمر نے کہا کہ یہ کتاب قابلِ حجت پکڑنے کے نہیں ہے، بہت سی وجہ سے:

اول یہ کہ: اس میں مسائل ردائض کے درج ہیں اور ممکن ہے کہ پانچ سے بھی زیادہ ہوں، چنانچہ میں اس کتاب کو دیکھوں گا۔

دویم یہ کہ: اس کتاب میں چاول ودی و شہد کا کھانا شبِ برات کو لکھا ہے، مگر وہ قول صاحب کتاب کا ہے، کوئی حدیث نہیں، کوئی روایت فقہ کی مفتی یہ نہیں، چنانچہ یہ عبارت ہے۔

”شاید کہ دریں شبِ برنچ بخورد با جفرا ت ہمراہ کہ ثواب بسیار است، و اگر غسل بایں آمیزد یک لذت از لذات بہشت یابد“

عمر نے کہا کہ اس سے فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہیں ہوتا، زید اس کا ثبوت دے۔ دو روز کے بعد عمر نے کہا کہ کتاب ارشاد الطالین میں بہت سے مسائل، خلاف اہل سنت کے ہیں، یا وہ کتاب کسی شیعہ نے بغرض اغواء اہل سنت لکھی ہے اور اپنے آپ کو سنی ظاہر کیا ہے، یا یہ کتاب سنی کی ہو اور بعد میں کسی شیعہ وغیرہ نے بہت سے مسائل اس میں بھر دیئے ہوں۔

ارشاد الطالین کی چند اور بے اصل باتیں

بہر حال یہ کتاب قابلِ تمسک اور حجت نہیں، نہ اس کتاب سے عالم کو وعظ کہنا چاہئے، نہ لوگوں کو عمل کرنا چاہئے۔ عمر نے ۱۹ شعبان المعظم ۳۱۲ھ کو بروز جمعہ بعد نماز جمعہ وعظ کیا، اور صبح سے عام لوگوں کو اطلاع کر دی اور زید کے پاس بھی خط اطلاع بھیج دیا، اور بعد کو تین مرتبہ کہلا کر بھیجا۔ عمر نے مجمع عام میں کتاب ارشاد الطالین کی عبارت پڑھ کر ہدایہ اور شامی اور کنز اور تفسیر جلالین اور ماتیہ مسائل وغیرہ کتب حنفیوں کی تردید کی، زید اس مجمع میں باوجود اطلاع نہیں آیا۔ چند مسئلہ کتاب ارشاد الطالین کے، عمر کے بیان کئے ہوؤں میں سے لکھتا ہوں:

(۱) جو شخص پہلی شبِ شعبان کو بارہ رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد الحمد کے سورۃ اخلاص پندرہ مرتبہ پڑھے تو اس کو بہت ثواب ملتا ہے اور اسی روز تک فرشتے اس کے گناہ نہیں لکھتے، حالانکہ کرما کا تین سب کچھ لکھتے ہیں، یہ اور بات ہے کہ خداوند تعالیٰ گناہ معاف کر دے، تاہم روایت کی صحت کے واسطے کسی معتبر کتاب کی عبارت چاہئے تھی، وہ بھی نہیں لکھی۔

(۲) مسجد میں باتیں کرنے والے کی مورد لعنت و ناپاکیت ہو جائے گی، اور بحالت وضو اور غسل مورد لعنت کے، باتیں کرنے والے کی تو یہ قبول نہ ہوگی۔ عمرو کہتا ہے کہ ان اوقات اور ان مکانات میں یہاں نہ جائے مگر توہم کی قبول ہوتی ہے۔

(۳) مشرک کا ہاتھ نہ پا کر ہے مصافحہ کرنا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے:

اِنَّهَا السُّنْبُطُ لَمْ يَكُنْ فِیْهَا شَرٌّ۔ عمرو کہتا ہے، مشرک سے مصافحہ نہ کرو مگر یہ قول صاحب کتاب کا کید ہے، اہل سنت کے نزدیک مشرکین کے قلوب نہ پا کر ہیں، چنانچہ تقاسیر میں ہر مہین ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی جو سے وہاں پر ہو تو پہلی میں اسراف نہیں ہے، عمرو کہتا ہے کہ یہ غلط ہے: لو کنت علیٰ خطہ نہر جاورہ ہے۔

(۵) عورت کو مسک نہ کیجئے کے واسطے گھر سے باہر نکلا جائے ہے، اور شوہر کو دلائت منع نہیں۔ عمرو کہتا ہے کہ پردہ کا بروقت لحاظ رکھنا چاہئے مگر نہ کچھ تو شوہر کو دلائت منع حاصل ہے۔

(۶) بہ ترک قوت و درجہ و سکون لازم نشود۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ بھی غلط ہے، کیونکہ ماہ قوت واجب ہے اور ترک واجب سے عہد و سکون واجب ہوتا ہے۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات کفن حریر کے تھے۔ عمرو کہتا ہے غلط ہے۔

(۸) عہد میں قرآن پڑھنا درست ہے۔ عمرو کہتا ہے منع ہے۔

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درتین مرتبہ پڑھتے تھے، عشاء کے بعد مسجد میں، پھر گھر میں تشریف لے جا کر، پھر تہجد کے وقت۔ عمرو کہتا ہے، الاصل ہے۔

(۱۰) بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں اختلاف ہوا، وہ اب قضا فرائض کے، حضرت کا طہن نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہ چالیس برس کی نماز ادا ہو جاتی ہے، مگر اس شخص کی نماز چالیس برس کی قضا نہ ہوئی ہو، تو اس کے والدین کی قضا شدہ نماز ادا ہو جاتی ہے، تو چاہئے کہ عہد کے دن عہد کے بعد بارہ رکعت نماز تین سلام سے پڑھے، ہر رکعت میں بعد الحمد کے سورۃ اخلاص چند مرتبہ پڑھے، اس کی سب نمازیں ادا ہو جائیں گی۔ عمرو کہتا ہے اس کی بھی کچھ اصل نہیں، فقہ میں باب قضا بالفرائض میں کہیں یہ ذکر نہیں، احادیث میں نہیں، اس نے کوئی مہارت نقل نہیں کی۔

(۱۱) رجب لغت میں خدا کو کہتے ہیں۔ عمرو کہتا ہے کہ رجب شہر خدا کو کہتے ہیں، لغت میں دل چاہے غیاث اللغات اور قاموس کھول کر دیکھو۔

(۱۲) صلوة رعب جائز ہے۔ عمرو کہتا ہے بدعت ہے، شامی وغیرہ کتب فتاویٰ میں مصرح ہے۔

(۱۳) عہد نامہ قبر میں رکھنا جائز ہے۔ عمرو کہتا ہے جائز نہیں، شعائر و افش سے ہے۔

(۱۴) اس کتاب میں ایک دعا لکھ کر لکھا ہے کہ، جو اس کو تین مرتبہ روزمرہ پڑھے، اس کی عمر زیادہ ہوگی، اگرچہ تقدیر اجل ہو چکی ہو۔ عمرو کہتا ہے یہ محض دھوکہ ہے، صاحب کتاب کیوں مر گیا، قرآن شریف میں ہے: إِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ (۱) باقی دعا وغیرہ کی فضائل میں جو وارد ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عمر بڑھا کرتی، تو دعا سے بڑھتی۔

(۱۵) بیس آیتیں حضرت عائشہ کی پاکی میں نازل ہوئیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گاہے گاہے یہ خیال ہوتا تھا، کہ کلام اللہ کا بیشک برحق ہے اور راست ہے، لیکن ایک نام خدا کا ستار ہے، بیشک عائشہ کی ستاری کرتا ہے۔ عمرو کہتا ہے معاذ اللہ! یہ روپرہ حضرت عائشہ پر تہمت عدم عصمت، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت عدم وثوق کلام اللہ وعدم اعتبار خدا تعالیٰ اور خدا تعالیٰ پر تہمت کذب نعوذ باللہ من الشریک و الکفر۔

(۱۶) حضرت عمرؓ نے وصیت کی، کہ میرا گرز میری قبر میں میرے ساتھ رکھنا۔ عمرو کہتا ہے کہ ہذا بہتان عظیم۔

(۱۷) حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی قبر پر بعد دفن کے تلقین کی، عمرو کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے تلقین کی ہو مگر تلقین بحالت نزع مسنون ہے نہ بعد مرگ، اگرچہ مندوب ہے، مسنون ضروری نہیں۔

(۱۸) حضرت علیؓ نے دیکھا کہ زمین نے حضرت عمرؓ کو بھینچا۔ عمرو کہتا ہے استغفر اللہ یہ کھلا ہوا فرض ہے، جب منکر نکیر نے حضرت عمرؓ سے من دیکھا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نہیں سنتا، قریب کو آؤ، منکر نکیر گرز کو دیکھ کر ڈر گئے اور نزدیک نہ ہوئے، حضرت عمرؓ گرز لے کر بیٹھ گئے، تاکہ فرشتوں کو ماریں، قبر چند فرخ کھل گئی اور فرشتے بھاگ گئے۔ عمرو کہتا ہے کہ یہ قول بدیہی البطلان ہے۔

الغرض عمرو نے بہت سے مسائل کتاب ارشاد الطالین کے مجمع عام میں رد کئے اور زید نہ آیا، مشت نمونہ از خروار ہے! یہ مسائل تردید کئے ہوئے عمرو کے مختصراً لکھ کر فتویٰ چاہتا ہوں، کہ قول زید کا موافق اہل سنت کے ہے، یا قول عمرو کا۔ اور مسائل نمبری ایک دو تین و چار و پانچ و چھ کا جواب کتب حنفیہ سے روایات معتبرہ لکھئے اور تخریر فرمائے

(۱) سورۃ النحل، آیت ۹۶ ترجمہ: جب آپ اپنے گناہان کا وعدہ نہ پیچھے سرک نہیں گئے ایک گمراہی اور نہ آگے سر نہیں گئے۔ (ترجمہ شیخ الفہد)

کہ زید و عمر میں کون حق پر ہے۔ عمر و کہتا ہے کہ کتاب ارشاد الطالین کو جب تک بہت سے علماء اہل سنت مل کر تصحیح نہ کر دیں، قابل عمل نہیں، عوام کو اس کتاب کا دیکھنا بھی نہ چاہئے، زید نے وعظ میں کہا کہ جو کتاب ارشاد الطالین کہ نہ مانے، وہ کافر ہے۔ آیا عمر و اور وہ لوگ جواب اس کو نہیں مانتے ہیں، کافر ہو گئے، یا مسلمان ہیں۔ اگر کافر نہیں ہوئے، تو زید اس کہنے سے کس بات کا شرعاً مستحق ہے، جواب ہر بات کا صاف خط میں، جلد تحریر فرما کر بھیج دیجئے، کہ بہت سے مسلمان خلیجان میں پڑے ہوئے ہیں۔ والسلام علیکم وعلیٰ من اتبع الہدی۔

جواب ذیل از جناب برکت مآب زبدۃ العارفین عمدة المحدثین حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب مدنیو ضہم گنگوہی و علماء دیوبند۔

جواب: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلالؓ کو، بعوض حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما خریدنا محض غلط ہے، ایسی باتیں بے اصل بیان کرنے والا، مستحق وعظ گوئی نہیں۔ بلالؓ اور بھی ایک صحابی کا نام تھا، پر وہ حرا اصل تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح، بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا ہے، پہلے نہیں ہوا، یہ نکاح کے کھانے کا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچنا لا اصل ہے۔ ابو ہریرہؓ اور کسی صحابی کا نام نہیں۔ شب معراج نور جو رکو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ کرنا بالکل افتراء ہے، قرآن شریف کے بالکل مخالف ہے: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى (۱) صاف بیان ہے کہ آپ کو کسی قسم کی غلطی نہیں ہوئی، ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے، سخت زندیق ہے۔ شب برات کو تین غسل کرنا، یا حلو او غیرہ کا پکانا شریعت سے ثابت نہیں، یہ باتیں محض لا اصل ہیں، ان مسائل میں قول عمر و صحیح ہے اور قول زید باطل، واللہ اعلم۔

الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ

الجواب صحیح حررہ محمد ناظر حسن عفی عنہ

اصاب الحبیب محمد حسن عفا اللہ عنہ الجواب صحیح حبیب الرحمن عفی عنہ دیوبندی الجواب صحیح، بندہ احمد

الجواب صحیح محمد منفع علی عفی عنہ، مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند الجواب صحیح بندہ محمود عفی عنہ، مدرس اول مدرسہ عربیہ دیوبند

الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ

الجواب صحیح، عبدالمومن عفی عنہ دیوبندی

(سراج و ہاج تالیف: مولوی حشمت علی حسین بناری ص: ۴۷ تا ۵۲ مطبوعہ ۱۳۱۲ھ)

(۹۷۹) عورتوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے اور انگریزی اسکول میں پڑھانے کا حکم؟ سوال: نحمدہ

ونصلی کیا فرماتے ہیں ارباب علوم و عقول اور اصحاب تجربہ و شعور، ادام اللہ فیضہم الی یوم النشور۔ مسائل مفصلہ ذیل میں:

(۱) سورۃ النجم آیت ۱۱۔ جھوٹ نہیں کہا رسول کے دل نے جو دیکھا (ترجمہ شیخ البند)

مفتی الہی بخش اکیڈمی، کانپور

(۱) تعلیم کتابت واسطے نہا، کے اس زمانہ پر فساد میں، کہ قبا ح اور مفاسد اس کے اہل دانش پر، کا لاشاہدہ ہیں، مکروہ ہے، تحریر یا نہیں؟

(۲) تعلم کتابت وغیرہ مراہقات اور باغات کا بغیر حجاب کے، غیر محرم مرد بالغ سے کیسا [ہے]۔

(۳) منع نسوان زمان ہذا کا تعلم کتابت سے، موافق قول محقق جلال الدین دوانی کے، مکاذکرہ فی اخلاق جلال قرین مصلحت ہے، یا نہیں؟ بیٹو اتوجروا!

جواب: تعلیم نوشت وخواندنی زمانہ عورتوں کو مکروہ ہے تحریر یا بلاشبہ، چند وجہ سے۔

اول: تصبیغ وقت، کیونکہ جب کہ ان کو اس نوشت وخواند میں، نہ کوئی نفع آخرت ہے نہ فائدہ دنیا، مثل حاصل کرنے مال و دولت کے۔ اس لئے کہ جو کچھ ان کے اخراجات ضرور یہ ہیں: خورش پوشش مسکن، وہ سب بزمانہ کے شوہروں کے ہیں، پھر نوشت وخواند کا شغل، اضاعت وقت نہیں تو اور کیا ہے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

مِنْ حَسَنِ اسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَغْنِيْهِ اَنْتَهٰی۔ رواہ الترمذی فی کتاب الزہد (۱)

دوسرے آوارگی طبعیت اور براہ فحش شوق اور خواہش ہائے نفسانی، بہ سبب مطالعہ ان کتابوں کے، جن میں مضامین عشقیہ اور عورتوں کے کید و فسون بھرے ہوئے ہیں۔ جیسے ترجمہ بہار دانش، فسانہ عجائب، مثنوی میر حسن وغیرہ، نیز بیجان و اشتیاق مرداں بہ جانب ان عورتوں تعلیم یافتہ کے، بیجان کے اس کمال ظاہری، ہڈ زیب و زینت البدن فریبی کے کسل جدید لذیذ۔

تیسرے اندیشہ مراسلت و مکاتبت، اجنبی مردوں سے، جس میں صد بافتہ و شر منطوی ہیں، ہاں تعلیم مسائل ضروریہ دین، مثل صوم و صلوٰۃ و طہارت وغیرہ کے امر ضروری ہے۔ سو وہ ان کے شوہر اور باپ بھائی وغیرہ محارم کے ذمہ ہے۔ اگر وہ آپ جانتے ہوں تو فیہا، ورنہ اور علماء دین سے حاصل کریں۔ فقط

جواب ۲۔ جواب بالا سے واضح ہو چکا کہ شغل نوشت وخواند عورتوں کا، خواہ کسی طرح پر ہو، اجانب سے یا محارم سے مکروہ ہے، پھر جو نوشت وخواند بصورت شیعہ مذکورہ، یعنی زمانہ اوقات کا غیر محارم کے دربرو [ہو] حرام یا شد حرمت ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ:

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغْضُؤْنَ مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ کہہ دے ایمان والوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں۔

الآیۃ (النور ۳۰) (ترجمہ شیخ الہند)

وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ کہہ دے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں۔

الآیۃ (النور ۳۱) (ترجمہ شیخ الہند)

(۱) رواہ الترمذی فی کتاب الزہد (۲۸۳/۳) رقم: ۲۳۱۷ (دار الکتب العلمیہ بیروت) ج ۳: ۶۱ (مکس اصح المطابع - دہلی)

مفتی امین اعلیٰ دہلی کا مکتوب

دیکھئے حضور جماعت نماز، کہ بہترین شعائر اسلام و مومن ہستی سے ہے، جو حقوق کو کھڑو ہے، بلا امتناع، بوجہ ہی وقت و شر کے جو مذکور ہوا، اور زمانہ نبوی علیہ السلام میں جو ثابت ہے، تو وہ آپ کے ہی زمانہ کے ساتھ مخصوص تھا، پھر دوسرے قرآن مقررہاں بالآخر میں، بعد وفات اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کی ممانعت ہو گئی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حصول ہے، کہ جو جائز تھیں، جو حقوق اس نے پیدا کی ہیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو معلوم کرتے تو ایسا منع کرتے ان کو حضور مسجدت، جیسا کہ منع کی گئیں، جو وہ تھیں، ہی اسرا مکمل کی:

عن عائشة قالت: لو أنک و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما أحدث النساء، لنفعلن المسجد، کما فعلت نساء بنی اسرائیل. (الحديث (رواه البخاری))

اب دیکھئے کہ ان دونوں یعنی حضور جماعت و شوشت و خواہگو، کہ ان میں کیا کچھ تفاوت ہے، گو یا زمین و آسمان کا۔ پھر جب اول ممنوع ہوا تو چلی بدرجہ اولیٰ ممنوع ہونا چاہئے، خاص کر اس زمانہ پر مبنی میں۔ وہ تعلیم و تعلم جو مدارس اور اسکول نصاریٰ میں ہے، کہ جس میں فسق و فحش و کفار مایان و اسلام سالم ہے، تب بھی قسمت ہے۔ کیونکہ لڑکیاں اپنے دین سے تو زیادہ واقف نہیں اور نصاریٰ کی وضع پر تعلیم پادیں، تو یہی ہے حکم اور عادات ان کی طبیعت معاہدہ پر اثر ضرور پیدا کریں گے۔ پھر اب باب شعور پر روشن ہے، کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

جواب ۳۔ جلال الدین محقق وہ اپنی رحمت اللہ کا زمانہ، کہ اس میں مدارس و اسکول نصاریٰ کے تھے اور نہ یہ ہائے عالم کیرت و فساد تھی، ترک اس حدیث کتابت، بالفاظ کتابت ہی کا، جو حقوق کے لئے قرآن مصلحت تھا، تو وہ ترک اس زمانہ پر مبنی میں اہم ضروریات سے ہوگا، جو تعلیم مساکی ضرور پور دین و قرآن شریف کا اس حکم سے مستثنیٰ ہوگا، جواب اول سے معلوم ہو چکا۔ کہ وہ جائز کیا، بلکہ ضروری ہے، بشرطیکہ کوئی مرتد نہ ہو، جس نے کسی اور غیرہ کے اس میں نہ ہو۔ و خدا علم بالصواب۔

کتبہ عبدالرحمن غنی عن (خانقاہ قادری مہد الرحمن پانی پتی)

الا جوبہ صحیحہ مابین الخیرات سید احمد غنی عن اسمہ احمد۔ (۱) جوبہ کتبہ صحاح و محدث و جامع وندی غفر لہم

اس زمانہ میں تعلیم کتابت کا حقوق کو کھڑو ہے، قرآن و کتب و درمیت اور بالحدود و مقررہ بالغ سے سب کچھ ہونا، اگرچہ تعلیم و کتابت کے واسطے ہو، حرام ہے، بلکہ منع کرنا، جو حقوق کو اپنے کام سے ضرور لاتی، کہ فقہ و افتاء علی علم کتبہ اوراقیہ و مقررہ و پدید شیعہ احمد

(۱) بحوالہ کتاب الاثر باب خروج النساء علی النساء باللیل والنفس علی (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

اس فتویٰ پر مذکورہ بالا تصدیقات کے بعد ایک تصدیق حضرت مولانا گنگوہی کی بھی تھی، جو اس فتویٰ کے ماتخذ کے ۱۶۵ پر درج تھی، وہ تصدیق مذکورہ جواب کے سوال کے ساتھ یہاں سے علیحدہ کر کے، زیر نظر مجموعہ فتاویٰ میں اس کی جگہ پر نقل کر دی ہے۔ اصل فتویٰ یہاں پیش ہے۔ (نور)

[صواعق الملک الدیان علی من اباح الکتابۃ لנساء الزمان]

مؤلفہ: نجف علی خاں خلعہ مابوی نظام علی خاں۔ مطبوعہ مطبع احمدی، بمبئی ۱۳۰۵ھ

تحقیق انعقاد محفل مولد شریف و زکوٰۃ وغیرہ

[نقل خط جناب مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ]

تمہید: حضرت مولانا فتویٰ کا یہ گرامی نامہ غیر مطبوعہ ہے، پہلی مرتبہ اس مجموعہ فتاویٰ میں شائع ہو رہا ہے۔ یہ گرامی نامہ حضرت مولانا کی آخری تحریرات میں سے ہے، ممکن ہے کہ یہی سب سے آخری خط ہو۔ اس کی تحریر ۱۹ ربیع الاول کے صرف ڈیڑھ مہینہ بعد، ۲۴ جمادی الاول ۱۲۹۷ھ (۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء) کو حضرت مولانا فتویٰ رحلت فرما گئے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ [نور]

(۹۸۰) انعقاد محفل میلاد کی شرعی حیثیت: مظہر اللطف و کرم نواب احمد حسین خان صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ! السلام علیکم زکوٰۃ میں کھانا کپڑا وغیرہ دینا بھی ایسا ہی ہے، جیسا نقد دینا، پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ کھانے میں دعوت کا ساتھ دینا کہ جتنا پیٹ میں آئے کھالو، لیجانے کی اجازت نہیں، بلکہ جس کو دیا جائے اسی کو اختیار رکھی دیا جائے، وہ اسی کی ملک سمجھی جائے، اس کو اختیار ہو، چاہے بیچ ڈالے یا خود کھالے۔ اور قرض میں زکوٰۃ ایام قرض کی بھی دینی پڑے گی، اتنا فرق ہے کہ اگر قرض کی یہ کیفیت ہے کہ جب چاہو وصول کر لو، تب تو اسی وقت واجب الاداء ہوگی، ورنہ بعد وصول واجب الاداء ہوگی، مگر دینی سبھی دنوں کی پڑے گی۔

باقی رہا مولود شریف کا قصہ!!! اس میں آپ کا پوچھنا فضول معلوم ہوتا ہے اور میرا بولنا بیکار نظر آتا ہے، اس قسم کی باتوں میں زبان ہلانے کا نتیجہ بجز فتنہ پردازی اور کچھ نہیں ہوتا، مگر چونکہ آپ نے پہلی بار یہ استفسار فرمایا ہے، جواب لکھنا ضروری [معلوم ہوتا ہے۔ سنئے:

اگر کوئی شخص ملازمان شاہی میں سے، سر دربار بادشاہ سے زیادہ کسی وزیر و مشیر کی تعظیم کرے، تو وہ تعظیم چونکہ موجب توہین بادشاہی ہے، اس لئے بوجہ تعظیم مفرط وزیر، یہ تعظیم کرنے والا مستوجب عتاب بادشاہی ہوگا، تعظیم وزیر کچھ کام نہ آئے گی، بلکہ خود وزیر بوجہ مذکور درپے تذلیل شخص مذکور ہو جائے گا، جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی، تو اب سنئے۔

اعلیٰ درجہ کی وہ مجلس ہے کہ جس میں قرآن وحدیث پڑھا جائے اور بیان احکام خداوندی کیا جائے، اور کیوں نہ ہو، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس غرض سے بھیجے گئے، کہ احکام خداوندی پہنچائیں، اور کتب مقدسہ اسی غرض سے نازل کی گئیں، کہ احکام خداوندی معلوم ہو جائیں اور خود خداوند کریم فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ. اور میں نے جو بنائے جن اور آدمی اپنی بندگی کو۔

(ترجمہ شیخ الہند)

(الذاریات ۵۶)

الآیۃ

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ اور ان کو حکم یہی ہوا کہ بندگی کریں اللہ کی خالص

البدین. کر کے اس کے واسطے بندگی (ترجمہ شیخ الہند)

(البینہ ۵)

البدین

اور ظاہر ہے کہ عبادت اطاعت احکام کا نام ہے، اس لئے وہ مجلس جس میں بیان احکام ہو، اعلیٰ درجہ کی مجلس ہوگی، کیونکہ غرض اصلی جو عبادت ہے، چنانچہ دونوں آیتیں اس پر شاہد ہیں، بے بیان احکام متحقق نہیں ہو سکتے۔ غرض مجلس وعظ و درس و قرآن وحدیث کے برابر کوئی محفل نہیں، پھر ستم یہی نہیں کہ اس محفل کیلئے تو کچھ اہتمام نہ ہو، نہ اس میں اس برکت کی امید ہو، جو محفل میلاد شریف سے کہتے ہیں اور نہ اس کے لئے فرش و فرش، روشنی و شیرینی وغیرہ ہو، جو محفل میلاد شریف کے لئے مہیا کی جاتی ہے۔ علاوہ بریں میلاد شریف کی بدولت، جماعت سی واجب چیز کو ترک کیا جاوے اور جماعت کے لئے میلاد شریف ترک نہ کیا جاوے اور یہ اسی قسم کی بات نہیں تو اور کیا ہے، کہ بادشاہ سے زیادہ وزیری کی تعظیم کی جائے۔

پھر اس پر قیام معمول ہے، اگر بایں اعتقاد ہے، کہ روح پرفتوح حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اس وقت رونق افروز ہوتی ہے، تو یہ اعتقاد بے سند ہے، کہ جس کا پتہ نہ قرآن میں نہ نشان حدیث میں، اگر یہ بدعت نہ ہوگا، تو اور کون سی چیز بدعت ہوگی۔ شیعوں اور خوارج کے اعتقادات، جو ان کے مبتدع اور ضال ہونے کی وجہ سمجھی گئی، تو کیوں سمجھی گئی، اسی بے سند ہونے کے باعث، اور اگر بایں خیال یہ اہتمام قیام ہے، کہ بعض اولیاء کبار اس وقت کھڑے ہوتے تھے، تو اس کے یہ معنی ہوئے، کہ ہم بھی اسی طرح مشرف بزیارت ہوتے ہیں، جیسے وہ اولیاء مشرف ہوتے تھے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے، کہ بعض اولیاء کبار ارباب حال کو، وقت ذکر ولادت شریف دولت زیارت میسر آتی تھی، اس لئے ان کے واسطے اٹھنا ضرور ہوا، اور بے شک اگر وہ اس وقت نہ اٹھتے، تو عجب نہ تھا کہ اس بے تعظیمی کے سبب، اپنے مرتبہ و مقام سے گر جاتے، مگر عوام الناس جو ان کی اقتداء کرتے ہیں، گویا زبان حال سے یوں جملاتے ہیں، کہ ہم بھی دولت زیارت سے مشرف ہوئے ہیں، اب کہنے یہ کس درجہ کی ریاء ہے۔

بعض اولیاء کو چند بار یہ اتفاق ہوا، کہ اپنے حلقہ میں یا شیخ بہاء الدین شینا لند کہا، ان کے ایک مرید نے بھی یہ کہنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا تم کیوں کہتے ہو، مرید نے کہا کہ آپ کہتے ہیں، میں بھی کہتا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو تو حضرت کی زیارت میسر آتی ہے، اس لئے یہ کہہ پڑتا ہوں، تو جو کہتا ہے، کیوں کہتا ہے۔ غرض حضرت نے اس کو منع فرمایا اور اپنی اقتداء اور اتباع کی اس امر میں اجازت نہ دی۔ ایسے ہی جن صاحبوں نے وقت مذکور پر قیام کیا ہے، وہ مشرف زیارت ہوئے تھے، عوام کو ان کا اقتداء جائز نہیں۔

باقی یہ کہنا کہ ہم بغرض تعظیم اسم مبارک کھڑے ہوتے ہیں، یہ ایسی بے ہودہ بات ہے کہ کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا۔ کیا اسی وقت آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] مستحق تعظیم ہوتے ہیں، اس سے آگے پیچھے ان لوگوں کے نزدیک مستحق تعظیم نہیں ہوتے، افسوس آپ [صلی اللہ علیہ وسلم] کے ذکر پر انوار کو ایسی ایسی دایمات سے، ناواقفوں نے خراب کر دیا۔ اس لئے اپنا یہ قول ہے کہ، ہمارے لئے تو مولود شریف اگر کریں، جائز بلکہ مستحب ہے، پر رواج کے موافق کرنے والوں کے حق میں جائز نہیں، ہاں گوشہ تنہائی میں بے قیام، کوئی کبھی تقاضائے محبت بروایات صحیحہ، پڑھ لیا کرے، تو سبحان اللہ! پر ان روایات ضعیفہ موضوعہ کا پڑھنا، یوں بھی جائز نہیں۔

غرض اصل سے ذکر بابرکات، حضرت سرور عالم علیہ علیہ افضل الصلوٰات والتسلیمات، عمدہ حسنات میں سے تھا، گو ذکر احکام اور استماع احکام، بغرض اطاعت و تبلیغ حقیقت میں ذکر ملک علام ہے، مگر جیسے تخن و زعفران وغیرہ اطعمہ لذیذہ اصل سے عمدہ غذا ہوتی ہے، پر زہر مل جائے، تو باوجود عمدگی خراب و مہلک ہو جاتی ہیں، اور اس وقت بوجہ اختلاط زہر، باوجود لذت معلومہ اس لذت کا ترک ضروری ہے، چہ جائیکہ بوجہ لذت زہر مخلوط کا کھانا عمدہ سمجھا جائے۔ ایسے ہی ذکر خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم مضمّن ولادت ہو، یا مضمّن وفات، عمدہ خیرات میں سے ہے، پر بالائی خرابیوں کے باعث واجب الاحتراز ہے، چہ جائیکہ خرابی ہائے مذکورہ، بوجہ عمدگی مفہوم، واجب الار تکاب ہوں۔

لیجئے نواب صاحب آپ کی خاطر یہ دو ورق سیاہ تو کر ڈالے ہیں، پر دیکھئے، اس نامہ سیاہ کے حق میں، اس تحریر کے باعث کیا کیا صلواتیں، ادھر سے پیش ہوتی ہیں۔

مولوی عبدالکرم صاحب کی خدمت میں، بعد سلام یہ عرض ہے کہ عنایت نامہ پہنچا، اس تفقہ احوال کا شکر یہ کیا ادا کروں اور اپنا حال لکھوں، تو کیا لکھوں۔ دودن کو اوروں کی دعا سے کچھ آرام سے گزرتی ہے، تو دودن اپنی شامت اعمال سے پھر تکلیف، کوئی نہ کوئی کھڑی ہو جاتی ہے، اب آج کل اللہ کا شکر ہے، تخفیف ہے، ہر چند روز پہلے بدلت گزری، اس وجہ سے بھی جواب نامہ نواب صاحب و نیز جواب عنایت نامہ سامی میں، دیر ہوئی۔ یا وہ دن تھے کہ ورق

دور درق ایک بات تھی، ایسا یہ دن نہیں کہ جواب غلط و بھی دشوار ہے۔ پہلے گھنٹہ دو گھنٹہ کی تقریر کو میں کچھ نہیں سمجھتا تھا اور اب بعض اوقات، دو چار جملوں کا ادا کرنا بھی ایک ہم عظیم ہو جاتی ہے۔ اب آپ کے شاگردوں اور اصحاب کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہوں۔ فقط

العید الحمد کا ۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ [مارچ ۱۹۸۰ء]

(گورنمنٹ کالج، لاہور)

(۹۸۱) محفل میلاد کا شرعی حکم: سوال: محفل مولود شریف جائز ہے یا نہیں؟ مفصل تقریر فرمائی؟ فقط

جواب: ذکر ولادت شریف محل و مکرر ذکر خیر کے ثواب و افضل ہے، اگر بدعات و عقائد سے خالی ہو تو اس سے بڑھ کر کیا ہے۔ قال اللہ عز وجل:

وَذَكَرَ مَرْكُ لِّلْمَلٰٓئِكَةِ عِمْ رَ رَ رَ رَ رَ رَ رَ رَ رَ رَ R

وَذَكَرَ مَرْكُ لِّلْمَلٰٓئِكَةِ عِمْ رَ R

ایسا یہ دن ہمارے زمانہ میں قیادت و شایع کیا تھا مروج ہے اس طرح بے شک بدعت ہے اور بوجہ ذیل نا جائز۔ اول: یہ کہ اکثر مولود خواں چائل اکثر روایات لفظ اور موضوع بیان کرتے ہیں اور قاری اور سامعین سب سخت و سید۔ من کتاب علی مصعداً فلیسوا مقعدہ من النار (۱) میں داخل ہوتے ہیں۔

دوم: اہتمام محل و اجتماع ضروریات سے ہیں بلکہ یاد دل آس کرتے ہیں، کہیں قائلین ضروری، کہیں بچہ کی مسند، کہیں شامیان اور کہیں شیرینی کہیں بھارت قافوس یعنی مقدمہ، کہیں لوہاں سلگ ہے اور بہت سے امور غیر ضروری کو ضروری سمجھتے ہیں اور غیر ان سامانوں کے مولود کرتے کہ مولود خالی چایا جاتے ہیں اور یہ ناقص امر صرف ہے جا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

اِنَّ السَّٰبِقِیْنَ کَانُوا اِخْوَانِ السَّابِقِیْنَ

(ترجمہ: اللہ)

(الاسراء: ۴۷)

سوم: تعین و تقید روز ولادت کو ضروری جانتے ہیں، اور کسی روز مولود میں فضیلت نہیں سمجھتے (مگر تقید کو مستحب اور غیر ضروری کو ضروری چاہنا بدعت قبیحہ سے ہے۔

اور ایک ترک کرنا یا کا، جو انہوں نے نئی بات

وَزَهَابِیَّةٌ نَّ اِنْدَعُوْهَا فَاَحْكَمْنَا عَلَیْهَا

(نہاں تھی، ہم نے نہیں لکھا تھا، یا انہوں نے (ترجمہ: اللہ)

(الحج: ۴۷)

چہارم: اکثر اہل محفل اہل بدعت و فساق و فجار ہوتے ہیں، ناقص ان کی مدح و ست کرنی چاہتی ہے، بلکہ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

(۱) لا یجوز ان یتبعوا العلم، و ان یتبعوا من کتاب علی نفس یتبع من (۲) ج: ۱ (۳) لا یجوز ان یتبعوا من کتاب علی نفس یتبع من (۴) ج: ۱ (۵) لا یجوز ان یتبعوا من کتاب علی نفس یتبع من (۶) ج: ۱ (۷) لا یجوز ان یتبعوا من کتاب علی نفس یتبع من (۸) ج: ۱ (۹) لا یجوز ان یتبعوا من کتاب علی نفس یتبع من (۱۰) ج: ۱

فَلَا تَقْعُدُوا بَعْدَ الذِّكْرِى مَعَ الْقَوْمِ
الظَّالِمِينَ. (الانعام: ۶۸)

تومت بیٹھ، یاد آ جانے کے بعد ظالموں کے ساتھ۔

(ترجمہ شیش بند)

و عن ابراهيم بن يسرة رضى الله عنه قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من وفر صاحب بدعة فقد أعان على هدم الإسلام، رواه البيهقى فى شعب الإيمان مرسلًا (۱)

پتخجم: اکثر اشعار نعتیہ جاہلوں کی تصنیف ہوتی ہیں، کہیں ان میں تو غل شان نبوی ہوتا ہے، اور کہیں انبیاء اور ملائکہ کی بہ نسبت بے ادبی ہوتی ہے، قال علیہ السلام: لاتنظرونی کما أطرت النصارى. الحدیث (۲)
وقال صلى الله عليه وسلم:

لاتخبرونى على موسى، وقال وما ينبغي لعبد أن يقول إني خير من يونس بن متى، وقال لاتفضلوا بين أنبياء الله. الحديث (۳) ای تفضیلاً یؤدی الی تحقیر بعض

ششم: وقت ذکر و اذات قیام کرتے ہیں، پھر بعض کا تو یہ عقیدہ ہے، کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تشریف رکھتے ہیں، یہ عقیدہ تو بالکل شرک ہے۔ اور بعض کہتے ہیں، کہ جو ملائکہ اس وقت موجود ہیں، ان کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہوتے ہیں، یہ بھی جہل ہے، اول تو ملائکہ ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتے ہیں، محض ذکر کی کیا تخصیص۔ اور اگر محفل ذکر کی تخصیص ہے، تو محفل ذکر و اذات کی کیا تخصیص، اور اگر اس کی بھی تخصیص ہے، تو خاص ذکر و اذات کی کیا تخصیص ہے، اور اگر اس وقت ملائکہ کی تعظیم ہو، تو دوسرے وقت کیوں نہیں ہوتی اور اگر محض تعظیم ذکر کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، تو اگر سوائے اس محفل کے، دوسری جگہ کوئی ذکر کرے، کہ حضرت پیدا ہوئے، تو کیوں نہیں کھڑے ہوتے، پس معلوم ہوا کہ یہ بھی ایک حرکت لغو و بے ہودہ ہے۔

ہفتم: ان امور پر اصرار کرتے ہیں اور مانعین سے جھگڑتے ہیں اور عداوت کرتے ہیں، اور اصرار معصیت پر سخت معصیت ہے، پس بوجہ مذکورہ محفل مولود نا جائز ہے۔ اور اگر بصورت مجلس وعظ ہو تو کچھ حرج نہیں، اور حیرت ہے کہ یہ

(۱) مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة. الفصل الثالث. ص: ۳۱، جلد اول (مکس طبع نور محمد... دہلی) (نور)

نیز باب مذکور ص: ۱۰۹۔ ۱۱۰ رقم الحدیث ۱۸۹۰ [مکتبۃ التوبہ۔ دار ابن حزم بیروت: ۲۰۰۳ء]

(۲) مشکوٰۃ کتاب الآداب، باب المفاخرة والعصية ص: ۴۱ جلد دوم [کتاب خانہ رشیدیہ دہلی] نیز باب مذکور ص: ۱۸۴۳ جلد چہارم رقم الحدیث: ۳۸۹۷ [مکتبۃ التوبہ دار ابن حزم بیروت: ۱۴۲۳ھ] (نور)

(۳) مشکوٰۃ کتاب احوال القیامۃ، باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء ص: ۵۷۰ رشیدیہ دہلی: نقل صحیح الطابع [کتاب احوال القیامۃ و بدء الخلق۔ باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ الفصل الاول ص: ۵۰۰ جلد پنجم، رقم الحدیث: ۵۷۰۸۔ ۵۷۰۹۔ ۵۷۱۰ [مکتبۃ التوبہ دار ابن حزم، بیروت: ۲۰۰۳ء] (نور)

لوگ محبت نبوی کا دعویٰ کرتے ہیں، اور پھر ان بدعات کے مرتکب ہوتے ہیں! حالانکہ محبت کو اطاعت لازم ہے۔
قال ابن المبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

تعصى الإله وأنت تظهر حبه
هذا العمري في الفعال بعيد
لو كان حيك صادقاً لأطعته
إن المحب لمن يحب يطيع

ترجمہ اشعار: تم اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتے ہو اور تم اللہ سے اپنی محبت کا بھی اظہار کرتے ہو تمہارا یہ طریقہ اور عمل، بلاشبہ عجیب اور ناقابل قبول ہے، اگر تمہاری یہ محبت سچی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اطاعت اور پابندی کرتے کیونکہ جو شخص کسی سے سچی محبت کرتا ہے وہ اس کی باتوں پر عمل کرتا ہے۔ فقط، واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتبہ الراجی رحمۃ ربہ، محمد یعقوب نانوتوی دیوبند

(مجموعہ نکاح ص ۷۷-۷۹)

(۹۸۲) ایک خود ساختہ اصول سے، میلاد و قیام پر استدلال کا جواب: سوال: حکم کہ

اصل آں در شرع شریف ثابت است، پس تعیین آں در وقت، خاص بسبب اندراج آں وقت در اوقات ثبوت آں اصل روا اگر دو، زیرا کہ چوں اصل شے در ہر اوقات مشروع شد۔ پس وقت معین ہم یکے از افراد اوقات آں مطلق باشد، بہ سبب تحقق مطلق در افراد و ظاہر است، کہ ہر فردے از مطلق کہ متحقق باشد، باعتبار تعیین و تشخیص خارجی مانع تحقق آں مطلق نخواہد بود، والا تحقق مطلقے در فرد ممنوع باشد و ہو کماتری۔

ترجمہ: ہر وہ حکم جس کی اصل شرع شریف میں ثابت ہے، پس اس کا کسی خاص وقت کے لئے معین کر لینا بھی اس وقت جب اس کا اصل کے مطابق ثبوت درست ہو، صحیح ہے۔ اس لئے کہ جب اصل چیز ہر وقت میں شریعت سے جائز ہوئی، پس اس کے لئے وقت مقرر کرنا بھی اسی مطلق کے حصول میں سے ایک حصہ ہوگا، اور ہر حصہ میں اصل کا ثابت ہونا لازم ہے۔ کیونکہ ہر اک حصہ باعتبار تعیین اور تشخیص خارجی کے [اس مطلق سے جزا ہوا ہے] اس کے شامل ہونے میں روکاؤ نہ ہوگا، اگر ایسا نہ ہو تو مطلق کے حصہ کا اس کے ہر اک میں نمایاں ہونا ممکن نہ ہوگا، اور یہ بات اسی طرح ہے، جیسی کہ تم دیکھتے ہو۔

[ت: نور]

علماء دین سے سوال ہے کہ یہ قانون، اصول کا صحیح ہے، یا غلط؟

جواب : بے شک جب اصل شے مطلق علی الاطلاق بدون تقید بوقت من الاوقات اور ہر لحظہ اور ہر وقت میں، بتعین اس کا کرنا شروع ہے، لیکن ایک فرد یعنی ایک وقت خاص کو، افراد مطلق میں سے مرجع علی غیرہ سمجھ کر، معین کر لینا زیادہ علی (ما) تقرر فی الشرع المعلیٰ ہے۔ اس وجہ سے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے، ہر فرد اور ہر وقت کو، مساوی جان کر حکم تعین نہیں دیا تھا، پس شخص معین نفس تعین میں: ”بسبب الزیادۃ التی لم یثبت أصلها فی الشرع“ مرتکب فعل ممنوع کا ہوا، نہ اس حیثیت سے کہ یہ مطلق کی ایک فرد ہے، بلکہ بسبب تعین فرد من افراد المطلق و ترجیح علی غیرہ، بغیر اذن من الشارع۔

پس اس تقریر سے معلوم ہو گیا، کہ افراد مطلق میں سے، ایک فرد کے معین کرنے میں دو حیثیتیں ہیں: ایک حیثیت وقوع فرد من افراد المطلق، دوسری تعین هذا الفرد من غیرہ۔ پس بسبب ہونے اس کے ایک افراد مطلق میں سے جائز ہے، اور بسبب تعین هذا الفرد و ترجیحہ علی غیرہ، مع عدم ورود الامر فیہ من الشارع علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

ووجہ آخر ممنوع اور بدعت ہے، فاندفع الاعتراض و تبین الفرق، مگر یہ معلوم نہیں کہ تقریر سوال کون سے اصول میں ہے، آیا اصول حنفیہ یا شافعیہ وغیرہا، یا اصول مجوزہ رائے عالی میں ہے:

ع چہ دلا و راست دزدے کہ بکف چراغ دارد

حسنہ مولانا رشید احمد گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص ۸۵-۸۶)

(۹۸۳) محفل میلاد کی صفت؟ سوال: محفل میلاد؟

جواب : محفل میلاد اگر خالی ہو امور منکر غیر مشروع سے، اور یہ پابندی رسم اہل زمانہ نہ ہو، تو جائز و مستحسن ہے، مگر چونکہ اس زمانہ میں کثرت یہ مجلس امور غیر مشروع سے خالی ہوتی ہے، اور اعتقاد و لزوم و وجوب کا عوام کے قلوب میں راسخ ہوتا ہے، اسراف اور حضور فساد، اور پڑھنا روایات موضوعہ کا، اور التزام ان امور کا جو شرع سے لازم نہیں، گویا شعار اس مجلس کا ہو گیا ہے، اس لئے بہت مرہجہ، یہ محفل ممنوع اور بدعت ہے، اور مرتکب اور مجوز اس کا لاریب مبتدع اور جاہل ہے۔

واللہ اعلم کتبہ الاحقر عزیز الرحمن عفی عنہ دیوبندی الجواب صحیح، بندہ رشید احمد عفی عنہ۔

الاجوبہ صحیحہ محمد منفع علی مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند۔ الجواب صحیح: خلیل احمد عفی عنہ۔ بندہ محمود احمد عفی عنہ الجواب صحیح

[رسالہ تحقیق المسائل، مولانا سید دیدار علی پوری۔ ص ۳۹ طبع اول]

(۹۸۴) قیام محفل میلاد کی حقیقت: سوال: قیام محفل میلاد؟

ملفوظی ای مجلس اکیڈمی کا ترجمہ

جواب: قیام نفل میلاد کو وقت مخصوص پر ضروری سمجھنا یا معاملہ مثل لازم کے کرنا جیسا کہ مروجہ ہے اصل ہے۔ شریعت میں اپنی ہوائے سے کوئی قید لگانا اور اس پر ضروری خیال کرنا، یا معاملہ مثل ضروری کے اس کے ساتھ کرنا، یہ بھی بدعت ہے اور اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس حدیث شریف میں:

من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد (۱)

(یہ ایک فتویٰ کا نصف اول حصہ ہے، دوسرے حصہ میں گیارہویں کا شرعی حکم ہے، جو طبعہ اور ہے۔ یہ

فتویٰ مفتی عزیز الرحمن دیوبند کا لکھا ہوا ہے، حضرت کی اس پر تصدیق ہے) [نور]

(تحقیق لسانی عربیہ سورۃ سجدہ اور علی بن ابی طالب)

(۹۸۵) قیام کے بدعت ہونے کی وجوہ؟ سوال: ایک شخص کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے اکثران ہونا سنت ہے اور کمتر ہونا خلاف سنت ہے۔ آیا یہ عقیدہ حق ہے، یا باطل؟ اگر حق ہے تو اس کی کیا دلیل ہے، اور اگر اس باب میں کوئی حدیث آئی ہو تو جان کریں اور حدیث: "عليكم بسنن أبي" اس کا جواب نہیں ہو سکتا، کیونکہ اگر چار عبادت کو چار بار کرنے پر منحصر نہیں تو ہزاروں صحابی اور اولیاء اللہ کا قول و فعل اور اصول مجتہدین رد ہوتے ہیں۔ خلافت راشدین نے علم اصول اور علم کلام اور علم اخلاق اور علم لغت اور علم معانی اور علم صرف و نحو اور علم سلوک اور علم فقہ میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی اور اگر "عليكم بسنن أبي" پر نظر کریں تو کوئی امام اور کوئی صحابی اور کوئی مجتہد اور کوئی ولی اعتراف سے نہیں نکلتا، سب نے چار بار کے خلاف کیا۔ نعوذ باللہ۔

اس لئے علماء سے سوال ہے کہ اس بات کا جواب موافق قاعدہ علم کے دیں، اور اگر حضرت امام اعظمؒ نے کوئی کتاب صرف و نحو یا سلوک یا اخلاق یا لغت میں تصنیف کی ہو تو اس کو بھی بتادیں! فقط

جواب: عبادات میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ تو اربع کو حکم مقصد کا ہوتا ہے، پس جو امر موجب تحصیل سنت ہوگا، وہ بھی سنت کے حکم میں ہوگا، پھر اس کو بدعت کہنا اور فقہین سنت کو اس کا ظن دینا اور اعتراف کرنا بجا ہے اور نہایت حماقت ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ ابتداء تو دین حدیث و فقہ و غیرہ "لا اله الا الله" من الامور المستحسنة النفسیہ موجبہ لتحصیل السنۃ" حکم میں سنت کے ہیں، مگر پھر بھی اکثر علماء نے اور انحراف فقہین نے اس کا انکار کیا ہے:

حيث قال الامام ابن حجر العسقلاني في فتح الباري، تحت قوله: وشر الامور محدثاتها!

فصحا حدث تدوين الحديث ثم تفسير القرآن، ثم تدوين المسائل الفقهية ثم تدوين ما

(۱) البخاری کتاب الصلح، باب الاصلطعوا علی صلح جوہر مرقوم حدیث ۳۷۱۱ (۱) (۲) نور الدین ابن عیسیٰ (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

(۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰)

حق بنی علی بن ابی طالب

یتعلق بأعمال القلوب، فاما الأول: فأنكره عمر و أبو موسى و طائفة، و رخص فيه الأكثرون، و أما الثاني: فأنكره جماعة من التابعين. و أما الثالث فأنكره أحمد و طائفة بسيرة و كذا اشتد إنكار أحمد للذي بعده.

ترجمہ: امام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں دس امور محدثاتہا کی شرح میں کہا ہے [خیر القرون کے بعد اسب سے پہلے جو علم وضع کیا گیا، علم حدیث کی تدوین ہے، پھر علم تفسیر، پھر مسائل فقہیہ، پھر ان علوم و مباحث کی، جو دل کے اعمال سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن ان میں سب سے پہلی تدوین کا عمر و ابو موسیٰ نے اور ایک جماعت نے انکار کیا اور اکثر ائمہ اور علماء نے اس میں گنجائش دی ہے، دوسرا موضوع، اس کا اکثر تابعین نے اعتقاد نہیں کیا، اور تیسرے موضوع کا، امام احمد اور ایک جماعت نے انکار فرمایا ہے، اور امام احمد کی تکمیر چوتھے موضوع پر زیادہ سخت تھی۔

و مما حدث أيضاً تدوين القول في أصول الديانات، فتصدى لها المشبهة و النفاة، فبالغ الأول حتى شبهه، و بالغ الثاني حتى عطل، و اشتد إنكار السلف لذلك، كآبي حنيفة و أبي يوسف و الشافعي رحمهم الله و كلامهم في ذم أهل الكلام مشهور.

ثم قال في الآخر: فالسعيد من تمسك بما كان عليه السلف و اجتنب ما أحدثه الخلف، فإن لم يكن له منه بد، فليكتف بقدر الحاجة و يجعل الاول المقصود بالأصالة. والله الموفق. (۱)

ترجمہ: اور جو کچھ عقائد و کلام کے مباحث کی تدوین کے سلسلہ میں کیا گیا، اس میں اس تدوین کے ہم نوا اور مخالف دونوں حد سے بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ پہلے [نصوص کے ظاہر پر رہنے کی وجہ سے] تشبیہ کے قریب پہنچ گئے اور دوسروں نے اس میں یہاں تک غلو کیا، کہ اصول دین سے منحرف ہو گئے۔ اسی لئے سلف یعنی امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام شافعی جیسے اکابر سلف نے ان [بحثوں میں پڑنے سے] منع کیا ہے اور ان کے اقوال اہل کلام کی مذمت میں مشہور ہیں۔

پھر آخر میں کہا، پس بہتر وہ ہے جو اس پر قائم رہے جس پر اسلاف کرام تھے اور ان چیزوں سے بچے جو بعد والوں نے ایجاد کر لی ہیں، یا اور اگر اس سے پوری احتیاط ممکن نہ ہو تو اس میں سے بہت ضروری [اور حاجت کے مطابق] لینے پر اکتفا کرے اور پہلی قسم کو اصل اور مقصد سمجھے۔ اللہ تعالیٰ ہی توفیق عطا فرمانے والے ہیں۔ (ت: نور)

(۱) فتح الباری کتاب الاعتصام بالکتاب و السنہ بالایقان یسن رسول اللہ ﷺ ج ۳ ص ۲۵۳/۱۳ (مکتبہ دارالاحیاء دمشق) [نور]

اگرچہ مجیب کا یہ عقیدہ نہیں کہ معاذ اللہ ان امور کو برا کہا جائے، مگر یہ عبارت فقط دو بات کے واسطے لکھی ہے، کہ جب ایسے حضرات نے ایسے امور کا کہ جو موجب و سبب تحصیل سنت ہیں، بسبب عدم وجود زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و زمانہ خلفاء راشدین و صحابہ کرام میں انکار کیا، تو جو امور کہ نہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور نہ زمانہ صحابہ کرام میں اور سلف صالحین میں تھے، کیونکر بجا اور لائق انکار نہ ہوں گے، اور ان کے کہنے والوں کو کیونکر برانہ کہا جائے گا۔

اور دوسری بات یہ کہ، امام ابن حجر موصوف نے: فالسعيد من تمسك الخ (کہا) تو معلوم ہوا کہ جو فعل زمانہ سلف صالحین میں نہ تھا، اس سے اجتناب ضروری ہے، پس امور محدثہ فی زماننا سے دور رہنا چاہئے اور برا سمجھنا چاہئے، اور جو سلف صالحین سے احادیث وغیرہ کا انکار ثابت ہوا، اس کو متمسک نہ کرنا چاہئے۔ یہاں تک جواب ہوا اعتراض سائل کا، جو در باب تدوین احادیث وغیرہ کے تھا۔

باقی رہی دلیل نہ سنت ہونے قیام کی، برائے تعظیم جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، وقت ذکر میلاد شریف، سواز روئے قواعد علم مناظرہ ہم کو اس کی دلیل بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں ہے، اتنا ہی کہہ دینا، ہم کو کافی ہے کہ یہ فعل قیام، کہیں حدیث شریف یا فعل صحابہ یا سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔ ہاں البتہ جو مدعی ہو، اس پر اپنی حجت اور متمسک بہ بیان کرنا لازم ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ کا نام پاک سن کر، کوئی قیام تعظیمی نہ کرے اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر، بھی گاہے قیام نہ ہو، اور اگر وعظ یا مجلس میں ذکر ولادت ہو، وہاں بھی قیام تعظیم نہ ہو، اور مجلس مولود میں بھی بہت کدائی، صد بار بار نام پاک آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر ہو، اس میں بھی قیام تعظیم نہ کیا جائے، مگر خاص مجلس مولود میں، ہر وقت ذکر ولادت قیام تعظیم واجب و سنت ہو، اس خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟

اگر سائل قیام تعظیم ثابت بھی کرے گا، تو بروقت تشریف آوری جناب رسالت مآب ثابت کرے گا، نہ بروقت ذکر نام پاک و تذاکر احوال جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام، پس اس کا اثبات بذمہ سائل ہے، اور لاریب! یہ امر کسی حدیث صحیح، بلکہ حدیث ضعیف سے بھی ثابت نہیں۔ اگر سائل کا یہ عقیدہ ہے کہ وقت ذکر ولادت، بشرط انعقاد مجلس خاص و ذکر بہت کدائی، روح پر فتوح جناب رسالت مآب تشریف لاتی ہے، تو سائل اپنے ایمان کی فکر کرے۔ فقط

حسنہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی (عفی عنہ) (مجموعہ کلاں، قلمی ص ۸۶-۸۹)

(۹۸۶) شب برات میں حلو او غیرہ پکانا تقسیم کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا؟ بروز شب برات حلو او

نان یا برنج با جغرات وغیرہ، پختن و تقسیم نمودن، در برادری، و ثواب بارواح اموات رسانیدن، و از ضروریات دین شمردن، کہ ہر کس از امر او غریب یا بجا آرد، و سہ روزہ شب برات، از تارتخ سیزدہم لغایت پانزدہم، و در ہر روزہ غسل کردن، از حدیث ثابت است یا نہ، و مذہب امام اعظم دریں باب چیست، بینوا تو جروا۔

الجواب : علو وغیرہ بہ نیت شعبان متقن و تقسیم نمودن، چنانچہ رسم ثابت نیست، و اصل معتد بہ معتقد علیہ ندارد، عوام کالانعام اس را از لوازم دین می شمارند، و اہل ہوا و ما نطبت اس را ضروری سے انگارند، اس خیال کا سبب است: و هو اوهن من بیت العنکبوت. در کتب احادیث و فقہ دیدہ و نشدہ، بل انکار آں از علمائے کرام حنفی المذہب مسموع و متیقن، چنانچہ مولانا مولوی قطب الدین خاں صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، رسالہ مسکنی بہ سراج القلوب دریں باب تصنیف فرمودہ اند۔ در ایصال ثواب باز واج اموات خلاف نیست، بہ نچے کہ در شرع شریف حکم است، بجا آوردن احسان بر اموات است، و تخصیصات و تعینات زایدہ علی النص قابل ترک و احتراز اند، و تخصیص عام ناجائز است، چنانچہ در کتب اصول مبرہن است، بالخصوص نزد امام اعظم تخصیصات مکروہ اند، چنانچہ ملا علی قاریؒ بر اس اشعار کردہ۔ مثلاً مصافحہ کہ سنت است، بعد نماز فجر و عصر خاص کردن، یا سجدہ شکر کہ جائز است بعد نماز، عادت کردن مکروہ است۔ چنانچہ در در مختار کہ کتابے معتبر در فقہ است و علماء کرام عمل بر اس دارند، مرقوم است:

وسجدة الشکر مستحبة، به یفتی. لکنها تکرہ بعد الصلوة لأن الجہلۃ یعتمدونہا سنۃ او واجبة و کل مباح یؤدی الیہ فمکروہ۔ (۱)

یعنی سجدہ شکر مستحب است، و بریں قول فتویٰ، لیکن آں مکروہ است بعد نماز، زیرا کہ جہلا اعتقاد خواہند کرد، آں را سنت یا واجب، و ہر امر کہ رساند، تا اس حدیث آں مکروہ است۔

می گویم ہم چنین است حال دیگر مباحات، مثل ایصال ثواب وغیرہ، پس بلا تخصیصات جائز و لا! و سید احمد طحطاوی شارح در مختار، در شرح قول فمکروہ می نویسند، قوله:

فمکروہ: الظاہر أنها التحریمة لأنه یدخل فی الدین مالیس منه (۲)

یعنی مراد از مکروہ مکروہ تحریمی است، زیرا کہ تخصیص وقت وغیرہ را شامل ست، و آں بلا حکم ناجائز است۔

و واضح باد، کہ در علو و مشابہت سے آید، از سراو کہ بنوداں برائے اموات خواہد می کنند، بدیں معنی ترک آں ہم ضروری است، زیرا کہ مشابہت بکفار ناجائز است، و اصرار بر عمل مندوب و مرتبہ مندوب، از مرتبہ اش کہ رخصت است، افزودہ، بہر تہ سنت مؤکدہ رسانیدن ناجائز است۔ چنانچہ در طبیبی شرح مشکوٰۃ وغیرہ مسطور است (۳) پس در ترک آں گناہے لازم نہ آید، و اگر بر تکمیل عموم کردہ باشند مضائقہ ندارد، بلا تخصیصات۔

(۱) الدر المختار باب سجود التلاوت ج: ۱ ص: ۱۰۷ (عکس طبع محبتانی ۱۳۳۳ھ) الدر علی هامش [از الدالمختار] باب سجود التلاوة صفحه ۵۲۳ ج: ۱ (مطبعتیہائی دہلی ۱۲۸۷ھ) [نور]

(۲) حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار: ص: ۳۲۹ ج: ۱، باب سجود التلاوة، [دار المعرفۃ للطباعة و النشر بیروت ۱۳۹۵ھ]

(۳) طبیبی شرح مشکوٰۃ، کتاب الصلوة باب الدعاء فی الشہدۃ، الفصل الاول تحت عنوان: الاصرار علی المندوب۔ ضلالہ رقم الحدیث: ۹۳۶ ص: ۳۷۳ جلد دوم [ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراچی ۱۴۱۳ھ] (نور)

واتخاذ برنج وجفراوات وحلوا، بحالت فقر وغریبی، کہ از فعل آں درد دیگر ضروریات نقصان افتد، یا از قرض دام یا از قرض سودی کرده شود، چونکہ دیگر کل مکروہات و محرمات باو ملتبس می شود۔ حرام باشد۔ مثلاً قرض گرفتہ کردن، یا سودی قرض گرفتہ، حلوا و تخم حرام است، زیرا کہ سود حرام است۔

وسه روزه شب برات وار دنیست، یکروزه وار دوشده است، چنانچہ از حضرت علی رضی اللہ عنہ مروی است کہ فرمود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

”إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها وصوموا نهارها“ (۱)

یعنی وقتیکہ آید شب پانزدہم از شعبان، پس قیام کنید در شب آں، و روزه دارید در روز آں۔

اے بتاریخ پانزدہم شعبان، و بعض عوام کہ بتاریخ چهاردهم روزه دارند، غلط فهمیدہ اند، و سه روزه را یعنی سیزدهم و چهاردهم و پانزدہم، را بہ شعبان علاقہ نیست، آں را روزه ایام بیض می گویند، و در ہر ماہ مسنون و مستحب است، و غسل را ہم بر آں قیاس باید کرد، و سه روزه ثابت نیست، غسل از کجا ثابت گردد، و باید دانست کہ غسل، بروز جمعہ و عیدین و عرفہ، و وقت احرام مستحب است، و اگر کسے نلکند و وضو بجا آورد کافی است، بچنین است حال مرجع مندوبات را، در روزه فرض ہم غسل مشروع نشد، و نفل چرا مندوب شود، فافہم۔

و مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ ہمین ست کہ بیان کردہ شد، تمامی کتب فقہ بر آں شہاد است، و امام صاحب رحمۃ اللہ تخصیصات را مکروہ می گویند، چنانچہ ہذا اشعار کردہ ام و عبارت دُر مختار نقل کردہ ام، واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم۔ فقط حررہ العبد الضعیف الراجی رحمۃ ربہ الاحد الصمد، الحمد المدعوبہ سراج احمد عفی عنہ حنفی المیرٹھی، المقیم فی بلدہ بلند شہر۔
الجواب صحیح رشید احمد عفی عنہ

الجواب صحیح بندہ عزیز الرحمن عفی عنہ دیوبندی الجواب صحیح محمد منفعت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ محمود عفی عنہ الجواب صحیح، خلیل احمد عفی عنہ

ترجمہ: شب برات کے دن حلوا، روٹی چاول، وغیرہ پکانا، برادری میں تقسیم کرنا اور مردوں کی رحوں کو اس

کا ثواب پہنچانا اور [اس کو] دین کے [ایسے] ضروری کاموں میں سمجھنا کہ ہر شخص چاہے وہ امیروں میں سے ہو یا غریبوں میں سے، اس کو ضرور کرے، اور شب برات تین دن، تیرہ سے پندرہ شعبان تک منانا اور ہر دن میں غسل کرنا حدیث سے ثابت

(۱) رواہ ابن ماجہ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باب ماجاء فی لیلة النصف من شعبان. و لفظ الحدیث: فقوموا لیلہا وصوموا نهارہا، سنن ابن ماجہ بحاشیہ وتصحیح مولانا فخر الحسن گنگوہی ص: ۱۰۰ مطبع فاروقی، دہلی بلاسنہ نیز باب مذکور ص: ۳۹۹ جلد ثانی ت: شعیب الارنؤوط دار الرسالة العلمیة ۱۴۳۰ھ۔

ہے، یا نہیں، اور اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم کا کیا مسلک ہے، بیان کیجئے، اجر پائے۔

الجواب: حلوا، شعبان کی نیت سے پکنا اور تقسیم کرنا، جیسا کہ رسم ہے، ثابت نہیں ہے کوئی معتبر اصل اور لائق اعتبار ثبوت نہیں رکھتا۔ عوام اس کو دین کا ضروری حصہ خیال کرتے ہیں، اور خواہشات کے بندے اس کو ضروری مانتے ہیں، یہ برا خیال ہے اور یہ مکرزی کے جالے سے بھی کمزور ہے، حدیث و فقہ کی کتابوں میں اس کو نہیں پایا گیا، بلکہ اس کا انکار خفی مسلک کے علماء سے سنا گیا ہے، جو یقینی ہے، چنانچہ مولانا نواب قطب الدین خاں صاحب دہلوی نے رسالہ سراج القلوب اسی سلسلہ میں لکھا ہے:

مرحومین کو ایصال ثواب کرنے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس طریقہ سے جس طرح کہ شریعت میں اس کا حکم ہے، اس کا بجالانا [اور اس پر عمل کرنا] مرحومین پر احسان ہے، مگر وہ چیزیں [جن کی شریعت میں اصل نہیں ہے اپنی طرف سے] اخلاص اور متعین کر لی گئی ہیں، چھوڑ دینے اور نظر انداز کرنے کے لائق ہیں۔ وہ چیز جو عام ہو، اس کو کسی مقصد کے لئے خاص کر لینا، جائز نہیں ہے، جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں، صاف صاف لکھا ہوا ہے، خصوصاً حضرت امام اعظم کے یہاں، ایسی چیزوں کا خاص کر لینا مکروہ ہے، جس کی ملامتی قاری نے اس طرح وضاحت کی ہے۔ مثال کے طور پر مصافحہ سنت ہے، مگر فجر یا عصر کی نماز کے بعد کے لئے خاص کرنا، یا سجدہ شکر جو جائز ہے، نماز کے بعد اس کی عادت بنا لینی مکروہ ہے، چنانچہ درمختار میں، جو فقہ کی معتبر کتاب ہے اور علما نے کرام اس پر عمل رکھتے ہیں لکھا ہے:

اور سجدہ شکر مستحب ہے، اسی پر فتویٰ دیا گیا ہے، لیکن نماز کے بعد مکروہ ہے، کیوں نا واقف لوگ اس کو سنت یا واجب سمجھ لیں گے اور ہر وہ مباح، جس کی سنت یا واجب سمجھ لیا جائے، اس پر عمل کرنا مکروہ ہے۔

میں کہتا ہوں، کہ دوسرے مباحات کا بھی یہی حال ہے، جیسے ایصال ثواب وغیرہ، پس یہ ایصال ثواب بلا کسی تخصیص [و تعین] کے جائز ہے، ورنہ نہیں۔

اور سید احمد طحاوی، درمختار کے شارح، مصنف درمختار کے قول، فمکروہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

فمکروہ: ظاہر یہ ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ سے، وہ چیز دین میں داخل ہو جائے گی، جو دین میں موجود نہیں ہے۔

اور واضح ہو کہ [شب برأت کے] حلوہ میں، ہندوؤں کے طریقہ کی بو آتی ہے، جس کو وہ اپنے مردوں کے لئے کرتے ہیں، اس لئے بھی اس کا چھوڑنا ضروری ہے، کیوں کہ کافروں کی مشابہت ناجائز ہے اور مستحب عمل کو اس کے مرتبہ اور مقام سے جو صرف رخصت ہے، بڑھا کر سنت مؤکدہ کے مرتبہ تک پہنچا دینا، ناجائز ہے، جیسا کہ مشکوٰۃ کی شرح طبری وغیرہ میں لکھا ہے۔

لہذا اس کے چھوڑنے میں کوئی گناہ لازم نہیں آئے گا اور اگر اس کو یہ خیال کئے بغیر اور عام طریقہ کی خصوصیات کا اہتمام کے بغیر کر لیں، تو کچھ حرج نہیں ہے۔

چاول، سویوں، اور صلوعے وغیرہ کا فقر وفاقہ اور غریبی کی حالت میں بنانا، کہ جس کے کرنے سے دوسری ضرورتوں میں خلل پڑے، یا قرض لیکر یا سود کے پیسے سے کیا جائے، کیوں کہ تمام مکروہ اور حرام، اس کے ساتھ مل گئے ہیں، یہ بھی حرام ہوگا کیوں کہ سود حرام ہے۔

شب برأت کے لئے [حدیث شریف اور دین کی معتبر کتابوں میں] تین دن کا ذکر نہیں ہے، ایک دن کا تذکرہ آیا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جب پندرہ شعبان آئے، تو اس کی رات میں عبادت کرو، اور اس کے دن میں روزہ رکھو۔

صرف پندرہ شعبان کی شب برأت ہے اور بعض عوام جو چودہ تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں، غلط سمجھے ہیں اور تین دن یعنی تیرہ، چودہ، پندرہ تاریخ کے روزہ کا شعبان سے، کچھ تعلق نہیں ہے، ان تین دنوں کے روزہ کو ایام بیض کہتے ہیں اور یہ روزے ہر مہینہ میں مسنون و مستحب ہیں، غسل کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہئے۔ تین روزے جائز نہیں ہیں، غسل کہاں سے ثابت ہوگا، نہانا، جعد، عیدین، عرفہ میں اور احرام باندھنے کے وقت مستحب ہے، اگر کوئی نہ کرے، وضو کر لے کافی ہے، یہی حال ہے خاص کر تمام مستحبات کا۔ روزہ میں بھی غسل ثابت نہیں، نفل میں کس طرح مستحب ہو جائے گا۔ بس سمجھو!

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہی ہے، جو بیان کیا گیا، فقہ کی جملہ کتابیں اس کی گواہ ہیں، نام صاحب گسی کام کو [بے موقع] خاص کرنے کو مکروہ کہتے ہیں، جیسا کہ میں نے وضاحت کی ہے اور درختی کی عبارت نقل کی ہے۔

[ت: نور]

سراج احمد میرٹھی

(۹۸۷) فاتحہ مروجہ بدعت و بے اصل ہے: سوال: فاتحہ مرسومہ یعنی کھانا رو برو رکھ کر، دونوں

ہاتھ اٹھا کر کچھ پڑھنا، بعدہ ثواب کسی کو بخشا اور اس رسم کو لازم سمجھنا، کہ بغیر اس کے ثواب نہیں پہنچتا، اس کو عمل خیر کہتا ہے اور جو شخص اس رسم کو بدعت کہتا ہے، اس کو کہتا ہے کہ ”وہ مرگئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود۔“ اور اس کے اس کلام کا کیا حکم ہے؟ اور منبر پر بوقت وعظ کہتا ہے کہ فلاں وہابی ہے، فلاں نجدی ہے اور مسلمانوں نے اس سے کنارہ کیا، ان کو کہتا ہے کہ فلاں وہابی مسجد سے نکالا گیا، اس کلام کا کیا حکم ہے؟ اور قرون ثلاثہ میں اس فاتحہ مرسومہ کا معمول تھا، یا نہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے، یا نہیں؟

اور کتاب تقویۃ الایمان تصنیف مولانا محمد اسماعیل صاحب کو بد کہتا ہے، اور اس کا رد لکھا ہے، مسلمانوں میں اس کے سبب سے نہایت اختلاف ہو گیا ہے۔ بینو اتو جروا۔

جواب: یہ کہ فاتحہ مرسومہ کو کھانا رو برو رکھ کر، دونوں ہاتھ اٹھا کر کچھ پڑھتے ہیں، بعدہ ثواب بخشتے ہیں، اس فاتحہ مرسومہ کی شرع میں کچھ اصل نہیں، یہ بدعت ہے، قرون ثلاثہ میں اس کا معمول نہ تھا۔ بلکہ مسنون یہ ہے، کہ اول کھانے کے بسم اللہ اور کھانے کے بعد، الحمد للہ رب العالمین کہے اور ثواب کسی کو بخشے۔

اور وہ جو اس فاتحہ کے مانعین کو کہتا ہے کہ، مرگئے مردود جن کی فاتحہ نہ درود، یہ کلام اس کا نہایت سخت ہے اور اس کی جہالت کا نشان ہے، کہ بزرگان دین تک کہ قرون ثلاثہ میں تھے، یہ کلام اس کا پہنچتا ہے۔ معاذ اللہ عن ذلک کمال شخص کو اپنے ایمان کا بھی خیال نہیں، جو منع کرنے والوں کو مردود کہے، وہ خود مردود ہے۔

اور منبر پر بیٹھ کر غیبت کرنا مردار خوری ہے، کسی کو وہابی کسی کو نجدی کہنا اور کنارہ کرنے والوں کو، کہتا ہے کہ فلاں شخص مسجد سے نکالا گیا، اور وہ شخص نہایت بد اور مفسد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَنِلْ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٌ
یعنی جنم ہے واسطے ہر عیب کو طعنہ کرنے والے کے۔

واعظ کا کام مسلمانوں کو محبت سے سمجھانا اور تعلیم کرنا ہے، نہ یہ کہ وہابیات بکنا۔ اس کے کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ علم دین سے محض جاہل ہے، اسی واسطے اپنے ایمان جانے کا اس کو خیال نہیں، ایسے شخص سے مسلمانوں کو کنارہ کرنا لازم ہے کہ اس کی صحبت زہر قاتل ہے۔

اور کتاب تقویۃ الایمان، آیات اور احادیث سے مستند ہے، اس کی بے ادبی کرنا، آیات اور احادیث کی بے ادبی ہے، اور بے ادب آیات و احادیث کا ایمان سے بے نصیب ہے۔

خدا تعالیٰ اس کو اور تمام مسلمانوں کو راہ راست پر رکھے، آمین یا رب العالمین! واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واکتم۔
خاکسار سید محمد عماد الدین قادری عفی عنہ

الجواب صحیح رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(مجموعہ کلاں ص ۱۸۳-۱۸۵-۱۸۶)

(۹۸۸) من سن سنة حسنة کا حکم خاص ہے، یا عام؟ سوال: من سن سنة حسنة

قلہ مثل اجرھا۔ (۱)

اس حدیث کا حکم عام ہے یا خاص؟ اگر عام ہے تو کون سی سنت ہے جو حضرت سے باقی رہی، کہ جس کے نکالنے

(۱) کنز العمال، الكتاب الخامس، الفصل، الترغيب الاحادی من الاكمال صفحه ۹۰/ج ۵ رقم الحديث

(نور)

۳۱۲۶ (موسسة الرسالة، الطبعة الخامسة ۵۱۳۰۵ ۱۹۸۵ء)

ملفوظات امین کشمیری رحمہ اللہ

کے واسطے یہ قاعدہ بیان فرمایا، اور اگر خاص ہے تو اس کا مخصوص لہ بتاؤ۔ اور جس صورت میں یہ حدیث مخصوص لہ ہے، تو پھر لفظ مَنْ کے کیا معنی (ہیں)۔

جواب: ہم پوچھتے ہیں کہ سنت حسنہ بمعنی عموم ہوگی، بایں معنی کہ جس کی اصل شریعت میں ثابت ہو، یا نہ ہو، یا خاص ہوگی بایں معنی، کہ اس کی اصل شریعت میں ثابت ہو، اول تو بدیہی البطلان ہے، وگرنہ تناقض لازم آئیگا، اس حدیث مذکور:

من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو رد (۱)

اور حدیث: کل بدعة ضلالة (۲)

میں۔ کیونکہ معنی اول حدیث کے یہ ہیں، کہ جو پیدا کرے ہماری اس شریعت میں وہ شے، کہ نہیں ہے، اس سے، یعنی نہیں ہے اصل اس کی ثابت شریعت سے، پس وہ رد ہے۔

حدیث کے یہ معنی ہیں کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں ہے اور معنی بدعت کے عالم یکن اصل لہ قبل فی الشرع۔

پس ان دونوں حدیثوں میں اس امر کے احداث پر، کہ جس کی اصل شرع شریف میں ثابت نہ ہو، برا، فرمایا اور وعدہ فی النار کا کیا اور حدیث من سن سنة الخ علی تقدیر یكون المعنی بالعموم اچھا فرمایا، اور مخترع کو وعدہ: فله مثل اجرھا کافر مایا: فلنرم التناقض اور تقابل سنت حسنہ کا ساتھ سنت سیرہ کے صحیح نہ ہوگا۔ فظہر بطلانہ وثبت الشق الثانی وھو کونہ خاصاً۔

پس معلوم ہوا کہ سنت حسنہ سے وہ سنت مراد ہے، کہ جس کی اصل شریعت سے ثابت ہو، پس اس صورت میں مصداق من سن سنة الخ مخترع اور مبتدع نہ ہوگا، بلکہ مزین اور رونق دہندہ اور مروج اور مظہر ہوگا، اور مخترع کی اصل شریعت میں نہ ہوگی۔ پھر اس سے دلیل پکڑنا اور پر جواز بدعت کے خلاف علم اور موافقت جماعت و جہالت ہے اور اس پر دلالت کر رہا ہے مورد نص۔ کیونکہ جس کی شان میں ورود نص ہذا کا ہے، وہ شخص نہ نکالنے والا اعطاء صدقہ کا تھا بلکہ اس وقت میں سب سے اول عامل اور مؤتمر ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھا، اور اسی کے موافق تفسیر حدیث ہذا کی، صاحب مجمع نے کی ہے۔

(۱) مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الاول، ص: ۸۹، رقم الحديث: ۱۴۰، ت: رمضان بن احمد بن علی آل عوف، نیز: باب مذکور

ص: ۲۷ [اصح المطابع دہلی: ۱۳۷۵ھ]

(۲) مشکوٰۃ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، الفصل الثاني، ص: ۳۰ [اصح المطابع دہلی: ۱۳۷۵ھ نیز ص: ۹۰، رقم الحديث: ۱۴۱، ت: رمضان

بن احمد بن علی آل عوف [اصح المطابع دہلی: ۱۳۷۵ھ]

حيث قال من سن سنة حسنة اى اتى بطريقة مرضية يقتدى بها. (۱)

اور جو معنی کہ سائل نے سمجھے اگر وہ ہوتے تو یوں ہوتا: اى اخترع طريقة، رضىة يقتدى بها.

پس ظاہر ہوا کہ حدیث مذکور کے یہ معنی نہیں، کہ جو شخص نکالے اپنی طرف سے طریقہ نیک: فلہ مثل اجرہا الخ چنانچہ سائل نے سمجھا اور یہ سمجھ کر تمسک باختراع بدعت کیا، بلکہ یہ معنی ہیں کہ تم میں سے جو شخص رواج دے، اور جاری کرے روش نیک: فلہ مثل اجرہا الخ اب اس سے احتجاج حدوث بدعت نہیں ہو سکتا: کمالا یخفی علی من له أدنی بصيرة

فی العلوم.

الحاصل اگر سائل کو کتب حدیث و شروح حدیث و اصول حدیث و فقہ و کتب فقہ پر عبور ہوتا، تو ایسے مہمل سوال نہ کرتا۔

شعر: تامل سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

ان سوالات سے علم و دقیقہ شناسی سائل واضح ہو گئی۔ جاننا چاہئے کہ بسبب اختصار کے ہر سوال کے جواب میں بہت ہی اختصار کیا گیا۔ اگر اور دلائل ہمارے اور جواب دلائل اپنے معلوم کرنا منظور ہو، تو تحریر قراطیس سے کیا ہوتا ہے، ایک بار تھوڑی دیر کو رو برو ہو جائیے، آئندہ اختیار ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حسنہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

(مجموعہ کلاں ص: ۹۰-۹۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

ضمیمہ دوم

باقیات فتاویٰ رشیدیہ

حضرت مولانا گنگوہیؒ کے چند اور خودنوشت
اور مطبوعہ نادر فتاویٰ

(۱) فتویٰ توریث سنی و شیعہ؟ (۲) بیع بالوفا کا ایک معاملہ؟

ہر دو بخط خاص حضرت مولانا قدس سرہ مع مہر

نیز چند فتاویٰ

مسئولہ، مولانا فتح الدین صاحب جالندھری

[شاگرد و خادم حضرت مولانا]

[نور]

toobaa-elibrary.blogspot.com

عرض مرتب: زیر نظر مجموعہ فتاویٰ باقیات فتاویٰ رشیدیہ مرتب مکمل ہو کر اشاعت و طباعت کے لئے تیار تھا کہ حضرت کا تشیع کے حوالہ سے ایک بہت اہم فتویٰ، جو حضرت کے قلم سے ہمارے ذخیرہ میں موجود تھا مگر اپنے موقع پر شامل ہونے سے رہ گیا تھا سانسے آگیا، یہاں درج کیا جا رہا ہے۔ یہ فتویٰ تقریباً ۳۰ سال قبل ۱۳۰۰ھ میں کاندھلوی کے ایک شخص نے جو عالم بھی تھے حضرت مولانا سے دریافت کیا تھا، یہ فتویٰ راقم بطور کو پاکستان کے پہلے سفر (۱۹۸۵ء) میں آنسو و اللہ یار سندھ کی ایک مسجد میں مغرب کی نماز کے بعد، ایک صاحب نے جو ۱۹۳۷ء سے پہلے کاندھلہ کے رہنے والے تھے مگر میں ان سے واقف نہیں تھا، مع چند اور اہم دستاویزی تحریرات کے عنایت فرمایا تھا۔ اس وقت بھی ان کا نام ذہن سے اتر رہا ہے، بہر حال ان کے دلی شکریہ کے ساتھ پیش ہے۔ فیحضرہ اللہ

خیر الجزاء و احسن البید

اسی مرحلہ پر جب یہ کام مکمل ہو چکا تھا کہ مری مولوی شہید احمد خان صاحب میاں (لاہور، پاکستان) ایک عنایت سے مولانا محمد انوری جاندھری، اہل پوری کی تم باب تالیف "مکتوبات بزرگان" کا فوٹو اسٹیٹ موصول ہوا، جس میں منجملہ مکتوبات کے حضرت مولانا گنگوہی کے پانچ فتوے بھی درج ہیں۔ (۱) یہ تمام فتوے مولانا محمد انوری جاندھری کے والد بکر محمد مولانا فاتح الدین صاحب جاندھری (وفات ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) کے جواب میں ہیں۔ مولانا فاتح الدین صاحب حضرت مولانا گنگوہی کے شاگرد تھے، حضرت مولانا سے بیعت تھے اور لمبے عرصے تک، حضرت مولانا کے خادم بھی رہے۔ مولانا خلیل اللہ ربانی لدھیانوی نے اپنی تالیف "جند حریت" میں لکھا ہے:

"مولوی فتح الدین، موضع لوئی ضلع جاندھر (شرقی پنجاب) کے رئیس زمیندار اور مولانا رشید احمد گنگوہی کے تربیت یافتہ اور معتد خاص تھے" (۲)

ایک موقع پر ہے کہ:

"مولانا فاتح الدین مولوی جاندھری (ف ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) ایک مہذب مولانا رشید احمد گنگوہی" (۳)

ایک جگہ اور لکھتے ہیں:

"مولانا فاتح الدین نے ام المدارس کی طرز پر ضلع جاندھر، فیصل آباد بھول نگر اور سندھ کے بعض اضلاع میں چند مدارس قائم کئے تھے" (۴)

یہ تمام فتاویٰ یہاں شامل کے جا رہے ہیں۔ آخر میں سلسلہ سوالات کا ایک ضروری خط یا اہم سوال از حضرت مولانا خلیل احمد انیسوی اور اس کا جواب از حضرت مولانا گنگوہی بھی ملاحظہ ہوا، اس خط اور جواب کو اس کی متعلقہ بحث مندرجہ میں شامل ہونا تھا مگر اصل موقع پر درج ہونے سے رہ گیا تھا اس بحث کی تکمیل کے لئے یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

(نور)

(۱) مکتوبات بزرگان میں مولانا فاتح الدین صاحب اور مولانا محمد انوری جاندھری اہل پوری کے ہم حضرت مولانا گنگوہی مولانا شاہ عبد الرحیم رانی پوری حضرت مولانا خلیل احمد انیسوی مولانا عبد اعلیٰ مرعشی شاگرد حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی از حضرت شیخ المہذب مولانا محمود حسن دہلوی مولانا مفتی عزیز الرحمن دہلوی حضرت مولانا شاہ عبد القادر راس پوری حضرت مولانا حسین احمد دہلوی مولانا سید احمد فیض آبادی مہاجر دہلی مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب راس پوری گوجران مولانا محمد صالح راس پوری گوجران اور مولانا عبد الرحمن میاں، آخر یہ ہم اللہ کے فضل و شمول میں ہیں۔ یہ مجموعہ مکتوبات فتاویٰ جلد چھ صفحات پر مشتمل ہے ۱۹۶۶ء میں چھپا تھا، تقابلیات اور شرطی کا محور نہیں۔

(۲) جند حریت (تذکرہ علما کے خاندان لدھیانہ) اس ۳۳ تالیف مولانا خلیل اللہ ربانی (مستتر آباد، خیر پور میرس سندھ، پاکستان، ۱۹۷۸ء)

(۳) ص ۱۲۲

(۴) جند حریت ص ۱۲۲

(۹۸۹)

کیا سنی شیعہ کے اور شیعہ سنی کے وارث ہو سکتے ہیں؟ کیا فرماتے ہیں علمائے دین

و مفتیان شرح متین: کہ زید مذہب اہل سنت و الجماعت فوت ہوا، اور ایک ہفت مذہب اہل سنت اور ایک عم صلب مذہب شیعہ وارث چھوڑی، تو صورت مذکورہ میں عم صلب وارث یا کل ترکہ بنت سنیہ کو پہنچے گا، غرض خلاصہ یہ ہے کہ اگر مورث اہل تسنن سے ہو اور وارث مذہب شیعہ یا اس کے بالعکس ہو، تو باہم وارث ہوں گے یا نہیں، اور کتاب شریعیہ شرح سراجیہ کی عبارت، سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل سنت و الجماعت اور روافض اور خوارج اور معتزلہ باہم وارث ہوں گے:

”قال بسخلاف اهل الاهواء فانهم معتزون بالانبياء والكتب، ويختلفون في تأويل الكتاب والسنة، وذلك لا يوجب اختلاف الملة“ (۱)

اور مولوی عبدالحی صاحب اسی کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

وتلويح الدفع انهم متفقون في الاصول، كالوحد والاقرار بنو النبي صلى الله عليه وسلم، فماختلفت لخلهم وان اختلفوا في الفروع. (۲)

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ اہل سنت و الجماعت اور شیعہ وغیرہ باہم وارث ہوں گے، اور کتاب درمختار وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ، وارث نہ ہوں گے، کیونکہ سب شیخین کفر ہے اور جب سب شیخین کفر ہے تو اہل سنت و الجماعت اور شیعہ باہم مختلف ملت ہو گئے، اور جب ملت مختلف ہوئی تو باہم وارث بھی نہ ہوں گے، اسی واسطے عالمگیری میں ہے کہ اختلاف دین سے مراد اختلاف اسلام اور کفر کا ہے، تو جو مذہب مختار اور صحیح اور مفتی بد در باب کفر یا عدم کفر و روافض اور وارث اور عدم وارث ہونے کے ہو، مع روایات کتب فقہ معتبرہ ارقام فرمائیں، تاکہ دارین میں اجر عظیم پائیں۔ فقط

(۹۹۰)

بیع بالوفای کا ایک صورت؟ سوال دیگر: بیع بالوفاید بصورت کہ بائع کی طرف سے یہ اقرار ہو کہ،

میں عرصہ دس سال تک نہ چھوڑوں گا اور بعد مرد دس سال کے، دس سال کے اندر مثلاً جب چاہوں گا، چھوڑ دوں گا۔ اگر نہ چھوڑوں تو اسی روپیہ میں بیع قطعی تصور کی جاوے، شرعاً درست ہے، یا نہیں، اور مشتری کو آمدنی اس کی حلال ہوگی، یا نہیں، اور اگر یہ اقرار نہ ہو بلکہ صرف یہ تحریر ہو کہ، عرصہ پندرہ یا بیس سال میں جب چاہوں گا، چھوڑ دوں، اگر نہ چھوڑوں تو بیع قطعی ہے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ بیٹو اتو جڑو۔ فقط

الجواب:

قدما علماء نے بھی کفر شیعہ میں خلاف اختلاف کیا ہے بعض اہل ابواء و افساق لکھتے ہیں اور بعض کافر، اور متاخرین جو ان کے اصول و قواعد سے واقف ہوئے، تو فتویٰ کفر کا دیتے ہیں۔ بظاہر قدامہ کو ان کے اصول پر واقفیت نہیں ہوئی، سو ہمارے ملک کے شیعہ حسب قواعد شرعیہ کافر ہیں، باہم سنی شیعہ کے تو ارث نہ ہوگا، اور شرعی وغیرہ کتب میں جو

(۱) شریعہ شرح سراجی، علامہ سید شریب جرجانی، ص ۱۵، مطبع الجہانی دہلی ۱۳۲۸ھ

(۲) حاشیہ سراجی علامہ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی بحلی، ص ۹، مطبع جامعہ دینی کتب ۱۳۲۸ھ

تو ارث لکھا ہے، تو بسبب ناواقفیت اصول شیعہ کے لکھا ہے، حق یہ ہے کہ اس وقت اور اس ملک کے شیعہ کافر اور تو ارث منقطع۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

ب: یہ صورت بیع بالوفاء محض رہن اور حرام اور سو خواری ہی کی وجہ سے حلال و درست نہیں، اس کے کرنے والے ریہ خوار ہیں اور شرعاً کوئی بیع نہ صحیح نہ فاسد اس میں منعقد ہوئی ہے، بلکہ خالص رہن ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ مہر (بدست خاص، علیحدہ ورق)

سوالات از مولانا فتح الدین صاحب جالندھری

کیا فرماتے ہیں علماء حقانی اس مسئلہ میں: کہ رہتار، مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف، نور الہدایہ میں ترجمہ اردو اور شرح وقایہ میں لکھا ہے، اگر عورت زکوٰۃ اپنے خاوند کو دے دیوے تو صاحبین کے نزدیک جائز ہے، آیا یہ مسئلہ مفتی بہ ہے، یا نہیں؟
(۹۹۱) (۲) ایک شخص مر گیا، متوفی کے وارث ایک دختر دو بیٹے اور زوجہ ہے کہ اولاد نہ کر ہی وارث ہوتی ہے، مؤنث کو کچھ دیتے ہی نہیں، اگر اولاد نہ کر ایسی جائداد جو شرعی حیثیت سے تقسیم نہیں کی، بلکہ اپنی بہنوں کو بھروسہ کر دیا۔ اگر یہ اولاد نہ کر اپنی جائداد کو بہن یا رہن کریں، تو شرعاً کیا حکم ہے۔ صحیح ہے یا نہیں؟ اور مشتری عند اللہ ماخوذ ہوگا، یا نہیں۔
(۹۹۲) (۳) شرعاً اگر متوفی نے جائداد سے، بہن یا والدہ کو حصہ نہیں دیا تو اولاد متوفی کو لازم ہے کہ ان کو حصہ دے دے؟

(۹۹۳) (۴) مشاع کا بہن، جب کہ اپنے شریک کو کرے جائز ہے، یا نہیں؟
(۹۹۴) (۵) عورت اگر عورتوں کی جماعت کر دے، تو بہر یہ نماز میں خفیہ پڑھے یا بلند؟
(۹۹۵) (۶) اگر صرف دو عورتیں ہوں، تو دوسری عورت امام عورت کے محاذ کی کھڑی ہو، یا پیچھے؟
(۹۹۶) (۷) مسافر کو جب کہ رمضان المبارک میں وہ روزے رکھتا ہے، تراویح معاف ہے، یا ضرور پڑھے؟
(۹۹۷) (۸) بیع ادھار شن کا وعدہ کرنا کہ فلاں روز دوں گا ضروری ہے، یا نہیں؟

الجواب: سوال اول: اس میں احوط مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ کہ خاوند کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔
(۲) اگر شے مشترک کو فروخت کرے تو صرف اسی کا حصہ فروخت ہوگا، دوسرے شریکوں کا حصہ ان کی اجازت سے جائز ہوگا، اور مشتری کو بیگانی شے کا خریدنا درست نہیں۔ اگر باقی شرکاء نے وقت بیع انکار کیا تھا، تو مشتری بیع کر سکتا ہے۔

(۳) اس کی اولاد پر ضروری ہے کہ حصہ داروں کا حصہ الگ کر کے، مالکوں کو دے دیں، فقط!
(۴) جبہ مشاع کا درست نہیں، اگرچہ شریک کو ہو، لیکن شریک کے ہاتھ بیع کر کے شے بہن کر سکتا ہے۔

اذن عام نہ ہو اور کسی جگہ خاص میں جماعت ادا کی جائے، جہاں ہر ایک نہ جاسکتا ہو تو نماز جمعہ درست نہیں۔ اگر شہر میں اذن عام ہو تو نماز جمعہ درست ہے۔ اگرچہ وہاں مسجد نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

الجواب صحیح

خلیل احمد عفی عنہ مدرس اول مظاہر علوم عنایت الہی عفی عنہ مدرس دوم ثابت عفی عنہ مدرس سوم عبدالکریم عفی عنہ مدرس چہارم

الجواب صحیح

[مکتوبات بزرگاں ص: ۳۱]

محمد اکرم عفی عنہ مدرس ششم

متعلق فتویٰ سابقہ بعد سلام مسنون! عرض یہ کہ شہر اور گاؤں کی تعریف، الگ الگ تحریر فرمائیں؟ والسلام

اضعف العباد فتح الدین

الجواب: شہر اور گاؤں عرفی امر میں، اہل عرف اس کو پہنچاتے ہیں، گاؤں اور قصبہ کا فرق سب ہستی والوں کو معلوم ہوتا ہے، اگرچہ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ ہمارے یہاں چار پانچ ہزار کی ہستی، جس میں ڈاک خانہ، شفا خانہ، وغیرہ بھی ہوتا ہے، قصبہ و شہر کہلاتے ہیں۔

مگر یہ دونوں امر بھی مدار مصریٰ نہیں، محلہ اور کوچہ اور بازار ہر طرح کے حوائج دستیاب ہونا، جیسے ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے، یہ علامت شہر ہیں، مگر ان پر مدار نہیں ہے، چونکہ وہ ایک امر عرفی ہے، اس لئے اس کی تعریف کی طرف توجہ نہیں کی گئی اور کثرت سے تعریفات، اس کے کتب میں مذکور ہیں، کیوں کہ کسی نے کوئی علامت معرفت سمجھ کر بیان کی کسی نے کوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[مکتوبات بزرگاں ۳۲-۳۱]

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب: ضاد، وال، ظاہر۔ حروف جدا گانہ تھناؤ ہیں، ان کو ایک جاننا یا ایک طرح پر نہنا، باوجود قدرت کے درست نہیں ہے، اور جو شخص کہ اس کو ضاد کے اصلی مخرج سے ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، اگر بصورت دال پُر ادا کرے گا تو اس کی نماز ہو جاوے گی، کیونکہ دال پر کوئی مستقل حرف نہیں ہے۔ پس جو شخص کہ بصورت دال پُر ضاد ادا کرتا ہے، مگر وہ اصل مخرج سے بوجہ معذوری ادا نہیں کر سکتا، پس اس کی نماز ہو جائے گی، اور جو شخص جان بوجہ کہ باوجود قدرت کے، ضاد کو دال محض یا ظا محض ادا کرے، نماز اس کی اکثروں کے نزدیک ہو جائے گی۔ فقط والسلام

[مکتوبات بزرگاں ۳۲-۳۱]

بندہ رشید احمد عفی عنہ

جواب : اس نام کے مسئلہ میں بندہ نے دعویٰ ترجیح اس روایت کا نہیں کیا تھا، مگر چونکہ آپ نے لکھا تھا کہ توجیہ

علت انتقاض کرو کہ، کس بناء پر ہدایہ نے لکھا ہے کہ توبندہ نے اس کی توجیہ کی تھی، اور آخر میں یہ بھی لکھ دیا تھا کہ قوت وضعف روایت سے بحث نہیں، مگر تم مدعی ہو کہ اس کے خلاف کے دلائل پیش کرنے لگے، سو درست ہے، جب یہ روایت ضعیف اور مقابلہ اس کے قوی تو یہ وجہ قوت دوسری روایت کے ہوویں گے، گو نام تمام ہوں، کلام یہ تھی کہ نسیان میں بعض وجوہ سے قوت مفہوم ہوتی ہے، گو بنظر دقیق مساوات نوم ہو جیسا فتح وغیرہ لکھتے ہیں، تو غرض فرق ظاہری بیان کرنا تھا نہ نظر دقیق کی طرح، اس طرح کہ ناسی رفقان ہے اور مخاطب طلب آپ اس نے طلب میں جس قدر ہو سکا سعی کی، اور نسیان اس کا مرفوع الحکم ہوا۔

اور یہ خدشہ کہ اس کو طلب ماہ میں ذمہ کا بھی نہ کھنا واجب تھا، کہ وہاں پانی ہوتا ہے عاقدہ لازماً تو اس نے کوتاہی فی الطلب کی، چاہئے کہ تیمم درست نہ ہو، اس کو دفع کیا تھا کہ اصل میں پانی کا عاقدہ لازماً ہونا، حضر میں بلاد میں ہے، نہ صحرا و سفر میں، کہ وہاں اصل عدم ہے، اور یہ امر ظاہر ہے، انکار اس کا خواہ مخواہ کلام ہے، پس کوتاہی اس سے طلب میں نہیں ہوتی اور نام اگرچہ مخاطب ہے مگر اس سے سعی نہیں ہوئی، کیونکہ وہ عاجز ہے سعی کی ضد میں مبتلا سو معذر نہ ہوا، اور نوم کو مثل اختیار کے کہا تھا نہ اختیاری، سو یہ فرق ہے۔ اور اس فرق کے آثار ایک فرغ میں ظاہر بھی ہیں اگرچہ وہاں دوسری وجہ بھی ہو کہ صوم میں نسیان سے کھانا ناقض صوم نہیں اور نوم میں کھانا مفسد ہے، سو یہ وجہ فرق کی تھی اگرچہ اس کو مقابل روایت والے رفع کر دیوں، تو بس آپ کو اس قدر کج و کاؤ کر کے دلیل فرق، اٹھانے کی حاجت نہیں، گو آپ کے دلائل مساوات کے بھی ضعیف ہوں، نسیان کی نوم سے مساوات حدیث میں اور وجہ سے ہے کہ ہر دو مخاطب ہیں اور قوت و نسیان کی دلیل مذکور میں، بوجہ دیگر ہے علیٰ ہذا فتویٰ روح نام کی من امر اللہ تعالیٰ ہونا اور وجہ ہے کہ سب اشیاء باذن اللہ موجود ہوتی ہیں اور قوت عذر نسیان بایں وجہ کہ وہ سعی کر رہا ہے، جو اس کو حکم تھا اس کا لہ تمار کیا خلاف نام کے کہ وہ عاقل ہے: "و الساکت لاینسب الیہ شیء" علیٰ ہذا البلیغہ عذر نام ہے مگر پھر بھی یہ ہے کہ جب دوسری روایت قوی تسلیم کی گئی ان سب دلائل کو توڑ کر قوی روایت کے دلائل قوی کہے جائیں گے۔ بہر حال ترجیح ظاہری بیان کرنا تھا نہ حقیقی سو، آپ کی فہم میں کیوں نہ آیا اور کیوں اس کے رفع میں ہمت لگائی، فقط زیادہ بحث بے سود ہے، لہذا اسی قدر لکھ دیا ہے گو اس کی بھی حاجت نہ تھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

[مندرجہ تذکرۃ الرشید - ص: ۱۵۴-۱۵۳، جلد اول]

الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات وصلى الله على سيدنا ومولانا

محمدا وآله وصحبه وأهل بيته وأصحابه أجمعين

جامع و مرتب باقیات فتاویٰ رشیدیہ

نور الحسن راشد کاندھلوی

کی چند تصانیف، ترجمے اور مرتبہ کتابیں

(۱) تذکرہ استاذ الکمل حضرت مولانا ملک اعلیٰ نانوتوی، حضرت مولانا، برصغیر کے بہت سے بڑے عالم، اہل درس و افتادہ اصحاب اور مصنفین و اہل قلم کے استاد اور مربی تھے مگر اب تک حضرت مولانا کے مفصل احوال تو کہاں، مولانا پر کوئی چھوٹی کتاب بھی مرتب نہیں ہوئی تھی، یہ کتاب اس بڑی کمی کو پوری کرتی ہے۔ اس میں حضرت مولانا کے استادوں، تعلیم، ملازمت، دہلی کالج کی پچیس سال تعلیم و ترقی کی روداد حضرت مولانا کے جلیل القدر شاگردوں، تصانیف اور دینی ملی و اصلاحی خدمات کا مستند و مفصل تذکرہ ہے، جس کو بڑے بڑے اہل علم اور باب دانش نے اعلیٰ درجہ کی نہایت عمدہ تصنیف قرار دیا ہے۔

کتابت طاعت جلد نہایت عمدہ سوائے سو صفحات۔ قیمت صرف 300 روپے

(۲) تذکرہ حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی، حضرت مولانا، حضرت شاہ محمد اسحاق کے اہم شاگرد، مدرسہ مظاہر علوم کے روح رواں، بڑی عالمانہ کتابوں احیاء علوم الدین امام غزالی، مجمع البحار علامہ محمد طہار عثمانی وغیرہ کی حاشیہ نگار حضرت مولانا کی دینی علمی خدمات، اور طراندہ کا جس میں حضرت مولانا محمد قاسم بھی شامل ہیں، مفصل احوال، لائق مطالعہ کتاب ہے۔ تقریباً دو سو صفحات کارڈ بورڈ کی جلد، اوسط کتابت و طاعت قیمت 75 روپے

(۳) قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، احوال و آثار و باقیات و متعلقات..... حضرت مولانا کے احوال و کمالات و خدمات پر ایسی معلومات کا مجموعہ اور گنجینہ جو کسی اور کتاب میں دستیاب نہیں۔ برصغیر کے ممتاز ترین اور اہل نظر نے اس کتاب کو اس موضوع کا نادر تذکرہ قرار دیا ہے۔ عمدہ کتابت طاعت، جلد۔ صفحات پانچ سو۔ قیمت ساڑھے تین سو 350 روپے

(۴) تذکرہ خاتم مثنوی مولانا درود، حضرت مفتی الہی بخش کاندھلوی حضرت مولانا حضرت شاہ عبدالعزیز کے ممتاز بلکہ لائق فخر شاگرد، شاہ رفیع الدین کے ہم سبق اور پیسوں اکابرین علماء اور محدثین کے استاد و مربی، سو سے زائد کتابوں کے مصنف، حضرت سید احمد شہید کے خلیفہ، بڑے مصلح، فقیہ، شاعر اور ہمہ جہت شخصیت اور کاندھلہ کے تمام علماء کے بزرگ اور منبع علوم و فنون تھے، حضرت مفتی صاحب کے احوال، و خدمات، تصانیف اور شاگردوں کا جمالی تذکرہ۔

عمدہ کمپوزنگ عمدہ کاندھلوی طاعت، صفحات چھیالیس۔ قیمت ساڑھے 60 روپے

(۵) تقویت الایمان اور شاہ محمد اسماعیل شہید کے خلاف برپا شورش، تاریخ و حقیقت کے آئینہ میں، تقویت الایمان اردو کی دینی پہلو سے سب سے زیادہ مفید، لائق اعتماد موثر انگریز نہایت مظلوم کتاب ہے، اس پر دین و سنت کے دانائے مثنوی نے

طرح طرح کے شبہات و اعتراضات کئے ہیں مگر واقعہ ہے کہ اس کا دامن ان الزامات سے بالکل صاف ہے۔ اس موضوع پر پہلی مرتبہ تاریخ کی روشنی میں، ناقابل تردید چشم کشا حقائق یک جا کئے گئے ہیں، اور تاریخ کے حوالہ سے ایسی مستند گفتگو کی گئی ہے جو اب تک نہیں ہوئی تھی، سنت و بدعت، اہل حق اور اصحاب بدعت کے مسائل..... سے واقفیت اور دلچسپی رکھنے والوں کے لئے نہایت قابل قدر تحفہ اور ایک دستاویز ہے۔ عمدہ طباعت بڑا سارو دوسو سے زائد صفحات، قیمت صرف سو روپے۔

ہماری چند اور مطبوعات

فضیلت قرآن ترجمہ اردو، فضل القرآن

تالیف: حضرت مفتی الہی بخش کاندھلوی اردو ترجمہ وحاشی: نور الحسن راشد کاندھلوی

صفحات (۶۱) عمدہ کمپوزنگ و طباعت، خوش رنگ سرورق۔ قیمت صرف چالیس/40 روپے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکارم اخلاق

تالیف: حضرت امام محمد غزالی اردو ترجمہ: مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی دیوبندی، تخریج روایات: نور الحسن راشد کاندھلوی

چالیس (۴۳) صفحات، خوبصورت سرورق، عمدہ کمپوزنگ و طباعت، قیمت صرف تیس/30 روپے

سیرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ اردو خلاصۃ السیر: علامہ محبت الدین طبری ترجمہ: مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی تکمیل ترجمہ: مولانا اظہار الحسن کاندھلوی

اسماء بدریہ

تالیف: حضرت مفتی الہی بخش کاندھلوی تعلق وحاشی: نور الحسن راشد کاندھلوی

چون (۵۴) صفحات عمدہ کتابت، نفیس کاندھلوی بہترین طباعت و کٹش سرورق، قیمت صرف پینتالیس/45 روپے

رسائل اصول حدیث (عربی، فارسی)

تالیف: حضرت مفتی الہی بخش کاندھلوی تمہید اور ترجمہ: نور الحسن راشد کاندھلوی

العرف الوردی فی اخبار المہدی

تالیف: علامہ جلال الدین، محمد بن عبدالرحمن السیوطی تمہید اور تعارف: نور الحسن راشد کاندھلوی

بڑا سارو ۲۸۰ صفحات، عمدہ رنگ کی طباعت، نفیس کاندھلوی کٹش، قیمت صرف پچتر روپے 75/

آٹھ دس کتابیں منتظر اشاعت اور متعدد زیر تکمیل ہیں۔

Mufti Ilahi bakhsh academe Kandhla

Distt. Muzaffar Nagar 247775 (U.P) India Mb:09358667219

فان جعلت بکتاب خیرا و نوحته و الا فبالا لک و الاما

کتبوا لک فی باقیہ و قولہم لک و کتبک علی الوصلین

ن شکر و انما لک و فک بکتاب تمہا باقیہ و غنی

والی و ساجدی
من حق

مکتب بکتاب بکتاب و کتبک و کتبک و کتبک و کتبک

یارب کتبک و کتبک و کتبک و کتبک و کتبک و کتبک

کتبک و کتبک و کتبک و کتبک و کتبک و کتبک

کتبک و کتبک و کتبک و کتبک و کتبک و کتبک

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی سب سے پہلی دستیاب یادگار تحریر، شافیہ ابن ماجہ، و علم صرف، جس کو حضرت مولانا نے اپنے زمانہ طالب علمی میں، تیرہ سال کی عمر میں، رمضان المبارک ۱۲۵۷ھ (نومبر ۱۸۳۱ء) میں نقل کیا تھا۔

[illegible]

اگر کسی بیمار یا مسکین کو دیکھ کر
 شکر و کرم و عقیقہ و غیرہ کے ساتھ
 اپنے مال کو بڑی کلمہ کا کتاب میں
 ایسے فقیر یا محتاج کو دے

(۷۲)

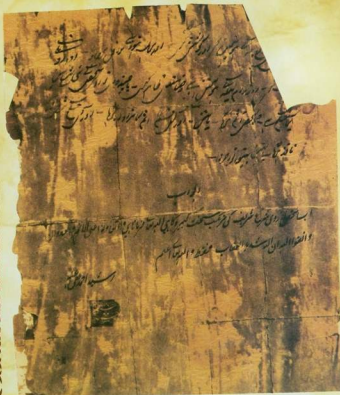
سند آیت شریف علیہ السلام ہے کہ جو شخص
 اور کو صدقہ و فطر یا زکوٰۃ دے یا مسکین
 یا محتاج کو دے یا مسکین کو دے یا مسکین
 یا محتاج کو دے یا مسکین کو دے یا مسکین

سند آیت شریف علیہ السلام ہے کہ جو شخص
 یا مسکین کو دے یا مسکین کو دے یا مسکین
 یا محتاج کو دے یا مسکین کو دے یا مسکین

حضرت مولانا کے قلم سے لکھے ہوئے مجموعی فتاویٰ ذخیرہ آجہ، دوسری کاپی کا آخری ورق

احوال بسیار حفظ یافتی و اصولی را در متنی که اسرار عالم بیان کرده ام
 حفظ من کردی و که در کتب اسرارناست همین چیزها می گویند که اینها
 را که در اسرارناست می دانند و حفظ هر یک از اینها می تواند عالم حقایق
 چنانچه خواهد بود که خود سستی نام حقایق من را در ده و در ثلث تا چهار
 که جوهر حقایق من می بیند از حقیقت اسرارناست و در ده و در ثلث
 من غافل بودی من ده بی حقایق من را که در اسرارناست و در ده و در ثلث
 من چنانچه که در اسرارناست و در ده و در ثلث من را که در اسرارناست
 و در ده و در ثلث من را که در اسرارناست و در ده و در ثلث من را که در اسرارناست

حضرت مولانا کا بدست خود لکھا ہوا ایک فتویٰ جس پر حضرت مولانا کی مہر بھی ثبت ہے۔ (ذاتی نسخہ)



حضرت مولانا کالیک فتویٰ، جو حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی کے قلم سے لکھا ہوا ہے۔
اور اس پر حضرت مولانا گنگوہی مہر ثبت ہے۔

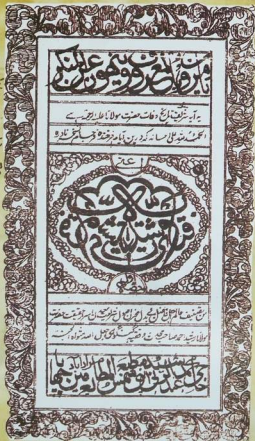


سرورق فتاویٰ رشیدیہ طبع اول حصہ اول

برلاس پریس مراد آباد: ۱۳۲۳ھ

بکمال کاغذ پر

از مسطور ۳۲
تا صفحہ ۱۰۰
۴۰ ورق اور ۱۰۰ ورق



سرورق فتاویٰ رشیدیہ (حصہ اول طبع دوم) شمس الطالع، مراد آباد: ۱۳۲۳ھ

معارف طبع

مراد آبادی

برسالیہ فتاویٰ رشیدیہ

جوان لکھنے والے طبع سے
پیشکش اس برآمدت
کے تحت - زیر احباب و معرب
۱۳۲۳ھ

حق کا بل رائے کتاب ہذا نام عزیز الدین علی غفرلہ جی جی باضالیہ محفوظ ہے
یہ رسالہ ماہر برکت باضالیہ فاتحہ مرید مولیٰ گل خاں صاحب کا ملی مدرسہ ہنر و علم لاہور
مراد آبادی نے لکھا تھا - اسکا سب سے خاصہ یہ ہے کہ مولیٰ کی متدین اس جامع و مذاک فکریں
یہ جواب دہ ہو کر کہیں اور کسی نہ کہیں کافی مولیٰ صاحب مذکور کے ملائی تالیفات ترجیح
برکت کی بند کردی ہے - ہذا جواب ہذا کو تسلیم کر کے (ذوقی خیال پر مبنی کر لی
جواب دہن تو اسے رشیدیہ میں سمجھتا ہے - یہ مولیٰ صاحب کے ذہنی خیال فاسر ہوئے
ماضیین کہ سکولامذہب دین - اور ان رسالہ کو خیر مذکور لطف انیلع سنت ادنیٰ دین
قیمت صرف ۱۰۰ ملاوہ منوالہ ایک مقبرہ

اس رسالہ کے لئے لاہور - مراد آباد - لاہور - عزیز الدین علی غفرلہ جی جی -

آخری صفحہ فتاویٰ رشیدیہ (حصہ اول طبع اول) برلاس پریس - مراد آباد: ۱۳۲۳ھ



فتاویٰ رشیدیہ (مطبوعہ قاسمی دیوبند) بانتہام مولانا عیوب الرحمن صاحب (مہتمم دارالعلوم دیوبند: ۱۳۲۳ھ)

فَالسَّائِلُ إِلَهُ الْكَرِيمِ لَا يَكُنْ لَهُ لَا يَعْلَمُونَ

الحمد لله الذي هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

فتاویٰ رضویہ

حصہ اول

من افادیت طریقات عالم اجل فاضل اہل حقین سرشار
معدن منور طریقت حضرت مولانا مولوی الحافظ الحاج
ارشید احمد گنگوہی

۱۳۶۸ھ

سیفrazish

مالکان کتب خانہ رحیمپور شہری مسجد دہلی

مطبوعہ کتب خانہ رحیمپور شہری مسجد دہلی

فتاویٰ رشیدیہ

(مطبوعہ کتب خانہ رحیمپور دہلی: ۱۳۸۸ھ)

طوبیٰ ریسرچ لائبریری
اسلامی اردو، انگلش کتب،
تاریخی، سفرنامے، لغات،
اردو ادب، آپ بیتی، نقد و تجزیہ

toobaa-elibrary.blogspot.com